تفسیر دُرِّ منثور مترجم

جلد سوم

تالیف

امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

مترجمین

سید محمد اقبال شاہ ○ محمد بوستان ○ محمد انور مگھالوی

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

فہرست مضامین

نزولہا مع الملائکۃ (الآیہ)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب سورت الانعام نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے تسبیح بیان کی پھر فرمایا اس سورت کے ہمراہ اتنے ملائکہ نازل ہوئے جنہوں نے افق کو بھر دیا۔

امام طبرانی، اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے مسند میں، اور عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مکمل سورۃ الانعام بیک وقت نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت تھی جو آسمان دنیا سے لے کر زمین تک منتظم تھے دو آیتوں کے سوا یہ مکمل سورت کی ہے اور وہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے دو آیتیں مکمل ہونے تک ہیں (یہ آیات 151 اور 152 ہیں)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام بیک وقت نازل کی گئی ہے اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ دو آیتوں کے سوا مکمل سورۃ الانعام مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ دو آیتیں مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور یہ وہ آدمی ہے جس نے یہ کہا تھا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (انعام: 91) الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل طور پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مگر دو آیتیں ایک یہودی کے بارے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس آدمی نے یہ کہا تھا: مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ (الانعام: 91) اور وہ فنحاص یہودی تھا یا مالک بن صیف۔

امام ابو عبید نے فضائل میں، دارمی نے مسند میں، محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ سورۃ الانعام لوازم قرآن میں سے ہے۔

امام محمد بن نصر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ الانعام لوازم قرآن میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حبیب ابی محمد العابد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جو کوئی سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات تَكْسِبُوْنَ تک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بھیج دے گا جو یوم قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور ان کے اعمال کی مثل اس کے لیے اجر ہوگا اور جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، ماء سلسبیل سے سیراب کرے گا اور ماء کوثر سے اسے غسل دے گا اور فرمائے گا: اَنَا رَبُّكَ حَقًّا وَاَنْتَ عَبْدِیْ حَقًّا۔ میں تیرا سچا رب ہوں اور تو میرا سچا بندہ ہے۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت حبیب بن عیسیٰ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو محمد القاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جس کسی نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اس کے لیے ان کے اجر کی مثل اجر ہوگا۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے

جنت میں داخل فرمائے گا، اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرمائے گا، اسے جنت کے پھل کھلائے گا، وہ آب کوثر سے سیراب ہو گا اور نہر سلسبیل میں غسل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے“۔

امام سلفی رحمہ اللہ نے کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس نے صبح کی نماز کے بعد سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ تک پڑھیں، اس کے لیے چالیس ہزار فرشتے نازل ہوں گے جن کے اعمال کی مثل اس کے لیے اجر لکھا جائے گا، اس کی طرف سات آسمانوں کے اوپر ایک فرشتہ بھیجا جائے گا جس کے پاس لوہے کا گرز ہو گا۔ اگر شیطان اس کے دل میں کوئی برائی القاء کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے گرز کے ساتھ مارے گا یہاں تک کہ بندہ اور شیطان کے درمیان ستر حجابات قائم ہو جائیں گے۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے، تو میرے سائے میں چل، کوثر سے سیراب ہو، سلسبیل سے غسل کر اور بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جا ”اَنَا رَبُّكَ وَاَنْتَ عَبْدِيْ، اِمْشِ فِيْ ظِلِّيْ وَاشْرَبْ مِنَ الْكَوْثَرِ، وَاغْتَسِلْ مِنَ السَّلْسَبِيْلِ، وَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ“۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر وہیں مسجد میں بیٹھ کر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر فرشتے مقرر فرما دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے (1)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ ایک رات حضور نبی رحمت ﷺ کے پاس سے گزرے۔ آپ مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حذیفہ نے کہا: میں بھی نماز پڑھنے کے لیے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، تو آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ جب ختم کی تو یہ الفاظ چار مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ۔ پھر آل عمران شروع کی۔ جب اسے ختم کیا تو رکوع فرمایا اور تین مرتبہ یہ الفاظ کہے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ۔ پھر سورۃ المائدہ شروع کی، اسے ختم کیا اور رکوع فرمایا۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور آپ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ مذکورہ الفاظ کے سوا کچھ اور بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے جب سورۃ الانعام شروع کی تو میں آپ کو چھوڑ کر چلا گیا (2)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾

1۔ روح المعانی، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 78، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 147 (2842)، العلمیہ

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور نور کو پھر بھی جنہوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرا رہے ہیں"۔

امام ابن الضریس نے فضائل القرآن میں، ابن جریر، ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: شروع سے تورات کو اس آیت سے شروع کیا: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ثُمَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ اور اس آیت کے ساتھ ختم کیا: "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَ لَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرۡهُ تَكۡبِیۡرًا (بنی اسرائیل)"(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ ثُمَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ تورات میں یہ آیت چھ سو نمبر پر ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد و ستائش اور اپنی مخلوق کی عظمت و رفعت کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کے پاس خارجیوں میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ الآیہ "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ اندھیروں اور نور کو بنایا ہے پھر بھی جنہوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھہرا رہے ہیں" کیا اسی طرح نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! تو وہ واپس جانے لگا۔ پھر آپ نے اسے دوبارہ لوٹنے کو کہا۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ نے اسے فرمایا: دیکھو یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن ابزی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کے پاس خوارج میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے یہ آیت پڑھی: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ الآیہ پھر اس نے دریافت کیا: کیا وہ لوگ کافر نہیں ہیں جو اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں! تو وہ آدمی واپس چلا گیا۔ بعد ازاں آپ کے گروہ میں سے ایک آدمی نے کہا: اے ابن ابزی! یہ آدمی تو خوارج میں سے تھا۔ اس نے اس سوال کے سبب آپ کے نظریہ کے خلاف آیت کی تفسیر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تو تب آپ نے کہا: اسے میرے پاس واپس بلا لاؤ۔ جب وہ آدمی آیا تو ابن ابزی نے پوچھا: کیا تو جانتا ہے یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو پھر آپ نے اسے بتایا: یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اسے اپنے علاوہ کسی غیر سے چھپائے رکھو(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوۡرَ زنادقہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ اندھیروں،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 169، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 170

اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗـؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

"اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر مقرر کی ایک میعاد اور ایک میعاد مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کر رہے ہو۔ اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہ جانتا ہے تمہارے بھید بھی اور تمہاری کھلی باتیں بھی اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی نشانیوں سے مگر وہ ہو جاتے ہیں اس سے منہ پھیرنے والے۔ بے شک انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس۔ سو اب آیا چاہتی ہیں ان کے پاس خبریں اس چیز کی جس کے ساتھ وہ مذاق کیا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا سے مراد موت کا وقت ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد قیامت اور اللہ تعالیٰ کے پاس وقوف کا وقت مقرر ہے (1)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا کے بارے فرمایا اس سے مراد دنیا کی مدت ہے۔ اور ایک روایت میں موت کا مقرر وقت بھی مذکور ہے اور قول باری تعالیٰ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کے بارے فرمایا اس سے مراد آخرت کی مدت مقررہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قَضٰۤى اَجَلًا سے مراد نیند ہے اللہ تعالیٰ نیند کے وقت روح قبض فرما لیتا ہے اور پھر بیدار ہونے کے بعد اسے واپس اپنے مالک کے پاس لوٹا دیتا ہے اور اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد انسان کی موت کا وقت ہے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ کے متعلق فرمایا: یہ تخلیق کی ابتدا کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر آپ کی نسل کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا۔ جیسا کہ سورۂ سجدہ میں ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝ اور ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کے بارے کہتے ہیں کہ اس سے مراد تیرے مرنے کے دن تک تیری مدت حیات ہے۔ دوسری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 173، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 173

موت سے لے کر دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک کی مدت ہے۔ اور ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کے بارے کہا کہ پھر بھی تم اس میں شک کر رہے ہو۔ یعنی تَمْتَرُوْنَ بمعنی تَشُكُّوْنَ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد اجل الدنیا یعنی موت کا مقررہ وقت ہے۔ اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے اجل الآخرۃ یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کا مقررہ وقت ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ اور حضرت حسن رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے قَضٰۤى اَجَلًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد تیری پیدائش سے لے کر موت تک دنیا کی مدت ہے اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ سے مراد قیامت کا دن ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے یونس بن یزید الایلی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قَضٰۤى اَجَلًا کے متعلق کہا کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا فرمایا اور وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى سے مراد وہ سب کچھ ہے جو ان کے بعد یوم قیامت تک تخلیق فرمائے گا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کا معنی تَشُكُّوْنَ (تم شک کرتے ہو) نقل کیا ہے(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ کے بارے کہا کہ تم دوبارہ اٹھائے جانے میں شک کر رہے ہو یعنی (تَشُكُّوْنَ فِي الْبَعْثِ)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ کے بارے قتادہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس کتاب اللہ میں سے کوئی شے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اور قول باری تعالیٰ: فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کے بارے کہتے ہیں کہ عنقریب قیامت کے دن ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کے ساتھ انہوں نے کتاب اللہ سے استہزاء کیا۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

"کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے قومیں جنہیں ہم نے (اپنا) تسلط دیا تھا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 173، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 172　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 174

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سدی سے قول باری تعالیٰ فحاق بالذین سخروا منہم کے بارے فرمایا کہ منہم سے مراد رسل علیہم السلام ہیں (یعنی پیغمبر یا انہیں جو رسولوں کا مذاق اڑاتے تھے) اور ما کانوا بہ یستھزءون کے بارے فرماتے ہیں کہ انہیں اس چیز نے عذاب میں واقع کیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء اور تمسخر کیا (1)۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلْ لِلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

"آپ فرمائیے سیر کرو زمین میں پھر دیکھو کیا ہوا انجام (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا۔ آپ (ان سے) پوچھئے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ آپ (ہی انہیں) بتائیے (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے، اس نے لازم کر لیا ہے اپنے آپ پر رحمت فرمانا۔ یقیناً جمع کرے گا تمہیں قیامت کے دن، نہیں کوئی شک اس میں (مگر) جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم غور کرو (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کتنا برا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور ان کی ہلاکت کے بعد پھر انہیں (جہنم کی) آگ میں ڈال دیا (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ابو حازم نے سلمان سے ارشاد باری تعالیٰ: كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تورات میں دو رحمتیں پاتے ہیں (وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا پھر مخلوق کی تخلیق سے قبل سو رحمتیں پیدا فرمائیں پھر مخلوق کو پیدا فرمایا۔ ایک رحمت مخلوق کے درمیان رکھ دی اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس روک لیں۔ اسی ایک رحمت کے سبب (اہل زمین) ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، مہربانی کا سلوک کرتے ہیں، ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں اور اسی کے سبب ایک دوسرے کی زیارت اور ملاقات کرتے ہیں۔ اسی کے سبب اونٹنی (شفقت و مہربانی کی) آواز نکالتی ہے، گائے بچھڑے پر رحم کرتی ہے اور بکری ممیاتی ہے۔ اسی رحمت کے سبب پرندے اور مچھلیاں ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ایک دوسرے کی پیروی کرتی ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو رب کریم اس رحمت کو اپنے پاس موجود رحمت کے ساتھ شامل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے افضل اور وسیع ہے (3)۔

امام احمد، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 181، بیروت	2۔ ایضاً	3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 182

کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اس دن سو رحمتیں پیدا فرمائیں۔ ان میں سے ایک رحمت کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے سے رحم اور مہربانی کا سلوک کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے (اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں)۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو اس ایک رحمت کے ملنے سے وہ مکمل (سو) ہو جائیں گی (1)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کی) تخلیق کا فیصلہ فرمایا تو ایک کتاب (اپنی شان قدرت کے مطابق) تحریر فرمائی اور اسے عرش کے اوپر اپنے پاس ہی رکھا (اس میں ہے) "إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي" بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی (2)۔

امام ترمذی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے دست قدرت سے ایک کتاب اپنے بارے میں لکھی۔ (اس میں یہ فرمایا) بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے فیصلہ فرمانے سے فارغ ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا (اور فرمائے گا) بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور میں تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہوں۔ پس (اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت کے ساتھ) ایک قبضہ یا دو قبضے (مخلوق کے) بھرے گا تو مخلوق کثیر جہنم کی آگ سے باہر نکل آئے گی۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کی آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا ہے "عتقاء اللہ" (یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آزاد کیے ہوئے ہیں)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ اپنے لیے ایک کتاب لکھی اور اسے عرش کے نیچے رکھ دیا۔ اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس میں سے کوئی شے دوسری پر مہربان نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان رکھ دی۔ تو اس کے سبب وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے لگے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق

1۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، جلد 17، صفحہ 57(20)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، جلد 2، صفحہ 298، دار الفکر بیروت

3۔ جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی، کتاب الدعوات، جلد 13، صفحہ 55(3543)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 182

کے درمیان فیصلہ فرمانے سے فارغ ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا اس میں یہ ہے کہ بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور میں ارحم الراحمین ہوں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے برابر لوگوں کو جہنم سے نکالے گا یا یہ الفاظ فرمائے مثلا اہل الجنة یعنی اہل جنت کی مثل لوگوں کو جہنم سے نکالے گا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت اہل دنیا کی طرف اتاری ہے جس کے سبب جن، انسان، آسمان کے پرندے، پانی کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور کیڑے مکوڑے اور جو کچھ فضا کے درمیان ہے سب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ رکھی ہیں یہاں تک کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ رحمت جو اس نے اہل دنیا کی طرف اتاری اسے نکالے گا اور اپنے پاس موجود رحمت میں شامل کر لے گا۔ اور پھر وہ رحمت اہل جنت کے دلوں میں اور اہل جنت کے اوپر نازل فرمادے گا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو الخارق زہیر بن سالم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب کو کہا: اللہ تعالیٰ نے سب سے اول کون سی چیز پیدا فرمائی؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی اور اسے قلم اور سیاہی کے ساتھ نہیں لکھا بلکہ دست قدرت کی انگلی کے ساتھ لکھا اور اس کے الفاظ زبرجد، موتی اور یاقوت کے تھے (اس میں یہ ہے) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے (3)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب "حسن الظن باللہ" میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کیا تمہیں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کا واقعہ معلوم ہے؟ ان میں سے ایک کے بارے بنی اسرائیل یہ خیال کرتے تھے کہ وہ دین، علم اور اخلاق کے اعتبار سے بہت افضل ہے۔ اور دوسرے کے بارے یہ گمان تھا کہ وہ اپنے اوپر زیادتی کرنے والا ہے۔ جب اس کا ذکر اس کے دوسرے ساتھی کے پاس کیا گیا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ اسے ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا وہ نہیں جانتا کہ میں ارحم الراحمین ہوں؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور بے شک میں نے اس کے لیے عذاب واجب کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بارے قسمیں نہ کھایا کرو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے حضرت ابو سعید سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں، ان میں سے ایک رحمت زمین میں نازل فرمائی جس کے سبب والدہ اپنے بچے پر اور وحشی جانور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اس رحمت کے سبب سو رحمتیں مکمل ہو جائیں گی (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 103، بیروت   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب ذکر رحمۃ اللہ، جلد 7، صفحہ 1، حدیث 34201، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ولیاً کے بارے انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہاں ولیاً سے مراد یہ ولی ہے جسے ولی بنا کر اس کی ربوبیت کا اقرار کیا جائے (یعنی آپ فرما دیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا رب اور معبود بنالوں؟)(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی بیان کیا ہے بَدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔

ابو عبید نے فضائل میں، ابن جریر اور ابن انباری نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا تھا کہ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی کیا ہے حتیٰ کہ میرے پاس دو اعرابی آئے جو ایک کنویں کے بارے باہم جھگڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطرتھا یعنی میں نے اس کنویں کو ابتداءً بنایا ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا معنی خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نقل کیا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ کا معنی حضرت سدی رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے یَرْزُقُ وَلَا یُرْزَقُ یعنی وہ رزق دیتا ہے اسے رزق دیا نہیں جاتا (4)۔

امام نسائی، ابن السنی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت کی۔ تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کھانا تناول فرما چکے اور ہاتھ دھو چکے تو یوں دعا فرمائی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ وَمَنَّ عَلَيْنَا فَهَدَانَا وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ رَبِّيْ وَلَا مُكَافَأٍ وَلَا مَكْفُوْرٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ وَكَسَانَا مِنَ الْعُرْيِ وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالِ وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰى وَفَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

"سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو کھلاتا ہے اسے کھلایا نہیں جاتا اور جس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہر اچھی شے کے ساتھ ہمیں آزمایا۔ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو میرا رب ہے جسے چھوڑا نہیں جا سکتا، نہ کسی سے بدلا جا سکتا ہے، نہ اس کا انکار کیا گیا ہے اور نہ اس سے مستغنی ہوا گیا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، ننگے بدن کو لباس پہنایا، گمراہی سے ہدایت عطا فرمائی، اندھے کو بصارت عطا کی اور ہمیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی" (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 188، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 187

5۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 731 (2003)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىِٕذٍ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ الْعَذَابُ یعنی وہ شخص جس سے اس دن عذاب پھیر دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بشر بن عاصم رحمہ اللہ کی سند سے انہوں نے حضرت بشر بن سری کی سند سے ابو ادریس خولانی سے نقل کیا ہے: ابی کی قرأت میں ہے: وَمَنْ یَّصْرِفْهُ اللّٰهُ "جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کا عذاب پھیر دیا"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے "وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ" کا معنی بعافیۃ نقل کیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی بھلائی یعنی عافیت پہنچائے (تو اسے کوئی روک نہیں سکتا)۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

"آپ پوچھئے کون سی چیز بڑی (معتبر) ہے گواہی کے لحاظ سے؟ آپ ہی بتائیے اللہ۔ وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان۔ اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن تاکہ میں ڈراؤں تمہیں اس کے ساتھ اور (ڈراؤں) اسے جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا اور بھی ہیں؟ آپ فرمائیے میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمائیے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو"۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نحام بن زید، قردم بن کعب اور بحری بن عمرو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے علاوہ اور الٰہ بھی جانتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی جانب سے میں مبعوث کیا گیا ہوں اور اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو ان کے اس قول کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (2)۔

امام ابن آدم بن ابی ایاس، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں قول باری تعالیٰ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً کے بارے میں حضرت مجاہد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ قریش سے یہ پوچھیں کہ کون سی چیز گواہی کے لحاظ سے بڑی (معتبر) ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد ہوا کہ آپ فوری طور پر بتائیے قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ (اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے) (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 188، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 192　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 189

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ میں کم ضمیر سے مراد اہل مکہ ہیں اور وَمَنْۢ بَلَغَ سے مراد ہر وہ شخص ہے جس تک یہ قرآن پہنچے، آپ ﷺ اس کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں (1)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت کریمہ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور دیگر تمام جابر حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے لیے گرامی نامے تحریر فرمائے۔ یہاں نجاشی سے مراد وہ نہیں جس پر آپ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں قیدی لائے گئے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: کیا تمہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ پھر فرمایا: ان کا راستہ چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنے اعمال بد عقائد پر عمل کرتے رہیں۔ کیونکہ ابھی تک انہیں دعوت حق پہنچی ہی نہیں۔

امام ابن مردویہ، ابو نعیم اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس قرآن کریم پہنچا گویا میں نے بالمشافہ اس کے پاس پیغام حق پہنچایا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ضریس، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ کے بارے میں فرمایا: جس کے پاس قرآن کریم پہنچ گیا تو گویا اس نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کر لیا۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: جس کے پاس قرآن کریم پہنچا یہاں تک کہ وہ اس کے معانی اور مفہوم کو سمجھنے لگا تو وہ (اس خوش بخت) انسان کی طرح ہے جس نے آپ ﷺ کا دیدار بھی کیا اور آپ سے شرف ہم کلامی بھی حاصل ہوا (3)۔

امام آدم بن ابی ایاس، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ عرب سے متعلق ہے اور وَمَنْۢ بَلَغَ عجم سے متعلق ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن بن صالح رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے لیث سے پوچھا کیا کوئی ایسا باقی رہا ہے جس تک دعوت حق نہ پہنچی ہو؟ تو انہوں نے کہا حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے جہاں کہیں قرآن کریم پہنچے گا وہی داعی اور نذیر ہوتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (5)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 191، بیروت
2۔ تاریخ بغداد الخطیب، جلد 2، صفحہ 51، بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 190
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 191
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 190

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ارشاد باری تعالیٰ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ کے بارے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام پہنچاؤ۔ پس جس کے پاس کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی پہنچ گئی تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تبلیغ کرو اگرچہ وہ کتاب اللہ کی ایک آیت ہی ہو، پس جس کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت بھی پہنچی تو اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچ گیا۔ چاہے وہ اس پر عمل کرے یا اسے چھوڑ دے (2)۔

حضرت امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیث طیبہ روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "میری جانب سے (پیغام حق) پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل کی روایات بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس کسی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کی نسبت کی تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے" (3)۔ (الف)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے "گویا کہ لوگوں نے یوم قیامت سے قبل قرآن کریم نہیں سنا جس وقت اللہ تعالیٰ ان پر تلاوت فرمائے گا"۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

"جنہیں ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس (نبی) کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جنہوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ کا مفہوم اس طرح بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے کمالات و اوصاف کا تذکرہ ان کے پاس تورات میں موجود ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے معرفت اور پہچان کے بعد آپ ﷺ سے کفر اختیار کیا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈال دیا۔ اسی مفہوم کو رب کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 190، بیروت   2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، کتاب نزول عیسیٰ علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 491، وزارت تعلیم اسلام آباد

(الف) اہل کتاب کی روایات کی تین قسمیں ہیں بعض روایتیں تو وہ ہیں جن کا صحیح ہونا ہماری کتاب وسنت سے معلوم ہے بعض وہ ہیں جن کا کذب ہماری کتاب وسنت سے معلوم ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کا سولی پر چڑھانا، اور بعض وہ ہیں جن کا صدق یا کذب متعین نہیں ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کی روایات کو بیان کرنا درست ہے، دوسری قسم کی روایات کو بیان کرنا منع ہے اور تیسری قسم میں احتیاط لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان لگایا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو۔ بے شک فلاح نہیں پائیں گے ظلم کرنے والے۔ اور (یاد کرو) وہ دن جب ہم جمع کریں گے سب کو پھر ہم کہیں گے انہیں جو شرک کیا کرتے تھے کہ کہاں ہیں تمہارے شریک جن کے (خدا ہونے کا) تم دعویٰ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی عبد الدار میں سے نضر نامی ایک آدمی نے یہ کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزیٰ میری شفاعت کریں گے۔ تو (اس کے نظریہ کو رد کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

"پھر نہیں ہوگا کوئی عذر ان کا بجز اس کے کہ کہیں گے کہ اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے نہ تھے ہم شرک کرنے والے۔ دیکھو کیسا جھوٹ باندھا انہوں نے اپنے نفسوں پر اور گم ہو گئیں ان سے جو افترا بازیاں کیا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فِتْنَتُهُمْ کا معنی مَعْذِرَتُهُمْ ہے یعنی ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فِتْنَتُهُمْ کا معنی حُجَّتُهُمْ نقل کیا ہے یعنی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ مگر وہ یہ کہیں گے اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے یعنی ہم منافقین اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ وہ یہ قول (اس وقت) کہیں گے جب کہ وہ جہنم میں ہوں گے۔ آؤ ہم اپنے آپ کو جھٹلائیں شاید یہ تکذیب ہمیں نفع پہنچائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے فرمایا انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ دیکھو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسا جھوٹ باندھا اور ان سے قیامت کے دن وہ افترا بازیاں گم ہو گئیں جو دنیا میں وہ کیا کرتے تھے۔

عبد بن حمید نے عاصم سے یہ قرأت نقل کیا ہے کہ آپ نے فِتْنَتَهُمْ کو نصب کے ساتھ اور ربنا کو جر کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت شعیب بن حجاب رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے شعبی کو وَاللّٰهِ رَبَّنَا کو منصوب پڑھتے سنا تو میں نے کہا علاء یحو تو اسے جر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا حضرت علقمہ بن قیس رحمہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 195، بیروت

اللہ نے مجھے پہلی کی طرح (نصب کے ساتھ) پڑھایا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا کہ حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے واللہ ربنا اصل میں و اللہ ربنا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ واللہ ربنا ما کنا مشرکین کے بارے پوچھا پھر کہا ارشاد ربانی ہے وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا (النساء) تو آپ نے فرمایا وہ اپنے جوارح اور اعضاء کے سبب اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ کے بارے فرمایا کہ یہ مشرکین اس وقت کہیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ گناہ معاف کئے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی مشرک کو معاف نہیں فرما رہا اور اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ کے بارے فرمایا دیکھو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسا جھوٹ باندھا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی ہے۔ یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اس لئے ان کا یہ قول اپنے خلاف بہت بڑا جھوٹ ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ واللہ ربنا کو جر کے ساتھ پڑھتے تھے اور کہتے کہ اس میں انہوں نے قسم کھا کر اپنا عذر پیش کیا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے اُنْظُرْ كَیْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں ان کے عذر کے باطل اور جھوٹا ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ میں اس شرک کا ذکر ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝

"اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اور ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کے دلوں پر پردے تاکہ نہ سمجھیں وہ اسے اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر وہ دیکھ لیں ہر ایک نشانی بھی تو نہیں ایمان لائیں گے اس کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جب حاضر ہوں آپ کے پاس جھگڑتے ہوئے آپ سے (تو) کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے (قرآن) مگر صرف قصے پہلے لوگوں کے"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اس آیت میں مَنْ یَّسْتَمِعُ سے مراد قریش ہے (یعنی قریش میں سے کچھ ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 197، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 196 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 198

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ سے روکتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آیت حضور نبی کریم ﷺ کے چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ دس تھے۔ وہ اعلانیہ سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور سرّاً سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کے خلاف تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے وہ آپ کے قتل سے روکتے ہیں اور وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ کا معنی ہے اور وہ آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی نہیں کرتے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ وَقَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۝

"اور اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر تو کہیں گے اے کاش! (کسی طرح) ہم لوٹا دیے جائیں تو (پھر) نہیں جھٹلائیں گے اپنے رب کی نشانیوں کو اور ہو جائیں گے ایمانداروں سے۔ بلکہ عیاں ہو گیا ان پر جسے چھپایا کرتے تھے پہلے اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے ان کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے روکے گئے تھے اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اور کہتے ہیں نہیں کوئی زندگی بجز ہماری اس دنیاوی زندگی کے اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے (قبروں سے)"۔

امام ابو عبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ فَلَا نُكَذِّبَ کے الفاظ ہیں یعنی ان میں وَلَا کی جگہ فَلَا نُكَذِّبَ ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ کا معنی اس طرح کیا ہے کہ بلکہ ان پر ان کے وہ اعمال عیاں ہو گئے جنہیں وہ چھپایا کرتے تھے۔ اور آپ قول باری تعالیٰ: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کے بارے فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں اسی دنیا میں پہنچا دے جس کی وہ تمنا میں پہلے رہتے تھے تو وہ دوبارہ وہی برے اعمال کریں گے جن سے انہیں روکا گیا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو قبیح اعمال وہ کرتے ہیں آخرت میں ان پر وہ اعمال ظاہر ہو جائیں گے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 202، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 205　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ خبر دی ہے بلاشبہ اگر وہ لوٹا بھی دیے جائیں تو وہ ہدایت حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ارشاد فرمایا: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کہ اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیے جائیں تو وہ دنیا ہدایت اور ان کے درمیان حائل ہو جائے گی جیسا کہ پہلی مرتبہ جب وہ دنیا میں تھے تو ہم نے ہدایت اور ان کے درمیان اسے حائل کر دیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ کے بارے فرمایا کہ جب انہیں لوٹایا جائے گا تو وہ پھر یہ کہیں گے اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ (کہ ہماری اس دنیاوی زندگی کے بغیر اور کوئی زندگی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے) (1)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

"اور اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے اللہ کے حضور میں۔ اللہ فرمائے گا کیا یہ (قبروں سے اٹھنا) حق نہیں تھا؟ کہیں گے بے شک (حق ہے) ہمارے رب کی قسم۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب چکھو عذاب بسبب اس کفر کے جو تم کیا کرتے تھے۔ بے شک خسارہ میں رہے وہ جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو یہاں تک کہ جب آگئی ان پر قیامت اچانک بولے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر۔ ارے کتنا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حسرت کا معنی ندامت اور شرمندگی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ: یٰحَسْرَتَنَا کے بارے ارشاد فرمایا حسرت یہ ہے کہ اہل جہنم اپنے ان گھروں کو اہل جنت کے پاس دیکھیں گے جو ان کے لیے جنت میں بنائے گئے تھے تو یہی ان کے لیے سب سے بڑا افسوس اور حسرت کا مقام ہوگا (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے بھی حسرت کا معنی ندامت نقل کیا ہے اور عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا کے معنی کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 207، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 209

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے کہا جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے یہ یقیناً نبی ہیں۔ تو ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ضیاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فَاِنَّهُمْ لَا یُكْذِبُوْنَكَ کی قرأت تخفیف کے ساتھ کی اور فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسا حق نہیں لا سکیں گے جو آپ کے حق کی نسبت زیادہ حق اور اولیٰ ہو(1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فَاِنَّهُمْ لَا یُكْذِبُوْنَكَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور فرمایا وہ یہ قدرت نہیں رکھتے کہ آپ ﷺ رسول نہ ہوں اور نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ قرآن کریم قرآن نہ ہو۔ بلکہ جو وہ اپنی زبانوں کے ساتھ آپ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں بس وہی آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود کذاب ہیں اور یہ ان کی تکذیب ہے(2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت محمد بن کعب سے نقل کیا ہے کہ وہ فَاِنَّهُمْ لَا یُكْذِبُوْنَكَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے وہ ایسا باطل نہیں لا سکیں گے جو آپ ﷺ کے پاس ہے(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ جانتے ہیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی نے فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ الآیہ تخفیف کے ساتھ پڑھی تو آپ نے فرمایا یہ اس قوم کا ذکر ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو پہچان لیا تھا لیکن انہوں نے معرفت کے بعد پھر انکار کر دیا۔

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ۝

"اور بے شک جھٹلائے گئے رسول آپ سے پہلے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر یہاں تک کہ آ پہنچی انہیں ہماری مدد اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو اور آ ہی چکی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں"۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 17، دار الصمیعی ریاض
2۔ معجم کبیر للطبرانی، جلد 12، صفحہ 123 (12658)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 213
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 212

کے لیے اسے اور رب کریم کی توفیق ہو۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں چاہتا تو ان تمام کو میں ہدایت پر جمع کر دیتا(1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نفقاً کا معنی سرنگ اور سلم کا معنی سیڑھی ہے(2)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا مجھے قول باری تعالیٰ: تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ کا معنی و مفہوم بتایئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نفقاً سے مراد زمین میں وہ خفیہ راستہ اور سرنگ ہے کہ جو بھاگ کر اس میں جا سکتا ہے۔ اس نے عرض کی کیا عرب اس سے واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں کیا تو نے عدی بن زید کا یہ قول نہیں سنا۔ وہ کہتا ہے

فَنَفَّسَ لَهَا عَلَى الْاَنْفَاقِ عَمْرٌو   بِشَكَّتِهِ وَمَا خَشِيَتْ كَمِيْنًا

پس عمرو نے بچے سفر کے دوران اسے زمین کے خفیہ راستوں (سرنگوں) میں چھپا دیا اور وہ گھات لگانے والوں سے نہ ڈری(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ کے بارے فرمایا ان سے مراد مومنین ہیں اور الموتیٰ سے مراد کفار ہیں(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے صرف مومن ہی نصیحت کو قبول کرتے ہیں۔ اور الموتیٰ سے مراد کفار ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں مردوں کے ساتھ اٹھائے گا(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ یہ ایسے مومن کی مثال ہے جس نے کتاب اللہ کو سنا، اس سے نفع حاصل کیا، اسے مضبوطی سے تھام کر اپنی فہم و فراست سے خوب سمجھا۔ پس ایسا بندہ مومن قلب و بصر کے اعتبار سے زندہ ہے اور وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ (الانعام: 39) یہ کافر کی مثال ہے جو بہرہ بھی ہے اور گونگا بھی نہ وہ ہدایت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝

"اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ جو اڑتا ہے اپنے دو پروں سے مگر وہ امتیں ہیں تمہاری مانند نہیں نظرانداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 215، بیروت   2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 21   3۔ ایضاً
4۔ ایضاً   5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 214

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ سے مراد مختلف انواع ہیں جو اپنے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں(1)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ پرندے علیحدہ امت ہیں، انسان علیحدہ امت ہے اور جنات ایک علیحدہ امت ہیں(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ یہ معنی نقل کیا ہے کہ تمہاری مثل انہیں پیدا فرمایا(3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ چھوٹی چیونٹی سے لے کر اوپر جتنے جانور بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کے رنگ اور اقسام مختلف ہیں(4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کے بارے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہم نے کوئی شے نہیں چھوڑی مگر ہم نے اسے ام الکتاب میں لکھ دیا ہے(5)۔

امام عبد الرزاق اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ ہم نے کوئی شے اس کتاب میں نظر انداز نہیں کی جو کتاب آپ کے پاس ہے(6)۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے تالی التلخیص میں اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن زیاد البکری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے بسر مازنی کے دو بیٹوں کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یرحمکما اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) ہم میں سے ایک آدمی جانور پر سوار ہوتا ہے۔ اسے چھڑی کے ساتھ مارتا ہے یا اس کی لگام کھینچتا ہے۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ عبد اللہ نے کہا اتنے میں اندر سے ایک عورت نے مجھے آواز دی اور کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ان دونوں نے کہا یہ ہماری بہن ہے اور عمر میں ہم سے بڑی ہے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے(7)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ کا یہ معنی نقل کیا ہے ہم نے کتاب میں نظر انداز نہیں کیا اور کوئی شے بھی نہیں مگر وہ اس کتاب میں موجود ہے(8)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا چوپاؤں کی روحیں کون قبض کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ملک الموت (موت کا فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام)۔ جب یہ بات حضرت حسن تک پہنچی تو انہوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 219، بیروت	2۔ ایضاً	3۔ ایضاً	4۔ ایضاً
5۔ ایضاً	6۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 47، دار الکتب العلمیہ بیروت
7۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 480، دار الکتب العلمیہ بیروت	8۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 219

نے کہا انہوں نے سچ فرمایا ہے یہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے روایت کیا ہے کہ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا چوپایوں کی موت ہی ان کا حشر ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حشر سے مراد موت ہے (1)۔

امام عبد الرزاق، ابو عبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور دوسرے رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی چوپایہ اور پرندہ نہیں مگر اسے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ پھر ان میں سے بعض کو بعض سے قصاص لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ سینگوں والے جانور سے اس کا قصاص لیا جائے گا جس کے سینگ نہیں۔ بعد ازاں انہیں کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔ پس اس وقت کافر کہے گا يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (النبأ): اے کاش میں مٹی ہوتا) اور اگر چاہو تو یہ پڑھو وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (الآیہ) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو بکریاں آپس میں ایک دوسرے کو سینگ مارنے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے ابوذر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ کیوں ایک دوسرے کو سینگ مار رہی ہیں؟ میں نے عرض کی نہیں۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ ان کے درمیان فیصلہ بھی فرمائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وصال فرما کر) ہم سے جدا ہوئے تو آسمان میں پروں سے اڑنے والا کوئی ایسا پرندہ نہیں تھا جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے نہ فرمایا ہو۔ (یعنی تمام کے احوال متفرق اوقات میں آپ نے ہمیں بتا دیے) (3)

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۞ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۞ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ۞

"اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو وہ) بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں (سرگرداں) ہیں۔ جسے چاہے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اور جسے چاہے لگا دے اسے سیدھے راستے پر۔ آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو اگر آئے تم پر اللہ کا عذاب یا آ جائے تم پر قیامت کیا اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو۔ بلکہ اسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 220، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

کو پکارو گے تو دور کر دے گا وہ تکلیف پکارا تھا تم نے جس کے لیے اگر وہ چاہے گا اور تم بھلا دو گے انہیں جنہیں تم نے شریک بنا رکھا تھا اور بے شک بھیجے ہم نے رسول امتوں کی طرف آپ سے پہلے (جب انہوں نے سرکشی کی) تو ہم نے پکڑ لیا انہیں تنگی اور تکلیف سے تاکہ وہ گڑگڑائیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ یہ کافر کی مثال ہے جو بہرا اور گونگا ہے نہ وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ اس سے نفع اٹھا سکتا ہے، وہ حق سے بہرا ہے کیونکہ وہ تاریکیوں میں بھٹکا ہوا ہے ان سے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا(1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو یوسف المدنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا قرآن کریم کے اعتبار سے اولاد آدم (انسان) کی ہر مشیت مشروط ہے۔ (یعنی انسان کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے وہی ہوتا ہے جو رب کریم چاہتا ہے اس کی منشا کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا) اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ الآیہ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد خوف سلطان اور قیمتوں کا تیز (مہنگا) ہونا ہے (یعنی ہم نے انہیں پکڑ لیا اس طرح کہ ان پر سلطان کا خوف اور ڈر مسلط کر دیا اور ان کی ضروریات زندگی نایاب کر کے ان کی قیمتیں بڑھا دینے پر انہیں مجبور کر دیا) واللہ اعلم۔

فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝

"تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب آیا ان پر ہمارا عذاب تو وہ (توبہ کرتے ہوئے) گڑگڑاتے لیکن سخت ہو گئے ان کے دل اور آراستہ کر دیا ان کے لیے شیطان نے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں قساوت قلبی (دل کی سختی) کو مسلط کر دیا جس کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے اور تم قساوت قلبی کے سبب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے پیش نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ یہی تم سے پہلی قوموں میں عیب اور نقص تھا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 227، بیروت

"پھر جب انہوں نے بھلا دیں وہ نصیحتیں جو انہیں کی گئی تھیں تو کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس پر جو انہیں دیا گیا تو ہم نے پکڑ لیا انہیں اچانک اب وہ ناامید ہو کر رہ گئے تو کاٹ کر رکھ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان والوں کا"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ کا یہ معنی نقل کیا ہے "پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو چھوڑ دیا جو انہیں کی گئی تھیں(1)"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جس کی طرف اللہ اور اس کے رسل عظام علیہم السلام نے انہیں بلایا تھا انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور اسے ان پر واپس لوٹا دیا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد پہلی امتوں کو عطا کی جانے والی دنیوی خوشحالی اور اس کی راحتیں اور سہولتیں ہیں(3)۔

عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا اس سے مراد رزق کی وسعت اور خوشحالی ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد رزق ہے یعنی یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس رزق پر جو انہیں دیا گیا۔

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اب وہ اپنی حالت تبدیل ہونے کے سبب ہلاک ہو گئے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تو جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ان لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا تھا(5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن نضر حارثی رحمہ اللہ نے اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً کے بارے کہا ہے کہ انہیں بیس سال تک مہلت دی گئی(6)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ مبلس سے مراد ایسی اذیت ناک اور پریشان کن مشقت ہے جس کے سبب ایسا شر اور اضطراب ظاہر ہو جس کا دفع نہ ہو سکتا ہو۔ یہ معنی مبلس کی مستکین کی نسبت زیادہ اور سخت ہے اور فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بارے کہا کہ ان کی جڑ اور اصل کاٹ دی گئی(7)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مُّبْلِسُوْنَ کا معنی الا کتئاب (غمگین ہونا، ذلت و رسوائی کی حالت میں ہونا) نقل کیا ہے اور ایک روایت میں اس کا معنی آئسون (ناامید ہونے والے) کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 225، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 225،27،28　6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 226　7۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 227،28

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا بلاس کا معنی چہروں کو تبدیل کرنا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے چہرے وغیرہ کو تبدیل کر دیا ہے اسی وجہ سے اس کا نام ابلیس ہے۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذر، طبرانی نے الکبیر میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: جب تو یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک بندے کو (خلاف شرع) عطا فرما رہا ہے اور وہ اپنے پسندیدہ گناہوں پر قائم اور ڈٹا ہوا ہے تو یہ بالیقین استدراج ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اور اس کے بعد والی آیت تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ الآیہ (1)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی قوم کی بقا اور نمو کا ارادہ فرماتا ہے تو انہیں میانہ روی اور پاک دامنی عطا فرما دیتا ہے اور جب کسی قوم کو ختم کرنے کا قصد فرماتا ہے تو پھر ان کے لیے یا ان پر خیانت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (یعنی ان میں خیانت عام کر دیتا ہے) حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا الآیہ یہاں تک کہ جب وہ خوشیاں منانے لگے اس پر جو انہیں دیا گیا تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اب وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔ تو کاٹ کر رکھ دی گئی جڑ اس قوم کی جس نے ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے جس پر خوشحالی اور وسعت ہو اور اسے یہ گمان نہ ہو کہ اس کے ساتھ مکر کیا جا رہا ہے (یعنی اسے آزمائش میں ڈالا جا رہا ہے) تو اس کی کوئی رائے نہیں اور جس پر تنگ دستی ہو اور اسے یہ گمان نہ ہو کہ اس پر رحم اور اس کی مدد کی جا رہی ہے تو اس کی کوئی رائے نہیں پھر یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ الآیہ

اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا رب کعبہ کی قسم! کسی قوم کے ساتھ مکر یہ ہے کہ ان کی حاجات و ضروریات انہیں دی جائیں اور پھر انہیں پکڑ لیا جائے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہر حال میں مجھ سے ڈرتے رہو اور جب تمہارے اوپر میرے احسانات اور نعمتیں وافر ہو جائیں تو سب سے زیادہ ڈرو۔ اس وقت میں تمہیں نہیں پچھاڑوں گا اور پھر تمہاری طرف کڑی نظر سے دیکھوں گا۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت ابو حازم رحمہ اللہ سے قول نقل کیا ہے کہ جب تو دیکھے اللہ تعالیٰ تجھ پر مسلسل اپنی نعمتیں نازل فرما رہا ہے اور تو گناہ کر رہا ہے تو اس سے ڈر۔ فرمایا: ہر نعمت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کی جاتی ہے وہ بھی آزمائش ہے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 128 (4540)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 128، دار الکتب العلمیہ بیروت

بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قوم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بغاوت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی قوم کو نہیں پکڑا مگر تب جب کہ اس نے اترائے اور بے خوف ہو گئے، غافل ہو گئے اور آسودہ حال ہو گئے۔ پس تم ان چیزوں کے سبب دھوکہ نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچو۔ کیونکہ صرف فاسق قوم ہی دھوکہ کھاتی ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا شجر جب تک بھوکا رہے وہ زندہ رہتا ہے اور جب سیر ہو جائے تو مر جاتا ہے۔ اسی طرح ابن آدم بھی جب دنیا سے بھر جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا مجھے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بارے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی جڑ کاٹ دی گئی اور انہیں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ نافع نے پوچھا کیا عرب اسے جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کیا تو نے زہیر کا یہ قول نہیں سنا وہ کہتا ہے:

اَلْقَدْنَ لَخَیْلَ مَنْکُوبًا دَوَابِرُهَا — قَدْ اُحْکِمَتْ حَکَمَاتُ الْقِدِّ وَالْاَبَقَا

گھوڑا دوڑا اور ریت کا قلعہ جن کے پچھلے پاؤں زخمی ہیں۔ تحقیق انہیں چمڑے اور ریشم کی لگامیں دی گئی ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

"آپ فرمائیے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر لے لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور مہر لگا دے تمہارے دلوں پر تو کوئی خدا ہے اللہ کے سوا جو لا دے تمہیں یہ چیزیں؟ ملاحظہ ہو کس کس رنگ سے ہم بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلیں پھر بھی منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ آپ فرمائیے یہ تو بتاؤ اگر آ جائے تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا تو کون ہلاک کیا جائے گا بجز ظالم لوگوں کے۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے کے لیے اور

(عذاب جہنم سے) ڈرانے کے لیے۔ تو جو ایمان لائے اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو کوئی خوف نہیں ہوگا انہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو پہنچے گا انہیں عذاب بوجہ اس کے کہ وہ حکم عدولی کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایئے کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ خود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں۔ نہیں پیروی کرتا میں مگر وحی کی جو بھیجی جاتی ہے میری طرف۔ آپ فرمایئے کیا (کبھی) برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا؟ تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا **یَصۡدِفُوۡنَ** کا معنی یعدلون ہے یعنی وہ منہ پھیرتے ہیں (1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا بتایئے **یَصۡدِفُوۡنَ** کا مفہوم کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یعرضون عن الحق یعنی وہ حق سے اعراض کرتے ہیں۔ پھر نافع نے عرض کی کیا عرب اسے جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، کیا تو نے سفیان بن حارث کا یہ قول نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے۔

عَجِبْتُ لِحُكْمِ اللّٰهِ فِينَا وَ قَدْ بَدَا　لَهُ صَدْفُنَا عَنْ كُلِّ حَقٍّ مُنَزَّلِ

ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ جب کہ اس پر یہ امر ظاہر ہو چکا ہے کہ ہم نے ہر نازل کئے گئے حق سے اعراض کیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا **یَصۡدِفُوۡنَ** کا معنی یعرضون (وہ اعراض کرتے ہیں) اور **قُلۡ اَرَءَيۡتَكُمۡ اِنۡ اَتٰٮكُمۡ عَذَابُ اللّٰهِ بَغۡتَةً** کے بارے فرمایا" آپ فرمایئے یہ بتاؤ کہ تم پر اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے۔ اس حال میں کہ تم مطمئن ہو، سے مراد ہے " او **جهرة** " یا اس حال میں کہ وہ اسے ظاہراً دیکھ رہے ہوں۔ اور قول باری تعالیٰ: **قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ** کے بارے مجاہد نے کہا کہ اعمی سے مراد گمراہ اور بصیر سے مراد ہدایت پانے والا ہے۔ یعنی کیا گمراہ اور ہدایت یافتہ برابر ہو سکتے ہیں (2)۔

ابن جریر نے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا قرآن کریم میں جہاں کہیں یصدف کا لفظ ہے اس کا معنی کذب ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے **قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ** کے بارے فرمایا کہ اعمی سے مراد وہ کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق، اس کے اوامر اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اندھا ہے اور بصیر سے مراد وہ بندہ مومن ہے جس نے نفع بخش نظر سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کا اعتقاد رکھا، اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کے اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو نعمتیں عطا فرمائیں ان سے خوب نفع اٹھایا (4)۔

---

1. تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 230، داراحیاء التراث العربی بیروت
2. ایضاً، جلد 7، صفحہ 230,31,32
3. ایضاً، جلد 7، صفحہ 231
4. ایضاً، جلد 7، صفحہ 232

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۝ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّیَقُوْلُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ۝ وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ۝ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۝

"اور ڈرایئے اس (قرآن) سے انہیں جو ڈرتے ہیں اس سے کہ اٹھایا جائے گا انہیں ان کے رب کی طرف اس حالت میں کہ نہیں ہوگا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی (انہیں ڈرائیے) تاکہ یہ (کامل) پرہیزگار بن جائیں۔ اور نہ دور ہٹاؤ انہیں جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طلب کرتے ہیں (فقط) اس کی رضا کو۔ نہیں ہے آپ پر ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہ ہی آپ کے حساب سے ان پر کوئی چیز ہے تو پھر بھی اگر آپ دور ہٹائیں انہیں تو ہو جائیں گے آپ بے انصافی کرنے والوں سے۔ اور یونہی ہم نے آزمائش میں ڈال دیا بعض کو بعض سے تاکہ کہیں (مالدار کافر نادار مسلمانوں کو دیکھ کر) کیا یہی ہیں احسان کیا ہے اللہ نے جن پر ہم میں سے۔ کیا نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ اپنے شکر گزار (بندوں کو)؟ اور جب آئیں آپ کی خدمت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو (ان سے) فرمائیے سلام ہو تم پر لازم کر لیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پر رحمت فرمانا تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے برائی نادانی سے پھر توبہ کر لے اس کے بعد اور سنوار لے (اپنے آپ کو) تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ ظاہر ہو جائے راستہ مجرموں کا۔ آپ فرمائیے مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں پوجوں انہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا۔ آپ فرمائیے میں نہیں

پیروی کرتا تمہاری خواہشوں کی اگر ایسا کروں تو گمراہ ہو گیا میں اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے"۔

امام احمد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا گزر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرات صہیب، عمار، بلال اور خباب رضی اللہ عنہم جیسے کمزور مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ تو قریشیوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تو اپنی قوم میں سے ان افراد پر راضی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان پر احسان فرمایا ہے، کیا ہم ان لوگوں کی اتباع کریں؟ آپ انہیں اپنے پاس سے دور کر دیجئے۔ اگر تم نے انہیں دور ہٹا دیا تو شاید ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ سے لے کر وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ (الانعام) تک قرآن کریم نازل فرمایا(1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، قرظہ بن عبد عمرو، ابن نوفل، حارث بن عامر بن نوفل، مطعم بن عدی بن خیار بن نوفل جو کہ عبد مناف میں سے اشراف کفار تھے حضرت ابو طالب کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ کا بھتیجا ہم سے ان غلاموں کو دور بھگا دے، کیونکہ یہ سب ہمارے غلام ہیں، ہمارے دست نگر ہیں۔ تو اس کا مقام ہمارے سینوں میں بڑھ جائے گا، ہمارے نزدیک زیادہ قابل اطاعت ہو جائے گا اور یہ قریب ہے کہ ہم اس کی اتباع اور تصدیق کر لیں۔ حضرت ابو طالب نے اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسا کر لیں یہاں تک کہ ہم دیکھیں جو وہ اپنے قول سے ارادہ رکھتے ہیں اور جیسے وہ اپنے معاملات چاہتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ سے لے کر اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ تک آیات نازل فرمائیں۔ انہوں نے کہا وہ لوگ حضرت بلال، عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، صبیح مولیٰ اسید، ابن مسعود کے حلفاء، مقداد بن عمرو، واقد بن عبد اللہ حنظلی، عمرو بن عبد عمرو ذوالشمالین، مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہم اور انہیں جیسے دوسرے افراد تھے۔ کفار قریش کے ائمہ، موالی اور حلفاء کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْۤا الآیہ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور اپنے قول پر معذرت چاہی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا الآیہ(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابو یعلیٰ، ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے اور انہوں نے حضرت بلال، صہیب، عمار، خباب رضی اللہ عنہم اور دیگر کمزور مومنین میں سے کچھ افراد کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور جونہی انہوں نے ایسے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا تو انہیں حقیر خیال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر تخلیہ کی گزارش کی۔ بعد ازاں آپ سے یہ کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے پاس ہمارے بیٹھنے کی علیحدہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 233، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 235

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے اس سے مراد فرض نماز ہے یعنی صبح اور عصر کی نماز (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ اہل ذکر ہیں۔ آپ انہیں ذکر سے دور نہ کیجئے۔ اور سفیان نے کہا وہ اہل فقر ہیں (آپ انہیں دور نہ کیجئے) (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دولت مند بنا دیا اور بعض کو فقراء اور اغنیاء نے فقراء کے بارے کہا اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا یعنی کیا یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے ہمارے درمیان سے۔ وہ ان کے بارے ایسی بات بطور استہزاء اور تمسخر کہتے (3)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا (4)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ: اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ الآیہ" کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت و کرامت حاصل ہوتی تو اس قسم کی تنگ دستی اور مشقت ان پر نہ آتی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الآیہ کی تفسیر میں فرمایا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ فقراء میں سے کچھ لوگ تھے۔ تو اشراف میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا: ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے لیکن جب ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے تو آپ ان لوگوں کو اپنے سے پیچھے ہٹا دیں گے تاکہ وہ ہمارے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

امام فریابی، عبد بن حمید، مسدد رحمہم اللہ نے اپنی مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ماہان رحمہ اللہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آکر کہا کیا ہم نے بہت زیادہ گناہ کیے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ وہ واپس چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا... الآیہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی (5)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے "سلام علیکم" کے بارے یہ خبر دی گئی ہے کہ جب وہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انہیں یہ فرماتے سلام علیکم۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملتے تو پھر بھی اسی طرح کرتے۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ کا معنی نُبَیِّنُ الْاٰیٰتِ بیان کیا ہے۔ یعنی ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 236، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 238　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 240
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 241　6۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 244

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ [illegible] کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے یعنی وہ لوگ جو آپ کو ان لوگوں کو اپنے سے دور ہٹانے کا کہتے ہیں(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ایک آدمی ابوموسیٰ اور سلمان بن ربیعہ کے پاس آیا اور دونوں سے بیٹی، پوتی اور بہن کے حصص کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا بیٹی کے لیے نصف ہے اور بہن کے لیے نصف ہے۔ تو حضرت عبداللہ کے پاس جا کر پوچھ لے۔ وہ بھی اسی طرح کہیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور واقعہ آگاہ کیا۔ تو انہوں نے کہا قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ میں تو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی مثل ہی فیصلہ دوں گا اور وہ یہ ہے کہ بیٹی کے لیے نصف ہے، پوتی کے لیے سدس (چھٹا حصہ) اور باقی بہن کے لیے ہے(2)۔

قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

"آپ فرمائیے بے شک میں قائم ہوں ایک روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور جھٹلا دیا تم نے اسے۔ نہیں ہے میرے پاس جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ نہیں ہے حکم (کسی کا) سوائے اللہ کے، وہی بیان کرتا ہے حق اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرمائیے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو (کبھی کا) فیصلہ ہو گیا ہوتا اس بات کا میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ يَقُصُّ الْحَقَّ کی بجائے يَقْضِي الْحَقَّ پڑھتے ہیں (یعنی وہ حق فیصلے کرتا ہے)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ آیت اس طرح پڑھائی: يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ لفظ يَقُصُّ الْحَقَّ پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (یوسف: 3)(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 243، بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفرائض، جلد 6، صفحہ 243، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 245

امام ابن الانباری نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے "عبداللہ کی قرأت میں یقض الحق ہی ہے۔"

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اور حضرت الانباری رحمہ اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ کی قرأت میں اسی طرح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے اور کہتے اگر یہ کلمہ یقضی ہو تو وہ حق ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابو عمران جونی سے نقل کیا ہے کہ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ (یقین، پختہ اعتقاد) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا عبداللہ کی قرأت میں "یقضی الحق وھو خیر الفاصلین" کے الفاظ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو عمرو رحمہ اللہ نے "ویقضی الحق" پڑھا ہے اور کہا ہے کہ فیصلہ نہیں ہوگا مگر قضا کے بعد۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بن صالح بن حی رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے اور انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے "یقضی الحق وھو اسرع الفاصلین" پڑھا۔ انہوں نے کہا فیصلہ نہیں ہوگا مگر قضا کے بعد۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ: لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ کے بارے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: اس کا مفہوم ہے کہ قیامت بالیقین قائم ہوتی۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿59﴾

"اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے۔ اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لکھی ہوئی ہے روشن کتاب میں۔"

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ کی تفسیر میں بیان کیا ہے "یقول خزائن الغیب" یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غیب کے خزانے اسی کے پاس ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مفاتح الغیب پانچ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 246

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

"اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آجاتی ہے تم میں سے کسی کی موت تو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ سنتے ہو اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے تیز حساب کرنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً کے بارے کہا ہے کہ حفظہ سے مراد پیچھا کرنے والے ملائکہ ہیں۔ وہ بندے اور اس کے ہر عمل کی نگرانی کرتے ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے کہتے ہیں اے ابن آدم! اپنے عمل، اپنے رزق اور اپنی مدت مقررہ کی حفاظت تجھ پر لازم ہے۔ کیونکہ جب یہ ختم ہو جائے گی تو تجھے اپنے رب کے حضور پیش کر دیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا کے بارے فرمایا کہ ان سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو ملک الموت کے معاون اور مددگار ہیں (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ملائکہ روحوں کو قبض کرتے ہیں پھر ملک الموت انہیں لے جاتا ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ پھر اس کے بعد ان سے ملک الموت ان روحوں کو قبض کر لیتا ہے (4)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ملک الموت کے لیے یہ زمین طشت کی مثل بنا دی گئی ہے وہ جہاں سے چاہے لے لیتا ہے اور اس کے لیے بہت سے معاون بنائے گئے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ اور پھر وہ ان سے روحوں کو قبض کر لیتا ہے (5)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت قتادہ سے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا کے بارے یہ قول روایت کیا ہے کہ ملک الموت کے کئی قاصد ہیں۔ پہلے وہی روحوں کو قبض کرتے ہیں پھر انہیں ملک الموت کے حوالے کر دیتے ہیں (6)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر نے کلبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ملک الموت وہ ہے جو موت کا والی اور مختار ہے۔ اگر بندہ مومن ہو تو وہ اسے ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیتا ہے اور اگر کافر ہو تو وہ اسے ملائکہ عذاب کے سپرد کر دیتا ہے (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 251 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 252 | 4۔ ایضاً
5۔ ایضاً | 6۔ ایضاً | 7۔ ایضاً

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ بالوں (خیموں) اور مٹی کے گھروں میں رہنے والا کوئی فرد نہیں مگر یہ کہ ملک الموت ہر روز دو مرتبہ ان کا چکر لگاتا ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے ربیع بن انس سے روایت نقل کی ہے کہ ان سے ملک الموت کے بارے سوال کیا گیا کہ کیا وہ اکیلا ہی ارواح کو قبض کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا ملک الموت وہ ہے جو روحوں کے معاملات کا والی ہے اور اس کام کے لیے اس کے بہت سے معاون ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (الاعراف: 37) اور مزید فرمایا تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ مگر ملک الموت تو ان تمام کا رئیس اور سردار ہے۔ اس کا ہر قدم مشرق سے مغرب تک ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا مومنین کی ارواح کہاں ہوتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا جنت میں سدرہ کے پاس (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ لَا يُفَرِّطُوْنَ کا معنی لَا يُضَيِّعُوْنَ کرتے ہیں (یعنی وہ ضائع نہیں کرتے) (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قیس رحمہ اللہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تو اپنے آپ کو کس حال میں پاتا ہے؟ تو انہوں نے کہا (میری کیفیت یہ ہے) کہ مجھے اپنے حقیقی مولیٰ کی طرف لوٹا دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا تو خوش نصیب ہے (تو کامیاب ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

"آپ فرمایئے کون نجات دیتا ہے تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں جسے تم پکارتے ہو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ (اور کہتے ہو) اگر نجات دی اللہ نے ہمیں اس (مصیبت) سے تو ہم ضرور ہو جائیں گے اس کے شکر گزار (بندے)۔ فرمایئے اللہ ہی نجات دیتا ہے تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے پھر (بھی) تم شریک ٹھہراتے ہو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ سے مراد خشکی اور سمندر کی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ راستہ گم کر دیتا ہے (یعنی راستے سے بھٹک جاتا ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے کہ اگر تو ہمیں نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزار بندے بن جائیں گے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 252 | 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 253 | 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 254 | 5۔ ایضاً

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾

"فرمائیے وہ قادر ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے اور خلط ملط کر دے تمہیں مختلف گروہوں میں اور چکھائے تم میں سے بعض کو شدت دوسروں کی۔ دیکھو کیونکر ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلوں کو تا کہ یہ لوگ (حقیقت کو) سمجھیں اور جھٹلایا اسے آپ کی قوم نے حالانکہ یہ حق ہے۔ فرمائیے کہ نہیں ہوں میں تم پر داروغہ۔ ہر ایک خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان لو گے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد امراء اور حکام کی جانب سے آنے والا عذاب ہے اور مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ سے مراد وہ اذیت اور تکلیف ہے جو ادنیٰ اور گھٹیا لوگوں کی جانب سے تمہیں پہنچے۔ اور يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا سے مراد مختلف خواہشات رکھنے والے گروہوں میں خلط ملط ہونا ہے اور آپ نے وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ کے بارے فرمایا کہ وہ تم میں سے بعض کو بعض پر قتل اور عذاب کے ساتھ مسلط کر دے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد ائمہ سوء اور مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ سے مراد برے خدام ہیں (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے آپ سے ہی یہ معنی بھی نقل کیا ہے کہ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد وہ عذاب ہے جو تمہیں اپنے امراء اور اشراف کی جانب سے پہنچے اور مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ سے مراد وہ ہے جو تمہیں اپنے گھٹیا لوگوں اور غلاموں کی جانب سے ملے۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد قذف (پتھر وغیرہ برسانا) اور مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ سے مراد خسف (زمین میں دھنسا دینا) ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد چیخ، پتھر اور ہوا کا عذاب ہے اور مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ سے مراد زلزلہ برپا کرنا اور زمین میں دھنسا دینا ہے۔ یہ دونوں جھٹلانے والوں کے لیے عذاب ہیں اور وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ سے مراد اہل اقرار کا عذاب ہے۔ یعنی وہ عذاب جو وہ اہل اقرار کو دے گا۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ مِّن فَوْقِكُمْ سے مراد پتھر برسانے کا عذاب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 57-256
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 256

ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ سے مراد زمین میں دھنسا دینا ہے اور یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا کے بارے کہا کہ اس سے مراد اختلاف اور متفرق خواہشات ہیں (یعنی وہ تمہیں اختلاف اور متفرق خواہشات رکھنے والے گروہوں میں خلط ملط کر دے) (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس امت کے اہل اقرار کو عذاب تلوار کے ساتھ ہے اور جھٹلانے والوں کا عذاب شدید چیخ اور زلزلہ ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، بخاری، ترمذی، نسائی، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ "میں تیری ذات سے پناہ مانگتا ہوں"۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ پر کہا اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ۔ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ فرمایا یہ آسان اور نرم ہے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ تک نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ "میں اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتا ہوں"۔ اور جب یہ الفاظ اترے اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا تو آپ ﷺ نے کہا یہ آسان ہے اور اگر تم نے اس سے پناہ طلب کی تو اللہ تعالیٰ یقیناً پناہ عطا فرما دے گا۔

امام احمد، ترمذی، نعیم بن حماد نے الفتن میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: خبردار! بے شک یہ اسی طرح ہونے والا ہے اور اس کے بعد ابھی تک کوئی تاویل نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو العالیہ کی سند سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ چار چیزوں کا ذکر ہے اور یہ سب عذاب ہیں۔ یہ سب بالیقین واقع ہونے والے ہیں۔ ان میں سے دو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد پچیس سال کے دوران گزر چکے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ متفرق گروہ آپس میں خلط ملط ہوئے اور بعض نے بعض کی شدت کو چکھا اور دو ابھی باقی ہیں جو یقیناً واقع ہو کر رہیں گے اور وہ خسف (زمین میں دھنسا دینا) اور رجم (پتھر برسانا) ہیں (5)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ اٹھے اور وضو فرمایا پھر یہ کہا "اے اللہ! میری امت پر تو عذاب نہ بھیج اوپر کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 255 | 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 257 | 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 252

4۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 140 (3066)، دار الکتب العلمیہ بیروت

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 258

جانب سے، یا ان کے پاؤں کی جانب سے، یا انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط کر دے اور تم کو انہیں ایک دوسرے کی شدت چکھائے۔ پس اسی اثنا میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو محفوظ کر لیا ہے کہ وہ ان پر اوپر کی جانب سے عذاب بھیجے یا ان کے پاؤں کی جانب سے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میری امت سے چار چیزوں کو دور فرما دے۔ اس نے دو چیزیں ان سے دور فرما دی ہیں۔ اور دو چیزیں اٹھانے سے انکار فرمایا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانے اور زمین میں غرق کرنے کا عذاب ان سے دور فرما دے۔ انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کر اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کی شدت نہ چکھا۔ چنانچہ رب کریم نے پتھر برسانے اور غرق کرنے کا عذاب ان سے اٹھا لیا ہے اور قتل و ہرج کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عالیہ کی جانب سے تشریف لا رہے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی معاویہ کی مسجد کے پاس سے گزر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں ایک طویل دعا کی۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگی ہیں۔ اس نے دو مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک سے مجھے منع فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے میری اس عرض داشت کو شرف قبول عطا فرمایا۔ پھر عرض کی کہ وہ میری امت کو قحط کے سبب ہلاک نہ کرے۔ رب کریم نے میرے اس سوال کو قبول فرمایا پھر عرض کی کہ وہ ان کے درمیان آپس میں قتل و شدت نہ ہونے دے تو رب کریم نے اس سے مجھے منع فرما دیا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نکلے تو فرمایا "تم دوسرے کی وفات کی باتیں کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں! فرمایا: تب میں پہلے وفات پانے والے لوگوں میں سے ہوں اور تم گروہ در گروہ میری اتباع کرو گے اور تمہارے بعض دوسرے بعض کو ہلاک کریں گے پھر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ … لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ٘ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ الفاظ بھی انہی کے ہیں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے بے شک میرے رب نے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا اور اس نے مجھے سرخ و سفید دو خزانے عطا فرمائے۔ عنقریب میری امت اس کی مالک ہو جائے گی۔ جو کچھ میرے لیے سمیٹا گیا۔ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے بارے یہ سوال کیا کہ وہ اسے عام قحط سالی کے سبب

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 8، صفحہ 20509/64، کتاب الفضائل، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہلاک نہ کرے۔ تو رب کریم نے میری اس التجا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ ان پر کسی غیر دشمن کو مسلط نہ
کرے۔ تو میرے رب نے اس درخواست کو بھی قبول فرمالیا۔ پھر یہ التجا کی کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی شدت نہ
چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے منع فرما دیا (الف) اور ارشاد فرمایا اے محمد ﷺ! بے شک میں نے ایسے فیصلے فرما دیے ہیں
جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے تیری امت کے بارے میں تجھے یہ عطا فرمایا ہے کہ میں انہیں عام قحط کے سبب ہلاک نہیں
کروں گا اور میں کسی بیرونی دشمن کو ان پر مسلط نہیں کروں گا کہ وہ تمام عام پر انہیں مباح سمجھنے لگیں (یعنی وہ انہیں قتل کرنے
لگیں) اگرچہ وہ روئے زمین کی مختلف اطراف سے جمع ہو جائیں۔ البتہ ان میں سے بعض بعض کو قتل کریں گے اور بعض دوسروں کو
قیدی بنائیں گے۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے ائمہ کے سوا اور کوئی خوف نہیں اور قیامت
ہرگز قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے اور میری امت کے کچھ قبائل بتوں
کی پوجا کرنے لگ جائیں گے اور جب میری امت میں تلوار رکھ دی گئی تو پھر قیامت تک اس سے اٹھائی نہیں جائے گی اور
آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب کا سب سو سال میں پایا جائے گا۔ میری امت میں تیس کذاب ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ہر
کوئی یہ گمان رکھتا ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میری امت میں سے
ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے برسرپیکار رہے گا اور وہ غالب رہیں گے۔ مخالفین انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ کا حکم آ جائے گا۔ مزید فرمایا ﷺ امر یہ ہے کہ اہل جنت میں سے کوئی آدمی اس کے پھلوں کو نہیں توڑے گا مگر اللہ تعالیٰ اس
کی جگہ اس کی مثل پھل پیدا فرما دے گا اور یہ بھی فرمایا قدر و اجر کے اعتبار سے سب سے عظیم دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل و
عیال پر خرچ کرتا ہے، پھر وہ جو جہاد کے لیے اپنے گھوڑے پر خرچ کرتا ہے اور پھر وہ دینار ہے جسے اللہ کے راستے میں اپنے
دوستوں اور ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ فرمایا ﷺ کی بات ہے کہ سوال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بڑی عظیم الشان ہے۔ جب
قیامت کا دن ہوگا تو زمانہ جاہلیت کے جاہل لوگ اپنی پشتوں پر بت اٹھا کر لائیں گے۔ ان کا رب ان سے پوچھے گا کیا تم ان
کی عبادت کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہماری طرف کوئی حکم پہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ
فرمائے گا تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو تم میری اطاعت اور فرمانبرداری کرو گے؟ تو وہ کہیں گے ہاں
ضرور۔ پس اسی پر اللہ تعالیٰ ان سے عہد لے لے گا اور انہیں حکم فرمائے گا کہ وہ جہنم کا قصد کریں اور اس میں داخل ہو جائیں۔
وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو وہ اسے چنگھاڑتے ہوئے اور شعلے کی شکل آواز نکالتے
ہوئے دیکھیں گے۔ پس وہ خوفزدہ ہو جائیں گے اور اپنے رب کی طرف لوٹ پڑیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے رب!
ہمیں اس سے نجات عطا فرما۔ رب کریم فرمائے گا کیا تم نے میرے ساتھ یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم یقیناً اطاعت و فرمانبرداری کرو

(الف) کان قتادہ اور ابن عباس کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دعا سے منع فرما دیا تھا۔ ہر چند اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
قبول نہیں کی۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی ہر طرح
خیر خواہی ہی پیش نظر ہے۔ کہ محبوب ہیں اور ان کی دعائیں مستجاب ہیں اس لیے جو چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو
اس کی دعا کرنے سے منع فرما دیا تاکہ آپ کی دعا کا مسترد کرنا لازم نہ آئے۔ (ضیاء القرآن، جلد 1، صفحہ 525، علامہ پیر کرم شاہ ازہری)

بھی شرف قبولیت عطا ہوا اور میں نے یہ التجا کی کہ وہ ان کے مختلف گروہوں کو خلط ملط نہ کرے تو اس کا انکار کر دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ حرہ بنی معاویہ کی طرف نکلے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ وہاں پہنچے اور آپ نے آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان میں کافی وقت صرف کیا اور پھر آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کے بارے سوال کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت پر کسی غیر ملکی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو پذیرائی عطا فرمائی۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ وہ انہیں غرق کر کے ہلاک اور تباہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے میری اس درخواست کو بھی شرف قبولیت سے نوازا اور تیسرا سوال یہ کیا ہے کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کی زیادتی اور شدت سے محفوظ رکھے تو اللہ تعالیٰ نے اسے روک لیا (یعنی اس کا انکار فرما دیا) (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک مجھ سے روک لی۔ میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی کہ وہ میری امت کو قحط کے سبب تباہ اور ہلاک نہ کرے تو اس نے ایسا کر دیا (یعنی میری التجا کو قبول فرما لیا)۔ پھر میں نے اپنے رب کے حضور یہ التجا کی کہ وہ میری امت پر کسی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ تو اس نے ایسا کر دیا۔ پھر میں نے یہ درخواست کی کہ میری امت کے بعض افراد بعض کو ہلاک نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے قبولیت کا شرف عطا نہ فرمایا)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے رغبت اور خوف کی حالت میں نماز ادا کی اور پھر رغبت اور خوف کی کیفیت میں دعا مانگی۔ پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جنت کھول دی اور میں نے اس میں انگوروں کے گچھوں کو دیکھا اور میں نے چاہا کہ ان میں سے کوئی چیز تناول کروں۔ پھر مجھے آگ کے خوف سے ڈرایا گیا۔ تو میں نے اپنے رب کریم سے تین چیزیں مانگیں۔ ان میں سے دو اس نے مجھے عطا فرما دیں اور تیسری مجھ سے روک لی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ سوال کیا کہ وہ میری امت پر اس کے دشمنوں کو غالب نہ کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ پھر میں نے التجا کی کہ وہ اسے قحط کے سبب ہلاک نہ کرے۔ تو اس نے اسے بھی قبول فرما لیا اور پھر میں نے عرض کی کہ وہ اسے مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور بعض کی شدت اور تنگی دوسرے بعض کو چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل یا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو مفقود پایا اور پھر تلاش کرتے کرتے [illegible] نماز پڑھتے ہوئے آپ

1۔ مسند احمد، جلد 1، صفحہ 146، دار صادر بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 64 (29506)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ﷺ کو پایا۔ وہ حاضر خدمت ہوتے رہے اور نہ ہی اپنے آنے کی اطلاع دی۔ جب آپ ﷺ پیچھے مڑے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج آپ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس سے قبل اس کی مثل اتفاق نہیں ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے رغبت اور خوف کی حالت میں نماز ادا کی اور میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں۔ ان میں سے دو اس نے مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے پہلے تو یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو بھوک (قحط) کے ساتھ ہلاک نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے شرف قبولیت عطا فرما دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ (الاعراف: 130) الآیہ۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ وہ ان پر کسی بیرونی دشمن کو مسلط نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرما لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ (الفتح: 28) آیہ۔ بعد ازاں میں نے یہ التجا کی کہ وہ انہیں آپس میں ایک دوسرے کا ذائقہ نہ چکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا اور انکار فرما دیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ کی آخر تک آیہ۔ پھر فرمایا یہ دین ہمیشہ ان پر غالب رہے گا جنہوں نے اس سے دوری اختیار کی۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ سے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان آج کی رات آپ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس کی مثل پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ رغبت اور رہبت کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اپنے رب سے تین چیزوں کے بارے سوال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک مجھ سے روک لی۔ میں نے یہ سوال کیا کہ وہ ہمیں اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرمایا۔ پھر میں نے عرض کی وہ ہم پر ہمارے بیرونی دشمنوں کو مسلط نہ کرے۔ اس نے اسے بھی قبول فرمایا۔ پھر میں نے عرض کی کہ وہ ہمیں مختلف گروہوں میں فرقے فرقے نہ کرے تو اس نے مجھے اس سے روک دیا (1)۔ ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت نافع بن خالد خزاعی رضی اللہ عنہ کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مکمل رکوع و سجود کے ساتھ ایک خفیف سی نماز ادا فرمائی اور فرمایا: یہ رغبت و رہبت کی نماز تھی۔ میں نے اس میں اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی التجا کی ہے۔ اس نے دو مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک باقی رہ گئی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی ہے کہ وہ تمہیں ایسا عذاب نہ دے جس طرح کا تم سے پہلے لوگوں کو دیا۔ تو اس نے یہ مجھے عطا فرما دیا۔ میں نے عرض کی کہ وہ تم پر ایسے دشمن کو مسلط نہ کرے جو تمہارے مال و متاع کو لوٹ لے اور تمہارے اپنے لیے مباح سمجھنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرما لیا۔ پھر میں نے یہ سوال کیا کہ وہ تمہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کرے اور تم میں سے بعض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 259

اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو پھر وہ قیامت تک فرو نہیں ہوگی (1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، ابن منذر رحمہم اللہ یہ الفاظ انہی کے ہیں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور اس کے قیام، رکوع اور سجود کو خوب لمبا کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آج آپ نے اتنی طویل نماز پڑھی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رغبت و رہبت کی نماز ہے۔ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگی ہیں، اس نے دو مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک مجھ سے روک لی ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی ہے کہ وہ میری امت پر بیرونی دشمن کو مسلط نہ کرے کہ وہ ان میں سے عام کو ہلاک کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس التجا کو شرف قبول عطا فرما دیا۔ پھر میں نے یہ عرض کی کہ وہ ان پر ایسا قحط مسلط نہ کرے جو ان میں سے عام کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری اس عرض کو بھی قبول فرما لیا۔ امام احمد اور ابن ماجہ کے الفاظ میں ہے کہ میں نے یہ التجا کی کہ وہ انہیں غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا اور پھر یہ سوال کیا کہ وہ ان کے درمیان باہمی شدت نہ بنائے تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے قبول نہ فرمایا)(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کریم کی بارگاہ میں اپنی امت کے لیے چار خصلتوں کی التجا کی۔ ان میں سے تین اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دی ہیں اور ایک کو مجھ سے روک لیا ہے۔ میں نے ایک سوال یہ کیا کہ یہ میری امت کبھی کفر میں مبتلا نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا فرما دیا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ ان پر کسی بیرونی دشمن کو غالب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا۔ پھر یہ التجا کی کہ وہ انہیں ایسا عذاب نہ دے جس قسم کا عذاب اس نے ان سے پہلی دوسری امتوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا۔ پھر یہ سوال کیا کہ وہ ان کے درمیان باہمی شدت اور نا اتفاقی کو پیدا نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے روک لیا (یعنی اسے شرف قبولیت عطا نہ فرمایا)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اٹھے اور وضو کیا۔ پھر اپنے رب سے یہ دعا کی کہ ان پر اوپر کی جانب سے یا ان کے پاؤں کے نیچے سے ان پر کوئی عذاب نہ بھیج، اس امت کو مختلف گروہوں میں خلط ملط نہ کر اور نہ بعض کی شدت بعض کو چکھا، جیسا کہ بنی اسرائیل کو چکھائی۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی طرف اترے اور آ کر کہنے لگے اے محمد ﷺ! آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے۔ ان میں سے دو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں اور دو چیزیں آپ سے روک لی ہیں۔ ان کی اوپر کی جانب سے ان پر ہرگز کوئی عذاب نہیں آئے گا اور نہ ہی ان کے پاؤں کے نیچے کی جانب سے، جو انہیں جڑ سے اکھیڑ دے، تباہ و برباد کر دے۔ کیونکہ یہ دونوں عذاب ہر اس امت کے لیے ہیں جو اپنے نبی کی تکذیب پر جمع ہوگئی اور اپنے رب کی کتاب کو رد کر دیا۔ لیکن وہ انہیں مختلف گروہوں میں خلط ملط کر دے گا اور بعض کو بعض کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 259　　2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 388 (3951)، دار الکتب العلمیہ بیروت

شدت چکھائے گا۔ یہ دونوں عذاب ان لوگوں کے لیے ہیں جو کتب (سماویہ) کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن ان کے گناہوں کے سبب انہیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ۝ (الزخرف) "پس اگر ہم لے جائیں آپ کو (دنیا سے) تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے"۔ راوی کہتے ہیں منہم سے مراد مِنْ اُمَّتِكَ ہے (یعنی آپ کی امت سے بدلہ لیں گے) یا ہم آپ کو دکھا دیں گے وہ عذاب جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے۔ حالانکہ آپ زندہ ہیں۔ کیونکہ ہم ان پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں۔

پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور اپنے رب کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور کہا کون سی مصیبت اس سے زیادہ شدید اور سخت ہے کہ میں اپنی امت کو دیکھوں کہ اس کے بعض افراد بعض کو عذاب دے رہے ہیں۔ تو آپ کی طرف سورۂ عنکبوت کی پہلی دو آیتیں وحی کی گئیں الٓمّٓ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا۔ الآیہ (عنکبوت:2) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ دوسری امتوں کے سوا صرف آپ کی امت کو ہی فتنوں کے لیے مختص نہیں کیا گیا۔ بلکہ اسے ایسے ہی فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا جیسے پہلی امتوں کو مبتلا کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی گئی قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ (المومنون) "آپ دعا مانگیے اے میرے پروردگار! اگر تو ضرور مجھے دکھانا چاہتا ہے وہ (عذاب) جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو میرے رب! (از راہ عنایت) مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا"۔

پس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے پناہ عطا فرما دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صرف اور صرف اتفاق واتحاد، الفت ومحبت اور طاعت وعبادت کی حالت میں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ آیت نازل فرمائی جس میں اصحاب فتنہ کو ڈرایا گیا اور آپ کو مطلع فرمایا کہ صرف بعض لوگ ہی ان فتنوں میں مبتلا ہوں گے اور فرمایا وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝ (الانفال) "اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے"۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کے کئی گروہ ان فتنوں میں مبتلا ہوئے اور کئی ان سے محفوظ رہے(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت قُلْ هُوَ الْقَادِرُ الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کفار کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تلواروں کے ساتھ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیا ہم یہ شہادت نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں! (آپ یہ شہادت دیتے ہیں) تو بعض لوگوں نے کہا ہمیشہ اس طرح نہیں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۝ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔(2)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 260
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 281

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یہ مشرکین کے لیے ہے اور اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ یہ مسلمانوں کے لیے ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن قانع رحمہما اللہ نے معجم میں ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہیل نے اپنے باپ کے پاس یہ آیت پڑھی وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اور کہا قسم بخدا! اے میرے بیٹے! اگر تو وہاں ہوتا جب کہ ہم مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو تو اس سے وہ کچھ سمجھتا جو میں آج سمجھا ہوں۔ میں تو اس وقت اسلام لایا تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریش نے قرآن کریم کی تکذیب کی حالانکہ وہ حق ہے۔ رہا بِوَكِيْلٍ تو اس کا معنی حفیظ ہے (یعنی میں تمہارا محافظ نہیں ہوں) اور لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کی خبر کا ظہور بعد کے دن اس عذاب اور شدت کی صورت میں ہوا جو ان کے لیے عذاب تیار کیا گیا تھا(2)۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ کی ناسخ یہ آیت السیف ہے "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ"

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔ نبا سے مراد حقیقت ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ پڑھا اور فرمایا سزا کو روک لیا گیا ہے حتی کہ گناہ کا عمل اس سزا کو آزاد کرا لیتا ہے (یعنی گناہ کرنے پر سزا دی جاتی ہے)(4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عوفی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ مذکورہ آیت کے بارے فرماتے کہ یہ ایک فعل اور حقیقت ہے جو کچھ دنیا میں ہوا ہے اور جو کچھ آخرت میں ہوگا(5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا کہ ہر خبر کی ایک حقیقت ہے اگر وہ دنیا میں ہے تو تم اسے دیکھ لوگے اور اگر آخرت میں ہے تو وہ عنقریب تمہارے لیے ظاہر ہو جائے گی(6)۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَي الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 261 | 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 263 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 264 | 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 263 | 6۔ ایضاً

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مشرکین جب مومنین کے پاس بیٹھتے تھے تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے بارے میں گفتگو کرتے اور ناز یبا الفاظ استعمال کرتے اور ان کے بارے استہزا کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ نہ بیٹھیں یہاں تک کہ وہ کسی اور کے بارے گفتگو میں الجھ جائیں(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اہل الاھواء "خواہشات کے پرستار" کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تم فتنہ و فساد پھیلانے والوں کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیت کے بارے میں بیہودہ بحثیں کرتے ہیں(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اصحاب الاھواء ان لوگوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ بحثیں کرتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مشرکین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور پسند کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنیں۔ لیکن جب سنتے تو پھر استہزا کرتے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ الآیہ) فرمایا کہ جب وہ استہزا کرنے لگیں تو اٹھ کھڑے ہوں تاکہ وہ اس سے باز رہیں اور وہ کہیں: استہزا نہ کرو ورنہ آپ اٹھ جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بیہودہ باتیں کرتے رہیں تو آپ اٹھ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ "آپ پر ان کے حساب میں سے کوئی بوجھ نہیں ہے" کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن آپ نہ بیٹھیں۔ پھر مدینہ طیبہ میں اس قول نے اس حکم کو منسوخ کر دیا وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ (النساء: 140) الی قولہ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ "اور تحقیق اتار چکا ہے اللہ تعالیٰ تم پر (یہ حکم) کتاب میں کہ جب تم سنو اللہ کی آیتوں کو کہ انکار کیا جا رہا ہے ان کا اور مذاق اڑایا جا رہا ہے ان کا تو مت بیٹھو ان (کفر و استہزا کرنے والوں) کے ساتھ یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی دوسری بات میں ورنہ تم بھی انہیں کی طرح ہو گئے"۔

پھر حکم اس آیت کے لیے ناسخ ہے وَ مَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ الآیہ(3)۔

امام فریابی اور ابونصر سجزی رحمہما اللہ نے ابانہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا میں مراد اہل کتاب ہیں۔ ان کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے جب کہ ان سے یہی گفتگو سننے میں آئے جو وہ قرآن کریم کے بارے میں خلاف حق کرتے ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابووائل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی اس لیے جھوٹی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 284 | 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 265 | 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 205

گفتگو کرتا ہے تاکہ اس کے سبب وہ اپنے ہم نشینوں کو ہنسائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے اس کا ذکر ابراہیم نخعی کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا یہ سچ ہے کیا کتاب اللہ میں اس طرح نہیں ہے وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا مشرکین مکہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے قرآن سنتے تو بیہودہ گوئی کرتے اور استہزاء کرتے۔ مسلمانوں نے کہا ہمارے لیے ان کی مجالست صحیح نہیں۔ ہم ان کی باتیں سنتے وقت مجھے سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں اور ان پر کوئی عیب اور اعتراض نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مذکورہ آیت کی ناسخ سورۃ نساء کی آیت ہے وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا الآیہ (النساء: 140) اس کے بعد پھر یہ حکم نازل ہوا فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: 5) "تو قتل کرو مشرکین کو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ"۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا یہ آیت مکی ہے اور یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی اس آیت سے منسوخ ہے وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا (النساء: 140)

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے اگرچہ وہ تمہیں نہیں تم نہ بیٹھو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا جب مسلمانوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو منافقین ان کے پاس بیٹھنے لگے۔ جب وہ قرآن کریم سنتے تو وہ اس طرح بیہودہ گوئی اور استہزاء کرتے جیسا کہ مشرکین مکہ کرتے تھے۔ تو مسلمانوں نے کہا ہمارے لیے کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی مجالست اختیار کرنے کی رخصت دے رکھی ہے اور ہمارے اوپر ان کی بیہودہ گوئی کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ تو پھر مدینہ طیبہ میں دوسری آیت نازل ہوئی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ شراب پر ایک روزے دار آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ تو آپ نے اسے مارا اور فرمایا لا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا

سے روک لیا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ کا معنی حضرت قتادہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ نفس ہے جسے پکڑ لیا جائے اور قید کر دیا جائے اور وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا کے بارے انہوں نے کہا کہ اگر وہ معاوضہ میں زمین بھر کر سونے کی لے آئے تو اسے قبول نہ کیا جائے گا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیے گئے (2)۔

امام ابو الشیخ نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ان سے تُبْسَلَ کے بارے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا معنی "تُحْبَسُوْا یا اُسْلِمُوْا" ہے (یعنی وہ روک لیے گئے یا وہ حوالے کر دیے گئے) کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

فَإِنْ أُقْفِرَتْ مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ بُسَّلُ

پس اگر تو ان سے الگ تھلگ ہو گیا تو وہ رسوا ہو جائیں گے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

"آپ فرمائیے کیا ہم پوجیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور (کیا) ہم پھر جائیں الٹے پاؤں اس کے بعد کہ ہدایت دی ہے ہمیں اللہ نے؟ مثل اس شخص کے کہ بہکا دیا ہو اسے شیطانوں نے زمین میں اور وہ حیران و پریشان ہو۔ اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں ہدایت کی طرف کہ ہمارے پاس آ جا۔ آپ فرمائیے اللہ کی رہنمائی ہی حقیقی رہنمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم گردن جھکا دیں سارے جہانوں کے رب کے سامنے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے الہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے کہ یہ سب اس آدمی کی طرح ہے جو اپنے راستے سے بھٹک جائے برگشتہ پھرتے ہوئے اور گمراہ ہوتے ہوئے۔ جب کہ اسے ایک بلانے والا پکار رہا ہو اے فلاں بن فلاں راستے کی طرف آ جا اور اس کے دوست اسے یہ آواز دے رہے ہوں۔ اے فلاں بن فلاں راستے کی طرف آ جا۔ اب اگر اس نے پہلے بلانے والے کی اتباع کی اور اس کی طرف چل پڑا تو وہ اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 270
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 272

ہلاکت میں زائل ہو گا اور اگر اس نے اس کی دعوت کو قبول کیا جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہا ہے تو وہ سیدھے راستے کی طرف ہدایت پا جائے گا اور یہ جو اسے جنگل کی طرف بلا رہا ہے وہ جنات میں سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں اسی طرح وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان الہوں کی پوجا کرتا ہے اور وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ حتیٰ کہ اسی پر اسے موت آ جاتی ہے تو وہ ہلاکت اور ندامت کا سامنا کرے گا اور کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ کے بارے آپ فرماتے ہیں مثل اس شخص کے جسے جنوں نے زمین میں بھٹکا دیا ہو۔ وہ اسے اس کا اور اس کے باپ دادا کا نام لے کر بلاتے ہیں اور وہ ان کی اتباع کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بھی کچھ ہے پس وہ صبح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ اسے ہلاکت میں پھینک چکے ہوتے ہیں اور بسا اوقات وہ اسے کھا جاتے ہیں۔ یا پھر زمین کے کسی ایسے تاریک گڑھے میں اسے پھینک دیتے ہیں کہ وہ اس میں پیاسا ہی مر جاتا ہے۔ پس یہ اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا ان الہوں کو قبول کیا جن کی پوجا کی جاتی ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مشرکین نے مومنین کو کہا تم ہمارے طریقہ کی اتباع کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو چھوڑ دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا آپ فرمائیے کیا ہم پوجیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور کیا ہم پھر جائیں الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔ تو ہماری مثال اس آدمی کی طرح ہو جائے گی جسے جنوں نے زمین میں بھٹکا دیا ہو۔ سدی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اگر تم ایمان کے بعد کفر اختیار کرو تو تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جو ایک جماعت کے ساتھ راستے پر چل رہا تھا۔ پس وہ راستے میں بھٹک گیا اور جنات نے اسے حیرت زدہ کر دیا اور زمین میں بھٹکا دیا۔ اس کے ساتھی جو صحیح راستے پر تھے وہ اسے اپنی طرف بلاتے رہے اور کہتے رہے ہماری طرف آ جا۔ ہم اس راستے پر ہیں۔ لیکن اس نے ان کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ پس یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے بعد تمہاری اتباع کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو راستے کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ راستہ اسلام ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد بت ہیں۔ "یعنی آپ فرمائیے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں" اور کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ کے بارے کہا حیران اور سرگرداں پھرنے والا آدمی جسے اس کے ساتھی راستے کی طرف بلا رہے ہوں۔ پس یہی مثال ہے اس آدمی کی جو ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتا ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا اور وہ وہ آدمی ہے جو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 273   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 274

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابو داؤد، ترمذی رحمہم اللہ۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ امام نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صور کے بارے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری ساری امت زمین سے سینگ کو نکالنے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اسے نہ نکال سکے۔

امام مسدد رحمہ اللہ نے مسند میں، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور سینگ کی شکل کی طرح ہے اس میں پھونکا جائے گا (2)۔

امام فریابی، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور بگل کی طرح ہے۔

امام ابن ماجہ، بزار اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سینگ والے دونوں فرشتے صور کو مضبوطی سے پکڑے مسلسل انتظار کر رہے ہیں کہ انہیں کب حکم دیا جاتا ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب صور کی آنکھ جب سے وہ اس کے سپرد کیا گیا ہے، مسلسل عرش کی طرف دیکھ رہی ہے اس خوف سے کہ کہیں اسے آنکھ جھپکنے سے پہلے حکم دے دیا جائے۔ گویا اس کی دو آنکھیں دو روشن ستارے ہیں (4)۔

امام احمد، طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں، حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے خوش ہوں۔ جب کہ صاحب صور قرنا کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ وہ اپنے چہرے کو موڑے ہوئے ہے اور اپنے کان لگا کر منتظر کھڑا ہے کہ کب حکم دیا جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہم کیا کہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہمارا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہے (5)۔

امام سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اسے حسن کہا ہے، ابن منذر، حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے خوشحال رہوں جب کہ صاحب صور قرنا کو منہ لگائے ہوئے ہے، چہرے کو موڑے ہوئے ہے اور کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے حکم

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 550 (3870)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 353 (9755)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب البعث، جلد 4، صفحہ 547، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 503 (8676)
5۔ معجم اوسط طبرانی، جلد 3، صفحہ 17 (2021)، مکتبۃ المعارف ریاض

دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونک مارے؟ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا کہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو: "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" (1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے اظہار مسرت کروں جب کہ صاحب القرن اسے تھامے ہوئے ہے، اپنے چہرے کو جھکائے ہوئے ہے اور اپنے کان لگا کر انتظار کر رہا ہے کہ کب حکم ہوتا ہے وہ اس میں پھونک دے؟ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" (2)

امام بزار اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر صبح دو فرشتے ندا دیتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والا نائب (جانشین) عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! ضائع (ہلاکت) کو روکنے والا عطا فرما۔ صور دو فرشتوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ وہ دونوں انتظار کر رہے ہیں کب انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونک ماریں اور دو فرشتے یہ ندا دے رہے ہیں اے خیر اور بھلائی کو چاہنے والے آ جا اور دوسرا کہتا ہے۔ اے شر اور برائی کو چاہنے والے رک جا۔ اور دو فرشتے ندا دیتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے مردوں کے لیے عورتوں کی جانب سے ہلاکت ہے اور عورتوں کے لیے مردوں کی جانب سے ہلاکت ہے (3)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو پھونکنے والے دوسرے آسمان میں ہیں۔ ان میں سے ایک کا سر مشرق میں ہے اور اس کے پاؤں مغرب میں ہیں اور وہ دونوں منتظر ہیں کہ انہیں صور پھونکنے کا کب حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں پھونکیں (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر رحمہما اللہ نے الاوسط میں اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ کے پاس کعب الحبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ تو انہوں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اسرافیل علیہ السلام کے بارے کچھ بتائیے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ کے پاس اس کے بارے علم ہے۔ ! آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ لیکن آپ بھی کچھ بتائیے؟ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے چار پر ہیں دو پر ہوا میں ہیں۔ ایک پر کے ساتھ وہ اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور ایک پر اس کے کندھوں پر ہے اور قلم اس کے کان پر ہے۔ پس جب وحی نازل ہوئی قلم نے لکھا اور پھر فرشتوں نے پڑھ لیا۔ قرن والا فرشتہ ایک گھٹنے پر بیٹھا ہوا ہے اور دوسرے کو کھڑا کیے ہوئے ہے۔ وہ صور کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور اپنی پیٹھ جھکائے ہوئے ہے اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھے کہ اس نے اپنے دو پر ملا لیے ہیں تو وہ صور میں پھونک دے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ

---

1. شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 309 (352)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2. حلیۃ الاولیاء، جلد 7، صفحہ 312، مطبعۃ السعادۃ مصر
3. مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 604 (8679)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4. مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 192، دار صادر بیروت

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صور کو سفید موتی سے شیشے کی طرح صاف پیدا فرمایا۔ پھر عرش کو فرمایا: صور کو پکڑ لو اور اس کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ پھر فرمایا ہو جا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ پھر انہیں صور پکڑنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تو انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس میں تمام پیدا ہونے والی روحوں اور سانس لینے والے نفوس کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں۔ دو روحیں ایک سوراخ سے نہیں نکلیں گی۔ صور کے درمیان میں زمین و آسمان کے دائرہ کی شکل ایک بہت بڑا سوراخ ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس بڑے سوراخ پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا میں نے صور تیرے سپرد کر دیا ہے۔ پس نفخہ اور صیحہ (بہت شدید چیخ) تیرے ذمہ ہے۔ چنانچہ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرش کے سامنے حاضر ہوئے اور دایاں پاؤں عرش کے نیچے داخل کیا اور بائیں کو قریب کیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق کیا ہے اس نے آنکھ نہیں جھپکی اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ اسے کب حکم دیا جاتا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر ہذلی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صور والے فرشتے کو پابند بنایا گیا ہے کہ اس کا ایک قدم (پاؤں) ساتویں زمین میں ہے اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ہے اور ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے۔ جب سے اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اس نے آنکھ نہیں جھپکی اور وہ انتظار کر رہا ہے کہ کب اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ وہ قرنا میں پھونک مارے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد پہلی پھونک ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ ... ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى جس میں ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى سے مراد دوسرا نفخہ ہے۔ فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ۝ (الزمر) "اور پھونکا جائے گا صور، پس غش کھا کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے گا (کہ بے ہوش نہ ہوں) پھر دوبارہ (جب) اس میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے ہو کر (حیرت سے) ادھر دیکھنے لگ جائیں گے"(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فِی الصُّوْرِ کا مفہوم فِی الْخَلْقِ بیان کیا یعنی جس دن مخلوق میں پھونکا جائے گا(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ کے بارے فرمایا غیب اور شہادہ کو جاننے والا وہ ہے جو صور میں پھونکے گا(3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد خفیہ اور علانیہ (پوشیدہ اور ظاہر) کو جاننے والا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 280 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا: یہ جو کچھ مخلوق میں سے تم نے دیکھ لیا وہ شہادت ہے اور جو تم سے غیب رہا اور تم اسے نہ دیکھ سکے وہ غیب ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝

"اور یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کیا تم بناتے ہو بتوں کو خدا؟ بے شک میں دیکھتا ہوں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: آزر سے مراد بت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح، والدہ کا نام مثلیٰ اور آپ کی زوجہ محترمہ کا نام سارہ ہے۔ آپ کی باندی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا نام ہاجرہ ہے۔ داؤد بن امین اور نوح بن لمک اور یونس بن متیٰ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آزر آپ کے والد نہیں تھے بلکہ یہ بت کا نام ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح ہے اور آزر بت کا نام ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ کے بارے کہا کہ آزر آپ کا باپ نہیں بلکہ یہ تو بت ہے اور یہ نزول قرآن سے پہلے کا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ابراہیم بن تیرح ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان تیمی نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ پڑھا اور کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ کلمات سخت ہیں۔ اور یہ شدید ترین کلمات ہیں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (یعنی چچا) کو کہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً کے بارے فرمایا: وہ کیا تھا میں مدد کرتا ہوں، کیا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور خدا سے مدد مانگتا ہے؟ تو اس طرح ذکر کرو۔ آپ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا۔ بلکہ اس کا نام تارح تھا اور عرب نے کہا کہ آزر دو حرفوں کے ساتھ ہے یعنی ازر۔

امام ابوالشیخ نے اس آیت کے بارے میں ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 282　2۔ تفسیر ابن کثیر، زیر آیت ہذا، جلد 3، صفحہ 1324، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

"اور اسی طرح ہم نے دکھا دی ابراہیم کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی تاکہ وہ ہو جائیں کامل یقین کرنے والوں میں پھر جب چھا گئی ان پر رات (تو) دیکھا انہوں نے ایک ستارہ۔ بولے (کیا) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا (تو) بولے میں نہیں پسند کرتا ڈوب جانے والوں کو پھر جب دیکھا چاند کو چمکتے ہوئے تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے (؟) پھر جب وہ (بھی) غروب ہو گیا تو آپ نے کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہو جاتا میں بھی اس گمراہ قوم سے پھر جب دیکھا سورج کو جگمگاتے ہوئے (تو) بولے (کیا) یہ میرا رب ہے (؟) یہ تو ان سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا (تو) آپ نے فرمایا اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رخ اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو یکسو ہو کر اور نہیں ہوں میں مشرکوں میں سے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد سورج، چاند اور ستارے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے جو کچھ زمین و آسمان کے مابین تھا سب کھول دیا گیا حتیٰ کہ آپ نے ایک چٹان کی طرف دیکھا اور چٹان مچھلی پر تھی اور یہ مچھلی وہ ہے جو لوگوں کا کھانا ہے۔ وہ مچھلی ایک زنجیر میں تھی اور وہ زنجیر خاتم العزۃ (معزز انگوٹھی) میں تھی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد زمین و آسمان کی بادشاہی اور سلطنت ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 286

بارے میں کہ اس سے مراد آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ نبطی زبان میں ملک کے لیے ملکوت استعمال ہوتا ہے۔

امام آدم بن ابی ایاس، سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ علامات اور نشانیاں ہیں جو آپ کے لیے سات آسمانوں میں ظاہر کی گئیں اور آپ نے ان کی طرف دیکھا حتیٰ کہ آپ کی نگاہ عرش تک پہنچ گئی اور آپ کے لیے سات زمینیں بھی ظاہر کر دی گئیں اور آپ نے ان میں موجود علامات کی طرف بھی دیکھا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ایک چٹان پر کھڑے ہوئے اور آپ کے لیے سات آسمان منکشف کر دیے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش کی طرف اور جنت میں اپنے مقام کی طرف دیکھا۔ پھر آپ کے لیے سات زمینیں ظاہر کی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اس چٹان کو دیکھا جس پر زمینیں قائم ہیں۔ اسی کے بارے میں رب کریم کا ارشاد ہے وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا (العنکبوت: 27) (1)

امام احمد، ابن خزیمہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد الرحمٰن بن عائش حضرمی رحمہ اللہ سے روایت کیا اور انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعض صحابہ کرام سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنے رب کو انتہائی حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ! ملاء اعلیٰ کس کے بارے میں بحث کر رہے ہیں؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو ہی بہتر جانتا ہے۔ تو پھر پروردگار عالم نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ فرمایا اس کے سبب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا میں نے اسے جان لیا۔ "رَاَيْتُ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ: فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ: قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ اَيْ رَبِّ، قَالَ: فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ. قَالَ: فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ)! ملاء اعلیٰ میں کس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے؟ آپ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی درجات اور کفارات کے بارے میں۔ پھر رب کریم نے پوچھا کفارات کیا ہیں؟ تو میں نے عرض کی جماعات میں شامل ہونے کی کوشش کرنا، نمازوں کے بعد مساجد میں بیٹھے رہنا اور مکروہ اور ناپسندیدہ حالت میں اچھی طرح وضو کرنا۔ جس نے بھی اس طرح کیا وہ خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ فوت ہوگا اور وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسا کہ اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔ اور یہ درجات ہیں: سلام کو عام کرنا، کھانا کھلانا اور رات کے وقت نفلی نماز ادا کرنا جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عرض کرو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ! میں تجھ سے پاکیزہ چیزوں کے حصول، منکرات کے ترک اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو کسی قوم کی آزمائش اور فتنہ کا ارادہ

1۔ تفسیر سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 27 (283)، مکتبہ الصمیعی ریاض

کرے تو مجھے بغیر آزمائش کے موت دے دے۔ "قل اللهم انی اسألك الطیبات، وترك المنكرات، وحب المساكين، وان تغفرلی وترحمنی، واذا اردت فتنة فی قوم فتوفنی غیر مفتون" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم انہیں یاد کرو کیونکہ یہ سب حق ہیں(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا تو ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول دیکھا تو اس کے لیے بددعا کی، وہ ہلاک ہو گیا۔ پھر اسی طرح ایک اور آدمی کو گناہ کرتے دیکھا، اس کے لیے بددعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ پھر ایک اور آدمی کو اسی حال پر دیکھا۔ اس کے لیے بھی بددعا کرنے لگے تھے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی "اے ابراہیم! بلاشبہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کر۔ کیونکہ میرے نزدیک وہ تین حالتوں میں سے ایک پر ہوں گے یا تو میرا بندہ توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول فرما لوں گا، یا میں اس کی صلب سے ایسی اولاد پیدا کروں گا جو میری تسبیح کرے گی، یا پھر میں اسے اسی حالت میں موت دے دوں گا پھر اگر میں نے چاہا تو اسے معاف کر دوں گا اور اگر چاہا تو اسے سزا دوں گا۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمانوں کی بادشاہی کے مشاہدہ کے لیے اٹھائے گئے تو آپ نے ایک آدمی کو زنا کرتے دیکھا، آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے ہلاک کر دیا گیا۔ پھر آپ کو (مزید) اٹھایا گیا تو آپ نے ایک اور آدمی کو زنا کرتے دیکھا آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے بھی ہلاک کر دیا گیا۔ پھر مزید بلند کیا گیا تو آپ نے ایک دوسرے بندے کو زنا کا ارتکاب کرتے دیکھا۔ آپ نے اس کے لیے بھی بددعا کا ارادہ کیا تو آپ کے رب نے آپ سے فرمایا اے ابراہیم ٹھہر جا، بلاشبہ تو ایسا بندہ ہے جس کی دعا قبول فرمائی جاتی ہے یعنی تو مستجاب الدعوات آدمی ہے اور بلاشبہ میرا بندہ تین حالتوں میں سے ایک حالت پر ہوگا۔ یا تو وہ میری بارگاہ میں توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ کو شرف قبولیت عطا کروں گا، یا میں اس کی صلب سے پاکیزہ اولاد پیدا کروں گا، یا پھر وہ اسی موجودہ بدبختی کی حالت پر رہے گا اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہوں گا (یعنی اس حالت پر میں اس کی روح قبض کر لوں گا اور پھر اپنی منشا کے مطابق اس سے سلوک کروں گا)

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کے بارے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو آپ نے نیچے کی طرف دیکھا اور ایک آدمی کو بدکاری میں مبتلا دیکھا۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے بہت افراد کے خلاف دعا کی۔ اور وہ تمام کے تمام دھنسا دیئے گئے۔ پھر آپ کو وحی کی گئی اے ابراہیم! میرے بندوں کے پیچھے نہ پڑ، تین بار ایسے ہی کہا گیا (فرمایا) بلاشبہ میرا بندہ تین حالتوں میں سے ایک پر ہوگا۔ یا تو وہ توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول فرماؤں گا، یا پھر میں اس کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 286

جس سے ایسی اولاد پیدا کروں گا جو مجھ پر ایمان سے آراستہ ہوگی۔ یا پھر وہ کفر ہی کرتا رہے گا تو پھر اس کے لیے جہنم کافی ہے۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب کے طریق سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام نے زمین و آسمان کی بادشاہی ملاحظہ فرمائی تو آپ نے ایک آدمی کو گناہ کرتے دیکھا تو آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ پھر ایک دوسرے آدمی کو گناہ میں مبتلا دیکھا تو اس کے لیے بھی بددعا کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ اے ابراہیم! بلاشبہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے تو کسی کے لیے بددعا نہ کر۔ کیونکہ میرا اپنے بندے کے ساتھ معاملہ تین حالتوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہوگا۔ یا تو میں اس کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کروں گا، جو میری عبادت کرے گی۔ یا وہ اپنی آخری عمر میں مجھ سے توبہ کرلے گا اور میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔ یا پھر وہ اپنی حالت پر قائم رہے گا تو پھر جہنم اس کے پیچھے ہے یعنی جہنم اس کے لیے کافی ہے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین و آسمان کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا، آپ نے ایک آدمی کو برائی کرتے دیکھا، آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک دوسرے آدمی کو اسی طرح گناہ کرتے دیکھا، اس کے لیے بددعا کی۔ وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک اور آدمی کو گناہ کا ارتکاب کرتے دیکھا۔ اس کے خلاف بھی بددعا کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی "اے ابراہیم! ٹھہر جا کیونکہ تو مستجاب الدعوات آدمی ہے اور میرا بندہ تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ہوگا۔ یا تو وہ موت سے پہلے توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا یا میں اس کی پشت سے ایسی اولاد پیدا کروں گا جو میرا ذکر کرے گی۔ یا پھر وہ اپنی گمراہی والی حالت پر برقرار رہے گا تو پھر جہنم اس کے پیچھے ہے (2)۔

امام بیہقی نے شعب میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں کی بادشاہی کی طرف بلند کیا گیا تو آپ نے اوپر سے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ زنا کر رہا ہے۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ ہلاک ہوگیا۔ پھر آپ مزید بلند ہوئے تو ایک اور آدمی پر نظر پڑی وہ زنا کر رہا تھا۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر آپ مزید بلندی پر پہنچے تو ایک اور آدمی کو دیکھا کہ وہ زنا کا ارتکاب کر رہا ہے۔ آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ پھر ایک اور آدمی کو زنا کرتے دیکھا اس کے لیے بھی بددعا کی۔ تو وہ بھی ہلاک ہوگیا۔ تب آپ کو کہا گیا اے ابراہیم! ذرا ٹھہر جاؤ بلاشبہ تو ایسا بندہ ہے کہ تیری دعا قبول کی جاتی ہے اور میرا اپنے بندے کے ساتھ معاملہ تین حالتوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہوگا۔ یا تو وہ مجھ سے توبہ کرے گا اور میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔ یا میں اسے ایسی پاکیزہ و صالح اولاد عطا کروں گا جو میری عبادت کرے گی یا پھر وہ اسی حالت میں سرکشی کرتا رہے گا جس میں وہ ہے۔ تو پھر جہنم اس کے پیچھے ہے (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 293 (6700)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 28 (884)، دار الصمیعی الریاض
3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 293

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ سے مراد زمین و آسمان کی تخلیق ہے۔ اور وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ کے بارے فرمایا کہ اس طرح سر اور علانیہ معاملہ ان کے لیے ظاہر اور واضح ہو گیا اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی شے بھی ان پر مخفی نہ رہی۔ پس جب آپ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو لعنت ملامت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت پر واپس لوٹا دیا جس پر پہلے تھے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک جابر اور متکبر حکمران سے بھاگ کر ایک تہ خانہ میں پناہ لی تو آپ کا رزق آپ کے اعضاء میں رکھ دیا گیا۔ آپ جب بھی اپنی کوئی انگلی چوستے تو اللہ تعالیٰ اسی سے آپ کو خوراک عطا فرما دیتا۔ جب آپ اس تہ خانے سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی۔ آپ کو سورج، چاند، ستارے، بادل اور بہت بڑی مخلوق کا مشاہدہ کرایا اور زمین کی بادشاہی بھی دکھائی۔ چنانچہ آپ نے پہاڑوں، سمندروں، دریاؤں، درختوں، ہر قسم کے چوپائے، دیگر کیڑے مکوڑے اور عظیم مخلوق کا مشاہدہ کیا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا پھر جب ان پر رات چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ستارہ جو انہوں نے دیکھا وہ زہرہ تھا۔ وہ عشاء کے وقت طلوع ہوا۔ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ "بولے کیا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ آپ نے جان لیا کہ آپ کا رب تو دائمی ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ کبھی بھی زائل اور ختم نہیں ہوگا۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ "پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے؟" یعنی آپ نے پہلی تخلیق سے مزید بڑی تخلیق کا مشاہدہ کیا۔ "تو پھر سوالیہ انداز میں کہا کیا یہ میرا رب ہے؟" لیکن پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی ضرور اس گمراہ قوم سے ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا۔ یعنی ایک ایسی تخلیق کا مشاہدہ کیا جو جسامت کے اعتبار سے پہلی دونوں سے بڑی اور اعظم ہے، ان سے بڑھ کر منور اور روشن ہے (بلکہ ساری کائنات میں اپنا نور بکھیر رہی ہے) تو پھر بولے کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں سے یہ ہے کہ زمین میں وہ پہلا حکمران جس کی بادشاہی زمین کے مشرق و مغرب میں تھی وہ نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح تھا اور وہ بادشاہ جن کی حکومت ساری زمین پر رہی وہ چار ہیں: نمرود بن کنعان، حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام، ذوالقرنین اور بخت نصر۔ ان میں سے دو مسلمان تھے اور دو کافر تھے۔ نمرود پر ایک ستارہ طلوع ہوا جو سورج اور چاند کی روشنی پر غالب آ گیا تو وہ اس سے گھبرا گیا۔ چنانچہ اس نے جادوگروں، کاہنوں، قیافہ شناسوں اور انتہائی تجسس اور جانچ پرکھ کرنے والوں کو بلایا اور اس ستارے کے بارے ان سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ تیری سلطنت میں ایک آدمی ظاہر ہوگا جس کے سبب تیری ہلاکت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 285

اور تیری بادشاہی کا خاتمہ ہوگا۔ اس کا مسکن بابل الکوفہ ہوگا۔ پس وہ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف منتقل کیا اور اس نے مردوں کو باہر نکال دیا اور عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اور یہ حکم صادر کر دیا کہ جس کے گھر نیا بچہ پیدا ہو اسے ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ان کے بچوں کو ذبح کر دیا۔

پھر اسے شہر میں ایک حاجت پیش آئی۔ جس کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کے سوا اس کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اسے بلایا اور وہاں بھیج دیا اور اسے کہا دیکھو تو اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کرنا (یعنی اپنے گھر والوں کے پاس نہ جانا) تو آزر نے اسے کہا میں تو اپنے دین کے بارے میں بڑا بخیل ہوں۔ لیکن جب وہ بستی میں داخل ہوا اور اپنی اہلیہ پر نظر پڑی تو اپنے نفس پر ضبط نہ رکھ سکا۔ چنانچہ اس کے پاس چلا گیا اور اسے ساتھ لے کر کوفہ اور بصرہ کے درمیان واقع ایک گاؤں کی طرف بھاگ گیا۔ جسے اور کہا جاتا تھا۔ وہاں اسے ایک تہ خانے میں جا کر رکھا اور طعام اور دیگر نفع بخش چیزیں اسے باہم پہنچا کر اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنے لگا۔ جب کافی طویل وقت گزر گیا تو بادشاہ نے کہا ساحر جھوٹ بولنے والے ہیں۔ تم اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ لوٹ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ تیزی اور سرعت کے ساتھ شباب تک پہنچ گئے ایک دن میں آٹھ دنوں کے برابر اور ایک ہفتے میں ایک مہینے کے برابر آپ کی نشوونما ہوئی۔ بادشاہ انہیں بھول گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے ہو گئے لیکن مخلوق میں سے اپنے اور اپنے باپ اور ماں کے سوا کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے اپنے ساتھیوں کو کہا میرا ایک بیٹا ہے۔ میں نے اسے چھپا کر رکھا ہے۔ اگر میں اسے لے آؤں تو کیا تم اس پر بادشاہ کو خوفزدہ کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور آپ کو وہاں سے نکال لایا۔ پس جب یہ بچہ تہ خانے سے باہر نکلا اور چوپاؤں، جانوروں اور دیگر مخلوق کو دیکھا تو اپنے باپ سے سوال کرنے لگا یہ کیا ہے؟ وہ ان کے متعلق آپ کو بتاتا یہ اونٹ ہے۔ گائے کے بارے میں بتاتا یہ گائے ہے۔ گھوڑے کے بارے میں بتاتا یہ گھوڑا ہے اور بکری کے بارے بتاتا یہ بکری ہے تو آپ فرماتے ان تمام چیزوں کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے کوئی رب ہو۔

جب آپ تہ خانے سے نکلے تو اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو آپ کی نظر مشتری ستارے پر پڑی۔ آپ نے کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ غائب ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں اسے رب بنانا پسند نہیں کرتا جو چھپ جاتا اور غائب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ مہینے کے آخر میں باہر تشریف لائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ستارے سے قبل چاند (قمر) کو نہیں دیکھا تھا۔ پس جب رات کا آخری حصہ آیا تو آپ نے چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا کہ وہ طلوع ہوا ہے۔ تو کہا یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ چھپ گیا غائب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاتا۔ پھر جب صبح ہوئی اور آپ نے چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے؟ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ''اَسْلِمْ'' (اسلام لے آ) آپ نے کہا ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ ‘‘ (میں سارے جہانوں کے رب کے لیے اسلام لے آیا)

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت حق دیتے گئے اور انہیں ڈرانے لگے۔ آپ کا باپ (چچا) بت بنا کر اپنے بیٹوں کو دیتا اور وہ انہیں فروخت کرتے تھے اور وہ آپ کو بھی دیتا۔ تو آپ یہ آواز لگاتے تھے کون ہے جو اسے خریدے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے؟ آپ کے (چچازاد) بھائی اپنے بتوں کو بیچ کر واپس لوٹتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کو اپنی اصلی حالت سمیت واپس لے آتے تھے۔ پھر آپ نے اپنے باپ (چچا) کو دعوت حق دی اور کہا یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ۝ (مریم) ’’اے میرے باپ تو کیوں عبادت کرتا ہے اس کی جو نہ کچھ سنتا ہے اور نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے‘‘۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے کی طرف آئے۔ وہ بت ایک بہت بڑے مکان میں تھے۔ مکان کے دروازے کے سامنے ایک بہت بڑا بت تھا۔ اس کے پہلو میں اس سے چھوٹے اور پھر ان کے پہلوؤں میں ان سے چھوٹے بت درجہ بدرجہ رکھے گئے تھے۔ ہر چھوٹا بت اپنے سے بڑے کے ساتھ ملا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ مکان کے دروازے تک جا پہنچے اور جب وہ بتوں کے سامنے کھانا رکھتے اور کہتے جس وقت ہم لوٹ کر آئیں گے اس وقت یہ بت ہمارے کھانے سے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ چنانچہ ہم کھائیں گے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا اور کھانے کی طرف جو ان کے سامنے رکھا ہوا تھا تو آپ نے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ جب انہوں نے آپ کو کوئی جواب نہ دیا تو آپ نے فرمایا مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ (صافات) کیا ہے تمہیں کہ تم بولتے نہیں؟۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں دعوت حق دی۔ آپ اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے اور انہیں ڈراتے رہے۔ تو انہوں نے آپ کو ایک مکان میں بند کر دیا اور آپ کے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ کوئی عورت بیمار ہوتی تو وہ کہتی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرستی عطا کی تو میں ابراہیم کے لیے لکڑیاں جمع کروں گی۔ پس جب وہ جمع کر چکے اور اتنا ڈھیر لگا چکے کہ اگر کوئی پرندہ بھی اوپر سے گزرے تو وہ بھی آگ کی گرمی اور شعلوں کی شدت سے جل جائے گا۔ تو انہوں نے آپ کو پکڑا اور آپ کو عمارت کے سب سے اوپر والے حصے کی طرف اوپر اٹھایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور آسمان و زمین، پہاڑوں اور ملائکہ نے کہا اے ہمارے رب! ابراہیم تیرے واسطے جل رہا ہے (رَبَّنَا اِبْرٰهِیْمُ یُحْرَقُ فِیْكَ)۔ رب کریم نے فرمایا میں اسے بہتر جانتا ہوں۔ اگر وہ تمہیں بلائے تو اس کی مدد کرنا (قَالَ: اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ۔ فَاِنْ دَعَاكُمْ فَاَغِیْثُوْهُ)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر نیاز آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا اے اللہ تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں اکیلا ہوں۔ میرے سوا کوئی نہیں جو تیری عبادت کرتا ہو۔ اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے (اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ فِی السَّمَآءِ وَاَنَا الْوَاحِدُ فِی الْاَرْضِ، لَیْسَ اَحَدٌ یَعْبُدُكَ غَیْرِیْ، حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ)۔ اتنے میں انہوں نے آپ کو آگ میں پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ۝ (الانبیاء) ’’اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم کے

ہے"۔ اور وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے جنہوں نے آگ کو یہ آواز دی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر بردا کے بعد سلاماً کے الفاظ نہ ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کی ٹھنڈک سے فوت ہو جاتے۔ اس دن زمین میں کوئی آگ باقی نہیں رہی مگر یہ کہ وہ بجھ گئی۔ گمان یہ ہے کہ یہی مقصود تھا۔ پس جب آگ بجھ گئی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ موجود ہیں اور آپ کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سر اس کی گود میں ہے اور وہ آپ کے چہرے سے پسینہ صاف کر رہا ہے۔ بیان کیا گیا کہ وہ دوسرا آدمی سایہ کا فرشتہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو نازل فرمایا تاکہ بنی آدم اس سے نفع حاصل کریں۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو باہر نکالا اور آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس سے قبل آپ اس کے پاس داخل نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس سے یہ گفتگو کی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ سے مراد ستارے کا وہ ہے جو غروب کے وقت قبلہ کی طرف طلوع ہوتا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت زید بن علی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے۔ کوکب سے مراد زہرہ ستارہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اَفَلَ کا معنی ذَهَبَ (غائب ہو جانا) ہے۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا ہے کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ کا معنی ہے۔ میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا مجھے فَلَمَّآ اَفَلَ کا مفہوم بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: "فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ كَبِدِ السَّمَاءِ" یعنی جب وسط آسمان سے سورج زائل ہو گیا۔ حضرت نافع نے کہا: کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں، کیا تم نے کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو نہیں سنا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتے ہیں:

فَتَغَيَّرَ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ لِفَقْدِهٖ   وَالشَّمْسُ قَدْ كُسِفَتْ وَكَادَتْ تَأْفِلُ

"چمکتا ہوا چاند آپ کے غروب ہونے کے سبب متغیر ہو گیا اور سورج گرہن زدہ ہو گیا اور زائل ہونے کے قریب ہو گیا"۔

پھر نافع نے کہا مجھے حنیف کے بارے کچھ بتائیے، تو آپ نے فرمایا: "دِيْنًا مُخْلِصًا" (یعنی خالص دین) انہوں نے پوچھا کیا عرب اس سے واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، کیا تم نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے نہیں سنا:

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِيْ   اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ

"میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جب اس نے میرے دل کی اسلام اور مخلص دین کی طرف راہنمائی فرمائی"۔

اسی طرح عرب کا ایک اور آدمی بنی عبدالمطلب کے فضائل ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَقِيْمُوْا لَنَا دِيْنًا حَنِيْفًا فَاَنْتُمُ   لَنَا غَايَةٌ قَدْ يُهْتَدٰى بِالذَّوَائِبِ

تم نے ہمارے لیے خالص دین قائم کر دو پس تم ہماری منزل ہو مگر سوا دین سمیت ہدایت پاتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے بھی حنیفا کا معنی مخلصا نقل کیا ہے۔

امام مسلم، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے خطبہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں تمہارے دین سے متعلق وہ امور سکھاؤں جن سے تم ناواقف ہو اور آج کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ سکھا دیے ہیں۔ ہر قسم کا وہ مال جو تو نے غلام کو دیا وہ اس کے لیے حلال ہے۔ میں نے اپنے تمام بندوں کو حنفاء پیدا کیا ہے اور پھر شیاطین ان کے پاس آئے اور انہیں اپنے دین سے کھینچ نکالا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک ٹھہراتے رہیں۔ جب تک میں کوئی دلیل اور حجت نازل نہ کروں(1)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز فرماتے، تو تکبیر کہتے، پھر یہ کہتے: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (انعام) اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (انعام)(2)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اور جھگڑنے لگی ان سے ان کی قوم۔ آپ نے کہا کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے ہدایت دے دی ہے مجھے۔ اور نہیں ڈرتا میں ان سے جنہیں تم شریک بناتے ہو اس کا۔ مگر یہ کہ چاہے میرا ہی پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا گھیرے ہوئے ہے میرا رب ہر چیز کو (اپنے) علم سے۔ تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے اور کیسے ڈروں میں (ان سے) جنہیں تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ تم نہیں ڈرتے (اس سے) کہ تم نے شریک بنایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے کہ نہیں اتاری اللہ نے اس کے متعلق تم پر کوئی دلیل تو (تم ہی بتاؤ) دونوں

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 385، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 12، صفحہ 221 (3421)، دار الکتب العلمیہ بیروت

فریقوں سے کون زیادہ حق دار ہے امن (وسلامتی) کا اگر تم (کچھ) جانتے ہو؟

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ کا معنی یہ بیان کرتے تھے کہ آپ کی قوم آپ سے جھگڑنے لگی (خصومۃ)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ کا معنی نقل کیا ہے "اتخاصموني" کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو۔ عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ عاصم نے تحاجونی کو نون مشددہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے۔ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ کے بارے میں کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے خداؤں کو پکارنے لگے۔ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے یعنی میں اپنے پروردگار کو پہچان چکا ہوں۔ انہوں نے آپ کو اپنے الہوں سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی کہ ان کی جانب سے آپ کو کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچے گی۔ تو آپ نے فرمایا: میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم شریک بناتے ہو اور پھر فرمایا: اے مشرکو! میں کیسے ڈروں ان سے جنہیں تم نے شریک ٹھہرا رکھا ہے "حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم نے شریک بنایا ہے"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے جب کہ آپ نے ان سے یہ پوچھا تھا کہ ان دونوں فریقوں میں سے کون امن وسلامتی کا زیادہ حق دار ہے۔ گویا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے حجت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ فریق جو غیر اللہ سے ڈرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا یا وہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور غیر اللہ سے نہ ڈرا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

"وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے انہی کے لیے ہی امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے الافراد میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی تو لوگوں پر یہ بہت شاق گزری۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد وہ نہیں جو تم مراد لے رہے ہو۔ کیا تم نے سنا نہیں جو ایک عبد صالح نے کہا ہے

کہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان) "بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے" تو یہاں بھی ظلم سے مراد شرک ہے(1)۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، حکیم ترمذی رحمہم اللہ نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا اس کا معنی ہے "انہوں نے ظلم نہ کیا" تو پھر آپ نے فرمایا تمہیں جو امر انتہائی بھاری محسوس ہوا ہے وہ لفظ بظلم ہے تو یہاں ظلم بمعنی شرک ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ "بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے"(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابو عبید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے(3)۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد شرک لیا گیا ہے۔ کیا تم نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔(4)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے(5)۔

امام ابن منذر، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر داخل ہوتے تو مصحف کھول کر پڑھتے۔ ایک دن وہ داخل ہوئے اور آپ نے سورۃ الانعام کی تلاوت کی۔ جب پڑھتے پڑھتے اس آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ الآیۃ پر پہنچے تو آپ نے تلاوت ختم کر دی (مصحف بند کر دیا) اور اپنی چادر لی اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابا المنذر! میں جب اس آیت پر پہنچا ہوں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ تو میں یہ غور کرنے لگا کہ ہم جانتے ہیں ہم فلاں فلاں ظلم کر رہے ہیں؟ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! اس آیت میں ظلم سے مراد وہ نہیں۔ بلکہ اس ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے(6)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ظلم سے مراد بتوں کی پوجا کرنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 296 | 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 257 | 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 296

4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 296 | 6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے "اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا"

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے کہا: یہ آیت صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس امت کے بارے یہ آیت نہیں (1)۔

امام احمد، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم مدینہ طیبہ سے باہر نکلے تو دیکھا ایک سوار ہماری طرف آ رہا ہے۔ وہ ہمارے پاس پہنچ کر رکا اور اس نے سلام کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: تو کہاں سے آیا ہے؟ تو اس نے عرض کی: میں اپنے گھر، اولاد اور اپنے خاندان سے آیا ہوں اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تو پہنچ چکا ہے۔ اس نے عرض کی: مجھے بتائیے ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تو شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان المبارک کے روزے رکھے اور بیت اللہ شریف کا حج کرے "تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ" اس نے عرض کی: میں نے اقرار کر لیا۔ پھر اس کے اونٹ کے آگے والے پاؤں ایک خالی گڑھے میں داخل ہو گئے اور وہ گر پڑا تو وہ آدمی اپنے سر کی چوٹی کے بل اس سے گرا اور فوت ہو گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آدمی ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر کثیر پایا ہے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ میں نے حور عین کو دیکھا ہے وہ اس کے منہ میں جنت کا پھل ڈال رہی ہے۔ اور اس سے مجھے یہ علم ہوا ہے کہ یہ آدمی بھوکا فوت ہوا ہے۔ "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا مِنَ الَّذِيْنَ عَمِلُوْا قَلِيْلًا وَّاُجِرُوْا كَثِيْرًا، هٰذَا مِنَ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" اِنِّيْ رَاَيْتُ الْحُوْرَ الْعِيْنَ يُدْخِلْنَ فِيْ فِيْهِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، فَعَلِمْتُ اَنَّ الرَّجُلَ مَاتَ جَائِعًا" (2)

امام حکیم ترمذی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس پیش ہوا۔ اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں اپنے شہر اور اولاد سے اس لیے نکلا ہوں تاکہ آپ کی رہنمائی سے ہدایت حاصل کروں اور آپ کے قول و معمول سے فیض لوں۔ لہذا آپ مجھے ارشاد فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے اسے دعوت اسلام دی اور اس نے اسے قبول کر لیا۔ پھر ہم اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر اس کے اونٹ کے پاؤں چوہوں کی زمین کی ایک بل میں گھس گئے۔ جس کے سبب اعرابی

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 345، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 359، دار صادر بیروت

گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ان کے بارے سنا ہے جنہوں نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر کثیر پایا ہے؟ یا نہیں میں سے ہے۔ کیا تم نے سنا ہے ان کے متعلق جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا؟ یہ انہیں میں سے ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکر بن سوادہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دشمنوں میں سے ایک آدمی نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور ایک آدمی کو قتل کر ڈالا، پھر حملہ کیا اور دوسرے کو قتل کر دیا، پھر حملہ کیا اور ایک اور آدمی کو قتل کر دیا۔ پھر کہنے لگا کیا اس کے بعد بھی اسلام مجھے نفع دے سکتا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا ہم نہیں جانتے ہیں۔ پھر اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں کیوں نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔ پھر اپنے ساتھیوں پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک کو پھر دوسرے کو قتل کر دیا پھر خود شہید ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ یہ آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الآیہ) اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام عبد بن حمید نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ کسی آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس آیت کے بارے پوچھا۔ تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آیا اور اس نے اسلام قبول کیا ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا۔

امام علامہ بغوی نے معجم میں، ابن ابی حاتم، ابن قانع، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سخبرہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور اس نے صبر کیا، جسے عطا کیا گیا اور اس نے شکر کیا، جس پر ظلم کیا گیا اور اس نے معاف کر دیا، جس نے ظلم کیا اور پھر معافی مانگ لی۔ یہ کہہ کر حضور نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے۔ تو پھر عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ اس کے لیے کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن و سلامتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔(2)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

"اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں۔ ہم بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس خصومت اور جھگڑے کے بارے میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان قائم تھا اور یہ وہی خصومت ہے جو آپ کے اور جابر و سرکش حکمران نمرود کے درمیان تھی۔

1۔ لباب النقول، باب سورۃ الانعام، صفحہ 421، دار صادر بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل و شکرہا، جلد 4، صفحہ 104 (4431)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن منذر نے ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے کہ علیٰ قوم سے مراد ان کے خصم اور جھگڑا کرنے والے افراد ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ کی سند سے زید بن اسلم سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ کی سند سے زید بن اسلم سے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ درجات سے مراد علم ہے کہ ہم علم کے ساتھ بلند کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا ہے: شہداء کے درجات کی طرح علماء کے بھی درجات ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

"اور ہم نے عطا فرمائے انہیں اسحاق اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ہم نے ان سے پہلے، اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (راہ راست دکھائی) اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور (ہم نے ہدایت دی) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو۔ (یہ) سب صالحین میں سے تھے اور (ہدایت دی) اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو ہم نے فضیلت دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت دی ان کے کچھ باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو اور ہم نے چن لیا ان (سب) کو اور ہدایت دی ان (سب) کو راہ راست کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے رہنمائی کرتا ہے اس کے ساتھ جس کی چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ضائع ہو جاتا ان سے وہ (عمل) جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے حضرت ابو حرب بن ابی الاسود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کی طرف (پیغام) بھیجا اور کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم یہ نظریہ رکھتے ہو کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ حالانکہ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن کریم

علیہ السلام کو حکم فرمایا گیا کہ ان کے طریقہ کی اقتداء کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ ص میں سجدہ کیا کرتے تھے(1)۔ ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے یہ لفظ نقل کیے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ ص کے سجدہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اقتداء کی جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا اور پھر آپ کو حکم دیا کہ ان کی اقتداء کی جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ میں ھاء کو وصل کلام میں ظاہر کرکے پڑھا ہے اور اس میں ادغام نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں فرما دیجئے کہ میں تمہیں جو دعوت حق دیتا ہوں اس پر تم سے سامان دنیا میں سے کوئی سامان نہیں مانگتا۔ واللہ اعلم۔

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

"اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر پہچاننے کا جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی)۔ آپ پوچھیے کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے آئے تھے موسیٰ (جو سراسر) نور تھی اور (سراپا) ہدایت تھی لوگوں کے لیے تم نے بنا دیا ہے اسے الگ الگ کاغذ ظاہر کرتے ہو اسے اور چھپا لیتے ہو (اس کا) بہت سا (حصہ) اور تمہیں سکھایا گیا جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا؟ آپ فرما دیجئے اللہ! پھر چھوڑ دیجئے انہیں (تاکہ) وہ اپنی بیہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ سے مراد وہ کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہیں لائے۔ لیکن جو اس پر ایمان لایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قدر اس طرح پہچان لی جیسے پہچاننے کا حق ہے اور جو ایمان نہیں لایا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچاننے کا حق تھا۔ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ جب

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 668، وزارت تعلیم اسلام آباد

انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے کسی آدمی پر کوئی چیز حتیٰ کہ وحی بھی نہیں اتاری۔ یہودیوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب نازل کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے کہا قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرمائے: اے محمد ﷺ! ان سے پوچھو موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کس نے نازل کی تھی؟ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ یعنی اسے اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا تھا (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے نہ پہچانا اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو کیونکہ انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسے تعظیم کا حق تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین قریش نے یہ قول کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نہیں اتاری ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا فنحاص یہودی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ کے کلمات مالک بن صیف کے بارے نازل ہوئے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہود میں سے ایک آدمی آیا جسے مالک بن صیف کہا جاتا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ سے جھگڑا کرنے لگا۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے فرمایا میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تو تورات میں یہ پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حبر سمین (فربہ اندام عالم) کو مبغوض جانتا ہے؟ اور وہ خود موٹا تازہ عالم تھا۔ پس وہ غضب ناک ہو گیا اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ تو اس پر اس کے ساتھیوں نے اسے کہا تیری ہلاکت ہو، کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں؟ تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ ... الآیہ (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہود میں سے کچھ آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ ﷺ پاؤں کے بل اپنی چادر پہنے اور گھٹنوں سے باندھ کر اس سے سہارا لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے ابو القاسم! کیا آپ ہماری طرف آسمان سے کوئی کتاب نہیں لائیں گے جیسے کہ موسیٰ علیہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 310 2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 309 3۔ ایضاً

السلام تمہیں (اذن) دے کر گئے تھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء: 153) "مطالبہ کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ آپ اتار لائیں ان پر کتاب آسمان سے"۔

تو یہودیوں میں سے ایک آدمی تیزی کے ساتھ گھٹنوں کے بل اٹھا اور کہہ دیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر، موسیٰ علیہ السلام پر، عیسیٰ علیہ السلام پر اور کسی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ... الآیہ (1)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اہل کتاب سے اپنے بارے میں پوچھیں۔ وہ اپنی کتابوں میں کیسے پاتے ہیں؟ تو ان کے حسد نے انہیں اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسل عظام کا انکار کریں۔ چنانچہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ الآیہ۔ پھر کہا: اے محمد! (ﷺ) اپنے بارے میں خبیر کی طرف رجوع کریں۔ پھر یہ آیت نازل کی گئی فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (الفرقان: 59) "سو دریافت کرو اس کے بارے میں کسی واقف حال سے"۔ اور وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (فاطر: 14) "(اور حقیقت حال سے) تجھے کوئی آگاہ نہیں کر سکتا خدائے خبیر کی مانند"۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں کعب سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ گوشت والا جسم رکھنے والے اہل بیت اور موٹا جسم رکھنے والے عالم کو ناپسند کرتا ہے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت جعدہ اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ ایک آدمی آپ پر خواب کا واقعہ بیان کر رہا ہے [illegible] آپ اپنی انگلی سے اس کے پیٹ کو اس میں موجود کسی شے کے ساتھ لگاتے ہوئے فرما رہے ہیں: "اگر اس کا بعض اس کے غیر میں ہوتا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوتا (3)۔"

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا سے مراد یہود ہیں اور وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ کا خطاب مسلمانوں کے لئے ہے۔

امام ابن منذر نے ابن جریج رحمہما اللہ سے تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے جنہوں نے تورات کو ظاہر کیا اور محمد ﷺ کے ذکر کو چھپا لیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے اس طرح پڑھا يَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ يُبْدُوْنَهَا وَيُخْفُوْنَ كَثِيْرًا اور کہا: عرب [illegible] عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 310

2۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 33 (5668)، دار الکتب العلمیہ بیروت　　3۔ ایضاً (5667)

یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا کیا لیکن انہوں نے اس کی پیروی نہ کی نہ دوسروں نے اس سے حاصل کیا اور نہ ہی اس کے مطابق عمل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس عمل پر ان کی مذمت بیان فرمائی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

"اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اس کو، بابرکت ہے، تصدیق کرنے والا ہے ان (وحیوں) کی جو اس سے پہلے (نازل ہوئیں) اور اس لیے اتارا گیا تاکہ آپ مکہ (والوں) کو اور جو اس کے ارد گرد ہیں (ڈرائیں)۔ اور جو ایمان لاتے ہیں آخرت کے ساتھ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر (بھی) اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کتاب سے مراد وہ قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمایا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد مکہ مکرمہ کے ارد گرد کے وہ دیہات اور گاؤں ہیں جو مشرق و مغرب تک ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطا اور حضرت عمرو بن دینار رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہوائیں بھیجیں تو انہوں نے پانی کو شق کیا اور سفید پتھر کی مانند بیت اللہ شریف کی جگہ کو ظاہر کر دیا۔ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا دیا۔ اسی لیے اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور اس کا نام اُمَّ الْقُرٰى اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلا گھر اسی میں بنایا گیا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اُمَّ الْقُرٰى سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین مکہ مکرمہ سے ہی پھیلائی گئی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُمُّ الْقُرٰى مکہ مکرمہ ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 314 — 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 57 (825)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

"اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا کہے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف حالانکہ نہیں وحی کی گئی اس کی طرف کچھ بھی اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں (بھی) اتار سکتا ہوں ایسا ہی (کلام) جیسے نازل کیا ہے اللہ نے۔ کاش تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں اور فرشتے بڑھا رہے ہوں (ان کی طرف) اپنے ہاتھ (اور انہیں کہیں کہ) نکالو اپنی جانوں کو۔ آج تمہیں دیا جائے گا ذلت کا عذاب اس وجہ سے کہ تم بہتان لگاتے تھے اللہ تعالیٰ پر ناحق اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے"۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں حضرت شرحبیل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ آیت عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو وہ اپنے رضاعی بھائی عثمان کی طرف بھاگ گیا اور اس کے پاس چھپا رہا یہاں تک کہ اہل مکہ مطمئن ہو گئے۔ پھر اس نے اپنے لیے پناہ طلب کر لی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو خلف الاعمی رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ابن ابی سرح حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ پھر مکہ کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا اے ابن ابی سرح! تو ابن ابی کبشہ کے لیے کیسے قرآن لکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اسے حق لکھ دیتا ہوں جیسے میں چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح القرشی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اسلام لائے اور حضور ﷺ کی وحی لکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ نے انہیں "سمیعا علیما" املاء کرایا تو انہوں نے "علیما حکیما" لکھ دیا اور جب آپ نے کہا "علیما حکیما" تو انہوں نے "سمیعا علیما" لکھ دیا۔ سو وہ شک میں مبتلا ہو گیا اور کفر اختیار کر لیا اور یہ کہنے لگا اگر محمد (ﷺ) کی طرف وحی کی جاتی ہے تو میری طرف بھی وحی کی جاتی ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المغازی والسرایا، جلد 3، صفحہ 48 (4362)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے الفاظ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ" مسیلمہ کذاب اور اس جیسے ان افراد کے بارے نازل ہوئے جو اسی کی مثل دعوت دیتے تھے اور وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے الفاظ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ ... الآیہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ آیت مسیلمہ کے بارے میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ تک کے الفاظ مسیلمہ کے بارے میں نازل ہوئے کیونکہ وہ سجع کلام کرتا اور اس کے ساتھ کہانت کرتا تھا۔ اور وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے الفاظ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے نازل ہوئے وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا کاتب تھا۔ پس جب آپ املاء کراتے "عزیز حکیم" تو وہ لکھتا "غفور رحیم" اس طرح الفاظ کو بدل دیتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ہی پڑھا جاتا جب وہ پڑھا جاتا تو کہتا ہاں یہی مساوات اور برابری ہے۔ پھر اس نے اسلام سے رجوع کر لیا اور قریش کے ساتھ مل گیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا (المرسلات) تو نضر بن عبد الدار کے نضر نے کہا "والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا وقولا كثيرا" تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ ... الآیہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن کریم میں جو بھی ہے اس کے مطابق انہوں نے عمل کیا جو تم سے پہلے تھے اور اسی کے مطابق تمہارے بعد آنے والے عمل کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اس آیت سے زیادہ شدید ہو وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ اس امت کو ماننے والوں میں سے کسی نے اس کے مطابق عمل نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مختار بن ابی عبید آیا (اور اس نے عمل کر دیا)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا کافر کو موت کے وقت ان دونوں چیزوں کے ساتھ بشارت دی جاتی ہے وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ ... عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کوئی نفس نہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 317　　2۔ ایضاً

دنیا سے جدا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ پھر فرمایا جب اس کے پاس وہ فرشتے صف بستہ آتے ہیں جو مشرق و مغرب کے درمیان ہر شے کو منظم کرتے ہیں۔ ان کے چہرے سورج کی مثل چمک رہے ہوتے ہیں وہ ان کی طرف یوں ہی دیکھتا ہے جیسے ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو دیکھتا ہے۔ اگرچہ تم دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے ان میں سے ہر فرشتے کے پاس کفن اور حنوط (خوشبو) ہوتا ہے۔ جب جانے والا مومن ہو تو وہ فرشتے اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں "اخرجی ایتها النفس الطیبة الی رضوان الله وجنته فقد اعد الله لك من الكرامة ما هو خير لك من الدنيا وما فيها" (اے پاکیزہ نفس اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل آ۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ عزت و کرامت تیار کر رکھی ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ تیرے لیے بہتر اور اچھی ہے) پھر وہ مسلسل اسے خوشخبریاں دیتے رہتے ہیں۔ اور اس کی عزت افزائی کرتے رہتے ہیں۔ جتنا ایک ماں اپنے بچے کے ساتھ شفقت اور محبت کا سلوک کرتی ہے اس سے بڑھ کر وہ فرشتے اس کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا سلوک کرتے ہیں اور ہر ناخن کے نیچے اور جوڑ سے انتہائی نرمی کے ساتھ اس کی روح کو نکالتے ہیں اور باری باری تمام اعضاء مر جاتے ہیں اور ہر عضو یکے بعد دیگرے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور اس پر یہ حالت انتہائی آسان ہوتی ہے۔ اگرچہ تم اسے شدت اور سختی کی حالت میں دیکھو یہاں تک کہ اس کی روح اس کے حلق تک پہنچ جائے۔ تو اس طرح باہر آنا اس کے لیے انتہائی عزت و کرامت کا باعث ہوتا ہے جیسے کہ ایک بچے کے لیے رحم سے نکلنا باعث عزت و کرامت ہوتا ہے۔ ہر فرشتہ انتہائی تیزی سے آگے بڑھتا ہے کہ کون اسے قبض کرے گا اور اسے قبض کرنے کا والی ملک الموت کے پاس ہوتا ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (السجدہ) "فرما دیجئے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے پھر اپنے رب کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر فرشتے اسے سفید کفن میں لپیٹ لیتے ہیں اور اسے اس طرح اپنے سینے کے ساتھ لگا لیتے ہیں جیسے ایک عورت اپنے بچے کو اپنے ساتھ چمٹا لیتی ہے۔ پھر اس کی خوشبو ان میں مہک جاتی ہے جو کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور راحت بخش ہوتی ہے۔ وہ اس کے سبب انتہائی خوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں "مرحبا بالريح الطيبة والروح الطيب، اللهم صل عليه روحا وصل على جسد خرجت منه" خوش آمدید اے پاکیزہ خوشبو اور پاکیزہ روح! اے اللہ! اس روح پر رحمت نازل فرما اور اس جسم پر بھی جس سے یہ نکل کر آئی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر بلندیوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ ہوا میں اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کی حقیقی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ان میں بھی ایسی پاکیزہ ہوا پھیل جاتی ہے جو کستوری سے بڑھ کر راحت پرور ہوتی ہے۔ پس وہ بھی اس روح کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اس سے انتہائی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جس آسمان سے اس کا گزر ہوتا ہے اس کے فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ملک جبار کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔ ملک جبار ارشاد فرماتا ہے "مرحبا بالنفس الطيبة وبجسد خرجت منه" (خوش آمدید اے پاکیزہ نفس اور وہ جسم جس سے تو نکل کر آئی

کی نیند کی شکل ہوگی جو انتہائی راحت کے ساتھ سوتا ہے اور اس سے ابھی تک پوری طرح سیراب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پس اس طرح کی نیند وہ قیامت کے دن تک سویا رہے گا۔

اور اگر آدمی اس کے برعکس ہو (یعنی مومن نہ ہو) تو جب اس کے پاس حضرت ملک الموت آتے ہیں تو ان کے ساتھ ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کو گھیرے ہوتے ہیں۔ وہاں تیزی سے اس کی نگاہ ان کی طرف اس طرح اٹھ جاتی ہے جیسا کہ وہاں کے سوا دوسروں کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اگرچہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے اور اس پر سختی کی بارش ہوتی ہے اور اگر تم دیکھو کہ اس پر ذلت چھا رہی ہے تو وہ فرشتے اسے ملامت کر رہے ہوتے ہیں۔ اور کہہ رہے ہوتے ہیں: اے خبیث روح نکل آ، اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے عبرت کی سزا، شدید تکلیف اور طرح طرح کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جو کچھ تو نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ انتہائی برا ہے۔ وہ انتہائی غیظ و غضب اور شدت و سختی کے ساتھ اسے ناخن اور عضو سے کھینچتے رہتے ہیں اور وہ تمام اعضا با ترتیب یکے بعد دیگرے مرتے جاتے ہیں اور اس کی سانس اتنی تیزی سے نکلتی ہے جیسے کہ وہ کٹے ہوئے سوراخوں سے نکل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی روح حلق تک پہنچ جاتی ہے جسم سے نکلتے وقت اس کی حالت اس بچے کی موت سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہوتی ہے جو رحم سے نکلتے وقت اس کی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فرشتے اسے طرح طرح کے عذاب اور سزا کی بشارت سنا رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کے حلق تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر فرشتے اسے ناپسند کرتے ہوئے اور اس سے اظہار نفرت کرتے ہوئے اس سے بچتے ہیں اور اسے قبض کرنے کا اختیار ملک الموت کے پاس ہوتا ہے جو اس پر مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اسے قبض کر لیتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (اور اسے لپیٹ لیتے ہیں) ایسے دھاری دار کپڑے کے ٹکڑے میں جو ساری مخلوق میں سے زیادہ بدبو دار اور کھردرا ہوتا ہے۔ پھر اس کی ایسی بدبو پھیلتی ہے جو ساری مخلوق سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ ملک الموت اپنی ناک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور دیگر فرشتے بھی اپنی ناکوں کو بند کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ! اس روح پر اور جس بدن سے یہ نکل کر آئی ہے اس پر لعنت بھیج۔ جب وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو اس سے پہلے ہی آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پس ملک الموت اسے ہوا میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے قریب پہنچتی ہے تو وہ تیزی سے اس کے پیچھے آ پہنچتے ہیں اور اپنے پاس موجود لوہے کے ساتھ وہ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ پھر بھی اس کے ساتھ تین بار کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج) "اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گر پڑا آسمان سے پس اچک لیا اسے کسی پرندے نے یا پھینک دیا ہوا نے اسے کسی دور جگہ میں"۔ سحیق کا معنی بعید ہے۔ پھر وہ اسے انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ ملک جبار کی بارگاہ میں کھڑی ہوتی ہے اور وہ فرماتا ہے تو نامبارک اور منحوس ہے اے خبیث روح! اور وہ بدن جس سے تو نکل کر آئی ہے وہ بھی منحوس ہے۔ پھر فرماتا ہے اسے جہنم کی طرف لے جاؤ اور اسے اپنا ٹھکانہ دکھاؤ اور جو کچھ عذاب، سزائیں اور بیڑیاں وغیرہ اس کے لیے تیار کی گئی ہیں اسے دکھاؤ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غَمَرٰتِ الْمَوْتِ سے مراد سکرات موت ہیں(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ یہ موت کے وقت کی کیفیت ہے۔ اور البسط کا معنی مارنا ہے یعنی وہ ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ میں ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فرشتے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں عذاب کے ساتھ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے محمد بن قیس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کے لیے ملائکہ میں سے بہت سے معاونین ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب رحمہ اللہ نے کہا: وہ فرشتے جو لوگوں سے ملے ہوئے ہیں وہ وہی ہیں جو انہیں موت دیتے ہیں اور ان کے لیے ان کی عمریں لکھتے ہیں۔ پس جب وہ مقررہ دن آ جاتا ہے تو وہ اسے موت دے دیتے ہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ تو وہب سے کہا گیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ: 11) "فرما دیجئے جان قبض کرے گا تمہاری موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے"۔ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ بلاشبہ جب فرشتے کسی آدمی کو موت دیتے ہیں تو وہ اس کو ملک الموت کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ خود عاقب (نگران) کی مثل ہے۔ یعنی وہ سردار جس کے ماتحت افراد کام کر کے اس تک پہنچا دیتے ہیں۔

امام طستی اور ابن انباری نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے پوچھا کہ عَذَابَ الْهُوْنِ کے بارے مجھے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد دائمی اور شدید رسوائی اور ذلت ہے۔ نافع نے کہا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا آپ نے شاعر کو اس طرح کہتے ہوئے نہیں سنا:

اِنَّا وَجَدْنَا بِلَادَ اللّٰهِ وَاسِعَةً　　تُنْجِيْ مِنَ الذُّلِّ وَالْمَخْزَاةِ وَالْهُوْنِ

"بلاشبہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے شہروں کو وسیع پایا جو ذلت، رسوائی اور اس کی شدت سے نجات دلاتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عَذَابَ الْهُوْنِ سے مراد رسوائی ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 319، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 321

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝۹۵

”بے شک اللہ تعالیٰ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو، نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے یہ ہے اللہ، پس کدھر تم بہکے چلے جا رہے ہو“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دانے اور گٹھلی کو پیدا کیا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو نباتات سے نکالتا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اس سے مراد وہ شگاف ہیں جو دانے اور گٹھلی دونوں میں پائی جاتی ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی دونوں کو چیرنے والا ہے)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے کہ وہ شگاف اور چیر جو گٹھلی اور گندم کے دانے میں ہوتا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ دانے کو بالی سے اور گٹھلی کو کھجور سے نکالتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ نے يُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ کے بارے کہا کہ وہ کھجور کو گٹھلی سے اور بالی کو دانے سے نکالتا ہے اور وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ کے بارے فرمایا وہ گٹھلی کو کھجور سے اور دانے کو بالی سے نکالتا ہے۔

انہی الفاظ کا مفہوم ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ زندہ لوگ مردہ نطفہ سے اور مردہ نطفہ زندہ لوگوں سے خارج ہوتا ہے اور یہی پودوں اور نباتات کا سلسلہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ کا یہ معنی نقل کیا ہے تم کیسے جھٹلاتے ہو۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے تم کہاں پھرے جا رہے ہو اور انہوں نے ہی سدی سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ تمہاری عقلیں اس سے کیسے مراد ہو رہی ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۝۹۶

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58 (830)　　2۔ تفسیر سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 44 (891)، دار الصمیعی ریاض

"وہ نکالنے والا ہے صبح کو (رات کی تاریکی سے) اور بنایا ہے اس نے رات کو آرام کے لیے اور (بنایا ہے)
سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ یہ اندازہ ہے (مقرر کیا ہوا) سب سے زبردست سب کچھ جاننے والے کا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو پیدا فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کا مفہوم نقل کیا ہے کہ اصباح سے مراد دن کے وقت سورج کی روشنی ہے اور رات کے وقت چاند کی روشنی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے مراد فجر کو روشن کرنا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے کہا فَالِقُ الْاِصْبَاحِ سے مراد صبح کو نکالنا ہے (2)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ کے متعلق کہا کہ وہ دن کو نکالنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا کہ قول باری تعالیٰ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رات کے وقت تمام پرندے اور چوپائے ساکن ہو جاتے ہیں (یعنی آرام کرتے ہیں)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا سے مراد دنوں، مہینوں اور سالوں کی تعداد ہے (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا کے بارے فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں ایک حساب سے گردش کرتے ہیں (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حُسْبَانًا سے مراد ضیاء (روشنی) ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں۔ جب ان کے مقررہ ایام پورے ہو جائیں گے تو وہی زمانے کا آخر ہوگا اور فزع اکبر (بہت بڑی گھبراہٹ یعنی قیامت) کی ابتدا ہوگی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے قریب نیچے تمام فرشتوں کے قطعہ پر سمندر کو پیدا فرمایا۔ پس وہ ایک رکی ہوئی موج ہے جو کہ اللہ کے حکم سے ہوا میں قائم ہے اس سے کوئی قطرہ نہیں گرتا۔ تیر کی تیزی کی طرح وہ جاری ہے۔ اس میں سورج، چاند اور ستارے تیرتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (الانبیاء)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 328
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58 (834)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 350
4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 58 (832)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب وہ لوگ ہیں جو سورج اور چاند کی رعایت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کرتے ہیں(1)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے کتاب النجوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب ترین لوگ سورج اور چاند کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کے نزدیک محبوب بنا دیتے ہیں۔

امام ابن شاہین، طبرانی، حاکم اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو سورج، چاند، ستاروں اور سایوں کی رعایت (حفاظت) اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے کرتے ہیں(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے زہد میں اور خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے محبوب ترین لوگ سورج اور چاند کی حفاظت اور رعایت کرنے والے لوگ ہیں(3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اور دیلمی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ (عرش) میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ امانت دار تاجر، میانہ رو امام اور دن کے وقت سورج کی رعایت کرنے والا (قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: اَلتَّاجِرُ الْاَمِيْنُ وَالْاِمَامُ الْمُقْتَصِدُ وَرَاعِي الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ)(4)

حضرت عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے زوائد الزہد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اس دن سات آدمی اللہ تعالیٰ کے (عرش) کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ وہ آدمی جو اپنے بھائی سے ملا اور یہ کہا بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تجھ سے محبت کرتا ہوں اور جواباً دوسرے نے بھی یہی کہا اور وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ آدمی جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اسے اپنے بائیں ہاتھ سے مخفی رکھتا ہے اور وہ آدمی جسے صاحب حسب و جمال عورت نے اپنی طرف بلایا تو اس نے جواب دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس کا دل مساجد سے محبت رکھنے کے سبب انہیں کے ساتھ معلق ہو اور وہ آدمی جو نماز کے اوقات کے لیے سورج کا لحاظ رکھتا ہے اور وہ آدمی جو اگر بولتا ہے تو گفتگو علم کے ساتھ کرتا ہے اور اگر خاموش رہتا ہے تو اس کا سکوت علم و بردباری کی بنا پر ہوتا ہے(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 115 (164) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 115 (163)

3۔ کتاب الزہد، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 820 (43259) مؤسسۃ الرسالہ بیروت 5۔ کتاب الزہد، صفحہ 159

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعاؤں سے یہ بھی ہے "اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ، وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا، اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ، وَاَمْتِعْنِي بِسَمْعِي وَبَصَرِي، وَقُوَّتِي فِي سَبِيْلِكَ" "اے اللہ! صبح کو نکالنے والے، رات کو آرام اور سورج اور چاند کو ذریعہ حساب بنانے والے! مجھ سے قرض کو دور فرما دے، مجھے فقر سے غنا عطا فرما، مجھے قوت سامعت و بصارت کی سلامتی عطا فرما اور اپنے راستے میں مجھے طاقتور بنا دے" (1)

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝

"اور وہی ہے جس نے بنایا ہے تمہارے لیے ستاروں کو تاکہ سیدھی راہ معلوم کر سکو ان سے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں۔ بے شک ہم نے کھول کر بیان کر دیے ہیں دلائل ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے پھر (تمہارے لیے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے بیان کر دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) سمجھتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی راستے سے بھٹک جاتا ہے درآنحالیکہ سخت تاریکی اور گرج دار کڑک والی بارش ہو (تو اللہ تعالیٰ نے راستہ بھٹکنے کی صورت میں سیدھی راہ معلوم کرنے کے لیے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہا جائے)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور خطیب رحمہم اللہ نے کتاب النجوم میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ستاروں کے بارے میں اتنا علم سیکھو جس کے سبب تم خشکی اور سمندر میں سیدھی راہ معلوم کر سکو۔ پھر رک جاؤ (یعنی ستاروں سے مزید معلومات کی کوشش نہ کرو) کیونکہ قسم بخدا ستارے آسمان کی زینت، شیطان کو بھگانے اور ایسی علامات کے طور پر پیدا کیے گئے ہیں جن سے سیدھی راہ کی راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور نسبت سے متعلق اتنا سیکھو جس کے سبب تم اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر سکو اور جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں اور جو تم پر حرام کی گئی ہیں ان کے بارے علم حاصل کرو، پھر رک جاؤ (یعنی اتنی معلومات حاصل کرنا ہر آدمی کے لیے لازم اور ضروری ہے)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور خطیب رحمہم اللہ نے کتاب النجوم میں نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین امور کے لیے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کے لیے زینت بنایا، انہیں راستے کی راہنمائی کا ذریعہ بنایا اور انہیں شیاطین کو بھگانے والا بنایا۔ پس جو ان میں کسی اور مقصد

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 24 (29133)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم ستاروں کے بارے سوال نہ کرو اور قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے نہ کرو اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو برا بھلا مت کہو۔ کیونکہ یہ محض ایمان ہے۔

امام ابن مردویہ اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا اور مجھے اچھی طرح پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

امام ابن مردویہ، مرہبی اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ستاروں میں غور وفکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام طبرانی، ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں اور خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو۔ جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو تم خاموش رہو(1)۔

امام ابو یعلیٰ، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارے دو خصلتوں کا خوف ہے۔ ان میں سے ایک تقدیر کی تکذیب اور دوسری ستاروں کی تصدیق ہے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حَذۡقًا بِالنُّجُوۡمِ" یعنی ستاروں میں مہارت (یعنی لوگ تقدیر کو جھٹلائیں گے اور ستاروں کو سبب قرار دے کر ان کی تصدیق کریں گے)(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو داؤد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ستاروں کے بارے علم حاصل کیا تو اس نے سحر (جادو) کا ایک حصہ حاصل کر لیا۔ جتنا اس میں اضافہ ہوگا اتنا ہی یہ بڑھتا جائے گا(3)۔

عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جو ستاروں میں غور وفکر کرتے ہیں اور برجوں کا حساب لگاتے ہیں میں ایسا کرنے والوں کو صاحب اخلاق گمان نہیں کرتا(4)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا: میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لے اور علم نجوم سے اجتناب کر کیونکہ یہ کہانت کی طرف دعوت دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی

1۔ معجم کبیر، روایت ثوبان، جلد 2، صفحہ 96 (1427)، مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ
2۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 3، صفحہ 407 (4121)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 239 (25646)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 240 (25648)

نیک کا ذکر بھلائی اور خیر کے ساتھ کر۔ ورنہ تجھے اللہ تعالیٰ چہرے کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے سبب اس دین کو غالب کیا اور تقدیر کے بارے گفتگو کرنے سے اجتناب کر۔ کیونکہ جب بھی اس کے بارے دو آدمی گفتگو کرتے ہیں تو یا دونوں گناہ کرتے ہیں یا ان میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

امام خطیب رحمۃ اللہ نے کتاب النجوم میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت عطاء رحمۃ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا علم نجوم کی کوئی اصل اور حقیقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ گروہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ ان کی قوم نے انہیں کہا ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم مخلوق کی ابتدا اور ان کی عمروں کے بارے جان لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بادلوں کی طرف وحی فرمائی پس اس نے ان پر بارش برسادی اور پہاڑ پر صاف پانی جمع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کی طرف اس پانی میں تیرنے کی وحی فرمائی۔ بعد ازاں حضرت یوشع ابن نون کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اپنی قوم کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھیں۔ وہ پہاڑ پر چڑھے اور پانی پر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے مخلوق کی ابتدا اور ان کی عمروں کو سورج، چاند اور ستاروں کے چلنے اور رات اور دن کی ساعتوں کے سبب پہچان لیا۔ ان میں سے ہر کوئی جانتا تھا وہ کب مرے گا، کب بیمار ہو گا، کون ہے جس کی اولاد ہوں گی اور کون ہے جس کی اولاد نہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے زمانے کا کچھ حصہ اسی طرح باقی رہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے کفر کے سبب ان کے ساتھ قتال کیا۔ تو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کرنے کے لیے ان افراد کو بھیجا جن کی موت کا مقررہ وقت ابھی نہیں تھا اور جن کی موت کا مقررہ وقت موجود تھا انہیں اپنے گھروں میں پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے صحابہ قتل ہوتے رہے اور ان میں سے کوئی بھی قتل نہ ہوا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تیری اطاعت پر قائم رہنے کی وجہ سے جنگ لڑ رہا ہوں اور وہ تیری نافرمانی میں قتال کر رہے ہیں۔ لیکن میرے ساتھیوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور ان میں سے کوئی بھی مقتول نہیں ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ میں نے انہیں مخلوق کی ابتدا اور ان کی مقررہ عمروں کے بارے بتا دیا ہے۔ پس انہوں نے تمہارے مقابلے میں انہی افراد کو بھیجا ہے جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور جن کی موت کا وقت آچکا ہے انہیں اپنے گھروں میں ہی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارے ساتھی قتل ہو رہے ہیں اور ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا جا سکا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! تو نے انہیں یہ علم کیسے عطا فرمایا؟ تو رب کریم نے فرمایا سورج، چاند اور ستاروں کی چال اور رات اور دن کی ساعتوں کے سبب۔ تو پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تو ان پر سورج کو ٹھہرا دیا گیا اور اس کے سبب دن میں اضافہ ہو گیا۔ پس اس زیادتی نے رات اور دن کو خلط ملط کر دیا اور انہیں اس زیادتی کی مقدار معلوم نہ ہو سکی اور یوں ان کا حساب خلط ملط ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ستاروں میں غور و فکر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

امام مرہبی رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کرم ﷺ کو خیبر میں فتح عطا فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنی توس منگائی اور اس پر ٹیک لگا کر اس کے سہارے قیام فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس فتح و نصرت سے نوازا تھا اس کا تذکرہ فرمایا۔ پھر چند چیزوں سے منع فرمایا بدکاری کے مہر، سونے کی انگوٹھی، گدھوں سے گفتگو، اخت اور کھردرا لباس پہننے، کتے کے ثمن وصول کرنے، گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے، سونے کی بیع صرف سونے کے عوض اور چاندی کی بیع صرف چاندی کے عوض جب کہ ان کے درمیان تفاضل پایا جائے اور ستاروں میں غور و فکر کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

امام مرہبی رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم ستاروں کی تعلیم نہ دو کیونکہ یہ کہانت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

امام ابن مردویہ نے حضرت حسن کی سند سے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس جزیرہ کو شرک سے پاک کر دیا ہے۔ جب تک کہ ستاروں نے انہیں گمراہ نہ کیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ستاروں کے بارے میں ابوجاد کے حروف سیکھنے والے کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ وَهُوَ الَّذِيٓ أَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کے متعلق ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ان کے بائیں کندھے پر ضرب لگائی تو آپ کی صلب سے آپ کی اولاد نکلی یہاں تک کہ اس نے ساری زمین کو بھر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ کے متعلق امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے کئی طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ فرمایا المستقر (ٹھہرنے کی جگہ) سے مراد وہ قرارگاہ ہے جو رحم میں ہوتی ہے اور المستودع (امانت رکھے جانے کی جگہ) سے مراد وہ امانت کی جگہ ہے جو مردوں اور چوپاؤں کی صلبوں میں رکھی جاتی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ مستقر وہ جگہ ہے جو رحم میں ہے اور زمین کے ظاہر اور باطن میں جو چیزیں زندہ ہیں اور جو مر چکی ہیں (وہ سب اپنی اپنی قرارگاہ میں ہیں) اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ مستقر سے مراد وہ جگہ ہے جو زمین میں ہے اور مستودع وہ جگہ ہے جو صلب میں ہے (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ ان کے ٹھہرنے کی جگہ دنیا میں ہے اور ان کے امانت رکھے جانے کی جگہ آخرت میں ہے (2)۔

امام فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 335 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 59 (814)

اس سے ہم دو ہری بالیں۔ نکالتے ہیں اس سے (خوشہ جس میں) دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں۔
اور (نکالتے ہیں) کھجور سے یعنی اس کے گابھے سے گچھے نیچے جھکے ہوئے اور (ہم نے پیدا کئے) باغات انگور اور
زیتون اور انار کے جن (شکل و ذائقہ میں) ایک جیسے ہیں اور بعض الگ الگ۔ دیکھو ہر درخت کے پھل کی
طرف جب وہ پھل دار ہو اور (دیکھو) اس کے پکنے کو۔ بے شک ان میں نشانیاں ہیں (اس کی قدرت کاملہ کی)
اس قوم کے لئے جو ایمان دار ہے"۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت براء بن
عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دَانِيَةٌ سے کا معنی قریب ہے یعنی ایسے گچھے جو قریب ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھجور کے وہ
چھوٹے درخت جن کے خوشے زمین کے ساتھ ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا قِنْوَانٌ کا
معنی گچھے ہیں اور دَانِيَةٌ کا معنی منصوبہ (لگایا گیا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ سے مراد وہ خوشہ
ہے جو کاٹنے سے قریب ہو۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے
کہا ہے قِنْوَانٌ کا معنی کھجور کا خوشہ ہے اور دَانِيَةٌ کا معنی لٹکنے والا ہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ کے بارے
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے پتوں کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں اور اپنے پھل کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے قول باری تعالیٰ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ کے بارے
نقل کیا ہے کہ تم درخت کی سبزی اور انگور کی طرف دیکھو جب وہ پھل دار ہو۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ثَمَرِهٖ کو ثاء اور میم کی نصب (زبر) کے
ساتھ پڑھا ہے اور يَنْعِهٖ کی یاء کو منصوب پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسعر رحمہ اللہ نے کہا لوگوں پر فرض ہے کہ جب درختوں پر پھل
لگیں تو وہ صحرا کی طرف دیکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ۔

امام ابو عبید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ يَنْعِهٖ کا معنی پھل کا پکنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 341، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 340
3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 60 (837)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے(1)۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ مجھے وَيَنْعِهٖ کا معنی بتائیے تو انہوں نے فرمایا اس سے مراد پھل کا پکنا اور اس کا اپنی آخری حد کو پہنچنا ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

إِذَا مَا مَشَتْ وَسْطَ النِّسَاءِ تَأَوَّدَتْ   كَمَا اهْتَزَّ غُصْنٌ نَاعِمُ النَّبْتِ يَانِعُ

"جب وہ عورتوں کے درمیان چلتی ہے تو جھک جاتی ہے جیسا کہ پکے ہوئے پھلوں سے لدی ہوئی نرم و نازک ٹہنی حرکت کرتی ہے"۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

"اور بنایا انہوں نے اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے انہیں اور گھڑ لیے ہیں انہوں نے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں محض جہالت سے۔ پاک ہے وہ اور برتر ہے ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ موجد ہے آسمانوں اور زمین کا۔ کیوں کر ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی۔ اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ یہ اللہ ہے (جو) تمہارا پروردگار ہے نہیں کوئی خدا سوائے اس کے، پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ پس عبادت کرو اس کی اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "واللہ خلقهم" یعنی انہوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور آپ نے خَرَقُوْا لَهٗ کا معنی "تخرّصوا" کیا ہے۔ یعنی انہوں نے اللہ کے لیے کذب بیانی سے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیے(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ کے بارے فرمایا: انہوں نے اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 343   2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 345

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خَرَقُوْا لَهٗ کا معنی کذبوا ہے یعنی انہوں نے کذب بیانی کی۔

امام ابن ابی حاتم نے وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے قول نقل کیا ہے کہ عرب کہتے ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہود و نصاریٰ کہا کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام دونوں اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ کے بارے کہا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولا۔ یہود و نصاریٰ تو یہ کہتے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور مشرکین عرب لات و عزیٰ کی پوجا کیا کرتے تھے اور کہتے تھے عزیٰ اللہ تعالیٰ کی بیٹی ہے حالانکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ مجھے وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ کے بارے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیے ہیں۔ تو نافع نے کہا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس طرح کہتے نہیں سنا:

اِخْتَرَقَ الْقَوْلَ بِهَا ذَاهِبًا مُسْتَقْبِلًا اَشْعَثَ عَذْبَ الْكَلَامِ

"اس نے مستقبل سے غافل ہو کر اس کے بارے جھوٹی بات گھڑلی اور کلام کی عذوبت کو پراگندہ کر دیا"۔

امام ابو الشیخ نے حضرت یحییٰ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور کہتے تھے۔ جَعَلُوْا لِلّٰهِ خَلْقَهُمْ یعنی انہوں نے (اس) اللہ کے لیے شریک بنا لیے جس نے انہیں پیدا کیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ وَ خَلَّقَهُمْ کو تشدید کے ساتھ پڑھتے اور کہتے معنی یہ ہے وہ آسمانی کو اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کچھ انہوں نے جھوٹ گھڑا ہے وہ انہوں نے آسانی کے ساتھ گھڑ لیا ہے۔ جب آدمی بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہے تو پوری قوم میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں نے افترا پردازی کی اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝

"نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ گھیرے ہوئے ہے سب نظروں کو اور وہ بڑا باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے"۔

امام ابن ابی حاتم، عقیلی، ابن عدی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے بارے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان، جنات، شیاطین اور ملائکہ کی تخلیق کے وقت سے لے کر ان کے فنا ہونے کے دن تک ان کی ایک ہی صف بنا دی جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہ کر سکیں۔ امام ذہبی نے کہا ہے یہ حدیث منکر ہے۔

امام ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے "رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ" حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے آپ سے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ہے؟ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کہ نظریں اسے گھیر نہیں سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ تو آپ نے فرمایا تم اسے کچھ نہیں۔ وہ اس کا نور ہے جب وہ اپنے نور کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو کوئی شے اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اور ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ جب وہ اپنی کیفیت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے تو آنکھ اس پر ٹھہر نہیں سکتی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ کسی کی نظر اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتی (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو آپ کے پاس موجود افراد میں سے کسی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ؟ تو عکرمہ نے اسے کہا کیا تو آسمان کو دیکھتا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ تو آپ نے کہا کیا سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے۔

عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے بزرگ اور اعظم ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ کر سکیں۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی نے کتاب الرؤیہ میں حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا میں نظریں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا اہل جنت جنت میں تو اس کا دیدار کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (القیامۃ) "کئی چہرے اس روز تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کے (انوار جمال) کی طرف دیکھ رہے ہوں گے" فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کوئی شے اسے نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ وہ ساری مخلوق کو دیکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں نظریں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 12، صفحہ 122 (3279)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 348

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ دَرَسْتَ کا معنی قرأت اور تعلمت ہے۔ یعنی آپ نے پڑھا اور سیکھا (1)۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، الطبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "دَرَسْتَ" یعنی آپ نے تلاوت کی اور خوب جھگڑا اور جدل کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد سے لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ کا یہ مفہوم نقل کیا ہے و قریش نے کہا آپ سیکھنے میں غالب رہے۔ دراصل آپ نے یہود کو پڑھ کر سنایا اور انہوں نے آپ پر پڑھا (3)۔

امام سعید بن منصور، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ بچے اس طرح یہ دَرَسْتَ پڑھتے ہیں حالانکہ یہ دَرَسَتْ ہے یعنی اس میں سین پر فتحہ اور تا پر جزم ہے۔ اور وہ پڑھتے ہیں "وَحِرْمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ" (الانبیاء: 95) حالانکہ وہ لفظ "وَحَرَامٌ" ہے۔ اسی طرح بچے پڑھتے ہیں "فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ" حالانکہ اصل میں وہ لفظ "حَامِیَةٍ" ہے۔ گویا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ تمام کلمات میں ان سے مخالفت کرتے تھے (4)۔

امام ابن مردویہ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے لِیَقُوْلُوْا دَرَسَتْ پڑھایا ہے۔ یعنی اس میں سین پر جزم اور تا پر فتحہ ہے (5)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دَارَسْتَ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے یہود کو خوب پڑھایا اور انہیں خوب سمجھایا اور حضرت ابی کی قرأت میں دَرَسَ بمعنی تعلم (سیکھنا) ہے۔

امام ابو عبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں "وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسَ" کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پڑھا (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے "دَرَسْتَ" پڑھا اور کہا اس کا معنی ہے آپ نے خوب علم حاصل کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابو اسحاق ہمدانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں "دَرَسَتْ" ہے۔ یعنی اس میں الف نہیں اور سین پر نصب اور تا پر وقف ہے (7)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ لِیَقُوْلُوْا دَرَسَتْ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی آپ نے مٹا دیا اور ختم کر دیا (8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 355
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 82 (344)
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 72 (904)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 358
5۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 260 (2937)، دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 358
7۔ ایضاً
8۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 357

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ دَرَسْتَ (بالتشدید) پڑھتے تھے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ "دارست" پڑھتے تھے اور بطور تمثیل یہ بیان کرتے دارس کطعم النضاب والقلقم۔ (ان کے صاب اور حنظل کے ذائقہ کی طرح پڑھا)(2)

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لِيَقُولُوا دَرَسْتَ کہ وہ کہیں آپ نے پڑھا اور سیکھا۔ قریش آپ کو اس طرح کہتے تھے(3)۔

ارشاد باری تعالیٰ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ مشرکین سے رک جائیں، دور ہٹ جائیں۔ یہ حکم منسوخ ہے اور اسے آیت قتال نے منسوخ کیا ہے۔ وہ یہ ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ:5) "تو قتل کرو مشرکین کو جہاں کہیں تم پاؤ انہیں"۔

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ۗ وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

"اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان۔ اور نہیں ہیں آپ ان کے ذمہ دار"۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر میں چاہتا تو میں ان تمام کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وکیل بمعنی حفیظ (حفاظت کرنے والا) ہے۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

"اور تم نہ برا بھلا کہو انہیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی برا بھلا کہنے لگیں اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے۔ یونہی آراستہ کر دیا ہے ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل پھر اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے انہیں، پھر وہ آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے"۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 75 (909)، الصمیعی ریاض

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الفی بالقراءۃ القرآن، جلد 6، صفحہ 123 (29965)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 355

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ کی آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ ہمارے معبودوں کو سب و شتم کرنے سے بالضرور باز آجائیں۔ یا پھر ہم بھی آپ کے رب کی بالضرور ہجو کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمادیا (تاکہ ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی جہالت کے باعث زیادتی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا جب حضرت ابوطالب قریب الموت ہوئے تو قریش نے کہا چلو ہم اس آدمی کے پاس جائیں اور اسے جا کر کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے۔ کیونکہ ہم حیا محسوس کریں گے کہ ان کی موت کے بعد ہم انہیں قتل کردیں۔ عرب کہتے ہیں وہ آپ کو روکے رکھتے تھے کہ جب وہ مر گیا تو یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ابوسفیان، ابوجہل، نضر بن حارث، خلف کے دو بیٹے امیہ اور ابی، عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن العاص اور اسود بن البختری چل پڑے اور انہوں نے اپنے میں سے مطلب نامی ایک شخص کو بھیجا۔ کہ وہ ہمارے لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اجازت لے۔ پس وہ ابوطالب کے پاس آیا اور کہا یہ آپ کی قوم کے سردار ہیں جو آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ تو وہ اندر داخل ہوئے اور کہا اے ابوطالب! آپ ہمارے بزرگ اور ہمارے سردار ہیں اور محمد (ﷺ) نے ہمیں اذیت پہنچائی ہے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور ہمارے معبودوں کے بارے گفتگو کرنے سے انہیں منع کریں۔ تو ہم بھی انہیں اور ان کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ پس انہوں نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ کو حضرت ابوطالب نے کہا یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ تو ہم بالیقین آپ کو اور آپ کے اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہیں ایسی چیز عطا کردوں۔ کیا تم میرے ساتھ ایک کلمہ کہو گے اگر تم نے وہ کہہ دیا تو تم عرب کے مالک بن جاؤ گے اور اس کے سبب عجم کا خراج تمہارے قریب ہو جائے گا؟ یہ سن کر ابوجہل نے کہا تیرے باپ کی قسم! بالیقین ہم وہ اور اس کی مثل دس اور بھی کہیں گے۔ بتائیے وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر کہو لا الہ الا اللہ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) انہوں نے انکار کردیا اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا اس کے علاوہ کچھ اور کہو۔ کیونکہ آپ کی قوم اس سے گھبرا گئی ہے خوفزدہ ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا! میں اس کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ یہاں تک کہ یہ سورج لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیں۔ اگر یہ سورج بھی لے آئیں اور اسے میرے ہاتھ پر رکھ دیں تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کے ارادے سے میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہوں گا (عربی الفاظ ملاحظہ فرمائیے) "قَالَ يَا عَمِّ مَا أَنَا بِالَّذِي أَقُولُ غَيْرَهَا حَتَّى يَأْتُوا بِالشَّمْسِ فَيَضَعُوهَا فِي يَدِي، وَلَوْ أَتَوْنِي بِالشَّمْسِ فَوَضَعُوهَا فِي يَدِي مَا قُلْتُ غَيْرَهَا إِرَادَةَ أَنْ يُؤْيِسَهُمْ"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 380

اس پر وہ غضب ناک ہو گئے اور کہنے لگے تجھے چاہیے کہ ضرور بضرور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جا ورنہ ہم تجھے اور اسے برا بھلا کہیں گے جو تجھے حکم دیتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے مسلمان کفار کے بتوں کو برا بھلا کہتے تھے پس کفار اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (1)

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ کے بارے حضرت زید بن اسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ان کے وہ عمل مزین کر دیے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہی پر انہیں موت آتی ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْـــِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

"اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی بڑی کوشش سے کہ اگر آ گئی ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور ایمان لائیں گے اس کے ساتھ۔ آپ فرمایئے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آ جائے گی تو (تب بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے اور ہم پھیر دیں گے ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو جس طرح وہ نہیں ایمان لائے تھے اس کے ساتھ پہلی مرتبہ اور ہم چھوڑ دیں گے انہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں۔"

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۔۔۔ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ "اور وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 360

اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو اس کے ساتھ ضرور ایمان لائیں گے"۔ آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ (اے گروہ مسلمین!) تمہیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آجائے گی تو (تب بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں اسلام پر مجبور کر دے گا۔

امام ابن جریر نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش سے گفتگو فرمائی۔ تو انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا جسے آپ پتھر پر مارتے تھے (تو اس سے چشمے جاری ہو جاتے تھے)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور قوم ثمود کے لیے ایک اونٹنی تھی۔ آپ بھی تو کوئی ایسی نشانیوں میں سے ہمارے پاس لائیں تا کہ ہم آپ کی تصدیق کر سکیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون سی چیز تم پسند کرتے ہو کہ میں وہ تمہارے پاس لے آؤں؟ انہوں نے کہا آپ صفا (پہاڑ) کو ہمارے لیے سونا بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ قسم بخدا! اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم تمام کے تمام بالضرور آپ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ دعا مانگنے کے لیے اٹھے۔ دریں اثنا حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور آ کر کہا اگر آپ چاہیں گے تو صفا سونا ہو جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود اگر انہوں نے تصدیق نہ کی تو پھر ہم بالضرور انہیں عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان میں سے توبہ کرنے والے توبہ کر لیں۔ تو آپ ﷺ نے کہا بلکہ ان میں سے توبہ کرنے والے توبہ کریں (یعنی آپ ﷺ نے اس دوسری صورت کو زیادہ پسند فرمایا) تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ - یَجْهَلُوْنَ۔(1)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت ان استہزاء کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معجزے کے بارے سوال کیا تھا۔ تو ان کے بارے میں وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ - یَجْهَلُوْنَ تک آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا قسم سے مراد یمین ہے پھر یہ آیت پڑھی وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی نقل کیا ہے کہ قسم سے مراد یمین ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت مجاہد سے یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا قریش نے حضور نبی کریم ﷺ سے کوئی معجزہ لانے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان سے قسم لی کہ وہ ضرور بالضرور اس کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور مجاہد نے وَ مَا یُشْعِرُكُمْ کی تفسیر میں کہا تم کیسے جانتے ہو؟ پھر ان کے بارے ثابت کر دیا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ کے بارے کہا کہ ہم ان کی قسم اور ان کے درمیان حائل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ہم پہلی مرتبہ ان کے اور اس کے درمیان حائل ہوئے۔ اگرچہ تمام نشانیاں اور معجزات

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 7، صفحہ 382

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الله ... ایمان، جلد 3، صفحہ 83 (12322)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　3۔ ایضاً، (12328)

ان کے لیے ظاہر ہو جائیں اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ یعمھون کا معنی یترددون ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے وَمَا يُشْعِرُكُمْ کے بارے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کیا تمہیں خبر ہے کہ تم ایمان لے آؤ گے جب وہ علامت اور نشانی ظاہر ہوگی۔ پھر مستقبل کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ علامت ظاہر ہوگی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نضر بن شمیل رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے خلیل بن احمد سے وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ لعلها کے معنی میں ہے کیا تو جانتا نہیں کہ تو یہ کہتا ہے اذْهَبْ إِنَّكَ تَأْتِينَا بِكَذَا (تو جا اور فلاں فلاں چیز لے کر ہمارے پاس آ) تو وہ جواب دیتا ہے لعلك (شاید ایسا ہو)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ آیہ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ جب مشرکین نے اس کا انکار کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو پھر ان کے دل کسی شے پر ثابت اور قائم نہ رہ سکے اور انہوں نے ہر امر کو رد کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ آیہ کے تحت بیان کیا ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ واضح نشانیاں اور علامات لے کر ان کے پاس تشریف لائے لیکن وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ تو ہم نے ان کی آنکھوں اور ان کے دلوں کو پھیر دیا اور اگر ان کے پاس اس کی مثل ہر نشانی بھی آ جائے تو وہ ایمان نہ لائیں مگر (تب) جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ ایمان لائیں تب ہی وہ ایمان لا سکتے ہیں ورنہ نہیں)

امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں، ابن ابی شیبہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو کہنے لگے۔ میرے اس طرح کے دن کے لیے کون عمل کرتا ہے، میری اس طرح کی ساعت کے لیے کون عمل کرتا ہے، میرے اس طرح کے ٹھکانے کے لیے کون عمل کرتا ہے۔ پھر کہنے لگے وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ پھر ان پر غشی طاری ہو گئی پھر انہیں افاقہ ہوا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح تفسیر نقل کی ہے کہ آیت میں قُبُلًا کا معنی معاینۃ ہے۔ یعنی اگر ہم ان کے روبرو ہر شے جمع کر دیتے تب بھی وہ (اہل شقاوت) ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا۔ یعنی وہ اہل سعادت جو پہلے سے اس کے علم میں ہیں کہ وہ ایمان لائیں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے "اور ہم ان کے روبرو ہر شے جمع کر دیتے" یعنی وہ اسے روبرو دیکھ لیتے (تب بھی ایمان نہ لاتے)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا کا معنی جماعة قبيلا (یعنی ہم ان پر ہر شے کو گروہ در گروہ جمع کر دیتے)۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا یَفْتَرُوْنَ ۝ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

"اور اسی طرح بنا دیے ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن (یعنی) سرکش انسان اور جن جو چپکے چپکے سکھاتے تھے ایک دوسرے کو خوش نما باتیں (لوگوں کو) دھوکہ دینے کے لیے اور اگر چاہتا آپ کا رب تو وہ یہ نہ کرتے سو چھوڑ دیجئے انہیں اور جو وہ بہتان باندھتے ہیں۔ اور (چھوڑ دیجئے) تاکہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان کے دل جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر اور تاکہ پسند کریں اسے اور کرتے رہیں جو گناہ وہ اب کر رہے ہیں"۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ابا ذر! اللہ تعالیٰ سے جن و انس میں کے شیاطین کے شر سے پناہ مانگ، انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر یہ آیت پڑھی شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔

امام احمد، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: جن و انس کے شیاطین (کے شر) سے پناہ مانگ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا انسانوں میں سے بھی شیاطین ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کے تحت بیان کیا ہے، بلاشبہ جنات کے لیے شیاطین ہیں جو انہیں گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ انسانوں کے شیاطین انہیں گمراہ کرتے ہیں۔ پس انسانوں کا شیطان اور جنوں کا شیطان آپس میں ملتے ہیں تو یہ اسے کہتا ہے: میں اس سبب سے اسے گمراہ کرتا ہوں اور میں اس طرح اسے گمراہ کرتا ہوں (یعنی گمراہ کرنے اور صراط مستقیم سے بھٹکانے کے اسباب اور طریقے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں) پس ارشاد باری تعالیٰ۔ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جن وہ جان ہیں، وہ شیاطین نہیں ہیں اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، یہ ابلیس کے ساتھ ہی مریں گے، جب کہ جنات مر جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ مومن ہیں اور کچھ کافر ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ کاہن انسانوں میں سے شیاطین ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ کے تحت

بیان کیا ہے کہ جنوں کے شیاطین انسانوں کے شیاطین کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ (الانعام:121) ''اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ اندازی کرتے ہیں''۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ کے تحت نقل کیا ہے کہ انسانوں میں سے شیاطین ہیں اور جنوں میں سے شیاطین ہیں جن میں سے بعض بعض کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کے تحت بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایسا قول ہے جو باعث ہلاکت ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا قول ہے جس میں ہلاکت ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے لیے قول کو مزین کرتے ہیں تا کہ ان کے مذہب اور آزمائش میں وہ بھی ان کی اتباع کریں۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن منذر، ابو نصر سجزی رحمہم اللہ نے الابانہ میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اسی آیت کے تحت بیان کیا ہے۔ جنوں میں سے شیاطین انسانوں کے شیاطین یعنی کافر انسانوں کو چپکے چپکے سکھاتے ہیں۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا یعنی باطل کو باتوں کے ساتھ مزین اور آراستہ کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے '''' کے تحت بیان کیا ہے کہ تم قول کو خوشنما بناؤ اور اسے خوب مزین و آراستہ کرو۔ اور زُخْرُفَ الْقَوْلِ کے تحت فرمایا وہ اس کے ساتھ لوگوں اور جنات کو دھوکا دیتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں ابن زید نے کہا زخرف سے مراد مزین اور خوشنما ہے۔ یعنی ان کے لیے اس دھوکے کو اس طرح آراستہ کیا گیا جس طرح ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اپنے فریب کو مزین کیا تھا اور آپ کو قسم دی کہ وہ ناصحین میں سے ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَ لِتَصْغٰۤى کا معنی لِتَمِیْلَ (تا کہ مائل ہو جائیں) کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ کا معنی ''تزیغ'' ہے (یعنی تا کہ اس کی طرف ان کے دل مائل ہو جائیں یا جھک جائیں) اور وَ لِیَقْتَرِفُوْا کا معنی ''لیکتسبوا'' (تا کہ وہ کرتے رہیں) ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے ان الفاظ کا یہ معنی نقل کیا ہے تا کہ کفار کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں وَ لِیَرْضَوْهُ اور تا کہ اسے پسند کریں وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ کا مفہوم بیان کرتے ہیں تا کہ وہ عمل کرتے رہیں جو وہ سب کر رہے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 3-12، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوالتیاح رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عبدالرحمن بن خنبش کو کہا جس وقت شیاطین قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ شیاطین پہاڑوں اور وادیوں سے اترے اور رسول اللہ ﷺ کا ارادہ کرتے ہوئے آئے۔ ان میں ایک شیطان تھا جس کے پاس آگ کا شعلہ تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو جلا دے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ گھبرا گئے۔ اتنے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد ﷺ کہو۔ آپ نے فرمایا کیا کہوں؟ جبریل امین علیہ السلام نے کہا یہ کہو "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَذَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ" راوی کہتے ہیں کہ وہ کلمات پڑھنے کے بعد شیاطین کی آگ بجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش دی (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنات کی رات جنوں میں سے ایک عفریت آیا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم پڑھنا شروع کر دیا لیکن وہ آپ کے قریب تر آنے میں اور اضافہ کرتا رہا۔ تو جبریل امین نے آپ ﷺ سے کہا کیا میں نے آپ کو وہ کلمات نہیں سکھائے تھے جنہیں آپ پڑھیں تو وہ منہ کے بل گر پڑے اور اس کا شعلہ بجھ جائے؟ یہ کہو۔ "أَعُوذُ بِوَجْهِ اللَّهِ الْكَرِيمِ وَبِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَذَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ" چنانچہ آپ ﷺ نے یہ کلمات کہے تو وہ منہ کے بل گر گیا اور اس کا شعلہ بجھ گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو جنات آپ سے ملے۔ وہ آپ کی طرف آگ کے انگارے پھینک رہے تھے تو جبریل امین علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ پناہ طلب کیجئے۔ پس آپ ﷺ نے ان کلمات کے ساتھ پناہ طلب کی تو وہ آپ ﷺ سے دور ہٹ گئے۔ وہ کلمات جو آپ ﷺ نے کہے وہ یہ ہیں "أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا بَثَّ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ"

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا

1۔ شعب الایمان، باب فی تحریم [illegible]، جلد 4، صفحہ 75 (4710)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا
اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ
رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ
الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝

"تو کھاؤ اس میں سے جس پر لیا گیا ہے نام خدا کا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو۔ اور کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ نہیں کھاتے ہو تم اس جانور کو لیا گیا ہے اللہ کا نام جس پر حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے تمہارے لیے جو اس نے حرام کیا تم پر مگر وہ چیز کہ تم مجبور ہو جاؤ اس کی طرف۔ اور بے شک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو اور ترک کر دو ظاہری گناہ کو اور چھپے ہوئے کو۔ بے شک وہ لوگ جو کماتے ہیں گناہ (تو) جلدی ہی سزا دی جائے گی انہیں (اس گناہ کی) جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے"۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، بزار، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہودی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: کیا ہم انہیں تو کھائیں جنہیں ہم خود قتل کرتے ہیں اور انہیں نہ کھائیں جنہیں اللہ تعالیٰ مارتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں "فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝" (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔ کیونکہ وہ حلال ہے۔ اگر تم اس کی آیتوں کے ساتھ ایمان لانے والے ہو۔ یعنی اگر تم قرآن کی تصدیق کرتے ہو۔ اور کیا ہے تمہیں کہ تم ان ذبائح کو نہیں کھاتے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان چیزوں کو مفصل بیان کر دیا ہے جنہیں اس نے تم پر حرام قرار دیا ہے مثلاً مردار وغیرہ۔ مگر وہ چیز کہ تم اس کی طرف مجبور ہو جاؤ۔ اور بے شک بہت سے مشرکین عرب اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث ذبائح وغیرہ کے معاملات میں گمراہ کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

1۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 133، مطبوعہ دار القرآن والحدیث

مارتا ہے؟ تو فرمایا بے شک وہ جانور جنہیں تم ذبح کرتے ہو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور وہ جو خود مرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا اے محمد! (ﷺ) کیا وہ جانور جسے تم خود قتل کرو اور ذبح کرو اسے تو تم کھاتے ہو اور وہ جانور جسے تمہارا رب مار دے اسے تم حرام قرار دیتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور اس میں فرمایا کہ اگر تم نے ان کا کہنا مانا پھر اس شے میں جس سے میں نے منع کیا ہے تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے گمراہ لوگوں میں سے اپنے دوستوں کا قصد کیا اور انہیں آ کر کہا تم مردار کے معاملہ میں محمد (ﷺ) کے اصحاب سے جھگڑا کرو اور انہیں کہو وہ جانور جسے تم خود ذبح کرو اور مار دو اسے تم کھاتے ہو اور وہ جانور جسے اللہ تعالیٰ مار دے اسے تم نہیں کھاتے۔ حالانکہ تم اعتقاد رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کر رہے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ" قسم بخدا! ہم جانتے ہیں کہ شرک صرف تین صورتوں میں سے ایک میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ تسلیم کیا جائے یا غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے، یا پھر غیر اللہ کا نام لے کر جانوروں کو ذبح کیا جائے۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے "وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ" کے بارے فرمایا کہ ابلیس مشرکین قریش کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

سعید بن منصور، عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس کسی نے ذبح کیا اور اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا تو اسے چاہیے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرے اور اسے کھائے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ جب کہ اس نے فطرت پر ذبح کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں موجود ہوتا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو مالک سے ایسے آدمی کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جو ذبح کرتا ہے اور اس پر تسمیہ بھول جاتا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ سے کہا گیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ" کہاں گیا؟ تو انہوں نے فرمایا بلاشبہ تو نے اسے اپنے دین کے مطابق ہی ذبح کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد گرامی کے بارے میں حضرت عطاء سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ان ذبیحوں سے منع کیا ہے جن میں قریش بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور اس نے مجوسیوں کے ذبائح سے بھی منع کیا ہے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے یا نہ لے۔ بشرطیکہ وہ ارادۃً ایسا نہ کرے۔ شکار کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور نبی کریم ﷺ کے عہد

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 83 (915)، دار الصمیعی الریاض

مضافات میں ایک قوم جو اسلام لائی اور وہ گوشت لے کر مدینہ منورہ آئے تاکہ وہاں بیچیں گے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں میں اس سے کوئی نفرت سی ہوئی کہ شاید انہوں نے (ذبح کے وقت) بسم اللہ شریف نہ پڑھی ہو تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم خود بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب مسلمان ذبح کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ کھا لے۔ کیونکہ مسلمان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے (2)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا خیال ہے ہم میں سے اس آدمی کے بارے میں جو ذبح کرتا ہے اور تسمیہ بھول جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا اسم ہے (یعنی ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی موجود ہے لہٰذا اسی کا اعتبار کرتے ہوئے ذبیحہ حلال ہوگا) (3)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے کہا مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اگر وہ ذبح کرے اور تسمیہ بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ بسم اللہ پڑھے اور اسے کھا لے۔ کیونکہ مجوسی اگرچہ ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لے تب بھی وہ نہیں کھایا جاتا (4)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ" منسوخ ہے اور اس سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ" (المائدہ: 5) (اور ان کا کھانا جنہیں کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہے) (5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے وہ ذبائح کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے بارے میں جو ذبح کرتا ہے اور تسمیہ بھول جاتا ہے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نہیں کھایا جائے گا۔

امام نحاس نے حضرت شعبی کا قول ذکر کیا ہے کہ تم وہ جانور نہ کھاؤ جسے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابلیس نے کہا: اے میرے پروردگار! ہر مخلوق کے لیے تو نے اس کا رزق بیان کر دیا ہے تو میرا رزق کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیرا رزق اس میں سے ہے جس پر میرا نام نہ لیا جائے۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 4، صفحہ 490 (8542)، مجلس العلمی بیروت

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصید والذبائح، جلد 9، صفحہ 240، دار الفکر بیروت   3۔ ایضاً

4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 4، صفحہ 479 (8538)   5۔ سنن ابوداؤد مع حاشیہ عون المعبود، جلد 3، صفحہ 58، بیروت

امام عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہودی اور عیسائی کے ذبیحہ کے بارے سوال کیا تو آپ نے اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی "اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ" (المائدہ:5) (حلال کر دی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں اور کھانا ان لوگوں کا جنہیں دی گئی کتاب) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" اور پھر یہ آیت پڑھی "وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" (البقرہ:173)

راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی متردد ہو گیا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر لعنت بھیجی ہے اور یہ آدمی اور اس کے ساتھی مجھ سے پوچھتے ہیں۔ جب میں ان سے موافقت نہیں کروں گا تو یہ مجھ سے جھگڑنے لگ جائیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم نازل فرمایا "وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے فرمایا "اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ" (المائدہ:5) پس اس آیت کے ساتھ اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا اور اہل کتاب کا کھانا حلال قرار دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے "وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ" کی تفسیر میں کہا کہ اگر تم نے مردار کھانے اور اسے حلال سمجھنے میں ان کا کہا مانا تو تم بھی ان کی مثل مشرک ہو جاؤ گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے "وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ" کے بارے پوچھا گیا اور کہا گیا کہ خوارج یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ امراء کے بارے میں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کیا وہ جانور جسے اللہ تعالیٰ نے مارا ہے تم اسے نہیں کھاؤ گے یعنی مردار اور جسے تم خود مارتے ہو اس سے تم کھاتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ فرمایا اگر تم نے مردار کھایا اور تم نے ان کا کہا مانا تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ان سے کہا گیا مختار یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے "وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو زمیل رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مختار بن ابی عبید نے حج کیا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے ابن عباس! ابو اسحاق یہ وہم رکھتا ہے کہ رات کے وقت اس کی طرف وحی کی جاتی ہے؟ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔ پس میں بھاگ نکلا اور کہنے لگا۔ ابن عباس کہتے ہیں اس نے سچ کہا... تو حضرت ابن عباس نے فرمایا وحی دو قسم کی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اور دوسری شیطان کی جانب سے وحی۔ پس اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی اور شیطان اپنے

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 6، صفحہ 120 (10187)، مکتب اسلامی بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو سنان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مذکورہ آیت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پہلے حصہ میں مومن مراد ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل موجود ہے، وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کو پکڑے رکھتا ہے اور اسی پر اس کی انتہا ہوتی ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور ”كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا“ کافر کی مثال ہے جو اپنی گمراہی میں سرگرداں ہے وہ اسی میں متحیر رہتا ہے اور اس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ”نورا“ سے مراد قرآن کریم ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

”اور اسی طرح ہم نے بنایا ہر بستی میں اس کے بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم تاکہ وہ مکر و فریب کیا کریں اس میں اور نہیں فریب دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس بات کو) نہیں سمجھتے“۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے مذکورہ بالا آیت استہزا کرنے والوں کے بارے نازل ہوئی ہے[1]۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ”جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا“ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے ہر بستی میں وہاں کے شریر لوگوں کو مسلط کیا، پس وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگے، اور جب انہوں نے ایسے اعمال کیے تو ہم نے عذاب کے ساتھ انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اکابر سے مراد بستی کے بڑے اور سردار لوگ ہیں۔

وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰي نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

”اور جب آئے ان کے پاس کوئی نشانی کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسی نہ دی جائے جیسے دی گئی اللہ کے رسولوں کو، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (اس بات کو) جہاں وہ رکھتا ہے اپنی رسالت کو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 32

عنقریب پہنچے گی جنہوں نے جرم کیے ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت بوجہ ان مکروں کے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ انہیں کسی چیز کی طرف دعوت دیتے جو انہیں اپنی خواہشات کی طرف بلاتی تو وہ آپ ﷺ کو یہ کہتے اگر یہ حق ہے تو ہم میں ایسے لوگ ہیں جو محمد (ﷺ) سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں کہ وہ اسے لے کر آئیں اور کہتے "لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ" (الزخرف: 31) (کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے)۔

رہا قول "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" تو اس کے بارے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی اور محمد ﷺ کے دل کو تمام کے دلوں سے بہتر اور افضل پایا۔ لہذا آپ کو اپنے لیے چن لیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر آپ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں میں نظر فرمائی تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں کو تمام بندوں کے دلوں سے بہتر اور افضل پایا۔ لہذا انہیں اپنے نبی مکرم ﷺ کے وزراء اور مددگار بنا دیا جو ان کے دین کے نام پر قتال و جہاد کرتے ہیں۔ سو وہ چیز جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن اور اچھی ہوتی ہے اور جسے وہ برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہوتی ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ مسجد کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے۔ جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو گھبرا کر دیکھتا ہی رہا اور لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے اسے بتایا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سن کر اس نے یہ الفاظ پڑھے "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مذکورہ آیت میں اَجْرَمُوْا کا لفظ اَشْرَكُوْا (جنہوں نے شرک کیا) کے معنی میں ہے اور صَغَارٌ کا معنی ہوان (ذلت) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے "بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ" کے بارے کہا ہے کہ بوجہ ان مکروں کے جو وہ اللہ تعالیٰ کے دین، اس کے نبی اور اس کے مومن بندوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

"اور جس (خوش نصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 379، دار صادر بیروت

کے لیے اور جس (بدنصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کرے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، بہت تنگ، گویا وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ ناپاکی ان پر جو ایمان نہیں لاتے"۔

امام ابن مبارک نے زہد میں، عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں ابو جعفر المدائنی سے نقل کیا ہے کہ بنی ہاشم میں سے ایک آدمی جو کہ محمد بن علی نہیں ہے اس نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا مومنین میں سے کون زیادہ دانا اور عقل مند ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو ان میں سے موت کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور مابعد الموت کے لیے اچھی تیاری کرتا ہے۔ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ سے مذکورہ آیت کے بارے سوال کیا گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کا سینہ کیسے کشادہ کیا جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سینے میں نور ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے سبب سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس کی کوئی نشانی اور علامت بھی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا میلان آخرت کی طرف ہوتا ہے، دار الغرور (دنیا) سے دور رہتا ہے اور موت سے پہلے موت کے لیے خوب تیار کرتا ہے۔ (اَلْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ، وَالتَّجَافِىْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ، وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ لِقَائِهٖ. لموت)(1)

امام عبد بن حمید نے فضیل سے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" کے بارے کیا خیال ہے کہ یہ کشادگی کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں بہتری اور خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور ڈال دیتا ہے۔ پس اس کے سبب اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے وہ پہچانا جا سکتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے عرض کی: وہ نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے دور رہنا، آخرت کی طرف مائل ہونا اور موت آنے سے قبل اس کے لیے اچھی طرح تیاری کرنا۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب ذکر الموت میں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑا ہوا اور عرض کی کیا اس آیت کے لیے کوئی علامت ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں علامت ہے (وہ یہ ہے) کہ آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے اس کے لیے خوب تیاری کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابو الشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ وہ خاص نور اس خاص دل میں داخل فرما دیتا

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 64 (852)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے تو وہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کیا اس کے لیے کوئی ایسی نشانی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا" آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا" (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مومنین میں سے دانا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو موت کا ذکر اکثر کرتا ہے اور اس کے لیے خوب اچھی طرح تیاری کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ الصدر آیت تلاوت فرمائی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا اس کو سینہ اسلام کے لیے کیسے کشادہ کیا جاتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نور ہے جو اس کے سینہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ بلاشبہ جب وہ نور دل میں واقع ہوتا ہے تو اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا اس کی کوئی علامت ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہے دار آخرت کی طرف میلان رکھنا، دنیا سے دور رہنا اور موت آنے سے پہلے اس کے لیے خوب تیاری کرنا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنی بری ہے وہ قوم جس کے افراد اللہ کے لیے عدل تو تم نہیں کریں گے اور کتنی بری ہے وہ قوم جس کے افراد ان لوگوں کو قتل کریں گے جو عدل و انصاف کا حکم دیں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت نقل کیا ہے اور یہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ" تو صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ کشادگی کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسی کے سبب دل کھل جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا اس کے لیے کوئی علامت بھی ہے جس سے اسے پہچانا جا سکتا ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، دار آخرت کی طرف مائل رہنا، دنیا سے دور رہنا اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرنا (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا دل توحید اور اس کے ساتھ ایمان لانے کے لیے وسیع کر دیا جاتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے اس کے دل میں شک پیدا کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ" کے بارے فرماتے ہیں جس طرح ابن آدم آسمان تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتا اسی طرح وہ اس پر بھی قدرت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے دل میں توحید و ایمان کو داخل کرلے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں انہیں داخل فرماتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو صلت ثقفی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت "وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا" پڑھی اور اس میں حرجا کی راء کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 34
2۔ ایضاً

منصوب پڑھا اور آپ کے پاس موجود بعض صحابہ کرام نے حرجا کو جر کے ساتھ پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے پاس کنانہ کے آدمی کو تلاش کر کے لاؤ، انہوں نے اسے چرواہا رکھا ہے۔ لیکن وہ مدلجی ہے۔ چنانچہ وہ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اے نوجوان! تمہارے قبیلے میں حرجہ کسے کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا ہمارے درمیان حرجہ ایسے درخت کو کہتے ہیں جو ایسے درختوں کے درمیان ہو جس تک کوئی چرنے والا جانور، کوئی وحشی اور کوئی دوسری شے پہنچ سکتی ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی طرح منافق کا دل بھی ہے جس تک بھلائی اور خیر میں سے کوئی شے نہیں پہنچتی (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ضَيِّقًا حَرِجًا میں را کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قتادہ نے "ضَيِّقًا حَرَجًا" کا معنی "ملتبسا" (شک کرنے والا) کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے "ضَيِّقًا حَرَجًا" کی تفسیر اس طرح نقل کی ہے کہ وہ یہ طاقت نہیں رکھتا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اپنے سینے میں داخل کرے۔ وہ اپنے سینے میں اس کے لیے گنجائش ہی نہیں پاتا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ کا مفہوم یہ ہے گویا وہ اپنے اوپر اسی کی زبردستی کرتے ہوئے آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں ذکر کیا ہے کہ "وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس کے بارے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کردے تو اس پر تنگی ڈال دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر اسلام کو تنگ بنا دیتا ہے حالانکہ اسلام وسیع ہے۔ اسی لیے آپ جس وقت یہ آیت پڑھتے "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ" (الحج: 78) (اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی) تو فرماتے اسلام میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا" کے بارے عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ اس میں خیر اور بھلائی کے لیے کوئی راستہ نہیں رہتا اور "كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ" کے بارے کہتے ہیں کہ اس کی مثال اس کی طرح ہے جو آسمان میں چڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے رجس سے مراد وہ ناپاکی ہے جس میں کوئی بھلائی اور خیر نہ ہو۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 35

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 85 (853)

"اور یہ سیدھا راستہ آپ کے رب کا (بالکل) سیدھا۔ ہم نے کھول کر بیان کر دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں اور وہی ان کا دوست ہے بسبب ان نیک اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا "فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ" کا معنی بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ ہے (ہم نے دلیلیں کھول کر بیان کر دیں) اور فرمایا دَارُ السَّلٰمِ سے مراد جنت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے السَّلٰمِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہی السلام ہے اور اس کا دار جنت ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

"اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو (اور فرمائے گا) اے جنوں کے گروہ! بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو، اور کہیں گے جن کے دوست انسانوں میں سے: اے ہمارے رب! فائدہ اٹھایا ہم نے ایک دوسرے سے اور پہنچ گئے ہم اپنی اس میعاد پر جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانہ ہے ہمیشہ رہو گے اس میں مگر جسے اللہ تعالیٰ (نجات دینا) چاہے۔ بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ" کے بارے کہتے ہیں تم نے انہیں بہت زیادہ گمراہی میں داخل دیا ہے یعنی تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا ہے اور "قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ" کے بارے کہا ہے بے شک یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اس کی مخلوق کے بارے میں حکم لگائے کہ وہ انہیں جنت میں نہیں داخل کرے گا اور نہ ہی یہ کہ وہ انہیں (داخل نہیں کرے گا) جہنم میں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ" کے بارے کہا تم نے اپنے رب کے نزدیک قیامت کے دن اہل نار کو بہت زیادہ کر دیا ہے اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 43-42

"وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ" کے بارے حسن نے کہا: کہ ان میں سے بعض نے بعض سے فائدہ نہیں اٹھایا مگر یہ کہ جنوں نے حکم دیا اور انسانوں نے عمل کیا۔

سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ انہی الفاظ کے بارے محمد بن کعب نے کہا ہے کہ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم ساتھیوں نے دنیا میں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی موت کی مقررہ مدت تک پہنچ گئے(1)۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے "رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ" کے بارے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی آدمی کسی زمین میں اترتا تھا اور یہ کہتا تھا "اَعُوْذُ بِكَبِيْرِ هٰذَا الْوَادِيْ" (میں اس وادی کے بڑے کی پناہ مانگتا ہوں) پس یہی ان کا ایک دوسرے سے نفع ہے اور اسی پر قیامت کے دن وہ معذرت کریں گے اور "وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا" میں موت کی مدت مقررہ مراد ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿﴾

"اور یونہی ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یونہی ہم ظالم جنوں اور ظالم انسانوں کو ایک دوسرے پر مسلط کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی "وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿﴾ (الزخرف)" "اور جو شخص دانستہ اندھا بنتا ہے رحمان کے ذکر سے تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان، پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے" اور فرمایا کہ ہم ظلم کرنے والے جنوں کو ظلم کرنے والے انسانوں پر مسلط کر دیتے ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: اللہ تعالیٰ دنیا میں بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کرتا ہے اور جہنم میں بھی بعض بعض کی اتباع کریں گے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق حاکم مقرر کرتا ہے۔ پس مومن مومن کا ولی (دوست) ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اور کافر کافر کا ولی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان محض آرزو اور زیب و آرائش سے ثابت نہیں ہوتا۔ مجھے اپنی عمر کی قسم اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اعمال کیے اور تجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کی پہچان نہ بھی ہوئی تو وہ تیرے لیے نقصان دہ نہیں اور اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کا دوست بنا بھی رہا تو وہ تجھے کسی شے کا نفع نہیں دے گی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت منصور بن ابو الاسود رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اعمش سے "وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا" کے بارے پوچھا کیا تم نے ان کے بارے سنا ہے، وہ اس میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 91 (919)، دار الصمیعی الریاض
2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 58 (855)، دار الکتب العلمیہ بیروت

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝

"اے گروہ جنوں اور انسانوں کے! کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے سناتے تھے تمہیں ہماری آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے خلاف اور دھوکہ میں مبتلا کیا تھا انہیں دنیوی زندگی نے اور گواہی دیں گے اپنے خلاف کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ یہ اس لیے کہ نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنوں میں سے رسول نہیں ہیں۔ بلکہ رسل صرف انسانوں میں سے ہیں اور ڈرانے والے جنوں میں سے بھی ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی "فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝" (الاحقاف) "پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے"۔

امام ابن منذر نے ابن جریج سے "رُسُلٌ مِّنْكُمْ" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد رسل کے رسل ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے جنوں کے بارے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان میں کوئی نبی تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ" یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں سے رسل تھے اور جنوں میں سے بھی رسل تھے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں (ہم نے یہ آیت سن رکھی ہے) (الف)

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا

(الف) اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے بھی رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ رسول صرف انسانوں سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ لہٰذا یہاں رسول سے مراد مبلغ اور پیغام پہنچانے والے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جنات کے رسول وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کو سنا اور اپنی قوم کو پہنچایا جیسا کہ ارشاد باری ہے وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ (الاحقاف) اسی طرح حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ انسانوں کی طرف سے رسول کو مبعوث کیا گیا ہے اور جنات کی طرف منذر بھیجے گئے ہیں اور اس آیت میں جنات کے رسل سے مراد منذرین یعنی ڈرانے والے ہیں۔

اور ایک قسم وہ ہے جو کبھی (بعض مقامات پر) سکونت اختیار کرتے ہیں اور کبھی وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جن ابلیس کی اولاد ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان دونوں صنفوں میں سے بعض مومن ہوتے ہیں اور یہ تمام کے تمام ثواب و عقاب میں شریک ہوتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور ان میں سے جو کافر ہے وہ شیطان ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن نعیم نے کہا جنوں کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے لیے ثواب ہے اور ان پر عتاب بھی ہے اور ایک قسم وہ ہے جو زمین و آسمان کے درمیان اڑتے رہتے ہیں اور ایک قسم سانپوں اور کتوں کی صورت میں ہے۔ اور انسانوں کی بھی تین صنفیں ہیں۔ ان میں سے ایک صنف کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا ایک صنف چوپاؤں کی مثل ہے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ راہ بھٹکی ہوئی اور گمراہ ہے اور ایک صنف انسانی صورتوں میں ہے مگر ان کے دل شیطانی ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے جنوں کے بارے پوچھا گیا کیا وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، مرتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ان کی مختلف اجناس ہیں۔ پس جو خالص جن ہیں وہ تو ہوا ہیں، نہ وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ مرتے ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض اجناس ہیں۔ جو کھاتے ہیں، پیتے ہیں، نکاح کرتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھر نہیں مگر ان کے گھر کی چھت میں مسلمان جنوں کے گھر والے رہتے ہیں۔ جب صبح کا کھانا چنا جاتا ہے تو وہ چھت سے اتر کر ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے ہیں اور جب ان کے لیے شام کا کھانا چنا جائے تو وہ اترتے ہیں اور ان کے ساتھ رات کا کھانا تناول کر لیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ "كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ" تو اس کے بارے ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ذریۃ کا معنی اصل اور ذریۃ کا معنی نسل ہے۔

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿١٣٤﴾

"بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والا ہے اور نہیں ہو تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے"۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الامل میں، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اسامہ بن زید نے مہینے کی مہلت پر سو دینار کے بدلے ایک لونڈی خریدی۔ تو میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کیا تم اسامہ پر تعجب نہیں کرتے کہ اس نے مہینے کی مدت پر لونڈی خریدی ہے۔ بے شک اسامہ تو طویل آرزو رکھتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری آنکھیں نہیں جھپکتیں مجھے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ میری پلکیں ابھی نہیں ملیں گی کہ میری روح قبض کر لی جائے گی اور میری آنکھیں بلند نہیں ہوتیں اور مجھے گمان ہونے لگتا ہے کہ ان کے نیچے ہونے سے قبل مجھے موت آجائے گی اور میں کوئی لقمہ نہیں لیتا اور مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 495 (3702)، دار الکتب العلمیہ بیروت

میں اسے پہاڑوں کی یہاں تک کہ یہ موت کے سبب اٹک جائے گا۔ اے بنی آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو موت کے لیے تیار کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ضرور آنے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے معجزین کی تفسیر سابقین (سبقت لے جانے والے) نقل کی ہے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرنے والا ہوں تو تم جان لو گے کہ کس کے لیے ہوتا ہے اچھا انجام اس دنیا کے گھر کا۔ بے شک فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما علیٰ مکانتکم کا معنی ناحیتکم (اپنی طرف سے) کیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے علیٰ مکانتکم کا معنی علی حیالکم و ناحیتکم کیا ہے یعنی تم اپنے طریقہ و طرف پر عمل کیے جاؤ۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

"اور انہوں نے بنا رکھا ہے اللہ کے لیے اس سے جو پیدا فرمایا ہے کھیتوں اور مویشیوں سے مقررہ حصہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے تو وہ (حصہ) جو ہوتا ان کے شریکوں کے لیے تو وہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور جو (حصہ) ہوتا اللہ تعالیٰ کے لیے تو وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو۔ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں "وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ" الآیہ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے پھلوں اور اپنے مال سے اللہ تعالیٰ کے لیے مقررہ حصہ اور شیطان اور بتوں کے لیے بھی مقررہ حصہ بنا رکھا ہے۔ وہ پھل جو انہوں نے اللہ کے لیے مقرر کر رکھا ہے، اگر اس میں سے کوئی شے ان

1۔ شعب الایمان، باب فی الزہد، جلد 7، صفحہ 356 (10564)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

"اور یونہی خوشنما بنا دیا ہے بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو ان کے شریکوں نے تاکہ ہلاک کر دیں انہیں اور مشتبہ کر دیں ان پر ان کا دین اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو ایسا نہ کرتے تو چھوڑ دیجئے انہیں اور جو وہ بہتان باندھتے ہیں"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے لیے اپنی اولاد کا قتل خوشنما بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشرکین کے شیاطین انہیں حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے زندہ درگور کر دیں۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

"اور بولے یہ مویشی اور کھیتی رکی ہوئی ہے کوئی نہیں کھا سکتا انہیں سوائے اس کے جسے ہم چاہیں۔ (یہ بات) اپنے گمان سے (کہتے ہیں) اور بعض مویشی ہیں حرام ہیں جن کی پشتیں (سواری کے لیے) اور بعض مویشی ہیں کہ نہیں ذکر کرتے نام خدا اس (کے ذبح) پر (یہ سب کچھ) افترا ہے اللہ پر۔ عنقریب سزا دے گا انہیں جو وہ بہتان باندھا کرتے تھے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حِجْرٌ سے مراد وصیلہ اور اس جیسے دیگر وہ جانور ہیں جو انہوں نے حرام کر رکھے تھے اور اس سے مراد ان چیزوں کو حرام قرار دینا ہے جو انہوں نے حرام کی ہوئی تھیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ" کے بارے حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اس سے مراد جانور اور دیگر وہ چیزیں ہیں جو انہوں نے اللہ اور اپنے شریکوں کے لیے بنا رکھی تھیں۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا حِجْرٌ سے مراد حرام ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ان کھیتوں کو اپنے معبودوں کے لیے روک رکھا تھا اور "لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ" وہ کہتے ہیں کہ وہ اسے عورتوں سے روک لیں گے اور مردوں سے

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 66 (857)، دار الکتب العلمیہ بیروت

لیے اسے خاص کر دیں گے اور مزید کہتے اگر ہم چاہیں تو ہم ان میں بتوں کے لیے حصہ مقرر کر دیں اور اگر ہم چاہیں تو ہم اپنا ذکر کریں۔ یہی وہ امر ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: حرام ہے کہ ہم کھائیں مگر اس کے لیے جسے ہم چاہیں۔ اور "وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا" کے بارے سدی نے کہا ہے کہ وہ سوائب، بحیرہ، سائبہ اور حامی وغیرہ ہیں۔ اور "وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا" کے بارے فرمایا کہ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے نہ اس وقت جب وہ پیدا ہوتے اور نہ اس وقت جب وہ انہیں ذبح کرتے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے "وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا" کے متعلق یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان پر حج نہیں کرتے تھے اور وہ بحیرہ وغیرہ تھے۔

ابو الشیخ نے حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسے "هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ" پڑھا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے "وحرث حرج" پڑھتے تھے(1)۔ سعید بن منصور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ ابن زبیر نے اسے "انعام و حرث حرج" پڑھا ہے(2)۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم نے دونوں آیتوں میں بِزَعْمِهِمْ کی زا کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابو عبید اور ابن انباری نے مصاحف میں حضرت ہارون سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عبد اللہ کی قرأت میں "هذه انعام و حرث حرج" ہے۔ اور ابن انباری نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ وہ حجر کی حا کو ضمہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾

"اور بولے جو ان مویشیوں کے شکموں میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر اور اگر وہ مردہ ہو (پیدا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصہ دار ہیں۔ اللہ جلدی بدلہ دے گا انہیں ان کے اس بیان کا۔ بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے"۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ" سے مراد دودھ ہے(3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 58
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 93 (921)، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 58

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے "فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ" سے مراد سائبہ اور بحیرہ ہیں۔ اور "اَزْوَاجِنَا" سے مراد عورتیں ہیں۔ اور "سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ" کی تفسیر میں فرمایا اس بارے میں ان کے جھوٹے قول کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ جلدی دے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان جانوروں کا دودھ صرف مردوں کے لیے ہے نہ کہ عورتوں کے لیے۔ اور اگر وہ مردہ ہو تو پھر اس میں ان کے مرد و زن سب شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس جھوٹ کا بدلہ انہیں جلدی دے گا۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بکری جب کسی نر بچے کو جنم دیتی تو وہ اسے ذبح کر دیتے اور وہ صرف مردوں کے لیے ہوتا نہ کہ عورتوں کے لیے۔ اور اگر وہ مادہ ہوتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اسے ذبح نہ کیا جاتا۔ اور اگر وہ بچہ مردہ ہوتا تو وہ سب مرد و زن اس میں شریک ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ دودھ کو عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے اور صرف اپنے مردوں کو پلایا کرتے تھے۔ اور جب کوئی بکری نر بچے کو جنم دیتی تو وہ اسے ذبح کر دیتے اور وہ صرف مردوں کے لیے ہوتا۔ عورتیں اس میں شریک نہ ہو سکتیں۔ اور اگر وہ مادہ بچے کو جنم دیتی تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور ذبح نہ کیا جاتا۔ اور اگر مردہ ہوتا تو وہ سب اس میں شریک ہوتے۔

امام عبد بن حمید نے عاصم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً" کو تاء کے ساتھ منصوب تنوین پڑھا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول روایت کیا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک مال کا صدقہ کرتا ہے اور اسے اپنی اولاد میں سے صرف مذکر اولاد کے لیے مختص کر دیتا ہے؟ یہ اسی طرح ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا"

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۠

"یقیناً نقصان اٹھایا جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر جانے اور حرام کر دیا جو رزق دیا تھا انہیں اللہ نے بہتان باندھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر۔ بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور نہ تھے وہ ہدایت پانے والے"۔

امام بخاری، عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب عرب کے جہلاء کی تعلیم دینا آپ کے لیے باعث مسرت ہو تو آپ انہیں سورۃ انعام کی ایک سو تیس سے اوپر والی آیات پڑھائیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے "قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ"۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت قبیلہ مضر اور ربیعہ کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ آدمی اپنی بیوی پر شرط عائد کر دیتا کہ تو بچی کو زندہ دفن کرے گی اور دوسری کی خواہش کرے گی۔ پس جب وہ بچی پیدا ہوتی جسے زندہ درگور کیا جاتا ہوتا تو وہ صبح یا شام کے وقت اپنی اہلیہ کے پاس آتا اور کہتا "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ اِنْ رَجَعْتُ اِلَيْكِ وَلَمْ تَئِدْهَا" تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے اگر میں تیری طرف لوٹ کر آؤں اور تو نے اسے درگور نہ کیا ہو۔ چنانچہ وہ اپنی (رشتہ دار) عورتوں کے پاس بھیج دیتی اور وہ اس کے لیے گڑھا کھودتیں اور وہ عورتیں اس بچی کو اپنے درمیان پھراتی رہتیں (یعنی کبھی ایک کے پاس اور کبھی دوسری کے پاس وہ بچی رہا کرتی) پھر اس طرح جب وہ اسے آنے جانے کے قابل دیکھتیں تو اسے گڑھے میں دھکا دیتیں اور اس پر مٹی ڈال کر اسے ہموار کر دیتیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ رواج تھا کہ ان میں سے کوئی ایک ندامت اور تنگدستی کے خوف سے اپنی بچی کو قتل کر دیتا حالانکہ اپنے کتے کو کھانا کھلاتے رہتے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ "وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ" کے بارے قتادہ نے کہا کہ انہوں نے اپنے مالوں میں شیطان کے فیصلے کو نافذ العمل کرتے ہوئے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام کر رکھا تھا اور اپنے مویشیوں اور فصلوں میں سے حصے مقرر کر رکھے تھے۔ اور یہی شیطان کی جانب سے اللہ تعالیٰ پر افترا تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابورزین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "قَدْ ضَلُّوْا قَبْلَ ذٰلِكَ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ" پڑھا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

"اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیے ہیں باغات کچھ چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بغیر اس کے اور کھجور اور کھیتی الگ الگ ہیں کھانے کی چیزیں ان کی اور زیتون اور انار (جو شکل میں) ایک جیسے اور (ذائقہ میں) مختلف۔ کھاؤ اس کے پھل سے جب وہ پھل دار ہو اور ادا کرو اس کا حق جس دن وہ کٹے اور فضول خرچی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا مَّعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ باغات ہیں جو لوگوں نے خود لگا رکھے ہوں اور غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ پھل

ہیں جو باہر، پہاڑوں اور جنگلوں میں ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ کا معنی وہ باغات ہیں جو لکڑیوں اور کانوں پر چڑھ جانے کے ہوں اور غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ ہیں جو بنجر اور بالکل ظاہر ہوں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد صرف بیلیں ہیں۔ انہوں نے ان ایک دوسری سند سے آپ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد انگور اور دیگر وہ بیلیں ہیں جنہیں خود چڑھایا جاتا ہے اور غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ سے مراد وہ ہیں جو خودرو نہیں اگائی جاتیں۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مُتَشَابِهًا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دکھائی دینے میں ایک دوسرے کی مثل ہیں اور وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ کا معنی ہے کہ وہ ذائقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

امام ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد وہ دانے ہیں جو بالی سے گر جائیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں اسی کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حکم کو عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اٰتُوْا حَقَّهٗ کے بارے عطیہ العوفی نے کہا ہے کہ جب وہ کھیتی کا ٹیں پھر جب اسے گاہ کر صاف کیا جائے تو وہ اس سے کچھ مقدار دیں۔ پھر اس حکم کو عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابو داؤد رحمہم اللہ نے ناسخ میں اور ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں نے اس مذکورہ آیت کے بارے سدی سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ آیت مکی ہے اسے عشر اور نصف عشر کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے۔ میں نے انہیں کہا: یہ کس نے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا علماء نے(3)۔

امام نحاس اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے "وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ" کے بارے کہا ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھا کہ ایک آدمی اپنی پیداوار سے دانے دیتا، چوپائے چارہ کھاتے، وہ یتیموں اور مساکین کو دیتا اور تر اور خشک گھاس کے گٹھے بھی دیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں موجود تمام صدقات کو زکوٰۃ کے حکم نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ زکوٰۃ کے حکم نے قرآن کریم میں موجود ہر قسم کے صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے(4)۔

ابن ابی شیبہ، ابن منذر، نحاس، ابوالشیخ، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں اسی کے بارے حضرت ابن عمر رضی اللہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوۃ، جلد 2، صفحہ 408 (10486)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　　2۔ ایضاً (10485)

3۔ ایضاً (10480)　　4۔ ایضاً (10484)

حماد سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ صدقہ کے علاوہ کچھ چیز ایسے لوگوں کو دیتے تھے جو ان کے پاس آتے مگر سوال نہ کرتے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بارے مجاہد نے کہا: جب تو کھیتی کو کاٹے اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو ان کے لیے کچھ بالیاں چھوڑ دے۔ جب تو فصل کو برداشت کر لے اور گٹھی کرے پھر تیرے پاس مساکین آ جائیں تو اس میں سے انہیں کچھ دو۔ اور جب تو فصل کو گاہ کر دانے نکال لے اور تیرے پاس مساکین حاضر ہوں تو اس میں سے انہیں کچھ دے دے۔ اور جب دانے نکال کر انہیں اکٹھا کر لے اور ان کا کیل کر چکے (یعنی ان کی کل مقدار تجھے معلوم ہو) تو پھر ان سے زکوٰۃ علیحدہ کر دو۔ اور جب کھجوریں پک جائیں اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو انہیں بکھری ہوئی اور بچی کھجوروں میں سے کچھ دے دو۔ اور جب تو انہیں توڑ لے اور مساکین تیرے پاس حاضر ہوں تو انہیں کچھ دے دو۔ اور جب تو انہیں جمع کرے اور ان کی کل مقدار تجھے معلوم ہو جائے تو پھر ان کی زکوٰۃ علیحدہ کر دو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت میمون بن مہران اور حضرت یزید بن اصم رحمہما اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ جب کھجوریں توڑتے تو وہ کھجور کی ڈالیاں لے آتے اور انہیں مسجد میں رکھ دیتے۔ پھر کوئی سائل آتا اور وہ اسے اپنے عصا کے ساتھ مارتا اور اس سے پھل گرتا۔ یہی اس ارشاد کا مفہوم ہے "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تازہ پھل میں سے کچھ کھلاتے تھے۔

امام ابو عبید، ابو داؤد رحمہما اللہ نے ناسخ میں اور ابن منذر رحمہ اللہ نے اس کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس حق سے مراد دانوں اور پھلوں میں سے صدقہ ہے۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں مال کثیر، اہل و عیال اور اپنے پاس مساکین کو حاضر پانے والا آدمی ہوں۔ آپ مجھے بتائیے کہ میں مال کیسے خرچ کروں اور معاملات کیسے کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کر، کیونکہ زکوٰۃ پاکیزگی اور طہارت ہے جو تجھے پاک کر دے گی، تیرے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی پیدا کر دے گی اور تو سائل، پڑوسی اور مسکین کے حق کو بھی پہچان لے گا۔

سعید بن منصور اور ابن منذر نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ بلاشبہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے ابو العالیہ نے کہا کہ زکوٰۃ کے سوا کچھ شے دیتے تھے۔ پھر جب وہ باہم خرچ کرتے تو اسراف کرتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا "وَلَا تُسْرِفُوْا"

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 407 (10476)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 407 (10477)　　3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 100 (926)، دار الصمیعی الریاض

کہ مجھے "حَمُولَةً وَّفَرْشًا" کے بارے میں بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: فرشًا سے مراد ہے جو جانوروں میں سے چھوٹے ہوں۔ نافع نے عرض کی: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے امیہ بن صلت کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

لَيْتَنِي كُنْتُ قَبْلَ مَا قَدْ رَآنِي   فِي قِلَالِ الْجِبَالِ أَرْعَى الْحَمُولَا

"اس سے پہلے کہ وہ مجھے دیکھتا کاش میں پہاڑوں کی چوٹیوں میں اونٹ چرا رہا ہوتا"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَمُولَةً سے مراد اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے اور ہر وہ شے ہے جس پر بوجھ لادا جاتا ہے اور فرشًا سے مراد بھیڑ بکریاں ہیں(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ حَمُولَةً سے مراد اونٹ اور گائے ہیں اور فرشًا سے مراد بھیڑیں اور بکریاں ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۗ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"(پیدا فرمائے) آٹھ جوڑے۔ بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ)۔ آپ پوچھیے کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا جن کو لیے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دونوں ماداؤں کے رحم۔ بتاؤ مجھے علم کے ساتھ اگر ہو تم سچے۔ اور اونٹ سے دو (نر و مادہ) اور گائے سے دو (نر و مادہ)۔ آپ پوچھیے کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا جن کو لیے ہوئے ہیں (اپنے اندر) دونوں ماداؤں کے رحم۔ کیا تم موجود تھے جب وصیت کی تمہیں اللہ نے اس بات کی تو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آٹھ جوڑے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کے ہیں(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 77

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الضحایا، جلد 9، صفحہ 272، دار الفکر، بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کے بارے فرماتے ہیں کہ تمہارے لیے آٹھ جوڑے نازل کیے گئے۔ ان سے مراد وہ ہیں جنہیں مذکر اور مؤنث شمار کیا جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا کہ حضرت قتادہ نے "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ" کے بارے میں کہا ہے کہ مذکر اور مؤنث دو جوڑے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ" ان جانوروں کی شان میں نازل ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ یعنی بحیرہ اور سائبہ وغیرہ۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت لیث بن ابی سلیم کا قول ذکر کیا ہے کہ بھینس اور بختی اونٹ بھی آٹھ جوڑوں میں شامل ہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ" یہ چار جوڑے ہیں۔ "قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی۔ "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ" یعنی کیا رحم صرف نر یا مادہ کو لیے ہوتی ہے تو پھر تم بعض کو حرام اور بعض کو حلال کیوں قرار دیتے ہو؟ "نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ" رب کریم فرماتا ہے یہ سب کے سب حلال ہیں یعنی جانوروں میں سے وہ بھی جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اہل جاہلیت نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ" کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے یعنی وہ جسے رحم اٹھائے ہوئے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ اس لیے ذکر کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے کچھ جانوروں کو حرام قرار دیا تھا اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ"

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

"آپ فرمایئے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مردار ہو یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ وہ سخت گندا ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو (یعنی) وہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر خدا کا نام۔ پھر جو شخص لاچار ہو جائے نہ نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ تجاوز کرنے والا (حد ضرورت سے) تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے

رضی اللہ عنہا سے ذی ناب درندوں (دانتوں سے چیر پھاڑ کرنے والے درندوں) اور ذی مخلب پرندوں (ایسے پرندے جو اپنے پنجوں کے ساتھ شکار کرتے ہیں) کے بارے پوچھا جاتا تو آپ مذکورہ آیت تلاوت فرما دیتیں۔

امام احمد، بخاری، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی بکری مر گئی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ فلانہ (یعنی بکری) فوت ہو گئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا مشکیزہ کیوں نہیں بنا لیا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم بکری کا مشکیزہ بنا سکتے ہیں حالانکہ وہ مر چکی ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی "قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً الاٰیۃ" کہ بے شک تم اسے کھا نہیں سکتے۔ البتہ تم اس کی دباغت کرنے کے بعد اس سے نفع حاصل کر سکتے ہو۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف کسی کو بھیج کر اس کی کھال اتروالی۔ پھر اسے رنگا اور اس سے مشکیزہ بنایا اور وہ پھٹنے تک آپ کے زیر استعمال رہا (1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: کہ مردار کی جس شے کو کھانا حرام قرار دیا گیا ہے وہ اس کا گوشت ہے۔ لیکن چمڑا، تسمہ یا کھال سے بنا ہوا برتن، دانت، ہڈی، بال اور اون یہ سب حلال ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ جب جانور ذبح کرتے تو وہ اس کی رگیں کاٹ دیتے اور خون اٹھا لیتے۔ پھر اسے کھاتے اور کہتے یہ دم مسفوح ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا دم مسفوح حرام کیا گیا ہے لیکن وہ گوشت جس کے ساتھ خون ملا ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ آیت "اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا" نہ ہوتی تو مسلمان رگوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے جو کچھ ان سے یہودی کر رہے ہیں (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا مسفوح وہ خون ہوتا ہے جو بہایا جا سکے اور جو خون رگوں میں رہ جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: کیا تلی کھائی جا سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا کیا وہ خون کا لوتھڑا نہیں؟ تو آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے صرف دم مسفوح حرام قرار دیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو مجلز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس خون کے بارے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 327، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 70 (870)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 69 (867)

امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بلی کھانے اور اس کے ثمن (وہ مال جس کے عوض بلی کو بیچا جائے) کھانے سے منع فرمایا ہے (1)۔

امام ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے (2)۔

امام مالک، شافعی، ابن ابی شیبہ، بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے گوہ کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اسے کھاتا نہیں اور میں اسے حرام بھی نہیں کرتا (3)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے۔ تو آپ کے پاس بھونی ہوئی گوہ لائی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کے بارے خبر دی جسے آپ ﷺ کھانے کا ارادہ فرما رہے تھے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ گوہ ہے۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھالیا۔ تو پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ لیکن یہ میری قوم کی زمین سے نہیں۔ لہٰذا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دوں (نہ کھاؤں) حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے کھانے لگا حالانکہ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ایک لشکر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم نے کئی گوہیں پکڑیں۔ ان میں سے ایک گوہ بھون کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ تو آپ ﷺ نے ایک چھڑی پکڑی اور اس کے ساتھ اس کی انگلیوں کو شمار کیا۔ پھر فرمایا بنی اسرائیل کی ایک قوم کی شکلیں مسخ کر کے انہیں زمین پر رینگنے والے جانور بنا دیا گیا اور میں یہ نہیں جانتا کہ یہ کون سا جانور ہے؟ پس آپ ﷺ نے نہ اسے کھایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا (5)۔(الف)

1۔ جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 224 (1280) دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی اکل الضب، جلد 2، صفحہ 176، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

3۔ سنن نسائی، باب الضب، جلد 7، صفحہ 197، دارالریان قاہرہ

4۔ صحیح مسلم، جلد 13، صفحہ 84 (1945) دارالکتب العلمیہ بیروت

5۔ سنن ابن ماجہ، باب الضب، جلد 3، صفحہ 590 (3238) دارالکتب العلمیہ بیروت

(الف): احناف کے نزدیک گوہ کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت اسے کھانے سے منع کر دیا جب کہ انہوں نے اسے کھانے کے بجائے آپ سے پوچھا اسے کسی کو دے دوں؟ آپ نے منع کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو گوہ ہدیہ دی گئی تو آپ نے اسے نہ کھایا۔ پھر آپ نے اسے کھانے کے بارے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں اسے کھانے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث تحریم پر دلالت کرتی ہے اسی طرح عبدالرحمٰن بن شبل سے روایت ہے "ان رسول اللہ ﷺ نہی عن اکل لحم الضب" (البنایہ جلد 10، صفحہ 702)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت خالد بن حویرث رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صفاح میں تھے۔ کہ ایک آدمی خرگوش لے کر آیا جسے اس نے شکار کر لیا تھا۔ تو میں نے ان سے کہا: آپ اس کے بارے کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس خرگوش لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے نہ کھایا اور نہ ہی اسے کھانے سے منع فرمایا اور گمان یہ کیا کہ اسے حیض آتا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم مرالظہران کے مقام پر تھے، ہم نے ایک خرگوش کو بھڑکا کر نکالا اور ساری قوم اس کے پیچھے دوڑ پڑی اسے خوب تھکا دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں اسے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا اور انہوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے دونوں ران حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھیج دیے جنہیں آپ نے قبول فرمایا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے خزیمہ بن جزی السلمی سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بجو کھانے کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی بجو کھاتا ہے؟ پھر میں نے بھیڑیا کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی بھیڑیا کھاتا ہے، اس میں کوئی بھلائی ہے؟ (3) ابن ماجہ کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں تا کہ زمین کی اجناس کے بارے آپ سے کچھ سوال کروں۔ آپ لومڑی کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا لومڑی کون کھاتا ہے؟ پھر میں نے عرض کی: آپ گوہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا امتوں میں سے ایک امت مفقود ہو گئی اور میں نے اسکی مخلوق کو دیکھا جس نے مجھے متحیر کر دیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ خرگوش کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ ایسا کیوں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتایا گیا ہے کہ اسے خون آتا ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو کوا کھاتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فاسق کہا ہے۔ قسم بخدا کوا پاکیزہ اور طیب چیزوں میں سے نہیں ہے (4)۔

امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابراہیم بن عمر بن سفینہ رحمہ اللہ کی سند سے کہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سرخاب کا گوشت کھایا ہے (5)۔

1۔ سنن ابوداؤد، باب فی اکل الارنب، جلد 2، صفحہ 175، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

2۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 214 (1762)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ابن ماجہ، باب الغراب، جلد 3، صفحہ 582 (3243)، دار الکتب العلمیہ بیروت   4۔ سنن ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 595 (3248)

5۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 18 (1827)

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

امام ابو داؤد و ترمذی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی عمار نے کہا: میں نے جابر سے پوچھا کیا میں بجو کا شکار کر سکتا ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر میں نے پوچھا کیا میں اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر میں نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں (آپ نے اسی طرح فرمایا ہے)(1)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

"اور ان لوگوں پر جو یہودی بنے تھے ہم نے حرام کر دیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری سے ہم نے حرام کی ان پر دونوں (گائے بکری) کی چربی مگر جو اٹھا رکھی ہو ان کی پشتوں یا آنتوں نے یا جو ملی ہوئی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے سزا دی تھی انہیں بسبب ان کی سرکشی کے اور یقیناً ہم سچے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ قول باری تعالیٰ "وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ" کے بارے فرمایا اس میں ان جانوروں کا ذکر ہے جن کی انگلیاں کھلی نہ ہوں۔ یعنی ان کی انگلیاں جدا جدا نہ ہوں جیسا کہ اونٹ اور شتر مرغ وغیرہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مذکورہ آیت میں مراد اونٹ اور شتر مرغ وغیرہ ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے "حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ" کے بارے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ یہ اونٹ، شتر مرغ، پرندوں اور مچھلیوں میں سے کچھ چیزیں ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے اس کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے چوپاؤں میں سے ہر وہ جانور جس کے پنجے کھلے نہیں ہم نے حرام کر دیا اور جس کے پنجے کھلے ہیں یہودی اسے کھاتے تھے۔ فرمایا: مرغی اور چڑیا کی انگلیاں کھلی ہیں پس یہودی انہیں کھاتے ہیں اور اونٹ کے پاؤں نے اس کے خف (پنجے) کو نہیں کھولا نہ شتر مرغ کے پاؤں نے اس کے خف کو کھولا ہے اور نہ ہی مرغابی کے پاؤں نے کھولا۔ پس یہودی اونٹ، شتر مرغ اور مرغابی نہیں کھاتے تھے اور نہ ہی

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 7، صفحہ 201 (1789)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 89، داراحیاء التراث العربی بیروت

جانور کھاتے تھے جس کے پاؤں کھلے نہ ہوتے۔ اسی طرح وہ وحشی گدھا بھی نہ کھاتے تھے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "كُلَّ ذِي ظُفُرٍ" میں سے مرغ بھی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن جریج سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہم نے چوپاؤں میں سے ہر وہ جانور حرام کیا جس کے پاؤں کھلے نہ ہوں اور جن کے پاؤں کھلے ہیں انہیں وہ کھائے۔ لہٰذا وہ اونٹ، شتر مرغ، اَخ، مرغابی اور وحشی گدھا نہ کھاتے تھے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو قتل کرے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر جانوروں کی چربی حرام قرار دی تو وہ سے پگھلاتے۔ پھر اسے بیچ دیتے اور بعد از اں اسے کھاتے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو وہ اسے بیچ دیتے اور پھر اس کی قیمت استعمال میں لے آتے۔

امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو وہ اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی تو وہ اسے بیچنے لگے اور پھر اس کے ثمن کھانے لگے۔

امام ابوداؤد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی ہے۔ یہ بھی آپ نے تین بار فرمایا۔ لیکن وہ اس کو بیچ کر اس کے ثمن کھانے لگے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کسی شے کو کھانا حرام نہیں کیا مگر یہ کہ ان پر اس کے ثمن بھی حرام قرار دیئے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا" کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ چربی ہے جو پیٹھ پر ہو اور حوایا سے مراد آنتیں ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آنتوں اور گردوں کی چربی حرام قرار دی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آنتوں، اوجھڑی، گردے کی چربی اور ہر وہ چربی جو ہڈی میں نہ ہو حرام قرار دی ہے۔

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 240 (1297)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 21 (3383)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ سنن ابی داؤد، جلد 3، صفحہ 298، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 91، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے "اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ" کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد دنبے کی چکی (الیات) ہے اور "اَوِ الْحَوَايَآ" سے مراد مینگنی نکلنے کی جگہ یعنی آنتیں ہیں اور "اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد وہ چربی ہے جو ہڈی کے ساتھ متصل ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ حوایا سے مراد آنتیں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ حوایا سے مراد آنتیں اور پیٹ میں آنتیں جمع ہونے کی جگہ ہے اور "اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" سے مراد وہ چربی ہے جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا ہے کہ حوایا سے مراد پیٹ میں وہ جگہ ہے جس میں آنتیں ہوتی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حوایا سے مراد مرابض ہے۔ یعنی پیٹ کی وہ جگہ جس میں آنتیں ہوتی ہیں اور اس کے درمیان میں دودھ کی رگیں ہوتی ہیں۔ اسی مقام کو کلام عرب میں مرابض کہا جاتا ہے۔

ابن منذر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد الیہ (سرین) ہے اور سرین کی چربی دم کی ہڈی کے ساتھ ملی ہوتی ہے اور وہ حلال ہے اور وہ تمام کہ ٹانگوں، پہلوؤں، سر، آنکھ اور کان کی چربی بھی جو کہ ہڈی کے ساتھ ہوتی ہے پس وہ ان کے لیے حلال ہے۔ کیونکہ ان پر آنتوں اور گردوں کی چربی حرام کی گئی ہے وہ ہر وہ شے جو اس طرح تو وہ ہڈی میں نہیں ہے (یعنی آنتوں اور گردوں وغیرہ کی چربی چونکہ ہڈی کے ساتھ متصل نہیں اس لیے وہ ان پر حرام ہے لہذا یہی حکم ہر اس چربی کا ہوگا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو)

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سرکشی کی سزا دینے کے لیے اسے ان پر حرام قرار دیا اور ان پر یہ [illegible] حکم نازل فرمایا، بلاشک فی الحقیقت یہ (چربی) نہ خبیث و نا پاک نہیں ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

"پھر اگر وہ جھٹلائیں آپ کو تو آپ فرما دیجئے تمہارا پروردگار کشادہ رحمت والا ہے اور نہیں ٹالا جا سکتا اس کا عذاب اس قوم سے جو جرائم پیشہ ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَاِنْ كَذَّبُوْكَ" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا فاعل یہود ہیں۔ یعنی پھر اگر وہ یہودی آپ کو جھٹلائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہود گوشت کے بارے کہا کرتے تھے کہ چونکہ اسے اسرائیل نے حرام قرار دیا ہے پس ہم بھی اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ اسی کے متعلق مذکورہ آیت کریمہ ہے۔ واللہ اعلم۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

"اب کہیں گے جنہوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام کرتے کسی چیز کو۔ ایسا ہی جھٹلایا تھا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ چکھا انہوں نے ہمارا عذاب۔ آپ فرمایئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو نکالو اسے ہمارے لئے۔ تم نہیں پیروی کرتے مگر زے گمان کی اور نہیں ہو تم مگر انکلیں مارتے ہو آپ فرمایئے اللہ ہی کے لئے کامل دلیل ہے، سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرماتا تم سب کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے "سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ ... الآیہ" کے بارے فرمایا: یہ قریش کا قول ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام حرام کر دیئے ہیں۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا: لوگ کہتے ہیں کہ شر (برائی) تقدیر کے سبب نہیں ہوتا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل قدر کے درمیان یہ آیت "سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا" الی قولہ "قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ" قول فیصل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ عجز و دانائی بھی تقدیر میں سے ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ "قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ... الآیہ" کے نزول کے ساتھ ہی قدریہ کی دلیل ختم ہو گئی اور کٹ کر رہ گئی۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے "الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ" کا معنی سلطان (دلیل) کیا ہے۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 347 (3287)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۝

"آپ فرمائیے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے یہ۔ پھر اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں تو آپ نہ گواہی دیجئے ان کے ساتھ اور نہ پیروی کرنا ان کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر اور وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو برابر ٹھہراتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ" کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تم مجھے اپنے گواہ دکھاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قول باری تعالیٰ "الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا" کے بارے فرمایا کہ یہ گواہ وہ ہیں جو گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان بحائر اور سوائب کو حرام کیا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝

"آپ فرمائیے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو چیزیں حرام کی ہیں تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو ماپ اور تول انصاف کے ساتھ۔ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی

طاقت کے برابر اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جسے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اس وصیت کی طرف دیکھنا خوش کرتا ہے جس پر مہر لگی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیات پڑھے قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ (انعام) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ان تین آیات پر میری بیعت کرے گا؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین آیات تلاوت فرمائیں "قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" الآیت پھر فرمایا: جس نے انہیں پورا کیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور جس نے ان میں سے کسی شے کی کمی کی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اسے پکڑ لیا تو وہی اس کی سزا ہو گی اور جس کی کمی کو آخرت تک موخر کر دیا یا اسے مہلت دے دی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اگر چاہے تو اسے پکڑے اور اگر چاہے تو اسے معاف فرما دے۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت منذر ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ربیع بن خثیم نے کہا: کیا تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر زدہ صحیفہ کو پالے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو پھر انہوں نے یہی آیت سورۃ الانعام کے آخر سے پڑھی "قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" الی آخر الآیات۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ضریس اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تورات کی وہ دس آیات جو سب سے اول نازل ہوئیں وہ یہی دس آیات ہیں جو سورۃ الانعام کے آخر میں نازل ہوئیں یعنی "قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" سے لے کر آخر تک۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت [illegible] رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے ربیع بن خثیم سے کہا: مجھے

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 143 (3070)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 348 (3240)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وصیت کیجئے تو انہوں نے فرمایا: میرے پاس صحیفہ لے آؤ تو انہوں نے اس میں یہ آیات لکھ دیں "قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ" الآیات۔ اس آدمی نے عرض کی: میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا: ان آیات کی پیروی کرنا تجھ پر لازم ہے۔

امام ابو نعیم اور بیہقی رحمہما اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ ﷺ منیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انساب میں انتہائی مہارت رکھنے والے آدمی تھے۔ پس آپ منیٰ میں ان کے گھروں اور خیموں کے پاس ٹھہرے اور ان پر سلام کیا اور انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا۔ ان کی قوم میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک تھے۔ اس قوم میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سب سے زیادہ قریبی مفروق تھا اور وہ گفتگو اور طلاقتِ لسانی میں پوری قوم پر غالب تھا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ سے عرض کی: اے قریشی بھائی! آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ پس رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ پر اپنے کپڑے سے سایہ کر کے کھڑے ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس بات کی شہادت دو: اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اگر تم مجھے پناہ دو، میری مدد کرو اور میری حفاظت کرو یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کا وہ حق ادا کر سکوں جس کا اس نے مجھے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ قریش نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف اظہار کیا ہے اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلا دیا ہے اور وہ باطل کے سبب حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے۔ تو اس نے آپ ﷺ سے عرض کی: اے میرے قریشی بھائی! آپ مزید کیوں نہیں دعوت دیتے؟ کچھ فرمائیے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے قُلْ تَعَالَوْا سے لے کر تَتَّقُوْنَ تک یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ تو پھر مفروق نے آپ ﷺ سے کہا: اے قریشی بھائی! آپ مزید کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ قسم بخدا! یہ اہل زمین کا کلام نہیں۔ اگر یہ اہل زمین کا کلام ہوتا تو یقیناً ہم اسے پہچان لیتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (نحل: 90) الآیہ" بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو اور (ہر ایک کے ساتھ) بھلائی کرو۔ یہ سن کر مفروق نے کہا: اے قریشی! قسم بخدا تو نے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال کی دعوت دی ہے اور یقیناً وہ قوم جھوٹی ہے جس نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کی مخالفت کی ہے۔ اور ہانی بن قبیصہ نے کہا: اے قریشی بھائی! میں نے آپ کی گفتگو سنی اور آپ کی باتوں کو بہت اچھا اور حسین پایا، اور جس کے ساتھ آپ نے گفتگو فرمائی وہ مجھے تعجب میں ڈال رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اگر تم تھوڑی دیر اسی حالت پر ٹھہرے رہے تو اللہ تعالیٰ ان کے شہر اور اموال تمہیں عطا فرما دے گا یعنی فارس کی سرزمین اور کسریٰ کے دریا تمہیں عطا فرما دے گا اور ان کی بیٹیاں تمہاری فرشیں بنا دے گا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہو؟ پھر نعمان بن شریک نے آپ سے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم اے قریشی بھائی! یہ سب

آپ کے لئے ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی" اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (الاحزاب) " اے نبی (مکرم)! ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب چیزوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا"۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ" وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ" کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا" کہ تم اپنی اولاد کو فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو"۔ انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی بچیوں کے بارے فاقہ اور تنگدستی کے ڈر سے انہیں قتل کر دیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بے حیائی کی باتوں کے نزدیک مت جاؤ خواہ ان میں سے ظاہر ہوں یعنی اعلانیہ ہوں اور جو چھپی ہوئی ہوں یعنی جو ان میں سے سری ہوں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: املاق کا معنی فقر و افلاس کا خوف ہے اور" وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ" کے بارے آپ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ چھپ کر زنا کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔ البتہ اعلانیہ ایسا کرنا قبیح سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سر اور اعلانیہ دونوں کو حرام قرار دیا (2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد اعلانیہ اور وَ مَا بَطَنَ سے مراد سری اور خفیہ بے حیائی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے زانی، سارق (چور) اور شراب پینے والے کو دیکھا ہے تم ان کے بارے کیا کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائیاں ہیں اور ان میں سزا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو حازم الرہاوی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مولیٰ کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: لوگوں کا سوال فواحش کے بارے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن جابر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک ان فواحش کے بارے خبر پہنچی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں منع فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ کوئی آدمی کسی عورت سے شادی کرے یہاں تک کہ جب وہ اس کے لئے اپنی اولاد کو جنم دے چکے تو وہ بلا وجہ اسے طلاق دے دے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ" وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کرنا ہے اور وَ مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 372، دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 100-99، داراحیاء التراث العربی بیروت

6) "اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر) کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے کہا ہے کہ الاشد سے مراد عاقل بالغ ہونا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" پھر فرمایا جس نے اپنی طاقت کے مطابق ناپ اور تول پورا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو پورا کرنے کے بارے میں اس کی نیت کے صحیح ہونے کو جانتا ہے تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ وُسْعَهَا کا یہی مفہوم ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قسط سے مراد عدل ہے اور وُسْعَهَا سے مراد طاقت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا بِالْقِسْطِ سے مراد عدل ہے۔

امام ترمذی، ابن عدی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ تجار! تمہیں ایک معاملہ سپرد کیا گیا ہے، اس میں تم سے پہلے زمانہ میں کئی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں اور وہ ہے ناپ اور تول (1)۔ امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے بھی ناپ تول میں کمی کی اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک (قحط) مسلط کر دی۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ امام ابن زید نے "وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا" کی تفسیر میں فرمایا کہ تم حق بات کہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے "وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى" کے بارے میں نقل کیا ہے کہ اگرچہ معاملہ تیرے رشتہ دار کا ہو تو پھر بھی حق بات ہی کہو۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

"اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو دوسرے راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ کے راستہ سے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تاکہ تم متقی بن جاؤ"۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جان لو! راستہ صرف اور صرف ایک ہے جس پر ہدایت یافتہ جماعت ہے اور اس کا انجام جنت ہے۔ ابلیس نے متفرق راستے بنائے ان پر جمع ہونا (چلنا) گمراہی ہے اور ان کا انجام جہنم ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، نسائی، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 329 (5289)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ " تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ " کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مفہوم یہ ہے: " کہ ہم نیکی کرنے والے مومنین پر نعمت مکمل کر دیں "۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو صخر سے یہ قول نقل کیا ہے: " کہ پوری کر دیں وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر ہے "۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا " تاکہ ان پر اپنی نعمت اور اپنا احسان مکمل کر دیں "۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کسی نے دنیا میں نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر نعمت اور (جزا) کو مکمل فرما دے گا۔ ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مکمل عزت افزائی ہو گی۔ اور " وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ " کے بارے قتادہ نے فرمایا: اس سے مراد ہر شے کی تفصیل اور بیان ہے اور ان میں حلال اور حرام کی اشیاء شامل ہیں۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے مصاحف میں حضرت ہارون رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حسن کی قرأت میں " تَمَامًا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ " کے الفاظ ہیں۔

امام ابن الانباری نے بیان کیا کہ حضرت ہارون نے کہا عبد اللہ کی قرأت میں " تَمَامًا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا " ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا " وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ " سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تختیوں کو پھینکا تو انہوں نے ہدایت اور رحمت کو تو باقی پایا اور تفصیل ختم ہو گئی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

" اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اتارا اسے بابرکت ہے سو پیروی کرو اس کی اور ڈرو (اللہ سے) تاکہ تم پر رحم کیا جائے "۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے " وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ " الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمایا سو جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس میں حلال فرمائی ہیں ان کی پیروی کرو اور ان سے بچو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، ابن ضریس، محمد بن نصر اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بلاشبہ یہ قرآن شافع اور مشفع ہے (یعنی یہ سفارش فرمائے گا اور اس کی سفارش کو شرف

قبول بھی عطا کیا جائے گا) اور جو کچھ اس نے حلال کیا ہے وہ برحق اور تصدیق شدہ ہے۔ لہٰذا جس نے بھی اسے اپنا امام بنالیا اس کی راہنمائی جنت کی طرف فرمائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا اسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ضریس رحمہما اللہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن قرآن کریم کو ایک آدمی کی شکل عطا کی جائے گی۔ پھر ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا جو حامل قرآن تو ہوگا مگر اس کا عمل اس کے احکام کے خلاف ہوگا۔ پس قرآن کریم اس سے جھگڑنے لگے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اسے اپنا آپ اٹھوائے رکھا (یعنی میں اس کے سینے میں محفوظ رہا) لیکن اس کو مجھے اٹھانا کتنا برا ہے (یعنی اس نے میرے اٹھانے اور حفظ کرنے کا حق ادا نہیں کیا) اس نے میری حدود سے تجاوز کیا، میرے فرائض کو ضائع کیا، میرے بیان کردہ گناہوں کا ارتکاب کیا اور میری اطاعت وفرمانبرداری کو چھوڑ دیا۔ اس طرح قرآن کریم اس کے خلاف اپنے دلائل بیان کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے کہا جائے گا تو اس سے اپنی مرضی کا معاملہ کر۔ پس وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر لے جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے ناک کے بل جہنم میں گرا دے گا۔ پھر ایک صالح اور نیک انسان کو لایا جائے گا جس نے قرآن کریم کو حفظ کیا اور اس کے امور کی حفاظت کی۔ پس ایک مثالی شکل میں قرآن کریم اس کے قریب بھی کھڑا ہوگا اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اپنا بوجھ اس پر ڈالے رکھا اب اس نے میری حدود کی حفاظت کی، میرے بیان کردہ فرائض پر عمل کیا، میرے بیان کردہ گناہوں سے اجتناب کیا اور میری اطاعت وعبادت کی اتباع وپیروی کی۔ پس اس طرح وہ اس کے حق میں اپنے دلائل بیان کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے کہہ دیا جائے گا تو اس کے ساتھ اپنی پسند کا معاملہ کر۔ پس وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر لے جائے گا اور اسے ریشمی حلہ پہنائے گا۔ اس پر شاہانہ تاج سجائے گا اور اسے شراب طہور کے جام سے سیراب فرمائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ضریس رحمہما اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بے شک یہ قرآن کریم تمہارے لئے نصیحت ہے اور تمہارے اوپر بوجھ ہے۔ پس تم اسے پڑھو اور اس کی اتباع وپیروی کرو۔ کیونکہ اگر تم قرآن کریم کی اتباع کرو گے تو یہ تمہیں ریاض الجنہ میں لے جائے گا اور اگر قرآن نے تمہارا پیچھا کیا تو وہ تمہاری پشتوں میں نیزے مارے گا۔ یہاں تک کہ تمہیں جہنم میں ڈال دے گا۔

أَنْ تَقُولُوٓا إِنَّمَآ أُنزِلَ الْكِتَٰبُ عَلَىٰ طَآئِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَٰفِلِينَ ﴿١٥٦﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَٰبُ لَكُنَّآ أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ

"کس کی انتظار کر رہے ہیں بجز اس کے کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا خود آئے آپ کا رب یا آئے کوئی نشانی آپ کے رب کی۔ (لیکن) جس روز آئے گی کوئی نشانی آپ کے رب کی تو نہ نفع دے گا کسی کو اس کا ایمان لانا جو نہیں ایمان لایا تھا اس سے پہلے یا نہ کی تھی سچے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی۔ آپ (انہیں) فرمائیے تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ موت کے وقت ان کے پاس فرشتے آئیں یا قیامت کے دن خود آپ کا رب آئے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ موت کے ساتھ ان کے پاس فرشتے آئیں یا قیامت کے دن آپ کا رب خود آئے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ سے "اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ کا رب خود قیامت کے دن بادلوں کے سائے میں آئے۔

امام احمد، عبد بن حمید رحمہما اللہ نے اپنی مسند میں، ترمذی، ابو یعلی، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ" کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے (2)۔

امام طبرانی، ابن عدی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی معنی نقل کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے (4)۔

امام سعید بن منصور، فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے "يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ" کے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد سورج اور چاند دونوں کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، وہ دونوں ایسے ملے ہوں گے جیسے دو اونٹ آپس میں ملے ہوئے ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ" (القیامہ: 9) "اور (بے نور ہو کر) سورج اور چاند یکساں ہو جائیں گے" (5)۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 71 (875)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مسند ابو یعلی، جلد 1، صفحہ 567 (1348)، دار الکتب العلمیہ بیروت　3۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 209 (9020)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 118 (938)، دار الصمیعی الریاض　5۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 209 (9019)

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے مجاہد نے بتایا کہ اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

امام عبد بن حمید، عبد الرزاق، امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور جب وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو وہ تمام کے تمام ایمان لے آئیں گے۔ اس وقت ان کا ایمان ان کی ذاتوں کو کوئی نفع نہیں دے گا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں جب ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے قبل مومن نہیں تھا۔ اور وہ تین چیزیں یہ ہیں: دجال، دابہ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، عبد بن حمید، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کیا ہے کہ جو علامات سب سے پہلے ظاہر ہوں گی ان میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت دابہ (جانور) کا ظاہر ہونا ہے۔ تو ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوگی دوسری اس کے پیچھے ظاہر ہوگی۔ تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کی تلاوت فرمائی اور کہا میرا گمان یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو علامت پہلے ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ اس لئے کہ جب بھی سورج غروب ہوتا ہے تو وہ عرش کے نیچے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ پھر واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اسے رجوع کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو تو وہ روز کی طرح عمل کرے گا۔ وہ عرش کے نیچے آئے گا تو سجدہ کرے گا اور رجوع کی اجازت طلب کرے گا تو اس پر کوئی شے نہیں لوٹائی جائے گی۔ پھر وہ واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرے گا تو اسے کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب رات گزر جائے گی جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ گزر جائے اور وہ پہچان لے گا کہ اگر اسے رجوع کی اجازت دی جائے تو وہ مشرق کو نہیں پہنچ سکے گا، وہ کہے گا اے میرے رب! میرے لئے لوگوں سے مشرق کو کتنا دور کر دیا گیا ہے؟ یہاں تک کہ جب افق طوق کی مانند ہو جائے گا تو وہ پھر لوٹنے کی اجازت طلب کرے گا تو اسے کہا جائے گا تو اسی جگہ سے طلوع ہو جا۔ اس وقت لوگوں پر سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا" (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض

1۔ سنن ابو داؤد، کتاب الفتن، جلد 2، صفحہ 235، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور 2۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 133، [illegible]

3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، جلد 4، صفحہ 435 (4069)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کی: یا رسول اللہ ﷺ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ رات اتنی طویل ہوجائے گی یہاں تک کہ وہ دو راتوں کی مقدار کے برابر ہو جائے گی۔ پس اس اثناء میں جو لوگ رات کے وقت نماز پڑھتے ہیں وہ اپنے معمول کے مطابق اپنا عمل کریں گے اور ستارے اپنے مقام پر ٹھہرے ہوئے انہیں دکھائی دیں گے۔ پھر وہ لوگ سو جائیں گے۔ پھر اٹھیں گے اور اپنے اعمال کریں گے اور ستارے اپنے مقام پر ٹھہرے ہوئے انہیں دکھائی دیں گے۔ پھر وہ لوگ سو جائیں گے پھر اٹھیں گے اور اپنے اعمال کریں گے پھر سو جائیں گے۔ پھر اٹھیں گے اور ان کے پہلو تھک چکے ہوں گے۔ وہ رات ان پر خوب طویل ہو جائے گی۔ لوگ گھبرا جائیں گے اور وہ صبح نہیں کر پائیں گے۔ پس اسی دوران وہ سورج کے مشرق سے طلوع ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے کہ اچانک وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

امام عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا اس پر عرق گیر اور کمل کی یا تیب چادر تھی۔ جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تو جانتا ہے کہ یہ کہاں غروب ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کیچڑ والے چشمے میں غروب ہوتا ہے۔ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے۔ جب اس کے نکلنے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجازت عطا فرماتا ہے اور یہ وہاں سے نکل کر طلوع ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اسے وہیں سے طلوع کرے جس طرف وہ غروب ہوتا ہے تو اسے روک لے گا اور یہ عرض کرے گا اے میرے رب! میرا سفر دور ہو گیا ہے؟ تو رب کریم اسے فرمائے گا وہیں سے طلوع ہو جا جہاں غروب ہوا تو اس وقت اپنے نفس کا ایمان نفع بخش نہیں ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہیں رکھتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت ''یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ'' کے بارے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علامت ظاہر ہونے کے وقت کسی مشرک کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا اور اہل ایمان کو ظہور آیت کے وقت ان کا ایمان نفع پہنچائے گا بشرطیکہ اس سے قبل وہ اعمال خیر کرتے رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایک شام باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کرو۔ کیونکہ وہ وقت قریب ہے جب تم لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتے دیکھو گے۔ جب ایسا ہوا تو پھر توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اعمال لپیٹ دیا جائے گا اور ایمان ختم کر دیا جائے گا (یعنی ایمان لانے کی مہلت ختم کر دی جائے گی)۔ پس لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نشانی یہ ہے کہ تمہاری وہ رات تین راتوں کی مقدار کے برابر کی ہو جائے گی۔ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے لئے راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہ بیدار ہوں گے اور اپنی نمازیں مکمل کرلیں

نے فرمایا: سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد بھی لوگ ایک سو بیس سال تک وہیں رہیں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ علامات دھاگے میں پروئے ہوئے منکوں کی طرح ہیں۔ جب دھاگہ ٹوٹ جائے تو ایک دوسرے کے پیچھے سب نکل جاتے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علامات قیامت دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں کی شکل میں ہیں۔ جب دھاگہ کٹ جائے تو بعض بعض کے پیچھے نکل جاتے ہیں(1)۔

ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علامات قیامت دھاگے میں پروئے ہوئے موتیوں کی شکل میں ہیں۔ دھاگہ کٹ جاتا ہے تو ایک دوسرے کے پیچھے سب نکل جاتے ہیں(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اگر کسی آدمی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا پال رکھا ہو۔ پھر وہ پہلی علامت ظاہر ہونے کے وقت بچھیرے کو جنم دے تو اس بچھیرے کے سواری کے قابل ہونے تک وہ آخری علامات کو بھی دیکھ لے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب علامات قیامت میں سے پہلی علامات تم دیکھو گے تو پھر وہ لگاتار ظاہر ہوں گی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمام علامات آٹھ مہینوں میں ظاہر ہو جائیں گی۔

عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت ابو العالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا تمام علامات چھ ماہ میں ظاہر ہو جائیں گی۔

امام عبد بن حمید اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو سلام کرتا ہے، سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب وہ غروب ہوگا تو سلام کرے گا، سجدہ کرے گا اور اجازت طلب کرے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب! بے شک مشرق تو بہت دور ہے میں تو ابھی یہاں ہوں۔ کیا مجھے اجازت نہیں دی جائے گی، میں وہاں نہیں پہنچ سکوں گا۔ راوی فرماتے ہیں جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے روکے رکھے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا: تو اسی جگہ سے طلوع ہو جہاں تو غروب ہوا۔ تو پھر اس دن سے لے کر قیامت قائم ہونے کے دن تک کسی نفس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش نہیں ہوگا جو اس سے قبل ایمان دار نہیں تھا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(3)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ نشانی جس کے ظہور کے بعد کسی نفس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوگا وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 509 (8639)، دارالکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 520 (8461)

3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 530 (8645)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "یقیناً لوگوں پر ایک ایسی رات آنے گی جو تمہاری ان راتوں میں سے تین راتوں کے برابر ہوگی۔ جب وہ رات آئے گی تو نماز پڑھنے والے اسے پہچان لیں گے۔ نمازیوں میں سے ایک اٹھے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ پھر سو جائے گا۔ پھر اٹھے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا پھر سو جائے گا۔ پھر اٹھے گا۔ تین یہی صورت حال رہے گی کہ لوگ باہم مضطرب ہو جائیں گے گھبرا جائیں گے اور کہیں گے یہ کیا ہے؟ پھر وہ گھبرائے ہوئے مساجد کی طرف نکل پڑیں گے۔ تو اچانک وہ دیکھیں گے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گیا ہے۔ پس لوگ یک شدید چیخ لگائیں گے۔ یہاں تک کہ سورج جب آسمان کے وسط میں پہنچے گا۔ تو واپس لوٹ جائے گا اور پھر اپنے مطلع سے طلوع کرے گا۔ اس وقت کا ایمان کسی نفس کو نفع نہیں دے گا۔

امام طیالسی، سعید بن منصور، احمد، عبد بن حمید، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، ابن منذر، ابو الشیخ، بیہقی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنا رکھا ہے۔ اس کا عرض ستر برس کا ہے۔ وہ توبہ کے لئے کھلا ہے۔ اسے اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک اس کی جانب سے مغرب سے سورج طلوع نہیں ہوگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے "يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا" اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں " کہ جب سورج اس کی جانب سے طلوع ہوگا تو کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی تھی(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے گفتگو فرمانے لگے کہ توبہ کا ایک دروازہ ہے۔ اس کے دونوں کواڑوں کے درمیان عرض مشرق و مغرب کے مابین فاصلے کی مقدار ہے۔ وہ بند نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ الایۃ" تلاوت فرمائی(2)۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس کسی نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا(3)۔

عبد بن حمید اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن آدم پر توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ جب تک کہ تین میں سے کوئی ایک علامت ظاہر نہ ہو جائے۔ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو یا دابۃ ظاہر نہ ہو یا یاجوج اور ماجوج نہ نکل آئیں اور فرمایا: جب بھی تم پر ایک سال آئے گا تو دوسرا اس سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا(4)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 119 (940)، دار الصمیعی الریاض
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 65 (7383)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب استحباب الاستغفار والاکثار منہ، جلد 17، صفحہ 21 (2703)
4۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 190 (6937)، بغداد

امام احمد، عبد بن حمید، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہجرت منقطع نہیں ہوگی یہاں تک کہ توبہ کی مہلت ختم ہو جائے گی اور توبہ کی مہلت منقطع نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا(1)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن یخامر سکسکی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو گناہ چھوڑ دے اور دوسری یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی طرف ہجرت کرے۔ اور ہجرت ختم نہیں ہوگی جب تک توبہ قبول کی جاتی رہے گی اور توبہ قبول کی جاتی رہے گی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ہر دل پر اس کے ساتھ مہر لگا دی جائے گی جو کچھ اس میں ہوگا، اور لوگوں کے لئے عمل کافی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار کے سوا تمام علامات گزر چکی ہیں اور وہ چار یہ ہیں: دجال، دابہ، یاجوج و ماجوج کا ظاہر ہونا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ وہ نشانی جس کے ظہور سے اللہ تعالیٰ اعمال پر مہر لگا دے گا وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ الآیہ۔ فرمایا: اس سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(3)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس صبح سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس دن سے اس امت میں جلد اور قریب ترین ہو جائیں گے، اعمال کے رجسٹر لپیٹ دیئے جائیں گے اور قلمیں خشک ہو جائیں گی۔ نہ کسی نیکی میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ کسی گناہ و برائی سے رجوع کیا جائے گا، جب ان میں کوئی نیکی نہ ہوگی تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جس نے اس سے قبل ایمان قبول نہیں کیا یا حالت ایمان میں کوئی خیر اور نیکی کا عمل نہیں کیا۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب پہلی علامت ظاہر ہوگی تو قلمیں پھینک دی جائیں گی، محافظ (فرشتے) روک دیئے جائیں گے، کراماً کاتبین روک لیے جائیں گے اور جسموں کو اعمال پر گواہ کر دیا جائے گا۔

امام احمد، عبد بن حمید، مسلم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے اعمال کر لو اور وہ یہ ہیں: سورج کا مغرب

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 99، دار صادر، بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 444 (7215)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 582 (8637)، دار الکتب العلمیہ بیروت

سے طلوع ہونا، دجال، دھواں، دابۃ الارض، خویصۃ احدکم (تم میں سے کسی کا مرنا) اور امر العامۃ (قیامت کا آنا)۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خویصۃ احدکم سے مراد موت ہے اور امر العامۃ سے مراد قیامت ہے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (1)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اپنے اعمال میں جلدی کرو، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دابۃ الارض، دجال کا ظاہر ہونا، تم میں سے کسی پر موت کا آنا اور قیامت کا قائم ہونا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی بڑی علامات سات ہیں۔ ان میں سے ایک گزر چکی ہے اور وہ ہے طوفان اور چھ تم تک باقی ہیں۔ یعنی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھواں، دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا اور صور (ترجمہ) میں پھونکا جانا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دو شخص بیرآ میں چلیں گے۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو کہے گا تو کب پیدا ہوا؟ تو وہ جواب دے گا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے زمانے میں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تمام علامات مسلسل اس تسلسل کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسے کہ دھاگے میں دانے پروئے ہوئے ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا علامات دھاگے میں پروئے ہوئے موتیوں کی شکل میں ہیں کہ دھاگہ کٹ جائے تو وہ ایک دوسرے کے پیچھے تسلسل کے ساتھ نکل آتے ہیں۔

امام ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔ پھر ان کی پیروی علامہ ذہبی نے بھی کی ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علامات کا ظہور دو سو کے بعد ہوگا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک علامت ظاہر ہونے کے بعد لوگ نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے اور حج کریں گے۔ اللہ تعالیٰ جس سے ان اعمال کو قبول فرمائے گا جس سے علامات ظاہر ہونے سے پہلے انہیں تسلیم کرتا تھا اور جس سے ظہور علامات سے قبل تسلیم نہیں کیا تو علامات ظاہر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی قبولیت نہیں فرمائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 561 (8574)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، باب قیامت، جلد 4، صفحہ 431 (4056)، ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 431 (4057)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ لوگ جمع (مزدلفہ) کی طرف چلتے ہوئے رات گزاریں گے اور دابۃ الارض ان کی طرف چلتے ہوئے رات بسر کرے گا۔ پس وہ صبح اس حال میں کریں گے کہ وہ انہیں اپنے سر اور دم کے درمیان رکھے ہوئے ہوگا۔ وہ ہر مومن کو مسح کرے گا، لیکن فقط چھوئے گا۔ اور وہ ہر منافق اور کافر کو وہ ناک پر ضرب لگائے گا۔ ابھی تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ پھر ایک وقت ان پر ظاہر ہوگا۔ مومن اس کے سبب زکام کی کیفیت محسوس کرے گا۔ لیکن وہ منافق اور کافر کے کانوں میں داخل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ہنڈیا کی طرح ہو جائے گا۔ ابھی بھی توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ اس کے بعد مغرب سے سورج طلوع ہوگا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بالا خانے سے ہمارے اوپر جھانکے اور ہم باہم مذاکرات کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیا مذاکرات کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی ہم قیامت کے بارے گفتگو کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔ اور وہ یہ ہیں دھواں اور دجال کا ظاہر ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول فرمانا، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع کرنا اور تین خسوف کا ہونا۔ ایک خسف (زلزلہ پیدا ہو کر زمین میں دھنس جانا) مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔ سب سے آخر میں قعر عدن یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکا دے گی۔ جب وہ اتریں گے تو آگ بھی انہی کے ساتھ ٹھہرے گی اور جب وہ قیلولہ کریں گے تو یہ بھی انہی کے ساتھ قیلولہ کرے گی (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا یاجوج ماجوج میں سے کوئی آدمی نہیں مرے گا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار یا اس سے زائد افراد پیدا ہوں گے۔ ان کے پیچھے تین قسم (گروہ) ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ تین یہ ہیں: منسک، تاویل اور تاریس۔ سورج جب ہر روز طلوع ہوتا ہے تو ساری مخلوق اسے دیکھتی ہے اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے، سلام کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے پھر ایک دن اجازت نہیں دی جائے گی۔ وہ پھر اجازت طلب کرے گا۔ تو پھر بھی اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ پھر تیسری بار وہ اجازت لے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ تو پھر یہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار! تیرے بندے میرا انتظار کر رہے ہوں گے اور مسافت بہت دور ہے؟ پھر بھی اسے اجازت نہیں دی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب رات دو یا تین راتوں کی مقدار کے برابر ہو جائے گی تو اسے کہا جائے گا تو اسی جگہ سے طلوع ہو جہاں تو غروب ہوا۔ پھر وہ طلوع ہوگا اور تمام اہل زمین اسے دیکھیں گے۔ یہ ان علامات میں سے ہے جو ہم تک پہلے پہلے پہنچیں گی۔ اس وقت: کسی نفس کا ایمان اسے نفع نہیں دے گا جس نے اس سے قبل ایمان قبول نہیں کیا۔ جب لوگ جوش میں آئیں گے اور سب تصدیق کریں گے اور ان سے لیا نہیں جائے گا اور کہا جائے گا: اگر کل اس طرح ہوتا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 532 (8462)، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 414 (2183)، دار الفکر بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک دن اپنے ہم نشینوں سے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے جانتے ہو "تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ" (الکہف:86) "گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں"۔ اس سے کیا مراد ہے؟ تمام حاضرین مجلس نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو پھر آپ نے فرمایا: کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی بیان کرتا ہے اور وہ عرش کے نیچے ہوتا ہے اور جب اس کے طلوع کا وقت آتا ہے تو اسے پھر سجدہ کرتا ہے اور اس کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے۔ تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ خاص دن آئے گا جس میں اسے روکا جانا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا۔ پھر اجازت طلب کرے گا، تو اسے کہا جائے گا تو ٹھہرا رہ۔ پھر جب سورج کے طلوع کا وقت قریب آئے گا تو وہ رب کریم کو سجدہ کرے گا، اس کی تسبیح اور عظمت و کبریائی بیان کرے گا اور پھر اجازت طلب کرے گا۔ تو اسے کہا جائے گا تو ٹھہرا رہ۔ چنانچہ دو راتوں کی مقدار اسے روکا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: تہجد پڑھنے والے لوگ اس سے گھبرا جائیں گے اور ایک آدمی اپنے پڑوس میں رہنے والے کو آواز دے گا اے فلاں! آج ہماری رات کو کیا ہو گیا ہے کہ میں سویا اور خوب سیر ہو کر سویا اور میں نے نماز پڑھی اور خوب خشوع اور آداب کے ساتھ نماز پڑھی؟ پھر اس سورج کو کہا جائے گا اس جگہ سے طلوع ہو جہاں تو غروب ہوا تھا لہذا اس کا ذکر اس آیت میں ہے "يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ الآیہ"

امام سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: اے لوگو! اس امت میں عنقریب ایک قوم آئے گی اس کے افراد رجم، دجال اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو جھٹلائیں گے، عذاب قبر اور شفاعت کی تکذیب کریں گے اور اس قوم کو جھٹلائیں گے جو آگ سے نکلے گی اس کے بعد کہ آگ نے انہیں جلا دیا۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابوالشیخ نے العظمہ میں ابو ابن حسان نے کعب سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو تو وہ قطب کے ساتھ اسے پھیر دے گا اور مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق بنا دے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مشرق کی جانب ساتویں سمندر پر دنیا کی تین راتوں کی مقدار کے برابر تاریکی اور اندھیرے کا حجاب پیدا فرمایا ہے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو وہ فرشتہ آتا ہے جو رات پر مقرر ہے۔ وہ اس حجاب کی تاریکی سے ایک قبضہ (مٹھی) لیتا ہے۔ پھر مغرب کی طرف نکل پڑتا ہے اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے تھوڑا تھوڑا کر کے اس تاریکی کو چھوڑتا جاتا ہے اور شفق کی رعایت رکھتا ہے۔ جب شفق غائب ہو جائے تو وہ ساری تاریکی کو چھوڑ دیتا ہے اور پھر اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور وہ زمین کی اطراف اور آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ فضا میں اتنا تجاوز کر جاتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ فضا میں آگے تجاوز کریں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے ساتھ اس کے پروں کے سبب رات کی تاریکی

پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ رات کی ساعتوں کی مقدار کے مطابق مغرب میں آ پہنچتا ہے۔ پس جب وہ مغرب میں آ پہنچتا ہے تو مشرق سے صبح پھوٹتی ہے۔ وہ اپنے ایک پر کو سمیٹ لیتا ہے اور اندھیروں کو آپس میں ملاتے ہوئے اپنی ہتھیلی میں بند کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر اندھیروں کو ایک مٹھی میں بند کر لیتا ہے۔ جیسے کہ مشرق کے حجاب سے لیتے وقت اس نے انہیں قبضے میں لیا تھا۔ پھر وہ انہیں مغرب سے ساتویں سمندر میں رکھ دیتا ہے۔ پس وہیں سے رات کی تاریکی آتی ہے۔ جب اس حجاب کو مشرق سے مغرب کی طرف پھیر دیا جائے گا تو صور (قرنا) میں پھونکا جائے گا۔ لہٰذا دن کی روشنی سورج کی جانب سے ہوتی ہے اور رات کی تاریکی اس حجاب کی جانب سے ہے۔

سورج اپنے مطلع سے مغرب کی طرف چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی توبہ کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ پھر سورج اجازت طلب کرے گا کہ وہ کہاں سے طلوع کرے اور چاند اجازت طلب کرے گا وہ کہاں سے طلوع کرے تو دونوں کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ پس دونوں میں سے سورج کو تین راتوں کی مقدار اور چاند کو دو راتوں کی مقدار روک لیا جائے گا اور دونوں کو روکنے کی مقدار کا علم بہت کم لوگوں کو ہوگا۔ اور وہ اہل زمین میں سے باقی رہنے والے اور قرآن کے حافظ ہوں گے۔ ان میں سے ہر کوئی اس رات میں اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوگا۔ تو دیکھے گا رات تو اپنے حال پر ہے۔ وہ دوبارہ وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا ابھی رات اپنے حال پر ہی ہے۔ وہ پھر لوٹے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا ابھی رات اپنے حال پر ہی ہے۔ وہ پھر لوٹے گا اور اپنا وظیفہ پڑھے گا۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگا تو دیکھے گا کہ رات تو ابھی اپنے حال پر ہی ہے۔ تو اس رات کے طویل ہونے کی پہچان صرف حافظین قرآن کو ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کو بلائیں گے اور اس رات کا بقیہ حصہ عاجزی و زاری اور چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنی مساجد میں جمع رہیں گے۔ وہ رات تین راتوں کی مقدار کے برابر ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کو سورج اور چاند کی طرف بھیجے گا اور وہ جا کر انہیں کہیں گے: پروردگار عالم نے تم دونوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے مغارب کی طرف لوٹ جاؤ اور وہیں سے طلوع کرو۔ کیونکہ تمہارے لئے کوئی روشنی اور نور نہیں۔ پس سورج اور چاند قیامت اور موت کے خوف سے رونے لگ جائیں گے۔ چنانچہ وہ دونوں لوٹیں گے اور اپنے مغرب سے طلوع کریں گے۔

پس اسی اثناء میں کہ لوگ اس طرح رو رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کر رہے ہوں گے اور غافل لوگ اپنی غفلت میں پڑے ہوں گے کہ اچانک منادی دینے والا یہ اعلان کرے گا خبردار! توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور سورج اور چاند اپنے مغارب سے طلوع ہو چکے ہیں۔ سو لوگ دیکھیں گے کہ وہ دونوں سیاہ ٹکڑیوں کی مانند سیاہ ہیں ان میں روشنی ہے نہ نور۔ اسی کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے "وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ"۔ وہ دونوں بلند ہوں گے جیسے کہ دو ملے ہوئے اور بندھے ہوئے اونٹ ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے جھگڑ رہا ہو اہل دنیا چیخ و پکار کر رہے ہوں گے۔ مائیں (اپنی اولاد کو) بھول جائیں گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔ رہے نیکوکار اور صالح لوگ تو انہیں اس دن کا رونا نفع دے گا اور ان کی عبادت لکھی جائے گی۔ لیکن اس کے برعکس جو لوگ فاسق اور فاجر ہوں گے تو اس دن ان کا رونا انہیں نفع

نہیں دے گا اور ان کے خلاف حسرت اور پشیمانی لکھی جائے گی۔ جب سورج اور چاند آسمان کے نصف تک پہنچیں گے تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئیں گے اور انہیں سینگوں سے پکڑ کر مغرب کی طرف لوٹا دیں گے۔ وہ انہیں اپنے مغارب میں غروب نہیں کریں گے بلکہ انہیں باب التوبہ میں غروب کر دیں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی: توبہ کا دروازہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مغرب کے پیچھے توبہ کے لئے ایک دروازہ بنا رکھا ہے اور وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک ہے۔ اس کے لئے سونے کے دو کواڑ ہیں۔ ان پر موتی، یاقوت اور جواہر جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے لئے چالیس برس کی مسافت ہے۔ جب سورج اور چاند مغرب سے طلوع کریں گے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس دن تک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے جس نے بھی خالص توبہ کی اس کی توبہ اس دروازے میں داخل ہو گی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اٹھا لیا جائے گا۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! توبۃ النصوح کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اَنْ یَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِیْ اَصَابَ فَیَهْرُبَ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُ، ثُمَّ لَا یَعُوْدُ اِلَیْهِ حَتّٰى یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ" "کہ بندے کا اپنے اس گناہ پر نادم ہونا جو اس سے صادر ہوا اور پھر اس سے بھاگ کر خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا اور یہ عہد کرنا کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا جیسا کہ دودھ تھنوں میں واپس نہیں لوٹ سکتا"۔ فرمایا: جبریل امین [illegible] سورج اور چاند دونوں کو اس دروازے میں غروب کر دیں گے اور دونوں کواڑوں کو بند کر دیں گے۔ تو اس طرح ان کی درمیانی مسافت اس طرح سمٹ جائے گی اور وہ آپس میں اس طرح جڑ جائیں گے کہ گویا کبھی ان کے درمیان کبھی کوئی شگاف اور سوراخ نہیں تھا۔ جب توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تو اس کے بعد کسی بندے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس کے بعد کی جانے والی کوئی نیکی اس کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہو گی۔ مگر وہ نیک عمل جو اس سے پہلے کیا ہو گا وہ ضرور نفع پہنچائے گا۔ لہذا اس کے بعد ان کے حق میں اور ان کے خلاف وہی کچھ جاری رہے گا جو اس سے پہلے ان کے لئے جاری تھا۔ یہی مطلب اس ارشاد گرامی میں ہے "یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا"۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! فداک ابی وامی، اس کے بعد سورج اور چاند کی کیفیت کیا ہو گی، لوگ کیسے ہوں گے اور (اقامہ) دنیا کیسا ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابی! اس کے بعد سورج اور چاند دونوں نور کی روشنی حاصل کر لیں گے، پھر لوگوں پر طلوع کریں گے اور اسی طرح غروب ہوں گے جیسے پہلے ہوا کرتے تھے۔ رہے لوگ تو جب وہ اس علامت اور اس کی عظمت کو دیکھ لیں گے وہ دنیا کے حریص ہو جائیں گے۔ وہ اس میں آبادیاں بنائیں گے، اس میں نہریں جاری کریں گے، درخت لگائیں گے اور اس میں اونچے اونچے محل تعمیر کریں گے۔ اور دنیا کی کیفیت یہ ہوگی کہ اگر کسی آدمی کے پاس نومولود بچہ پیدا ہو تو وہ بھی سواری کے قابل نہیں ہو گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ پس سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے لے کر صور میں پھونکے جانے کے دن تک (اتنی مہلت) ہو گی۔

امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے الفتن میں اور حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دجال کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہے۔ اس کے گدھے کا قدم تین دن کی مسافت کا ہوگا اور وہ سمندر میں اس طرح گھس جائے گا جیسے تم میں سے کوئی نہر میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ کہے گا: میں عالمین کا رب ہوں، یہ سورج میری اجازت سے گردش کرتا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے روک لوں؟ پھر سورج کو روک لیا جائے گا۔ حتی کہ اس دن کو مہینے اور ہفتے کی شکل بنا دیا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے چلا دوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں۔ تو ایک دن کو ایک ساعت کی شکل کر دیا جائے گا۔ پھر ایک عورت اس کے پاس آئے گی اور کہے گی: اے میرے رب! میرے لئے میرے بھائی، بیٹے اور خاوند کو زندہ کر دے۔ حتی کہ وہ عورت ایک شیطان سے معانقہ کرے گی درآں حالیکہ ان کے گھر شیطانوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ پھر ایک اعرابی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا: اے میرے رب! ہمارے لئے ہمارے اونٹوں اور بکریوں کو زندہ کر دے۔ تو وہ انہیں بہت سے ایسے شیاطین دے دے گا جو ان کے اونٹوں اور بکریوں کی شکل ہوں گے اور عمر اور نشانیوں کے اعتبار سے انہی جیسے ہوں گے۔ تو وہ کہیں گے اگر یہ ہمارا رب نہ ہوتا تو ہمارے لئے کون ہمارے مردوں کو زندہ کرتا؟ اس کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ کا ایک پہاڑ ہوگا اور گوشت کی ہڈیاں گرم ہوں گی ٹھنڈی نہیں ہوں گی، نہر جاری ہوگی اور باغات اور سبزے کا ایک پہاڑ ہوگا اور اسی طرح اس کے ساتھ آگ اور دھوئیں کا ایک پہاڑ ہوگا۔ وہ کہے گا: یہ میری جنت ہے یہ میری دوزخ ہے۔ یہ میرا کھانا ہے اور یہ میرا پینا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اس کے ساتھ لوگوں کو یہ کہہ کر ڈرائیں گے یہ مسیح کذاب ہے پس تم اس سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اتنی سرعت اور تیزی عطا فرمائے گا جسے دجال نہیں پا سکے گا۔ لہٰذا جب وہ کہے گا میں رب العالمین ہوں تو لوگ اسے کہیں گے: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کہیں گے: لوگوں نے سچ کہا ہے۔ پھر اس کا گزر مکہ مکرمہ سے ہوگا۔ تو وہاں لوگوں کا ایک عظیم جم غفیر اسے کہے گا تو کون ہے؟ تو وہ کہے گا: میں میکائیل ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حرم کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ اور جب اس کا گزر مدینہ منورہ سے ہوگا تو وہاں بھی ایک خلق عظیم اس سے پوچھے گی: تو کون ہے؟ تو وہ کہے گا: میں جبرئیل ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں حرم رسول ﷺ کی حفاظت کروں۔

پس دجال جب مکہ مکرمہ پہنچے گا تو وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام کو دیکھ کر چیختے چلاتے الٹے پاؤں واپس بھاگے گا اور مکہ کے منافقین بھی اس کی طرف نکل آئیں گے اور اسی طرح مدینہ منورہ سے بھی منافقین اس کی طرف نکل آئیں گے اور پھر ڈرانے والا ان کی طرف آئے گا۔ جنہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اور مسلمانوں میں سے بیت المقدس سے محبت رکھنے والے کا بیان ہے کہ دجال اس آدمی کو پالے گا اور کہے گا: یہ وہ ہے جو یہ گمان رکھتا تھا کہ میں اس پر قادر نہیں ہوں گا۔ لہٰذا تم اسے قتل کر دو۔ تو اسے چیر ڈالا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا: میں اسے زندہ کرتا ہوں۔ تو کھڑا ہو جا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سوا کسی نفس کی اسے اجازت نہیں دے گا۔ سو وہ کہے گا: کیا میں نے تجھے موت دے کر پھر زندہ نہیں کیا؟ تو وہ جواب دے گا: اب تیرے بارے

جا چکے ہوں گے۔ پھر وہ تھوڑی مدت تک ہی ٹھہریں گے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا تمام عمل ختم ہو جائیں گے اور اعمال نامے لپیٹ دیے جائیں گے۔ اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ابلیس سجدے میں گر جائے گا اور پکارے گا اے میرے اللہ! جسے تو چاہے مجھے سجدہ کرنے کا حکم دے۔ اس کے شیاطین جمع ہو کر کہیں گے اے ہمارے آقا! کس سے تو گھبرا رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا میں نے اپنے رب سے یہ التجا کی ہے کہ وہ یوم بعث تک مجھے مہلت عطا فرمائے۔ کیونکہ سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور یہ وقت معلوم ہے۔ شیاطین زمین میں ظاہر ہو جائیں گے حتیٰ کہ آدمی کہے گا یہ میرا وہ ساتھی ہے جو مجھے گمراہ کرتا تھا۔ پس سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے رسوا کیا ہے۔ ابلیس مسلسل روتے ہوئے سجدہ کرتا رہے گا یہاں تک کہ دابہ نکلے گا اور اسے سجدے کی حالت میں ہی قتل کر دے گا۔ اس کے بعد مومنین چالیس برس تک حیات مستعار کے مزے لیتے رہیں گے۔ وہ جس چیز کی بھی تمنا اور آرزو کریں گے وہ انہیں عطا کر دی جائے گی۔ یہاں تک کہ دابہ کے نکلنے کے بعد چالیس سال مکمل ہو جائیں گے۔ پھر ان میں موت لوٹ آئے گی اور بڑی تیزی سے لوگ موت کی آغوش میں جانے لگیں گے اور کوئی مومن باقی نہیں رہے گا۔ اور کفار باقی رہ جائیں گے۔ وہ چوپاؤں کی طرح راستوں میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے۔ یہاں تک کہ آدمی راستے کے درمیان اپنی ماں سے زنا کرے گا۔ ایک اس کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ایک اس سے اترے گا اور ان میں افضل وہ ہوگا جو یہ کہے گا: اگر تم راستے سے ایک طرف ہو جاتے تو اچھا ہوتا۔ پس اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی نکاح سے پیدا نہیں ہوگا۔ پھر تیس سال تک اللہ تعالیٰ عورتوں کو بانجھ کر دے گا اور وہ سب کے سب زنا کی پیداوار ہوں گے اور تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے۔ انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو ابلیس سجدے میں گر جائے گا اور باآواز بلند یہ پکارے گا: اے اللہ! جسے تو چاہے مجھے سجدہ کرنے کا حکم دے۔ اس کے گروہ کے افراد اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے آقا! یہ عاجزی اور زاری کیسی ہے؟ تو وہ کہے گا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ وہ وقت معلوم تک مجھے مہلت دے اور یہی وقت معلوم ہے۔ فرمایا: دابۃ الارض صفا کی ایک دراز (پھٹن) سے نکلے گا اور وہ اپنا پہلا قدم انطاکیہ میں رکھے گا۔ سو وہ ابلیس کے پاس آئے گا اور اسے تھپڑ مارے گا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن کے وقت اپنا دست قدرت پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائے (یہی سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا (2)۔

1۔ کنز العمال، باب خروج الشمس من مغربہا، جلد 14، صفحہ (38934)، مکتبۃ التراث الاسلامی حلب

2۔ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، جلد 17، صفحہ 64 (2759)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو آدمی اپنے خزانے لئے ہوئے مال کی طرف جائے گا اور اسے نکالے گا پھر اسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے گا اور کہے گا: کون ہے جس کا اس میں حق ہے؟ تو اسے کہا جائے گا: تو کل اسے کیوں نہیں لایا؟ پس اس سے مال قبول نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ اسے اسی جگہ پر لے آئے گا جہاں سے اس نے کھودا تھا اور اسے زمین پر دے مارے گا اور کہے گا: اے کاش! میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت طلب کی، لیکن انہوں نے مجھے اجازت نہ دی۔ تو میں واپس لوٹ گیا۔ پھر ان کا قاصد مجھے پیچھے سے آملا اور کہا: تجھے کس شے نے واپس لوٹا دیا ہے؟ میں نے کہا: میں نے گمان کیا کہ آپ سو رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: میں نہیں سوتا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے؟ ابن عون نے کہا: میں نے اس کا ذکر محمد سے کیا تو انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کئی ایک نے اسی طرح کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو امامہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن کی صبح وہ رات تین راتوں کی مقدار طویل ہو جائے گی۔ پس وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ اٹھ کر نماز ادا کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوں گے تو سورج کے طلوع کی طرف دیکھنے لگیں گے۔ اتنے میں سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

"بے شک وہ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ (اے محبوب!) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ، ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے پھر وہ بتائے گا انہیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کے مابین اختلاف ہوا تو وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔ سو جب آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ پر یہ آیت نازل کی گئی "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ ... الآیہ"

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اس آیت طیبہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اسلام اور اس دین کو چھوڑ دیا جس کا انہیں حکم دیا گیا اور وہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ آپ کا ان سے کوئی علاقہ اور تعلق نہیں۔ یہ آیت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ پھر یہ آیت "قاتلوا الذین لا یومنون باللہ" (التوبہ:40) کے سبب یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "وَكَانُوا شِيَعًا" کا معنی ہے "مِلَلًا شَتّٰى" (وہ مختلف ملتوں میں بٹ گئے)

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے بے شک وہ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا، حالانکہ وہ اس امت میں سے ہیں (1)۔

امام حکیم ترمذی، ابن جریر، طبرانی، شیرازی رحمہم اللہ نے الالقاب میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے "اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا" کے بارے یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ان سے مراد اس امت کے بدعتی اور ہوا پرست لوگ ہیں" (2)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دین میں تفرقہ ڈالنے والے لوگوں سے مراد خوارج ہیں۔

ابن ابی حاتم، نحاس اور ابن مردویہ نے ابو غالب سے نقل کیا ہے کہ ان سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد خوارج ہیں۔

امام حکیم ترمذی، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی، ابو نعیم نے حلیہ میں، ابن مردویہ، ابو نصر سجزی نے الابانہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: اے عائشہ! "اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا" سے مراد اس امت کے اہل بدعت، ہوا پرست اور گمراہی اختیار کرنے والے لوگ ہیں، ان کے لئے توبہ نہیں ہے۔ اے عائشہ! بلاشبہ ہر گناہگار کے لئے توبہ ہے مگر اہل بدعت اور ہوا پرستوں کے لئے توبہ نہیں ہے۔ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں (یعنی میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں) (3)۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ "اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا" کو بغیر الف کے پڑھتے تھے۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو الف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی "اِنَّ الَّذِیْنَ فٰرَقُوْا دِیْنَهُمْ" (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "فٰرَقُوْا دِیْنَهُمْ" پڑھتے سنا ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 125، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ نوادر الاصول، جلد 1، صفحہ 208، دار صادر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 124
5۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 72 (876)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا لا الہ الا اللہ نیکی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ تمام نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ" سے مراد یہ ہے کہ جس کسی نے لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ" سے مراد لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" نازل ہوئی۔ اس وقت اہل ایمان ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے مالوں کا دسواں حصہ (فی سبیل اللہ) دیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد رمضان المبارک کے روزوں اور زکوۃ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا(1)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم کیا گیا کہ میں یہ کہتا ہوں: جب تک میں زندہ رہا دن کو ضرور روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ (رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا) تو میں نے عرض کر دی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے اسی طرح کہا ہے۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھے گا لہٰذا تو کبھی روزہ رکھ اور کبھی افطار کر۔ رات کا کچھ حصہ سو اور کچھ قیام کر تو ہر مہینے میں تین روزے رکھ۔ کیونکہ ایک نیکی اپنی مثل دس نیکیوں کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ صیام الدھر کے مثل ہی ہے(2)۔

امام احمد، ترمذی رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے ہر مہینے تین روزے رکھے تو وہ اس کے لئے صیام الدھر کی مانند ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ارشاد کی تصدیق میں قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہوتا ہے(3)۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے ایسے عمل کی تعلیم دیجئے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور جہنم سے دور ہٹا دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو کسی برائی کا ارتکاب کرے تو پھر نیکی کا عمل کر۔ کیونکہ ایک نیکی اپنی مانند دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی نیکیوں میں سے ہے؟ تو آپ ﷺ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 130، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب النہی عن صوم الدھر، جلد 1، صفحہ 365، قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 344 (1708)، دارالکتب العلمیہ بیروت

کے لئے بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس کے لئے ایک گناہ لکھا جاتا ہے یا پھر اللہ تعالیٰ اسے مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ہلاک نہیں کرتا مگر اسی کو جو خود ہلاکت کا خواہش مند ہو (1)۔

امام احمد، مسلم، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جس کسی نے نیک عمل کیا تو اس کے لئے اس کی مثل دس اور اس سے بھی زائد ہوں گے۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل کیا تو اس کی جزا اس کی مثل ہوگی یا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ جس کسی نے زمین کے اندازے کے مطابق گناہ کے اعمال کئے پھر وہ مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ کسی شے کو میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اسے ان خطاؤں کی مثل مغفرت عطا کروں گا۔ اور جو ایک بالشت میرے قریب ہوا میں ایک گز اس کے قریب ہوں گا اور جو ایک گز میرے قریب ہوگا میں ایک کرم اس کے قریب ہوں گا اور جو میرے پاس چل کر آئے گا میری رحمت دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے گی (2)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث قدسی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اس کا قول حق ہے: جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو اور جب وہ اس کو عمل میں لے آئے تو تم اس کے لئے اس کی مثل دس نیکیاں لکھو اور جب وہ برائی کا ارادہ کرے تو اس کے لئے کچھ نہ لکھو اور اگر وہ برائی کا ارتکاب کرے تو تم اس کی مثل ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ اس ارادے پر عمل نہ کرے تو تم اس کے لئے ایک نیکی لکھو۔ پھر یہ آیت طیبہ پڑھی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (3)

امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کرے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جس کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور پھر اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے کوئی شے نہیں لکھی جاتی اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کے خلاف ایک گناہ لکھا جاتا ہے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک جمعہ اپنے اور دوسرے جمعہ کے درمیانی ایام میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اس میں تین دن زائد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (5)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطے اپنے دادا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جمعہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 279، دار صادر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 295 (3821)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، کتاب التفسیر، جلد 11، صفحہ 144 (3073)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 3، صفحہ 224 (3438)، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 298 (3459)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

پانچ سو ہیں۔ اور جب کوئی اپنے بستر پر آرام کے لئے جائے تو اسے چاہیے کہ وہ چونتیس بار اللہ اکبر، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار سبحان اللہ کہے۔ کیونکہ یہ زبان سے ادا ہونے میں سو ہے اور میزان میں ایک ہزار ہے اور تم میں سے کون ہے جو ایک دن میں دو ہزار پانچ سو مرتبہ گناہ کرتا ہے؟

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کیا تو اس کے لئے ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیاں ہوں گی۔

امام طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو اور اس کی تلاوت کرو کیونکہ تمہیں اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر دیا جاتا ہے۔ خبردار! میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ پر صرف دس (نیکیاں) ہیں بلکہ الف، لام اور میم پر تیس نیکیاں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے: "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (1)

امام احمد، حاکم رحمہما اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت خریم بن فاتک رحمہ اللہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اعمال چھ قسم کے ہیں۔ مجبور دو واجب کرنے والے ہیں، مثل بمثل (یعنی عمل کے برابر جزا دی جاتی ہے) دس گنا اجر، سات سو گنا اجر۔ سو جو حالت کفر میں مرا اس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو حالت ایمان میں مرا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ ایک بندہ گناہ کا عمل کرتا ہے تو اسے اس گناہ کی مثل ہی سزا دی جاتی ہے۔ اور وہ بندہ جو نیکی کا قصد کرتا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور وہ بندہ جو نیکی کا عمل کرتا ہے اس کے لئے دس گنا اجر لکھا جاتا ہے۔ اور وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتا ہے تو اسے سات سو گنا اجر دیا جاتا ہے۔ اور لوگ چار قسم کے ہیں وہ لوگ جو دنیا میں خوشحال ہیں اور آخرت میں بھی خوشحال ہوں گے، وہ لوگ جو دنیا میں خوشحال ہیں اور آخرت میں تنگدست ہوں گے، وہ لوگ جو دنیا میں تنگ دست ہیں اور آخرت میں خوشحال ہوں گے۔ وہ لوگ جو دنیا اور آخرت دونوں میں تنگ دست ہوں گے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نیکی جو بندہ مسلم کرتا ہے اس کے بدلے دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں اسے دی جاتی ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے نیکی کا قصد کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو پھر اس کے لئے اسی کی مثل دس سے لے کر سات سو گناہ تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ہزار ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"

امام ابو داؤد طیالسی، ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 130 (8648)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 32 (4289)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ کھانا حاضر ہوا تو ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ قاصد واپس آیا اور اس نے بتایا کہ آپ روزے سے ہیں۔ پس اس نے کھانا رکھا تاکہ کھایا جائے تو اتنے میں ابو ہریرہ بھی آگئے اور کھانا شروع کر دیا۔ ساتھیوں نے اس آدمی کی طرف دیکھا جسے انہوں نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔ تو اس نے کہا تم میری طرف کیا دیکھتے ہو۔ قسم بخدا انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ روزے سے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "شہر الصبر کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے صوم الدھر (کل زمانہ کے روزے) کے برابر ہیں" پس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک روزہ کو کئی گنا کرنے کے اعتبار سے روزے دار ہوں اور اس کی تخفیف کے اعتبار سے افطار کرنے والا ہوں۔ اور ابن حبان کے بیان کردہ الفاظ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جس نے ہر مہینہ میں تین روزے رکھے تحقیق اس نے پورا مہینہ روزے رکھے اور میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں۔ لہٰذا میں پورا مہینہ روزے دار ہوتا ہوں اور میں نے اس کی تصدیق کتاب اللہ سے پائی ہے۔ اور وہ یہ ارشاد ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (1)

امام مالک، احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں ازرق بن قیس سے اور انہوں نے بنی تمیم کے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم باب معاویہ پر تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا میں روزے دار ہوں۔ جب ہم اندر داخل ہوئے اور دستر خوان بچھا دیے گئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا تجھے کیا ہے؟ میں نے کہا: کیا آپ نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ آپ روزے سے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں میں نے آپ کو بتایا تھا۔ پھر فرمایا: کیا تو نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا شاید تو نے اس میں سے مفرد پڑھا ہے، مضعف نہیں پڑھا۔ یعنی "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا"۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "شہر الصبر کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے کافی ہے" فرمایا صیام الدھر (ہمیشہ کا روزہ) وغر الصدر کو دور کرتا ہے۔ میں نے کہا: وغر الصدر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا رجز الشیطان یعنی شیطان کی غلاظت اور گندگی(2)۔

امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جس کسی نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ صیام الدھر کے برابر ہیں(3)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے رمضان المبارک اور شوال کے چھ دنوں کے روزے رکھے گویا اس نے پورا سال روزے رکھے(4)۔

امام بزار اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 290 (3573)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 391 (3856)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 347 (3730)
4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 349 (3734)

مہینے کے روزوں کے بدلے میں دس مہینوں کے روزے ہیں اور اس کے بعد چھ دنوں کے روزے دو مہینوں کے روزے ہیں۔ یوں اس طرح سال مکمل ہوجاتا ہے یعنی رمضان المبارک اور اس کے بعد چھ دن (1)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عیدالفطر کے بعد چھ دن روزے رکھے تو اس کے پورے سال کے روزے مکمل ہوجائیں گے (یعنی گویا اس نے پورا سال روزے رکھے ہیں) کیونکہ ارشاد ربانی ہے "مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (2)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم سے یہ نقل کیا ہے کہ پہلا خطبہ جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دیا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے شایان شان حمد وثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا اما بعد! اے لوگو! تم اپنے نفسوں کے لئے کچھ آگے بھیجو، تم یقیناً پالو گے۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کو کوئی گلہ عطا فرمائے گا۔ پھر وہ اپنے ریوڑ کو چھوڑ دے گا۔ اس کا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ پھر اس کا رب اسے کہے گا جس کا نہ کوئی ترجمان ہے اور نہ کوئی دربان جو اسے اس کے قریب آنے سے روک رہا ہو: کیا میرا رسول تیرے پاس نہیں آیا تھا کہ اس نے تجھے تبلیغ کی ہو اور میں نے تجھے مال دیا تھا اور میں نے تجھے فضیلت دی تھی۔ تو نے اپنے نفس کے لئے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی شے نہیں پائے گا۔ پھر وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا۔ سو جو یہ استطاعت رکھتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائے اگرچہ آدھی کھجور کے ساتھ ہی تو اسے ایسا ضرور کرنا چاہیے۔ اور جو کچھ بھی نہ پائے تو وہ کلمہ طیبہ کے ساتھ (اپنی حفاظت کا اہتمام کرے) کیونکہ یہ ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا: "بے شک سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دیتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں بلاشبہ سب سے خوبصورت اور حسین کلام کتاب اللہ ہے۔ تحقیق وہ کامیاب ہوگیا جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس کلام سے مزین اور آراستہ فرما دیا اور کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دیا اور اس کے سوا لوگوں کے کلام پر اسے ترجیح دی اور پسند کیا۔ یقیناً یہ تمام کلاموں سے زیادہ حسین اور زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں میں سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے تمام کے دلوں کے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے ذکر سے نہ اکتاؤ اور نہ ہی تم اپنے دلوں کو اس سے سخت کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے پسند فرما لیتا ہے اور چن لیتا ہے تو اسے یہ نام دے دیتا ہے کہ یہ اعمال میں سے پسندیدہ ہیں، بندوں میں سے یہ پسندیدہ اور چنا ہوا ہے اور کلام کے اعتبار سے صالح ہے اور اس میں لوگوں کے لئے حلال و حرام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اللہ

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 349 (3736) 2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، جلد 2، صفحہ 347 (1715)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ جو کچھ تم اپنے مونہوں سے کہتے ہو اس کی اچھائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرو اور اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے باہم محبت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنا عہد توڑنا ناپسند کرتا ہے۔ تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت ہو (عربی متن درج ذیل ہے) "إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَيَّنَهُ اللّٰهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَدْخَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْكُفْرِ، وَاخْتَارَهُ عَلَى مَا سِوَاهُ مِنْ أَحَادِيثِ النَّاسِ أَنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَأَبْلَغُهُ، أَحِبُّوا مَنْ أَحَبَّ اللّٰهَ، أَحِبُّوا اللّٰهَ مِنْ كُلِّ قُلُوبِكُمْ، وَلَا تَمَلُّوا كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالَى وَذِكْرَهُ، وَلَا تَقْسُوا عَنْهُ قُلُوبُكُمْ فَإِنَّهُ مِنْ كُلِّ يَخْتَارُ اللّٰهُ وَيَصْطَفِي فَقَدْ سَمَّاهُ خِيرَتَهُ مِنَ الْأَعْمَالِ، وَمُصْطَفَاهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَالصَّالِحَ مِنَ الْحَدِيثِ، وَمِنْ كُلِّ مَا أُوتِيَ النَّاسُ مِنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، فَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَاصْدُقُوا اللّٰهَ صَالِحَ مَا تَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ، وَتَحَابُّوا بِرُوحِ اللّٰهِ بَيْنَكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ أَنْ يُنْكَثَ عَهْدُهُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ (1)

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۚ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾

"آپ فرمائیے بے شک مجھے بتا دیا ہے میرے رب نے سیدھا راستہ یعنی دین مستحکم (جو) ملت ابراہیم ہے جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور نہیں تھے وہ مشرکوں سے"۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے "دِيْنًا قِيَمًا" پڑھا ہے۔ یعنی قِيَمًا میں قاف کو کسرہ اور یاء کو نصب تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام احمد، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن ابزی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کرتے تو فرماتے "ہم نے فطرت اسلام اور کلمۂ اخلاص پر صبح کی اور ہم نے صبح کی اپنے نبی محمد ﷺ کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ اور جب شام ہوتی تو پھر بھی اسی طرح کہتے (2)۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

"آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے جو رب

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 524، دارالکتب العلمیہ بیروت　　2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 406، دار صادر بیروت

ہے سارے جہانوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہودی نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ہر مسلمان کتاب اللہ کی تلاوت کرتے وقت یہ آیت پڑھے "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ ۔ الآیہ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا "اِنَّ صَلَاتِیْ" سے مراد یہ ہے کہ میری فرض نماز اور "وَنُسُکِیْ" سے مراد حج ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ نُسُکِیْ سے مراد ذبح یعنی قربانی ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ" کے بارے فرمایا بے شک میرا حج اور ذبح (یعنی نُسُکِیْ سے مراد حج اور قربانی ہے)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ نُسُکِیْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ حج اور عمرہ کے دوران میری قربانی (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا نُسُکِیْ سے مراد قربانی ہے۔ اور "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کے بارے انہوں نے کہا "میں اس امت میں سے سب سے پہلا مسلمان ہوں (2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو۔ بے شک اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تیری ان سب خطاؤں کو بخش دیا جائے گا جو تجھ سے صادر ہوئیں۔ اور یہ کہو "قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آپ کے ساتھ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ خاص ہے۔ جس کے تم ہی اس کے اہل ہو یا مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے عام ہے (3)۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

"آپ فرمائیے کیا اللہ کے سوا میں تلاش کروں کوئی اور رب حالانکہ وہ رب ہے ہر چیز کا اور نہیں کماتا کوئی شخص (کوئی چیز) مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے اور نہ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ۔ پھر اپنے رب

1۔ جامع البیان تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 183
2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 73 (881)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 9، صفحہ 283، دار الفکر بیروت

کی طرف ہی تمہیں لوٹ کر جانا ہے تو وہ بتائے گا تمہیں جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے“۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ” وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی “ کے بارے فرمایا کہ کسی سے دوسرے کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا(1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بروایت صحیح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زنا سے پیدا ہونے والے بچے پر اس کے والدین (کے گناہ) کا بوجھ نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا” وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی “(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ام عمرو بنت ابان بن عثمان کی وفات ہوئی اور جنازہ وہاں آگیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: کیا یہ رونے سے باز نہیں آئیں گی۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے ”اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ“ کہ میت کو اس پر زندہ آدمی کے رونے کے سبب عذاب دیا جاتا ہے“۔ تو میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا بلاشبہ جو خبر تو مجھے دے رہا ہے وہ ایک سچے اور لوگوں کے امام کی جانب سے ہے مگر سننے میں خطا ہوگئی ہے۔ قرآن کریم میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ولد الزنا کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس پر اس کے والدین کے گناہ میں سے کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے مذکورہ آیت پڑھی(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زنا سے پیدا ہونے والا بچہ تینوں میں سے بہتر ہے (یعنی زانی مرد، زانیہ عورت اور ولد الزنا) اس کے بارے کعب نے کہا ہے کہ ولد الزنا تینوں میں سے زیادہ شر (برا) ہے(4)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ” وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی “ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں لادے گا اور ہر آدمی کا مواخذہ اس کے اپنے عمل کے مطابق کیا جائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 134

2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 112 (7053)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 107 (12543)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ ایضاً (12544)

"اور وہی ہے جس نے بنایا تمہیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں تاکہ آزمائے تمہیں اس چیز میں جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سدی سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ) نے کئی امتوں کو ہلاک کیا اور ان کے بعد زمین میں تمہیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر رزق کے اعتبار سے درجات میں بلند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے "جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک کے بعد دیگرے مختلف قوموں کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ "وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ" کے بارے مقاتل نے کہا ہے کہ فضل اور غنی میں تم میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیئے اور "لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ" کی تفسیر میں مقاتل کہتے ہیں تاکہ وہ اس میں تمہیں آزمائے جو کچھ اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ وہ باعتبار غنی اور فقیر، شریف اور شریر، آزاد اور غلام سب کو آزماتا ہے۔

آیاتہا ۲۰۶ ﴿ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ ﴾ رکوعاتہا ۲۴

امام ابن ضریس، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سورۃ الاعراف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۃ الاعراف مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ سورۃ الاعراف کی یہ ایک آیت مدنی ہے "واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر الاية" بقیہ تمام سورت مکی ہے۔

امام سعید رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں دو طویل سورتوں میں سے بڑی سورت پڑھا کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ایوب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی دو رکعتوں میں مکمل سورۃ الاعراف پڑھی (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں سورۃ الاعراف پڑھی اور مکمل سورت دو رکعتوں میں تلاوت فرمائی (3)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 143، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 314 (3519)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 392، دار الفکر بیروت

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ كَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَیَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ۝

"الف، لام، میم، صاد۔ یہ کتاب نازل کی گئی ہے آپ کی طرف پس نہ ہو نے پائے کہ آپ کے سینہ میں کچھ تنگی اس (کی تبلیغ) سے (یہ نازل کی گئی ہے) تا کہ آپ ڈرائیں اس سے اور نصیحت ہے مومنوں کے لیے۔ (اے لوگو!) پیروی کرو جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اور نہ پیروی کرو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی۔ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو اور کتنی بستیاں تھیں جو برباد کر دیا ہم نے انہیں۔ پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت یا جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں "الٓمّٓصٓ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے "اَنَا اللّٰهُ اَفْصِلُ" (میں اللہ ہوں تفصیل سے بیان کرتا ہوں)(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مفہوم بیان کیا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "الٓمّٓصٓ، طٰهٰ، طٰسٓمّٓ، یٰسٓ، صٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ، قٓ، نٓ" اور انہی کے مشابہ دیگر الفاظ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہیں اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قسم بیان فرمائی ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "الٓمّٓصٓ" کا مفہوم ہے "هو المصور" (وہ تصویر کشی کرنے والا ہے)(4)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا "الٓمّٓصٓ" میں الف لفظ اللہ سے لیا گیا ہے، میم لفظ الرحمن سے اور صاد لفظ الصمد سے لیا گیا ہے۔

ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ "الٓمّٓصٓ" "انا الله الصادق" کا مخفف ہے یعنی میں اللہ ہوں سچ بولنے والا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے۔ آپ نے ایک اعرابی کو کہا "ما الحرج فيكم؟" تو انہوں نے کہا کانٹے دار درخت والا شک۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 137، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حرج کا معنی شک ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا حرج کا معنی تنگی ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے "اتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ" کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تم اس قرآن کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝

"پس نہ تھی ان کی (چیخ و) پکار جب آیا ان پر ہمارا عذاب بجز اس کے کہ انہوں نے کہا بے شک ہم ہی ظالم تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی قوم ہلاک نہیں ہوئی یہاں تک کہ افراد قوم نے اپنی جانب سے گناہوں میں حد سے تجاوز کر لیا۔ پھر آپ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی مثل مرفوع روایت ذکر کی ہے (2)۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىِٕبِيْنَ۝

"سو ہم ضرور پوچھیں گے ان سے بھیجے گئے (رسول) جن کی طرف اور ہم ضرور پوچھیں گے رسولوں سے پھر ہم ضرور بیان کریں گے (ان کے حالات) ان پر اپنے علم سے اور نہ تھے ہم ان سے غائب"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں ذکر کیا ہے کہ "فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ رب کریم بیان فرما رہا ہے) ہم لوگوں سے ان امور کے بارے سوال کریں گے جو انہوں نے رسولوں سے حاصل اور قبول کیے اور رسولوں سے ان کے بارے پوچھیں گے جن کی انہوں نے تبلیغ کی اور آپ نے ہی "فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ" کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ قیامت کے دن کتاب (نامہ اعمال) کو رکھا جائے گا اور وہ ان معاملات کے بارے گفتگو کرے گا جو وہ کرتے تھے (3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے پہلی آیت کے بارے کہا ہے کہ اس میں ایک جگہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور دوسری جگہ مراد ملائکہ ہیں یعنی فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ میں سوال انبیاء علیہم السلام سے ہے اور "وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ" میں ملائکہ سے سوال کا ذکر ہے اور فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآىِٕبِيْنَ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ کے بارے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے متعلق ضرور پوچھیں گے۔ اور وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ کے بارے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 138 ۔ 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 143 ۔ 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 144

کہ ہم ضرور جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ ہم ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے کہ کیا تم تک رسول پہنچے اور رسولوں سے ضرور پوچھیں گے کہ انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قاسم ابو عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور کہا کہ بندے سے چار خصلتوں کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا: میرا رب فرمائے گا کیا میں نے تجھے جسم عطا نہیں کیا؟ تو نے اسے کون سے کاموں میں مشغول رکھا؟ کیا میں نے تجھے علم عطا نہیں فرمایا، تو نے کہاں تک اپنے علم کے مطابق عمل کیا؟ کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا، تو نے اسے کہاں خرچ کیا میری اطاعت میں یا نافرمانی اور معصیت میں؟ کیا میں نے تجھے اتنی عمر نہیں دی تھی تو نے اسے کون سے کاموں میں گزارا؟

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت وہیب بن ورد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں اور عرش ان کے کندھے پر ہے۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو عرش کی جانب سے ایک تختی (لوح) لٹکائی جاتی ہے اور وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کے ساتھ جا لگتی ہے اور وہ اسے دیکھ لیتے ہیں اور پھر اسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف بھیج دیتے ہیں۔ وہ اسے یاد کر لیتے ہیں اور اسے آگے رسولوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ پس انہیں لایا جائے گا درآنحالیکہ وہ بہت گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا جو کچھ لوح کے ذریعے تم تک پہنچایا گیا تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے میرے رب! میں نے وہ جبرئیل امین علیہ السلام تک پہنچا دیا تھا۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ وہ بھی آئیں گے اس حال میں کہ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ تو پھر ان سے پوچھا جائے گا: اسرافیل علیہ السلام نے جو کچھ تیرے تک پہنچایا تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے: یا رب! میں نے رسولوں کو پہنچا دیا تھا۔ پھر رسولوں کو بلایا جائے گا وہ بھی کانپتے کانپتے حاضر ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا: تم نے اس کے ساتھ کیا کیا جو جبرئیل امین علیہ السلام نے تم تک پہنچایا؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے وہ لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ فرمایا: یہی مفہوم اس ارشاد گرامی کا ہے "فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ"

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوسنان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے ساری مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے قریب ترین لوح ہے اور وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی شے وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوح میں لکھ دیتا ہے۔ پھر وہ لوح آتی ہے حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی سے آلگتی ہے اور اسرافیل علیہ السلام اپنا چہرہ اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اکرام کے لیے اپنا سر نہیں اٹھاتے۔ پھر لوح میں دیکھتے ہیں۔ اگر تو وہ اہل آسمان کے لیے ہو تو پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو دے دیتے ہیں اور اگر وہ اہل زمین کے لیے ہو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حوالے کر دیتے ہیں۔ پس قیامت کے دن سب سے اول جس کا محاسبہ کیا جائے گا وہ لوح ہے۔ اسے

بلایا جائے گا۔ وہ کانپتے ہوئے حاضر ہوگی اور اس سے پوچھا جائے گا کیا تو نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دے گی جی ہاں۔ تو تیرا رب فرمائے گا: تیری شہادت کون دے گا؟ وہ کہے گی: اسرافیل علیہ السلام۔ پھر اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے۔ وہ کانپتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا: کیا لوح نے تجھ تک پیغام پہنچا دیا تھا؟ جب وہ کہیں گے کہ ہاں تو لوح کہے گی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْ سُوْٓءِ الْحِسَابِ" "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے برے حساب (حساب کی سختی) سے نجات دلائی"۔ پھر سابقہ قول کی طرح آگے تفصیل بیان فرمائی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: اے اسرافیل! جو کچھ میں نے تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے: ہاں میں حاضر ہوں اے میرے پروردگار! صور (قرنا) میں اتنے اتنے سوراخ ہیں، انسانوں کی روحوں میں سے اتنی ہیں، اتنے جن ہیں، شیاطین کی اتنی تعداد ہے، جنگلی جانور اتنے ہیں، پرندے اتنے ہیں، چوپایوں کی تعداد اتنی ہے، کیڑے مکوڑے اتنے ہیں اور مچھلیاں اتنی تعداد میں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسے لوح میں سے دیکھو۔ تو وہ تعداد بالکل برابر ہوگی نہ کم ہوگی نہ کم۔ پھر رب کریم فرمائے گا: اے میکائیل! لے آؤ جو میں نے تیرے سپرد کیا تھا۔ تو وہ عرض کریں گے جی ہاں میں حاضر ہوں، اے میرے رب! تو نے آسمان سے اتنے اتنے کیل، اتنا اتنا وزن مثقال، اتنا وزن قیراط، اتنا اتنا وزن رائی کے دانے کے برابر، اتنا اتنا وزن ذرہ تک نازل فرمایا۔ تو نے سال میں اتنا اور اتنا نازل فرمایا، مہینے میں اتنا اتنا، ہفتے میں اتنا اتنا، ایک دن میں اتنا اتنا اور ایک ساعت میں اتنا اتنا نازل کیا۔ اس طرح تو نے کھیتوں کے لیے اتنا اتنا، شیاطین کے لیے اتنا نازل کیا، انسانوں کے لیے اتنا اتنا اور چوپاؤں کے لیے اتنا اتنا نازل کیا۔ جنگلی جانوروں کے لیے اتنا، پرندوں کے لیے اتنا، مچھلیوں اور کیڑے مکوڑوں کے لیے اتنا اتنا۔ چنانچہ یہ کل تعداد اتنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا لوح میں اسے دیکھو۔ تو جب وہ بالکل اس کے برابر ہوگا نہ زیادہ ہوگا نہ کم تو پھر فرمائے گا: اے جبرئیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا تھا وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں فلاں فلاں مہینے میں، فلاں فلاں ہفتے اور فلاں فلاں دن میں نازل فرمائیں۔ تو نے اپنے فلاں نبی علیہ السلام پر اتنی آیتیں اور اتنی سورتیں نازل فرمائیں۔ سورتوں میں اتنی اتنی آیتیں ہیں۔ تو جب اتنی آیتیں ہیں تو ان میں حروف اتنے ہیں۔ اتنے تو نے مدینے میں ہلاک کیے ہیں اور اتنے تو نے زمین میں دھنسا دیے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے لوح میں دیکھو۔ پس جب وہ تعداد بالکل برابر ہوگی نہ اس میں اضافہ ہوگا نہ کمی تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عزرائیل! جو کچھ تیرے سپرد کیا ہے وہ لاؤ۔ تو وہ عرض کریں گے اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ تو نے اتنے انسانوں، اتنے جنوں اور اتنے شیطانوں کی روحیں قبض کی ہیں۔ لوگوں کو پانی میں غرق کیا ہے اور اتنے لوگوں کو جلا دیا ہے۔ اتنے کافر ہیں، اتنے شہید، اور اتنے پر مکان گرا دیے گئے۔ اتنے لوگوں کو سانپ اور ایسے دیگر کیڑوں سے ڈسوایا گیا۔ اتنے میدان میں اور اتنے پہاڑ میں تھے۔ اتنے پرندے تھے اور اتنے کیڑے مکوڑے اور اتنے جنگلی جانور تھے۔ یہ اتنی اتنی تمام چیزیں تھیں حتیٰ کہ کل تعداد اتنی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کا مواخذہ نوح سے کرو۔ چنانچہ

وہ قعدہ بالکل برابر ہوں نہ زیادہ ہوں نہ کم۔

امام احمد نے حضرت معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کیا تو نے میرے بندوں کو پہنچایا؟ تو میں عرض کروں گا! اے میرے پروردگار! میں نے ان تک پیغام پہنچا دیا تھا (اور یہ بھی کہا تھا) کہ تم میں سے حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک یہ پیغام پہنچائے۔ پھر تمہیں بلایا جائے گا اس حال میں کہ تمہارے منہ چھینکوں کے ساتھ بندھے ہوں گے اور تمہارے اعضاء میں سب سے پہلے ران اور ہتھیلی بیان دیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا امام سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا۔ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھا جائے گا عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے بارے باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے سوال کیا جائے گا۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم تمام سردار ہو اور تم تمام سے اپنی رعایا کے بارے باز پرس کی جائے گی۔ پس امام (حاکم وقت) سے لوگوں کے بارے پوچھا جائے گا آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے سوال کیا جائے گا عورت سے اس کے خاوند کے گھر کے متعلق باز پرس کی جائے گی اور غلام سے اس کے آقا کے مال کے بارے پوچھا جائے گا (2)۔

امام ابن حبان اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر سردار سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کیا اس نے اس کی حفاظت کی ہے یا اسے ضائع کر دیا ہے۔ حتی کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے پوچھ گچھ کی جائے گی (3)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک سردار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے پوچھا جائے گا۔ لہٰذا تم سوالات کے جوابات تیار کر رکھو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: ان کا جواب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نیکی اور خیر کے اعمال (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الکبیر میں حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: کوئی آدمی بھی کسی قوم کا سردار نہیں ہوگا مگر قیامت کے دن وہ ان کے آگے آگے آئے گا۔ اس کے ساتھ ایک جھنڈا ہوگا جسے وہ اٹھائے ہوئے ہوگا اور قوم کے افراد اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ تو اس سے ان کے بارے پوچھا جائے گا اور قوم کے افراد سے اس کے بارے باز پرس کی جائے گی (5)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ امیر جسے دس آدمیوں پر حاکم مقرر کیا جاتا ہے، قیامت کے دن اس سے ان کے بارے باز پرس کی جائے گی (6)۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 4، دار صادر بیروت
2۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 92 (2376)، دار الفکر بیروت
3۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 281، مطبعۃ السعادۃ مصر
4۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 374، دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 20، صفحہ 278 (652)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 411 (12165)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صاحب رعیت سے اس کی رعایا کے بارے سوال کرے گا کہ آیا اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ان میں نافذ کیا یا اسے ضائع کر دیا یہاں تک کہ ہر آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے بھی پوچھا جائے گا(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے جس کے بارے سوال کیا جائے گا وہ یہ ہے کہ اس کی نمازوں کے بارے غور و فکر کیا جائے گا اگر وہ درست اور صحیح ہوں گی تو وہ کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ فاسد ہوں گی تو وہ خائب و خاسر ہوگا(2)۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰٓئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾

"اور (اعمال کا) تولنا اس دن برحق ہے۔ پس جن کے بھاری ہوئے ترازو تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن کے ہلکے ہوئے ترازو تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو بوجہ اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ بے انصافی کیا کرتے تھے اور یقیناً ہم نے ہی آباد کیا تمہیں زمین میں اور مہیا کر دیے تمہارے لیے اس میں زندہ رہنے کے اسباب۔ بہت ہی کم تم شکر ادا کرتے ہو۔"

امام لالکائی رحمہ اللہ نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک دن ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اس پر سفر کے آثار موجود نہیں تھے اور نہ ہی وہ اہل شہر میں سے تھا۔ وہ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو زانو ہو کر اس طرح بیٹھ گیا جیسے ہم میں سے ہر کوئی نماز میں بیٹھتا ہے، پھر اس نے اپنے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے گھٹنوں پر رکھے اور عرض کی یا محمد ﷺ! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو شہادت دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ) تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، حج اور عمرہ کرے، غسل جنابت کرے، وضو مکمل کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ یہ سن کر اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کر لوں تو کیا میں مسلمان ہوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کی: اے محمد ﷺ! آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے عرض کی ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، فرشتوں کے ساتھ، کتابوں کے ساتھ اور رسل علیہم السلام کے ساتھ اور تو ایمان لائے

1۔ معجم کبیر، جلد 9، صفحہ 172، 8856، مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ

2۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 20، مطبوعہ بیروت

جنت، دوزخ اور میزان کے ساتھ ایمان لائے بعث بعد الموت کے ساتھ (یعنی موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر) اور ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر کے ساتھ۔ اس نے عرض کی: اگر میں اس طرح کر لوں تو کیا میں مومن ہوں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کرنا برحق یعنی عدل ہے "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ" یعنی جن کی نیکیاں بھاری ہو گئیں۔ اور "مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ" کے بارے فرمایا: اور جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آگے بڑھنا ترکش میں تیر کی مثل ہے۔ سعادت مند وہ ہو گا جو اپنے پاؤں رکھنے کی جگہ پا لے گا۔ اور میزان کے پاس ایک فرشتہ پکار رہا ہوگا: خبردار! سنو فلاں بن فلاں کا ترازو بھاری ہو گیا اور وہ ہمیشہ کے لیے سعید اور خوش بخت بن گیا، اس کے بعد وہ کبھی بھی شقی اور بدبخت نہیں ہو گا اور فلاں بن فلاں کا ترازو ہلکا ہو گیا، وہ ہمیشہ کے لیے شقی ہو گیا، اب وہ کبھی بھی سعید نہیں ہو گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اعمال کے خواتیم کا وزن کیا جائے گا، پس جب وہ آدمی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا اس کے عمل کا اختتام خیر اور بھلائی پر ہو گا اور جس کے لیے شر کا ارادہ کیا تو اس کا خاتمہ عمل شر کے ساتھ ہو گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حارث الاعور رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل حق پر حق بالیقین ثقیل اور بھاری ہوتا ہے جیسا کہ میزان میں بھاری ہوتا ہے اور اہل باطل پر باطل اسی طرح خفیف اور ہلکا ہوتا ہے جیسا میزان میں ہلکا ہوتا ہے۔

امام ابن منذر اور لالکائی نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن سلیمان نے کہا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میزان کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی ایک لسان (یعنی ترازو کا وہ حصہ جو تولتے وقت ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے) اور دو پلڑے ہیں۔

ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے کہا کہ میزان کو بیت المقدس کے پاس دو درختوں کے درمیان رکھا جائے گا۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر اور لالکائی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن وزن کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔ بعض کے اعمال کو بعض پر ڈال دیا جائے گا وہ اس طرح کہ ظالم کی نیکیاں لے کر مظلوم کی طرف لوٹا دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیے جائیں گے (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کی ایک لسان ہو گی اور دو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 209 (35407)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 33، مطبعۃ السعادۃ مصر

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 145

پلڑے ہوں گے جن میں وزن کیا جائے گا۔ پس جن کے ترازو بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے اور کامیاب ہوں گے اور جن کے ترازو ہلکے ہوں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جنت میں اپنے مراتب کو اپنے ان اعمال کے سبب کھو دیا جو وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے اہل میں سے کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا لوگ قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر تین مقامات پر نہیں: میزان کے پاس، اعمال ناموں کے ذریعہ ہاتھوں میں پہنچنے کے وقت اور پل صراط سے گزرتے وقت (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے قیامت کے دن لوگوں کا حساب کیا جائے گا۔ جس کی ایک نیکی بھی اس کی برائیوں کی نسبت زیادہ ہوگی تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہوں میں سے ایک بھی نیکیوں کی نسبت زیادہ ہوگا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر آپ نے مذکورہ السورۃ "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ" دونوں آیتیں پڑھیں۔ اور پھر کہا: میزان ایک حبہ (دانہ جو کے برابر یک وزن) وزن کے ساتھ ہلکا اور بھاری ہو سکتا ہے اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں گی تو وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا۔ سو وہ اعراف پر ہی ٹھہریں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الاخلاص میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا ظاہر اس کے باطن سے ارجح ہوگا قیامت کے دن اس کا میزان ہلکا ہوگا اور جس کا باطن ظاہر سے ارجح ہوگا قیامت کے دن اس کا ترازو بھاری ہوگا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا اور نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس جس کی نیکیاں گناہوں کے مقابلے میں بھاری ہو جائیں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ نیکیوں پر راجح ہوں گے وہ جہنم میں داخل ہوگا (2)۔

امام بزار، ابن مردویہ، اللالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک فرشتہ میزان پر مقرر ہے۔ پس قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے دو پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ اگر اس کا ترازو بھاری ہوا تو فرشتہ اونچی آواز کے ساتھ ندا دے گا کہ اسے ساری مخلوق سنے گی: فلاں بن فلاں ہمیشہ کے لیے سعید ہو گیا اس کے بعد کبھی بھی وہ شقی نہیں ہوگا۔ اور اگر اس کا ترازو ہلکا ہوا تو فرشتہ یہ ندا دے گا: فلاں ہمیشہ کے لیے بدبخت ہو گیا اس کے بعد کبھی بھی سعید نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابو داؤد، آجری رحمہم اللہ نے الشریعہ میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ جہنم کا ذکر کیا گیا تو آپ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، سورۃ مومنون، جلد 2، صفحہ 421 2۔ کنز العمال، جلد 14، صفحہ 383 (39025) مکتبۃ التراث الاسلامی، بیروت

رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جہنم کا ذکر کیا گیا تو میں رو پڑی۔ کیا تم قیامت کے دن اپنے اہل کو یاد کرو گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ مگر تین مقامات میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ جہاں میزان رکھا جائے گا یہاں تک کہ جان لے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا بھاری، نامہ اعمال اڑائے جانے کے وقت جب کہ کہا جائے گا "هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ (الحاقہ)" "آؤ میرا نامہ عمل پڑھو"۔ یہاں تک کہ وہ جان لے اس کا نامہ عمل کہاں واقع ہوتا ہے اس کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے کی جانب سے۔ اور پل صراط کے پاس جب کہ اسے جہنم کی پشت پر رکھا جائے گا۔ اس کے دونوں کناروں پر بہت سی کنڈیاں ہوں گی اور سخت کانٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے گا ان کے ساتھ روک لے گا۔ یہاں تک کہ وہ جان لے کیا وہ نجات پائے گا یا نہیں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بروایت صحیح حضرت سلمان رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ترازو رکھا جائے گا۔ سو اگر اس میں آسمانوں اور زمین کو بھی وزن کیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ پس ملائکہ کہیں گے: یا رب! یہ کس کا وزن کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کا چاہوں گا۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ پھر استرے کی مانند تیز پل صراط بچھائی جائے گی۔ تو فرشتے عرض کریں گے: تو اس پر سے کون گزرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی مخلوق میں سے جسے چاہوں گا (گزاروں گا)۔ تو فرشتے عرض کریں گے تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا (2)۔

امام ابن مبارک نے الزہد میں، آجری نے الشریعہ میں اور لالکائی نے حضرت سلمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میزان رکھا جائے گا اس کے دو پلڑے ہوں گے اگر ان میں سے ایک میں آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب اس میں رکھ دیا جائے تو وہ اس کی وسعت رکھتا ہے۔ تو فرشتے عرض کریں گے یہ وزن کون کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مخلوق میں سے جسے میں نے چاہا۔ تو پھر فرشتے کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہم نے تیری عبادت اس طرح نہیں کی جیسے حق تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ترازو کے دو پلڑوں کو زمین و آسمان کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو ملائکہ نے عرض کی: اے ہمارے رب! اس کے ساتھ تو وزن کس کا کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو چاہوں گا میں اس کے ساتھ وزن کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے پل صراط کو تلوار کی دھار کی مثل تخلیق فرمایا۔ تو فرشتوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! تو کسے اس پر سے گزارے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جسے میں چاہوں گا اس پر سے گزاروں گا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میزان کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ اس میں نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا۔ پس نیکیوں کو انتہائی حسین صورت میں لایا جائے گا اور انہیں میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ پس وہ برائیوں پر بھاری ہو جائیں گی۔ تو انہیں اٹھا کر بندے کے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 622 (8722)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 629 (8739)

158

مراتب کے مطابق جنت میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر بندۂ مومن کو کہا جائے گا اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جنت کی طرف چل پڑے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے منازل و مراتب کو پالے گا اور بدعمل کو انتہائی قبیح اور بری صورت میں لایا جائے گا اور اسے میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور وہ ہلکی ہوں گی۔ کیونکہ باطل ہلکا اور خفیف ہوتا ہے۔ پھر انہیں جہنم میں ان کے مراتب کے مطابق پھینک دیا جائے گا اور اس بندے کو کہا جائے گا: جہنم میں اپنے عمل سے جا مل۔ پس وہ جہنم کی طرف آئے گا اور اپنے عمل کے سبب منازل کی پہچان کرے گا اور جو کچھ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں طرح طرح کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قوم میں سے انہیں جنت و دوزخ میں اپنے اعمال کے سبب اپنے منازل کی پہچان زیادہ ہوتی ہے جو جمعہ کے دن اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہوئے واپس مڑتے ہیں (1)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایسا کروں گا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی اگر میں آپ کو پل صراط کے پاس نہ پاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کی: اگر آپ سے میری ملاقات میزان کے پاس بھی نہ ہو؟ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا۔ کیونکہ میں ان تین مقامات سے غیر حاضر نہیں ہوں گا (2)۔

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی نے البعث میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام مخلوقات سے پہلے میری امت کے ایک آدمی کو پکارا جائے گا اور اس کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک حد نگاہ تک پھیلا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی شے کا انکار کرتا ہے۔ کیا کراماً کاتبین فرشتوں نے تیرے ساتھ زیادتی کی ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں اے میرے پروردگار! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تیرا کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ تو وہ آدمی خوفزدہ ہو کر عرض کرے گا: اے میرے رب! نہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں، تیری ہمارے پاس نیکی ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر یہ لکھا ہوگا "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! ان رجسٹروں کے مقابلہ میں کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ تو اسے کہا جائے گا: بلاشبہ تیرے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ ترازو کے ایک پلڑے میں ان رجسٹروں کو رکھا جائے گا اور ایک پلڑے میں کاغذ کا وہ پرزہ رکھا جائے گا۔ تو رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور کاغذ کا وہ پرزہ بھاری ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی شے بھاری نہیں ہو سکتی (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 263 (282)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 537 (2433)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1937)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور ایک آدمی کو لایا جائے گا۔ اسے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں اس کے مجموعی اعمال کو رکھ دیا جائے گا۔ تو اس کی طرف سے ترازو جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ جب وہ پیٹھ پھیرے گا تو رب رحمن کی جانب سے چیخ لگانے والا چیخ کر کہے گا تم جلدی نہ کرو تم جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ابھی اس کا عمل باقی ہے۔ چنانچہ کاغذ کا پرزہ لایا جائے گا اور اس میں لا الہ الا اللہ (کلمہ شریف) لکھا ہوگا۔ تو اس آدمی کے ساتھ ایک پلڑے میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ میزان اس جانب سے جھک جائے گا (1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور نمیری رحمہما اللہ نے کتاب الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اذن سے عرش کے قریب ایک وسیع جگہ میں ٹھہرایا جائے گا۔ آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے ہوں گے اور آپ بہت دراز قامت ہوں گے۔ آپ اپنی اولاد میں سے جنت کی طرف چل کر جانے والے کو دیکھ رہے ہوں گے اور اسے بھی دیکھ رہے ہوں گے جو جہنم کی طرف جا رہا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اسی حال پر ہوں گے کہ آپ کی نظر حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے ایک آدمی پر پڑے گی جسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام آواز دیں گے یا احمد یا احمد ﷺ۔ تو آپ ﷺ جواب دیں گے لبیک یا ابا البشر" اے ابوالبشر میں حاضر ہوں۔ تو پھر آدم علیہ السلام کہیں گے یہ تمہاری امت کا آدمی ہے، اسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پس میں اپنی چادر کو مضبوط کرتے ہوئے تیزی سے ملائکہ کے پیچھے چلوں گا اور یہ کہوں گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ۔ تو وہ جواب دیں گے: ہم وہ غضب ناک اور طاقت ور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم ارشاد فرمایا ہے ہم اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ مایوس ہو جائیں گے تو اپنی ریش مبارک کو اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑیں گے اور عرش الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ عرض کریں گے "یَا رَبِّ قَدْ وَعَدْتَنِيْ اَنْ لَا تُخْزِيَنِيْ فِيْ اُمَّتِيْ؟" (اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مجھے میری امت کے بارے میں شرمندہ نہیں کرے گا؟) تو پھر عرش کی جانب سے یہ ندا آئے گی: محمد (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس آدمی کو اپنے مقام کی طرف واپس لوٹا دو۔ میں اپنا ازار باندھنے کی جگہ سے پوروں کی مثل ایک سفید کاغذ کا پرزہ نکالوں گا اور اسے ترازو کے دائیں پلڑے میں ڈال دوں گا اور یہ کہوں گا: بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے) تو اس کے سبب نیکیاں بدیوں کے مقابلہ میں بھاری ہو جائیں گی۔ چنانچہ یہ آواز لگائی جائے گی یہ سعادت مند ہو گیا اور اس کا دادا بھی خوش بخت ہے اور اس کا ترازو بھاری ہو گیا۔ تم اسے جنت کی طرف لے چلو۔ تو پھر وہ کہے گا: اے میرے رب کے قاصدو! ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں اس عبد کریم کے بارے میں اپنے رب کی بارگاہ میں التجا کرلوں۔ تو پھر وہ کہے گا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے اور آپ کا اخلاق کتنے خوبصورت ہیں آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے گناہوں کو میرے لیے کم کر دیا ہے۔ تو آپ ﷺ فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 221، دار صادر بیروت

اور یہ تیرا وہ وعدہ پاک ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا اور میں تجھ پر آسان کر رہا ہوں جس کا تو زیادہ حاجت مند ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا سب سے پہلے جو کچھ بندے کے میزان میں رکھا جائے گا وہ اس کا اپنے اہل پر خرچ ہوگا (یعنی وہ مال جو اس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا سب سے پہلے اسے ہی میزان میں وزن کے لیے رکھا جائے گا)(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور لالکائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ" (دو کلمے ہیں جو زبان سے ادا ہونے میں بڑے خفیف ہیں، میزان میں بڑے بھاری ہیں اور رب رحمٰن کی بارگاہ میں بڑے محبوب ہیں۔ اور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ)(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر سارے آسمان اور زمین جتنی مخلوق ان میں ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے نیچے ہے سب کچھ اگر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یقیناً یہ ان تمام سے بھاری ہوگا(3)۔

امام ابن ابی الدنیا، بزار، ابو یعلیٰ، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے جید سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا کیا میں تیری راہنمائی ایسی دو خصلتوں کی طرف نہ کروں جو پیٹھ پر وزن کے اعتبار سے انتہائی خفیف ہیں اور میزان میں دوسری چیزوں کی نسبت بہت بھاری ہیں؟ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ (ضرور راہنمائی فرمایئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا "عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُولِ الصَّمْتِ" "تجھ پر حسن خلق اور طویل خاموشی اختیار کرنا لازم ہے"۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مخلوق کے اعمال میں سے ان دو کی مثل کوئی نہیں(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ام الدرداء کو کہا: کیا تم نے حضور نبی کریم ﷺ سے کسی شے کے بارے کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے جو شے میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن خلق ہے(5)۔

امام ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن حبان اور لالکائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میزان میں جو چیزیں رکھی جائیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 4، صفحہ 595 (7706)، دار الفکر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 287 (3806)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 65 (3916)، دار الفکر بیروت
4۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 3، صفحہ 74-173 (3285)، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما ذکر فی حسن الخلق، جلد 5، صفحہ 212، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

کی حسن خلق سے بڑھ کر بھاری کوئی شے نہیں ہوگی (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اونٹنی دی، پھر میں نے چاہا کہ اس کی نسل میں سے کوئی خرید لوں۔ تو میں نے اس کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو قیامت کے دن وہ اور اس کی ساری اولاد تمہارے میزان میں آئے گی (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کیا میں اس کے میزان کے پاس کھڑا ہوں گا۔ پس اگر اس کا میزان بھاری رہا تو ٹھیک ورنہ میں اس کی شفاعت کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے زہد میں مغیث بن سمی اور مسروق رحمہما اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ ایک راہب نے اپنے صومعہ (عبادت گاہ) میں ساٹھ سال تک عبادت کی۔ پھر ایک دن اس نے بارش کا پانی دیکھا اور یہ کہا کہ اگر میں اتروں تو میں کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا۔ پس میں پانی پیوں گا اور وضو کروں گا پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آؤں گا۔ پس ایک عورت اس سے چھیڑ چھاڑ کرے اور وہ اس کے سامنے برہنہ ہو جائے اور وہ اپنے نفس پر مالک نہیں اگر وہ اس پر واقع ہو (یعنی اگر وہ اس کی قربت اختیار کرے) تو اسے اپنے اوپر کنٹرول اور ضبط نہیں۔ پھر وہ ایک تالاب میں داخل ہوتا کہ اس میں غسل کرے اور پھر اسے اسی حال میں موت آ لے۔ اسی دوران ایک سائل اس کے پاس سے گزرے تو اس کی طرف اشارہ کرے کہ وہ اس کی گدڑی میں لپٹی ہوئی روٹی کو اٹھالے۔ پس وہ مسکین روٹی کھالے اور پھر وہ مر جائے۔ پھر ساٹھ سالہ نیکی کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور اس کی خطا کو لاکر دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے۔ تو وہ خطا اس عبادت کے مقابلہ میں بھاری ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ روٹی لائی جائے گی اور اسے اس کی عبادت کے ساتھ رکھا جائے گا تو اس کے سبب وہ عمل خطا سے بھاری ہو جائے گا (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا مرحبا پانچ چیزیں ہیں جو میزان میں سب سے بھاری ہوں گی یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور عمل صالح جسے مسلمان آگے بھیجتا ہے (4)۔

امام ابو یعلیٰ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے خادم کے کام کے لیے جو کچھ تو نے خرچ کیا تو اس کا اجر تیرے میزان میں ڈالا جائے گا۔

1۔ سنن ترمذی مع تحفۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 121 (2003)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 64 (1303)، مکتبۃ المعارف الریاض

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ذکر رحمۃ، جلد 7، صفحہ 81 (34210)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 101 (16843)، دار الفکر بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور پھر اسے صاف کپڑے کے ساتھ پونچھ ڈالا تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں اور جس نے ایسا نہ کیا تو وہ افضل ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن تمام اعمال کے ساتھ وضو کا بھی وزن کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے وضو کے بعد رومال کا استعمال ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا وزن کیا جائے گا(1)۔

امام ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ وضو کے بعد رومال کا استعمال مکروہ قرار دیتے۔ کیونکہ اس کا ہر قطرہ کا وزن کیا جاتا ہے۔

مرہبی نے فضل العلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا اور علماء کی سیاہی شہداء کے خون پر فوقیت لے جائے گی۔

امام دیلمی نے بھی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی اسی کی مثل حدیث بیان کی ہے(2)۔

امام عبدالبر رحمہ اللہ نے فضل العلم میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کے عمل کو لایا جائے گا اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ ہلکا ہو جائے گا۔ پھر بادل کی مثل کوئی شے لائی جائے گی اور اسے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ تو وہ بھاری ہو جائے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کیا تو جانتا ہے یہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ پس اسے بتایا جائے گا یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو لوگوں کو سکھاتا تھا۔

امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: قیامت کے دن ایک آدمی آئے گا اور وہ اپنے عمل کو بالکل حقیر گمان کرے گا۔ پس وہ ابھی اسی کیفیت میں ہوگا کہ اچانک بادل کی مثل کوئی شے آئے گی یہاں تک کہ وہ اس کی میراث میں داخل ہو جائے گی۔ تو اسے بتایا جائے گا یہ وہ ہے جو تو لوگوں کو خیر اور بھلائی کی تعلیم دیتا تھا اور تیرے بعد اسے میراث بنا دیا گیا اور آج تجھے اس کا اجر دیا گیا۔

امام ابن مبارک رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جس کسی نے پیٹ اور شرمگاہ (کی خواہش پورا کرنے) کا قصد کیا۔ اس نے قیامت کے دن اپنے میزان کو ہلکا اور کم کر دیا۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت لیث رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میزان میں تمام لوگوں کی نسبت بھاری اور وزنی ہوگی۔ ان کی زبانوں پر وہ کلمہ آسان ہے جو ان سے پہلی امتوں پر ثقیل اور بھاری تھا۔ اور وہ ہے لا الٰہ الا اللہ۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے کسی ایک ساتھی سے سنا ہے کہ ایک بندے کو قیامت کے دن میزان کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور وہ میزان کو دیکھے گا اور کسی وزن کرنے والے کی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 139، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ الفردوس بماثور الخطاب، جلد 5، صفحہ 485 (8839)، دار الکتب العلمیہ بیروت

طرف دیکھے گا تو وہ اسے کہے گا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! کیا تو اپنے عمل میں سے کوئی شے مفقود پاتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں، تو وزن کرنے والا اعلان کرے گا۔ وہ کیا ہے؟ تو وہ جواب میں کہے گا وہ ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہ سن کر صاحب میزان کہے گا: کیا اس سے کوئی عظیم شے ہے کہ اسے میزان میں رکھا جائے۔ موسیٰ بن عبیدہ نے کہا: میں نے یہ سنا ہے کہ جو آدمی دنیا میں یہ کلمہ پڑھتا رہا قیامت کے دن خصم کے جھگڑنے کی طرح یہ جھگڑا اور مجادلہ کرتے ہوئے آئے گا(1)۔

امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو الازہر انماری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو آپ یہ الفاظ کہتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاَخْسِئْ شَيْطَانِيْ وَفُكَّ رِهَانِيْ وَثَقِّلْ مِيْزَانِيْ وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْاَعْلٰى "اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، میرے شیطان کو ذلیل و رسوا کر دے، میری رہن شدہ چیزوں کو آزادی دلا دے، میرے میزان کو ثقیل اور بھاری کر دے اور مجھے اعلیٰ مجلس میں شامل فرما دے"(2)۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝11

"اور بے شک ہم نے پیدا کیا تمہیں پھر (ہم نے) شکل و صورت بخشی تمہاری، پھر حکم دیا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں"۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ انہیں مردوں کی صلبوں میں پیدا کیا گیا اور عورتوں کی رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں(3)۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کیا گیا اور پھر رحموں میں ان کی شکلیں اور صورتیں بنائی گئیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ قول باری تعالیٰ "خَلَقْنٰكُمْ" کا مفہوم ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور "ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" کا معنی ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کی شکل و صورت بنائی(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ان کی پشت میں تمہاری شکل و صورت بنائی(5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔ پھر تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری شکل و

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 58، دار صادر، بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 733 (2012)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 151، داراحیاء التراث العربی بیروت
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 150
5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 151

الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتر جا یہاں سے مناسب نہیں ہے تیرے لیے کہ تو غرور کرے یہاں رہتے ہوئے پس نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے بولا مہلت دے مجھے اس دن تک جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے"۔

ابوالشیخ نے سدی سے فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تجھے نہیں چاہیے کہ تو یہاں تکبر کرے۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

"کہنے لگا اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا میں ضرور بیٹھوں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ" کا معنی بیان کیا ہے "اَضْلَلْتَنِيْ" "اس وجہ سے تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بغیر کی سند سے حضرت ادراقہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل طائف میں سے ایک آدمی سے "فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ" کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ابلیس پہچان گیا کہ اس پر گمراہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی ہے۔ سو وہ تقدیر پر ایمان لے آیا۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد (راہ) حق ہے جو بیان کیا۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد مکہ کا راستہ ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ" سے مراد طریق مکہ ہے (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عون رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جو حاجیوں کی جماعت مکہ کی طرف نکلتی ہے ابلیس ان کی تعداد کے برابر ان کے ساتھ اپنے شیاطین تیار کر لیتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: میں ان کے لیے بیٹھوں گا اور میں انہیں تیرے راستے سے روکوں گا۔

امام احمد، نسائی، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سبرہ ابن الفاکہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابن آدم کے لیے شیطان اس کے راستے میں بیٹھا۔ پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 158 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 159

اس کے لیے اسلام کے راستے میں بیٹھا اور کہا: کیا تو اسلام لاتا ہے اور دین اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑتا ہے؟ تو اس نے اس کی نافرمانی کی اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ اس کے لیے ہجرت کے راستے میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: کیا تو ہجرت کرتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو چھوڑتا ہے۔ بے شک مہاجر اپنی قدرت اور خاتمہ میں گھوڑے کی مثل ہے؟ پس ابن آدم نے نافرمانی کی اور اس نے ہجرت کی۔ پھر وہ ابن آدم کے لیے راہ جہاد میں بیٹھ گیا اور اسے کہا: کیا تو اپنی جان اور مال کو خرچ کرتا ہے اور تو قتال کرتا ہے۔ کیا تو جنگ کرے گا اور عورت سے نکاح کرے گا اور مال تقسیم کر دے گا؟ تو ابن آدم نے اس کی نافرمانی کی اور جہاد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس ان میں سے جس نے ایسا کیا اور مر گیا یا کسی کیڑے نے اسے کاٹا اور وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے (1)۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ
شَمَآئِلِهِمۡ‌ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾

”پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ“ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”کہ میں انہیں آخرت کے بارے شک میں ڈالوں گا“ ”وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ“ ”اور دنیا میں ان کی رغبت دلاؤں گا“ ”وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ“ ”اور ان پر ان کے دین کا معاملہ مشتبہ کر دوں گا“ ”وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ“ ”میں ان کے لیے گناہوں کو پسندیدہ اور ان پر باطل کو آسان کر دوں گا“ ”وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ“ ”اور تو ان میں سے اکثر کو موحد نہیں پائے گا“ (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے ”پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا بہکانے کے لیے ان کے آگے سے“ یعنی دنیا کی جانب سے ”اور ان کے پیچھے سے“ یعنی آخرت کی جانب سے ”اور ان کے دائیں سے“ یعنی ان کی نیکیوں کی جانب سے ”اور ان کے بائیں سے“ یعنی ان کے گناہوں اور برائیوں کی جانب سے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ اس نے انہیں کہا موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، جنت اور دوزخ کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور پیچھے کی جانب سے انہیں امر دنیا کی طرف متوجہ کیا۔ اور امر دنیا کو ان کے لیے خوب مزین اور آراستہ کیا اور انہیں اس کی طرف دعوت دی۔ اور دائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ میں نیکیوں کی جانب سے بھی ان کے پاس آؤں گا اور انہیں نیکی کے معاملہ میں تاخیر اور سست کر دوں گا اور بائیں جانب سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے لیے گناہوں اور برائیوں کو خوب مزین کر کے انہیں ان کی طرف بلائے گا اور معصیت کو اپنانے کا حکم دے گا۔ اے ابن آدم! وہ تیرے پاس سامنے کی جانب سے تو آئے گا مگر اوپر کی جانب سے تیرے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 21 (4246)، دار الکتب العلمیہ بیروت		2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 161

پاس نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے درمیان حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور لالکائی رحہم اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ وَمِنْ فَوْقِهِمْ (اوپر کی جانب سے) کہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ان کے اوپر اللہ ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ کیونکہ ان کے اوپر کی جانب سے رحمت نازل ہوتی ہے(1)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا ہے: اے ابن آدم! (شیطان) ہر جہت سے تیرے پاس آتا ہے۔ مگر وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مابین حائل ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بلاشبہ اوپر کی جانب سے صرف رحمت تجھ پر نازل ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ابلیس نے کہا: میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اوپر کی جانب سے ان پر رحمت نازل کروں گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ "میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے" یعنی حق کے راستوں سے "اور ان کے پیچھے سے" یعنی باطل کے راستوں سے "اور ان کے دائیں سے" یعنی امر آخرت کی جانب سے "اور ان کے بائیں سے" یعنی دنیا کی جانب سے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم رحہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صبح و شام کبھی بھی یہ دعا نہیں چھوڑی "اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِيْنِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي" "اے اللہ! آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے اور اوپر سے میری حفاظت فرما اور میں تجھ سے تیری عظمت کے سبب پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نیچے کی جانب سے ہلاک ہو جاؤں"(2)۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٨﴾ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾

"فرمایا: نکل جا یہاں سے ذلیل (اور) راندہ ہوا۔ جس کسی نے پیروی کی تیری ان سے تو یقیناً میں بھر دوں گا جہنم کو تم سب سے اور اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں اور کھاؤ جہاں سے چاہو اور مت نزدیک جانا اس (خاص) درخت کے ورنہ تم دونوں ہو جاؤ گے اپنا نقصان کرنے والوں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "مَذْءُوْمًا" کا معنی مَمْقُوْتًا یعنی ملامت کیا ہوا اور مَّدْحُوْرًا کا معنی ہے مُنْفِيًّا یعنی دھتکارا ہوا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 163 2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 698 (1902)، دار الکتب العلمیہ بیروت

مالی برپا ہو گیا۔ سننے والوں نے اس کی تشبیہ دی۔ وہ تمہیں ہی لگی تھی کہ آپ کا دل حزن و ملال کے ساتھ گھٹنے لگا۔ تو آپ نے اسے فرمایا: میں تجھے عظمت و شان والے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تو مجھ سے دور ہٹ جا۔ تو وہ دور ہٹ گیا۔ پھر آپ نے اس سے کہا: یہ کیسے جو تو لایا ہے؟ کیا ایک دفعہ اس نے فرشتے کی صورت کے ساتھ مجھے پکڑا ہے اور دوسری دفعہ حزن و ملال میں مجھے گرفتار کر دیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں نے جنت میں تمہارے مقام و مرتبہ اور اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو جو عزت و کرامت عطا فرمائی ہے اس کا ذکر کیا ہے اور میں تم دونوں کے مقام و مرتبہ سے بہت خوش ہوا ہوں۔ پھر میں نے یہ ذکر کیا ہے کہ تم دونوں کو اس سے نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ میں تم دونوں کے لیے رو دیا اور تم پر حزن و غم کا اظہار کیا۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں نہیں کہا کہ جب تم اس درخت سے کھاؤ گے تو مر جاؤ گے اور جنت سے نکال دیے جاؤ گے؟ اے حوا! میری طرف دیکھ۔ میں اس درخت سے کھاتا ہوں۔ اگر اس سے میں مر گیا یا میری خلقت میں سے کوئی شے بدل گئی تو پھر تم دونوں بھی اس سے نہ کھانا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا بہت بڑا خیر خواہ ہوں۔ سو ابلیس چل پڑا حتیٰ کہ اس درخت کو پا کر اس سے کھا لیا اور ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا: اے حوا! میری طرف دیکھ۔ کیا میری خلقت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی یا کیا میری موت آئی؟ سو وہی کچھ ہو ہے جس کی خبر میں نے تمہیں دی ہے۔ پھر وہ چلتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

آدم علیہ السلام جب اس جگہ سے واپس آئے جہاں وہ جنت میں گھومنے پھرنے گئے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے حضرت حوا کو انتہائی غمزدہ حالت میں منہ کے بل اوندھا لیٹے ہوئے پایا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: میرے پاس انتہائی شفیق ناصح آیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو۔ شاید وہ وہی ابلیس ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈرایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: اے آدم! قسم بخدا وہ اس درخت کی طرف گیا اور اس سے کھایا اور میں اسے دیکھتی رہی ہوں وہ مرا اور نہ اس کے جسم میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی۔ پس وہ مسلسل آپ کو اس کے راستے اور مکر میں ڈالتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں اس درخت کی طرف چل پڑے اور آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو جنت کے تمام درختوں نے آپ کو آواز دی: اے آدم! اس سے نہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر تم اس سے کھاؤ گے تو جنت سے نکال دیے جاؤ گے۔ آدم علیہ السلام نے معصیت کا پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے پھل کو پانے کے لیے درخت کو پکڑ لیا۔ تو درخت نے اڑنا شروع کر دیا۔ پھر آپ بھی اپنا ہاتھ بڑھانے لگے تاکہ اسے پکڑ سکیں۔ پھر جب آپ نے اپنا ہاتھ پھل پر رکھا تو وہ سخت ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے معصیت پر ان کے عزم مصمم کو دیکھا تب انہوں نے اس پھل کو پکڑا اور کھا لیا۔ آپ نے وہ پھل حوا کو بھی دیا اور انہوں نے بھی کھا لیا۔ پس اس کے ساتھ ہی ان کے بدن سے جنت کا حسین و جمیل لباس اتر گیا اور ان کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔ تو وہ دونوں فوراً جنت کے پتوں کے ساتھ انہیں ڈھانپنے لگے اور جنت کے پتے ان پر چپکانے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ دکھائی دے رہا ہے۔

رب کریم نے جنت میں آپ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے آدم! تو کہاں ہے نکل! انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے تیری طرف نکلتے ہوئے حیا آتی ہے۔ رب کریم نے فرمایا: شاید تو نے اس درخت سے کھایا ہے جس سے

میں نے تجھے منع کیا تھا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار، یہ جسے تو نے میرے ساتھ کر دیا ہے اس نے مجھے بہکا دیا ہے۔ فرمایا: اے آدم! تو کب تک چھپائے گا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر شے میری ہے! اے آدم اور مجھ پر کوئی شے مخفی نہیں ہوتی نہ تاریکی میں اور نہ روشنی میں؟ پھر ان دونوں کی طرف فرشتوں کو بھیجا۔ ان کی گردنوں میں کچھ ڈال کر انہیں لایا گیا، یہاں تک کہ انہیں جنت سے باہر نکال دیا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں ننگا کھڑا کیا گیا اور ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پس اس وقت ابلیس کو ان دونوں کے ساتھ نیچے اتار دیا گیا۔ اور آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات سیکھ لیے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور ان تمام کو نیچے اتار دیا گیا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا" کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا دونوں میں سے ہر ایک پر ایک نور غالب تھا۔ جس کے سبب دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی شرمگاہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سو جب دونوں سے لغزش سرزد ہوئی تو وہ نور دونوں سے لے لیا گیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ نقل کیا ہے (شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا) تاکہ وہ ان کے لباس کو پھاڑ دے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ ان کی شرمگاہ ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کی کتابوں میں پڑھا کرتا تھا اور آدم علیہ السلام یہ نہیں جانتے تھے۔ ان دونوں کا لباس ظفر تھا۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان دونوں کے پاس ابلیس آیا اور کہا: تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے نہ ہو جاؤ اور اللہ عزوجل کی مثل نہ ہو جاؤ۔ انہوں نے اس کی بات تسلیم نہ کی، حتیٰ کہ وہ سانپ کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور پھر ان سے ہم کلام ہوا۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "مَلِكَیْنِ" کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ "مَلَكَیْنِ" کو لام کے فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ یہ ملائکہ سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے ملائکہ کی افضلیت کا ذکر کیا ہے کہ ملائکہ کو شکل و صورت، پروں اور عزت و کرامت کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ ملائکہ طواف کرتے ہیں اور دوسری کا ذکر اس قول میں ہے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ" یعنی تاکہ تم ان ملائکہ میں سے نہ ہو جاؤ جو اس شاخ کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ پڑھتے "مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا [illegible]

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 165 — 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 167

حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن کا تھا اور یہ پرندے کے پروں کی شکل تھا۔ جب ان سے لغزش ہوئی تو ان سے ان کا لباس اتر گیا اور جنت اور کئی دیگر منافع کے لیے ناخنوں کو باقی چھوڑ دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس یاقوت تھا۔ پس جب ان سے لغزش صادر ہوئی تو وہ سکڑ گیا اور ناخن بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد مبارک ساٹھ ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جلد کا لباس پہنایا اور ناخن کے ساتھ آپ کی معاونت کی کہ وہ اس کے ساتھ کھجلا سکتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ایسے پیوند لگانے لگے جیسے کپڑے پر لگائے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ وہ دونوں اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپنے لگے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ ایسی چیزیں پکڑنے لگے جن کے ساتھ اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپ سکتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! اس نے میرے سامنے تیری قسم کھائی ہے اور میں یہ گمان نہیں کر سکتا کہ تیری مخلوق میں سے کوئی سچ کے سوا بھی تیری قسم کھا سکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یعنی وہ گناہ ہے جس کا ارتکاب ہم نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مغفرت فرما دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ... الآیہ" یہی وہ کلمات ہیں جو آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا قول نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بندہ مومن جب گناہ میں واقع ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے حیا محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ بحمد اللہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ کیا ہے؟ تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ اس سے نکلنے کی راہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار اور توبہ کرنا ہے اور توبہ کرنے سے کوئی آدمی بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر توبہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کوئی بھی خلاصی اور نجات نہ پا سکے۔ تمہارے جد اعلیٰ (آدم علیہ السلام) سے جب لغزش صادر ہوئی تو توبہ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کریب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بلایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عبد اللہ کی جانب سے تیماء کے فلاں عالم کی طرف کہ اس نے "وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ" کے بارے یہ بیان کیا ہے کہ جس کا ٹھکانہ زمین کے اوپر ہے اس کا ٹھکانہ زیر زمین ہے اس کا ٹھکانہ زمین کے نیچے ہے اور اس کا ٹھکانہ وہاں ہے جہاں وہ جنت یا جہنم میں جائے گا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

"اے اولاد آدم! بے شک اتارا ہم نے تم پر لباس جو ڈھانپتا ہے تمہاری شرمگاہوں کو اور باعث زینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ اے اولاد آدم! نہ فتنہ میں مبتلا کرے تمہیں شیطان جیسے نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے (اور) اتروا دیا تھا ان سے ان کا لباس تاکہ دکھا دے انہیں ان کے پردہ کی جگہیں۔ بے شک دیکھتا ہے تمہیں وہ اور اس کا کنبہ جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے انہیں۔ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطانوں کو دوست ان کا جو ایمان نہیں لاتے۔"

امام ابو عبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد نے فرمایا کہ عرب کے لوگ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ طواف کے دوران ان میں سے کوئی بھی کپڑا نہیں پہنتا تھا (تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی) اور فرمایا وَرِيْشًا کا معنی مال ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت قریش میں سے حمس کے بارے نازل ہوئی اور وہ جو ان کا ساتھ تمام عرب کو قرار دیتے ہیں اور وہ انصار ہیں حتی الادیس، خزاعہ، ثقیف، بنی عامر بن صعصعہ اور بطون کنانہ بن بکر۔ یہ گوشت نہیں کھاتے تھے، گھروں میں پیچھے کی جانب سے آیا کرتے تھے، وہ دہی اور خرگوش کے بالوں اور دیگر بالوں کا کاروبار بھی نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اپنے بچوں کو خوب ساز و سامان پہناتے تھے اور قریش کے علاوہ وہ ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ سو جب وہ وہاں آتے تو اپنے وہ کپڑے اتار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174

پھینکتے جو پہن کر آتے اور کہتے یہ ہمارے وہ کپڑے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے رب کی بارگاہ میں گناہوں اور خطاؤں سے پاکیزگی عطا کی ہے۔ پھر وہ قریش کو کہتے: کون ہے جو چادر ہمیں عاریۃً دے سکتا ہے؟ پس اگر وہ نہ پاتے تو پھر ننگے طواف کرتے۔ اور جب اپنے طواف سے فارغ ہوتے تو اپنے وہ کپڑے اٹھا لیتے جو انہوں نے رکھے ہوتے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا لباس سے مراد کپڑے ہیں، وریشا سے مراد مال اور لباس التقوی سے مراد اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لباس سے مراد عام لباس ہے، وریشا سے مراد زیب و زینت کا لباس ہے اور لباس التقوی سے مراد اسلام ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وریشا سے مراد مال، لباس، عیش اور نعمتیں ہیں اور لباس التقوی سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے اور فرمایا "ذٰلِكَ خَيْرٌ" یعنی ایمان اور عمل صالح، ریش اور لباس سے بہتر اور افضل ہے(2)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ریش سے مراد مال ہے(3)۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تھے تو آپ یہ دعا مانگتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا أُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَ أَتَجَمَّلُ بِهٖ فِي النَّاسِ"(4)

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: ریش سے مراد جمال (خوبصورتی) ہے۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا کہ ارشاد خداوندی "وَرِيْشًا" کے بارے مجھے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: ریاش سے مراد مال ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

فرشني بخير طالما قد بريتني   وخير الموالي من يريش ولا يبري

"پس اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا جب کہ تو نے مجھے ذلیل و رسوا کیا۔ بہترین دوست وہ ہے جو مال عطا کرتا ہے اور ذلیل و رسوا نہیں کرتا"۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ریاش سے مراد لباس ہی ہے اور لباس التقوی سے مراد ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے لیے) لباس اتارا اور پھر فرمایا: بہتر اور اچھا لباس تقوی ہی ہے(5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے لباس التقوی کو مرفوع پڑھا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 174,78,78   2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 176-77   3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 175

4۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 157-58، دار صادر بیروت   5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 179

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے ریشا کو بغیر الف کے اور لباس التقوی کو مرفوع پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو "وریاشا" پڑھتے سنا ہے اور آپ نے ذو ریشا نہیں کہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے "وریاشا" پڑھا ہے(1)۔

امام ابو عبید، عبد بن حمید، حکیم ترمذی، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معبد الجہنی رحمہ اللہ نے کہا لباس التقوی سے مراد حیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِیۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی" پس لباس وہ ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور وہ تمہارے لباس ہیں اور ریاش سے مراد سامان معاش ہے اور لباس التقوی سے مراد حیا ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے "وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنی شرم گاہ کو چھپاتا ہے۔ یہی تقوی کا لباس ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "لِبَاسُ التَّقۡوٰی" کے بارے عکرمہ نے کہا: اس سے مراد وہ لباس ہے جو قیامت کے دن متقی لوگوں کو پہنایا جائے گا اور یہ اس لباس سے بہتر ہے جو دنیا والے پہنتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لِبَاسُ التَّقۡوٰی سے مراد چہرے میں حسین خاموشی کا ہونا ہے(3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بندے نے خیر یا شر کا کوئی عمل کیا اسے اپنے عمل کی چادر (لباس) پہنائی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اسے پہچان لیں گے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے "وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیۡرٌ ؕ الآیہ"

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا، وہ فرما رہے تھے: اے لوگو! ان مخفی اور پوشیدہ کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! کسی نے بھی کوئی عمل بھی چھپ کر کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی چادر اعلانیہ اسے پہنائے گا۔ اگر اس نے اچھا عمل کیا تو اسے اچھی چادر پہنائی جائے گی اور اگر برا عمل کیا تو اسے بری ہی چادر پہنائی جائے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آپ نے ریشا نہیں کہا بلکہ "رِیَاشًا" کہا اور "وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیۡرٌ" کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد حسین خاموشی ہے(4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا لباس سے مراد کپڑے اور ریاش سے مراد مال اور لباس التقوی سے مراد ایمان ہے۔ اور ذٰلِكَ خَیۡرٌ کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ لِبَاسُ التَّقۡوٰی بہتر ہے مال سے اور اس لباس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 175 — 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 174 — 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 177 — 4۔ ایضاً

اللہ نے فرمایا "بِالْقِسْطِ" کا معنی عدل ہے (یعنی آپ فرما دیجئے میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے) اور "وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کی تفسیر میں فرمایا: جو نماز کا وقت ہو تم اپنے چہرے سیدھے کعبہ معظمہ کی طرف کرو جہاں بھی تم نماز پڑھو چاہے کنیسہ (عیسائیوں کی عبادت گاہ) میں ہو یا کسی اور جگہ۔ اور "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کی تفسیر میں فرمایا: جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا تھا شقی یا سعید ویسے ہی تم لوٹو گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں تم دین کو اسی طرح خالص کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں پہلے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ اسی طرح کہ اس نے انہیں اسلام پر پیدا فرمایا لہٰذا تم عبادت کے لیے اسی کو پکارو۔ کسی غیر کو مت پکارو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دین، عبادت اور عمل کو اس کے لیے خالص کریں اور پھر اپنے چہرے کو بیت الحرام (کعبہ معظمہ) کی طرف متوجہ کریں۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں بنی آدم کو مومن اور کافر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ" (التغابن: 2) "وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں"۔ پھر وہ انہیں قیامت کے دن لوٹائے گا اسی طرح جیسا کہ اس نے انہیں ابتدا میں مومن اور کافر پیدا کیا تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں اسی حالت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ تھے۔ یعنی مومن کو حالت ایمان پر اور منافق کو اپنے نفاق کی حالت پر اٹھایا جائے گا (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کی تفسیر میں محمد بن کعب نے کہا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہدایت اور سعادت مندی پر پیدا فرمایا ہے تو وہ اسی کی طرف پھیرے گا جس پر اسے پہلے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ جادوگروں سے کیا کہ پہلے ان کی تخلیق ہدایت اور سعادت مندی پر کی۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو کر فوت ہوئے۔ اور جیسا کہ ابلیس کے ساتھ کیا کہ ابتدا سے ہی اس کی تخلیق کفر اور گمراہی پر کی اور وہ ملائکہ کے ساتھ ان جیسے عمل کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے کفر کی طرف لوٹا دیا جس پر اسے پہلے پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ" (البقرہ: 34) "اور (وہ حقیقت میں) ہو گیا کافر (کے زمرے) میں" (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے اسی طرح تم لوٹو گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے حالانکہ تم کوئی شے نہیں تھے اور اس نے تمہیں دو حیات عطا فرمائی۔ اسی طرح وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 86-184 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 185 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

تمہیں موت دے گا پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی ارشاد کے بارے میں حضرت ربیع بن انس سے یہ قول ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا فرمایا اور مٹی ہی کی طرف ہی وہ لوٹیں گے۔ انہوں نے فرمایا: اس میں حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جسے مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے اور اسے مٹی کی طرف ہی لوٹنا ہے جس کے لیے فخر پسندیدہ نہیں۔ جو آج زندہ ہے اور کل مرنے والا ہے اس کے لیے تکبر زیبا نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ نے تکبر کرنے والوں کو یہ وعید سنائی ہے کہ وہ انہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور ضعف و کمزوری کا اظہار کرنے والوں کو بلند فرمائے گا اور فرمایا "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" (طٰہٰ) "اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور (روز حشر) اس سے ہم تمہیں نکالیں گے ایک بار پھر"۔ پھر فرمایا
فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم مرو گے اس حال میں کہ ہدایت پر تو یہ بیان کرنا ہوگا کہ وہ ہدایت پر ہے اور گمراہی (ضلالت مند) یہ گمان کرے گا کہ وہ ہدایت پر ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت اس کے لیے سب ظاہر ہو جائے گا۔ اسی طرح تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اسی کا ذکر اس ارشاد میں ہے "وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" (اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم لوٹو گے اس حالت پر جس پر تمہارے ہونے کے بارے لکھا جا چکا ہے "فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ" (2)

امام ابوالشیخ نے حضرت محمد بن معروف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قول باری تعالیٰ "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" کے بارے مجھے ایک ثقہ آدمی نے بتایا ہے کہ تم اسی طرح غیر مختون لوٹو گے جیسا کہ اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔

امام ابوالشیخ نے مقاتل بن وہب عبدی سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کی تاویل قیامت کے آخر میں ظاہر ہوگی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الضعفاء میں حضرت عبد الغفور بن عبد العزیز بن سعید الانصاری رحمہ اللہ سے وہ انہوں نے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی صورتوں میں تخلیق کرے گا اور بے شک انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے میرے ساتھ تمسخر کیا۔ پس وہ اس کی شکل کو مسخ کر دے گا۔ پھر اسے قیامت کے دن انسان بنا کر اٹھائے گا جیسا کہ وہ فرما رہا ہے "كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ" پھر اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۠

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 187 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 186

"اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ عورتیں ننگے بدن طواف کرتی تھیں، مگر یہ کہ کوئی عورت اپنی شرمگاہ پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیتی اور یہ کہتی:

الیوم　یبدو　بعضہ　او کلہ　　وما　بدا منہ　فلا　احلہ

"آج اس کا بعض یا کل ظاہر ہو رہا ہے اور جو اس سے ظاہر ہے میں اسے حلال قرار نہیں دیتی"(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے ہم ان کپڑوں میں اس کا طواف نہیں کریں گے جن میں ہم گناہوں سے آلودہ ہیں۔ تو ایک عورت آئی، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور طواف کیا اور اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھا اور کہا:

الیوم　یبدو　بعضہ　او کلہ　　فما　بدا منہ　فلا　احلہ

تو اس وقت یہ آیت "خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" سے لے کر "وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" تک نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زینت کا حکم دیا اور زینت سے مراد لباس ہے اور لباس وہ ہوتا ہے جو شرمگاہ کو ڈھانپ لیتا ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ عمدہ کپڑے اور سامان کی قسم سے ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے زِیْنَتَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو شرمگاہ کو ڈھانپ سکے اگرچہ وہ چوغہ ہی ہو(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زینت سے مراد کپڑے ہیں(4)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے کہا کہ کسی چیز کی چادر جو جسم کو ڈھانپ لے وہ بھی زینت میں سے ہے(5)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف برہنہ حالت میں کرتے تھے۔ وہ عمروں میں پچھواڑے کی جانب سے آتے تھے اور پچھواڑے سے ہی ان میں داخل ہوتے تھے۔ اور قریش کے ایک قبیلے کے لوگ تھے جنہیں حمس کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 189　　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 190　　3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 189　　5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 192

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی عورت بیت اللہ شریف کا طواف کرتی تو وہ بھی برہنہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ رات کے وقت ننگے بدن طواف کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے پہن لیں اور برہنہ نہ رہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب جب حج کرتے تھے تو وہ حرم کے قریب پڑاؤ کرتے، اپنے کپڑے اتار دیتے اور اپنی چادریں رکھ لیتے اور مکہ مکرمہ میں بغیر چادر کے داخل ہوتے۔ مگر ان میں سے جس آدمی کا کوئی دوست حمس میں سے ہوتا تو وہ اسے کپڑے عاریۃً دے دیتا اور اپنی جیب سے کھانا بھی کھلاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل یمن کا ایک قبیلہ تھا وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ مگر ان میں سے کوئی ایک جو مکہ کے باسیوں سے چادریں عاریۃً لے لیتے اور وہ ان میں طواف کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ریشم و دیباج پہننے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ وہ برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے۔ جب وہ آتے تو کپڑے مسجد سے باہر رکھ دیتے تھے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے۔ جب کوئی آدمی کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہوتا تو اسے مارا جاتا اور اس سے کپڑے کھینچ لیے جاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ"

امام ابن عدی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا لباس پہن لیا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: نماز کا لباس کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے جوتے پہن لو اور انہی میں نماز پڑھو (3)۔

امام عقیلی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے جوتوں میں نماز پڑھا کرو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 190 — 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 191

3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 6، صفحہ 313، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین چیزوں کے سبب فضیلت اور کرامت عطا فرمائی ہے ان میں سے ایک ان کا حالت نماز میں اپنے جوتے پہنے رکھنا ہے۔

امام ابو داؤد، حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اپنے جوتے اتارے تو وہ ان کے ساتھ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لے یا پھر انہیں پہن کر ہی نماز پڑھے۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (2)۔

امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "نماز کا لباس جوتے ہیں" (زِيْنَةُ الصَّلٰوةِ الْحِذَاءُ) (3)

امام بزار رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو۔۔۔ اور جوتے پہن کر نماز پڑھو کیونکہ وہ موزے اور جوتے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے "اوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوتے پہن کر نماز پڑھنا تکمیل نماز کے ذرائع میں سے ہے (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے سفید ریش بوڑھوں کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: اے گروہ انصار! (بالوں کو) سرخ اور زرد رنگ کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! اہل کتاب پاجامے پہنتے ہیں اور وہ چادریں نہیں باندھتے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پاجامے بھی پہنو اور چادریں بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی مونچھوں کو کاٹو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ اپنے نعلین پاک میں نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 391 (956)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً (957)
3۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 1، صفحہ 247 (578)، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 189 (2249)، دارالفکر بیروت
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 264، دار صادر بیروت
6۔ صحیح بخاری، باب الصلوٰۃ فی النعال، جلد 1، صفحہ 151، وزارت تعلیم

سب سے بہتر اور افضل کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو انہی کپڑوں میں کفن دو (1)۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ انتہائی پاکیزہ اور طیب ہیں اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے (2)۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابو الاحوص رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میں گھٹیا سے کپڑے پہنے ہوا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ، بکریاں، گھوڑے اور غلام ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے تو پھر تجھ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر دکھائی دینا چاہیے (3)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت و فضل کا اثر دکھائی دے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے (4)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں، میرے سر پر تیل لگا ہوا ہو، میرے جوتوں کے تسمے نئے ہوں۔ اسی طرح اس نے کئی چیزوں کا ذکر کیا حتیٰ کہ اپنے کوڑے کی محبت اور تعلق کا ذکر بھی کیا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ سب کبر میں سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ یہ سب جمال اور حسن ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر حق سے جاہل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے (5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن مکیث رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی وفد کے پاس تشریف لاتے تو آپ عمدہ ترین لباس زیب تن فرماتے اور اسی کا حکم اپنے صحابہ کرام کو بھی ارشاد فرماتے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، اپنے پالانوں کو درست کر لو اور اپنے لباس کو صحیح کر لو یہاں تک کہ تم لوگوں میں اس طرح ہو جاؤ گویا تم ہی سردار ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فحش اور تفحش (بدگوئی)

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 64 (3566)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً (3567)

3۔ سنن ابو داؤد، کتاب اللباس، جلد 2، صفحہ 562، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی

4۔ سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 114 (2819)، دار الکتب العلمیہ بیروت　5۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 399، دار صادر بیروت

کو پسند نہیں فرمایا۔ یہ ہے ارشاد باری "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا" الآیہ"(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی اور تکبر و نخوت نہ ہو (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جب تک اس میں فضول خرچی یا تکبر و خود پسندی نہ ہو (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کھانے پینے میں فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "وَلَا تُسْرِفُوْا" کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تم کپڑوں اور کھانے پینے کی اشیاء میں فضول خرچی نہ کرو۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: حرام کھانا ہی اسراف ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو، بشرطیکہ اس میں تکبر و نخوت اور فضول خرچی نہ ہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کا اثر ظاہر ہو (5)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو بار کھایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو پسند کرتی ہے کہ پیٹ کی خواہش کی تکمیل کے سوا تیرا کوئی شغل (اور مصروفیت) نہ ہو؟ ایک دن میں دو بار کھانا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ بیہقی نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اسراف میں سے یہ ہے کہ تو اپنی چاہت کی ہر شے کھائے (7)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے۔ تب ان کے پاس گوشت پڑا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ گوشت کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی: مجھے اس کی طلب اور چاہت ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا جب بھی تجھے کسی شے کی چاہت ہوگی تو اسے کھائے گا؟ کسی بندے کے اسراف کے لیے یہی کافی ہے کہ جب اسے کسی شے کی خواہش پیدا ہو تو وہ اسے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 180، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 192
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 193
5۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 185 (3605)، دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 26 (5640)، دار الکتب العلمیہ بیروت
7۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 55 (3352)

کھائے۔ (کُلِّی بِقَدَرٍ وَاِسْرَافٌ اَنْ تَاْکُلَ کُلَّمَا اشْتَهَیْتَ)

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کھا جو تو چاہے اور پی جو تیری چاہت ہو اور پہن جو تیری خواہش ہو۔ مگر دو چیزیں تجھے گمراہ کر دیں گی فضول خرچی اور تکبر و عجب (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: اسراف میں سے یہ ہے کہ انسان ایسا لباس پہنے اور ایسی چیز کھائے اور پیے جس کی طاقت اس میں نہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ مال میں اسراف کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے حلال مال عطا فرمائے اور تو اسے ان حرام (اشیاء) میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر حرام کی ہیں (2)۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ (زیادہ) کھانا کھانا ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دنیا میں لوگوں میں سے جو آدمی جتنا زیادہ سیر ہو کر کھائے گا قیامت کے دن وہ اتنا زیادہ بھوکا رہے گا (3)۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ڈکار لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ڈکار ہم سے روکے رکھو کیونکہ قیامت کے دن وہ آدمی اتنا ہی زیادہ بھوکا رہے گا جتنا دنیا میں زیادہ سیر ہوگا (4)۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن السنی رحمہم اللہ نے الطب میں، حاکم، ابو نعیم رحمہ اللہ نے الطب میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے ابن آدم نے پیٹ سے بڑھ کر کوئی برا برتن نہیں بھرا۔ اس کے لیے اتنے لقمے کافی ہیں جو اس کی صلب (ریڑھ کی ہڈی) کو قائم و درست رکھیں اور اگر بہت ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی اپنے نفس کے لیے ہو۔ ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ صحیح ہے (5)۔

امام ابن السنی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے طب نبوی میں حضرت عبد الرحمن بن مرقع سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی برتن پیدا نہیں کیا کہ جب وہ بھر جائے تو پیٹ سے بڑھ کر برا ہو۔ پس اگر ضروری ہو تو تم اس کا ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور ایک تہائی ہوا کے لیے بناؤ۔

امام ابن السنی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بیماری کی اصل بد ہضمی ہے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 331، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 54 (3351)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً (3350)
5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 367 (7945)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن سنی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھانے پینے سے پیٹ کو بھرنے سے بچو۔ کیونکہ یہ جسم کو فاسد کر دیتا ہے بیماری کا وارث بنا دیتا ہے اور نماز سے سست اور غافل کر دیتا ہے۔ لہذا کھانے پینے میں تم پر میانہ روی لازم ہے۔ کیونکہ یہ جسم کی اصلاح کرتی ہے، فضول خرچی سے محفوظ رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ موٹے جسم والے عالم کو ناپسند کرتا ہے اور آدمی ہرگز ہلاک نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی شہوت کو اپنے دین پر غالب کر دے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ارطاۃ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس بہت ماہرین طب جمع ہوئے تو اس نے ان سے پوچھا: معدے کے علاج کی اصل کیا ہے؟ تو حاضرین میں سے ہر آدمی نے اپنی بات کہی مگر ان میں سے ایک آدمی خاموش رہا، جب وہ سب گفتگو سے فارغ ہوئے تو بادشاہ نے اسے کہا: تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے کہا انہوں نے بہت سی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور یہ تمام کی تمام کچھ نہ کچھ فائدہ دیتی ہیں۔ لیکن ان کا سہارا اور بنیاد تین چیزیں ہیں تو کبھی کھانا نہ کھا مگر تب جب کھانے کی طلب شدید ہو اور جو گوشت تیرے لیے پکایا جائے اسے تو نہ کھا یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح پکا لے اور کبھی بھی کوئی لقمہ نہ نگل یہاں تک کہ تو اسے اچھی طرح چبا لے۔ تو ان صورتوں میں معدے پر کوئی مشقت اور بوجھ نہیں پڑے گا (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم بن علی ذہلی رحمہ اللہ نے کہا ہے: تمام کلام سے چار ہزار کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چار سو کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے چالیس کلمات ذکر کیے گئے ہیں اور پھر ان تمام کو چار کلمات میں محصور کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلا قول یہ ہے کہ تو عورتوں پر کبھی اعتماد نہ کر، دوسرا یہ ہے کہ تو معدے میں وہ چیز نہ ڈال جسے ہضم کرنے کی وہ طاقت نہیں رکھتا، تیسرا یہ ہے کہ مال تجھے دھوکہ نہ دے اور چوتھا قول یہ ہے کہ تیرے لیے اتنا علم کافی ہے جس سے تو نفع حاصل کر سکے۔ (اَوَّلُهَا لَا تَثِقَنَّ بِالنِّسَاءِ وَالثَّانِيَةُ لَا تُحَمِّلْ مَعِدَتَكَ مَا لَا تُطِيْقُ وَالثَّالِثَةُ لَا يَغُرَّنَّكَ الْمَالُ وَالرَّابِعَةُ يَكْفِيْكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا تَنْتَفِعُ بِهٖ)(2)

امام ابو محمد الخلال رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے بیماری کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے عائشہ! دوا کو لازم پکڑو، معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور بدن کو وہی چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن منبہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ معدہ جسم کا حوض ہے اور رگیں اسی میں ملتی ہیں۔ پس جو رگ اس میں صحت کے ساتھ وارد ہوگی وہ صحت کے ساتھ واپس جائے گی اور جو بیماری کے ساتھ اس میں داخل ہوگی وہ بیماری کے ساتھ اس سے نکلے گی (3)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 66 (5783)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 66 (5784)
3۔ ایضاً (5725)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، ابن عدی اور ابونعیم نے طب نبوی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے، تمام رگیں اس میں داخل ہوتی ہیں۔ سو جب معدہ صحیح ہوگا رگیں صحت کے ساتھ نکلیں گی اور جب معدہ فاسد ہوگا تو رگیں بیماری کے ساتھ نکلیں گی(1)۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

"آپ فرمایئے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے لیے اور (کس نے حرام کیے) لذیذ پاکیزہ کھانے۔ آپ فرمایئے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں اس دنیوی زندگی میں بھی (اور) صرف انہیں کے لیے ہیں قیامت کے روز یونہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) جانتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قریش بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اس حال میں کہ وہ برہنہ ہوتے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ" اور انہیں کپڑے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اور قول باری تعالیٰ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: کہ اہل ایمان ہی دنیا میں ان چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کے سبب ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

امام وکیع رحمہ اللہ نے الغرر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا متاع الغرور کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس سے مراد زینت کی وہ تمام چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" الآیہ کے بارے حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مشرکین دنیا کی رونقوں اور خوبیوں میں مومنین کے ساتھ شریک ہیں اور قیامت کے دن یہ صرف مومنین کے لیے ہوں گی مشرکین کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد چربی، گوشت اور گھی ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ایک قوم تھی جس کے لوگ بکری کا گوشت، دودھ اور گھی حرام قرار دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 66 (5796)، دارالکتب العلمیہ بیروت

الرِّزْقِ'' اور کہا زینت سے مراد کپڑے ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ''وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ نے کہا کہ اس سے مراد وہ اموال ہیں جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جاہلیت کے لوگوں نے کپڑے اور کئی دیگر ایسی چیزیں اپنے اوپر حرام کر رکھی تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا'' (یونس: 59) ''آپ فرمایئے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا بھی بنا لیا ہے تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال''۔ اور اسی کے بارے یہ آیت نازل فرمائی ''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' یعنی دنیوی زندگی میں لذیذ اور پاکیزہ کھانوں میں مسلمان کفار کے ساتھ شریک ہیں۔ پس انہوں نے پاکیزہ اور لذیذ کھانے کھائے، عمدہ کپڑے پہنے اور صالح عورتوں سے نکاح کیے۔ پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ ان طیب اور پاکیزہ چیزوں کو صرف اہل ایمان کے لیے خاص کر دے گا اور مشرکین کے لیے وہاں کوئی شے نہیں ہوگی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زینت کو قیامت کے دن صرف ان کے لیے خاص کر دیا جائے گا جو دنیا میں ایمان لائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حجاج بن یوسف کو خَالِصَةٌ کو مرفوع پڑھتے سنا ہے۔ عاصم نے کہا: حجاج نے اس کا اعراب نہیں دیکھا اور عاصم نے اسے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''آپ فرمایئے بے شک حرام کر دیا ہے میرے رب نے سب بے حیائیوں کو جو ظاہر ہیں ان سے اور جو پوشیدہ ہیں اور (حرام کر دیا) گناہ کو اور سرکشی کو بغیر حق کے اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ جس کے لیے نہیں اتاری اللہ نے کوئی سند اور یہ کہ تم کہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے ہو''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں مَا ظَهَرَ سے مراد ننگا ہونا ہے اور مَا بَطَنَ سے مراد زنا ہے۔ وہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 194
2۔ ایضاً

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں، اسی لیے اس نے تمام بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں کوئی آدمی اپنی عورت کے ساتھ دیکھوں تو میں بالیقین اسے تلوار کے ساتھ مار ڈالوں۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو، قسم بخدا! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سب بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور کوئی آدمی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت رکھنے والا نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ غیرت رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں بالیقین غیرت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت کرتا ہے۔ اپنی غیرت کے سبب ہی اس نے تمام بے حیائیوں سے روک دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں مَا ظَهَرَ مِنْهَا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد بغیر پردے کے غسل کرنا ہے۔

امام عبد الرزاق نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں حد کو پہنچ گیا ہوں سو آپ مجھے حد لگائیے۔ (یعنی مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کے سبب مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے آپ حد لگا دیجئے) تو آپ ﷺ نے اسے کوڑے لگائے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غضب کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سب بے حیائیوں کو تم پر حرام کر دیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔ پس جو ان میں سے کسی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ستر (پردے) کے ساتھ اسے ڈھانپ لے۔ کیونکہ جو کوئی ان میں سے کوئی شے ہمارے پاس اٹھا کر لائے گا تو اس پر سزا ہو گی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں انتہائی غیور (بہت زیادہ غیرت کرنے والا) ہوں اور ابراہیم علیہ السلام بھی غیور تھے اور ہر آدمی کو غیرت پر ابھارا جاتا ہے مگر جس کا دل الٹا کر دیا جائے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "الْاِثْمَ" سے مراد معصیت اور ظلم ہے۔ فرمایا: "تو لوگوں پر بغیر حق کے ظلم و زیادتی کرے گا۔"

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 381، دار صادر بیروت　2۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 371 (7261)، دار الفکر بیروت

3۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 7، صفحہ 378 (13515)، مجلس علمی بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب الغیر و ما جاء فیہ، جلد 4، صفحہ 53 (17713)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

"اور ہر امت کے لیے ایک مدت مقرر ہے سو جب آجاتا ہے ان کا مقررہ وقت تو نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں ایک لمحہ اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب رحمہم اللہ نے تالی التلخیص میں اور ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس عمر کی زیادتی کا تذکرہ کیا اور کہا جو آدمی صلہ رحمی کرتا ہے اس کی موت مؤخر کر دی جاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس کی عمر میں زیادتی نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" لیکن وہ آدمی جس کی اولاد نیک اور صالح ہوتی ہے تو وہ اس کے بعد اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اس تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی وہ شے ہے جو اس کی مدت میں تاخیر کر دیتی ہے اور ایک روایت میں لفظ یہ ہیں کہ قبر میں ان کی دعا اس سے جا ملتی ہے اور یہی عمر کے زیادہ ہونے کا مفہوم ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی عروبہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن کہا کرتے تھے کتنی احمق ہے وہ قوم جو یہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کی عمر طویل کر۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے "فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے تو ان کی موت مؤخر کر دی جاتی۔ تب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" تو حضرت کعب نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ" (فاطر: 11) "اور نہ کسی کی زندگی دی جاتی ہے کسی طویل العمر کو اور نہ کم کی جاتی ہے کسی کی عمر مگر (اس کی تفصیل) کتاب میں درج ہے"۔ زہری نے کہا: ہر آدمی کی عمر لکھی ہوئی ہے۔ سو یہ معلوم ہوا کہ جب تک موت کا مقررہ وقت نہ آئے تو اللہ تعالیٰ جتنا چاہتا ہے اسے مؤخر کر دیتا ہے اور اس میں کمی کر دیتا ہے۔ اور جب ان کا مقررہ وقت آجائے تو نہ وہ ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، جب ہم اس کا ذکر کرتے تو ہم ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو ساتھ اس کا ذکر کرتے۔ اس کے پہلو میں ایک نبی علیہ السلام تھے جن کی طرف وحی کی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

1۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 151 (34)، مکتبۃ المعارف الریاض
2۔ تفسیر عبدالرزاق، سورۂ فاطر، جلد 3، صفحہ 73، دارالکتب العلمیہ بیروت

علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے کہہ دیں کہ تو اپنا معاہدہ لکھ اور اپنی وصیت درج کر لے۔ کیونکہ تو تین دنوں میں مر جائے گا۔ پس نبی علیہ السلام نے اسے اس کی اطلاع دے دی۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ دیوار اور تخت کے درمیان گر پڑا۔ پھر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں فیصلے کرنے میں عدل کرتا رہا اور جب معاملات بکھر جاتے تو میں تجھ سے ہدایت اور راہنمائی طلب کرتا تھا تو میری عمر میں زیادتی فرما دے۔ یہاں تک کہ میرا بچہ بڑا ہو جائے۔ اور میری بچی پرورش پا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اس نے اس طرح کہا ہے اور اس نے سچ کہا ہے۔ تحقیق میں نے اس کی عمر میں پندرہ برس کا اضافہ کر دیا۔ سو اتنے میں اس کا بیٹا بڑا ہو جائے گا اور اس کی بچی پرورش پا جائے گی۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ التجا کرتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں باقی رکھتا۔ اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو انہوں نے دعا کی: "اَللّٰهُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ عَاجِزٍ وَّلَا مَلُوْمٍ" "اے اللہ! مجھے اپنی طرف اٹھا لے اس حال میں کہ نہ تو میں عاجز ہوں اور نہ مجھ پر ملامت کی جائے"۔

ابن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ آئے اور دروازے کے ساتھ (کھڑے ہو کر) رونے لگے اور کہنے لگے قسم بخدا! اگر امیر المومنین اللہ تعالیٰ کو قسم دے دیتے کہ وہ ان کی موت کو مؤخر کر دے تو یقیناً وہ اسے مؤخر کر دیتا۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! یہ کعب اس اس طرح کہہ رہے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا نہیں کروں گا۔

امام علامہ بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن بن لبیبہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے میرے رب! میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ان کے بالغ ہونے تک مجھ سے موت کو مؤخر کر دے۔ تو بیس برس کے لیے ان کی موت مؤخر کر دی گئی(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس آدمی کے لیے یہ باعث مسرت ہو کہ اس کی موت مؤخر کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے(2)۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے میری امت کے معاملات میں سے کسی کا والی بنایا گیا اور اس کی نیت اچھی رہی تو لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دیا جائے گا اور جب اس نے لوگوں کی طرف خیر اور بھلائی کا ہاتھ بڑھایا تو ان کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جائے گی۔ اور جب اس نے ان کے مالوں میں اضافہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا مال وافر فرما دے گا اور جب اس نے کمزور کو طاقتور سے انصاف دلایا تو اللہ تعالیٰ اس کی قوت اور طاقت کو اور مضبوط کر دے گا۔ اور جب اس نے عدل کیا تو اس کی عمر میں اضافہ فرما دے گا(3)۔

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 20، صفحہ 350، دار الفکر بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 279، دار صادر بیروت
3۔ نوادر الاصول، صفحہ 167، دار صادر بیروت

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو اپنے رب سے ڈرا اور جس نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس کا مال بڑھ جاتا ہے اور اس کے اہل اس سے محبت کرتے ہیں (1)۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

"اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں تم پر میری آیتیں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور غرور کیا ان سے۔ وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو سیار سلمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اپنے دست قدرت میں پکڑا اور فرمایا "يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" پھر رسولوں کی طرف نظر التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا "يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (المومنون)" "اے (میرے) پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ بے شک میں جو اعمال تم کر رہے ہو ان سے خوب واقف ہوں"۔ اور مزید فرمایا "وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝" (المومنون) "اور بے شک تمہارا دین ہے (اور) وہ ایک دین ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں سو تم ڈرا کرو مجھ سے پھر انہیں پھیلا دیا" (2)۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

"تو کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو انہیں مل جائے گا ان کا حصہ جو ان کی قسمت میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ جب آئیں گے ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے جو قبض کریں گے ان کی روحیں تو (ان سے) پوچھیں گے کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے اللہ کے سوا کہیں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 238، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 199، داراحیاء التراث العربی بیروت

تب وہ گم ہو گئے ہم سے اور گواہی دیں گے اپنے نفسوں پر کہ وہ کافر تھے"۔

امام فریابی، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خیر اور شر میں سے جو کچھ ان کے لیے مقدر کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اپنے اعمال میں سے اپنا حصہ پالیں گے۔ جس کسی نے نیک عمل کیے وہ اس کی جزا کو پالے گا اور جس نے برے عمل کیے وہ ان کی سزا کو پالے گا(2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ" کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ شقاوت اور سعادت میں سے ان کے لیے لکھا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(3)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ایک قوم ایسے اعمال کرے گی جن کا کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ انہیں ان کا وہ حصہ مل جائے گا جو پہلے قسمت میں لکھا جا چکا ہے(4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا قسمت میں خیر یا شر میں سے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے وہ انہیں مل جائے گا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا کہ رزق، عمر اور عمل میں سے جو کچھ ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے کہا عذاب میں سے ان کا حصہ انہیں مل جائے گا(6)۔ عبد بن حمید نے حسن سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ربیع بن انس نے کہا: جو رزق ان کے لیے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں مل جائے گا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 202 | 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 201 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 202 | 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 200

لِأُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

"اللہ تعالیٰ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ان امتوں میں جو گزر چکی ہیں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں سے (ان کے پاس) دوزخ میں (داخل ہو جاؤ) جب بھی داخل ہوگی کوئی امت تو وہ لعنت بھیجے گی دوسری امت پر یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں گی اس میں سب امتیں تو کہے گی آخری امت پہلی امتوں کے متعلق اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو دے ان کو دگنا عذاب آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گی پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہ نہیں ہے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت پس چکھو عذاب بوجہ اس کے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے قَدْ خَلَتْ کا معنی قَدْ مَضَتْ (گزر چکی ہیں) ہے اور "كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا" کی تفسیر میں کہا: کہ جب بھی ایک دین والے داخل ہوں گے تو وہ اس دین پر چلنے والے اپنے اصحاب پر لعنت بھیجیں گے یعنی مشرک مشرکین پر، یہودی یہودیوں پر، عیسائی عیسائیوں پر، صابی صابیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر لعنت بھیجیں گے اور پیچھے آنے والے پہلے گزر جانے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ جب سب امتیں (دوزخ میں) جمع ہو جائیں گی تو وہ جو آخر زمانہ میں تھے وہ ان کے متعلق کہیں گے جنہوں نے پہلے انہیں اس دین پر لگایا اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگوں کے لیے ہی دگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور پہلی امتیں پچھلی امتوں سے کہیں گی تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ تم بھی اسی طرح گمراہ ہوئے جس طرح ہم گمراہ ہوئے تھے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ مجاہد نے کہا ہے: عَذَابًا ضِعْفًا میں ضِعْفًا بمعنی مُضَاعَفًا ہے۔ یعنی وہ عذاب جسے دگنا کیا جائے۔ "قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ" میں بھی ضعف بمعنی مُضَاعَفٌ ہے۔ اور "فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ" کی تفسیر میں فرمایا کہ تمہارے لیے ہمارے مقابلے میں عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَقَالَتْ أُولٰىهُمْ لِأُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ" کی تفسیر میں حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ کہتے ہیں (پہلی امتیں پچھلی امتوں کو کہیں گی) جب ہم نے نافرمانی کی تو جو عذاب ہمارے لیے تیار کیا گیا اس کے بارے تمہیں وضاحت کر دی گئی اور تمہیں اس سے ڈرایا گیا۔ لہٰذا تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں(3)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا: جن مر تے نہیں ہیں تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 205-207 | 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 207 | 3۔ ایضاً

میں نے انہیں کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "فِيٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ" اور بالغ وہی ہوتا ہے جو چلا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

"بے شک جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں جب تک نہ داخل ہو اونٹ سوئی کے ناکے میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں جرم کرنے والوں کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کے اعمال میں سے کوئی شی اللہ تعالیٰ کی طرف بلند نہیں ہوگی (1)۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے عمل اور دعا کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ کفار کو عار دلائی جا رہی ہے کہ ان کی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے جب کہ وہ ارواح مومنین کے لیے کھولے جائیں گے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو "وَلَا تُفَتَّحُ لَهُمْ" تاء کی بجائے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن حبان، حاکم اور حاکم رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرنے والے کے پاس ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اگر وہ آدمی نیک اور صالح ہو تو کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس تو نکل آ تو ایک پاکیزہ جسم میں تھا۔ اے قابل تعریف و ستائش نکل آ۔ تیرے لیے جنت کی راحتوں اور پھولوں کی بشارت ہے اور تیرے لیے خوش خبری ہے کہ تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ وہ تجھ پر ناراض نہیں ہے۔ پس اسی طرح اسے مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر آدمی برا اور گناہگار ہو تو اسے کہتے ہیں: اے خبیث نفس! نکل آ، تو ایک خبیث اور ناپاک جسم میں تھا۔ اے قابل مذمت و نفرت نکل آ۔ تیرے لیے جہنم کے کھولتے ہوئے گرم پانی اور سخت بدبودار ٹھنڈے پانی اور اسی کے مثل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

بھی عذاب کی بشارت ہو۔ اسی طرح بات مسلسل کہا جاتا ہے یہاں تک کہ روح نکل آتی ہے پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو آگے سے کہا جاتا ہے یہ کون ہے؟ تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ تو پھر کہا جاتا ہے: اے خبیث نفس! تیرا آنا نامبارک ہے۔ تو خبیث ناپاک اور خبیث جسم میں تھا اے ذلیل و رسوا! واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ تو اسے آسمان کی بلندی سے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ قبر کی طرف آجاتی ہے (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں، لالکائی رحمہ اللہ نے السنہ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب مومن کی روح خارج ہوتی ہے اس حال میں کہ اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ اور راحت بخش ہوتی ہے اور وہ ملائکہ اسے ساتھ لے کر آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں جو اسے قبض کرتے ہیں۔ تو آسمان کے قریب دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے اور ساتھ ہی اس کے نیک اور اچھے اعمال کا ذکر کرتے ہیں تو پھر وہ فرشتے انہیں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے اور اسے جو تمہارے ساتھ ہے۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ پس وہ اسے ساتھ لے کر اسی دروازے سے اوپر چڑھ جاتے ہیں جس سے اس کا عمل اوپر جاتا ہے اور اس کا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اس حال میں کہ اس کا چہرہ سورج کی مثل منور و روشن ہوتا ہے۔

اور کافر کی روح جب نکلتی ہے تو وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ وہ ملائکہ جو اسے قبض کرتے ہیں وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور آسمان کے نزدیک دوسرے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں یہ فلاں ہے۔ وہ ساتھ ہی اس کے برے اعمال کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں: اسے واپس لوٹا دو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے سب سے نیچے والی زمین تحت الثریٰ کی طرف اتار دیا جاتا ہے۔ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ"

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابوداؤد رحمہم اللہ نے سنن میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے کتاب عذاب القبر میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کے جنازہ کے لیے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ ہم قبر پر پہنچے تو ابھی اس کی لحد نہیں بنائی گئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ہم آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے (یعنی ہم انتہائی سکون اور خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے) آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ آپ زمین کو کھود رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اوپر اٹھایا اور فرمایا: اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ "عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو"۔ آپ ﷺ نے یہ جملہ دو تین

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 239

بار فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: بلاشبہ جب بندۂ مومن دنیا سے تعلق توڑتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا ان کے چہرے مثل آفتاب ہیں۔ ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خاص خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آدمی کے پاس حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور وہ اس آدمی کے سر کے پاس آکر بیٹھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں "اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ اخْرُجِي إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ" "اے پاکیزہ اور طیب روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کی طرف نکل آ"۔ چنانچہ روح نکلتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے کہ جس طرح مشکیزے سے آخری قطرہ بھی آسانی سے بہہ جاتا ہے اگرچہ تم اس کے سوا بھی دیکھتے رہتے ہو۔ پس وہ اسے پکڑ لیتے ہیں اور جب وہ اسے پکڑتے ہیں تو پھر وہ ملائکہ آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ملک الموت کے قبضے میں نہیں رہنے دیتے بلکہ ان سے لے لیتے ہیں اور اسے اس کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ تو اس سے ایسی پاکیزہ اور راحت بخش خوشبو نکلتی ہے جو اس کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور طیب ہے جو سطح زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر اسے ساتھ لے کر اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور ملائکہ کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں بن فلاں کی ہے۔ جن ناموں کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا ہے ان میں سے حسین ترین نام لے کر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں تو وہ ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقربین اسے الوداع کہنے کے لیے اوپر آنے والے آسمان تک ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فرشتے اس روح کو ساتھ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کا نامۂ اعمال علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے زمین سے ہی انہیں پیدا کیا ہے۔ زمین میں ہی انہیں لوٹاؤں گا اور اسی سے انہیں دوبارہ اٹھاؤں گا۔ چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے آکر بٹھا دیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں: مَا دِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ یہ کون شخصیت ہے جسے تم میں مبعوث کیا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر وہ اسے کہتے ہیں وَمَا عَمَلُكَ؟ تیرا عمل کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان کی جانب سے منادی ندا دیتا ہے صَدَقَ عَبْدِيْ فَافْرِشُوْا لَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَاكْسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ" کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اسے جنت کی پاکیزہ اور روح پرور ہوا آنے لگتی ہے اور اس کے لیے حد نگاہ تک قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس روشن چہرے والا، حسین لباس والا اور روح پرور خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے یہ راحت و سکون مبارک ہو جو تیرے لیے باعث مسرت ہے۔ یہی تیرا وہ دن ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ

کیا جاتا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا چہرہ ہے جو خیر و بھلائی کے ساتھ آیا ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا نیک اور صالح عمل ہوں پھر وہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم فرما دے اے میرے رب قیامت برپا کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ سکوں۔

فرمایا: اگر بندہ کافر ہو تو جب وہ آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا سے اس کا تعلق کٹتا ہے تو اس کی پاس سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر آتے ہیں اور ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں۔ وہ حد نگاہ تک وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ اخْرُجِیْ اِلٰی سَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَغَضَبٍ۔ "اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل آ"۔ تو وہ اس کے جسم میں گھس جاتے ہیں اور وہ اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخیں کھینچی جاتی ہیں۔ وہ اسے پکڑ لیتے ہیں۔ جب ملک الموت علیہ السلام اسے پکڑتے ہیں تو وہاں موجود فرشتے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ یہاں تک کہ اسے لے کر ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس سے زمین میں پائے جانے والے مردار کی بو کی طرح بدبو نکلتی ہے۔ وہ اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی وہ گزرتے ہیں وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ خبیث روح کس کی ہے؟ تو وہ بتاتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی ہے اور دنیا میں جن ناموں سے پکارا جاتا تھا ان میں سے قبیح ترین نام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں وہ اسے کھولنے کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے لیے کھولا نہیں جاتا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نامہ اعمال سب سے نیچے والی زمین میں سجین میں رکھ دو۔ پھر اس کی روح کو شدت کے ساتھ پھینک دیا جاتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ (الحج) "اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو اس کی حالت ایسی ہے گویا وہ گر پڑا آسمان سے پس اچک لیا ہو اسے کسی پرندے یا پھینک دیا ہو اسے ہوا نے کسی دور جگہ میں"۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے آکر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ؟ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے ہائے ہائے (میں نہیں جانتا) پھر وہ اسے کہتے ہیں مَا دِیْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ؟ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تو پھر آسمان کی جانب سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے بلاشبہ میرے بندے نے جھوٹ بولا ہے سو اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اس کے پاس جہنم کی سخت گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس قبیح چہرے والا گھٹیا لباس والا اور بدبودار ہوا والا ایک آدمی آتا ہے اور اسے کہتا ہے: تجھے بشارت ہو اس حالت کی جو تیرے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن ہے، یہی وہ دن

ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا چہرہ ایسا ہے جس سے شر ظاہر ہو رہا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں۔ تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے "لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ" کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ان کا کلام اور کوئی عمل اوپر نہیں چڑھے گا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ہی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ ان کا کوئی عمل اور دعا بلند نہیں ہوگی(3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ارواح اور ان کے اعمال کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے(4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کافر کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو زمین کے فرشتے اسے مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ پھر جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اسے آسمان کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ نیچے اتر آتی ہے پھر اسے زمین کے فرشتے مارتے ہیں اور وہ اوپر کی طرف بلند ہوتی ہے۔ پھر اسے آسمان دنیا کے فرشتے مارتے ہیں تو وہ سب سے نچلی زمین کی طرف گر جاتی ہے اور جب بندۂ مومن کی روح جاتی ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ جس فرشتے کے پاس سے بھی گزرتی ہے تو وہ اسے مرحبا اور سلام کہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش و آرزو کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے کی روح کو اسی زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا، اسی کی طرف میں لوٹاؤں گا اور پھر اسی سے اسے نکالا جائے گا(5)۔

ارشاد باری تعالیٰ "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ"

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الجمل سے مراد ذوالقوائم یعنی ٹانگوں والا جانور (اونٹ) ہے اور سَمِّ الْخِيَاطِ کا معنی سوئی کا ناکہ ہے(6)۔

امام سعید بن منصور، فریابی، عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ اور طبرانی رحمہم اللہ نے کبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: الجمل سے مراد زوج الناقہ یعنی اونٹ ہے(7)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ الجمل سے مراد اونٹنی کا بچہ ہے جو اپنے باڑے میں چار پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے(8)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 93 (107)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 208، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 229
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 208
6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 13-212
7۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 212
8۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 21[illegible]

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کو اس کی قبر میں آگ کے دو لوح (طوق یا تختے) پہنائے جاتے ہیں۔ اور اسی کا ذکر اس آیت میں ہے "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ" اور فرمایا یہ اس کے اوپر کی جانب اور اس کے نیچے کی جانب طبقات ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ اوپر کی جانب طبقات زیادہ ہیں یا نیچے کی جانب مگر یہ کہ نیچے والے طبقات اسے اوپر اٹھاتے ہیں اور اوپر والے طبقات اسے نیچے دباتے ہیں اور وہ ان دونوں قسم کے طبقات کے درمیان تنگ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس طرح پھنس جاتا ہے جیسے تیر کے میں (پیکان) پھنسا ہوتا ہے۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

"اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ ہے رواں ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں۔ اور کہیں گے ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس جنت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ بے شک آئے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ اور ان (خوش نصیبوں) کو آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے وارث بنائے گئے ہو تم جس کے بوجہ ان عملوں کے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا ہم میں اہل بدر ہیں، یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی "وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا غل کا معنی عداوت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کو پل صراط عبور کر لینے کے بعد روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کے ساتھ دنیا میں کی جانے والی زیادتیوں کا مواخذہ کیا جائے گا۔ پھر جنت میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے دلوں میں کسی کے بارے کوئی کینہ نہیں ہوگا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت کو جب جنت کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو وہ وہاں پہنچ کر اس کے دروازے کے پاس ایک درخت پائیں گے، اس کے تنے کی جڑوں میں دو چشمے ہوں گے، تو وہ ان میں سے ایک چشمے سے سیراب ہوں گے۔ تو ان کے سینوں میں جو کچھ کینہ وغیرہ ہو وہ اسے نکال لے گا۔ اور دوسری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217

شراب طہور ہے۔ اور وہ دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ تو ان پر آسودہ حالی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی رونق اور حسن و جمال ظاہر ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ کبھی بھی نہ پراگندہ حال ہوں گے اور نہ ہی ان کے رنگ تبدیل ہوں گے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت کے قریب اہل جنت کو روک لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے اس وقت کوئی آدمی کسی سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس کے ساتھ یہ ظلم کیا تھا۔ اور اہل جہنم کو جہنم کے قریب روک لیا جائے گا یہاں تک کہ بعض سے بعض کا قصاص لے لیا جائے گا۔ پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناخن توڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کرے گا کہ اس نے دنیا میں اس پر ظلم کیا ہے (2)۔

در ارشاد باری تعالیٰ "وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا"

امام نسائی، ابن ابی الدنیا، ابن جریر رحمہم اللہ نے ذکر الموت میں اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم میں سے ہر آدمی جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا اور کہے گا "اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا"۔ یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور حسرت اور افسوس ہوگا اور اہل جنت میں سے ہر فرد جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھے گا تو وہ کہے گا "اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا"۔ یہ کلمہ ان کی زبان پر بطور شکر جاری ہوگا (3)۔

امام سعید بن منصور، ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہاشم رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف لکھا کہ ہم سے پہلے اہل بصرہ کو خیر اور بھلائی خوب پہنچی ہے یہاں تک کہ ان پر شکر ادا کرنا کم ہو گیا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی طرف لکھا۔ میں تمہارا خط سمجھ گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں داخل فرمائے گا تو ان کے یہ کہنے پر وہ ان سے راضی ہوگا "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا" اور تم سے پہلے جو گزرے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، دارمی، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" کے بارے فرمایا کہ انہیں آواز دی جائے گی تم صحت مند رہو گے بیمار نہیں ہو گے، تم نعمتوں سے نوازے جاؤ گے پس تم مایوس اور ناامید نہ ہو گے۔ تم جوان رہو گے پس تم بوڑھے نہیں ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے پس تمہیں موت نہیں آئے گی (4)۔

ہناد، ابن جریر اور عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اہل جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو ندا دینے والا یہ آواز دے گا۔ اے اہل جنت! یقیناً تمہارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے تم کبھی فوت نہیں ہو گے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 217　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 218　4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 219

تمہارے لیے نعمتیں ہیں سو تم کبھی مایوس نہیں ہو گے۔ تمہارے لیے جوانی ہے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تمہارے لیے صحت ہے سو تم کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ یہی ہے جو اس فرمان الٰہی میں ارشاد ہے: "وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (1)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی مومن اور کافر نہیں ہے مگر اس کے لیے جنت اور دوزخ میں ٹھکانا ہے۔ جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو اہل جہنم کے لیے جنت کو بلند کیا جائے گا اور وہ اس میں اپنے ٹھکانوں کو دیکھ لیں گے اور انہیں کہا جائے گا اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کرتے تو تمہارے لیے یہ ٹھکانے ہوتے۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جنت تم جو عمل کرتے رہے ان کے بدلے تم ان کے وارث بنا دیئے گئے۔ لہٰذا ان کے محلات اہل جنت میں تقسیم ہو جائیں گے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو معاذ بصری رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو سفید اونٹنیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا ان کے پر ہوں گے اور ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کے پاؤں کے تسمے نور سے چمک رہے ہوں گے اور ان کا ہر قدم حد نگاہ پر پڑے گا اور وہ اس درخت کے پاس جا کر رکیں گے جس کی جڑوں سے دو چشمے جاری ہیں۔ وہ ایک چشمے سے خوب جی بھر کر پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو میل کچیل ہوگی وہ دھل جائے گی اور دوسرے چشمے سے غسل کریں گے۔ اس کے بعد کبھی بھی ان کی آنکھیں اور ان کے بال پراگندہ نہیں ہوں گے۔ اور ان پر نعمتوں بھری تر و تازگی اور تازگی ظاہر ہو جائے گی۔ پھر وہ جنت کے دروازے کے پاس جا کر رکیں گے۔ وہاں سونے کی ٹکی پر سرخ یاقوت کا حلقہ ہوگا۔ پس وہ حلقے کے ساتھ ٹکی پر ضرب لگائیں گے تو اس سے بجنے کی آواز نکلے گی۔ تو ہر حور کو پہنچ جائے گی کہ اس کا خاوند آ پہنچا ہے پھر وہ اس کے متولی کو بھیجے گی اور وہ دروازہ کھولے گا۔ جب اس کی نظر اس پر پڑے گی تو یہ (جنتی) سجدہ میں گر جائے گا تو وہ (جنت کا متولی) اسے کہے گا اپنا سر اٹھا لے میں تو تیرا خادم ہوں، مجھے تیرے حکم کا پابند بنایا گیا ہے۔ وہ یہ اس کے پیچھے چلے گا اور اس کے نشانات قدم کی پیروی کرے گا۔ تیز نظر کرنے والی یہ حور بڑی جلدی سے موتیوں اور یاقوت کے خیموں سے باہر نکلے گی یہاں تک کہ اس سے معانقہ کرے گی۔ پھر کہے گی تو میرا محبوب ہے اور میں تجھ سے محبت کرتی ہوں۔ میں اس طرح ہمیشہ رہنے والی ہوں کہ مجھے موت نہیں آئے گی، میں اس طرح خوشحال ہوں کہ میں کبھی مفلس نہیں ہوں گی، میں اس طرح راضی اور خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی ناراض نہیں ہوں گی اور میں اس طرح ہمیشہ مقیم رہنے والی ہوں کہ کبھی رخت سفر نہیں باندھوں گی۔ پھر وہ اپنے محل میں داخل ہو گا جس کی بلندی ایک لاکھ ذراع ہو گی۔ اس کی بنیاد موتیوں کی چٹان پر ہو گی۔ اس کے ستون زرد، سرخ اور سبز رنگ کے ہوں گے۔ کوئی ستون دوسرے کا ہم شکل نہیں ہو گا۔ اس محل میں ستر پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر ستر بستر ہوں گے، ہر بستر پر ستر بیویاں ہوں گی اور ہر زوجہ پر ستر ایسے حلے ہوں گے جن کے اندر سے ان کی پنڈلیوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 219
2۔ ایضاً

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب الاعراف ایسا گروہ ہے جن کے ایسے اعمال ہوں گے جن کے سبب اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کی آگ سے نجات دے گا اور یہ جنت میں داخل ہونے والوں کے آخر میں ہوں گے اور تحقیق یہ اہل جنت و اہل دوزخ کو پہچانتے ہوں گے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اصحاب الاعراف وہ قوم ہیں جن کے اعمال برابر برابر ہوں گے۔ حتیٰ کہ ان کی نیکیاں انہیں جنت کا اہل بنانے سے کم ہوں گی اور ان کے گناہ انہیں جہنم کا مستحق بنانے سے کم ہوں گے۔ چنانچہ انہیں اعراف پر ٹھہرا دیا جائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے۔ تو جب بندوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو ان کے لیے شفاعت طلب کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا ہو اور اس میں اپنی جانب سے روح پھونکی ہو اس کے لیے حق تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے سبقت لے گئی ہو اور ملائکہ نے اسے سجدہ کیا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے: نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ البتہ تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے یہ عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ان کے لیے شفاعت فرمائیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: کیا تم کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خلیل بنایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنے کے سبب اس کی قوم نے اسے جلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے: نہیں۔ تو پھر آپ فرمائیں گے: میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ البتہ تم میرے بیٹے موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے (اور اپنا مدعا پیش کریں گے) تو وہ انہیں فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوا ہو اور اسے سرگوشی کے لیے قریب بلایا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو پھر وہ کہیں گے میں اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ میں تمہاری شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ وہ وہاں حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اپنے رب کے پاس ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ تو وہ فرمائیں گے: کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بغیر باپ کے پیدا فرمایا ہو؟ کیا تم میرے سوا کسی کو جانتے ہو جو مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہو؟ تو وہ جواب دیں گے نہیں۔ تو آپ فرمائیں گے: میں اپنے نفس پر دلیل سے غالب ہوں کہ میں اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ میں تمہارے لیے شفاعت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھوں گا (میں شفاعت کے لیے تیار ہوں)۔ پھر میں چل پڑوں گا حتیٰ کہ عرش کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226

سامنے آ کر گرا ہوں گا اور اپنے رب کی حمد و ثنا کروں گا اور مجھے ایسی ثنا سکھلا دی جائے گی جس کی مثل کسی نے بھی نہیں کی ہوگی۔ پھر مجھے کہا جائے گا: "يا محمد ارفع رأسك سل تعطه واشفع تشفع" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیے۔ سوال کیجئے آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: "رب امتی" اے میرے پروردگار! میری امت کی چارہ سازی کیجئے تو رب کریم فرمائے گا ہم نے وہ آپ ہی کے لیے ہے۔ پھر کوئی نبی مرسل اور ملک مقرب باقی نہیں رہے گا مگر وہ سب اس مقام کے سبب مجھ پر رشک کرے گا اور یہی مقام محمود ہے۔ پھر میں انہیں لے کر جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کی درخواست کروں گا تو وہ دروازہ میرے لیے اور ان کے لیے کھول دیا جائے گا۔ پھر انہیں ایک نہر کی طرف لے جایا جائے گا۔ اسے نہر حیات کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے درخت ہیں جو موتیوں کے ساتھ مزین اور آراستہ کیے گئے ہیں۔ اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے کنکر سرخ یاقوت کے ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں غسل کریں گے۔ تو ان کی طرف اہل جنت کی رنگت والی جنت کی خوشبو آ جائے گی۔ وہ اس طرح ہو جائیں گے گویا وہ چمکتے دمکتے ستارے ہیں۔ ان کے سینوں میں سفیدی کے نشانات باقی رہیں گے جن کے سبب وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکین اہل الجنۃ کہا جائے گا(1)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ہناد بن السری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اصحاب الاعراف سے مراد وہ قوم ہے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ان کے گناہ انہیں جہنم میں لے جانے کے لیے کافی نہ ہوں گے اور ان کی نیکیاں انہیں جنت میں پہنچانے سے کم ہوں گی۔ چنانچہ انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان فصیل پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ جس دوران وہ اسی حالت پر ہوں گے ان کا رب ان پر جلوہ افروز ہوگا اور انہیں ارشاد فرمائے گا: اٹھو اور جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں بیان کیا ہے کہ "وعلی الاعراف" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد دیوار (فصیل) ہے جو جنت اور دوزخ کے مابین ہے اور اس پر ٹھہرنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ بہت بڑے ہوں گے۔ وہ عظیم جرم ہوں گے ان کے بارے اللہ تعالیٰ کا حکم اعراف پر ٹھہرنے کا ہوگا اور اہل جہنم کو چہرے کی سیاہی اور اہل جنت کو چہروں کی سفیدی سے پہچانیں گے۔ سو جب وہ اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہ بھی ان میں داخل ہونے کی تمنا کریں گے اور جب اہل جہنم کو دیکھیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے "أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ" (الاعراف: 49) "کیا یہ (جنتی) وہی (لوگ) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ نہیں عطا کرے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 236

2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 235

ن مراد اصحاب اعراف ہیں "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ"۔ (دیکھو انہیں تو حکم دیا گیا ہے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے)(1)

امام ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اور نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا جس کی نیکیاں بدیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر بھی وزنی ہوں گی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کے گناہ نیکیوں کے مقابلے میں جوں کے انڈے کے برابر وزنی ہوں گے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی؟ فرمایا وہ اصحاب اعراف ہیں۔ "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" (جو ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ آخری لوگ ہیں جن کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔ جب رب العالمین بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہوگا تو فرمائے گا تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم سے نکال لیا ہے اور تم جنت میں بھی داخل نہیں ہو سکے پس تم میری جانب سے آزاد ہو تم جنت میں جہاں چاہو پھرو(2)۔

امام حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو دوزخ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر اصحاب اعراف کو کہا جائے گا تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہم تیرے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہا جائے گا کہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچا لیا ہے۔ لیکن تمہارے اور جنت کے درمیان تمہاری خطائیں حائل ہیں پس تم میری مغفرت اور میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے۔ ہمارے سامنے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے اصحاب اعراف وہ قوم ہے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ چونکہ ان کی نیکیاں بدیوں پر اور بدیاں نیکیوں پر فضیلت حاصل نہ کر سکیں۔ اس لیے انہیں یہیں روک دیا گیا(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اصحاب اعراف وہ قوم ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں مساوی ہوں گی۔ تو انہیں دیوار فصیل پر ٹھہرا لیا جائے گا۔ سو جب وہ اصحاب جنت کو دیکھیں گے تو ان کے چہروں کی سفیدی سے وہ انہیں پہچان لیں گے اور جب ان کی نظر اصحاب دوزخ پر پڑے گی تو ان کے چہروں کی سیاہی سے وہ انہیں پہچان لیں گے۔ پھر فرمایا "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" ابھی تک وہ جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 235 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 231 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 227

داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے۔ پھر فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہو جائیں گی۔ پھر انہیں ایک نہر کے پاس لایا جائے گا جسے نہر حیوۃ کہا جاتا ہے۔ اس کی مٹی ورس (ایک قسم کی گھاس جو رنگائی کے کام آتی ہے) اور زعفران کی ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانٹوں سے بنائے گئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ پس وہ اس سے غسل کریں گے تو ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر ہو جائے گا۔ پھر وہ غسل کریں گے تو ان کی سفیدی اور بڑھ جائے گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا جو چاہو خواہش کرو۔ وہ اپنی چاہت اور رغبت کا اظہار کریں گے۔ تو انہیں کہا جائے گا جتنی تم نے خواہش کی ہے اس کی مثل ستر بار (گنا) تمہارے لیے ہے۔ پس یہ لوگ جنت کے مساکین ہوں گے (1)۔

امام ہناد بن سری، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حارث رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف سے مراد وہ فصیل ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے اور یہ ایک حجاب ہے۔ اور اصحاب اعراف اسی مقام پر ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمانے کا ارادہ فرمائے گا تو انہیں ایک نہر پر لے جایا جائے گا جسے نہر الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے کانٹوں سے بنے ہوئے ہیں جنہیں موتیوں کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ اس کی مٹی کستوری کی ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے رنگ صاف ہو جائیں گے۔ پھر ان کے سینوں میں سفید نشان ظاہر کیے جائیں گے جن کے ساتھ وہ پہچانے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا مانگو۔ پس وہ سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آرزوئیں پوری ہو جائیں گی۔ پھر انہیں کہا جائے گا تمہارے لیے وہ بھی ہے جو تم نے مانگا اور ستر گنا زائد بھی ہے۔ پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے سینوں پر سفید نشان ہوگا جس سے وہ پہچانے جائیں گے۔ اور انہیں مساکین اہل جنت کا نام دیا جائے گا (2)۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن منیع اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے کتاب الاضداد اور خرائطی نے مساوی الاخلاق میں، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں عبد الرحمن المزنی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا حالانکہ وہ اپنے آباء کے نافرمان تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہونے والی قربانی نے انہیں جہنم میں جانے سے بچا لیا اور اپنے آباء کی نافرمانی نے انہیں جنت میں جانے سے روک دیا (3)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 140، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226

3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 228

ساتھ جنت میں نہیں ہوں گے۔ پھر ہم نے پوچھا اعراف کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کی دیوار ہے جس میں نہریں جاری ہیں اور اس میں درخت اور پھل اُگے ہیں۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے اضداد میں، ابو الشیخ اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابو مجلز سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اعراف ایک بلند مقام ہے اس پر ملائکہ میں سے رجال ہوں گے۔ وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور یہ سب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہوگا اور "وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ" کے بارے فرمایا کہ اصحاب اعراف اہل جنت کو آواز دیں گے: "اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" "کہ تم پر سلامتی ہو۔ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور جنت میں داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے" ان سے کہا گیا اے ابو مجلز! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "رِجَالٌ" "کہ وہاں مرد ہوں گے۔ اور تم کہتے ہو کہ ملائکہ ہوں گے کیا معنی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ملائکہ مذکر ہیں کوئی بھی مونث نہیں (اس لیے انہیں رجال کہا گیا) (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اصحاب اعراف صالحین، فقہاء اور علماء کا گروہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف سے مراد ایک قوم ہے جس میں عجب اور خود پسندی پائی جاتی ہے۔ حضرت قتادہ نے کہا: اور مسلم بن یسار نے کہا کہ ان سے مراد وہ قوم ہے جس پر قرض تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے "وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کفار کو چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچان لیں گے۔ جب کہ اہل جنت کے چہرے سفید اور چمکدار ہوں گے (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اصحاب اعراف کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ کا رب اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوگا اور فرمائے گا اس جگہ پر تمہیں کس نے روک رکھا ہے؟ وہ عرض کریں گے تو ہمارا رب ہے تو نے ہمیں پیدا کیا ہے اور تو ہی ہمارے بارے بہتر اور اچھا جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم دنیا سے کون سی حالت پر جدا ہوئے؟ وہ عرض کریں گے: یہ شہادت دیتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ان کا رب انہیں فرمائے گا: میرے سوا تمہارا کوئی دوست اور قریب تر نہیں۔ بلاشبہ تمہاری نیکیوں نے تمہیں جہنم میں داخل ہونے سے بچالیا ہے اور تمہاری خطاؤں نے تمہیں جنت میں جانے سے روک دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 229　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 230

ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں اصحاب الاعراف کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ایسا گروہ ہے جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ یہ جنت و دوزخ کے درمیان فصیل پر ہوں گے۔ یہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کی خواہش اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں نہیں ڈالے گا مگر اس عزت افزائی اور کرامت کی خاطر جس کا ارادہ رب کریم ان کے بارے فرمائے گا(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" کے بارے ان سے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا ملائکہ ان پر سلام بھیجیں گے حالانکہ ابھی تک وہ جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور جس وقت وہ انہیں سلام کریں گے اس وقت وہ جنت میں داخل ہونے کے خواہش مند ہو جائیں گے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اصحاب اعراف لوگوں کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے، اہل جہنم کو ان کے چہروں کی سیاہی سے اور اہل جنت کو ان کے چہروں کی سفیدی سے۔ جب ان کا گزر ایسے گروہ سے ہوگا جنہیں جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اور جب وہ ایسے گروہ کے پاس سے گزریں گے جنہیں جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہیں گے "رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کا ساتھی نہ بنا(3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اصحاب اعراف کے مقام میں ہوں۔

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"اور جب پھیری جائیں گی ان کی نگاہیں دوزخیوں کی طرف (7) کہیں گے اے ہمارے رب! نہ کر تو ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 226 — 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 232 — 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 231-37

کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب ان کے چہرے صرف اہل جہنم کی طرف کر دیئے جائیں گے۔ (تو پھر وہ مذکورہ دعا کریں گے) کیونکہ جب وہ اہل جنت کو دیکھیں گے تو اس وقت ان کے چہرے اہل جہنم سے پھر چکے ہوں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ جب وہ اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی اور ان کی آنکھوں کی نیلی رنگت دیکھیں گے تو اس وقت کہیں گے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے "وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ" کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت کی نگاہیں پھیری جائیں گی دوزخیوں کی طرف تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ نہ کر۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

"اور پکاریں گے اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ پہچانتے ہوں گے ان کی علامتوں سے (انہیں) کہیں گے نہ فائدہ پہنچایا تمہیں تمہارے جتھے نے اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے (اے سرکشو!) کیا یہ (جنتی) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ نہیں عطا کرے گا انہیں اللہ اپنی رحمت سے۔ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں نہیں کوئی خوف تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے۔"

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ان لوگوں کو پکاریں گے جو جہنم میں ہوں گے اور یہ انہیں ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے تمہیں تمہارے جتھے اور تمہارے تکبر نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور (نہ اس ساز و سامان نے) جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو فرمائے گا: کیا یہ (اصحاب اعراف) وہی (نہیں) ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے عطا نہیں کرے گا۔ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے) کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ انہیں چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلی رنگت سے پہچانتے ہوں گے(3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے "وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 233　2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 234-35　3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 236

کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب اعراف یہ آواز سن لیں گے تو بے شک جنت میں داخل ہو جائیں گے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے ان کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سے تکبر اور غلو کرنے والے لوگ ان کے پاس سے گزریں گے تو یہ انہیں ان کی علامات سے پہچان لیں گے۔ پھر اصحاب اعراف انہیں پکاریں گے کہ تمہارے جتھے نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور نہ اس ساز و سامان نے جس کی وجہ سے تم غرور کیا کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم قسمیں اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں کچھ عطا نہیں کرے گا۔ فرمایا یہی کمزور اور ضعفاء ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے: جب اصحاب اعراف کو کہا جائے گا "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ" (کہ جنت میں داخل ہو جاؤ) تو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ" کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آخر میں موجود لوگ جن پر تم قسمیں اٹھاتے تھے کہ اصحاب اعراف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ نہیں پائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس دعوے کی تکذیب کر دی۔ پھر سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے یہی لوگ ہوں گے۔ یہی کچھ ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام سے سنا ہے۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۟

"اور آواز دیں گے دوزخی جنتیوں کو کہ انڈیل دو ہم پر کچھ پانی یا جو کچھ دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے۔ جنتی کہیں گے کہ بیشک اللہ نے حرام کر دیا ہے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا: افضل صدقہ کون سا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل صدقہ پانی پلانا ہے۔ کیا تم نے اہل نار کو یہ قول کہتے نہیں سنا کہ جب وہ اہل جنت سے مدد طلب کریں گے تو کہیں گے کہ تم ہم پر کچھ پانی انڈیل دو یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان کے لیے کچھ صدقہ کر سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا، خوب سیراب کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ صدر آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے بھائی کو آواز دے گا اور کہے گا: اے میرے بھائی! میری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 224
2۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 221 (3380)، دار الکتب العلمیہ بیروت

مدد کرو، میں جل گیا ہوں، مجھ پر پانی انڈیل دے، تو اسے کہا جائے گا تو اسے یہ جواب دے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر یہ دونوں چیزیں حرام کر دی ہیں (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: ”مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ“ سے مراد طعام ہے (یعنی جو کھانے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے کچھ دو) (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو طالب بیمار ہوئے تو ساتھیوں نے انہیں کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کی طرف پیغام بھیجو تو وہ تمہاری طرف جنت سے انگوروں کا گچھا بھیج دے گا۔ شاید اس سے تمہیں شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد آیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ“ (کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں) (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے اس آیت کے بارے کہا کہ اہل جہنم جنتیوں سے پانی اور کھانا طلب کریں گے تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا اور پانی دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں (4)۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مثنی بن شہر ازدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈا پانی پیا تو رونے لگے اور انتہائی شدید روئے۔ آپ سے کہا گیا: کس چیز نے آپ کو رلا دیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: مجھے کتاب اللہ کی یہ آیت یاد آئی ہے ”وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ“ (سبا: 54) (اور رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جو وہ دل سے چاہتے ہوں گے) تو مجھے معلوم ہوا کہ اہل دوزخ ٹھنڈے پانی کے سوا کوئی شے نہیں چاہیں گے۔ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ“ (5)۔

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ سے ملاقات کریں گے اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گرد و غبار پڑا ہوگا۔ تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے میرے رب! بلاشبہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہے کہ میرا باپ جہنم میں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے (6)۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 227 2۔ ایضاً 3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 57، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 237 5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 149، دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1223 (3172)، دار ابن کثیر دمشق

حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے ان سے گم ہو گیا جو وہ دنیا میں جھوٹ بولا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ "يَفْتَرُوْنَ" کا معنی يُشْرِكُوْنَ ہے کہ ان سے گم ہو گیا جسے وہ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

"بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ڈھانکتا ہے رات سے دن کو، ایسے کہ طلب کرتا ہے دن رات کو تیزی سے اور (پیدا فرمایا) سورج اور چاند اور ستاروں کو وہ سب پابند ہیں اس کے حکم کے، سن لو! اسی کے لیے خاص ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو مربی کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کو۔ دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے رب کریم نے اس آیت میں اپنی ذات کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ - الآیہ"

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب الدعا میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جس نے یہ تین آیات پڑھیں میں اس کا ضامن ہوں اللہ تعالیٰ اسے ہر ظالم حکمران، ہر سرکش شیطان، ہر نقصان پہنچانے والے درندے اور ہر عادی چور سے محفوظ رکھے گا۔ (وہ آیات یہ ہیں) آیۃ الکرسی، سورۃ الاعراف کی یہ تین آیات "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الآیہ" سورۃ صافات کی پہلی دس آیات، سورۃ رحمٰن کی یہ تین آیات "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ" (رحمٰن) اور سورۃ حشر کی آخری آیات "هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" سے لے کر آخر تک۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ" تو سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت تھی، وہ عرب

کے بھی نہیں دکھائی دیتے تھے۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم جنات میں سے ہیں اور ہم اس شہر سے نکلے ہیں، اس آیت نے ہمیں نکالا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن ابی مرزوق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے سونے کے وقت یہ آیت پڑھی: "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ　　الآیہ" تو اس پر فرشتہ اپنا پر بچھا دیتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور وہ چوری سے محفوظ رہتا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن قیس صاحب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بیمار ہو گیا اور اس کے دوستوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئی اور وہ اس کے لیے دعا اور تعویذ کرنے لگے تو ان میں سے ایک آدمی نے "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۔۔۔ الآیہ" والی تمام آیات پڑھیں۔ وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے حرکت کی اور سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک دن اور ایک رات سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ دوسرے دن وہی ساعت آ گئی جس میں پہلے دن اس نے سجدہ کیا تھا۔ تو اس کے گھر والوں نے اسے کہا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھے صحت عطا فرمائی ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَاكَ" اس نے کہا میری طرف وہ فرشتہ بھیجا گیا جو روح قبض کرتا ہے تو جب تمہارے ساتھی نے وہ آیات پڑھیں تو اس فرشتے نے سجدہ کیا اور میں نے بھی اس کے سجدے کے ساتھ سجدہ کیا یہی اس وقت اس نے اپنا سر اٹھایا ہے پھر وہ جھکا اور فوت ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ ان میں سے ہر دن کا علیحدہ علیحدہ نام ہے۔ ابو جاد، ہواز، حطی، کلمون، صعفص اور قرشات۔

امام سمویہ رحمہ اللہ نے فوائد میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور ان میں سے ہر دن کی مقدار ہزار برس تھی۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تخلیق کی ابتدا عرش، پانی اور ہوا سے کی گئی اور پھر زمین پانی سے پیدا کی گئی۔ تخلیق کی ابتدا اتوار سے کی گئی پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ مبارک کے دن تخلیق کا عمل مکمل ہو گیا اور ہفتے کے دن یہودی یہودی بنے۔ ان چھ دنوں میں سے ہر دن موجودہ دنوں کے اعتبار سے ہزار برس کے برابر تھا۔1

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کی تخلیق کی ابتدا اتوار کے دن کی، پھر جمعہ کے دن تین ساعتوں میں اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ان میں سے ایک ساعت میں عداوت اور دشمنی پیدا فرمائی تاکہ لوگ دعا اور سوال کے وقت اپنے رب کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 242، داراحیاء التراث العربی بیروت

طرف ان رغبت رکھیں اور ایک ساعت میں وہ بو پیدا کی جو مرنے کے بعد ابن آدم میں ظاہر ہوتی ہے تاکہ جب وہ مرے تو اس کے لیے قبر بنائی جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت حیان الاعرج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یزید بن ابی مسلم نے جابر بن زید کی طرف لکھا کہ تخلیق کی ابتدا کس سے ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ عرش، پانی اور قلم۔ یہ وہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے پہلے کسے پیدا کیا گیا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت کعب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کا آغاز اتوار سے کیا پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعۃ المبارک تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ان میں سے ہر دن کو ایک ہزار برس کے برابر بنایا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے ابوہریرہ! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ پھر اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا اور ہفتے کے دن مٹی، اتوار کے دن پہاڑ، پیر کے دن درخت، منگل کے دن آدم علیہ السلام، بدھ کے دن نور، جمعرات کے دن چوپائے اور دیگر جانور اور جمعۃ المبارک کے دن، دن کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق ساتویں دن عرش پر متمکن ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس طرح عرش پر متمکن ہوا جس طرح اسے زیبا ہے۔ تو عرش نے اس کی تسبیح بیان کی۔

امام ابن مردویہ اور لالکائی رحمہما اللہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس کی کیفیت عقل سے باہر ہے، استوا غیر مجہول ہے۔ اس کا اقرار کرنا ایمان ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس ارشاد کے بارے حضرت ربیعہ سے پوچھا گیا کہ رب کے عرش پر متمکن ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: استوا غیر مجہول ہے، کیف غیر معقول ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (لوگوں تک) پہنچانا لازم ہے اور ہم پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن صالح بن مسلم رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیعہ سے مذکورہ سوال کیا گیا تو آپ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا۔

امام لالکائی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت مالک بن انس رحمہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب اوائل، جلد 7، صفحہ 269، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور انہیں کہا اے ابو عبداللہ! اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا۔ اس کے متمکن ہونے کی کیا کیفیت ہے؟ تو راوی نے کہا میں نے مالک کو کبھی اس حال میں نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنے کلام میں اپنی ایجاد کی طرح کی کوئی شے پائی اور ان پر پسینہ ہو۔ قوم نے سر جھکا لیے وہ آدمی اٹھا اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔ تو آپ نے فرمایا اس کی کیفیت عقل سے وراء ہے استواء غیر مجہول ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اس کے بارے سوال کرنا بدعت ہے اور مجھے تو تجھ سے گمراہ ہونے کا خوف ہے۔ آپ نے اسے بیٹھا یا اور وہاں سے نکال دیا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت مالک بن انس کے پاس تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے ابو عبداللہ! رحمٰن عرش پر متمکن ہو۔ اس استواء کی کیفیت کیا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے سر جھکا لیا اور آپ کو پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طہٰ) رحمٰن عرش پر متمکن ہو جیسا کہ اس کی ذات کو زیبا ہے۔ اس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس سے کیف اٹھا لیا گیا ہے اور تو برا اور بدعتی آدمی ہے اسے یہاں سے نکال دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس آدمی کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

بیہقی نے احمد بن ابی الحواری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اپنی ذات کے بارے کوئی وصف بیان کرے۔ تو اس کی تفسیر اس کی تلاوت ہے اور اس پر سکوت اختیار کرنا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عیینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے جو وصف بیان کیا ہے تو اس کی تفسیر اس کی قرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے اس کی تفسیر بیان کرنا صحیح نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو عیسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق عرش پر متمکن ہوا تو ایک فرشتہ سجدے میں گر گیا اور قیامت قائم ہونے تک سجدہ میں رہے گا۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنا سر اٹھائے گا۔ اور کہے گا سُبْحٰنَكَ مَا عَبَدْتُكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اُشْرِكْ بِكَ شَيْئًا وَّلَمْ اَتَّخِذْ مِنْ دُوْنِكَ وَلِيًّا تیری ذات پاک ہے میں نے اس طرح تیری عبادت نہیں کی جیسے تیری عبادت کا حق تھا مگر بلاشبہ میں نے تیرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرایا اور نہ تیرے سوا کسی کو ولی بنایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے "يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ" کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رات سے دن کو ڈھانکتا ہے تو دن اپنی روشنی سمیت چلا جاتا ہے اور وہ اسے بڑی تیزی کے ساتھ طلب کرتا ہے یہاں تک کہ اسے پالیتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حَثِيْثًا کا معنی سریعا (تیزی سے) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ" کا مفہوم حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 247

نے تمہیں اپنی قدرت اور عظمت وجلال کی خبر دی ہے۔ پھر یہ بیان کیا ہے کہ تم اس سے کیسے دعا مانگو کہ وہ اس کے غصے اور ناراضگی کا سبب نہ بنے۔ تو فرمایا: "ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ"۔ حضرت قتادہ نے کہا کہ تم جان لو بعض دعاؤں میں حد سے تجاوز ہوتا ہے۔ لہٰذا تم دشمنی اور حد سے بڑھنے سے اجتناب کرو اگر تم استطاعت رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس حقیقی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ فرمایا ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بنی سلیم کے بھائی مجالد بن مسعود نے ایک قوم کو چیخ چیخ کر دعا کرتے ہوئے سنا تو وہ ان کی طرف نکل پڑے اور فرمایا: اے قوم! تم نے اپنے سے پہلے لوگوں پر فضیلت کو پالیا ہے یا کہ تم ہلاک ہو چکے ہو۔ پس وہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قوم کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کیا حاصل کر رہی ہے؟ قسم بخدا! اگر یہ لوگ زمین میں پہاڑ سے بھی بڑھ کر طویل اور لمبے ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ سے قرب میں اضافہ نہ کر سکتے۔ حضرت قتادہ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی مانگو اس میں چاہیے کہ تمہیں وقار رہو، اس میں خاموشی نمایاں اور طبیعت کا حسن بھی ہو اور اس میں راحت و سکون کا جمال بھی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اس طرح کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب قصر ابیض کی التجا کرتا ہوں، جب میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو انہوں نے اسے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جو دعا اور طہور (پاکیزگی حاصل کرنے) میں حد سے بڑھ جائیں گے (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ابو داؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو سنا کہ وہ دعا کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے جنت، اس کی نعمتوں اور اس کی دیگر رونقوں اور خوبیوں کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے دوزخ، اس کی زنجیروں اور اس کے طوقوں سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ تو نے اللہ تعالیٰ سے خیر و بھلائی کا سوال کیا ہے اور بہت سے شر سے اس کی پناہ مانگی ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "عنقریب ایک قوم ہوگی جو دعا میں حد سے بڑھ جائے گی" اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ" بلاشبہ تیرے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ایسے قول و عمل کا جو اس کے قرب کا ذریعہ اور سبب ہو اور میں تجھ ہی سے جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر ایسے قول و عمل سے جو اس کے قرب کا ذریعہ اور سبب ہو (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا: تو اپنے رب سے ایسے امر

1۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 321 (3864)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 172، دار صادر بیروت

کے بارے سوال کرنے سے اجتناب کر، جس سے تجھے منع کیا گیا ہے یا جو تیرے لیے مناسب نہیں۔

امام ابن مبارک، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان دعا میں انتہائی (عجز وانکساری) کی کوشش کرتے تھے اور اگر ان کی آواز ہوتی تو وہ نہیں سنائی دیتی تھی مگر صرف اتنی کہ وہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان ایک سرگوشی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً" اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عبد صالح کا ذکر کیا اور اس کے قول کو پسند کرتے ہوئے فرمایا "اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا" (مریم: 3) "جب اس نے پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے" (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا کہ دعا میں حد سے بڑھنا یہ ہے کہ آواز کو بلند کرنا اور چیخ و پکار کر کے دعا کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اور دعا میں عجز وانکساری اور راحت و سکون کا حکم دیا گیا ہے (2)۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

"اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کرتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکوکاروں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے "وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کے بعد کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کو اہل زمین کی طرف بھیجا اور اس وقت زمین کے باسی فساد برپا کیے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کی اصلاح فرمائی۔ پس جس کسی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لائے ہوئے دین کے خلاف دعوت دی وہ زمین میں فساد پھیلانے والوں میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابو سنان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے رب کریم فرما رہا ہے: تحقیق میں نے اپنی حلال چیزوں کو حلال قرار دیا ہے، حرام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی حدود کو مقرر کر دیا ہے پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا" کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے "خَوْفًا مِّنْهُ وَطَمَعًا لِّمَا عِنْدَهٗ" یعنی تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اس سے ڈرتے ہوئے اور اس کی امید اور خواہش رکھتے ہوئے جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اور یہاں محسنین سے مراد مومنین ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنین کے قریب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہیں لایا سو وہ تو مفسدین میں سے ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 243
2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 244

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مطر الوراق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرکے اس کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ کیونکہ اس نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ اس کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ حَتّٰىٓ إِذَآ أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾

"اور وہی خدا ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری سناتے ہوئے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ اٹھا لاتی ہیں بھاری بادل تو ہم لے جاتے ہیں اسے کسی ویران شہر کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس سے پانی پھر پیدا کرتے ہیں اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل۔ یونہی ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔"

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے حضرت عاصم رحمہ اللہ نے یہ آیت اس طرح پڑھی "وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ" اس پر (تمام قراء کا) اجماع ہے۔ اور "بُشْرًا" میں با کو تخفیف پڑھا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا بھیجتا ہے اور وہ ما بین الخافقین یعنی زمین وآسمان کے کنارے جہاں مل رہے ہوتے ہیں کے درمیان سے بادل کو لاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اسے وہاں سے نکال کر پھیلا دیتا ہے۔ پس وہ اسے آسمان میں پھیلائے رکھتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے پھر آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور پانی بادلوں پر بہا دیتا ہے پھر اس کے بعد بادل بارش برساتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ" کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگ ان (ہواؤں) سے خوش ہو جاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ یمانی رحمۃ اللہ علیہ "بُشْرًا" پڑھتے تھے۔ یعنی مبشرات سے قبل (اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں رحمت سے مراد بارش ہے اور انہوں نے "كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى" کی تفسیر میں کہا کہ اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا۔ یعنی جس طرح پانی کے سبب کھیتی نکالی جاتی ہے اسی طرح مردوں کو بھی نکالا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مردوں کو نکالنے کا ارادہ فرمائے گا تو آسمان بارش برسائے گا، یہاں تک کہ زمین ان سے پھٹ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ارواح کو بھیجے گا اور ہر روح اپنے جسم کی طرف آئے گی۔ پس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 247   2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 49-247

اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بارش کے سبب زندہ فرمانے گا جیسے وہ زمین کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝

"اور جو سرزمین عمدہ اور زرخیز ہے (کثرت سے) نکلتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے نہیں نکلتی اس سے (پیداوار) مگر قلیل ناقص۔ اسی طرح ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں (اپنی) نشانیاں اس قوم کے لیے جو شکر گزار ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورۃ الصدر آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندہ مومن پاک ہے اور اس کا عمل بھی پاک ہے۔ اسی طرح جیسا کہ زرخیز اور عمدہ سرزمین کا پھل عمدہ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اور "وَالَّذِي خَبُثَ" میں اللہ تعالیٰ نے کافر کی مثال بیان کی ہے کہ جس طرح دلدلی اور شور یلی زمین سے کچھ پیداوار نہیں نکلتی اسی طرح کافر خود بھی ناپاک ہے اور اس کا عمل بھی ناپاک ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمین کے تمام اوصاف دلدلی، شور اور دیگر اوصاف حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی مثل ہیں کہ ان میں پاکیزہ اور اچھے لوگ بھی ہیں اور ناپاک اور برے لوگ بھی (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے "وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ" کے بارے کہا: یہ بندہ مومن کی مثال ہے جس نے کتاب اللہ کو سنا اسے یاد کیا اور مضبوطی سے تھام لیا پھر اس کے مطابق عمل کیا اور اس سے خوب نفع اٹھایا۔ گویا یہ اس زمین کی مثل ہے جس پر بارش برسی پھر اس نے پیداوار اگائی اور وہ خوب سرسبز و شاداب ہو گئی۔ اور "وَالَّذِي خَبُثَ" یہ کافر کی مثال ہے جس نے نہ قرآن کو سمجھا اور نہ اس کے مطابق عمل کیا، نہ اسے مضبوطی سے تھاما اور نہ اس سے نفع حاصل کیا۔ پس وہ اس فاسد اور خراب زمین کی طرح ہے جس پر بارش تو برسی مگر اس نے کوئی شے نہیں اگائی اور نہ وہ سرسبز و شاداب ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دلوں کے لیے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ بارش نازل کرتا ہے تو عمدہ اور زرخیز زمین اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی پیداوار نکالتی ہے اور "وَالَّذِي خَبُثَ" اس سے مراد وہ خراب اور دلدلی زمین ہے جس کی پیداوار نہیں نکلتی مگر قلیل اور گھٹیا۔ اسی طرح دل ہیں کہ جب قرآن بندہ مومن کے دل پر نازل ہوا تو وہ اس کے ساتھ ایمان لایا اور ایمان اس کے دل میں راسخ اور ثابت ہو گیا اور کافر کے دل میں جب قرآن داخل ہوا تو اس کا تعلق کسی ایسی شے سے نہ ہوا جو اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 249
2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 250

نفع دیتی۔ اور اس کے دل میں ایمان میں سے کوئی شے ثابت نہیں ہوئی مگر وہی جو اسے نفع نہیں دے سکتی۔ جیسا کہ خراب زمین سے اسکی پیداوار وہی نکلتی ہے جو نفع بخش نہیں ہوتی۔ اور " نَكِدًا " سے مراد ایسی قلیل شے ہے جو نفع نہ دے سکتی ہو (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے " وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا " میں یا کو فتح اور دال کو ضمہ (پیش) کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زرخیز اور عمدہ زمین کو بارش نفع دیتی ہے اور اس سے پیداوار اگتی ہے اور وہ زمین جو دلدلی اور شور یلی ہوا سے بارش کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس سے بالکل قلیل گھٹیا سی پیداوار نکلتی ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد کے لیے بیان فرمائی ہے۔ بلاشبہ ساری اولاد آدم ایک ہی نفس سے پیدا کی گئی ہے۔ سو ان میں سے کچھ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ ایمان لائے ہیں تو وہ اچھے اور عمدہ ہو گئے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے ساتھ کفر کیا ہے تو وہ ناپاک اور فاسد ہو گئے (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے لیے بیان فرمائی ہے (3)۔

امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس ہدایت اور علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال کثیر موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برستی ہے۔ پس زمین کا کوئی حصہ پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور گھاس اور کثیر سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ اور زمین کا کوئی حصہ سخت ہوتا ہے۔ وہ پانی کو اپنے اوپر روک لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے پس لوگ اس سے پیتے ہیں، زمین کو سیراب کرتے ہیں اور فصلیں اگاتے ہیں۔ اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو انتہائی پست اور نرم ہوتا ہے۔ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی گھاس اور سبزہ وغیرہ اگاتا ہے۔ پس اسی طرح مثال ہے اس آدمی کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اسے اس دین نے نفع دیا۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا پس اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور (دوسری) اس کی مثال ہے جس نے دین کے لیے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا۔ جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا (4)۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝

" بے شک ہم نے بھیجا نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف تو انہوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اللہ کے سوا۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے "۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 250
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً
4۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 42، مطبوعہ ابن کثیر دمشق

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید الرقاشی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام نوح اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نے طویل وقت تک اپنی ذات پر نوحہ کیا (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ اپنی ذات پر نوحہ کرتے تھے۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مقاتل اور جویبر رحمہما اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بوڑھے ہو گئے اور ان کی ہڈیاں کمزور ہو گئیں تو انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار! کب تک میں مشقت اٹھاتا رہوں گا اور محنت کرتا رہوں گا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے آدم! اس وقت تک یہاں تک کہ تیرا مختون بچہ پیدا ہو جائے۔ تو پھر دس نسلوں کے بعد حضرت نوح علیہ السلام (آپ کے خاندان میں) پیدا ہوئے۔ اس دن آپ کی عمر ساٹھ سال کم ہزار برس تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: نوح بن لمک بن متوشلخ بن ادریس وھو اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ آپ کا نام السکن تھا۔ آپ کو نوح السکن کہا جاتا ہے اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کو آپ کے پاس ہی سکون حاصل ہوا اور آدم علیہ السلام آپ کے باپ ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو نوح اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم پر پچاس برس کم ہزار سال تک نوحہ کیا۔ وہ اس طرح کہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے اور جب وہ انکار کرتے تو آپ روتے اور ان پر نوحہ کرتے تھے (3)۔

امام ابن عساکر نے وہب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دس آباء کا واسطہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان بھی دس آباء کا واسطہ موجود ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین دس آباء ہیں۔ وہ سب کے سب دین حق پر قائم تھے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: انبیاء علیہم السلام میں سے پانچ عربی ہیں: حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام (6)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دوسرے ہزار برس میں مبعوث ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا وصال بھی ہوا تھا یہاں تک کہ پہلے ہزار برس کے آخر میں حضرت نوح علیہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 243، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 241
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 242
4۔ ایضاً
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 596 (4009)، دار الکتب العلمیہ بیروت
6۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 242

والسلام کی ولادت ہوئی۔ لوگوں میں گناہ عام ہو چکے تھے، ظلم و زیادتی کرنے والے جابر حکمران کثیر تعداد میں تھے اور ان میں تکبر اور رعونت انتہائی بڑھ چکی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام انتہائی صبر اور بردباری کے ساتھ دن رات، سراً اور علانیۃً انہیں دعوت حق دیتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی اتنے شدید اور سخت حالات پیش نہیں آئے جن کا سامنا حضرت نوح علیہ السلام کو کرنا پڑا۔ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آتے اور پکڑ کر گلا دبا دیتے اور مجالس میں مارتے اور پھر بھاگ جاتے۔ آپ ان کے ایسے سلوک کے باوجود ان کے لیے بددعا نہ کرتے۔ بلکہ ان کے لیے دعا کرتے اور کہتے "یا رب اغفر لقومی فانھم لا یعلمون" "اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ (حقیقت حال) جانتے نہیں ہیں۔ مگر آپ کے اس حسن سلوک نے ان میں آپ سے فرار اختیار کرنے کے سوا اور کچھ اضافہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ ان میں سے کسی آدمی سے کلام کرتے تو وہ اپنے سر کو کپڑے کے ساتھ خوب لپیٹ لیتا اور اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا تاکہ آپ کے کلام میں سے کوئی شے نہ سن سکے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ (نوح: 7)" "تو (ہر بار) انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر لپیٹ لیے اپنے کپڑے"۔ پھر وہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے اور تیزی سے چلے جاتے اور کہتے اسے رہنے دو کیونکہ یہ کذاب ہے۔ آپ پر انتہائی شدید اور سخت آزمائش آن پڑی اور آپ ایک زمانے کے بعد دوسرے زمانے کے لوگوں اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل کا انتظار کرتے رہے۔ مگر جو نسل بھی آئی وہ پہلی سے زیادہ خبیث اور پہلی سے بڑھ کر متکبر اور سرکش نکلی اور ان میں آدمی یہ کہتے: یہ ہمارے آباء و اجداد کے ساتھ بھی تھا اور یہ مسلسل جنون میں مبتلا ہے اور ان میں سے کوئی آدمی مرتے وقت اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتا۔ اس مجنون سے بچ کر رہو کیونکہ اس کے بارے مجھے میرے آباء نے بتایا ہے کہ لوگوں کی ہلاکت اور بربادی اس کے ہاتھوں پر ہے۔ پس وہ اس قسم کی وصیت اپنے درمیان کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کوئی آدمی اپنے بیٹے کو اپنے کندھے پر اٹھاتا، پھر اسی کے ساتھ ٹھہرا رہتا اور اس پر واقف ہو جاتا تو کہتا: اے میرے بیٹے! اگر میں زندہ رہوں یا مر جاؤں تو اس شیخ سے بچنا۔ پھر جب آپ کا ان کے ساتھ ایک طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے کہا "قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (ہود)" "وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح! تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو" (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جزیرہ، حضرت ہود علیہ السلام سرزمین شحر جو کہ سرزمین مہرہ میں ہے، حضرت صالح علیہ السلام حجر، حضرت لوط علیہ السلام سدوم اور حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث کیے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت آدم، حضرت اسحٰق اور حضرت یوسف علیہم السلام کا وصال سرزمین فلسطین میں ہوا اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام دمشق میں قتل کیے گئے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارتے تھے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 44-243، دار الفکر بیروت

یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تھی، جب افاقہ ہوتا تو آپ یہ دعا مانگتے: اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ ناواقف ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے عبید بن عمیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو آپ کی قوم اتنا مارتی یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ پھر جب افاقہ پاتے تو اس طرح دعا کرتے: اِهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرۂ اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور بطور حکایت انبیاء علیہم السلام سے کسی نبی علیہ السلام کا یہ قول بیان کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے بھی حضرت عبید بن عمیر لیثی سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ کا گلا دبا لیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں اوپر چڑھ جاتی تھیں۔ اور جب وہ آپ کو چھوڑ دیتے تو آپ یہ دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ جَهَلَةٌ" اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جاہل ہیں۔

امام عبد بن حمید، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ انبیاء میں سے ایک نبی علیہ السلام کا قول بطور حکایت بیان کر رہے ہیں کہ اس حال میں کہ آپ کی قوم نے آپ پر تشدد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جبین اقدس سے خون صاف کر رہے ہیں اور زبان اقدس سے یہ کہہ رہے ہیں: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (3)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو مجاہد الرقی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک بالوں کے بنے ہوئے ایک خیمے میں سکونت پذیر رہے۔ آپ کو کہا جاتا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! گھر بنا لیجئے۔ تو آپ فرماتے میں آج فوت ہو جاؤں گا یا کل فوت ہو جاؤں گا۔ "اَمُوْتُ الْيَوْمَ اَمُوْتُ غَدًا"

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن ورد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کانوں سے گھر بنایا۔ تو آپ کو کہا گیا: آپ نے اس کے علاوہ کسی اور شے سے کیوں نہیں بنایا؟ تو آپ نے فرمایا: جس نے فوت ہو جانا ہے اس کے لیے یہی کافی ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، عقیلی، ابن عساکر اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں سے بہت بڑے نبی تھے۔ جب بھی وہ بیت الخلاء سے باہر

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 247، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً
3۔ سنن ابن ماجہ، جلد 4، صفحہ 412، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 400 (10751)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آپ یہ دعا کرتے "الحمد للہ الذی اذاقنی طعمه وابقی فی منفعته، واخرج عنی اذاہ" سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس کھانے سے مجھے لطف اندوز کیا، پھر اس کی منفعت اور فوائد کو باقی رکھا اور اس کی اذیت اور تکلیف کو مجھ سے خارج کر دیا" (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور زنادقہ کے سوا آپ کی امت کو ہلاک نہیں کیا پھر کیے بعد دیگرے نبی تشریف لاتے رہے اور اللہ تعالیٰ زنادقہ کے سوا کسی امت کو ہلاک نہیں کرے گا۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سعید بن حسن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم مہینے میں دو بار فصل کاشت کرتے تھے اور وہ عورت جوان ہونے کے پہلے مہینے میں بچے کو جنم دیتی تو دن کے آخری حصہ میں اس کے پیچھے دوسرا بچہ پیدا ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول ذکر کیا ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو عذاب نہیں دیا گیا یہاں تک کہ زمین میں کوئی میدان اور پہاڑ نہ بچا تھا جسے کوئی آباد کرنے والا آباد نہ کر رہا ہو اور اپنی ذات کے ساتھ مختص نہ کرتا (یعنی اس قوم پر عذاب تب آیا جب کہ وہ زمین کے نشیب و فراز ہر جگہ پر پھیلے ہوئے تھے اور اسے اپنی ملکیت قرار دے چکے تھے)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں میدان اور پہاڑ اپنے اپنے باسیوں کے سبب تنگ ہو چکے تھے یہاں تک کہ میدانوں میں رہنے والے لوگ پہاڑوں پر چڑھنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی میدانوں میں اتنی گنجائش تھی کہ پہاڑوں پر رہنے والے ان کی طرف اتر آئیں۔ فرمایا: تم اس پہ یقین کر لو۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا: حضرت نوح علیہ السلام اپنے زمانے والوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے اور آپ برقع پہنے رکھتے تھے۔ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بھوک نے آلیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک ان کے لیے ظاہر فرمایا تو وہ سب سیر ہو گئے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حج کیا تو آپ ﷺ کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس وادی کے پاس حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا بھی سرخ اونٹوں پر گزر ہوا ہے اور ان کی نکیل کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی اور ان کا لباس عباء (چوغے) ہوتی اور وہ دھاری دار چادریں لیے ہوئے تھے۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے کے لیے گئے (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

1۔ [illegible]، جلد 4، صفحہ 207 (8854)　　2۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 272، دار الفکر بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 443، دار الکتب العلمیہ بیروت

فرماتے سنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے علاوہ صوم دہر (ہمیشہ روزہ) رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف الدہر روزہ رکھا (یعنی ایک دن آپ روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا۔ یعنی آپ نے بہت سا عرصہ روزے رکھے اور بہت سا زمانہ افطار کیے (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں، بزار، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب قریب الموت ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں تیرے لیے ایک وصیت پر اکتفا کر رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں تجھے دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کر رہا ہوں۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس نظریہ پر ثابت قدم رہنا لا الہ الا اللہ (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) کیونکہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یقیناً یہ ان پر بھاری ہوگا۔ اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کا ایک مبہم حلقہ (دائرہ) ہو جائے تو لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ وبحمدہ اسے توڑ دے گا۔ کیونکہ یہ ہر شے کی نماز (عبادت) ہے۔ اور اسی کے سبب ہر شے کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھے شرک اور کبر (تکبر) سے منع کرتا ہوں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ شے نہ بتاؤں جس کی تعلیم حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی: کیوں نہیں (ضرور ارشاد فرمائیے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے اپنے بیٹے کو کہا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" کیونکہ اگر اس کے مقابلے میں دوسری جانب آسمان بھی رکھ دیے جائیں تو یقیناً یہ ان سے بھاری ہوگا۔ اور اگر وہ حلقہ ہو جائیں تو یہ انہیں توڑ دے گا۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ کیونکہ یہ ساری مخلوق کا ذکر ہے، ساری مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے (3)۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا

1۔ تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 155، دار المسیرہ
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 113 (154)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی ثواب التسبیح، جلد 6، صفحہ 55 (29425)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

"اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے۔ کہنے لگے وہ سردار جو کافر تھے آپ کی قوم سے کہ (اے ہود!) ہم تو خیال کرتے ہیں کہ تم نرے نادان ہو اور ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔ ہود نے کہا اے میری قوم! نہیں مجھ میں نادانی ذرا بھی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تو تمہارا ایک خیر خواہ ہوں جو دیانت دار ہوں۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعے جو تم میں سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (عذاب الٰہی سے) اور یاد کرو جب اس نے بنا دیا تمہیں جانشین قوم نوح کے بعد اور بڑھا دیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں تو یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے (اے ہود!) کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس کہ ہم عبادت کریں ایک اللہ کی اور چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جن کی عبادت کیا کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ سو لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم سچے ہو۔ ہود (علیہ السلام) نے کہا واجب ہو گیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب۔ کیا تم جھگڑا کرتے ہو مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (حالانکہ) نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی سند۔ سو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے "وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ ان کے دینی بھائی نہیں تھے بلکہ ان کے نسبی بھائی تھے۔ چونکہ آپ یعنی حضرت ہود علیہ السلام ان میں سے تھے اس لیے آپ کو ان کا بھائی کہا گیا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت شرقی بن قطامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا نام گرامی عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام کا تعلق حضر موت کے ایک قبیلے بنی عبد الضخم سے تھا۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ہود علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ کے چار

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً" کے ضمن میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ بارہ بارہ ہاتھ لمبے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی بھی تھا کہ اس کے دونوں قدموں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جسمانی اعتبار سے ایک آدمی کا قد ستر باع تھا۔ (باع سے مراد دونوں بازوؤں کو پھیلانے کی مقدار ہے یہ تقریباً چھ فٹ ہوتی ہے) ان میں گندم کا ایک دانہ گائے کے گردے کی مثل تھا اور ایک انار کے چھلکے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بصطۃ سے مراد شدۃ یعنی قوت وطاقت ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر قوم عاد کا ایک آدمی ہوتا کہ وہ پتھر سے دروازے کا ایک پٹ بنا دیتا تو پھر اگر اس امت کے پانچ سو آدمی بھی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ یہ طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان میں سے کوئی آدمی اپنا پاؤں زمین میں داخل کر دیتا تو وہ اس کے اندر ہی گھس جاتا۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت ثور بن زید دیلمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایک کتاب پڑھی (اس میں لکھا تھا) میں شداد بن عاد ہوں، میں وہ ہوں جس نے بلند وبالا عمارتیں بنائیں۔ میں وہ ہوں جس نے وادی کے بطن سے بدر (ما تقدم) کو روک دیا اور میں وہ ہوں جس نے سمندر میں نو ہاتھ کے فاصلے پر خزانہ دفن کیا جسے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی نہیں نکال سکے گا۔

امام ابن بکار رحمہ اللہ نے حضرت ثور بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں یمن آیا تو اچانک میری نظر ایک آدمی پر پڑی جس سے بڑھ کر طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو اس پر مجھے تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا: تو تعجب کر رہا ہے یہ کون ہے؟ میں نے کہا: قسم بخدا! اس سے طویل آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم نے ایک پنڈلی یا ایک بازو پایا ہے۔ ہم نے اس ذراع کے ساتھ اس کی پیمائش کی ہے تو ہم نے اسے سولہ ذراع پایا ہے۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: پہلے زمانے میں چار سو سال گزر جاتے تھے اور کسی ایک جنازے کے بارے میں بھی نہیں سنائی دیتا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آلاء اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور رجس کا معنی ناراضگی ہے(1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 255-62

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ”قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ“ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر عذاب آ گیا۔ رجس کا لفظ قرآن کریم میں جہاں بھی واقع ہے اس کا معنی عذاب ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا مجھے رجس اور غضب کے بارے بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: رجس کا معنی لعنت اور غضب کا معنی عذاب ہے۔ تو انہوں نے استفسار کیا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا:

إِذَا سَنَةٌ كَانَتْ بِنَجْدٍ مُحِيْطَةً وَكَانَ عَلَيْهِمْ رِجْسُهَا وَغَضَبُهَا

”جب خشک سالی نجد کو گھیرے ہوئے تھی اور ان پر اس کا غضب اور اس کا عذاب تھا“۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝

”پھر ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ان کے ہمراہ تھے اپنی خاص رحمت سے اور ہم نے کاٹ کر رکھ دی جڑ ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور نہ تھے وہ ایمان لانے والے“۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقیم (تباہ و برباد کر دینے والی ہوا) کی طرف وحی فرمائی کہ وہ قوم عاد پر چلے اور ان سے اس کا انتقام لے تو وہ بیل کے نتھنے کی مقدار بغیر کیل کے نکلی۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری زمین کانپ گئی۔ تو خزان (خازن الامیر) نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر یہ اسی حالت پر نکلتی رہی تو زمین کے مشارق و مغارب کے مابین ہر شے کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ واپس لوٹ آ تو وہ واپس لوٹ گئی۔ پھر انگوٹھی کے حلقے کے سوراخ کی مقدار نکلی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ وہ اپنے مومنین کو لے کر ایک باڑے میں علیحدگی اختیار کر لیں۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت قوم سے علیحدہ ہو گئے اور آپ نے ان کے ارد گرد خط کھینچ دیا۔ پھر ہوا آئی مگر وہ حضرت ہود علیہ السلام کے باڑے میں داخل نہ ہوئی اور نہ ہی اس نے خط سے تجاوز کیا۔ ان پر صرف اتنی مقدار میں ہوا چلی جس سے ان کے نفوس لطف اندوز ہوں اور ان کی جسمانی جلدیں نرم رہیں۔ لیکن قوم عاد پر زمین و آسمان کے درمیان پوری شدت کے ساتھ چلتے ہوئے گزری اور انہیں پتھروں کے ساتھ زخمی کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم دیا کہ وہ ان کے راستوں پر بیٹھ جائیں اور قوم عاد کے کسی فرد کو پاس سے گزرنے نہ دیں۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف ہوا کو بھیجا تو حضرت ہود علیہ السلام اپنے ساتھ اہل ایمان کو لے کر ایک باڑہ میں علیحدہ ہو گئے اور ان پر ہوا صرف اتنی مقدار میں ہی پہنچی جس سے ان کی جلدیں نرم رہیں اور ان کے نفوس لذت اندوز ہوتے رہیں۔ لیکن قوم عاد پر وہ اتنی شدت سے چلتی رہی کہ وہ

تک زمین و آسمان کے درمیان اٹھالیتی اور پتھروں کے ساتھ ان کے سر پھوڑ دیتی۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا " وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا " کا معنی ہے ہم نے انہیں نیست و نابود کر دیا جنہوں نے جھٹلایا (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمۃ میں حضرت جریر بن ابی حازم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے یہ عرض کی کہ وہ انہیں قوم عاد کا کوئی آدمی دکھائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے ایک آدمی کو پردے سے ظاہر کیا۔ تو اس کا سر مدینہ میں تھا اور پاؤں ذی الحلیفہ میں یعنی اس کی لمبائی چار میل تھی۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا۔ تو جب حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا " ذاک خلیل اللہ " وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

امام احمد، ابو یعلی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حج پر تشریف لے گئے تو آپ کا گزر وادی عسفان کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس مقام سے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام سرخ اونٹوں پر گزرے ہیں ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔ وہ جبے پہنے ہوئے تھے اور ان پر دھاری دار چادریں تھیں۔ وہ تلبیہ کہتے ہوئے بیت عتیق کا حج کرنے گئے تھے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن سابط رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم، رکن اور چشمہ زمزم کے درمیان ننانوے انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے مزارات ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبور بھی اسی ٹکڑے میں ہیں (3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی نبی علیہ السلام کی قبر کا علم نہیں ہو سکا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر رکن اور بیت اللہ کے درمیان میزاب رحمت کے نیچے ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر یمن کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے نیچے ریت میں ہے، اس پر درخت ہے۔ اور وہ جگہ انتہائی گرم ہے اور تیسری حضور نبی رحمت ﷺ کی قبر انور ہے۔ یہی ان تین انبیاء علیہم السلام کی قبور حق ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت کے ایک سرخ ٹیلے میں ہے۔ آپ کے سر کی جانب بیری کا درخت ہے (4)۔

امام ابن عساکر نے عثمان بن ابی العاتکہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد دمشق کا قبلہ حضرت ہود علیہ السلام نے بنایا تھا۔

ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی عمر چار سو بہتر برس تھی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 253
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 432، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 62، صفحہ 288، دار الفکر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 255

نَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

"اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ بے شک آ گئی ہے تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔ یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے پس چھوڑ دو اس کو کہ کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑے گا تمہیں عذاب دردناک اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تمہیں جانشین عاد کے بعد اور ٹھکانہ دیا تمہیں زمین میں تم بناتے ہو اس کے میدانوں میں عالی شان محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں مکانات۔ سو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور نہ پھرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے کہا ان سرداروں نے جو تکبر کیا کرتے تھے ان کی قوم سے ان لوگوں کو جنہیں وہ کمزور و ذلیل سمجھتے تھے جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا تم یقین رکھتے ہو کہ صالح رسول ہے اپنے رب کی طرف سے۔ انہوں نے کہا بے شک ہم اس پر جسے دے کر انہیں بھیجا گیا ہے ایمان لانے والے ہیں کہنے لگے وہ لوگ جو تکبر کیا کرتے تھے کہ ہم تو اس چیز کے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں اس اونٹنی کی اور انہوں نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور کہا اے صالح! لے آؤ ہم پر اس (عذاب) کو جس کا تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا اگر تم اللہ کے رسولوں سے ہو پھر آ لیا انہیں زلزلہ کے جھٹکوں نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے تو (صالح نے) منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور (بصد حسرت) کہا اے میری قوم! بے شک پہنچا دیا میں نے تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم تو پسند ہی نہیں کرتے (اپنے) خیر خواہوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطلب بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی لیلیٰ سے یہودی اور عیسائی کے بارے یہ سوال کیا کہ کیا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں وہ ایک دار میں رہنے کے سبب بھائی ہے۔ لہٰذا اسے بھائی کہا جا سکتا ہے۔ اور فرمایا کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا "اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا"

امام سعید، ابن جریر اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت حجاج کی سند سے حضرت ابو بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ سے انہوں نے شہر بن حوشب سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں آباد کیا اور انہیں بہت لمبی عمریں عطا فرمائیں حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرتا تو وہ منہدم ہو جاتا اور وہ آدمی ابھی تک زندہ ہوتا۔ سو جب انہوں نے ایسا ہوتے دیکھا تو انہوں نے پہاڑوں میں اپنے گھر بنانے شروع کر دیے۔ وہ پہاڑوں کو کھودتے اور انہیں کاٹ کر ان میں عمارتیں بنا لیتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشی اعتبار سے خوشحال تھے۔ تو انہوں نے کہا: اے صالح! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمائے جس کے سبب ہم یہ جان لیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام

نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک اونٹنی پیدا فرما دی۔ پانی پینے کے لیے ایک دن ان کے لیے اور ایک دن ان کے لیے مقرر تھا۔ تو جب اس کے پانی پینے کا دن ہوتا تو وہ اسے کھلی فضا میں علیحدہ لے جاتے اور اس کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔ اور جب ان کے پانی پینے کا دن ہوتا تو اسے پانی سے دور ہٹا دیتے اور وہ کوئی پانی نہ پی سکتی۔ جب کہ وہ خود اپنے چھوٹے بڑے سب برتن اور مشکیزے وغیرہ بھر لیتے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ تیری قوم عنقریب تیری اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالے گی۔ چنانچہ آپ نے انہیں فرمایا تو انہوں نے کہا ہم تو اس طرح کرنے والے نہیں۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تم اس کی کونچیں نہیں کاٹو گے۔ عنقریب تمہاری قوم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو اس کی کونچیں کاٹ ڈالے گا۔ تو انہوں نے کہا: اس پیدا ہونے والے بچے کی علامت کیا ہے؟ قسم بخدا جو بھی ہم سے پائیں گے تو اسے قتل کر ڈالیں گے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ بچہ اشقر (زرد سرخ رنگ والا) ازرق (نیلا) اصہب (سرخی مائل سفید رنگ) اور احمر (سرخ رنگ والا) ہوگا۔ شہر میں تو دو بڑے طاقت ور اور غلبہ رکھنے والے شیخ تھے۔ ان میں سے ایک کا بیٹا تھا جو نکاح کی رغبت رکھتا تھا اور دوسرے کی بیٹی تھی جس کے لیے وہ کوئی ہم کفو مرد نہیں پا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔ تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرے لیے کون سی شے مانع ہے کہ تو اپنے بیٹے کی شادی نہیں کر رہا؟ تو اس نے جواب دیا: میں اس کے لیے کوئی ہم کفو نہیں پا رہا۔ تو اس نے کہا: میری بیٹی اس کی ہم کفو ہے۔ میں تجھے شادی کر دیتا ہوں۔ سو اس نے اس سے شادی کر دی۔ تو ان دونوں کے ملنے سے وہ بچہ پیدا ہوا۔ اس وقت شہر میں آٹھ گروہ تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اس کی کونچیں کاٹنے والا تمہیں میں پیدا ہوگا۔ تو انہوں نے گاؤں سے دو دائیاں عورتیں چنیں اور ان کے ساتھ پولیس مقرر کی کہ وہ سارے شہر میں پھریں اور جب وہ کسی عورت کو درد میں مبتلا دیکھیں تو بغور دیکھیں کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ اگر پیدا ہونے والا بچہ ہو تو پھر اسے خوب الٹ پلٹ کر کے دیکھیں کہ وہ کیسا ہے؟ اور اگر وہ بچی ہو تو اس سے اعراض برتیں۔

چنانچہ انہوں نے جب اس بچے کو پالیا تو ان عورتوں نے خوب شور مچایا کہ یہی وہ بچہ ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے کی ہے۔ تو پولیس نے اسے اٹھانے کا ارادہ کیا مگر اس کا دادا ان کے درمیان حائل ہو گیا اور کہا: اگر صالح علیہ السلام نے اس کا ارادہ کیا ہے تو ہم خود اسے قتل کریں گے۔ یہ ایک شریر بچہ تھا۔ وہ ایک دن میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے بچے ایک ہفتے میں بڑھتے ہیں۔ وہ ایک ہفتہ میں اتنی نشوونما پا لیتا تھا جتنی دوسرے بچے ایک مہینے میں نشوونما پاتے ہیں اور وہ ایک مہینے میں اتنا بڑھتا تھا جتنا دوسرے عام بچے ایک سال میں بڑھتے تھے۔ پس وہ آٹھ گروہ جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے وہ جمع ہوئے اور وہ دونوں شیخ بھی ان میں شامل ہوئے۔ تو انہوں نے کہا: اس بچے کے مقام و مرتبہ اور اس کے دادا کی عظمت و شرف کی وجہ سے اس بچے کو ہم پر عامل بنا دیجئے۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں ان کے ساتھ نہیں سوتے تھے۔ بلکہ وہ رات اپنی مسجد میں گزارتے تھے اور جب صبح ہوتی تو ان کے پاس آتے اور انہیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ جب شام ہوتی تو اپنی عبادت گاہ کی طرف نکل جاتے اور وہیں رات گزارتے۔

لے۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ پھر جب بچے نے اپنی ماں کو تڑپتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف آ گیا جسے القارۃ تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے اوپر چڑھ گیا۔ وہ لوگ اس کے پیچھے گئے تاکہ اسے پکڑ لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا، تو وہ آسمان کی طرف اتنا بلند ہو گیا کہ اس پر کوئی پرندہ بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام گاؤں میں تشریف لے گئے۔ جب ناقہ کے بچے نے آپ کو دیکھا تو رو پڑا یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ پڑے۔ پھر وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور خوب شدت سے بلبلایا، پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار بھی اسی طرح بلبلایا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ہر بار بلبلانے کے بدلے ایک موت ہے۔ پس تم تین دن تک اپنے گھروں میں لطف اندوز ہو لو۔ اور یہ ایسا وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ خبردار! عذاب کی نشانی یہ ہے کہ پہلے دن تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے۔ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ان کے چھوٹے، بڑے اور مردوں اور عورتوں کے چہرے اس طرح زرد ہو چکے تھے گویا ان پر زعفران کا طلا کر دیا گیا ہے۔ جب شام ہوئی تو وہ سارے کے سارے چیخنے چلانے لگے: موت کا ایک دن گزر گیا اور عذاب تم پر آ چکا ہے۔ پھر جب انہوں نے دوسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سرخ ہو چکے تھے گویا انہیں خون سے رنگ دیا گیا ہے۔ وہ چیخ و پکار کرنے لگے، شور و غوغا مچانے لگے اور رونے لگے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہے۔ پھر جب شام ہوئی تو ال کر چیخ و پکار کرنے لگے کہ ہمارے مقررہ وقت میں سے دو دن گزر گئے اور عذاب آ چکا ہے اور جب انہوں نے تیسرے دن کی صبح کی تو ان کے چہرے اس طرح سیاہ ہو چکے تھے گویا ان پر تارکول کا طلا کر دیا گیا ہو۔ وہ سارے کے سارے چلائے خبردار! تم پر عذاب آ چکا ہے پس انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگا لیا۔

ان کا حنوط صبر (ایلوا) اور مغر (گوند) تھا اور ان کے کفن چمڑے کے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیا اور وہ اپنی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیرانے لگے۔ کبھی وہ آسمان کی طرف دیکھتے اور کبھی زمین کی طرف۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان پر عذاب کہاں سے آئے گا۔ کیا آسمان سے ان کے اوپر عذاب آئے گا یا پاؤں کے نیچے سے زمین کی طرف سے۔ یعنی کیا انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا یا ان کے اوپر پتھر برسائے جائیں گے؟ پھر جب انہوں نے چوتھے دن کی صبح کی تو ان کے اوپر آسمان کی جانب سے ایک سخت آواز آئی، اس میں ہر قسم کی گرج کی آواز بھی تھی اور زمین میں بولنے والی ہر شے کی آواز بھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ان کے سینوں میں دل کٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں ہی زمین پر پڑے رہ گئے (1)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا: ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں اگر آپ سچے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: چلو۔ پس وہ آپ کے ساتھ زمین کے ایک بلند ٹیلے (چھوٹا سا پہاڑ) کی طرف نکل کر گئے۔ تو اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو حاملہ عورت پر دردِ زہ کے وقت طاری ہوتی ہے۔ پھر وہ زمین پھٹ گئی تو اس کے اندر سے ایک اونٹنی باہر آئی۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: "هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ"

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 617 (4069)، دار الکتب العلمیہ بیروت

فَيَمَسَّكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ”اور جب انہوں نے انکار کر کے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو پھر آپ نے فرمایا“ فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ (ہود) ”تو صالح نے فرمایا لطف اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا“ (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس وقت انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تین دن تک لطف اٹھا لو۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہارے عذاب کی نشانی یہ ہے کہ کل صبح تمہارے چہرے زرد ہوں گے، پھر دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے اور پھر تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ تو ان کے چہرے اسی طرح ہو گئے۔ پس جب تیسرا دن آیا تو انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ تو انہوں نے کفن پہن لیے اور حنوط لگا لیا۔ پھر ایک کرخت چیخ نے انہیں آلیا اور انہیں ساکت کر دیا اور ناقہ کی کونچیں کاٹنے والے نے کہا: میں اسے قتل نہیں کروں گا یہاں تک کہ تمام کے تمام راضی ہو جائیں۔ پس وہ پردہ دار عورتوں کے پاس بھی گئے اور انہیں جا کر کہا کیا تم اس پر راضی ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اور بچوں کے پاس بھی گئے۔ حتیٰ کہ تمام نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ تو انہوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں (2)۔

امام احمد، بزار، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر پر اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے نبی سے علامات اور معجزات کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف کوئی نشانی بھیج دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اونٹنی کو بھیج دیا۔ وہ اس درے سے آتی تھی اور اپنی باری کے دن ان کا سارا پانی پی جاتی تھی اور جس دن اس کی باری نہیں ہوتی تھی وہ اس کا دودھ اس طرح دوہتے تھے جیسا کہ وہ اس سے پانی لے رہے ہیں اور اسی درے سے واپس جاتی تھی۔ پھر انہوں نے اپنے رب کے امر سے سرکشی اختیار کر لی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین دن کے بعد ان پر عذاب لانے کا وعدہ کیا اور یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پھر ان کے اوپر ایک کرخت قسم کی چیخ آئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جو زمین کے مشارق و مغارب میں تھے سب کو ہلاک کر دیا۔ مگر ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے حرم میں تھا اور حرم الٰہی نے اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیا۔ تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو رغال۔ تو جب وہ بھی حرم سے باہر نکلا تو پھر اس تک بھی وہ عذاب پہنچا جو اس کی قوم پر آیا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابن طفیل سے مرفوع حدیث نقل کی ہے (4)۔

امام احمد اور ابن منذر نے حضرت ابو کبشہ انماری سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب غزوہ تبوک کے وقت قوم وادی حجر کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 284، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 83 (913)، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 371 (3304)، دارالکتب العلمیہ بیروت	4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 279-280

صرف تیزی سے چلتے ہوئے ان کے پاس پہنچے تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ فتنہ تیار ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو اس وقت آپ فرما رہے تھے کیونکر وہ ایسی قوم پر داخل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان پر تعجب کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امر کی خبر نہ دوں؟ تم میں سے ایک آدمی ہے جو تمہیں ان واقعات کی خبر دیتا ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں اور ان کی بھی جو تمہارے بعد ہونے والے ہیں۔ سیدھی راہ پر استقامت اختیار کرو اور مضبوط رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ تم پر کسی شے کا عذاب آ جائے اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جو اپنے آپ سے کسی شے کا دفاع نہیں کر سکیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ ثمودیوں نے جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں تو آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے اور کہنے لگے: تم پر لازم ہے کہ اس کے بچے کو پکڑ لو۔ لیکن اونٹنی کا بچہ تو وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ یہاں تک کہ جب دن ہوا تو اس نے منہ قبلہ شریف کی طرف کیا اور کہا: یا رب میری ماں، یا رب میری ماں، یا رب میری ماں۔ تو اس وقت ان پر سخت اور کرخت چیخ بھیج دی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی الہذیل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ناقہ کی کونچیں کاٹ دی گئیں تو اس کا بچہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا اور وہاں بلبلایا۔ پس جس شے نے بھی اسے سنا وہ ہلاک اور برباد ہو گئی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عطا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ناقہ کو قتل کر دیا تو آپ نے انہیں فرمایا: یقیناً تم پر عذاب آنے والا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا: اس کی علامت کیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے، دوسرے دن زرد اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ سو جب پہلے دن انہوں نے صبح کی تو ان کے چہرے سرخ ہو چکے تھے اور جب دوسرا دن آیا تو ان کے چہرے زرد ہو گئے تھے۔ پھر جب تیسرا دن آیا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ تو اب انہیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے حنوط لگا لیا اور کفن پہن لیے اور اپنے گھروں میں مقیم ہو گئے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پر ایک سخت چیخ لگائی جس کے سبب ان تمام کی روحیں بدنوں سے نکل گئیں۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ آپ نے انہیں دعوت حق دی اور انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور یہ درخواست کر دی کہ آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے آئیں۔ پس آپ اونٹنی لے کر ان کے پاس آئے۔ پانی پینے کے لیے ایک دن اس کے لیے مقرر تھا اور ایک دن ان کے لیے۔ تو ان تمام نے اس کا اقرار کر لیا۔ ناقہ کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا جس میں وہ پانی پیا کرتی تھی۔ اور پہاڑوں کے درمیان ایک نہر تھی اور اس مقام سے دونوں پہاڑ بہت تنگ تھے۔ اس نہر پر ناقہ کا نشان تا قیامت تک باقی رہے گا۔ پانی پینے کے بعد وہ ناقہ واپس آ گئی اور ان کے لیے ٹھہری رہتی یہاں تک کہ وہ دودھ دوہ لیتے۔ اور وہ انہیں خوب سیراب کرتی۔ اور جس دن وہ پانی پینے کے لیے آتے تو وہ نہ آتی۔ ناقہ کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اس مہینے

1۔ مسند احمد، جلد 4، صفحہ 231، دار صادر بیروت

وَ لُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ۞ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ۞ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ۞ وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۞

"اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی (کا فعل) جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا ساری دنیا میں بے شک تم تو آتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ تو حد سے گزرنے والے ہو اور نہ تھا کوئی جواب ان کی قوم کے پاس سوائے اس کے کہ وہ بولے باہر نکال دو انہیں اپنی بستی سے یہ لوگ تو بڑے پاکباز بنتے ہیں پس ہم نے نجات دے دی لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بجز ان کی بیوی کے وہ ہو گئی پیچھے رہ جانے والوں سے اور برسایا ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ تو دیکھو کیسے (عبرتناک) انجام ہوا مجرموں کا"۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن صرد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستیوں کی طرف بھیجا گیا اور لوط علیہ السلام کی بستیاں چار شہروں پر مشتمل تھیں یعنی سدوم، امورا، عاموراء اور صبویر۔ ہر بستی میں ایک لاکھ جنگجو تھے۔ ان میں سے سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام اسی میں سکونت پذیر تھے۔ یہ شہر ملک شام کے شہروں میں سے ہے اور فلسطین سے ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لوط بن ہاران بن تارخ کے چچا تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قوم لوط کو مہلت دیتا رہا اور انہوں نے اسلام کا پردہ چاک کر دیا۔ اور محارم کی آبروریزی کرنے لگے اور فحش کبیرہ (لواطت) کا ارتکاب کرنے لگے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گدھوں پر سوار ہو کر قوم لوط کے شہروں میں تشریف لائے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ لیکن انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ اپنے گدھے پر آتے تھے اور سدوم کی طرف دیکھ کر فرماتے اے سدوم! اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے لیے کون سا دن مقرر ہے۔ یا شہر اس

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 309، دار الفکر بیروت

نے تمہیں منع فرمایا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ یہاں تک کہ مقررہ وقت آ پہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔ وہ مردوں کی صورت میں اترے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر رکے۔ اس وقت آپ اپنے کھیت میں زمین کی پیمائش کر رہے تھے۔ جب پانی آپ کی زمین کے کنارے تک پہنچا تو آپ نے اپنا پھاوڑا زمین میں گاڑ دیا اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی۔ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا تو کہا: اگر اللہ تعالیٰ کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو وہ یقیناً اس بندے کو خلیل بناتا۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، بیہقی رحمہم اللہ نے ذم الملاہی والشعب میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ”اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ“ کا مفہوم یہ ہے کہ کیا تم مردوں کی دبروں میں بے حیائی کا فعل کیا کرتے ہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ“ کی تفسیر میں حضرت عمرو بن دینار نے کہا کہ کسی مرد نے مرد کے ساتھ اس طرح کی بے حیائی کا فعل نہیں کیا تھا یہاں تک کہ قوم لوط آئی (اور اس نے اس کا ارتکاب کیا) (3)۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو حمزہ، وصافی بن شہاب رحمہ اللہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ قوم لوط میں لواطت کا عمل مردوں میں شروع ہونے سے قبل عورتوں میں چالیس برس تک جاری رہا (4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو عورت کے ساتھ دبر کے راستے سے جماع کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کا آغاز تو لوطیوں نے کیا تھا۔ پہلے مردوں نے یہ فعل عورتوں کے ساتھ کیا اور پھر یہی فعل مردوں نے مردوں کے ساتھ کیا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا: مجھ سے سوال کرو۔ تو ابن الکواء نے کہا: کیا عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں اختلاط کیا جا سکتا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے خرابی ہو، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ”اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ“ (6)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ شے جس نے انہیں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ بے حیائی کا فعل کرنے پر ابھارا وہ یہ تھی کہ ان کے گھروں اور ان کے باغات میں ان کے پھل لگے ہوئے تھے اور وہ پھل راستے کی جانب باہر نکلے ہوئے تھے۔ ایک بار ان پر قحط پڑا اور پھل کی قلت آ گئی۔ تو

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 309، دارالفکر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 353 (5399)، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359 (5400)
4۔ ایضاً، باب تحریم الفروج، جلد 4، صفحہ 375 (5459)
5۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 50، صفحہ 320، دارالفکر بیروت
6۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 500 (18812)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

"وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا" کے بارے کہا کہ بقیہ قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی اور اس نے انہیں ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا (1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا تو حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور پھر انہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا" کی تفسیر میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے ان کے دیہاتیوں، چرواہوں اور مسافروں پر پتھروں کی بارش برسائی اور ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مطر سے مراد گندھک اور آگ کی بارش ہے یعنی ہم نے ان پر گندھک اور آگ کی بارش برسائی۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے کہا ہے قوم لوط کی تعداد چالیس لاکھ تھی۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جو دوسروں کے غلاموں کا ولی اور مالک بنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے زمین کی حدود کو بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے کسی اندھے کو راستے سے بھٹکا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے اپنے والدین پر لعنت و ملامت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا (یعنی غیر اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کیا) اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس پر جس نے جانوروں کے ساتھ بدفعلی کی اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کی ہے جس نے قوم لوط جیسا عمل کیا۔ آپ ﷺ نے یہ آخری جملہ تین بار فرمایا (3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف قوم لوط کے عمل سے ہے (4)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ اپنی صبح بھی اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کی حالت میں کرتے ہیں اور وہ اپنی شام بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حالت میں کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلا وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، دوسرا وہ عورتیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں، تیسرا وہ آدمی جو چوپاؤں کے ساتھ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ دمشق، جلد 50، صفحہ 326، دار الفکر بیروت
3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 8052/396، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن ترمذی، جلد 3، صفحہ 39-37 (1456)، بیروت

بدفعلی کرتا ہے اور چوتھا وہ آدمی جو کسی مرد کے ساتھ لواطت کا عمل کرتا ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جسے تم پاؤ کہ وہ قوم لوط والا عمل کر رہا ہے تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کردو(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوطی کی حد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے گاؤں کی سب سے اونچی عمارت پر کھڑا کر کے (لوگوں کو) دکھاتے ہوئے پھر اسے اوندھا کر کے وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے۔ پھر اس پر پتھر برسائے جائیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت یزید بن قیس رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوطی کو رجم کیا ہے(4)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا چاہے وہ محصن ہو یا محصن نہ ہو، سنت ماضیہ یہی ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر کسی کے لیے مناسب ہوتا کہ اسے دوبارہ رجم کیا جائے تو یقیناً لوطی کو (دوبارہ) رجم کیا جاتا(6)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رجم کی سنت قوم لوط کو قتل کیا جانا ہے(7)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور ابراہیم رحمہما اللہ دونوں نے کہا کہ لوطی کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔ اگر وہ محصن ہو تو اسے رجم کیا جائے گا ورنہ حد لگائی جائے گی(8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی قوم لوط کے قبیح عمل کے ساتھ متہم ہوا تو آپ نے قریش کے بعض نوجوانوں کو حکم فرمایا کہ وہ اس کی مجالست اختیار نہ کریں(9)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت حصین بن عطا رحمہما اللہ سے اور انہوں نے بعض تابعین سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کسی آدمی کو خوبصورت بچے کے چہرے کی طرف دیکھنے کے سبب حد لگائی جائے(10)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5385)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 395 (8047)، بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 357 (5388)
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5390)
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً (5391)
7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 497 (27348)، دار الفکر
8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5392)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5394)
10۔ ایضاً (5394)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بقیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض تابعین نے کہا میں عبادت گزار نوجوان پر ضرر رساں درندے کی نسبت اس بے داڑھی بچے سے زیادہ خوف محسوس کرتا ہوں جو اس کے پاس بیٹھتا ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت حسن بن ذکوان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم اغنیاء کے بچوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کرو کیونکہ ان کی صورتیں عورتوں کی صورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ باکرہ کنواری کے فتنہ سے زیادہ شدید ہے(2)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت نجیب بن سری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا تھا کسی آدمی کو تنہا مکان میں بے داڑھی (امرد) بچے کے ساتھ رات نہیں گزارنی چاہیے(3)۔

امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ حمام میں داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے ایک خوبصورت بچہ بھی اس میں داخل ہوا۔ تو آپ نے فرمایا: اسے نکال دو۔ کیونکہ میں ہر عورت کے ساتھ شیطان دیکھتا ہوں اور دس سال سے زائد عمر کے بچے کے ساتھ دس سے زائد شیطان دیکھتا ہوں(4)۔

امام ابن ابی الدنیا، حکیم ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ چوپاؤں میں خنزیر اور گدھے کے سوا کوئی بھی قوم لوط کا عمل نہیں کرتا(5)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن حمل رحمہ اللہ نے کہا عنقریب اس امت میں ایک قوم ہوگی جنہیں لوطیون (لواطت کرنے والے) کہا جائے گا۔ ان کی تین قسمیں ہوں گی: ایک صنف کے لوگ نظر بازی کریں گے، ایک صنف کے لوگ مصافحہ کریں گے اور ایک صنف کے لوگ قوم لوط جیسا عمل کریں گے(6)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ آدمی جو قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے اگر وہ آسمان سے گرنے والے ہر قطرے اور زمین میں نکلنے والے پانی کے ہر قطرے کے ساتھ بھی غسل کرے تو وہ پھر بھی ناپاک ہی رہے گا(7)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دبر کی حرمت فرج کی حرمت سے زیادہ شدید ہے(8)۔

امام حاکم رحمہ اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور حضرت بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر (سے) اپنی مخلوق میں سے سات افراد پر لعنت کی ہے اور ان میں سے ہر ایک پر اپنی لعنت کو تین بار لوٹایا ہے اور ہر ایک کے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 358 (5386)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً (5387)
3۔ ایضاً (باب تحریم الفروج) جلد 4، صفحہ 359
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 360 (5404)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 358 (5401)
6۔ ایضاً (5402)
7۔ ایضاً (5403)
8۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی اللوطی، جلد 5، صفحہ 497 (27240)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

بعد بار بار لعنت کی ہے، فرمایا وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے، وہ ملعون ہے جس نے قومِ لوط کے عمل جیسا عمل کیا، وہ ملعون ہے جس نے چوپایوں میں سے کسی کے ساتھ بدفعلی کی، وہ ملعون ہے جس نے بیوی اور اس کی اصلی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کر لیا، وہ ملعون ہے جس نے اپنے والدین کی نافرمانی کی، وہ ملعون ہے جس نے غیرُ اللہ کے نام پر کسی جانور کو ذبح کیا، وہ ملعون ہے جس نے زمین کی حدود کو تبدیل کر دیا اور وہ ملعون ہے جو کسی غیر کے غلاموں کا مالک بن گیا۔(1)

امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جو قومِ لوط والے عمل جیسا عمل کرے تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔(2)

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے کنوارے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو لواطت کرتے ہوئے پایا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: اسے رجم کیا جائے گا۔(3)

امام عبدالرزاق نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو غم زدہ حالت میں دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کون سی شے ہے جو آپ کو غمگین کر رہی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارے میں یہ خوف کھا رہا ہے کہ وہ میرے بعد قومِ لوط کے عمل جیسا عمل کرنے لگ جائے گی۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے محاصرے کے دن اوپر سے لوگوں پر جھانک کر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ چار کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ایک وہ آدمی جس نے قتل کیا تو اسے قتل کیا جائے گا، دوسرا وہ آدمی جو محصن ہونے کے بعد زنا کرے، تیسرا وہ آدمی جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور چوتھا وہ آدمی جو قومِ لوط کے عمل جیسا عمل کرے۔(5)

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(85) وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًاۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ۪ وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4 صفحہ 396 (8053)، دار الکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً جلد 4 صفحہ 394 (8048)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی اللوطی، جلد 6 صفحہ 40 (27339)، مکتبۃ الرشد ریاض

4۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 7 صفحہ 365 (13491)، المجلس العلمی بیروت — 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5 صفحہ 497 (27350)

الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو انہوں نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ
کی نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اس کے سوا۔ بے شک آ گئی تمہارے پاس روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے تو
پورا کرو ناپ اور تول کو اور نہ گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد
یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈراتے ہو تم (راہ گیروں کو)
اور روکتے ہو جو تم اللہ کی راہ سے اس کو جو ایمان لایا اللہ کے ساتھ اور تلاش کرتے ہو اس میں عیب اور یاد کرو (اس
وقت) جب تم تھوڑے تھے پھر اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا اور اگر
ایک گروہ تم میں سے ایمان لا چکا ہے اس کے ساتھ جو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو
(ذرا) صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ ہمارے درمیان اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے کہنے لگے

وہ سردار جو غرور و تکبر کیا کرتے تھے ان (شعیب) کی قوم سے یا تو ہم نکال کر رہیں گے تمہیں اے شعیب! اور جو ایمان لائے تمہارے ساتھ اپنی بستی سے یا تمہیں لوٹ آنا ہوگا ہمارے ملت میں۔ شعیب نے کہا: اگرچہ ہم (اسے) ناپسند بھی کرتے ہوں پھر تو ہم نے ضرور بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا اگر ہم لوٹ آئیں تمہارے دین میں اس کے بعد کہ بچا دیا ہمیں اللہ نے اس سے اور نہیں کوئی وجہ ہمارے لیے کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ جو پروردگار ہے ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور کہا ان رئیسوں نے جو کافر تھے ان کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرنے لگو شعیب کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ پھر پکڑ لیا انہیں زلزلے نے تو صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گرے پڑے تھے۔ جن (بدبختوں) نے جھٹلایا شعیب کو (وہ یوں نابود کر دیے گئے) گویا کبھی بستے ہی نہ تھے ان مکانوں میں۔ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو ہو گئے وہی نقصان اٹھانے والے پس منہ پھیر لیا ان کی طرف سے اور کہا اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیے تھے تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں نے نصیحت کی تھی تمہیں تو (اب) کیونکر غم کروں میں کافر قوم (کے ہولناک انجام) پر"۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن زیاد بن سمعان رحمہ اللہ نے کسی کتاب پڑھنے والے سے یہ خبر دی ہے کہ تورات کو ماننے والے یہ گمان رکھتے ہیں کہ تورات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام میکائیل ہے، سریانی زبان میں آپ کا اسم گرامی جزی بن یشجر ہے اور عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی شعیب بن یشجر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن بشر رحمہ اللہ کی سند سے شرقی بن القطامی سے یہ بیان کیا ہے اور یہ علم الانساب کے ماہر جید عالم تھے۔ انہوں نے کہا کہ عبرانی زبان میں آپ کا اسم گرامی یثرون ہے اور عربی زبان میں شعیب ابن عیفا بن یوبب بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور یوبب جعفر کے وزن پر ہے اس کا پہلا حرف یا اور واؤ کے بعد دو با ہیں۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد رسول اور نبی تھے۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ (اعراف: 85) (اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، اس کے بغیر تمہارا کوئی خدا نہیں ہے)۔ ان لوگوں میں شرک بھی تھا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے اور اپنے نبی کو جھٹلانے کے ساتھ ساتھ ان میں ماپ تول میں کمی کرنے والے بھی تھے، وہ انتہائی سرکش اور باغی قوم تھی، وہ راستے پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو ان کے مالوں میں نقصان پہنچاتے، یہاں تک کہ وہ دل فریب تھے۔ اس طریقے کا آغاز سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا۔ جب ان کے پاس کوئی اجنبی

آدمی آتا تو اس سے دراہم لے لیتے اور پھر کہہ دیتے تیرے یہ دراہم کھوٹے ہیں اور انہیں توڑ دیتے پھر وہ انہی دراہم کو اس سے کم قیمت پر خرید لیتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (الاعراف:86) (اور نہ فساد برپا کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) ان کے شہر بادیہ تھے۔ لوگ ان شہروں سے کچھ بیچنے آتے تھے تو یہ لوگ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ وہ انہیں کہا کرتے: اس کی کوئی بات نہ سنو کیونکہ یہ بہت بڑا کذاب ہے، تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ (الاعراف:86) (اور مت بیٹھا کرو راستوں پر کہ ڈراتے ہو لوگوں کو) کہ اگر تم نے شعیب کی اتباع کی تو وہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پھر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو ڈراتے دھمکاتے اور کہتے اے شعیب! بالیقین ہم تجھے اپنے گاؤں سے نکال دیں گے یا پھر تو ہماری ملت یعنی ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی طرف لوٹ آئے گا۔ تو اس وقت آپ نے فرمایا "وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ (ہود) (اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ خود تمہارے خلاف کرنے لگوں اس امر میں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں۔ (نیز) میں نہیں چاہتا ہوں مگر (تمہاری) اصلاح (اور وہ بھی) جہاں تک میرا بس ہے۔ اور نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں) یعنی وہی مجھے بچانے والا ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ (الاعراف:88) اگرچہ تمہارے دین کی طرف لوٹنا ہم ناپسند بھی کرتے ہوں، اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹ آئیں پھر تو ہم نے اللہ تعالیٰ پر ضرور جھوٹا بہتان باندھا اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم اس دین میں لوٹیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات عطا فرمائی ہے اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا (الاعراف:89) (مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے) تو اس میں آپ نے انجام سے خوف محسوس کیا اور مشیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ "وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" ہمارا رب ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے یعنی ہم نہیں جانتے جو کچھ ہمارے لیے پہلے لکھ دیا گیا ہے "عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ" صرف اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت شعیب علیہ السلام بڑے عظیم صادق اور انتہائی پاکباز تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی آپ کا ذکر فرماتے تو فرماتے آپ خطیب الانبیاء تھے اس لیے کہ جب آپ اپنی قوم کو دعوت حق دیتے تو قوم کی طرف رجوع کا انداز انتہائی حسین اور دلکش ہوتا۔ اور جب وہ آپ کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے آپ کو جھٹلا دیتے اور آپ کو رجم اور شہر سے باہر نکالنے کی دھمکی دیتے تو ایسی حالت میں بھی آپ کا انداز انتہائی شستہ اور پروقار ہوتا۔

آپ کی قوم کے مالدار لوگ کمزوروں کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہتے "لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ" اگر تم شعیب کی پیروی کرنے لگو تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔ اس کے باوجود حضرت شعیب علیہ السلام انہیں دعوت دینے سے نہیں رکے، پھر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اختیار کی تو انہیں ایک زلزلے نے آ پکڑا۔ وہ اس طرح کہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے پاس آکر ٹھہرے۔ پھر ایک سخت چیخ لگائی جس سے پہاڑ اور زمین کانپ اٹھی۔ اور اس کے ساتھ ان کی ارواح ان کے جسموں سے نکل گئیں۔ اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا "فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" وہ اس طرح کہ جب انہوں نے چیخ سنی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سبب سخت گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو گئے۔ اور اسی دوران زمین لرز اٹھی اور اس زلزلے نے انہیں مردہ حالت میں زمین پر پھینک دیا(1)۔

اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت عکرمہ اور سدی دونوں سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو دوبار نہیں بھیجا۔ ایک بار مدین کی طرف بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے سخت چیخ اور زلزلے کے ساتھ وہاں کے رہنے والوں کو گرفت میں لے لیا اور دوسری بار اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یوم الظلہ کے عذاب کے ساتھ پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (اعراف:85) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم لوگوں پر ان کی چیزوں کے بارے میں ظلم وزیادتی نہ کرو۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ کا معنی لَا تَظْلِمُوْهُمْ ہے۔ یعنی تم لوگوں پر ظلم نہ کرو۔ اور وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا وہ لوگ ان لوگوں کو ڈراتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آتے اور اسلام لانے کا ارادہ کرتے (تو اللہ تعالیٰ نے انہیں راستے میں بیٹھ کر راہ گیروں کو ڈرانے دھمکانے سے منع فرمایا)(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَلَا تَقْعُدُوْا الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وہ راستے میں بیٹھے تھے اور جو کوئی ان کے پاس آتا اسے یہ کہتے کہ شعیب (علیہ السلام) کذاب ہے پس وہ تمہیں تمہارے دین کے بارے میں فتنہ میں نہ ڈال دے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صراط کا معنی طریق (راستہ) ہے اور "توعدون" کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے سے ڈراتے تھے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ توعدون کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ تم حق کے ہر راستے سے ڈرا رہے ہو اور تم یہاں کے باسیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک رہے ہو اور تم اس میں عیب تلاش کرتے ہو(5)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم راستے میں چنگی لینے کی غرض سے نہ بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراتے ہو اور انہیں اسلام سے روکتے ہو اور تم ہلاکت کے ذرائع (کجی) تلاش کرتے ہو(6)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَتَبْغُوْنَهَا" کی تفسیر میں حضرت قتادہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 8، صفحہ 280 — 2۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 78-279 — 3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 279

4۔ ایضاً — 5۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 80-279 — 6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 280

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: تم ایسا راستہ تلاش کرتے ہو جو حق سے پھرا ہوا ہو۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ تم راستوں پر مت بیٹھا کرو۔ اس حال میں کہ تم چنگی وصول کرتے ہو اور راہگیروں کو خوفزدہ کرتے ہو۔ یعنی مراد محصول لینے والے لوگ ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت (یہ شک حضرت ابو العالیہ کو ہے) کہ یہ روایت بیان کی ہے کہ شب معراج حضور نبی کریم ﷺ کا گزر راستے میں پڑی ہوئی ایک ایسی لکڑی کے پاس سے ہوا کہ وہ اپنے پاس سے گزرنے والے کے کپڑے کو چاک کر دے اور گزرنے والی ہر شے کو پھاڑ دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کی ان قوموں کی مثال ہے جو راستے پر بیٹھیں گے اور ڈاکے ڈالیں گے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی " وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ " (1)

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ " وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ " کی تفسیر میں سدی نے کہا: ہمیں نہیں چاہیے کہ ہم تمہارے شرک میں لوٹ آئیں " بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا " " وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا " اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات عطا فرما دی ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو شرک کو نہیں چاہے گا۔ لیکن وہ کہتا ہے: "مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے (2)۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے موفقیات میں حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قدریہ کے بارے کہا: قسم بخدا! وہ اس طرح نہیں کہتے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے فرمایا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب جنت نے کہا اور نہ ہی اس طرح جیسے اصحاب دوزخ نے کہا اور نہ ہی اس طرح کہتے ہیں جیسے ان کے بھائی ابلیس نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الدہر:30)" اور (اے لوگو!) تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے"۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا " وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (اور ہمارے لیے کوئی وجہ نہیں کہ ہم لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے) اور اصحاب جنت نے کہا " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ " (الاعراف:43)" ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے راہ دکھائی ہمیں اس بہشت کی اور ہم ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے تھے اگر نہ ہدایت دیتا ہمیں اللہ تعالیٰ"۔ اور اصحاب دوزخ نے کہا " وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (الزمر)" لیکن ثابت ہو چکا تھا (لوح محفوظ میں) عذاب کا حکم کفار پر"۔ اور ابلیس نے کہا " رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ " (الحجر:39)" وہ بولا اے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکا دیا"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ " رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا "

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 6، صفحہ 280   2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 6

بِالْحَقِّ" یہاں تک کہ میں نے ذی یزن کی بیٹی کو یہ کہتے سنا تَعَالَ اُفَاتِحْكَ یعنی اُقَاضِيْكَ (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں گی) (تب مجھے افتح کا مفہوم ذہن نشین ہوا)(1)

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ افتح کا معنی اقض (تو فیصلہ فرما) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ افتح کا معنی اقض (فیصلہ کر) ہے یہ لغت عمانیہ ہے جب ان میں سے کسی نے یہ کہنا ہو "تَعَالَ اُقَاضِيْكَ الْقَضَاءَ" (آؤ میں تمہارا فیصلہ کروں) تو وہ کہتا ہے تَعَالَ اُفَاتِحْكَ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جھٹلانے والوں کو اس طرح تباہ کر دیا گیا) گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہی نہ تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان فرمایا: گویا کہ وہ کبھی اس میں زندہ رہے ہی نہیں(2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بہت زیادہ تبلیغ کرتے تھے۔ اور قسم بخدا اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو پیغام حق اسی طرح سناتے تھے جیسے تمہارے نبی حضور نبی رحمت ﷺ اپنی قوم کو سنایا کرتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "فَكَيْفَ اٰسٰى" کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ (اب) میں کیونکر غم کروں۔

امام ابن عساکر نے حضرت سعید بن عبد اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نصف رات کے وقت اہل مدین کی طرف بھیجا تا کہ انہیں ان کے مال و اسباب سمیت الٹا کر دیں۔ تو آپ کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جو کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا تھا تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ آپ اسے بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک کر دیں۔ پھر آپ بلندیوں کی جانب لوٹ گئے اور عرض کی: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ "اے اللہ! تیری ذات سراپا حمد و ستائش ہے اور تیری ذات پاک ہے تو نے مجھے مدین کی طرف بھیجا ہے تا کہ ان کی بستیوں کو الٹا کر دوں۔ تو میں نے ایک آدمی کو پایا وہ کھڑے ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: وہ فلاں بن فلاں ہے، اس نے مجھے کبھی نہیں پہچانا۔ لہٰذا اسی سے (عذاب کا) آغاز کرو کیونکہ اس نے میرے کلام کا وقار نہیں کیا مگر صبح اور شام سے گھبراتے ہوئے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 7 | 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 10 | 3۔ ایضاً

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام وہ کتاب پڑھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد حرام میں دو قبریں ہیں ان دو کے سوا اس میں کوئی قبر نہیں۔ ایک قبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہے اور دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر مبارک مقام حجر میں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر مبارک حجر اسود کے بالمقابل ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور آپ کے ساتھ مومنین کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان تمام کے مزارات کعبہ معظمہ کی مغربی جانب ہیں اور وہ دار الندوہ اور باب بنی سہم کے درمیان واقع ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مالک بن انس رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یعقوب بن ابی سلمہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو آپ فرماتے وہ تو خطیب الانبیاء تھے۔ کیونکہ آپ کا قوم کی طرف رجوع انہیں دعوت حق دینے کی صورت میں اور پھر ان کی جانب سے انکار کی صورت میں انتہائی حسین اور دلکش تھا۔ لیکن جب انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو تہمت لگانے اور شہر سے نکال دینے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی اور تکبر اختیار کیا تو یوم الظلہ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل مدین میں سے ایک آدمی جسے عمرو بن جلہا کہا جاتا تھا، جب اس نے عذاب دیکھا تو اس نے کہا:

يَا قَوْمِ إِنَّ شُعَيْبًا مُرْسَلٌ فَذَرُوا ... عَنْكُمْ سُمَيْرًا وَعِمْرَانَ بْنَ شَدَّادِ

"اے قوم! بلاشبہ حضرت شعیب علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس تم سمیر اور عمران بن شداد کو چھوڑ دو"۔

إِنِّي أَرَى غَيْمَةً يَا قَوْمِ قَدْ طَلَعَتْ ... تَدْعُو بِصَوْتٍ عَلَى صَمَّانَةِ الْوَادِ

"اے قوم! بلاشبہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عذاب ظاہر ہو چکا ہے جو وادی کی بلندی کے خلاف آواز دے رہا ہے"۔

وَإِنَّهُ لَا تَرَوْنَ فِيهِ ضُحَى غَدٍ ... إِلَّا الرَّقِيمَ يَمْشِي بَيْنَ أَنْجَادِ

"کل دن کے وقت اس میں کوئی سیراب نہیں ہو گا سوائے کتے کے جو ساز و سامان کے درمیان گھوم پھر رہا ہو گا"۔

سمیر اور عمران بن شداد دونوں ان کے کاہن تھے اور رقیم ان کا کتا تھا (4)۔

وَمَآ أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 23، صفحہ 78، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 79 3۔ ایضاً، جلد 23، صفحہ 80

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 620 (4071)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اگر بستیوں والے اس کے ساتھ ایمان لاتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور اس سے بچتے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تو یقیناً آسمان انہیں اپنی برکتیں عطا کرتا اور زمین اپنی نباتات اور سبزے کے ساتھ انہیں نوازتی۔

امام ابن ابی حاتم نے معاذ بن رفاعہ کی سند سے موسیٰ الطائفی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روٹی کی عزت و تکریم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی برکات سے اسے نازل فرمایا اور زمین کی برکتوں سے اسے نکالا (1)۔

بزار اور طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن ام حرام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو قبلوں کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے روٹی کی عزت و تکریم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکات سے نازل کیا ہے اور زمین کی برکتیں اس کے لیے مسخر کر دی ہیں اور جو کوئی اس کھانے کو اٹھا لیتا ہے جو دستر خوان سے گر جاتا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بستی والوں کو اتنی وسعت اور خوشحالی عطا فرمائی کہ وہ استنجا روٹی سے کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوک اور قحط بھیج دیا یہاں تک کہ وہ ایسی چیزیں خود کھانے لگے جو پہلے دوسروں کو کھلاتے تھے۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

”تو کیا بےخوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آ جائے ان پر ہمارا عذاب راتوں رات اس حال میں کہ وہ سو رہے ہوں یا کیا بےخوف ہو گئے ہیں ان بستیوں والے اس سے کہ آ جائے ان پر ہمارا عذاب چاشت کے وقت جب کہ وہ کھیل کود رہے ہوں“۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو نضرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب کوئی آدمی یہ آیت پڑھے ”اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ“ تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی آواز بلند کرے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مرغی اور کتے نہ رکھو۔ پس تم بستیوں والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

”تو کیا یہ بےخوف ہو گئے ہیں اللہ کی خفیہ تدبیر سے، پس نہیں بےخوف ہوتے اللہ کی خفیہ تدبیر سے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے“۔

1۔ کنز العمال، جلد 15، صفحہ 235 (40776)
2۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 335، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنے دوست کی طرف لکھا: جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تو کوئی ایسی شے حاصل کرے جو تیرے لیے باعث مسرت و خوشی ہو تو اس سے بے خوف نہ ہو جا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خفیہ تدبیر ہو گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے سوائے اس قوم کے جو نقصان اٹھانے والی ہوتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا: یہ خوف کیسا ہے جو تمہیں لاحق ہے حالانکہ میں نے تمہیں اس مقام و مرتبہ پر فائز کیا ہے جس پر تمہارے سوا کسی کو نہیں کیا؟ تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے۔ کیونکہ نقصان اٹھانے والی قوم کے سوا کوئی بھی تیری خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتا۔

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت علی بن ابی حلیمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ذر بن عبداللہ خولانی جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں ہی پڑے رہتے۔ اور جب واپس کا ارادہ کرتے تو بلند آواز میں یہ آیت پڑھتے "فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسماعیل بن رافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جانے کے گناہ پر قائم رہنے کے مترادف ہے۔ اور آدمی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی تمنا اور آرزو رکھتا ہو۔

اَوَ لَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝

" کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی ان لوگوں پر جو وارث بنے زمین کے اس کے اصلی مالکوں (کی تباہی) کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اور مہر لگا دیں ان کے دلوں پر تاکہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں"۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا" اَوَ لَمْ یَهْدِ" کا معنی اَوَلَمْ یَتَبَیَّنْ ہے (یعنی کیا یہ (حقیقت) واضح نہ ہوئی) (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ" لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 15   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 16

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ○

"یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی کچھ خبریں اور بے شک آئے ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ اور نہ تھے وہ کہ ایمان لاتے اس پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے۔ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ" کی تفسیر میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جس دن انہوں نے میثاق کے ساتھ اقرار کیا تھا بعض اس کی تکذیب کریں گے اور بعض اس کی تصدیق کریں گے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ" کا مفہوم اس ارشاد کی مثل ہے "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ" (الانعام: 28) "اور اگر انہیں واپس بھیجا جائے (جیسے ان کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں جس سے روکے گئے تھے" (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن ان سے وعدہ لیا گیا اور وہ مجبوراً ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ" کی تفسیر میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ کون مطیع و فرمانبردار ہوگا اور کون نافرمان۔ اور یہ اس وقت سے ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تصدیق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا "قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓي اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (ہود: 48) "اے نوح! (کشتی سے) اتر جائیے امن و سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں۔ اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب"۔ اور اسی کے بارے میں یہ فرمایا "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (الانعام) اور اسی کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا" (اسراء: 15) "اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیج دیں کسی رسول کو"۔

امام ابو الشیخ نے مقاتل بن حیان سے ارشاد باری تعالیٰ "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 17
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 15

لگایا۔ تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا اگر تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آتا تو اس کی بارگاہ میں التجا کرتا کہ وہ تجھ پر تیرا شباب لوٹا دے۔ تو اس نے اس کا ذکر ہامان سے کیا۔ تو اس نے اسے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگ دیا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا تیری میعاد تین دن ہے۔ سو جب تین دن گزر گئے تو اس کا خضاب اتر گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون پر اس کے دروازے بند کیے جاتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جس دروازے کے پاس بھی آتے وہ خود بخود کھل جاتا تھا اور آپ کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔

وَ قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

"اور کہا موسیٰ (علیہ السلام) نے اے فرعون! بلاشبہ میں رسول ہوں پروردگار عالم کا واجب ہے مجھ پر کہ میں نہ کہوں اللہ پر سوائے سچی بات کے۔ میں آیا ہوں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر تمہارے رب کی طرف سے، پس بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا اگر تم لائے ہو کوئی نشانی تو پیش کرو اسے اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا اور نکالا اپنا ہاتھ (گریبان سے) تو فوراً وہ سفید (روشن) ہو گیا دیکھنے والوں کے لیے کہنے لگے تو م فرعون کے رئیس واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ نکال دے تمہیں تمہارے ملک سے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو بولے مہلت دو اسے اور اس کے بھائی کو اور بھیجو شہروں میں ہر کارے تا کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس ہر ماہر جادوگر کو"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس طرح پڑھتے تھے "حَقِيْقٌ عَلَىَّ اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ" یعنی عَلٰی کی جگہ عَلَیَّ پڑھتے تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَاَلْقٰى عَصَاهُ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ عصا مبارک حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف آئے تو ایک فرشتے نے وہ عصا آپ کو دیا۔ وہ رات کے وقت آپ کو روشنی مہیا کرتا تھا اور دن کے وقت آپ اسے ساتھ لے کر زمین میں گھومتے پھرتے اور اپنے بیے رزق تلاش کرتے اور اس کے ساتھ اپنے ریوڑ کو ہانکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ" (تو فوراً وہ صاف اژدہا بن گیا) یعنی ایسا سانپ بن گیا قریب تھا کہ وہ آپ پر حملہ آور ہو جائے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت منہال رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپ آسمان کی جانب ایک میل تک بلند ہو گیا اور وہ فرعون کی طرف آیا۔ وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! جو چاہو مجھے حکم دو۔ اور فرعون کہنے لگا: اے موسیٰ! میں اس کے وسیلے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے بھیجا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ اس نے آپ کے پیٹ کو پکڑ لیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے۔ تو وہ اون کا ایسا لباس پہنے ہوئے تھے جو اس کی گردن سے اوپر تک تھا۔ فرعون سے آپ کے اندر آنے کی اجازت لی گئی۔ تو اس نے کہا: آپ کو لے آؤ۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور فرمایا: بلاشبہ میرے اللہ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے۔ تو اس نے اپنے گرد بیٹھنے والوں کو کہا: میں اپنے سوا تمہارے لیے اور کوئی الٰہ نہیں جانتا اسے پکڑ لو۔ آپ نے فرمایا: میں تیرے پاس نشانی اور معجزہ لے کر آیا ہوں۔ تو اس نے کہا: اسے پیش کرو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا۔ تو وہ اژدہا بن گیا۔ ایسا کہ اس کے دو جبڑوں کے درمیان محل کی چھت اور زمین کے درمیان کی مسافت سما سکتی تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے گریبان میں داخل کیا اور جب اسے نکالا تو بجلی کی مثل اس طرح چمکنے لگا کہ آنکھیں چندھیا گئیں۔ پس وہ اپنے چہروں کے بل گر پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پکڑ لیا۔ پھر تشریف لے گئے اور وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا اور فرعون سے خوف اور ڈر جاتا رہا تو اس نے اپنے پاس بیٹھنے والے رئیسوں کو کہا: تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: مہلت دے دو اسے اور اس کے بھائی کو۔ نہ تم اسے پکڑو اور نہ ہی وہ ہمارے قریب آئے۔ اور شہروں میں ہرکارے بھیج دو اور جادوگر فرعون سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ اس نے ان کی طرف بڑی تیزی سے ہرکاروں کو بھیجا اور انہوں نے انہیں جمع کر کے کہا: تحقیق تمہارے الٰہ کو تمہاری ضرورت ہے اور ساتھ یہ بتاتے کہ اس اس طرح کا کام ہے۔ جادوگروں نے کہا: بلاشبہ یہ کوئی جادوگر جادو کر رہا ہے کیا ہمارے لیے کوئی اجر ہوگا اگر ہم غالب آگئے؟ کہنے لگا: کیا ایک جادوگر لوگوں پر جادو کر سکتا ہے اور ایک جادوگر جو دوسرے پر جادو نہیں کر سکتا؟ اس نے کہا: ہاں بے شک (اگر تم غالب آگئے) تو بلاشبہ تم مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا عوسج (کانٹے دار درخت) کا تھا اور ان کے بعد عوسج کسی کے لیے مسخر نہیں ہوا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نام ماشا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا شاخ والا درخت تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ سے مراد نر سانپ ہے (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ کا معنی ہے وہ بہت بڑا سانپ بن گیا۔ معمر کا قول ہے کہ کسی اور نے کہا کہ وہ شہتیر کی مثل بڑا سانپ بن گیا (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ زرد رنگ کا نر سانپ بن گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اژدہا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک سے بنا تھا اس کے دو جبڑوں کے درمیان بارہ ذراع کا فاصلہ تھا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت فرقد سبخی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کو جب حاجت پیش آتی تو چالیس فرسخ کی مسافت پر چلا جاتا اور جب حاجت ختم ہوتی تو واپس لے آتے کیونکہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اپنا منہ کھولا تو اس کے دو جبڑوں کے درمیان چالیس ذراع کا فاصلہ تھا اور اس دن چالیس بار اسے لیا گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے "فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ" کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ سانپوں میں سے نر سانپ تھا اپنا منہ کھولے ہوئے تھا۔ اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر اور دوسرا اوپر والا جبڑا محل کی فصیل پر رکھے ہوئے تھا۔ پھر وہ فرعون کی طرف متوجہ ہوا تا کہ اسے پکڑ لے۔ جب فرعون نے اسے دیکھا تو وہ اس سے انتہائی خوفزدہ ہوا اور اچھل پڑا اور اس نے ایسی حاجت کی جو اس سے قبل کبھی نہیں کی تھی۔ وہ زور زور سے پکارنے لگا: اے موسیٰ! اسے پکڑو میں تیرے ساتھ ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دوں گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو وہ عصا بن گیا (3)۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَّنَزَعَ يَدَهٗ میں ید سے مراد ہتھیلی ہے یعنی اپنی ہتھیلی نکالی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ "اَرْجِهْ" کا معنی ٹھہرو ہے۔ یعنی تو اسے مہلت دے دے (4)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ" کا معنی حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ قوم فرعون کے رئیسوں نے کہا: تو اسے اور اس کے بھائی کو روک لے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 21 | 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 20 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 24 | 5۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے کئی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ" کہ تو شہروں میں شرطہ (پولیس والے) ہرکارے (بھیج دے)(1)۔

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾

"اور آگئے جادوگر فرعون کے پاس۔ جادوگروں نے کہا یقیناً (آج تو) ہمیں بڑا انعام ملنا چاہیے اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آجائیں فرعون نے کہا بے شک اور (اس کے علاوہ) تم نزدیکان بارگاہ سے ہو جاؤ گے جادوگروں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تم (پہلے) ڈالو ورنہ ہم ہی (پہلے) ڈالنے والے ہیں آپ نے فرمایا تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا تو جادو کر دیا انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر اور خوفزدہ کر دیا انہیں اور مظاہرہ کیا انہوں نے بڑے جادو کا اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا تو فوراً وہ نگلنے لگا جو فریب انہوں نے بنا رکھا تھا تو ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو (جادو) وہ کیا کرتے تھے یوں فرعونی مغلوب ہو گئے وہاں (بھرے مجمع میں) اور پلٹے ذلیل و خوار ہو کر اور گر پڑے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے (اور) کہنے لگے ہم تو ایمان لے آئے سارے جہانوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 24

کے پروردگار پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا۔ فرعون نے کہا تم تو ایمان لا چکے ہو اس پر اس سے پہلے کہ میں (زبان سے تم کو) تمہیں اجازت دیتا۔ بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے (مل کر) کیا ہے شہر میں تاکہ تم نکال دو یہاں سے اس کے اصلی باشندوں کو۔ ابھی (اس کا انجام) تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ میں (پہلے) کٹوا دوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف طرفوں سے پھر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا سب کو۔ وہ بولے (پرواہ نہیں) ہم تو اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں اور تو کیا ناپسند کرتا ہے ہم سے بجز اس کے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیتوں پر جب وہ آئیں ہمارے پاس۔ اے ہمارے رب! انڈیل دے ہم پر صبر اور وفات دے ہمیں اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جادوگر ستر آدمی تھے۔ وہ صبح کے وقت جادوگر تھے اور شام کے وقت شہداء تھے۔ ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور دن کے آخری حصہ میں شہید تھے کیونکہ اس وقت وہ قتل کر دیے گئے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر بارہ ہزار تھے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن اسحق سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون نے پندرہ ہزار جادوگر جمع کیے (3)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ثمامہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے جادوگر ستر ہزار تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد انیس ہزار تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جادوگروں کی تعداد تیس ہزار سے کچھ زائد تھی۔ ان میں سے ہر کسی کے پاس رسی یا چھڑی تھی لیکن جب انہوں نے انہیں پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں خوفزدہ کر دیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے ستر ہزار جادوگر تھے سو انہوں نے ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کے جادو کے سبب یہ خیال آنے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اپنا عصا ڈال۔ جب آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ صاف اژدہا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا اور ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگل گیا۔ تو اس وقت جادوگر سجدے میں گر گئے۔ انہوں نے اپنے سر نہیں اٹھائے یہاں تک کہ جنت، دوزخ اور ان کے اہل کا انجام دیکھ لیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ جادوگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے حالت اسلام پر موت دی ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 926/98، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 26
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 27
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 27-28

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تین سو جادوگر فیوم کے رہنے والے تھے، تین سو عریش سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں اس بات میں شک ہے کہ ان میں سے تین سو اسکندریہ کے باسی تھے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا ہمارے لیے عطا اور فضیلت و برتری ہوگی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہوں نے موٹی رسیاں اور لمبی چھڑیاں زمین پر پھینکیں۔ تو ان کے جادو کے سبب یہ وہم ہونے لگا کہ یہ دوڑ رہی ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ "وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ" کی تفسیر میں حضرت سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو۔ تو آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر ڈال دیا۔ تو وہ تمام کے تمام سانپوں کو کھا گیا۔ پس جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو سجدے میں گر گئے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے "وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک زمین پر پھینکا۔ تو وہ سانپ کی صورت میں بدل گیا اور وہ ان کے سارے جادو، چھڑیاں اور ان کی رسیوں کو کھا گیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مَا یَاْفِكُوْنَ کا معنی یَکْذِبُوْنَ نقل کیا ہے۔ یعنی وہ نگلنے لگا جو فریب اور جھوٹ انہوں نے بنا رکھا تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ" کی تفسیر میں حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ان کی رسیوں اور چھڑیوں کو نگلنے لگا (4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جادوگر جب جمع ہوئے تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں اگر وہ جادو ہے تو وہ ہرگز غالب نہیں آئیں گے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو ابھی تم دیکھ لو گے۔ سو جب آپ نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو اس نے اسے کھا لیا جو فریب انہوں نے اپنے جادو کے سبب دے رکھا تھا اور اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔ تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو اسی وقت وہ سجدہ کرتے ہوئے گر گئے اور کہنے لگے ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے ساتھ ایمان لائے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام میں سے کئی لوگوں سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے امیر کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا: تیری کیا رائے ہے اگر میں تجھ پر غالب آ گیا تو کیا تو میرے ساتھ ایمان لے آئے گا اور تو یہ شہادت دے گا کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں وہ حق ہے؟ جادوگر نے کہا میں بالیقین کل ایسا جادو لاؤں گا جس پر کوئی جادو غالب نہیں آ سکے گا۔ قسم بخدا! اگر تم مجھ پر غالب آ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 27　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 28　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً

کہتے تو میں باقیوں تمہارے ساتھ ایمان لاؤں گا اور میں یہ شہادت دوں گا کہ آپ حق پر ہیں۔ فرعون نے ان کی اس کیفیت کو دیکھا تھا۔ اور یہ فرعون کا قول ہے " اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ " بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا۔ جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟ (1)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا " فَوَقَعَ الْحَقُّ " کا معنی ہے حق ظاہر ہو گیا اور " وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ " کا معنی ہے اور وہ فریب جو وہ کرتے تھے وہ ختم ہو گیا (مٹ گیا)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ " وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ " کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی حالت سجدہ میں اپنے وہ محلات اور منازل دیکھ لیے جو ان کے لیے بنائے جائیں گے (یعنی جو انہیں عطا کیے جائیں گے)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگر سجدے میں گرے تو ان کے لیے جنت (کے حجابات) کو اٹھا دیے گئے اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ " اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ " کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: بے شک یہ ایک فریب ہے جو تم نے شہر میں کیا تھا، جب تم دونوں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ملے تھے۔ کیا تم دونوں شہر سے اس کے باسیوں کو نکال دو گے؟ تو فرعون نے کہا میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا۔ چنانچہ اس نے انہیں قتل کر دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں اپنے کہنے کے مطابق کاٹ دیے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ جادوگر جو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جمع کیے تھے ان کے چار سردار تھے: سابور، عاذور، حطحط اور مصفّی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس وقت ایمان لائے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو دیکھا اور پھر ان کے ساتھ قوم کے تمام جادوگر ایمان لے آئے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون نے سب سے پہلے سولی دی اور اسی نے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے سب سے پہلے کاٹے تھے (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی منذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جادوگروں نے وہ پھینک دیا جو ان کے ہاتھوں میں تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا۔ تو وہ صاف اژدھا بن گیا۔ اس نے اپنا منہ کھولا جو جنگل کی شکل تھا۔ اس نے اس کا نچلا کنارہ زمین پر رکھا اور دوسرے کو اوپر اٹھایا اور جو رسیاں اور چھڑیاں انہوں نے پھینکی تھیں ان میں سے ہر شے کو نگل لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف آئے اور اسے پکڑ لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اور بنی اسرائیل سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے " اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ " ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب کے ساتھ ایمان لائے۔ تو فرعون نے کہا " اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ " الآیہ (تم ایمان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 30
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 31

لائے ہوئے تھے اس پر اس سے پہلے کہ میں (اس کے مقابلہ کی) تمہیں اجازت دیتا اور یہ سب سے پہلے تھے جن کو فرعون نے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اسی نے سب سے پہلے سولی دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ" کا معنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ضرور کاٹ دوں گا ایک سمت سے تمہارا ہاتھ اور دوسری سمت سے تمہارا پاؤں۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ دن کے پہلے حصہ میں جادوگر تھے اور آخری حصہ میں شہید تھے (1)۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

"اور کہا قوم فرعون کے سرداروں نے (اے فرعون!) کیا تو (یونہی) چھوڑے رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو تاکہ فساد برپا کرتے رہیں اس ملک میں اور چھوڑے رہے موسیٰ تجھے اور تیرے خداؤں کو۔ اس نے (بڑا غرور سے) کہا (گھبراؤ نہیں) ہم قتل کر دیں گے ان کے لڑکوں کو اور زندہ چھوڑ دیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم بے شک ان پر غالب ہیں فرمایا موسیٰ نے اپنی قوم کو (اس آزمائش میں) مدد طلب کرو اللہ سے اور صبر و استقامت سے کام لو۔ بلاشبہ زمین اللہ ہی کی ہے وارث بناتا ہے اس کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے (مخصوص) ہے"۔

امام فریابی، عبد بن حمید، ابو عبید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ "وَيَذَرَكَ وَإِلَاهَتَكَ" پڑھتے تھے اور فرماتے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑے رہے اور فرمایا کہ فرعون کی عبادت کی جاتی تھی وہ خود عبادت نہیں کرتا تھا (2) ابن الانباری نے حضرت ضحاک سے بھی یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کو چھوڑے رہے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کہا کہ إِلَاهَتَكَ کا معنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 31 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 34 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 33

عبادتك ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام تجھے اور تیری عبادت کو چھوڑ رہے ہیں(1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: تم یہ آیت "وَيَذَرَكَ" کیسے پڑھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا "وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ" تو حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں "الهتك" یعنی عبادتك ہے۔ کیا جانتے نہیں کہ فرعون کہا کرتا تھا "أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى" میں تمہارا رب ہوں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اس سے بت مراد نہیں لے رہے بلکہ "آلهتك" سے ان کی مراد تعظیم تھی، یعنی موسیٰ (علیہ السلام) تجھے اور تیری تعظیم کو چھوڑ رہے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آلهة سے مراد بت نہیں لے رہے تھے بلکہ فرعون کی تعظیم و تکریم مراد لے رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سلیمان التیمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے بکر بن عبد اللہ کے پاس یہ آیت پڑھی "وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ" تو بکر نے پوچھا: کیا تو اس طرح کی ترکیب عربی میں جانتا ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں بے شک۔ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ آگئے۔ تو بکر نے مجھے پڑھنے کو کہا۔ چنانچہ میں نے اسی طرح آیت پڑھی۔ تو حضرت حسن نے بھی کہا "وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ" تو میں نے حسن کو کہا کیا وہ (فرعون) کسی شے کی عبادت کرتا تھا؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! وہ عبادت کرتا تھا۔ سلیمان تیمی نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ اپنی گردن میں کوئی چیز رکھتا تھا اور اسی کی عبادت کرتا تھا۔ اور مزید کہا: کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ گائے کی پوجا کرتا تھا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ فرعون کے کئی الٰہ تھے جن کی وہ پوجا چھپ کر کیا کرتا تھا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب جادوگر ایمان لے آئے تو بنی اسرائیل کے چھ لاکھ افراد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی(3)۔

قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۠

"قوم موسیٰ نے کہا ہم تو ستائے گئے اس سے پہلے بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس اور اس کے بعد بھی کہ آپ آئے ہمارے پاس۔ آپ نے کہا عنقریب تمہارا رب ہلاک کر دے گا تمہارے دشمن کو اور (ان کا) جانشین بنا دے گا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 33 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 35

تمہیں زمین میں پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو ستائے گئے اللہ تعالیٰ کے آپ کو رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ کے ہمارے پاس آنے سے پہلے فرعون ہمیں دودھ کا پابند کیا کرتا تھا۔ اور جب آپ تشریف لے آئے تو اس نے ہمیں دودھ کے ساتھ موت کا بھی پابند بنا رکھا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے رب! تو فرعون کو ہلاک کر دے۔ تو کب تک اسے باقی رکھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی بے شک انہوں نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے بدلے میں انہیں ہلاک کر دے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ اللہ کے دشمن فرعون کو ختم کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا جاتا، فرعون کو یہ معلوم ہوا کہ اس سال میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری بادشاہی کو تجھ سے چھین لے گا۔ تو فرعون اس سال میں ان کے بچوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان سے ہر نر بچے کو ذبح کر دیتا پھر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کے پاس آنے کے بعد بھی بچوں کو ذبح کروایا۔ اور بنی اسرائیل کا یہی قول ہے جس کی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت اور شکوہ کر رہے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا "عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہمارے ساتھ اہل بیت ہیں وہ غالب رہیں گے اور مہربان نہیں گے، پس بنی ہاشم کی حکومت کا ہونا ضروری ہے۔ سو جن میں تم رہو ہو ان میں بنی ہاشم کو تم تلاش کرو۔ اور انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ" "عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور زمین میں (ان کا) جانشین تمہیں بنا دے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۝۱۳۰

"اور بے شک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 36

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں بِالسِّنِيْنَ کا معنی بھوک، قحط سالی ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِالسِّنِيْنَ سے مراد آفات ہیں۔ یعنی ہم نے فرعونیوں کو طرح طرح کی آفتوں کے ساتھ پکڑ لیا اور اس کے علاوہ پھلوں کی پیداوار میں کمی کر کے (انہیں گرفت میں لے لیا) (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سالہا سال تک انہیں قحط سالی کے ساتھ پکڑے رکھا اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کئے رکھی۔ بھوک اور قحط سالی ان کے جنگل میں رہنے والے اور جانور رکھنے والے لوگوں کے لیے تھی اور پھلوں کی کمی ان کے شہروں اور دیہاتوں میں بسنے والوں کے لیے تھی (3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پھلوں کی پیداوار میں کمی اس حد تک تھی کہ کھجور کے درخت پر سوائے ایک خشک کھجور کے کوئی پھل نہیں لگتا تھا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قحط سالی کے ساتھ فرعونیوں کو پکڑا تو ان کی ہر شے خشک ہو گئی، ان کے مویشی مر گئے۔ یہاں تک کہ دریائے نیل بھی خشک ہو گیا۔ وہ فرعون کے پاس اکٹھے ہوئے اور اسے کہا اگر تو اس طرح ہے جیسے تو گمان کرتا ہے تو پھر ہمارے لیے دریائے نیل میں پانی لے آ۔ اس نے جواب دیا کل صبح تمہیں پانی مل جائے گا۔ سو جب وہ اس کے پاس سے نکل گئے تو اس نے کہا میں نے کون سی شے بنائی ہے؟ کیا میں دریائے نیل میں پانی جاری کرنے پر قادر ہوں؟ کل صبح ہو گی تو وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ جب نصف رات ہوئی وہ اٹھا اور اس نے غسل کیا اور اون سے بنی ہوئی قمیص پہنی۔ پھر ننگے پاؤں باہر نکلا۔ یہاں تک کہ دریائے نیل پر پہنچ گیا اور اس کے اندر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی: اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ تو دریائے نیل کو پانی کے ساتھ بھر دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ سو تو اسے بھر دے۔ پس اسے یقین ہو گیا کہ پانی کا ریلا آئے گا۔ تو وہ باہر نکل آیا اور دریائے نیل پانی کے ساتھ اچھلنے لگا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک اور تباہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

"تو جب آتا ان پر خوشحالی (کا دور) (7) کہتے ہم مستحق ہیں اس کے اور اگر پہنچتی انہیں کوئی تکلیف (7) بدفال

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 37　　2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً

پکڑتے موسیٰ سے اور آپ کے ساتھیوں سے۔ سن لو! ان کی بد فالی تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں الْحَسَنَةُ سے مراد عافیت اور خوشحالی ہے۔ یعنی جب انہیں خوشحالی اور عافیت حاصل ہوتی تو کہتے ہم ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر انہیں کوئی مصیبت اور تنگی پہنچتی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بد فالی پکڑتے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ طٰٓئِرُهُمْ کا معنی مَصَائِبُهُمْ ہے۔ یعنی سن لو! ان کے مصائب تو (مکافات عمل کے قانون کے مطابق) اللہ کے پاس ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (سن لو! ان کے لیے مصائب اور تکالیف کا) حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں امر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے انہیں پہنچا تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اور انہوں نے کہا: کیسی ہی تو لے آئے ہمارے پاس نشانی (معجزہ) تاکہ تو جادو کرے ہم پر اس سے ہرگز نہیں ہم تم پر ایمان لانے والے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے "اِنْ مَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ" "اگر تو ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لے کر آئے"۔ تو انہوں نے یہاں میں ما زائدہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝

"پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ سب) واضح نشانیاں تھیں پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ (پیشہ ور) مجرم تھے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آیت طیبہ میں طوفان سے مراد موت ہے (4)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا طوفان سے مراد موت ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 38
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 38
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 40
5۔ ایضاً

تو انہوں نے فرعون کے پاس یہ شکوہ کیا۔ تو اس نے کہا: محسوس ایسا ہوتا ہے کہ اس نے تم پر جادو کردیا ہے؟ فرعونیوں نے کہا: ہمارے برتنوں، کنوؤں اور دریاؤں میں کوئی پانی نہیں ہے مگر ہم اس میں تازہ خون کا ذائقہ پاتے ہیں۔ تو فرعون نے پھر کہا: اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ان سے اس خون کو دور فرمادے۔ لیکن انہوں نے وعدہ پورا نہ کیا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ" میں طوفان سے مراد شدید بارش ہے یعنی ہم نے ان پر بارش بھیجی یہاں تک کہ انہیں ہلاک ہونے کا خوف ہونے لگا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: اے موسیٰ! اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لیے دعا فرمائیے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور لے جائے۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو ان سے بارش ختم ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب ان کی فصلوں کو خوب اگایا اور ان کے شہروں کو سرسبزوشاداب کردیا۔ تو انہوں نے کہا: ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم پر بارش نہ برسائی جاتی۔ ہم اپنے الہوں کو چھوڑ کر تیرے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈی کو بھیج دیا اور اس نے بڑی تیزی سے ان کی فصلوں اور پھلوں کو خراب کرنا شروع کردیا۔ تو انہوں نے پھر التجا کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ اس ٹڈی کو ہم سے دور فرمادے۔ تو عنقریب ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ٹڈی سے نجات دے دی۔ درآنحالیکہ ان کی فصلوں اور دیگر حاجات زندگی میں سے ابھی کچھ باقی تھیں۔ تو انہوں نے کہا: جو ہمارے لیے باقی بچا ہے وہ ہمیں کافی ہے۔ لہٰذا ہم تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر قمل کو بھیج دیا اور یہ ایک رینگنے والا کیڑا ہے۔ جو فصل وغیرہ ٹڈی نے چھوڑ دی تھی یہ اس میں داخل ہوگیا۔ تو وہ خوب گھبرا گئے اور انہیں ہلاکت و بربادی کا خوف ہونے لگا تو انہوں نے پھر درخواست کی: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ان کیڑے (قمل) کو ہم سے دور کردے۔ تو ہم تمہارے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دے دی۔ تو پھر وہ کہنے لگے: ہم تمہارے ساتھ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور نہ تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجنے والے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک کو بھیج دیا اور ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے اور ان کے سبب انہیں سخت تکلیف پہنچی۔ اتنی شدید اذیت کہ اس سے قبل کبھی بھی ایسی تکلیف سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ وہ اچھل کر ان کی ہنڈیوں میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے کھانوں کو خراب کردیتے تھے اور ان کی آگ بجھا دیتے تھے۔ انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجئے کہ وہ ان مینڈکوں کو ہم سے دور فرمادے۔ کیونکہ ان کے سبب ہم شدید آزمائش میں اور اذیت میں مبتلا ہیں۔ تو ہم آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مینڈکوں کو دور فرما دیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45

تو انہوں نے پھر کہہ دیا: ہم تمہارے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خون بھیج دیا۔ پس وہ خون ہی کھانے لگے اور خون ہی پینے لگے۔ پھر عرض کی: اے موسیٰ! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا فرمایئے وہ اس خون کو ہم سے دور کر دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے خون کو دور فرما دیا۔ لیکن انہوں نے پھر کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجیں گے۔ پس یہی وہ واضح نشانیاں تھیں جو ایک دوسری کے پیچھے ظاہر ہوئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت مکمل ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے انہیں پکڑا اور گہرے سمندر میں انہیں غرق کر دیا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم نے ان پر پانی، طاعون اور ٹڈی بھیجی۔ فرمایا ٹڈی ان کے دروازے سے کیلوں اور ان کے کپڑوں کو کھانے لگی اور قمل سے مراد کیڑا (یعنی جوں یا گھن ہے) اور مینڈک ان کے بستروں اور ان کے کھانوں میں داخل ہو جاتے تھے اور خون ان کے کپڑوں، پانی اور کھانے میں ظاہر ہوتا تھا(2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ٹڈی جب بنی اسرائیل پر مسلط ہوئی تو اس نے ان کے دروازوں کی حتیٰ کہ ان کے کیلوں کو بھی کھا لیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ٹڈی سمندر میں ایک مچھلی سے نکلتی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء میں اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ ایسا گوشت عطا فرمائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ وہ انہیں ایسا گوشت کھلائے جس میں خون نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹڈی عطا فرمائی۔ تو انہوں نے کہا "اَللّٰهُمَّ اَعِشْهُ بِغَيْرِ رِضَاعٍ، وَتَابِعْ بَيْنَهُ بِغَيْرِ شِيَاعٍ" "اے اللہ! اسے بغیر دودھ کے زندہ رکھ اور ان کے درمیان بغیر اشتراک کے موافقت رکھ"۔ امام بیہقی نے کہا کہ یہ روایت کی سند بیان کی نسبت اضعف ہے(3)۔

امام طبرانی، بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں حضرت زینب ربیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسے پرندے کے گوشت کا سوال کیا جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلیاں اور ٹڈی عطا فرمائی(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 45
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 49
3۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب الصید و الذبائح، جلد 9، صفحہ 259، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، ابوالشیخ نے العظمہ میں، طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ٹڈی کے بارے پوچھا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے سب سے زیادہ ہے نہ میں اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں (1)۔

امام ابوبکر البرقی نے معرفۃ صحابہ میں، طبرانی، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو زہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ٹڈی کے ساتھ جنگ نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے بہت بڑا لشکر ہے۔ بیہقی نے کہا: اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کھیتوں کو خراب و برباد کرنے کے لیے تعرض نہ کرے اور جب وہ تعرض کرے تو پھر یہ طریقہ ہے: قتال کرنا جائز ہے چاہے وہ قتل ہو یا قتل ہو۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ قتال اور قتل کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا بعید اور مشکل ہے (2)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے مغیرہ عن ابراہیم عن عبداللہ یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی کا ذکر کیا گیا تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ٹڈی کو قتل کیا تو گویا اس نے خون بہانے والے کو قتل کیا۔ علامہ بیہقی نے کہا: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں اور پھر ابراہیم اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع بھی ہے (3)۔

امام حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے مجہول راوی والی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ٹڈی آگری۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھا لیا۔ تو اس کے ایک پر پر عبرانی میں لکھا ہوا تھا "لَا يُفْدَى جَنِينِي وَلَا يُشْبَعُ آكِلِي، نَحْنُ جُنْدُ اللّٰهِ الْأَكْبَرُ لَنَا تِسْعٌ وَتِسْعُونَ بَيْضَةً وَلَوْ تَمَّتْ لَنَا الْمِائَةُ لَأَكَلْنَا الدُّنْيَا بِمَا فِيهَا" "میرا جنین کا فدیہ نہیں، مجھے کھانے والا سیر نہیں ہوتا، ہم عظیم و کبیر رب کا لشکر ہیں، ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں، اگر سو مکمل ہو جائیں تو ہم دنیا کی ہر شے کو کھا جائیں" تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ٹڈی کو ہلاک کر دے، ان میں سے بڑوں کو قتل کر دے اور چھوٹوں کو موت دے دے۔ ان کے انڈوں کو خراب اور فاسد کر دے اور مسلمانوں کے کھیتوں اور دیگر ضروریات زندگی سے ان کے منہ بند کر دے۔ بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: بعض امور میں آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ بیہقی نے کہا: یہ حدیث منکر ہے (4)۔

امام طبرانی، اسماعیل بن عبدالغافر فارسی رحمہم اللہ نے اربعین میں اور بیہقی نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: ہم یعنی میں، میرے بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس، قثم اور فضل ایک دستر خوان پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک ٹڈی آگری تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پکڑ لیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: جانتے ہیں ٹڈی کے پر پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا: میں نے اپنے ابا جان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول

1۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل الجراد، جلد 2، صفحہ 178، مطبوعہ ...

2۔ شعب الایمان، باب فصل فی ...، جلد 7، صفحہ 32، دارالکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 233

اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "ٹڈی کے پر پر لکھا ہوا ہے: إِنِّي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا رَبُّ الْجَرَادِ وَرَازِقُهَا إِذَا شِئْتُ بَعَثْتُهَا رِزْقًا لِقَوْمٍ وَإِنْ شِئْتُ عَلَى قَوْمٍ بَلَاءً" "بے شک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں ٹڈی کا رب اور اس کا رازق ہوں، جب میں چاہتا ہوں تو اسے کسی قوم کے لیے رزق بنا کر بھیج دیتا ہوں۔ اور اگر چاہوں تو کسی قوم پر آفت اور مصیبت بنا کر اسے بھیج دیتا ہوں" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا! یہ مخفی علم میں سے ہے (1)۔

امام ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: ٹڈی پر سریانی زبان میں یہ لکھا ہوا ہے: إِنِّي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي، الْجَرَادُ جُنْدٌ مِنْ جُنُودِي أُسَلِّطُهُ عَلَى مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي" "بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، ٹڈی میرے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں اسے مسلط کر دیتا ہوں"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کی مٹی سے جو فالتو بچی اس سے ٹڈی کو تخلیق فرما دیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی الحسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: طوفان سے مراد بارش، جراد سے مراد یہی ٹڈی اور قمل سے مراد وہ کیڑا ہے جو گندم میں ہوتا ہے (یعنی گھن) (2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد وہ ٹڈی ہے جو اڑ نہیں سکتی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قمل سے مراد الْقُمَّلَ (جوں) ہی ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں نے الْقُمَّلَ کے بارے میں یہ گمان کیا ہے کہ اس سے مراد پسو ہیں (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد جوئیں ہیں۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: کہ قول باری تعالیٰ "الْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ" کے متعلق مجھے بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: الْقُمَّلَ سے مراد رینگنے والا کیڑا ہے اور الضَّفَادِعَ سے مراد مینڈک ہیں (مینڈک)۔ انہوں نے استفسار کیا۔ کیا عرب اسے پہچانتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

يَلُوذُونَ النَّحْلَ مِنَ أَنَّهَا   كَأَنَّهُمْ فِي الشَّرَفِ الْقُمَّلِ

"وہ شہد کی مکھیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں جیسے کہ بلندی میں یہ لوگ الْقُمَّلِ (رینگنے والا کیڑا) ہیں"۔

ابو الشیخ نے عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ الْقُمَّلَ سے مراد دواب (ایک قسم کی ٹڈیاں) ہیں جو کہ (جراد) ٹڈی کی بچیاں ہیں۔

1۔ شعب الایمان بیہقی از امام بیہقی، جلد 7، صفحہ 233   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 41   3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 42

ابوالشیخ نے لطیف سے اور انہوں نے اہل شام میں سے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے۔ القُمَّل سے مراد پسو ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مینڈک خشکی پر رہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعونیوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے حکم سنا اور اطاعت بجا لائی۔ پھر یہ بھی اپنے آپ کو جلتی ہنڈیا میں پھینک دیتے اور کبھی تنور میں کود جاتا حالانکہ وہ جوش مار رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حسن فرمانبرداری اور اطاعت کی جزا کے طور پر انہیں پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا فرعونیوں پر مینڈک سے بڑھ کر کوئی شے تکلیف دہ اور اذیت ناک نہ تھی۔ یہ ان کی ہنڈیوں کے پاس آ جاتے حالانکہ وہ ابل رہی ہوتی تھیں۔ اور یہ اپنے آپ کو ان میں ڈال دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جزا کے طور پر پانی اور مٹی کی ٹھنڈک قیامت تک کے لیے انہیں عطا فرما دی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تم مینڈک کو نہ مارو۔ کیونکہ جب اسے فرعونیوں کی طرف بھیجا گیا تو ان میں سے ایک مینڈک چلا اور آگ سے بھرے تنور میں گر گیا۔ اس کے عوض اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے ٹھنڈی شے کے ساتھ جزا عطا فرمائی۔ جسے ہم پانی کہتے ہیں اور اس کی آواز (ٹرٹراہٹ) کو تسبیح بنا دیا۔

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن عثمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک طبیب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دوائی میں مینڈک کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے مارنے سے منع فرما دیا (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "دریائے نیل میں خون بہنے لگا۔ بنی اسرائیل صاف اور میٹھا پانی پیا کرتے تھے اور فرعونی خون سے سیراب ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ دونوں ایک برتن میں شریک ہوتے تھے۔ پس جو کچھ اسرائیلی کی طرف ہوتا وہ صاف اور میٹھا پانی ہوتا اور جو کچھ فرعونی کی طرف ہوتا وہ خون ہوتا" (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں پر خون بھیجا۔ وہ اپنے پانی سے جو چلو بھی بھرتے وہ سرخ خون ہوتا۔ حتیٰ کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ فرعون دو آدمیوں ایک قبطی اور ایک اسرائیلی کو ایک برتن پر جمع کر دیتا تو جو اسرائیلی کو حصہ ملتا وہ پانی ہوتا اور جو قبطی کو ملتا وہ خون ہوتا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "مُفَصَّلٰتٍ" کے بارے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تکبیر کو مسلط کر دیا (4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غلبہ پانے کے بعد بیس برس تک فرعونیوں میں مقیم رہے اور آپ انہیں نشانیاں دکھاتے رہے مثلاً ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون اور وہ اسلام لانے سے انکار ہی کرتے رہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 47
2۔ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب الادویۃ المکروہۃ، جلد 2، صفحہ 185، وزارت تعلیم اسلام آباد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 48
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 50

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آنے کے بعد چالیس برس تک فرعونیوں میں ٹھہرے رہے اور انہیں واضح نشانیاں دکھاتے رہے یعنی ٹڈی، جوئیں اور مینڈک۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "ایٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ تمام نشانیاں (معجزات) واضح تھیں اور ان کا ظہور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت تمام ہو جائے۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ ان نشانیوں میں سے بعض بعض کے پیچھے ظاہر ہوئیں، ہر نشانی ان میں ایک ہفتے سے دوسرے ہفتے تک ٹھہری رہتی تھی اور پھر مہینے بھر کے لیے اسے ان سے اٹھا لیا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان تمام نشانیوں میں سے ہر دو نشانیوں کے درمیان تیس دن کا فاصلہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ نو علامات نو برس میں ظاہر ہوئیں، ہر سال میں ایک نشانی ظاہر ہوئی۔

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝

"اور جب آ جاتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ! دعا کر ہمارے لیے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تم پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے دور کر دیا ان سے عذاب ایک مقررہ میعاد تک جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو فوراً انہوں نے (توبہ کا عہد) توڑ دیا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا رجز سے مراد عذاب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیتے ہوئے فرمایا تم میں ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ مینڈھا ذبح کرے۔ پھر اپنی ہتھیلی اس کے خون سے رنگ لے۔ پھر اسے اپنے دروازے پر لگا دے۔ تو قبطیوں نے بنی اسرائیل کو کہا: تم یہ خون اپنے دروازے پر کیوں لگا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کر رہا ہے۔ ہم اس سے بچ جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ قبطی نے کہا: کیا اللہ

تعالیٰ نے تمہیں یہی علامت بتائی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اسی طرح ہمیں ہمارے نبی مکرم نے حکم دیا ہے۔ پس انہوں نے صبح اسی حال میں کی کہ قوم فرعون کے ستر ہزار افراد مر چکے تھے اور شام کے وقت حالت یہ تھی کہ وہ دفن نہیں ہو سکتے تھے۔ تو اس وقت فرعون نے کہا: "ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ" "دعا کرو ہمارے لئے اپنے رب سے اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم ہٹا دو گے ہم سے یہ عذاب تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجھ پر اور ضرور روانہ کر دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل"۔ اس آیت میں رجز سے مراد طاعون ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اسے دور ہٹا دیا۔ ان تمام سے بڑھ کر فرعون نے وعدہ وفا کیا اور کہا بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو طاعون میں مبتلا کر دیا اور انہیں اس میں مشغول کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکل گئے۔ اور آپ نے بنی اسرائیل کو فرمایا اپنی ہتھیلیوں کو مٹی اور گارے میں لتھڑو اور پھر اسے اپنے دروازے پر مل لو۔ اس طرح ملک الموت تم سے رکے رہیں گے۔ فرعون نے کہا کیا کوئی ہمارے غلاموں کو روک سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ہم پکڑے جا رہے ہیں اور وہ نہیں پکڑے جائیں گے۔

امام عبد بن حمید نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ "لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ" میں رجز سے مراد طاعون ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا الرجز کا معنی عذاب ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ" میں میعاد مقررہ سے مراد ان کا غرق ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت کریمہ میں رجز سے مراد عذاب ہے اور "إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ" سے مراد وہ مخصوص تعداد ہے جو ان کے ساتھ دنوں کی مقرر تھی(2)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ" کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے وعدے پورے نہ کیے(3)۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 51   2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 52-51   3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 53

الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ۝

"پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے اور غرق کر دیا انہیں سمندر میں کیونکہ انہوں نے جھٹلایا تھا ہماری آیتوں کو اور وہ ان (آنے والے) عذاب سے بالکل غافل تھے اور ہم نے وارث بنا دیا اس قوم کو جسے ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا (انکی وراثت ہوئی) اس زمین کے مشرق ومغرب کا جس میں ہم نے برکت رکھ دی تھی اور پورا ہوگیا آپ کے پروردگار کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے متعلق بوجہ اس کے کہ انہوں نے صبر کیا تھا۔ اور ہم نے برباد کر دیا جو کیا کرتے تھے فرعون اور اس کی قوم اور (برباد کر دیے) جو بلند مکان وہ تعمیر کیا کرتے تھے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "الیم" کا معنی بحر (سمندر) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی الیم سے مراد سمندر بیان کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قول باری تعالیٰ "مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا" کی تفسیر میں حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ارض شام ہے(1)۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا: اس سے مراد ارض شام ہے(2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عبداللہ بن شوذب کا قول بیان کیا ہے کہ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا سے مراد فلسطین ہے۔

امام ابن عساکر نے زید بن اسلم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا سے مراد شام کی بستیاں ہیں(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک شام میں فرات سے عریش تک برکت رکھ دی ہے(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالاعمش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو پایا ہے کہ ان سے اس برکت کے بارے سوال کیا گیا جو سرزمین شام میں رکھی گئی ہے اس کی حد کہاں تک پہنچتی ہے؟ تو انہوں نے کہا اس کی پہلی حد عریش مصر ہے، دوسری حد ثنیہ کا کنارہ ہے، تیسری حد فرات ہے اور چوتھی حد وہ ہے جہاں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 54
2۔ ایضاً
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 143، دارالفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 144

ہیم علیہ السلام کی قبر پر برکت نازل کی گئی ہے(1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کے رب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا: عریش سے لے کر فرات تک کی مبارک زمین کو آباد کرو۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ختنہ کرایا اور مہمان کی عزت و تکریم کی(2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ دمشق کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے غلام نے بنایا ہے وہ حبشی تھا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے باہر تشریف لائے اس وقت نمرود بن کنعان نے آپ کو وہ غلام ہبہ کیا تھا۔ اس غلام کا نام دمشق تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے نام پر اس شہر کا نام رکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت بڑے اختیار سے رکھا تھا اور اس کے بعد ایک طویل زمانے تک روم اس میں حکومت پذیر رہے(3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبد الملک جزری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب دنیا مصائب و آلام اور قحط میں مبتلا تھی تو اس وقت سرزمین شام کے باسی خوش حالی، راحت و آرام اور عافیت میں تھے۔ اور جب شام تنگی اور قحط میں مبتلا تھا تو فلسطین خوش حالی اور عافیت میں تھا۔ اور جب فلسطین تکالیف اور قحط میں گرفتار ہوا تو بیت المقدس خوش حالی اور عافیت میں تھا اور فرمایا شام میں برکات رکھی گئی ہیں۔ فلسطین مقدس ہے اور بیت المقدس کو ہزار بار پاکیزہ اور متبرک کیا گیا ہے(4)۔

امام ابن عساکر نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابو سلام الاسود سے کہا: تمہیں کس چیز نے حمص سے دمشق کی طرف منتقل کیا؟ تو انہوں نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہاں برکت دوگنا ہوتی ہے(5)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی سے پوچھا: تو کہاں رہتا ہے؟ اس نے کہا: بیت لہیا الغوطہ میں رہتا ہوں تو حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے کہا: دمشق میں سکونت اختیار کرنے سے تجھے کون سی شے مانع ہے؟ کیونکہ اس میں دوگنا برکت رکھی گئی ہے(6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ سرزمین شام اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کا خزانہ ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خزانے کی طرح رکھا ہے یعنی وہاں حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے مزارات ہیں(7)۔

امام ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے شام! تو میرے شہروں میں سے بہتر اور پاکیزہ سرزمین ہے۔ میں اپنے بندوں میں سے افضل اور بہتر افراد کو تجھ میں سکونت عطا کروں گا(8)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، رویانی نے مسند میں، ابن حبان، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 198، دار الفکر بیروت　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 141　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 13
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 145　5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 251　6۔ ایضاً
7۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123　8۔ ایضاً

اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں پر قرآن کریم لکھ رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے فرمایا "طوبیٰ للشام" شام کے لیے سعادت مندی اور خیر و برکت ہے۔ عرض کی گئی (یا رسول اللہ ﷺ) وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک رحمٰن کے فرشتے وہاں کے باسیوں پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(1)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم کئی لشکر اکٹھے کرو گے اور ایک لشکر شام، مصر، عراق اور یمن سے ہوگا۔ تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے پسند فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی ضمانت عطا فرمائی ہے(2)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم کئی لشکر تیار کرو گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے انتخاب فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں میں سے چن لیا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے افضل ترین بندے سکونت پذیر ہیں۔ پس جس نے اس سے اعراض کیا تو اسے یمن کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باسیوں کی ضمانت عطا فرمائی ہے(3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے شہر کا انتخاب فرمائیے جس میں میں رہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر لازم ہے کہ شام میں رہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے شام! تو میرے شہروں میں سے چنی ہوئی عمدہ جگہ ہے۔ میں تجھ میں اپنے بندوں میں سے افضل و اعلیٰ بندے داخل کروں گا۔ اور احمد کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے: کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کی پسندیدہ اور بہترین زمین ہے اور وہ اس کے لیے اپنے بندوں میں سے بہترین بندوں کا انتخاب فرماتا ہے۔ اگر تم انکار کرو تو پھر یمن کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کی مجھے ضمانت دی ہے(4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم شام کو لازم پکڑے رہو۔ کیونکہ وہ سرزمین اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے پسندیدہ اور چنی ہوئی ہے۔ وہ اس میں اپنے بہترین اور نیک بندوں کو ہی سکونت عطا کرتا ہے اور جو انکار کرے تو اسے چاہیے کہ وہ یمن میں رہے اور اس کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے(5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 249 (2900-01)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مجمع الزوائد، کتاب المناقب، جلد 10، صفحہ 36 (16645)، دار الفکر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 39 (16654)
4۔ تاریخ مدینہ دمشق، فضائل الشام، جلد 1، صفحہ 89، دار الفکر بیروت
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 66

امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن حوالہ الازدی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک عنقریب تم کئی لشکر شام روانہ کرو گے۔ اور ایک لشکر عراق کے لیے اور ایک لشکر یمن کی طرف۔ تو حوالی نے کہا: میرے لیے انتخاب فرما دیجئے یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے اور جو کوئی نہ جا سکے تو اسے چاہیے کہ وہ یمن چلا جائے اور اسی کی نہروں سے سیراب ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اہل شام کی ضمانت دی ہے (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ اس میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ شام چلا جائے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ نازل کیا ہے میں نے اس میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شام میرا ترکش ہے۔ سو جب میں کسی قوم پر ناراض ہوتا ہوں تو اس میں سے ایک تیر ان پر پھینکتا ہوں (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ اور طبرانی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد میری امت کے لیے شام کو بڑی جلدی سے فتح کر دیا جائے گا۔ سو جب وہ اسے فتح کر لیں گے اور اس میں اتر جائیں گے تو اہل شام بحیرہ کی انتہا میں مسلسل رہتے رہیں گے۔ پس جو اس کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر اترے گا تو وہ جہاد میں ہوگا اور جو کوئی بیت المقدس اور اس کے قرب و جوار میں اترے گا تو وہ رباط (چھاؤنی) میں ہوگا (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب اہل شام میں فساد اور بگاڑ آ جائے گا تو پھر تم میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں رہے گی۔ میری امت کے ایک گروہ کی ہمیشہ مدد کی جاتی رہے گی۔ اور جو انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کریں گے وہ انہیں نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی (5)۔ ترمذی نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضمرہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ میں نے یہ سنا ہے کہ ہر نبی شام کی جانب سے مبعوث کیا گیا۔ اور اگر شام کی جانب سے نہ ہوا تو پھر اسے اس کی سیر کرائی گئی (6)۔

امام حافظ اور ابو بکر النجار رحمہما اللہ نے جزء التراجم میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثنا میں کہ میں سو رہا تھا میں نے اسلام کا ستون دیکھا جسے میرے سر کے نیچے سے اٹھایا گیا ہے اور میں نے گمان کیا کہ اسے لے جایا جا رہا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنی نگاہ کے ساتھ اس کا پیچھا کیا تو دیکھا اسے شام میں گاڑ دیا گیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 110، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفتن والملاحم، جلد 4، صفحہ 504 (8413)، بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، باب فضائل الشام، جلد 1، صفحہ 288، دار الفکر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 283
5۔ ایضاً، فضائل الشام، جلد 1، صفحہ 305
6۔ ایضاً، الشام مہاجر ابراہیم خلیل علیہ السلام، جلد 1، صفحہ 164

تم پر رہو، کیونکہ جب فتنے برپا ہوں گے تو اس وقت ایمان شام میں ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شام سر زمین محشر ومنشر ہے (یعنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد لوگوں کے جمع ہونے اور پھیلنے کی سرزمین ہے)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کرج جنگل کی چیتیں اور برتیں بڑی تیزی سے شام کی طرف جائیں گی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قاسم بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے عبداللہ کے عہد میں فرات میں طغیانی آئی تو لوگوں نے اس پر تکلیف اور کراہت کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اس کے پھیلاؤ اور طغیانی پر برا مت کہو۔ کیونکہ وہ وقت قریب ہے جب اس میں ایک طشت پانی تلاش کیا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں پایا جائے گا۔ اس وقت سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف لوٹ جائے گا۔ اس دن پانی اور بقیہ مومنین شام میں ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ملک شام ہے اور شام میں سے محبوب ترین القدس ہے اور القدس میں سے پسندیدہ جبل نابلس ہے۔ بالیقین لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اس پر رسیوں کی طرح آپس میں متحد ہو جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابلیس عراق میں داخل ہوا تو وہاں اس نے اپنی حاجت وضرورت پوری کر لی، پھر شام میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے بھگا دیا یہاں تک کہ وہ بیسان پہنچ گیا۔ پھر وہ مصر میں داخل ہوا۔ وہاں اس نے انڈے دیئے اور بچے نکالے اور بڑی عمدگی کے ساتھ سردار بن کر بچھا بچھونا (یعنی وہاں اس نے لوگوں کو خوب بہکایا اور سردار بن کر لوگوں کی راہنمائی ضلالت وگمراہی کی طرف کرنے لگا)(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شیطان مشرق میں داخل ہوا۔ تو اس نے اپنا مطلب خوب پورا کیا۔ پھر وہ ارض مقدس شام کا ارادہ کرتے ہوئے نکلا تو اسے روک دیا گیا۔ پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مغرب آ پہنچا اور خوب انڈے دیئے اور وہاں بڑی قوت وطاقت کے ساتھ پھیلا (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں کتابوں میں بارہا شام کا ذکر پاتا ہوں یہاں تک کہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شام کے علاوہ کسی کی حاجت اور ضرورت نہیں (3)۔

امام احمد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَيَمَنِنَا" اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کی: "وَفِي نَجْدِنَا" وفي لفظ: "وَفِي مَشْرِقِنَا" اور ہمارے نجد میں بھی اور ایک روایت کے الفاظ ہیں اور ہمارے

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 343 (13290)، مکتبۃ العلوم والحکم بصرہ   2۔ تاریخ مدینہ دمشق، تحت الی حرم بالقدس جلد 1 صفحہ 318

3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 123

مشرق میں بھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ" (وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا) (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر کے دس حصے ہیں ان میں سے نو شام میں ہیں اور ایک بقیہ ساری زمین میں۔ اور شر کے بھی دس حصے ہیں۔ ان میں سے ایک شام میں ہے اور نو بقیہ ساری زمین میں۔ اور جب اہل شام بگڑ جائیں گے تو تم میں خیر اور بھلائی نہیں رہے گی (2)۔

امام طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کو تقسیم کیا ہے اور اس کے دس حصے بنادیئے ہیں۔ ان میں سے نو حصے شام میں رکھے ہیں اور بقیہ ایک حصہ ساری زمین میں رکھ دیا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے شر کو تقسیم کرکے اس کے دس حصے بنادیئے ہیں۔ ان میں سے نو حصے ساری زمین میں اور ایک حصہ شام میں رکھا ہے (3)۔

امام ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم کتاب اللہ میں اس زمین کو گدھ کی صفت پر پاتے ہیں۔ لہٰذا سر شام ہے اور پر مشرق و مغرب ہیں اور دم یمن ہے۔ جب تک سر باقی رہے گا لوگ خیر و برکت کے ساتھ رہیں گے اور جب سر اتر جائے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بضرور لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جزائر عرب میں سے کوئی جزیرہ باقی نہیں رہے گا مگر اس میں شام کی طرف سے گھڑ سواروں کی ایک جماعت آئے گی، جو ان کے ساتھ اسلام کے نام پر لڑائی کریں گے، اگر وہ نہ ہوتے تو یہ کافر ہو جائیں (4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے دنیا کی مثال ایک پرندے کی صورت پر بیان کی گئی ہے، پس مصر اور بصرہ دو پر ہیں، جزیرہ چھاتی ہے، شام سر ہے، یمن دم ہے (5)۔

امام ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کا سر شام ہے (6)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بلاشبہ میں کتاب اللہ میں ایک منزل اور حد پاتا ہوں وہ یہ کہ زمین کی خرابی اور فساد شام سے چالیس سال پہلے ہوگا (7)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت بحیر بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمین کے فاسد اور خراب ہونے کے بعد چالیس سال تک شام قائم رہے گا (8)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم قیامت سے قبل حضر موت کی جانب سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو اکٹھا کردے گی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ!

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، دوم، والتی علیہا، باب کوئی، جلد 1، صفحہ 138، بیروت
2۔ ایضاً، ابن الشام من الخیر سو اعشار، جلد 1، صفحہ 154
3۔ ایضاً، اسلام ہو تی علیہا بیان، جلد 1، صفحہ 155
4۔ ایضاً، ان الشام سر والعالم، جلد 1، صفحہ 191
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 93-192
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 192
7۔ ایضاً، الشام تبقی عامر، جلد 1، صفحہ 194
8۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 195

عنہما! سو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم شام کو لازم پکڑو (یعنی اس میں سکونت اختیار کرو) (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قریب ہی یمن کی جانب سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو شام کی طرف ہنکا کر لے جائے گی۔ جب لوگ صبح کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی، جب وہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ رک جائے گی اور جب وہ شام کو چلیں گے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گی، جب تم اس کے بارے سنو تو تم شام کی طرف نکل جاؤ (2)۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عمود الکتاب (کتاب کا ستون) کو دیکھا کہ میرے تکیہ کے نیچے سے کھینچ لیا گیا ہے۔ تو میری نگاہ نے اس کا پیچھا کیا تو دیکھا کہ وہ ایک پھیلا ہوا انتہائی روشن نور ہے اور اسے شام کی طرف لے جایا گیا ہے۔ خبردار! جب فتنے برپا ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا (3)۔

ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا" کے بارے لیث بن سعد نے کہا: کہ اس سے مراد سرزمین مصر ہے اور کتاب اللہ میں بھی ارض مبارک ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے تاریخ مصر میں اور محمد بن ربیع الجیزی رحمہما اللہ نے مصر میں داخل ہونے والے صحابہ کرام کی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصر اللہ تعالیٰ کی زمین میں مٹی کے اعتبار سے انتہائی عمدہ اور صاف اور خرابیت وفساد کے اعتبار سے انتہائی بعید ہے۔ جب تک زمینوں میں سے کسی میں برکت رہے گی تب تک اس میں برکت باقی رہے گی۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو یہ تمنا کرے کہ وہ جنت کا ذکر کرے یا دنیا میں اس کی مثل دیکھے، تو اسے چاہیے کہ وہ اس وقت سرزمین مصر کو دیکھے جب اس کے کھیت سرسبز ہوتے ہیں اور اس کے پھل پکے ہوتے ہیں۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے جو یہ خواہش کرے کہ وہ جنت کی مثل دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ سرزمین مصر کو دیکھے جب سرسبز و شاداب ہو۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے قرابت کے عمل کے سبب مصر کی ولایت قائم ہے۔

امام ابن عبد الحکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کو پانچ صورتوں پر تخلیق کیا گیا ہے۔ یعنی یہ ایک پرندے کی صورت میں ہے اس کے سر، سینے، دو پروں اور اس کی دم کی صورت پر ہے۔ پس سر مکہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، المقدمۃ فی تسمیۃ الشام، جلد 1، صفحہ 85، دارالفکر بیروت   2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 86

3۔ ایضاً، المقدمۃ فی باب الفتن، حصہ 1، صفحہ 103

مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور یمن ہے جبکہ شام اور مصر ہے دایاں پر مشرق ہے، بایاں پر سند ھ اور ہند ہے۔ اور دم ذات الحمام سے لے کر سورج کے غروب ہونے کے مقام تک سارا علاقہ ہے اور پرندے میں سب سے زیادہ شر یا ناپسندیدہ دم ہوتی ہے۔

ابو نعیم نے حلیہ میں نوف سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ دنیا کو ایک پرندے کی شکل پر بنایا گیا ہے اور جب اس کے پر کٹ جائیں تو وہ گر جاتا ہے۔ بے شک مکہ کے دو پر مصر اور بصرہ ہیں، جب یہ فاسد اور برباد ہو جائیں گے تو دنیا ختم ہو جائے گی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا فرعون پر غالب آنا اور اللہ تعالیٰ کا انہیں زمین میں قدرت اور اختیار دینا ہے اور وہ چیزیں مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین سے وارث بنایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت موسیٰ بن علی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کا چوتھائی حصہ تھے اور چار سو چالیس برس تک فرعون ان پر حکمران رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کے لیے کمزور کر دیا اور انہیں آٹھ سو اسی برس تک ولایت عطا کیے رکھی۔ راوی نے کہا: پہلے زمانے میں اگر کوئی آدمی ہزار برس عمر پاتا تو وہ بالغ ہوتا یہاں تک کہ ایک سو بیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر لوگوں کو اپنے سلطان کی جانب سے کسی قسم کی آزمائش اور تکلیف میں مبتلا کیا جاتا تو وہ صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور انتظار نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اسے دور فرما دے۔ بلکہ وہ تلوار کی پناہ لیتے تھے اور اسی پر اعتماد کرتے تھے۔ قسم بخدا! وہ کسی دن بھی کسی خیر کے ساتھ نہیں آتے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا"۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ جو کچھ بنو اسرائیل کو دیا گیا وہ ان کے صبر کے بدلے دیا گیا اور اس امت نے خوفزدہ ہو کر کبھی تلوار کی پناہ نہیں لی۔ سو یہ خیر کے ساتھ آئی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب کوئی ایسا معاملہ آ جائے جو تیرے لیے مناسب اور قابل برداشت نہ ہو تو اس پر صبر کر اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے دور کرنے کا انتظار کر (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت بیان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے پاس اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا: صبر کر۔ کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے اس سے نجات عطا فرما دے گا۔ پس کچھ ہی وقت گزرا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کی معاونت کی اور انہوں نے اسے بہت کچھ عطا کیا۔ پھر وہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور اپنا سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ یہ تیرے لیے اس صبر کی جزا ہے۔

1۔ حلیۃ الاولیاء، نوف البکالی، جلد 6، صفحہ 50، مصر   2۔ کتاب الزہد، زہد ابی الدرداء، صفحہ 173، بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو عمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم سے مراد لخم اور جذام ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس قوم کے پاس تانبے سے بنی ہوئی گائے کے بت تھے اور جب سامری کے بچھڑے نے انہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اسی گائے کا ہے تو یہ بچھڑے کے معاملے کی ابتدا تھی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر حجت قائم ہو جائے۔ وہ پھر اس کے بعد ان سے انتقام لے (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے بیان کیا کہ "قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اے اللہ تیری ذات پاک ہے! یہ وہ قوم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غلامی سے نجات دی ہے اور ان کے لیے سمندر کو کاٹا۔ ان کے دشمن کو ہلاک ہوتے دیکھا اور انہیں بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ پھر انہوں نے صریح شرک کا سوال کر دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حنین کی طرف نکلے۔ تو ہم ایک بیری کے پاس سے گزرے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے لٹکانے کی جگہ قرار دیجیے جیسے کفار کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ کفار اپنے ہتھیار بیری کے درخت کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے اور اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ بات ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی کہ "ہمارے لیے بھی ایک ایسا خدا بناؤ جیسے ان کے خدا ہیں" بے شک تم ان لوگوں کے طریقہ پر چل رہے ہو جو تم سے پہلے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی نے کثیر بن عبد اللہ بن عوف کی سند سے، جو باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ ہم تعداد میں ہزار سے کچھ زائد تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے مکہ مکرمہ اور حنین فتح فرما دیے۔ حتی کہ جب ہم حنین اور طائف کے درمیان تھے۔ تو ہمارا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا۔ وہ بیری کے بہت بڑا درخت کے قریب ہوئے۔ اس کے ساتھ ڈول لٹکائے جاتے تھے اور اسے ذات انواط کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت بھی کی جاتی تھی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ سخت گرمی کے دن میں اس کے قریب دوسرے سایہ کی طرف تشریف لے گئے۔ تو آپ سے ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے لیے بھی ایک لٹکانے کی جگہ بنا دیں جیسے ان کے لیے لٹکانے کی جگہ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہی طریقہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے! جو تم نے کہا ہے یہ اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لیے بھی ایک خدا بنا دو جیسے ان کے لیے خدا ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت میں مُتَبَّرٌ کا معنی خسران (ہلاکت) ہے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 58 — 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 57

3۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 21 (27)، مکتبۃ العلوم والحکم بیروت — 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 58

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مُتَبَّرٌ کا معنی ھالك (ہلاک اور تباہ ہونے والا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مُتَبَّرٌ کا معنی الخسیر (ہلاک کرنے والا) اور فرمایا التبیر اور الباطل دونوں برابر اور ہم معنی ہیں جیسا کہ مغرور اور مجرم کے الفاظ ہیں۔ اور عرب کہتے ہیں اِنَّهُ الْبَئِسُ الْتَتَبِيرُ، وَاِنَّهُ الْبَئِسُ الْخَسِيرُ (بے شک یہ ہلاک کرنے والا خوف ہے)

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

"اور ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور مکمل کیا اسے دس مزید راتوں سے سو پوری ہوگئی اس کے رب کی میعاد چالیس راتیں۔ اور (طور پر جاتے وقت) کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا نائب رہنا میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کے راستہ پر"۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" میں جن چالیس راتوں کا ذکر ہے وہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرمی کا خیال ہے وہ تیس راتیں جن کا وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا وہ ذوالقعدہ کی ہیں۔ اور وہ دس راتیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چالیس راتیں مکمل کیں وہ ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ سال کے بقیہ ایام میں کیا جانے والا کوئی عمل بھی اس عمل سے افضل نہیں جو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کیا جائے۔ اور یہی وہ دس (راتیں) ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے میعاد مکمل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" میں ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو پیچھے چھوڑا اور ان پر حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ (اپنا نائب) مقرر کیا اور آپ خود چالیس راتیں طور پر قیام فرما رہے۔ اور اس وقت آپ پر تورات تختیوں کی صورت میں نازل ہوئی اور رب کریم نے (اپنی شان کے لائق) سرگوشی کرتے ہوئے انہیں قرب خاص عطا فرمایا اور شرف ہم کلامی سے نوازا اور آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ نے چالیس راتوں میں کوئی حدث نہیں کیا یہاں تک کہ آپ طور سے اتر آئے۔

امام عبد الرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً سے مراد ذوالقعدہ ہے اور "وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں(1)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تیس راتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں ہارون علیہ السلام کو تم میں نائب بنا رہا ہوں۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام علیحدہ ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں دس راتوں کا اضافہ فرما دیا اور آپ کی قوم کی آزمائش انہیں دس میں تھی جن کا اضافہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ پس جب تیس راتیں گزر گئیں تو سامری نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو دیکھا اور آپ کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے ایک مشت مٹی اٹھا لی۔ اور جب تیس راتیں گزر گئیں تو اس نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک تمہارے پاس فرعونیوں کے زیورات میں سے کچھ زیور ہے اور تم پر حرام ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، تا کہ ہم اسے جلا دیں۔ چنانچہ جو زیورات ان کے پاس تھے وہ لے آئے اور اس نے آگ جلائی اور پھر وہ زیور آگ میں پھینک دیا۔ پھر جب وہ زیور پگھل گیا تو اس نے مٹی کی وہ مشت آگ میں پھینک دی اور وہ بچھڑا بن گیا۔ جو کھوکھلا ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی آواز آتی تھی۔ اس نے ایک بار ڈکار کر گائے کی آواز نکالی۔ دوبارہ نہیں۔ تو سامری نے کہا: بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کو تلاش کرنے گئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ یہ ہے۔ اس کے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے "فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ" (طٰہٰ) "پھر سامری اور اس کے چیلوں نے کہا (اے فرزندان یعقوب) یہ ہے تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا پس موسیٰ بھول گئے"۔ وہ کہنے لگے: وہ اپنے رب کو تلاش کرنے کے لیے چلے اور اس سے بھٹک گئے اور وہ تو یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۔ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (طٰہٰ:86,85)" ارشاد ہوا کہ ہم نے تو آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے تمہاری قوم کو تمہارے (چلے آنے کے) بعد اور گمراہ کر دیا ہے انہیں سامری نے (یہ سنتے ہی) لوٹے موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غضبناک اور افسردہ خاطر ہو کر"۔ اسفا کا معنی حزینا یعنی غمگین اور افسردہ خاطر ہوتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا "اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ میری طرف رجوع کریں اور دس دنوں میں مجھ ہی سے دعا مانگیں۔ اس روایت میں عشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور جب دسواں دن ہو تو وہ میری طرف نکلیں۔ میں ان کی مغفرت فرما دوں گا"۔ وہب نے کہا یہی وہ دن ہے جس کو یہود نے تلاش کیا تھا اور پھر انہوں نے اس میں غلطی کی۔ اور رب کے عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں(2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ وہ آپ سے تیس دن کے بعد کلام فرمائے گا اور آپ نے ان دنوں میں

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ کتاب الزہد، صفحہ 88، بیروت

دن رات کے روزے رکھے۔ تو آپ نے ناپسند کیا کہ آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوں اور آپ کے منہ کی بو روزے دار کے منہ کی بو کی مثل ہو رہی ہو۔ آپ نے زمین کی ایک بوٹی منہ میں ڈالی اور اسے خوب چبایا۔ تو آپ کے رب نے آپ سے فرمایا: تم نے روزہ افطار کیوں کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقی کیفیت کو جانتا تھا۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیرے ساتھ کلام کرنے کو ناپسند کیا ہے مگر اس حالت میں کہ میرے منہ میں انتہائی اچھی پاکیزہ خوشبو ہو۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو نہیں جانتا کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے اچھی اور زیادہ پسندیدہ ہے۔ لہٰذا لوٹ جا اور دس دن روزے رکھ اور پھر میری طرف آ۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کچھ کیا، جس کا حکم ان کے رب نے انہیں فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو جو فرمانا تھا وہ فرما دیا (1)۔

رہا یہ ارشاد گرامی " وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ " تو اس کے بارے بزار، ابن ابی حاتم، ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر شرف کلام بخشا تو یہ کلام اس کلام کے علاوہ فرمایا جو اس دن فرمایا تھا جس دن آپ کو بلایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم سے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ تیرا وہی کلام ہے جس کے ساتھ تو نے مجھ سے کلام فرمایا؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تیرے ساتھ دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے۔ اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے اور اس سے کہیں زیادہ قوت بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر گئے۔ تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم نے رحمٰن کی اس آواز کی طرف نہیں دیکھا جو بجلی کی تیز چمک اور دل کو لبھانے والے انداز میں آتی ہے تم نے اسے سنا ہوا ہے۔ یہی وہ آواز رحمٰن کے کلام کے قریب قریب ہے لیکن بعینہٖ وہ نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید نے زوائد الزہد میں حضرت عطا بن سائب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبہ (گنبد) تھا۔ اس کی طوالت (بلندی) چھ سو گز تھی۔ اس میں آپ اپنے رب سے ہم کلام ہوا کرتے تھے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔ تو انہوں نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیرا کلام اسی طرح ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں دس ہزار زبانوں کی قوت سے تیرے ساتھ کلام کر رہا ہوں اور میرے پاس تمام زبانوں کی قوت ہے، اگر میں تیرے ساتھ اپنے کلام کے اصلی اور حقیقی انداز سے گفتگو کروں تو تو کوئی شے نہ سمجھ سکے (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے پہلے تمام زبانوں کے واسطہ سے آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو موسیٰ علیہ السلام یہ کہنے لگے: اے میرے رب! میں نہیں سمجھ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان کے ساتھ آواز کی مثل دوسری زبانوں میں آپ سے گفتگو فرمائی۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا

1۔ شعب الایمان بیہقی، جلد 3، صفحہ 427 (5309)
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 23-24، دار صادر بیروت

تیرا کلام اسی طرح ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں اگر تو میرا کلام اپنی حقیقی حالت پر سنتا تو تو کچھ بھی نہ سمجھے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے جو تیرے کلام کے مشابہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں۔ بجلی کی گرج کی آواز جو لوگوں نے سنی۔ یہی ہے وہ جو میری مخلوق میں سے میرے کلام کے مشابہ ہونے کے زیادہ قریب ہے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی گئی: تمہارے رب کا کلام مخلوق میں سے کس کے زیادہ مشابہ ہے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بجلی کی گرج جو سائی ہو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الحویرث عبد الرحمن بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسی قدر ہی گفتگو فرمائی جتنی آپ کو سننے کی طاقت رکھتے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے جمیع کلام کے ساتھ گفتگو فرماتا تو کوئی چیز بھی آپ نہ سمجھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک وہاں ٹھہرے رہے اور کوئی بھی آپ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ جو دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کی تاب نہ لا کر مر جاتا (2)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے: جب میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہونے کے لیے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ایک ہزار دو سو کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بربری زبان میں آپ سے گفتگو فرمائی اور فرمایا: اے موسیٰ! میں ایسے آپ کو ان کلمات سے تعبیر کرتا ہوں "انا اللہ اکبر" (میں اللہ ہوں، سب سے برتر اور بڑا ہوں) تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تو نے دنیا اپنے دشمنوں کو دی ہے اور اپنے دوستوں کو اس سے روکا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے دشمنوں کو دنیا عطا کی ہے تاکہ وہ اس میں تردد کرتے رہیں اور میں نے اپنے دوستوں کو اس سے منع کیا ہے تاکہ وہ عجز و انکساری اختیار کریں (3)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن مجاہد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمام زبانوں میں کلام فرمایا۔ وہ ان میں سے ایک بربری زبان ہے۔ فرمایا کہ اس نے بربری زبان میں موسیٰ علیہ السلام سے یہ کلام کی "انا اللّٰہ الکبیر"

سعید بن منصور، ابو منذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا اس دن آپ اون کا جبہ، چادر، پائجامہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور آپ کے نعلین غیر ذبح شدہ گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے (4)۔

ابو الشیخ نے عبد الرحمن بن معاویہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو چالیس دن تک آپ وہاں ٹھہرے رہے اور کسی میں آپ کو دیکھنے کی تاب نہ تھی (اور جو دیکھتا) وہ رب العالمین کے نور (کی چمک) سے مر جاتا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ بن رویم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سے

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین، جلد 2، صفحہ 629، بیروت
3۔ فردوس بماثور الخطاب، جلد 3، صفحہ 25 (5304)، مکہ مکرمہ
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 81 (76)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اپنے رب سے کلام کیا پھر عورتوں کے پاس نہیں آئے اور آپ اپنے چہرے پر نقاب پہنے رہا کرتے تھے۔ کوئی بھی آپ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ مر جاتا۔ اور آپ نے جس عورت کے لیے بھی اپنے چہرے کو ننگا کیا تو سورج کی شعاعوں کی مثل شعاعیں اسے ڈھانپ لیتیں اور وہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیتی اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہزار مقام سے گفتگو فرمائی۔ اور جب بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کلام بخشا تو آپ نے تین دن تک اپنے چہرے پر وہ نور دیکھا۔ اور جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا پھر آپ کسی زوجہ محترمہ کے قریب نہیں گئے (1)۔

امام ابن منذر نے عروہ بن رویم لخمی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی نے آپ سے کہا بے شک میں چالیس سال سے آپ سے بیوہ ہو چکی ہوں۔ آپ مجھے ایک بار تو شرف دیدار سے متمتع فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے چہرۂ اقدس سے برقع اٹھایا تو آپ کے چہرے کے نور نے اسے ڈھانپ لیا۔ اس کی نظریں چمک اٹھیں اور عرض کی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں آپ کی زوجہ ہونے کا شرف عطا کرے۔ تو آپ نے فرمایا: اس شرط پر کہ تو میرے بعد کسی اور سے شادی نہ کرے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھائے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ فصل کاٹنے والوں کے پیچھے پیچھے جایا کرتی تھیں اور جب وہ یہ دیکھتے تو وہ ان کے لیے بڑی تیزی کرتے (یعنی بڑی تیز رفتاری سے فصل کاٹتے) اور جب آپ یہ محسوس کرتیں تو آپ کتائی میں ان سے آگے نکل جاتیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد نے الزہد میں، ابو الشیخ نے کتاب العظمۃ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو کہا: اے میرے رب! تیرے کون سے بندے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: وہ بندے جو میرا ذکر کثرت سے کرتے ہیں۔ عرض کی: تیرا کون سا بندہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جیسے لوگوں کے خلاف کرتا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اس پر راضی ہو جائے جو کچھ میں اسے عطا کر دوں (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں اور عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے اچھائی نیکی اور بھلائی کے بارے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں کو ایسی چیزوں کا عادی بنا دے جن کا عادی بننا تو خود پسند کرتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور بیہقی نے جو یبر رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 50، مصر

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب کلام موسیٰ علیہ السلام، جلد 7، صفحہ 72-76، مدینہ منورہ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تین دن میں ایک لاکھ چالیس ہزار کلمات کے ساتھ گفتگو فرمائی اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام لوگوں کا کلام سنتے تو آپ انہیں ناپسند کرتے۔ کیونکہ آپ کے کانوں میں رب کریم کے کلام کی آواز پڑی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جن چیزوں کے بارے گفتگو فرمائی ان میں سے یہ بھی ہے کہ فرمایا: اے موسیٰ! عمل کرنے والوں نے دنیا میں زہد کی مثل کوئی عمل نہیں کیا۔ جو چیزیں میں نے لوگوں پر حرام کی ہیں ان سے اجتناب اور پرہیز کرکے میرا قرب اختیار کرنے والوں کی طرح کسی نے میرا قرب حاصل نہیں کیا اور میرے خوف سے رونے کی مثل عبادت گزاروں نے میری عبادت نہیں کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! اے ساری کائنات کے خدا! اے روز جزا کے مالک اور اے صاحب جلال واکرام! تو نے ان کے لیے کیا تیار کیا ہے اور تو نے انہیں کیا جزا دی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کرنے والوں کے لیے میں نے اپنی جنت مباح کر دی ہے وہ جہاں چاہیں اس میں اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں اور وہ لوگ جو میری حرام کردہ چیزوں سے بچنے والے ہیں ان کے سوا قیامت کے دن کوئی آدمی حساب و کتاب کے دوران مناقشے اور اپنے اعمال پر جرح و تفتیش سے نہیں بچ سکے گا۔ لیکن میں ان سے حیا کروں گا، انہیں عزت و تکریم سے نوازوں گا اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل فرما دوں گا اور وہ لوگ جو میرے خوف سے رونے والے ہیں پس ان کے لیے تو صرف رفیق اعلیٰ ہے اور کوئی بھی اس میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا(1)۔

امام ابو یعلیٰ، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! مجھے ایسی چیز سکھا دے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکاروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! کہو لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اسی طرح تو تیرے سارے بندے ذکر کرتے ہیں۔ رب کریم نے پھر فرمایا: کہو لا الہ الا اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: لا الہ الا انت یا رب۔ اے میرے پروردگار! میں ایسی شے کا ارادہ کرتا ہوں جسے تو میرے ساتھ خاص فرما دے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان میں موجود ہر شے، اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو ان تمام کے مقابلے میں لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہوگا(2)۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے کتاب الاولیاء میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! کون ہیں وہ جنہوں نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کیا جنہیں تو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ (ظلم و زیادتی سے) بری ہوں گے، جن کے دل پاک ہوں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو میری عظمت اور جلال کے سبب ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ لوگ ہیں کہ جب میں ذکر کرتا ہوں تو وہ میرے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور جب وہ ذکر کرتے ہیں تو میں بھی ان کے ذکر

1۔ مجمع الزوائد، جلد 8، صفحہ 73-372 (13778)، دارالفکر بیروت　　2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 710 (1936)، بیروت

کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تکلیف اور مشکل کے وقت میں اچھی طرح سے وضو کرتے ہیں، اور وہ مجھ سے ذکر کی طرف اس طرح رجوع کرتے ہیں جیسے گدھیں اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتی ہیں، اور وہ میری محبت سے اس طرح پابند ہوتے ہیں جیسے بچے لوگوں کی محبت کے مشتاق ہوتے ہیں اور میری حرام کردہ چیزوں کو جب حلال سمجھا جائے تو وہ اس طرح غضب ناک ہوتے ہیں جیسے چیتے کو جب کوئی قوم اذیت و تکلیف پہنچائے تو وہ غیظ و غضب میں ہوتا ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قصیر نے کہا کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے ان کے پاس تلاش کرو جن کے دل عجز و انکساری کرنے والے ہیں۔ میں ہر روز ایک گز ان کے قریب ہوتا ہوں، اگر اس طرح نہ ہو تو وہ گر جائیں (2)۔

امام ابن مبارک اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے بتایئے لوگوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ رب کریم نے فرمایا: کیوں؟ تو عرض کی: اس لیے تاکہ میں اس کے ساتھ محبت کروں، کیونکہ تو اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ بندہ جو زمین کے ایک کنارے میں رہ رہا ہے، اس کے بارے زمین کے دوسرے کنارے میں رہنے والے نے سنا، حالانکہ وہ اسے پہچانتا نہیں۔ پس اگر اسے وہاں کوئی مصیبت آ پہنچے (تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے) گویا وہ تکلیف اور مصیبت اسے پہنچی اور اگر اسے وہاں کوئی کانٹا چبھے (تو اسے اس طرح محسوس ہوتا ہے) گویا وہ کانٹا اسے چبھا ہے اور وہ یہ سب کچھ میرے لیے کرتا ہے تو وہی بندہ مخلوق میں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے رب! تو نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو کیا تو انہیں جہنم میں داخل کرے گا یا تو انہیں عذاب دے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: سب کے سب میری مخلوق ہیں۔ پھر فرمایا: فصل کاشت کرو۔ تو آپ نے فصل کاشت کی۔ پھر فرمایا: اسے سیراب کرو۔ آپ نے اسے پانی لگایا۔ پھر فرمایا: اس کی نگہداشت کرو۔ سو آپ اس کی نگہبانی کرتے رہے۔ پھر اسے کاٹا اور اسے اٹھا لیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میری کھیتی نے کیا کیا؟ آپ نے عرض کی: میں اس سے فارغ ہو چکا ہوں اور میں نے اسے اٹھا لیا ہے۔ رب کریم نے فرمایا: کیا تو نے اس میں سے کوئی شے چھوڑ دی ہے؟ تو آپ نے عرض کی: وہی جس میں کوئی منفعت اور خیر نہیں تھی۔ تو رب کریم نے فرمایا: اسی طرح میں بھی عذاب نہیں دوں گا مگر انہیں ہی جن میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہوگی۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ پوچھا: تیرے بندوں میں سے کون زیادہ عزیز ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ بندہ جو اسی پر قناعت کرتا ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جو لوگوں کے لیے بھی ایسے ہی فیصلے کرتا ہے جیسے اپنے لیے کرتا ہے۔ پھر عرض کی: تیرے بندوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے؟ فرمایا: جو زیادہ ڈرنے والا ہے (3)۔

1۔ کتاب الزہد، باب زہد موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 95   2۔ ایضاً   3۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 293، مطبوعہ السعادۃ مصر

امام ابوبکر بن ابی عاصم نے کتاب السنہ میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے میں چل رہے تھے تو اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق اور جبار ہے کی جانب سے آپ کو ندا آئی: اے موسیٰ۔ پس آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی (آواز دینے والے) کو نہیں دیکھا۔ پھر دوسری بار اللہ تعالیٰ نے آپ کو ندا فرمائی: اے موسیٰ بن عمران۔ پھر آپ دائیں بائیں متوجہ ہوئے لیکن کسی کو نہیں دیکھا اور آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی: اے موسیٰ بن عمران انی انا اللہ لا الہ الا انا (بلاشبہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں) تو آپ نے کہا: لبیک لبیک (اے میرے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) پھر آپ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر گئے۔ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس دن میرے عرش کے سائے میں رہے جس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا (لہٰذا) تو یتیم کے لیے رحیم و شفیق باپ کی طرح ہو جا اور بیوہ عورت کے لیے مہربان خاوند کی طرح ہو جا۔ اے موسیٰ بن عمران! تو رحم کر تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اے موسیٰ! جیسا تو کرے گا ویسا تیرے ساتھ کیا جائے گا۔ اے موسیٰ بنی اسرائیل کے نبی! جو مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ احمد (ﷺ) کا انکار کرتا ہو، میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ تو آپ نے عرض کی: احمد کون ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے زمین میں کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس سے بڑھ کر میرے نزدیک عزت و شرف والی ہو۔ میں نے زمین و آسمان اور شمس و قمر کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے یہاں تک کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت اس میں داخل ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: احمد ﷺ کی امت کون لوگ ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کی امت کے لوگ حمادون (بہت زیادہ حمد کرنے والے) ہیں۔ وہ اترتے چڑھتے اور ہر حال میں حمد کرتے ہیں، اپنی کمروں کو مضبوطی سے باندھتے ہیں اور اپنے اعضاء کو پاک رکھیں گے۔ وہ دن کے وقت روزہ دار ہوں گے اور رات کے وقت عبادت گزار، میں ان سے تھوڑا سا عمل بھی قبول کروں گا اور میں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے کے سبب جنت میں داخل کروں گا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "اِجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْکَ الْاُمَّۃِ" مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ تو رب کریم نے فرمایا "نَبِیُّھَا مِنْھَا" اس امت کا نبی انہی میں سے ہوگا۔ تو پھر عرض کی "اِجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ ذٰلِکَ النَّبِیِّ" (مجھے اس نبی کی امت میں سے بنا دے) تو رب کریم نے فرمایا "اِسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَاْخَرُوْا یَا مُوْسٰی وَلٰکِنْ سَاَجْمَعُ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ فِیْ دَارِ الْجَلَالِ" (اے موسیٰ! تو پہلے آیا ہے اور وہ بعد میں آئے گا۔ لیکن میں عنقریب تمہیں دارالجلال میں جمع فرما دوں گا)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے خدا! زبان اور دل کے ساتھ تیرا ذکر کرنے کی جزا کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن میں اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرماؤں گا اور میں اسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھوں گا۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے کون زیادہ شقی اور بدبخت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی جسے نصیحت کارگر نہ ہو اور جب وہ تنہائی

اور خلوت میں وہ تو میرا ذکر کرتے رہے (1)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! اس آدمی کی جزا کیا ہے جو یتیم کو گھر میں پناہ دیئے رکھے یہاں تک کہ وہ مستغنی ہو جائے یا کسی بیوہ کی کفالت کرتا رہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اسے اپنی جنت میں سکونت عطا کروں گا اور اس دن اسے سایہ مہیا کروں گا جس دن میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (2)۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے رب! اس کی جزا کیا ہے جس نے بیٹے پر رونے والی ماں کو صبر دلایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس دن اسے اپنا سایہ عطا فرماؤں گا جس دن میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

امام احمد بن ابی اویس رحمہ اللہ نے کتاب العلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمکلام ہونے کے لیے قریب ہوئے تو آپ نے عرش کے سائے میں ایک آدمی کو دیکھا، آپ کو اس کے مکان پر رشک آگیا، تو اس کے بارے پوچھا تو اس کے نام کے بارے تو آپ کو نہ بتایا گیا۔ البتہ اس کے عمل سے مطلع کر دیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا: یہ آدمی لوگوں کے ساتھ اس پر حسد نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل میں سے عطا فرماتا ہے۔ والدین کے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کا سلوک کرتا ہے اور چغل خوری نہیں کرتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تو کیا طلب کرنے کے لیے آیا ہے؟ عرض کی: اے میرے پروردگار! میں ہدایت طلب کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا: اے موسیٰ! تحقیق تو نے پا لی ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میری وہ لغزشیں معاف فرما دے جو زمانہ ماضی میں ہوئیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اور جو ان کے درمیان ہوئی ہیں اور وہ جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اور میں نفس کے وسوسہ اور برے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تو آپ کو کہا گیا: اے موسیٰ! تیرے لیے کافی ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! کون سا عمل تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں وہ کرتا رہوں؟ رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! میرا ذکر کیا کر۔ پھر پوچھا: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ متقی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھے بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ غنی کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اس پر قناعت کر لیتا ہے جو کچھ اسے دیا جاتا ہے۔ پھر عرض کی: اے رب! تیرے بندوں میں سے افضل کون ہے؟ فرمایا: وہ جو حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں کے علم کا طالب ہوتا ہے، شاید وہ کوئی ایسا کلمہ سن لے جو ہدایت کی جانب اس کی راہنمائی کر دے یا کوئی ردی اور بیکار عمل اس سے دور کر دے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! عمل کے اعتبار سے تیرے نزدیک تیرا کون سا بندہ محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جس کی زبان جھوٹ نہیں بولتی، اس کی شرمگاہ بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتی اور اس کا دل فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوتا۔ پھر عرض کی: اے

1۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر
2۔ ایضاً، کعب بن ماتع، جلد 2، صفحہ 20

میرے رب! کس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تخلیق میں بلند مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہو اور دن کے وقت ناحق کرنے والا ہو۔ پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: بدصورت تخلیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضاء کانپ جائیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کرے تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے وہب کی کتاب میں سے ایک تحت آدمی (فی رجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے اس حالت میں موت آ جائے کہ تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرنا۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جذام بھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جذام بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبروں کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسماء یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی: نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھو "لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ" (الرعد) "ہر مدت کے لئے ایک نوشتہ ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، باب زہد موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

میرے رب! اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: حسین تحقیق میں بندۂ مومن کا دل۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ فرمایا: وہ جو رات کے وقت مردار ہوا اور دن کے وقت باطل کرنے والا ہو۔ پھر عرض کی اس اثر پر کون ہوگا؟ فرمایا: بصیرت تحقیق میں کافر کا دل۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابو الجلد رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: جب تو میرا ذکر کرے تو تو میرا ذکر اس طرح کر کہ تیرے اعضا کانپنے لگیں۔ میرا ذکر کرتے وقت تو خشوع کرنے والا اور مطمئن ہو جا۔ اور جب تو میرا ذکر کرے تو اپنی زبان کو اپنے دل کے پیچھے رکھ۔ اور جب تو میرے سامنے کھڑا ہو تو حقیر و ذلیل بندے کے مقام پر کھڑا ہو اور اپنے نفس کی مذمت کر۔ اور یہی مذمت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جب تو میرے ساتھ کلام کرے تو خوف زدہ دل اور سچ بولنے والی زبان کے ساتھ کلام کر(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اہل کتاب میں سے ایک شخص آدمی (قیس رجل) سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! اگر تجھے کسی حالت میں موت آ جائے تو بغیر وضو کے ہو تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کر۔ مزید کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ کے ساتھ مصائب و آلام کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے مثلاً غرق ہونا، جل جانا، چوری اور ذات الجنب۔ راوی نے کہا کہ آپ نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا جہنم بھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جہنم بھی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ خیر اور بھلائی سکھاؤ اور سیکھو۔ کیونکہ میں خیر کی تعلیم دینے والے اور تعلیم حاصل کرنے والے کی قبر کو منور کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہوں میں کوئی وحشت محسوس نہیں کرتے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو رب جبار نے آپ کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی۔ تو فرمایا: اے موسیٰ! یہ کیا ہے؟ حالانکہ وہ خود بہتر جانتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! یہ مردوں کے زیور میں سے ایک شے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا اس پر میرے اسما یا کلام میں سے کچھ لکھا ہوا ہے؟ عرض کی: نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اس پر یہ لکھو " لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ" (الرعد) "ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے"۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! تو بچے کو اس کے والدین سے یتیم کر کے اسے اس طرح چھوڑ دیتا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو مجھ سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کا کفیل ہوں۔

امام ابن مبارک نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت

رب! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: وہ جو میرے متعلق زیادہ علم رکھتا ہے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! عنقریب وہ مجھ سے سوال کریں گے تیری ابتدا کیسے ہوئی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم انہیں بتانا کہ میں ہر شے سے پہلے ہوں، ہر شے کو بنانے والا ہوں اور ہر شے کے بعد بھی ہوں گا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں ابو الجلد سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے رب! مجھ پر کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے لگے کہ میں تیرے بندوں میں چنا ہوا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے موسیٰ! تو جان لے جب تو پسند کرے کہ میرے بندے تیری طرف سے گزریں، پس وہی تو ان کی طرف لے کر جائے گا (2)۔

امام احمد نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کون سی چیز ہے جو زمین میں سب سے کم رکھی گئی ہے؟ فرمایا: عدل ان اشیاء میں سب سے کم ہے جو زمین میں رکھی گئی ہیں (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن قیس رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! لوگوں میں سے کون زیادہ متقی ہے؟ فرمایا: وہ جو ذکر کرتا ہے اور بھولتا نہیں۔ پھر عرض کی: لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟ فرمایا: وہ جو اپنے علم کی خاطر لوگوں سے علم اخذ کرتا ہے۔

امام احمد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا: جو اپنی روئیت کے ساتھ مجھے ذکر کرنے والا ہو۔ پھر عرض کی: اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: وہ لوگ جو مریضوں کی بیمار پرسی کرتے ہیں، بچے کی موت پر رونے والی عورت کو صبر اور حوصلہ دیتے ہیں اور گم کردہ راہ عورت کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب پہاڑوں کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تجلی ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو تمام پہاڑوں نے فخر و تکبر کیا اور اس پہاڑ نے تواضع و انکساری کی جس پر اس نے تجلی ڈالی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں احمد بن حواری کی سند سے حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں (شان قدرت کے مطابق) جھانک کر دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھ کر تواضع کرنے والا کوئی دل نہیں پایا۔ چنانچہ اس کی تواضع کے سبب آپ کو شرف ہم کلامی کے لیے مختص فرما دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابو سلیمان کے سوا کسی اور نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تم پر اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے ساتھ کلام کرنے والا ہوں۔ تو پہاڑ فخر اور تکبر کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بندے سے کلام فرمائے گا لیکن کوہ طور

1۔ کتاب الزہد، انبیاء موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 84، بیروت — 2۔ ایضاً، صفحہ 85 — 3۔ ایضاً، صفحہ 86

4۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 45، مصر

نے تواضع اور انکساری کی اور کہا: اگر کوئی شے اس کا مقدر بنائی گئی ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔ راوی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طور کی تواضع کے سبب اس پر موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علاء بن کثیر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کیا تو جانتا ہے میں نے تیرے ساتھ کیوں کلام کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: نہیں۔ اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے کہ میں نے ایسی کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جس نے میرے لیے تیری مثل تواضع کی ہو۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی جانب وحی فرمائی: میں تم میں سے کسی پہاڑ پر نزول فرمانے والا ہوں۔ تو جبل طور کے سوا تمام پہاڑ فخر و تکبر سے بلند ہو گئے۔ صرف جبل طور نے تواضع اور انکساری کا اظہار کیا اور کہا: جو میرے لیے حصہ بنایا گیا ہے میں اس پر راضی ہوں اور امر اسی کے مطابق ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ کا یہ مفہوم ہے اگر میرے لیے کوئی مقدر کی گئی ہے تو عنقریب وہ مجھ پر آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میرے لیے تیری تواضع اختیار کرنے کے سبب اور میری قدرت کے ساتھ تو تیری رضا کے سبب میں عنقریب تجھ پر ہی نزول فرماؤں گا (2)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو خالد الاحمق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو ابلیس پہاڑ پر ظاہر ہوا۔ اچانک جبرئیل امین علیہ السلام نے اسے پا لیا اور فرمایا: اے لعین! دور ہو جا۔ کیا تو یہاں بھی کام کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں آیا ہوں اور میں موسیٰ علیہ السلام سے وہی توقع رکھتا ہوں جو میں نے ان کے باپ سے رکھی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے اسے فرمایا: اے لعین! پیچھے ہٹ جا اور دور ہو جا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام بیٹھے اور موسیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت پر رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جبے کو قوت گویائی عطا فرمائی۔ تو اس نے کہا: اے جبرئیل! یہ رونا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے انتہائی قرب میں ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح سنوں جیسے موسیٰ علیہ السلام سنتے ہیں۔ تو جبے نے کہا: اے جبرئیل! میں موسیٰ علیہ السلام کا جبہ ہوں اور میں ان کے جسم پر ہوں۔ کیا میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں یا تم؟ اے جبرئیل! میں وہ نہیں سن سکتا جو تو سنتا ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 295 (8219)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 48، مصر

"اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھوں۔ اللہ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے، البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے۔ پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر۔ پھر جب آپ کو ہوش آیا تو عرض کی: پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں"۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "قَالَ رَبِّ أَرِنِي" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے میرے رب! مجھے قوت عطا فرما کہ میں تیری طرف دیکھوں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام باری تعالیٰ سنا تو آپ میں رب کریم کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے یہ عرض کیا: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت دے کہ میں تیری طرف دیکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ "إِنَّكَ لَنْ تَرَانِي" یا شاید تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا: اے موسیٰ! کبھی بھی اس طرح نہیں ہوگا کہ کوئی مجھے دیکھے اور زندہ بھی رہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھے دیکھوں اور پھر مر جاؤں یہ تو میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے کہ میں تجھے نہ دیکھوں اور پھر زندہ رہوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اے موسیٰ! اس عظیم و طویل سخت پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا، یہ ٹوٹا نہیں اور اس نے اپنے ٹکڑے گرا کر پاش پاش نہ کر دیئے جو میری عظمت کو دیکھیں گے تو پھر تو مجھے اپنی کمزوری اور پستی کے باوجود دیکھ سکے گا اور اگر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس نے اپنی عظمت، شدت اور قوت کے باوجود یہ آپ کو دکھا دیا تو پھر تم تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور اور عاجز ہو۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابو نعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ "رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ" تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ مر جائے گا، کوئی خشک (چیز) مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ لڑھک جائے گا اور کوئی تر مجھے نہیں دیکھے گا مگر وہ متفرق ہو جائے گا۔ مجھے وہ اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہیں مریں گی اور نہ ان کے جسم بوسیدہ ہوں گے (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھو کیونکہ یہ قوت کے اعتبار سے اور خلقت کے اعتبار سے انتہائی مضبوط اور سخت ہے۔ فرمایا: پھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 67، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 142، دار صادر بیروت

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور آپ نے پہاڑ کی طرف دیکھ کر دیکھا کہ آپ وقار قائم نہیں رکھ سکا اور پہاڑ بجلی پار کی ہموار ہونا شروع ہو گیا ہے تو جب پہاڑ کو ایسا کرتے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں طور سینا پہاڑ پر آپ کو شرف کلام سے نوازوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے لے کر طور سینا تک سو فرسخ کا فاصلہ تھا۔ گرج تھی، بجلی چمک رہی تھی، کڑک تھی اور رات انتہائی ٹھنڈی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور جبل طور کی ایک چٹان کے سامنے ٹھہر گئے۔ وہاں ایک سبز درخت تھا، جس سے پانی کے قطرات گر رہے تھے اور اس کے اندر سے آگ ظاہر ہونے لگی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تعجب ہو کر ٹھہر گئے۔ تو درخت کے اندر سے آواز آئی: اے موسیٰ! حضرت موسیٰ علیہ السلام آواز سنتے ہوئے ٹھہر رہے اور کہا یہ کوئی عبرانی زبان میں مجھ سے بات کر رہا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا اے موسیٰ! میں عبرانی نہیں ہوں۔ بے شک میں اللہ رب العالمین ہوں۔ تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ستر لغات میں موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور ان میں سے ہر لغت دوسری سے مختلف تھی۔ اس مقام پر آپ کو تورات عطا فرمائی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! جو مجھے دیکھے گا وہ مر جائے گا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے خدا! مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ پس تو دیدار کے ساتھ میری موت واقع ہو جائے۔ تو طور سینا پہاڑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا: اے موسیٰ ابن عمران علیہ السلام! تو نے امر عظیم کے بارے سوال کیا ہے۔ تحقیق ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر شے اور ساتوں زمینیں اور ان میں موجود ہر شے کانپ اٹھی، پہاڑ ہل گئے ہیں۔ اور اے ابن عمران! تیرے سوال کی عظمت کے سبب سمندروں میں اضطراب آگیا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کی: اے میرے رب! مجھے دیکھنے کی قوت عطا فرما تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر ثابت و قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا۔ پھر جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک جمعہ کی مقدار اسی طرح رہے۔ پھر آپ کو افاقہ ہوا تو اپنے چہرے سے مٹی صاف کی اور یہ کہنے لگے "سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" "پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں"۔ پس اس مقام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا تھا وہ مر جاتا، تو پھر آپ نے اپنے چہرے پر حجاب ڈال لیا اور آپ اپنی گردن پھیر کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ پس اسی دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن صحرا میں گئے تو وہاں دیکھا تین آدمی قبر کھود رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے قبر مکمل کر دی۔ پس موسیٰ علیہ السلام آئے اور ان پر جھانکتے ہوئے انہیں فرمایا: یہ قبر کس کے لیے کھود رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ایک آدمی کے لیے۔ ہو یا تو آپ ہیں یا وہ آپ کی مثل ہے۔ اس کی قد و قامت آپ کے برابر ہے یا آپ کی طرح ہے۔ پس اگر آپ اس میں اتر جائیں گے تو ہم یہ قبر آپ کے لیے مخصوص کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے تو

اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا وہ آپ پر ہموار ہوگئی۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی نے الکامل میں، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں کئی اسناد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ آیت پڑھی "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" اور فرمایا "اس طرح" اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے انگوٹھے کو چھوٹی انگلی کے پورے پر رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے انگوٹھے کو اوپر والے جوڑ پر رکھا، پس پہاڑ دھنس گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں پس پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور وہ یوم قیامت تک اس میں نیچے دھنستا ہی رہے گا۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ثابت رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قول باری تعالیٰ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ" کے بارے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اتنی مقدار اپنے آپ کو ظاہر فرمایا اور آپ ﷺ نے تھوڑی سی اپنی چھوٹی انگلی ظاہر کی۔ حمید نے کہا: اے ابو محمد! تو اس سے کیا مراد لے رہا ہے؟ تو انہوں نے ان کے سینے میں ضرب لگائی اور کہا: اے حمید! تو کون ہے؟ اے حمید! تو کیا ہے؟ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان فرما رہے ہیں اور تو کہہ رہا ہے تو اس سے کیا ارادہ رکھتا ہے؟

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ پہاڑ جسے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا تھا کہ آپ اس کی طرف دیکھیں، وہ طور ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ" کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی انگلی کی مقدار تجلی ڈالی "جَعَلَهٗ دَكًّا" تو اسے مٹی بنا دیا "وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" اور موسیٰ علیہ السلام گر پڑے اور آپ پر غشی طاری تھی (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی ڈالی تو آپ دس فرسخ کی مسافت سے سخت تاریک رات میں رینگنے والی چیونٹی بالکل صاف دیکھتے تھے (عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال لما تجلى الله لموسى كان يبصر دبيب النملة على الصفا في الليلة الظلماء من مسيرة عشرة فراسخ)

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے۔ ان میں سے تین مدینہ طیبہ میں جا گرے اور وہ احد، ورقان اور رضویٰ ہیں اور تین مکہ مکرمہ میں جا گرے اور وہ حرا، ثبیر اور ثور ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 66

2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 65

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے لیے (پہاڑ پر) تجلی ڈالی تو اس کے سبب سات پہاڑ اڑ گئے، ان میں سے حجاز میں پانچ ہیں اور یمن میں دو ہیں۔ حجاز میں یہ ہیں: احد، ثبیر، حراء، ثور اور ورقان۔ اور یمن میں حصور اور صبر ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے قول باری تعالیٰ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" کی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے) موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور فرمایا "اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ" "بے شک میں اللہ ہوں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی شام تھی اور پہاڑ موقف میں تھا۔ پس وہ سات حصوں میں کٹ گیا اس کا ایک ٹکڑا سامنے جا کر گرا اور وہ وہ ہے جس کے پاس یوم عرفہ کو موقف میں امام کھڑا ہوتا ہے اور تین مدینہ طیبہ میں جا کر گرے اور وہ طیبہ، احد اور رضوی ہیں اور طور سینا شام میں اور اس کا نام طور اس لیے ہے کیونکہ یہ شام کی طرف ہوا میں اڑ گیا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے دست قدرت کی) خنصر کو ظاہر فرمایا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے "دَكًّا" کو مشدد اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابن مردویہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے "دکا" کے لفظ کو تنوین کے ساتھ بغیر مد کے پڑھا ہے (2)۔

ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت معاویہ بن قرہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس کی عظمت وجلال کے سبب چھ پہاڑ اڑ گئے اور وہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں جا کر گرے۔ جو مدینہ طیبہ میں گرے وہ یہ ہیں: احد، ورقان اور رضوی۔ اور جو مکہ مکرمہ میں گرے وہ یہ ہیں: ثور، ثبیر اور حراء۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے رب نے کلام فرمایا تو انہوں نے اپنے رب کو دیکھنا چاہا اور التجا کر دی۔ تو رب کریم نے جواب دیا "لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ" (تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے البتہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو) تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کر دیا۔ پھر ملائکہ کو آگ کے ساتھ گھیر لیا۔ پھر آگ کے اردگرد ملائکہ کو کھڑا کیا اور پھر ان کے اردگرد آگ جمع کر دی اور پھر آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی اور خنصر کی مثل تجلی ڈالی۔ تو صرف اس پہاڑ کو پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ اتنی دیر بے ہوش رہے جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو کہا "سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" یعنی میں بنی اسرائیل میں سے سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں (3)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 85 (11017)، دار الفکر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 261، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 61-58

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حجاب اٹھائے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حروف پڑھتے تھے "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" اور فرماتے وہ ٹھوس پتھر تھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اس پر تجلی ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہوکر مٹی کا ٹیلا ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ پہاڑ زمین میں دھنس گیا۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں جا گرا اور وہ اس کے بعد بھی دھنستا جا رہا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو معشر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں چالیس رات تک قیام فرما رہے اور جو کوئی آپ کی طرف دیکھتا وہ رب العالمین کے نور کے سبب مر جاتا اور اس کا مصداق کتاب اللہ میں ہے "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" فرمایا (جب آپ کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے اسے مٹی بنا دیا)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے عروہ بن رویم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالنے سے قبل پہاڑ بالکل ٹھوس اور ہموار تھے۔ ان میں غاریں اور دراڑیں نہیں تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طور پر تجلی ڈالی تو طور پاش پاش ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گئے اور ان میں یہ غاریں اور دراڑیں بن گئیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ دَكًّا کا معنی ہے ہموار زمین۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "جَعَلَهٗ دَكًّا" کا معنی ہے کہ پہاڑ کے بعض حصوں نے بعض کو گرا کر ہموار کر دیا(1)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ "وَ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی۔ مگر آپ کی روح آپ کے جسم میں ہی رہی۔ جب افاقہ ہوا تو جو دیکھا تھا اس کی عظمت و جلال کے سبب کہا: "سُبْحٰنَكَ" "اے اللہ تو اس سے پاک ہے کہ وہ تجھے دیکھ سکے" "تُبْتُ اِلَيْكَ" "میں نے سابقہ امر سے رجوع کر لیا ہوں۔" "وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" "اور سب میں پہلا تصدیق کرنے والا ہوں کہ کوئی تجھے دیکھ نہیں سکتا"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں سب سے پہلا اس پر ایمان رکھنے والا ہوں کہ تیری مخلوق میں سے کوئی شے تجھے نہیں دیکھ سکتی(2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ تفسیر بیان کی "وَ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مردہ حالت میں گر پڑے "فَلَمَّاۤ اَفَاقَ" اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اور جان آپ پر لوٹا دی "قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہ کوئی نفس تجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا اس کے ساتھ کہ وہ زندہ بھی رہے اور اس وقت سارا عالم خوف زدہ ہو جائے گا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ "تبت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 89، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 68

اعلان "میں تیرے دیدار کا سوال کرنے سے توبہ کرتا ہوں" وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ "اور میں ایمان لانے کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے اول ہوں۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگرچہ آپ سے پہلے مومن تھے۔ لیکن آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ان میں سے اول ہوں جو اس پر ایمان لائے کہ تیری مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت تک تجھے نہیں دیکھ سکے گا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے درمیان سے مجھے اختیار نہ کرو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو کر گر جائیں گے اور سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا (تو میں دیکھوں گا) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ سو میں نہیں جانتا کہ انہیں مجھ سے پہلے افاقہ ہوا یا بطور جزا بے ہوش ہو کر گرنے کے بجائے ان سے درگزر کیا گیا(1)۔

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے برگزیدہ کیا ہے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری سے اور اپنے کلام سے سو لے لو جو میں نے دیا ہے تجھے اور ہو جاؤ شکر گزار بندوں سے۔ اور ہم نے لکھ دی موسیٰ کے لیے تختیوں میں ہر چیز نصیحت پذیری کے لیے اور (لکھ دی) تفصیل ہر چیز کی۔ پھر (فرمایا) پکڑ لو اسے مضبوطی سے اور حکم دو اپنی قوم کو کہ پکڑ لیں اس کی اچھی باتیں۔ عنقریب میں دکھاؤں گا تمہیں نافرمانوں کا (برباد شدہ) گھر۔"

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم جانتے ہو میں نے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری اور اپنے کلام سے کیوں برگزیدہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا: اے میرے رب! نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے کہ تیرے سے تواضع کرنے کی مثل کسی نے تواضع نہیں کی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایسے عمل پر میری رہنمائی فرما کہ جب میں وہ عمل کروں تو اس میں جو معاملہ تو نے میرے ساتھ کیا ہے تیرا شکر ادا ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! کہو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عمل کا ارادہ کیا ہے جو ان کے جسم کو کمزور کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں

1۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، جلد 1، صفحہ 491، قدیمی کتب خانہ کراچی

فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو وہ ان تمام سے بھاری ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ''

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ تورات سونے کی قلموں سے لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیاں لکھیں اور وہ تختیوں میں قلمیں چلنے کی آواز سن رہے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ تختیاں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئیں وہ جنت کے بیری کے درخت سے بنی ہوئی تھیں اور ایک تختی کی لمبائی بارہ ہاتھ تھی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ تختیاں جنت کے زبرجد اور زمرد کی بنی ہوئی تھیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان تختیوں پر اس قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر (قرآن کریم) لکھا۔ رب کریم نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اسی کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وہ کہا کرتے تھے کہ وہ تختیاں یاقوت کی بنی ہوئی تھیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ زبرجد کی تھیں۔ ان کی کتابت سونے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ انہیں لکھا اور اہل آسمان نے قلم چلنے کی آواز سنی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو العالیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں زبرجد کی تھیں۔

ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں سبز زمرد کی تھیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم فرمایا تو وہ جنت عدن سے تختیاں لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے ساتھ ان پر اس قلم کے ساتھ لکھا جس کے ساتھ ذکر لکھا۔ اور رب تعالیٰ نے نور کی نہر سے سیاہی حاصل کی اور اس کے ساتھ تختیاں لکھیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات لکھی۔ اس وقت آپ چٹان کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے۔ تختیاں زمرد کی بنی ہوئی تھیں اور آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین سوائے حجاب کے اور کچھ نہ تھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین کے سوا کسی چیز کو مس نہیں کیا (وہ تین یہ ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا۔ جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن منذر نے حضرت حکیم بن جابر سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کو اپنے دست قدرت سے تخلیق نہیں کیا اور وہ تین یہ ہیں: جنت میں درخت اپنے دست قدرت سے لگائے اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی بنائی اور اس کے پہاڑ کستوری کے بنائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت وردان بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، قلم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، عرش کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، وہ کتاب جو اس کے پاس ہے اور کوئی غیر اس پر مطلع نہیں وہ اپنے دست قدرت سے لکھی اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ اس میں ہر شے کی تفصیل اور پند و نصائح تھے۔ جب آپ وہ لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو بچھڑے کی عبادت پر لگا ہوا دیکھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے تورات پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سات میں سے چھ حصوں کو اٹھا لیا اور ساتواں حصہ باقی رکھا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مغیث الشامی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے سوا کسی چیز کو بھی اپنے دست قدرت سے تخلیق نہیں فرمایا (وہ یہ ہیں) جنت میں اپنے دست قدرت سے درخت لگائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تورات اپنے دست قدرت سے لکھی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے السنۃ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا، جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔ پھر تمام چیزوں کے لیے فرمایا: کن یعنی ہو جا تو وہ چیزیں معرض وجود میں آ گئیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" کی تفسیر حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نقل کی ہے کہ ہر وہ شے جس کا انہیں حکم دیا گیا اور جس سے انہیں منع کیا گیا ہم نے آپ کے لیے تختیوں میں لکھ دی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے کہ جن چیزوں کا انہیں حکم دیا گیا اور جن سے انہیں منع کیا گیا ہر شے کی تفصیل اس میں موجود تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنی کتاب میں فرما رہا ہے: "اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ" (الاعراف: 144) "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ اسی طرح جانتے ہیں کہ تمام اشیاء آپ کے لیے لکھ دی گئیں جیسے تم اپنے علماء کو جانتے ہو

پھر جب آپ ساحل سمندر تک پہنچے تو آپ کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی اور آپ نے اسے گفتگو کے لیے کہا تو اس نے آپ کی فضیلت علم کا اقرار کر لیا اور گفتگو نے اسے حسد پر نہ ابھارا (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موت کی دشواری لاحق ہوئی تو انہوں نے کہا: یہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے خاص گھر میں رکھا ہوا تھا جہاں ہم پر موت طاری نہ ہوتی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں اتار دیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اگر آدم علیہ السلام کو تمہاری طرف بھیج دیا جائے تو کیا تم ان سے مباحثہ کرو گے؟ آپ نے عرض کی۔ ہاں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بھیجا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اور کہا: اگر تم لغزش نہ کرتے تو ہم یہاں نہ ہوتے۔ تو جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کی تفصیل اور نصائح عطا فرمائے ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ "مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا" (الحدید: 22) "نہیں آتی کوئی مصیبت زمین پر اور نہ تمہاری جانوں پر مگر وہ لکھی ہوئی ہے کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں"۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے) تو اس طرح حضرت آدم علیہ السلام مباحثہ میں ان پر غالب آ گئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تختیوں میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کا ذکر بھی کیا۔ اور جو کچھ اپنے پاس ان کے لیے ذخیرہ کیے ہوئے ہے اور دین کے معاملے میں انہیں آسانیاں فراہم کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کے بارے میں وسعت دی ہے جو ان کے لیے حلال کی ہیں سب تحریر کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھا: اے موسیٰ! میرے بارے میں جھوٹی قسم نہ اٹھانا۔ کیونکہ جو میرے بارے میں جھوٹی قسم اٹھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ نے "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لکھا: میری عبادت کرو اور اہل آسمان اور اہل زمین میں سے کسی شے کو بھی میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ کیونکہ وہ سب میری مخلوق ہیں کیونکہ جب میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے تو میں غضب ناک ہوتا ہوں اور جب میں غضب میں ہوتا ہوں تو میں لعنت بھیجتا ہوں اور میری لعنت اولاد کی چوتھی (نسل تک) کو پالیتی ہے۔ اور جب میری اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت

1۔ مستدرک حاکم، باب تواریخ المتقدمین من الانبیاء، جلد 2، صفحہ 528، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 71

عطا فرماتا ہوں اور میری برکت ایک امت کے بعد دوسری امت تک پہنچتی ہے۔ اور تم میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ کیونکہ میرے نام کے ساتھ جو جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اس کے عمل کو پاک نہیں کرتا اور اپنے والدین کی عزت و توقیر کرو۔ کیونکہ جو اپنے والدین کی عزت و تکریم کرتا ہے تو میں اس کی عمر کو طویل کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بچہ عطا فرماتا ہوں جو اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اور جو اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے میں اس کی عمر کو کم کر دیتا ہوں اور اسے ایسا بیٹا عطا کرتا ہوں جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور ہفتے کے دن کی حفاظت کرو کیونکہ یہی وہ آخری دن ہے جس میں میں اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے فارغ ہوا۔ تم زنا نہ کرو، نہ چوری کرو۔ اور میرے دشمن سے اپنا چہرہ پھیرنے والا ہوں گا اور اپنے اس پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا نہ کرو جو تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اپنے پڑوسی سے رابطہ قطع نہ کرو۔ اور تم اس کی بیوی کا پیچھا نہ کرو۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوحزرہ القاص سے بیان کیا ہے کہ وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں لکھیں۔ وہ یہ ہیں کہ میری عبادت کرو، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ، میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ کھاؤ، کیونکہ جو میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم کھاتا ہے میں اسے پاکیزگی اور طہارت عطا نہیں کرتا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میں تمہارے لیے تمہاری موت کو مؤخر کر دوں گا اور معنوی دوستی کرنے والے سے تمہیں بچا لوں گا۔ نہ چوری کرو اور نہ زنا کا ارتکاب کرو، ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کا نور چھپا لوں گا اور تمہاری دعا کے لیے میرے آسمانوں کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ خیانت اور دھوکہ نہ کرو، لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ایسی چیز کے بارے شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو اور تمہارے دل نے سمجھا نہ ہو۔ کیونکہ قیامت کے دن میں شہادت دینے والوں کو ان کی شہادت کی بنا پر کھڑا کروں گا۔ پھر شہادت کے بارے ان سے سوال کروں گا اور میرے سوا کسی کے لیے ذبح نہ کرو۔ کیونکہ اہل زمین کی کوئی قربانی میری طرف بلند نہیں ہوتی مگر وہی جس پر میرا نام ذکر کیا جائے(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ تم اہل ہوا (خواہش نفس کی پرستش کرنے والے) کی مجالست اختیار نہ کرو ورنہ وہ تمہارے دل میں وہ کچھ ڈال دیں گے جو اس میں نہیں تھا(2)۔

امام ابن مردویہ، ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن لال نے مکارم اخلاق میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات میں جو عطا فرمایا ان میں سے سب سے پہلے جو تختی میں لکھا ہوا ہے وہ دس ابواب ہیں۔ اے موسیٰ! میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرا کیونکہ میری جانب سے یہ قول برحق ہے کہ ضرور بالضرور مشرکین کے چہروں کو آگ میں جھلسایا جائے گا۔ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو میں تجھے معنوی دوستی کرنے والے سے محفوظ رکھوں گا اور تیری عمر میں اضافہ کر دوں گا اور تجھے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 222 (4656)، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 60 (9462)

پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھوں گا۔ پھر تجھے اس سے بہتر کی طرف پلٹا دوں گا۔ اس نفس کو قتل نہ کرو جسے میں نے حرام کیا ہے۔ ورنہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اور آسمان اپنی اطراف و اکناف کے باوجود تم پر تنگ ہو جائیں گے اور تو میری ناراضگی اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنائے گا۔ میرے نام کے ساتھ جھوٹی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے قسم اٹھاؤ۔ کیونکہ جو مجھے پاک نہیں کرتا اور میرے نام کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا میں اسے بھی پاک نہیں کرتا۔ اور میں نے لوگوں کو اپنے فضل میں سے جو کچھ عطا فرما رکھا ہے اس پر لوگوں سے حسد نہ کرو ورنہ تم ان سے میرا انعام اور رزق دور رکھنا (۔ کیونکہ حسد کرنے والا میری نعمت کا دشمن ہے، میرے فیصلے کو رد کرنے والا ہے اور میری اس تقسیم پر ناراض ہونے والا ہے جو میں اپنے بندوں کے درمیان کرتا ہوں۔ اور جو اس طرح نہ ہو جیسا میں کہتا ہوں وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں۔ (یعنی میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں) اور ایسے معاملے کی شہادت نہ دو جسے تمہارے کانوں نے سنا نہ ہو تمہاری عقل و دماغ نے یاد نہ کیا ہو اور تمہارے دل نے اس پر یقین نہ کیا ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن شہادت دینے والوں کو ان کی شہادتوں کی بنا پر کھڑا کروں گا اور پھر شہادت کے بارے ان سے انتہائی تیز سوال کروں گا۔ نہ زنا کرو، نہ چوری کرو اور نہ اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔ ورنہ میں تم سے اپنے چہرے کو چھپا لوں گا اور تمہارے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ لوگوں کے لیے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور میرے سوا کسی اور کے لیے جانور ذبح نہ کرو۔ کیونکہ میں کوئی قربانی قبول نہیں کرتا مگر وہ جس پر میرا نام لیا جائے اور وہ خالص میری رضا کے لیے ہو۔ اور ہفتہ کا دن میری عبادت کے لیے فارغ کر دو اور میری رضا کے لیے اپنی جان اور اپنے تمام اہل بیت قربان کر دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہفتہ کا دن عید بنایا ہے اور ہمارے لیے جمعہ کا انتخاب کیا ہے اور اسے ہمارے لیے عید بنا دیا ہے۔

امام ابو الشیخ نے حضرت یحییٰ بن ابی عمران رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے جو کچھ تختیوں میں لکھا ان میں سے یہ بھی ہے کہ تم اپنے بھائی کے مال اور اپنے بھائی کی بیوی کی خواہش اور آرزو نہ کرو۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے ہم نے تمہیں شوق دلایا اور تم مشتاق نہیں ہوئے۔ ہم تمہاری طرف مائل ہوئے اور تم روئے نہیں۔ خبردار! ہر رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ آسمان سے ندا دیتا ہے: اے قتل کرنے والو! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لیے ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوگی اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ چالیس برس کے لوگ اس کھیتی کی مثل ہیں جسے ہم نے کاٹ دیا ہے۔ پچاس سال کی عمر کے لوگو! حساب کی طرف آؤ، تمہارا کوئی عذر نہیں ہے۔ اے ساٹھ برس کی عمر پانے والو! تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا اور اے ستر برس کی عمر پانے والو! تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ کاش! مخلوق نہ ہوتی اور وہ پیدا نہ کیے جاتے اور جب انہیں پیدا کر دیا گیا تو وہ جانتے کہ انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔ خبردار! سنو! قیامت تمہارے قریب آ چکی ہے۔ تم اپنی احتیاط کو لازم پکڑو (1)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 178، بیروت

السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو بعد میں آئیں گے لیکن قیامت کے دن پہلے اٹھیں گے۔ وہ پیدا ہونے میں مؤخر ہیں اور جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے سابق اور مقدم ہیں پس انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اسے لوگوں کے لیے خیر امت بنا کر نکالا گیا ہے، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ سو تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کے بارے یہ پاتا ہوں کہ وہ پہلی اور آخری کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں گے اور بڑھتی ہوئی گمراہی کرنے والوں کے ساتھ قتال کریں گے یہاں تک کہ کانے کذاب کو بھی قتل کر دیں گے۔ سو انہیں تو میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے دلوں میں ہوں گی اور وہ انہیں پڑھتے ہوں گے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: "تم سے پہلے لوگ اپنی کتابیں دیکھ کر پڑھتے تھے۔ اور جب انہیں اٹھا لیا گیا تو انہیں اس کی کوئی شے نہ حفظ تھی اور نہ وہ اسے یاد کر سکتے۔ اے امت حاضرہ! بے شک حفظ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو تم سے پہلی امتوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہی اس کے لیے خاص کیا ہے اور تمہیں ہی یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے"۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ اپنے صدقات خود کھائیں گے اور ان پر انہیں اجر بھی دیا جائے گا۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: "تم سے پہلے لوگوں میں سے کوئی صدقہ کرتا تھا اور وہ اس سے قبول کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک آگ بھیجتا اور وہ اسے کھا جاتی۔ اور اگر وہ رد کر دیا جاتا تو وہ پڑا رہتا اور پرندے اور درندے اسے کھا جاتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقات تمہارے غنیوں سے فقراء کے لیے لیے ہیں اور ان کے بدلے تم پر انتہائی رحمت فرمائی ہے اور اس کے عوض تم سے بے شمار تکالیف اور مصائب کو دور اور ہلکا کیا ہے"۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا قصد کرے گا۔ پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ بھی کرے تو اس کے لیے نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب کوئی ان میں سے برائی اور گناہ کا قصد کرے تو اس کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے۔ وہ اگر اس کے مطابق عمل کرے گا تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ وہ دعائیں کریں گے اور ان کی

دعاؤں کو قبول کیا جائے گا۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینک دیں اور عرض کی: اے اللہ! تب تو مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ راوی کا بیان ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمائیں جو کسی کو نہیں دی گئیں فرمایا: یٰمُوْسٰۤى اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِكَلَامِیْ (الاعراف:144) حضرت قتادہ نے فرمایا پس اللہ تعالیٰ کے نبی راضی ہو گئے۔ پھر دوسری چیز عطا فرمائی اور وہ یہ ہے "وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ (الاعراف)" اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے"۔ فرمایا: اس طرح اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مکمل طور پر راضی ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے، اسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے اسی کی مثل دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کسی نے گناہ کا ارادہ کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جائے گا اور جب اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ اناجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو قیامت کے دن دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جائے گی جنہوں نے ان کے ساتھ عداوت رکھی یہاں تک کہ وہ کانے دجال کو بھی قتل کر دیں گے۔ تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ (الاعراف) سو اللہ تعالیٰ کے

نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کا یہ قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہونے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء اور آپ کی امت کو جو شرف و کمال عطا کیا ہے اس کے بارے ہے: اس طرح کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات پڑھی اور اس میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی مدح و توصیف کے مقام پر پہنچے تو کہا: اے میرے رب! یہ نبی کون ہے جسے اور ان کی امت کو تو نے اول بھی بنایا ہے اور آخر بھی؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو امی، عربی، حرمی، تہامی اور قاذر بن اسماعیل کی اولاد سے ہیں۔ میں نے انہیں اول بنایا ہے اس اعتبار سے کہ انہیں سب سے پہلے اٹھا کر میدان حشر میں لایا جائے گا اور میں نے انہیں آخر اس اعتبار سے بنایا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔ اے موسیٰ! میں نے ان کی شریعت کے ساتھ دوسری شریعتوں کو، ان کی کتاب کے ساتھ دوسری کتابوں کو، آپ کی سنت کے ساتھ دیگر سنن کو اور ان کے دین کے ساتھ دیگر ادیان کو ختم کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے چن لیا ہے اور مجھے شرف کلام عطا کیا ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تو میرا صفی ہے اور وہ میرا حبیب ہے۔ قیامت کے دن میں اسے ایک بلند مقام پر فائز فرماؤں گا۔ میں نے ان کا حوض دیگر حوضوں کی نسبت وسیع و عریض بنایا ہے۔ اس پر وارد ہونے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے اور ان کی اتباع کرنے والے بھی کثیر ہیں۔ عرض کی: اے میرے رب! تحقیق تو نے انہیں عزت و تکریم عطا کی اور شرف و منزلت سے نوازا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میرے لیے ضروری ہے کہ میں انہیں عزت و تکریم عطا کروں اور انہیں اور ان کی امت کو فضیلت عطا کروں۔ اس لیے کہ وہ میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور میرے تمام رسولوں کے ساتھ، میرے تمام کلمات کے ساتھ اور میرے ہر قسم کے غیب کے ساتھ اور جو ان میں ظاہر ہے یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وصال کے بعد یوم قیامت تک (وہ ایمان لائیں گے)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! کیا یہ ان کی صفت اور تعریف ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں جمعہ عطا کیا ہے یا میری امت کو؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں جمعہ تو ان کے لیے ہے، تمہاری امت کے لیے نہیں۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت یہ دیکھی ہے کہ وہ پنج کلیان ہوں گے (یعنی وہ پانچ اعضاء جو دوران وضو دھوئے جاتے ہیں وہ روشن ہوں گے) وہ کون ہیں؟ کیا وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے جن کے پانچ اعضاء وضو، وضو کے اثر کے سبب چمک رہے ہوں گے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایسی قوم کا ذکر پایا ہے جو پل صراط سے بجلی اور ہوا کی طرح گزر جائیں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا تذکرہ پایا ہے کہ وہ پانچ نمازیں پڑھیں گے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ اپنے نصف تک (یعنی نصف پنڈلی تک) چادریں پہنیں گے، وہ کون ہیں؟

فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا کہ انہیں ایک نیکی کا بدلہ دس ملیں گی اور ایک برائی کا بدلہ صرف ایک۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو اور پر سوئے ہوں گے اور کوئی حاجت (اور حرص) انہیں روک نہیں سکے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو وہ تجھ سے استخارہ کریں گے اور پھر وہ کام شروع کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے نیکوکار ان کے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کریں گے۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ بیت حرام کا حج کریں گے۔ نہ وہ اس سے ہمیشہ دور رہیں گے اور نہ وہ اس سے مطلب برآری کی کوشش کریں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی صفت میں یہ پایا ہے کہ وہ تیرے راستے میں لشکر کی صفیں باندھ کر لڑیں گے اور ان پر صبر پوری قوت کے ساتھ طاری رہے گا۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک گناہ کا ارتکاب کرے گا اور پھر وہ وضو کرے گا تو اس کا وہ گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ اور وہ نماز پڑھے گا۔ تو اس کے لیے نماز گناہ کا عوض بنانے کی بجائے اضافی اور زائد بنا دی جائے گی۔ پس وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ وہ تیرے رسولوں کی شہادت دیں گے کہ انہوں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے پایا ہے کہ وہ صدقات اپنے ہی پیٹوں میں ڈال لیں گے (یعنی وہ خود ہی کھالیں گے) وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ ان کے مال غنیمت حلال ہوگا اور دیگر امتوں کے لیے یہ حرام ہے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ ان کے لیے زمین پاکیزہ اور جائے نماز بنا دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ ذکر پایا ہے کہ ان میں سے ایک آدمی سابقہ یعنی ان سے پہلی امتوں کے تیس افراد سے بہتر ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: اے موسیٰ! وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ فرمایا: امم ماضیہ کا ایک آدمی امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کسی فرد سے تیس گنا زیادہ عبادت کرتا ہے

اور یہ ان سے تمام کتابوں کے ساتھ ایمان لانے کے سبب کئی گنا زیادہ بہتر ہے۔

عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیرے ذکر کے لیے اکٹھے ہوں گے اور اسی کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت کریں گے۔ جیسا کہ گدھیں اپنے گھونسلوں میں اترتی ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ جب وہ غصے میں ہوں گے تو تیرا ذکر کریں گے یعنی لا الہ الا اللہ کہیں گے اور جب جھگڑیں گے تو تیری تسبیح بیان کریں گے وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کے بارے یہ پایا ہے کہ وہ تیری خوشنودی کے لیے اسی طرح غضب ناک ہوں گے جیسے چیتا اپنی ذات کے لیے وقت جنگ میں غضب میں ہوتا ہے۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان کے اعمال اور ارواح کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور ملائکہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ درخت اور پہاڑ انہیں اپنے پاس سے گزرتے وقت بشارت اور خوشخبری دیں گے اس لیے کہ وہ تیری تسبیح و تقدیس بیان کریں گے، پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف دیکھا ہے کہ مصیبت کے وقت کے لیے انہیں استرجاع (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) کہنا عطا کیا گیا ہے اور انہیں مصیبت کے وقت کی نماز، رحمت اور ہدایت عطا کی گئی ہے، سو وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ تعریف پائی ہے کہ اور ان پر فرشتے ان پر صلاۃ (رحمت) بھیجتے ہیں۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کے محسن (نیکوکار) بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے میانہ رو لوگوں سے آسان سا حساب لیا جائے گا اور ان میں سے ظلم کرنے والے کو بخش دیا جائے گا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تو ان میں سے ہے اور وہ تجھ سے ہیں۔ کیونکہ تو بھی میرے دین پر ہے اور وہ بھی میرے دین پر ہیں۔ لیکن میں نے تجھے اپنی پیغامبری اور اپنے کلام کے سبب فضیلت دی ہے۔ پس تم شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا وصف اس طرح پایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں اٹھایا جائے گا تو ان کی گنتی مشرق و مغرب کے درمیان ساری جگہ کو بھر دے گی۔ ان پر موقف کو آسان کر دیا جائے گا اور دیگر امتوں میں سے کوئی بھی ان کی فضیلت کو نہیں پہنچے گا۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان کی روحیں ان کے بستروں پر قبض کی جائیں گی اور وہ میرے نزدیک شہید ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں

نے تورات میں ایک قوم کی تعریف اس طرح پائی ہے کہ وہ تیرے بارے میں کسی لومۃ لائم (ملامت کرنے والے کی ملامت) سے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت دیکھی ہے کہ وہ مومنین کے لیے انتہائی نرم ہوں گے اور کفار پر انتہائی سخت ہوں گے۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ ان میں سے صدیق تمام صدیقین سے افضل ہوگا۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! تو نے انہیں عزت و تکریم اور فضیلت دی ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! وہ اسی طرح میرا نبی، صفی اور میرا حبیب ہے۔ اور ان کی امت سب سے بہتر اور افضل امت ہے۔

پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ دیگر امتوں کے لیے جنت میں داخل ہونا حرام کیا گیا ہے یہاں تک کہ ان کا نبی اور اس کی امت جنت میں داخل ہو جائے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: اے موسیٰ! آپ کی قوم بنی اسرائیل آپ کے بعد آپ کے دین کو تبدیل کر دے گی اور آپ کی وہ کتاب جو آپ پر نازل کی گئی ہے اس میں تغیر اور تبدیلی کر دیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کی سنت کو تبدیل نہیں کرے گی اور اس کتاب کو باطل نہیں کریں گے جو ان پر نازل کی جائے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس لیے میں نے عزت و کرامت کا تاج انہیں پہنایا ہے اور انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے نبی کو افضل الانبیاء بنایا ہے۔ وہ حشر میں اول ہوں گے، زمین پھٹنے میں بھی اول ہوں گے۔ (یعنی سب سے پہلے انکی سے زمین پھٹے گی) شفاعت کرنے میں اول ہوں گے اور سب سے پہلے انہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

عرض کی۔ اے میرے رب: میں نے تورات میں ایک قوم کی یہ صفت پائی ہے کہ وہ بڑے حلیم اور علماء ہوں گے اور وہ اپنی فقاہت کے سبب انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ پس وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! انہیں اول و آخر کا علم عطا کیا گیا ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا ذکر پایا ہے کہ ان کے سامنے دستر خوان رکھا جائے گا اور وہ اسے نہیں اٹھائیں گے یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ سو وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پایا ہے کہ ان میں سے کوئی کپڑا پہنے گا اور وہ اسے نہیں جھاڑے گا یہاں تک کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تورات میں ایک قوم کا یہ وصف پاتا ہوں کہ جب وہ اپنے جانوروں کی پشتوں پر بیٹھیں گے تو وہ میری حمد و ثنا کریں گے۔ اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اے موسیٰ! وہ میرے وہ دوست (اولیاء) ہیں جن کے سبب میں آگ اور بتوں کے پجاریوں سے انتقام لوں گا۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور آپ نے اسے پڑھا تو اس میں اس امت کا ذکر پایا اور کہا: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو الآخرون السابقون ہیں۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ انا جیل ان کے سینوں میں ہوں گی۔ وہ اسے یاد پڑھیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جو مال غنیمت کھائیں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صدقہ خود کھائیں گے اور انہیں اس پر اجر دیا جائے گا۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا اور پھر وہ اس کے مطابق عمل نہ کرے تو بھی اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر اس نے اس کے مطابق عمل کیا تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جنہیں اول و آخر کا علم دیا جائے گا اور وہ ضلالت و گمراہی کے ساتھیوں اور مسیح دجال کو قتل کریں گے۔ پس تو اسے میری امت بنا دے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ) کی امت ہے۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! پھر تو مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے کر دے۔ تو اس وقت آپ کو دو خصلتیں عطا کی گئیں اور فرمایا: یٰمُوۡسٰۤی اِنِّی اصۡطَفَیۡتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیۡ وَ بِکَلَامِیۡ ۫ۖ فَخُذۡ مَاۤ اٰتَیۡتُکَ وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں راضی ہوں (1)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں عبد الرحمن معافری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم کو روتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں وہ بات جس نے تجھے رونے پر مجبور کر دیا ہے اگر اس کی خبر میں تجھے دے دوں تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ تو اس نے کہا: ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں تورات میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو سب امتوں سے بہتر اور افضل ہے جسے لوگوں کی طرف نکالا گیا ہے وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، وہ پہلی اور آخری سب کتابوں کے ساتھ ایمان لائیں گے، گمراہ لوگوں کے ساتھ جنگ کریں گے یہاں تک کہ کانے دجال کو قتل کر دیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (ﷺ)

1۔ دلائل النبوۃ از ابو نعیم، الفصل الرابع، جلد 1، صفحہ 77، بیروت

کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا ہاں (مجھے یہی بات یاد آئی جس کے سبب میں رونے لگا) حضرت کعب نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ دشمنوں سے الفت کرنے والوں کی تعریف کریں گے اور وہ فیصلے کرنے کے بڑے ماہر ہوں گے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو کام کرنے والا یہ کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں ایسا کروں گا۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اسی طرح ہے۔ پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتاب میں یہ پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرے گا اور جب کسی وادی میں اترے گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے گا۔ مٹی ان کے لیے پاکیزہ بنا دی جائے گی اور زمین ان کے لیے مسجد ہوگی۔ جہاں وہ چاہیں گے جنابت سے طہارت حاصل کر سکیں گے۔ مٹی کے ساتھ ان کا طہارت حاصل کرنا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنے کی طرح ہوگا جہاں وہ پانی نہیں پائیں گے۔ وضو کے اثر سے ان کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ تو اس عالم نے کہا: ہاں (یہی چیز مجھے رونے پر مجبور کر رہی تھی)۔ حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک کمزور و ناتواں امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کے وارث ہوں گے اور تو نے انہیں چن لیا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ (فاطر: 32) "پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیان رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے والے ہیں نیکیوں میں"۔ اور میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں پاتا مگر یہ کہ اس پر رحم کیا گیا ہے۔ پس تو انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اسی طرح ہے۔ پھر حضرت کعب نے کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی جانے والی کتاب میں پاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں دیکھا اور کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ تورات میں پاتا ہوں کہ ان کے مصاحف ان کے سینوں میں ہوں گے اور وہ اہل جنت کے کپڑوں کی طرح کو لباس پہنیں گے، اپنی نمازوں میں ملائکہ کی صفوں کی طرح صفیں باندھیں گے اور مساجد میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہوں گی۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو نیکیوں سے اس طرح بری اور خالی ہو جیسے پتھر درخت کے پتوں سے خالی ہوتا ہے۔ سو تو انہیں میری امت بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے۔ اس عالم نے کہا: ہاں اسی طرح ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خیر و برکت اور عظمت سے آگاہ ہوئے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور آپ کی امت کو نوازا تو کہنے لگے: اے کاش! میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے

پر رحم کروں گا۔ حالانکہ تو میرے بندوں پر رحم نہیں کرتا!

امام احمد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے: اے ابن آدم! میرے سامنے کھڑے ہو کر اپنی نماز میں روتے ہوئے عجز کا اظہار کر، کیونکہ میں اللہ ہوں جو تیرے دل کے قریب ہوں اور غیب سے تو میرا نور دیکھتا ہے۔ حضرت مالک نے فرمایا: اس نور سے مراد وہ حلاوت اور سرور ہے جو بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے(1)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ چار حروف ہیں جو تورات میں لکھے ہوئے ہیں: جس نے مشاورت نہ کی وہ ندامت اٹھائے گا، جس نے غنا کا اظہار کیا وہ ترجیح پا جائے گا، فقر و افلاس سرخ موت ہے اور جیسے تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ کیا جائے گا(2)۔

امام احمد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کے لیے فارغ ہو تیرا دل غنا سے بھر جائے گا اور تیرے فقر کا ازالہ ہو جائے گا اور اگر تو اس طرح نہیں کرے گا تو تیرا دل کام سے بھر جائے گا اور تیرا فقر دور نہیں ہو گا(3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں بیان سے یہ نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! اگر تو قانع ہو تو کسرہ: (یعنی کھانے کا ٹکڑا) تجھے کفایت کرے گا، خرقہ (کپڑے کا ٹکڑا) تجھے ڈھانپ دے گا اور پتھر تجھے پناہ دے گا(4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب المکی رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! جب تو غصے میں ہو تو میرا ذکر کر اور جب میں غصے میں ہوا تو میں تیرا ذکر کروں گا اور میں تجھے ان کے ساتھ ہلاک نہیں کروں گا جنہیں میں ہلاک کروں گا۔ اور جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو اپنے لیے میری نصرت پر راضی ہو جا۔ کیونکہ تیرے لیے میری نصرت اس سے بہتر ہے جو تیری نصرت اپنے آپ کے لیے ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت الحسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے تورات ہم پر بڑی بھاری اور ثقیل ہے۔ سو آپ ہمیں مجموعی طور پر ایسے امر سے آگاہ کریں جس میں تخفیف ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: آپ کی قوم نے آپ سے کیا سوال کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو خود اچھی طرح جانتا ہے۔ تو رب کریم نے فرمایا: بے شک میں نے تمہیں بھیجا ہے تاکہ ان کی جانب سے پیغام مجھے پہنچاؤ اور میری جانب سے انہیں پہنچاؤ۔ تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: کہ انہوں نے تجھ سے مجموعی طور پر ایسے امر کے بارے سوال کیا ہے جس میں تخفیف ہو اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تورات ان پر بڑی ثقیل ہے۔ تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تم انہیں یہ کہو کہ وہ میراث کے معاملات میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔ تمہارے پاس گھر میں کوئی

1۔ حلیۃ الاولیاء، مالک بن دینار، جلد 2، صفحہ 359، مطبعۃ السعادۃ مصر
2۔ حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، جلد 4، صفحہ 49، مطبعۃ السعادۃ مصر
3۔ ایضاً خیثمہ، جلد 4، صفحہ 17-16
4۔ کتاب الزہد، صفحہ 18، بیروت

آدمی بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور یہ کہ کھانے کے بعد اسی طرح وضو کریں جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ پس انہوں نے اسے بہت ہلکا سمجھا۔ پھر وہ اس پر بھی کاربند نہ رہ سکے۔ راوی نے کہا: تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: جو بات کرے تو وہ جھوٹ نہ بولے، جو وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے، جسے امین بنایا جائے تو وہ خیانت نہ کرے، اور تم اپنے ہاتھوں، آنکھوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے وہ آدمی جس کا علم بڑھتا ہے اس میں خوف اور اضطراب بھی بڑھتا ہے اور فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے وہ آدمی جس کا پڑوسی گناہ کا عمل کرتا ہو اور وہ اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک تورات میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم! تو میری یاد دلاتا ہے اور خود مجھے بھلا دیتا ہے۔ تو میری طرف دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ میں تجھے رزق دیتا ہوں اور تو عبادت میرے غیر کی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ اور ان کے بیٹے نے ولید بن عمر رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: اے ابن آدم! اپنے ہاتھوں کو حرکت دے تیرے لیے رزق کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور جن کاموں کا تجھے حکم دیتا ہوں ان میں میری اطاعت کر۔ پس میں بذات خود ان امور کو بہتر جانتا ہوں جو تیری اصلاح کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ نے عقبہ بن زینب رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: ابن آدم پر توکل نہ کر، کیونکہ ابن آدم فانی ہے۔ بلکہ تو اس حی (زندہ) پر توکل کر جسے موت نہیں آئے گی۔ اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر موت آگئی تو اور کون ہے جسے موت نہیں آئے گی؟

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اس کتاب میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی کہ جو آدمی دنیا سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مبغوض جانتا ہے اور جو دنیا سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے محبت فرماتا ہے۔ اور جو دنیا کی عزت و تکریم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے اور جو دنیا کو ذلیل و حقیر جانتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزت و تکریم عطا کرتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عروہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے چاہیے کہ تیرا چہرہ کشادہ اور خنداں ہو اور تیرا کلام حسین اور پاکیزہ ہو تو لوگوں کے نزدیک ان لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہو جائے گا جو انہیں عطیات دیتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: جیسے تم رحم کرتے ہو اسی طرح تم پر رحم کیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی اسرائیل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 212 (25308)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 215 (25385)

میں دعا کرتے تھے "اَللّٰهُمَّ لَيِّنْ قَلْبِيْ بِالتَّوْرٰةِ وَلَا تَجْعَلْ قَلْبِيْ قَاسِيًا كَالْحَجَرِ" "اے اللہ! میرے دل کو تورات کے ساتھ نرم کر دے اور میرے دل کو پتھر کی طرح سخت نہ کر"(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجتماعی عمل کے بارے سوال کیا۔ تو آپ کو کہا گیا: غور کر لو کہ وہ کام جس کے بارے تم چاہتے ہو کہ لوگ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہوں تو ایسے کام میں تم بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش اور حفاظت کے ساتھ پکڑ لو۔ اور دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد دار الکفار ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کا معنی ہے پس تم اسے پوری کوشش کے ساتھ پکڑ لو۔ اور "وَاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا" کا معنی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اسے پکڑیں اس سے زیادہ قوت اور مضبوطی کے ساتھ، جس کے ساتھ آپ کی قوم کو حکم دیا گیا(2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے امر کو پوری قوت اور کوشش کے ساتھ پکڑا جائے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ "بِقُوَّةٍ" کا معنی بطاعة ہے یعنی تم اسے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے پکڑو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا "بِقُوَّةٍ" کا معنی بجد واجتهاد ہے یعنی تم اسے پوری کوشش اور محنت کے ساتھ پکڑ لو۔ اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ پکڑیں وہ سب اچھی باتیں جو اس میں پاتے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ "سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ" کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا عنقریب میں تمہیں آخرت میں فاسقوں کا ٹھکانہ اور انجام دکھاؤں گا۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد دنیا میں ان کے (برباد شدہ) گھر ہیں(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد جہنم ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے "سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ" کی تفسیر میں کہا کہ فاسقین کے گھروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اٹھایا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان کی طرف دیکھ لیا(4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے مراد مصر ہے۔

1۔ کتاب الزہد، اخبار موسیٰ علیہ السلام، صفحہ 85، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 72-71
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 157، (41)، الصمیعی ریاض

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾

"میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں (کی توجہ) کو جو غرور کرتے پھرتے ہیں زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیوں کو (تو بھی) نہ ایمان لائیں ان پر اور اگر دیکھ بھی لیں راہ رشد و ہدایت تب بھی نہ بنائیں اسے (اپنا) راستہ اور اگر دیکھیں گمراہی کے راستہ کو تو (جھٹ) بنا لیں اسے (اپنا) راستہ یہ (ساری غلط روی) اس لیے ہے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (ہمیشہ) رہے ان سے غفلت برتنے والے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو ضائع ہو گئے ان کے سارے عمل۔ کیا انہیں جزا دی جائے گی سوائے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے؟ (ہرگز نہیں)"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ" کا معنی حضرت سدی رحمۃ اللہ یوں فرماتے ہیں: میں اپنی آیات میں غور و فکر کرنے سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو غرور و تکبر کرتے ہیں۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے یہ معنی بیان کیا ہے کہ میں ان کی توجہ پھیر دوں گا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے اور ان نشانیوں سے جو ان میں پائی جاتی ہیں کہ وہ ان میں غور و فکر کریں یا ان میں تدبر کرتے ہوئے ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ اس آیت کا معنی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ان سے قرآن کریم کا فہم اور سمجھ چھین لوں گا۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾

"اور بنا لیا قوم موسیٰ نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا جو محض ڈھانچہ تھا اس سے گائے کی سی آواز آتی تھی کیا نہ دیکھا انہوں نے کہ وہ نہ بات کر سکتا ہے ان سے اور نہ انہیں ہدایت کی راہ بتا

مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝

"اور جب واپس آئے موسیٰ اپنی قوم کی طرف غضبناک (اور) غمگین ہو کر (تو) بولے (اے قوم!) بہت بری جانشینی کی ہے تم نے میری میرے بعد۔ کیا تم نے جلد بازی کی اپنے رب کے فرمان سے اور (غصہ سے) پھینک دیں تختیاں اور پکڑ لیا سر اپنے بھائی کا (اور) کھینچا اسے اپنی طرف۔ ہارون نے کہا: اے میری ماں جائے! اس قوم نے کمزور سمجھا مجھے اور قریب تھا کہ قتل کر دیں مجھے۔ سو نہ ہنساؤ مجھ پر دشمنوں کو اور نہ شمار کرو مجھے اس ظالم قوم کے ساتھ۔ موسیٰ نے التجا کی: اے میرے رب! بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے تمام رحم کرنے والوں سے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ اَسِفًا کا معنی حزینا (غمگین ہونا) ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے اس عمل پر غمگین ہو کر جو آپ کے بعد آپ کی قوم نے کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اَسِفًا کا معنی غمگین ہونا ہے۔ اور سورۂ زخرف میں ہے "فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا" (الزخرف: 55) "پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا"۔ تو اس کے بارے آپ فرماتے ہیں کہ اس میں یہ لفظ غصہ دلانے اور ناراض کرنے کے معنی میں ہے۔ گویا الاسف دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک غضب (غصہ) اور دوسرا الحزن (غم)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَسِفًا کا معنی جزعًا (غم و فکر کا اظہار کرنا) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الاسف غضب کے بعد اس سے شدید تر ایک مقام ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 78، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اَسِفًا سے مراد شدید غضب ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، بزار، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح فرمایا ہے کہ وہ فتنے میں مبتلا کیے جا چکے ہیں، وہ دیکھی ہوئی چیز کی طرح نہیں ہوتی جس کی فقط خبر دی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی قوم گمراہ ہو گئی ہے تو آپ نے تختیاں نہیں پھینکیں اور جب آپ نے انہیں دیکھا اور مشاہدہ کر لیا تو تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں اور ان میں سے جو ٹوٹ گئیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غصے اور غضب میں ہوتے تو آپ کی ٹوپی آگ سے بھڑک اٹھتی۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں پھینکیں تو وہ ٹوٹ گئیں اور ان میں سے چھٹے حصے کے سوا سب اٹھا لی گئیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تختیوں میں نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی۔ اور جب انہوں نے انہیں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سات حصوں میں سے چھ کو اٹھا لیا اور ساتواں باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ" (الاعراف: 154) "اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی"۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد ان کے بارے میں ہے جو ان میں سے باقی رہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سبع مثانی عطا کی گئیں، ان سے مراد طوال (سات لمبی سورتیں) ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ عطا کی گئیں۔ پھر جب انہوں نے تختیاں پھینک دیں تو ان میں سے دو اٹھا لی گئیں اور چار باقی رہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے "وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ" کے تحت حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ تختیوں سے پانچ چیزیں اٹھا لی گئیں اور لوگوں کے لیے انہیں جاننا ضروری نہیں تھا۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ" (لقمان: 34) الی آخر الآیہ۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو تفصیل چلی گئی اور صرف ہدایت باقی رہی۔

امام ابن منذر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تختیاں نو تھیں۔ ان میں سے دو اٹھا لی گئیں اور سات باقی رہ گئیں۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ "وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 271، دار صادر بیروت

بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے (کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ آیتیں) بچھڑے والوں کے ساتھ خاص کردیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾

"بے شک جنہوں نے بنایا بچھڑے کو معبود جلدی ہی پہنچے گا انہیں غضب ان کے رب کی طرف سے اور رسوائی دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں بہتان باندھنے والوں کو"۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ایوب سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابو قلابہ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا: کہ یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے کے لیے یہی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر دے گا(1)۔

ابن ابی حاتم نے "وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ" کے بارے حضرت سفیان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تو کسی بدعتی کو نہیں پائے گا مگر تو اسے ذلیل و رسوا پائے گا۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا "إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" (2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ زمین میں کوئی بدعتی نہیں مگر یہ کہ وہ اسی ذلت و رسوائی پاتا ہے جو اسے ڈھانپ لیتی ہے اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ لوگوں نے استفسار کیا: یہ کہاں ہے؟ تو آپ نے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا "إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ..... الآیہ"؟ تو لوگوں نے کہا: اے ابو محمد! یہ تو بچھڑے والوں کے لیے خاص ہے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ اس کا بعد والا حصہ پڑھو "وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ" یہ جزا یہ قیامت تک ہر بہتان باندھنے والے اور بدعت کا ارتکاب کرنے والے کے لیے ہے۔

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۳﴾

"اور جنہوں نے کیے برے کام پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے۔ بے شک آپ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت سے زنا کرتا ہے اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ"۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 90

2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 72 (5522)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

"اور جب فرو ہو گیا موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ تو اٹھا لیا ان تختیوں کو اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبرجد کی سات تختیوں میں تورات عطا فرمائی۔ ان میں ہر شے کی وضاحت اور پند و نصائح تھیں۔ تورات لکھی ہوئی تھی۔ پس جب آپ لے کر آئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو آپ نے تورات اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سر سے پکڑ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سات میں سے چھ اٹھا لیں اور ساتویں باقی رہی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا آپ نے تختیوں کو اٹھایا تو ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تحریر ان میں سے باقی رہنے والی تختی میں تھی۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے کہا کہ وہ تختیاں زمرد کی تھیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں پھینکا تو ان سے تفصیل جاتی رہی اور ہدایت اور رحمت باقی رہی۔ اور آپ نے پڑھا "وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ" (اعراف: 145) اور پھر یہ آیت پڑھی "وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ" فرمایا اس میں تفصیل کا ذکر نہیں کیا گیا۔

امام عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا (اعراف: 155) کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان افراد کو چنا تا کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ مل کر آپ کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا حکم قائم رکھیں۔ اور فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (اعراف: 155) کے بارے فرمایا کہ زلزلے نے انہیں بھی پکڑ لیا جب ان کی قوم کو پکڑا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے: اس کے بعد کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر افراد کو لے کر نکلے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے اور یہ التجا کرنے لگے کہ وہ ان سے عذاب کو ٹال دے، دور فرما دے۔ لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ بھی معصیت اور گناہ میں اسی طرح واقع ہوئے ہیں جیسے ان کی قوم۔ ابو سعد نے کہا کہ میرے سامنے محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا ہے کہ ان کی دعا اس لیے قبول نہیں کی گئی کہ انہوں نے انہیں بے حیائی اور گناہ سے منع نہیں کیا۔ اور نہ انہیں نیکی کا حکم دیا۔ پس زلزلے نے انہیں گرفت میں لے لیا تو وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام عبد بن حمید نے حضرت فضیل بن عیسیٰ بن ابی رقاشی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: کیا تم ہمارے چچا کے بیٹے اور ہم میں سے نہیں ہو اور تم گمان یہ کرتے ہو کہ تم نے رب العزت کے ساتھ کلام کیا ہے۔ پس ہم تمہارے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو بالکل ظاہر دیکھ لیں۔ جب ان کے سوا ہر شے کا انہوں نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ آپ اپنی قوم میں سے ستر افراد چن لیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر افراد کو چن لیا پھر آپ نے انہیں کہا تم نکل چلو۔ پس جب وہ ظاہر ہوئے میدان میں پہنچ گئے تو آپ وہاں سے کہ ان کے پاس آئے جو پیچھے ان کے لیے تھیں تھا اور انہیں زلزلے نے پکڑ لیا۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ تو ہمیں واپس لوٹا دے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: اب میرے پاس کوئی اختیار نہیں۔ تم نے ایک شے کے بارے سوال کیا پس وہ تمہارے پاس آگئی۔ چنانچہ وہ سارے کے سارے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا: اے موسیٰ! تم واپس لوٹ جاؤ۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! کہاں لوٹ چلوں؟ "قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۚ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا" (الاعراف: 155) "تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ اس (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے۔" الیٰ قولہ۔ "فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الآیہ" (الاعراف: 156) حضرت عکرمہ نے کہا: اس دن اس امت کے لیے رحمت لکھی گئی۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت ہارون علیہ السلام کے وصال کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو ساتھ لے کر پہاڑ کی غار کی طرف چلو۔ کیونکہ میں ہارون علیہ السلام کی روح قبض کرنے والا ہوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے چل پڑے۔ جب وہ غار کے پاس پہنچ گئے تو اس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں ایک چارپائی پڑی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر لیٹ گئے اور پھر اس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا: اے ہارون! یہ جگہ کتنی حسین اور اچھی ہے۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام اس پر لیٹ گئے تو ان کی روح قبض کر لی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے دونوں غم زدہ حالت میں بنی اسرائیل کی طرف لوٹ آئے، تو انہوں نے آپ سے کہا: ہارون علیہ السلام کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان کا وصال ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں بلکہ تم نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ تم یہ جانتے تھے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا میں اپنے بھائی کو قتل کر سکتا ہوں۔ جسے میں نے بطور وزیر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا تھا اور اگر میں ان کے قتل کا ارادہ کرتا تو کیا ان کا بیٹا مجھے چھوڑ دیتا؟ بنی اسرائیل نے کہا: نہیں تم نے انہیں قتل کیا ہے۔ کیونکہ تم ہماری وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: تم ستر افراد چن لو۔ پس آپ انہیں ساتھ لے کر چلے اور راستے میں دو آدمی بیمار ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے اردگرد خط کھینچ کر حصار بنا دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادے اور بنی

اسرائیل چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو وہاں جا کر آپ نے فرمایا: اے ہارون! تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے کسی نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ میں فوت ہوا ہوں۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! تو آپ یا تو ہمارے لیے اپنے رب سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمیں انبیاء بنا دے۔ راوی کا بیان ہے تو انہیں زلزلے نے انہیں پکڑ لیا۔ تو وہ سب گر پڑے اور وہ ستر بھی گر پڑے جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے یہ التجا کرتے ہوئے اٹھے: "رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا"۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا اور وہ سب اپنی قوم کی طرف انبیاء بن کر لوٹے (1)۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝

"اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدہ ملاقات کے لیے۔ پھر جب پکڑ لیا انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے تو موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انہیں اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ (غلطی) کے جو کی (چند) احمقوں نے ہم سے نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش۔ تو گمراہ کرتا ہے اس سے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے پس بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور امام ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم میں سے ستر افراد چننے کا حکم فرمایا۔ جب آپ نے ستر آدمی چن لیے اور انہیں لے کر نکلے یہ ان میں نکلے اور یہ اس لیے کیا تاکہ وہ اپنے رب سے اس کے بارے دعا کریں۔ جس کے بارے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! تو ہمیں وہ شے عطا فرما جو ہمارے بعد کسی کو عطا نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو ناپسند فرمایا اور انہیں زلزلے کے جھٹکوں نے پکڑ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ التجا کی: "رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" وہ کہہ رہے تھے یہ نہیں ہے مگر تیرا عذاب جسے تو جیسا چاہتا ہے اس میں مبتلا کر دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اسے اس سے پھیر دیتا ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت نوف حمیری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر افراد کو اپنے رب کے وعدہ ملاقات کے لیے چن لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 89، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 89

تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دوں گا، تمہارے گھروں میں تمہیں راحت و سکون عطا کروں گا۔ اور تمہیں اس لائق بنا دوں گا کہ تم تورات اپنے دلوں میں محفوظ کر کے یاد پڑھو گے۔ چنانچہ تم میں سے مرد اور عورتیں تورات پڑھیں گی، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات پڑھیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزہ بنا دیا ہے۔ تو انہوں نے کہا: ہم عبادت کرنا نہیں چاہتے مگر صرف عبادت گاہوں میں۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے گھروں میں تمہیں راحت و سکون عطا کرے گا۔ تو انہوں نے کہا: ہم نہیں چاہتے مگر وہ ایسا ہی جیسے تابوت میں تھا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس لائق بنا دے گا کہ تم تورات یاد پڑھو گے، پس تمہارے مرد اور عورتیں، آزاد اور غلام، چھوٹے اور بڑے سبھی تورات یاد کر لیں گے۔ انہوں نے کہا: ہم تو اسے دیکھ کر پڑھنا چاہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا اور تو نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنایا ہے۔ تو مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ پھر آپ نے عرض کی: تو مجھے اس امت میں سے بنا دے۔ رب کریم نے فرمایا: تم انہیں ہرگز نہیں پا سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں اپنی قوم کا وفد لے کر تیرے پاس حاضر ہوا اور تو نے انہیں دوسروں کے لیے پیغام رساں بنا دیا ہے۔ راوی کا قول ہے: پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی نازل فرمائی: وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ (الاعراف) "اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے"۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔ نوف نے کہا: کیا تم رب العالمین کی حمد نہیں کرتے جو تمہارے پیچھے رہے اور تمہاری وصیت پر شاہد ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہارے کان بنائے ہیں اور تمہارے لیے دوسروں کو پیغام رساں بنایا ہے؟

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت نوف بکالی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی چنے تو آپ نے انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف وفد بن کر چلو اور اس سے سوال کرو۔ پس ایک سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھا اور ایک سوال ان کا تھا۔ پس جب وہ طور کے پاس پہنچے اور وہ جگہ آگئی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا: تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔ تو انہوں نے کہا: اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (نساء: 153) "(اے موسیٰ) دکھا دو ہمیں اللہ کھلم کھلا"۔ فرمایا: وہ بڑی غیرت والا ہے، کیا تم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہو؟ فرمایا: یہی ہمارا سوال ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کھلم کھلا کراؤ۔ تو انہیں زلزلے نے آ لیا اور وہ

سب کر چکا ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں بنی اسرائیل میں سے ستر افراد تیرے پاس لایا ہوں۔ سو تو انہیں ان کی طرف واپس لوٹا دے۔ کیونکہ اب میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ میں بنی اسرائیل کو کیسے مطمئن کروں گا۔ کیا وہ مجھے سچا تسلیم نہیں کریں گے؟ پھر آپ سے کہا گیا: تم اپنا مسئلہ پیش کرو۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو انہیں دوبارہ زندہ کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا۔ تو اس طرح ان کا سوال اور آپ کا سوال بھی ختم ہو گیا اور اس دعوت کو اس امت کے لیے بنا دیا گیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید رقاشی رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ستر افراد عمر کے لحاظ سے تیس سال سے اوپر تھے اور چالیس سال کو ابھی نہیں پہنچے تھے۔ اور یہ اس لیے تھا کہ تیس سال سے اوپر کی عمر میں جہالت اور بچپنا ختم ہو جاتا ہے اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی عقل اور فہم و فراست سے کوئی شے بھی مفقود نہیں پاتا۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لِمِیْقَاتِنَا" کا معنی وعدہ کی جگہ ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی تکمیل وعدہ کے لیے چنے اور "فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" کے بارے کہا: پھر جب انہیں زلزلہ (کے جھٹکوں) نے پکڑ لیا تو وہ مر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ "اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ" کا معنی ہے کہ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فتنہ سے مراد مشیت ہے یعنی یہ نہیں ہے مگر تیری مشیت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! بے شک اس سامری نے انہیں بچھڑا بنانے کا حکم دیا ہے۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ اس میں روح کس نے پھونکی ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لیے مقررہ جگہ پر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک تمہارے بعد تمہاری امت کو آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! انہیں کیسے آزمایا جا رہا ہے۔ حالانکہ تو نے انہیں فرعون سے نجات دی ہے تو نے انہیں سمندر سے بچایا ہے اور تو نے ان پر انعام فرمایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! انہوں نے تیرے بعد ایک بچھڑا بنا لیا ہے جو اتنا واضح ہے اس سے گائے کی آواز آتی ہے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تو اس میں روح کس نے ڈالی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: میں نے۔ تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! پھر تو نے انہیں گمراہ کیا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! اے رأس النبیین! اے ابو الحکماء! میں نے یہ ان کے دلوں میں دیکھا تو میں نے اسے ان کے لیے آسان بنا دیا۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی عمر عدنی نے مسند میں، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

قول نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا، انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اس لیے کہ اگرچہ وہ بچھڑے پر رضامند نہیں تھے لیکن انہوں نے اس سے روکا نہیں تھا۔

عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ستر افراد پاکیزہ لباس پہنتے تھے، ایسے کپڑے جن کا سوت باکرہ عورت کاتتی اور اسے بنتی تھی۔ پھر وہ پوری رات کی صبح کھلے میدان کی طرف نکلے اور زمین میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تو جو کچھ بھی اس دن اس قوم نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے وہ اس امت کو عطا فرمایا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ستر افراد جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے چنا تھا وہ سیاہ خضاب سے پہچانے جاتے تھے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

"اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں بھی۔ بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔ اللہ نے فرمایا: میرا عذاب، پہنچاتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر۔ سو میں لکھوں گا اس کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں۔ پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔"

امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے اپنی سواری کو بٹھایا پھر اسے باندھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا کی: اے اللہ! مجھ پر اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحم فرما۔ اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے وسیع رحمت کو محدود کر دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں اور ان میں سے ایک رحمت (زمین پر) نازل فرمائی جس کے سبب ساری مخلوق جن و انس اور چوپائے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس رکھیں (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت ہے جس کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرتی ہے اور جانور اپنی اولاد کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے ننانوے رحمتیں مؤخر کر رکھی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف اور ابن مردویہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اسی دن اس نے سو رحمتیں بھی پیدا فرمائیں۔ ان میں سے ہر رحمت زمین و آسمان کے مابین ہر شے کو محیط ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک رحمت زمین کی طرف اتاری۔ اسی کے سبب ساری مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے، والدہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت اور پیار کرتی ہے، اسی کے سبب پرندے اور درندے ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں اور اسی کے سبب ساری مخلوق زندگی گزارتی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ یہ رحمت اپنی مخلوق سے کھینچ لے گا اور پھر متقی لوگوں کو عطا فرما دے گا۔ اور اس میں ننانوے رحمتوں کا اضافہ بھی فرمائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: "وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اپنے دین میں فسق و فجور کرنے والا اور اپنی معیشت میں احمقانہ پن اپنانے والا بالضرور جنت میں داخل ہوں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! وہ ضرور بہ ضرور جنت میں داخل ہوگا جس کے گناہ آگ مٹا دے گی۔ اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اتنی وسیع مغفرت فرمائے گا کہ ابلیس کو بھی رحمت پہنچنے کی امید لگنے لگے گی (4)۔

امام احمد، عبد بن حمید نے مسند میں، ابو یعلیٰ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ نے اظہار فخر کیا۔ پس جہنم نے کہا: اے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 312، دار صادر بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب التوبہ، جلد 17، صفحہ 57 (2735)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 60-61، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 169، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صفات اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، آپ بد خلق اور تند خو نہیں ہیں اور نہ ہی آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرما لیتے ہیں۔ آپ کی امت ہر حال میں حمد و ثنا بیان کرنے والی ہے (2)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے اعراب میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کچھ مال لے کر مدینہ طیبہ میں تجارت کے لیے آیا۔ جب میں اپنی فروخت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا: میں ضرور بضرور اس آدمی سے ملاقات کروں گا اور اس کی باتیں سنوں گا۔ پس وہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان ملے، اس حال میں کہ وہ دونوں چل رہے تھے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا یہاں تک کہ وہ دونوں ایک یہودی کے پاس آئے جو تورات کو کھول کر پڑھ رہا تھا اور اس کے ساتھ اپنے آپ کو اپنے قریب الموت بیٹے کے غم سے تسلی اور حوصلہ دے رہا تھا۔ اس کا بیٹا انتہائی حسین اور خوبصورت نوجوان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: میں تجھے اس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی! کیا تو اپنی کتاب میں میرا ذکر ان صفات کے ساتھ اور میرے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتا ہے؟ تو اس نے اپنے سر کے ساتھ اس طرح اشارہ کیا کہ نہیں۔ تو اس کے بیٹے نے کہا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے تورات نازل فرمائی! بے شک ہم اپنی کتاب میں آپ کی یہ صفات اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پھر فرمایا: اپنے بھائی کو یہودی کے پاس سے ہٹا دو۔ بعد ازاں اس کے کفن اور اس پر نماز جنازہ کا اہتمام فرمایا۔

امام ابن سعد، بخاری، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے بارے بتائیے جو تورات میں ہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔ قسم بخدا! قرآن کریم میں موجود صفات میں سے بعض تورات میں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (الاحزاب) "اے نبی (مکرم)! ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا"۔ اور آپ امیوں کی حفاظت فرمانے والے ہیں، آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بد خلق ہیں اور نہ ہی تند خو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف فرما دیں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ آپ کے سبب ٹیڑھی ملت صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے اور وہ یہ کہنے لگیں: لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور آپ کے سبب اللہ تعالیٰ اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور بند دلوں کو کھلنے اور پردہ رکھنے والے دل عطا فرمائے (1)۔

امام ابن سعد، مسند میں دارمی، دلائل میں بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

1۔ طبقات ابن سعد، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 302، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 101، داراحیاء التراث العربی بیروت

معاف کر دیں گے اور بخش دیں گے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے۔ وہ ہر قسم کی خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں گے اور ہر نیچے اور بلند جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کریں گے۔ وہ اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے دھوئیں گے اور اپنی کمروں کے ساتھ تہبند باندھیں گے۔ وہ اپنی نمازوں میں اس طرح صف بندی کریں گے جس طرح وہ اپنے میدان قتال میں صف بند ہوں گے۔ مساجد میں ان کی آوازوں کی گونج شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوگی اور ان کی منادی (اذان) آسمان کی فضاء میں سنی جائے گی (1)۔

ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم تورات میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم اس طرح آپ کا تذکرہ پاتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کا نام متوکل ہے۔ آپ نہ بد خلق ہیں اور نہ تند خو اور نہ آپ بازاروں میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں۔ آپ کو چابیاں عطا کی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب کانوں کو دیکھنے والی آنکھیں اور بہروں کو سننے والے کان عطا کرے اور آپ کے سبب ٹیڑھے راستے کو سیدھا کر دے یہاں تک کہ وہ شہادت دے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ آپ مظلوم کی مدد کریں گے اور اس کو اس سے بچایا کریں گے کہ اسے کمزور اور ضعیف سمجھا جائے (2)۔

امام زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری صفت یہ ہے کہ میں احمد ہوں، متوکل ہوں۔ آپ کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور آپ کا مقام ہجرت طیبہ (مدینہ منورہ) ہے۔ آپ نہ بد خلق ہیں اور نہ تند خو۔ آپ نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ نہیں دیتے۔ آپ کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمروں پر تہبند باندھتے ہیں۔ اپنے اعضا کو وضو کے پانی سے دھوتے ہیں۔ ان کی اناجیل ان کے سینوں میں ہیں۔ وہ نماز کے لیے اس طرح صف بندی کرتے ہیں جس طرح جنگ کے لیے صفیں باندھتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے سبب وہ اپنے خون کی قربانی دیتے ہیں۔ رات کے وقت وہ راہب ہوتے ہیں (یعنی انتہائی عبادت گزار) اور دن کے وقت شیر ہوتے ہیں۔

امام ابونعیم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ نازل کیا تھا میرا باپ لوگوں کی نسبت اس کو بہت بڑا عالم تھا۔ اور جو کچھ وہ جانتے تھے انہوں نے مجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی۔ جب وہ قریب الموت ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی جو کچھ میں جانتا تھا۔ مگر میں نے تجھ سے دو ورق علیحدہ چھپا رکھے ہیں۔ اور ان میں یہ ہے کہ ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کا سایہ اپنے سارے زمانے پر ہوگا پس میں نے پسند نہیں کیا کہ اس کے بارے تجھے خبر دوں اور نہ میں تجھ پر بے خوف ہوں کہ ان کذابین میں سے کوئی ظاہر ہوا تو تو اس کی اطاعت کرے گا۔ میں نے وہ کاغذ اس جالے میں رکھے ہیں جسے تو دیکھ رہا ہے اور ان پر مٹی کا لیپ کر دیا گیا ہے۔ پس تو اس وقت تک انہیں نہ چھیڑنا اور نہ ان میں غور و فکر کے لیے دیکھنا۔ سو اگر تیرے بارے میں اللہ

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، الامام ابن عساکر، [illegible] الاسلام، جلد 1، صفحہ 185، دار الفکر بیروت
2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، صفۃ رسول اللہ ﷺ فی التوراۃ، جلد 1، صفحہ 377، دار الکتب العلمیہ بیروت

نے اس دوران ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں ادا فرمائیں۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اس یہودی کو جھڑکنے لگے اور خوف زدہ کرنے لگے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں کسی معاہدہ کرنے والے کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کروں۔ پس جب دن گزر گیا تو یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور کہا: میرے مال کا نصف اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہے۔ قسم بخدا! جو کچھ میں نے کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے تا کہ میں آپ کی وہ صفات دیکھ لوں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت مکہ مکرمہ، مقام ہجرت مدینہ طیبہ اور آپ کا ملک شام ہے نہ آپ بد خلق ہیں اور نہ تند مزاج اور نہ ہی آپ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں نہ آپ برائی کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے فحش کلامی کرتے ہیں (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ زید یہودی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات تورات میں بیان کی گئیں ان میں سے حلم کے سوا سب میں نے آپ میں دیکھ لیں۔ پھر میں نے ایک معینہ مدت تک کھجور کی بیع میں آپ کو ادھار پیشگی رقم دے دی۔ میں نے آپ کو مہلت دے رکھی یہاں تک کہ جب معینہ مدت میں سے ایک دن باقی تھا تو میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حق ادا کرو۔ کیونکہ تم خاندان بنی عبد المطلب کے لوگ دوسروں کا حق مار لیتے ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خبیث یہودی! قسم بخدا! اگر تو اس جگہ پر نہ ہوتا تو میں اس چیز پر مارتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے۔ ہم اس کے سوا تیرے زیادہ ضرورت مند تھے، وہ یہ کہ تم مجھے یہ کہتے کہ جو میرے ذمے واجب الادا ہے میں وہ ادا کروں اور اس کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم اس کا حق پورا کرنے کے لیے اس کی مدد کرتے۔ تو اس پر میری جہالت کے مجہول ہونے کے بارے سوائے حلم کے اور کچھ اضافہ نہ ہوتا۔ فرمایا: اے یہودی! تیرا حق کل ادا کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابو حفص! اسے اس باغ میں لے جاؤ جہاں اس نے پہلے دن تقاضا کیا تھا۔ سو اگر یہ راضی ہو جائے تو اسے اتنے اتنے صاع دے دینا۔ پھر جو کچھ تم نے اسے کہا ہے اس کے بدلے اتنے اتنے صاع دینا اور زیادہ بھی دینا اور اگر یہ راضی نہ ہو تو اسے باغ سے اتنے اتنے دے دینا۔ چنانچہ وہ مجھے ساتھ لے کر اس باغ میں آئے اور وہ ان کھجوروں پر راضی ہو گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے وہ کھجوریں بھی دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں اور جتنی زیادہ دینے کا حکم فرمایا تو وہ بھی دے دیں۔ جب یہودی ان پر قبضہ کر چکا تو اس نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله وانه رسول الله۔ قسم بخدا! اے عمر! جو کچھ تم نے مجھے کرتے دیکھا اس پر مجھے صرف اس شے نے برانگیختہ کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان صفات کا مشاہدہ کروں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ حلم کے سوا میں تمام صفات دیکھ چکا تھا اس لیے آج میں نے آپ کو اس حلم کے ساتھ آزمایا ہے۔ تو میں نے آپ کو بعینہ اس کے مطابق پایا جو تورات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں گواہ بنانا چاہتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرا نصف مال مسلمان فقراء کے لیے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو میں نے کہا: کیا ان میں سے بعض کے لیے؟ تو اس نے بھی کہا: ہاں ان

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 678 (4242)، دار الکتب العلمیہ بیروت

میں سے بعض کے لیے۔ فرمایا: ایک بوڑھے کے سوا اس یہودی کے گھر کے تمام کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس بوڑھے کی عمر سو برس تھی۔ پس وہ کفر پر ہی رہا (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت کثیر بن مرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تمہارے پاس عظمت وشان والا رسول تشریف لایا۔ اس میں کوئی سستی اور کاہلی نہیں۔ وہ ان آنکھوں کو کھول دے گا جو اندھی ہیں۔ ان کانوں کو قوت سماعت عطا کر دے گا جو بہرے ہیں۔ وہ ان دلوں کو کاٹ دے گا جو سننے اور یاد رکھنے سے عاری ہیں۔ وہ اس راستے اور طریقہ کو سیدھا کر دے گا جو ٹیڑھا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا لا الہ الا اللہ۔ (2)

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المدراس تشریف لائے اور فرمایا: میرے ساتھ نکلو میں تمہیں تعلیم دوں گا۔ تو انہوں نے عرض کی: یہ عبد اللہ بن صوریا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خلوت میں لے گئے اور اسے اپنے دین کے بارے بتایا اور ان نعمتوں کے بارے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائی ہیں اور جو انہیں من وسلویٰ کھلایا ہے اور جو انہیں بادل کا سایہ عطا فرمایا ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم۔ ہاں اور بے شک یہ قوم بھی وہ سب جانتی ہے جو میں جانتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کی صفت ونعت واضح طور پر تورات میں موجود ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کون سی چیز روک رہی ہے؟ اس نے کہا: میں اپنی قوم کے خلاف کرنا ناپسند کرتا ہوں اور قریب ہے کہ وہ آپ کی اتباع کریں گے اور اسلام لے آئیں گے تو میں بھی اسلام قبول کر لوں گا۔

امام طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت فلتان بن عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ ایک آدمی آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تو تورات پڑھتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا انجیل پڑھتا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ نے قسم دے کر اس سے پوچھا: کیا تو تورات اور انجیل میں میرا ذکر پاتا ہے؟ اس نے بتایا ہم اس طرح کے اوصاف پاتے ہیں جیسے آپ میں ہیں، اور جیسے آپ کی ہیئت ہے اور آپ کے ظہور کی جگہ کا ذکر بھی پاتے ہیں اور ہم یہ امید رکھتے تھے کہ آپ ہم میں سے ہوں گے۔ اور جب آپ کا ظہور ہو گیا تو ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ آپ وہی ہوں۔ پھر ہم نے غور وفکر کیا (تو اس نتیجے پر پہنچے کہ) آپ وہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیوں نہیں؟ اس نے کہا۔ اس لیے کہ اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی امت میں سے ستر ہزار افراد ہوں گے جن پر نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ اس کے لیے کوئی عذاب ہوگا۔ آپ کے ساتھ تو بالکل تھوڑی سی تعداد ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یقیناً میں وہی ہوں اور بے شک وہ میری امت کے افراد ہی ہیں اور بے شک وہ ستر ہزار اور ستر ہزار سے بھی زائد افراد ہیں (3)۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 1، صفحہ 365، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 362
3۔ معجم کبیر، جلد 18، صفحہ 33-332، مکتبہ العلوم والحکم بغداد

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور ان کے علاوہ دوسروں کو یثرب کے یہودیوں کی طرف بھیجا اور انہیں کہا: کہ تم وہاں جا کر ان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے پوچھو۔ وہ مدینہ طیبہ آئے اور کہا: ہم ایک ایسے کام کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں جو ہم میں نیا واقع پذیر ہوا ہے۔ ہم میں سے ایک یتیم بچہ ہے اور وہ بہت بڑی بات کرتا ہے۔ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ رسول الرحمٰن ہے۔ تو یہود نے کہا: اس کے اخلاق و صفات بیان کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہ بیان کیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: تم میں سے کن لوگوں نے اس کی اتباع کی ہے؟ انہوں نے بتایا: ہم میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں نے۔ تو یہ سن کر ان میں سے ایک عالم ہنس پڑا اور اس نے کہا: یہ وہی نبی ہے جس کے اوصاف ہم پاتے ہیں اور ہم آپ کی قوم کے بارے یہ پاتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ شدید اور سخت ہوگی (1)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت وہب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا تو انہوں نے اسے اٹھا لیا اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اسے اٹھاؤ اور اس پر نماز جنازہ ادا کرو۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! بنی اسرائیل نے یہ شہادت دی ہے کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: بات اسی طرح ہے۔ لیکن ایک دن اس نے تورات کھولی اور اس کی نظر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ تو اس نے اسے چوما، اپنی آنکھوں پر لگایا اور آپ پر درود پاک پڑھا۔ تو میں نے اس کی قدر افزائی فرمائی، اس کے گناہ معاف فرما دیے اور اس کی شادی ستر حوروں سے کر دی (2)۔

امام ابن سعد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں یہ بات ہوگی کہ نہ آپ تند مزاج ہوں گے نہ بازاروں میں چیخ و پکار کریں گے اور نہ ہی آپ برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی سے دیں گے بلکہ آپ معاف فرما دیں گے اور درگزر کر دیا کریں گے (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جارود بن عبد اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے تحقیق میں نے آپ کے وصف و کمال کا تذکرہ انجیل میں پایا ہے اور آپ کے لیے ابن البتول کی بشارت دی گئی ہے۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر نے موسیٰ بن یعقوب زمعی کی سند سے سہل مولیٰ خیثمہ رحمہم اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و تعریف انجیل میں پڑھی ہے کہ بے شک آپ قد و قامت کے اعتبار سے

1۔ طبقات ابن سعد، ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 1، صفحہ 362، بیروت
2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، صفحہ 42 (250)، مصر
3۔ طبقات کبریٰ، ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل، جلد 1، صفحہ 363

مساجد میں اس طرح صفیں باندھیں گے جیسے میرے عرش کے ارد گرد ملائکہ صفیں باندھے ہوئے ہیں۔ وہی میرے اولیاء اور انصار ہیں۔ میں انہیں کے سبب بتوں کی پوجا کرنے والے اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔ وہ میرے لیے حالت قیام و قعود اور سجود میں نماز ادا کریں گے۔ وہ عدد در عدد، جو میری رضا کو چاہتے ہوئے اور پسند کرتے ہوئے اپنے گھروں اور اموال کو چھوڑ دیں گے اور میرے راستے میں صف بستہ اور لشکر بند ہو کر قتال کریں گے۔ میں ان کی کتاب کے سبب دیگر کتب، ان کی شریعت کے سبب دیگر شرائع اور ان کے دین کے سبب دیگر ادیان کو ختم کر دوں گا۔ جس کسی نے انہیں پایا اور پھر ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا، ان کے دین اور ان کی شریعت میں داخل نہ ہوا، وہ مجھ سے نہیں ہے اور وہ میری جانب سے بری ہے۔ میں انہیں افضل الامم بناؤں گا اور میں انہیں امت وسطی اور لوگوں پر شاہد بناؤں گا۔ جب وہ حالت غضب میں ہوں گے تو میری تہلیل بیان کریں گے، جب ان کی روحیں قبض کی جائیں گی تو وہ میری کبریائی بیان کریں گے اور جب وہ جھگڑا کریں گے تو میری تسبیح بیان کریں گے۔ وہ اپنے چہرے اور اعضاء کو پاک رکھیں گے، وہ اپنی کمروں پر کپڑے باندھے رکھیں گے۔ وہ ٹیلوں اور بلند جگہوں پر تہلیل بیان کریں گے۔ ان کی قربانیاں ان کے خون ہوں گے۔ اور ان کی اناجیل ان کے سینے ہوں گے (یعنی انہیں قرآن کریم حفظ ہو گا) وہ رات کے وقت راہب ہوں گے اور دن کے وقت شیر ہوں گے، ان کی منادی آسمان کی فضا میں کی جائے گی اور ان کی (آوازوں کی) بھنبھناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مثل ہو گی۔ مبارک اور بشارت ہے ان کے لیے جو ان کے ساتھ ہوں گے، ان کے دین پر ہوں گے اور ان کے مناہج اور شریعت پر چلنے والے ہوں گے۔ یہ میرا فضل ہے جسے میں چاہوں گا عطا کروں گا اور میں صاحب فضل عظیم ہوں (1)۔

امام عاصمی بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں بیان فرمایا: اے داؤد! (علیہ السلام) عنقریب تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ ان کا اسم گرامی احمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا اور وہ نبی صادق ہو گا۔ میں کبھی ان پر اظہار غضب نہیں کروں گا اور نہ ہی وہ کبھی میری نافرمانی کریں گے۔ میں نے ان کی ما تقدم اور بعد میں ہونے والی تمام لغزشوں کی مغفرت فرما دی ہے۔ ان کی امت پر انتہائی رحم فرمایا گیا ہے۔ میں نے انہیں اسی طرح نوافل عطا فرمائے ہیں جیسے میں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے، اور میں نے ان پر وہ فرائض لازم کیے ہیں جو میں نے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فرض کیے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کی مثل ہو گا۔ اسی لیے میں نے ان پر فرض کیا ہے کہ وہ میری رضا کے لیے ہر نماز کے لیے طہارت کا اہتمام کریں جیسے میں نے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام پر یہ فرض کیا۔ میں نے انہیں غسل جنابت کرنے کا اسی طرح حکم دیا ہے جیسے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام کو دیا۔ میں نے انہیں اسی طرح حج کرنے کا حکم دیا جیسے میں نے ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دیا اور میں نے انہیں جہاد کرنے کا اسی طرح حکم دیا جیسے ان سے قبل رسل کرام علیہم السلام کو دیا۔ اے داؤد! (علیہ السلام) بلاشبہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میں نے انہیں چھ ایسی خصوصیتیں عطا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب الفصل ... جلد 1، صفحہ [illegible]، مکتبہ [illegible] بیروت

فرمائی ہیں جو ان کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کیں میں خطا اور نسیان کے سبب ان کا مواخذہ نہیں کروں گا اور ہر وہ گناہ جس کا ارتکاب بغیر ارادے کے انہوں نے کیا جب وہ مجھ سے اس کی مغفرت طلب کریں گے تو میں اسے بخش دوں گا۔ ان کے نفس اپنی آخرت کے لیے جو بھی اچھا کام کریں گے تو میں اس پر انہیں کئی گنا دنیا میں عطا کروں گا اور کئی گنا ان کے لیے اپنے پاس محفوظ رکھوں گا اور وہ اس سے افضل داخل ہوگا۔ جب وہ آزمائشوں میں مصائب پر صبر کرتے ہوئے یہ کہیں گے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ تو اس پر میں انہیں رحمت و برکت سے نوازوں گا اور نعمتوں بھری جنتوں کی طرف ان کی راہنمائی فرماؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا مانگیں گے تو میں ان کی دعا قبول کروں گا یعنی یا تو وہ اسے دنیا میں ہی دیکھ لیں گے یا اس کے سبب ان سے دنیا میں کوئی تکلیف دور فرماؤں گا یا پھر اسے ان کے لیے آخرت تک مؤخر کر دوں گا۔ اے داؤد! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں سے جو کوئی مجھے اس حال میں ملے کہ وہ شہادت دیتا ہو کہ میں یکتا ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میرا کوئی شریک نہیں اور وہ اس کی تصدیق کرتا ہو تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور عزت و تکریم میں ہوگا۔ اور جو مجھے اس حال میں ملا کہ اس نے محمد ﷺ کی تکذیب کی ہو اور (دین) کو جھٹلایا ہو جو وہ لے کر آئے اور میری کتاب کے ساتھ استہزا کیا تو میں قبر میں اس پر شدید عذاب مسلط کروں گا اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت ملائکہ اس کے چہرے اور سرین پر ماریں گے اور پھر میں اسے جہنم کے درک اسفل میں داخل کروں گا۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں تورات میں یہ ذکر پاتا ہوں کہ یہ امت اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح پسند کرتی ہے جیسے کبوتر اپنے گھونسلے سے محبت کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف اس اونٹ سے بڑھ کر تیزی سے آتے ہیں جو پیاس کی حالت میں گھاٹ کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے (1)۔

قول باری تعالیٰ "وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" الآیہ کے بارے طبرانی نے حبیب بن سلیمان بن سمرہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے پاس اعرابی حاضر ہوا اور ایک آدمی کے بارے پوچھنے لگا کہ اس کے مال، قربانیوں، جانوروں، بکریوں، عاملہ اونٹنیوں ان کے بچوں اور بیویوں میں سے کون سی شے اس کے لیے حلال ہے اور کون سی شے اس پر حرام ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ چیزیں تیرے لیے حلال کی گئی ہیں اور ناپاک تجھ پر حرام کی گئی ہیں۔ مگر یہ کہ تجھے شدید بھوک لگی ہو تو تو اتنی مقدار کھا سکتا ہے کہ تیری وہ شدت وہ حاجت باقی نہ رہے۔ اس نے عرض کی: میرے فقر کی وہ کون سی حالت ہے کہ جب میں اس تک پہنچ جاؤں تو میں وہ شے کھا سکتا ہوں؟ یا میرے غنا کی وہ کون سی کیفیت ہے جو میری اس حاجت کو پورا کرے گی (اور اس کے بعد اس شے کا استعمال میرے لیے حلال نہیں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو نتاج (بچہ جننے کی حالت) کا امید وار ہو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اپنے نتاج تک پہنچ سکتا ہے۔ یا جب تو عشاء (رات کا کھانا) کا امید وار ہو کر تو اسے پائے گا تو تو اپنے جانور کے گوشت (مردار کے گوشت) کے سبب اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اور جب تجھے ان میں سے کسی شے کی بھی

1۔ نوادر الاصول، صفحہ 34، دار صادر بیروت

دیے جاتے پھر جو بچے بچ جاتے وہ اپنے گھر والوں کو کھلاتے یہاں تک کہ وہ اس سے مستغنی ہو جاتے۔ اعرابی نے پوچھا:
میرے لیے وہ کون سا مشروب اور حرارت کا کھانا ہے کہ جب میں اسے پالوں تو میں اسے چھوڑ دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
جب تو شام کے وقت نکالے گئے دودھ سے اپنے گھر والوں کو سیراب کر دے تو پھر اس کھانے سے اجتناب کر جو تجھ پر حرام کیا
گیا ہے۔ اور تیرا مال تو چونکہ وہ سب کا سب خوشحالی اور راحت کا سبب ہے اس میں سے کوئی بھی حرام نہیں مگر تیرے وہ
اونٹ جو بچے جننے کے قریب ہوں اور بکریوں اور بھیڑوں میں سے جو حاملہ ہوں اور بچے جننے کے قریب ہوں تو ان کا بچہ اپنے
مویشیوں کو کھلا سکتا ہے یہاں تک کہ تو مستغنی ہو جائے (یعنی تیری حاجت باقی نہ رہے)۔ پھر اگر تو چاہے تو اپنے گھر والوں کو
کھلا اور اگر چاہے تو اس کا گوشت صدقہ کر دے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے حکم ارشاد فرمایا کہ اپنے ریوڑ یا بکریوں میں سے اس
بکریوں کو باقی چھوڑ دے (1)۔

امام ابن منذر اور بیہقی نے شعب میں نقل کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا ارشاد باری تعالیٰ "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ" میں حلال کا
ذکر ہے اور "وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ" میں ان سختیوں کا ذکر ہے جو ان کے دین میں تھیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں قول باری تعالیٰ "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" کے بارے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جیسے خنزیر کا گوشت اور سود وغیرہ اور وہ چیزیں جو ان
حرام چیزوں میں سے تھیں جنہیں انہوں نے حلال کر رکھا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ اور ارشاد فرمایا: "وَيَضَعُ عَنْهُمْ
اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ" کے بارے فرمایا کہ اس میں اس عہد کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان چیزوں
کے بارے لیا جو ان پر حرام قرار دی گئیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس میں ان کے ان عہدوں اور معاہدوں کا ذکر ہے جو انہیں چیزوں کو حرام کرنے کے بارے تھے جو اللہ
تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کی تھیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان
عہدوں اور معاہدوں کو دور ہٹاتا ہے جن کا بوجھ تورات اور انجیل میں ان پر ڈالا گیا (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے "وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ" کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ
اس سے مراد عبادت میں شدت اور سختی کو پانا ہے۔ ان میں سے کوئی گناہ کرتا تو اس کے دروازے پر یہ لکھا جاتا کہ تیری توبہ
یہ ہے کہ تو اپنے مال اور وطن کے ساتھ دشمن کی طرف نکل اور پھر وہاں سے نہ لوٹ یہاں تک کہ تمہارے آخری فرد کو موت آ
جائے "اِنَّ تَوْبَتَكَ اَنْ تَخْرُجَ اَنْتَ وَاَهْلُكَ وَمَالُكَ اِلَى الْعَدُوِّ فَلَا تَرْجِعْ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَوْتُ عَلٰى اٰخِرِكُمْ"

1۔ المعجم الکبیر، جلد 9، صفحہ 752، مکتبہ العلوم والحکم بغداد
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 102، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 103

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی ارشاد کے بارے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِصْرَهُمْ سے مراد شدت اور تکلیف ہے جو بنی اسرائیل کو اپنے جسم سے جلد کے اس حصہ کو کاٹنے کے وقت ہوتی تھی جس پر پیشاب یا کوئی گندگی لگ جاتی اور غلاظت لگ جاتی تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ" کے بارے ابن شوذب نے کہا ہے کہ اغلال سے مراد ان پر عائد کی جانے والی سختیاں اور شدتیں تھیں۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے "وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ" کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ انتہائی شدید اور سخت احکام ہیں جو قوم پر نافذ تھے کیا تم میں حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ واطہر الثناء تشریف لائے اور لوگوں سے ان شدتوں اور سختیوں کو اٹھا لیا گیا (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِصْرَهُمْ سے مراد وہ شدت اور تکلیف ہے جو پیشاب کے اثر سے اپنے جسموں سے کاٹ کر اپنے آپ کو پاک کیا کرتے تھے اور گوشت میں رگیں تلاش کی جاتی تھیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِصْرَهُمْ سے مراد ان کے عہد ہیں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وَعَزَّرُوْهُ" کا معنی ہے کہ انہوں نے آپ کی تعظیم کی اور عزت و توقیر کی (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے "وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ" کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ انہوں نے آپ کی تعظیم کی اور تلوار کے ذریعے آپ کی مدد اور معاونت کی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے میں تم سبقت بھی لے جاؤ لیکن تم میں سے بہتر اور افضل وہ ہوگا جو ایمان لایا اور اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ اتارا گیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے "وَعَزَّرُوْهُ" کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور مدد کرو (5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "وَعَزَّرُوْهُ" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 103   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً   4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 104   5۔ ایضاً

"آپ فرمائیے اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی۔ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے۔ جو خود ایمان لایا ہے اللہ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ"۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا۔ ارشاد فرمایا "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا"

امام بخاری اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے درمیان تکرار ہوئی۔ اسی دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غصے ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر آپ کے پاس سے واپس چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے آئے اور آپ سے کہا کہ آپ مجھے معاف فرما دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا اور آپ پر اپنا دروازہ بند کر لیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ وہ بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے اور سلام عرض کر کے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ وہیں پر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا کیا تم میرے اس ساتھی کو چھوڑ رہے ہو کہ جب میں نے کہا: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" تو تم نے کہا تم نے جھوٹ کہا ہے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے "فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: "هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِیْ صَاحِبِیْ، اِنِّیْ قُلْتُ: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: صَدَقْتَ" (1)

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ارشاد باری تعالیٰ "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ" میں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ" میں کلمات کو جمع کی صورت میں پڑھا ہے۔

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۝ وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ

1۔ صحیح بخاری، باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ، جلد 1، صفحہ 17-518، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 108، داراحیاء التراث العربی بیروت

عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

"اور موسیٰ کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ دکھاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے اور ہم نے بانٹ دیا انہیں بارہ قبیلوں میں جو الگ الگ قومیں ہیں اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی طرف جب پانی طلب کیا آپ سے آپ کی قوم نے (ہم نے وحی کی) کہ مارو اپنے عصا سے اس پتھر کو تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے۔ جان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ۔ اور ہم نے سایہ کر دیا ان پر بادل کا اور ہم نے اتارا ان پر من وسلویٰ (اور فرمایا) کھاؤ ان پاک چیزوں کو جو ہم نے دی ہیں تمہیں۔ اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے اور جب کہا گیا انہیں کہ آباد ہو جاؤ اس شہر میں اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو اور کہو (اے کریم) بخش دے ہمیں اور داخل ہو دروازے سے جھکتے ہوئے ہم بخش دیں گے تمہاری خطائیں (اور) زیادہ دیں گے احسان کرنے والوں کو تو بدل ڈالی جنہوں نے ظلم کیا تھا ان سے بات خلاف اس کے جو کہی گئی تھی انہیں تب ہم نے بھیج دیا ان پر عذاب آسمان سے اس وجہ سے کہ وہ ظلم کیا کرتے تھے"۔

امام فریابی اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں کہ ان کی انجیل ان کے دلوں میں محفوظ ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے اور وہ تمہارے بعد ہوگی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں جو پانچ نمازیں پڑھتی ہوگی اور وہ نمازیں ان گناہوں کا کفارہ ہوں گی جو ان کے درمیانی اوقات میں وقوع پذیر ہوں گے؟ رب کریم نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی۔ پھر عرض کی: اے میرے محبوب! میں ایک امت کے بارے پاتا ہوں کہ وہ اپنے مالوں میں سے صدقات دیں گے پھر وہ صدقات انہیں میں لوٹ جائیں گے اور وہ انہیں کھا لیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد ﷺ کی امت ہے جو تمہارے بعد آئے گی۔ پھر عرض کی: اے میرے رب! مجھے احمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پسندیدہ حالت وکیفیت کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی "و

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ "(اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک گروہ ہے جو راہ بتاتا ہے حق کے ساتھ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتا ہے)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ابو یعلیٰ کندی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ" تو ایک آدمی نے کہا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں کہ میں ان میں سے ہوں۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، ان کی مثل ہونے کی بنا پر تمہارے صالحین بڑھ جائیں گے؟

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ" الآیہ کے بارے انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا۔ تو اس وقت ان کے بارہ قبیلے تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے نے دوسروں کے ساتھ کارروائی میں شریک ہونے سے برأت اختیار کی اور معذرت کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ التجا کی کہ وہ انہیں دوسرے قبائل سے جدا کر دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زمین میں ایک سرنگ کھول دی۔ وہ اس میں چلتے رہے یہاں تک کہ چین سے پرے جا کر نکلے۔ پس وہی لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا (الاسراء) "اور ہم نے حکم دیا فرعون کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو کہ تم آباد ہو جاؤ اس سرزمین میں پس جب آئے گا آخرت کا وعدہ تو ہم لے آئیں گے تمہیں سمیٹ کر"۔ اور وعد الآخرۃ سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ لوگ اس سرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلتے رہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا وہ تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ایک کے سوا تمام کے تمام جہنمی ہیں۔ اور یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک کے سوا تمام فرقے ناری ہوں گے۔ پس یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ" اور نصاریٰ کے بارے ارشاد خداوندی ہے "مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ" (المائدہ: 66) "ان میں ایک جماعت اعتدال پسند بھی ہے"۔ اور یہی جماعت نجات پانے والی ہے اور ہمارے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ (الاعراف) "اور ان میں سے جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ایک امت ہے جو راہ دکھاتی ہے حق کے ساتھ اور حق کے ساتھ ہی عدل و انصاف کرتی ہے"۔ پس یہی وہ جماعت ہے جو اس امت میں سے نجات پائے گی۔

امام ابو الشیخ نے حضرت مقاتل سے یہ بیان کیا ہے کہ جن چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم جان دو عالم حضرت محمد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 107۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں الْقَرْيَةِ سے مراد طبریہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: کہ الْقَرْيَةِ سے مراد وہ گاؤں ہے جسے مقنا کہا جاتا ہے جو مدین اور عینونا کے درمیان ہے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ الْقَرْيَةِ سے مراد ایلہ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے "اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ" کے بارے فرمایا کہ یہاں يَعْدُوْنَ کا معنی يظلمون ہے۔ یعنی وہ ہفتہ کے حکم کے بارے میں زیادتی کرنے لگے اور حد سے بڑھنے لگے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "شُرَّعًا" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ ان کی مچھلیاں ہر جانب سے پانی پر تیرتی ہوئی آتی تھیں۔ یعنی ظاہرۃ من کل مکان۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شُرَّعًا سے مراد ہے پانی پر ظاہر (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شُرَّعًا کا معنی واردۃ ہے۔ یعنی پانی پر آنے والی (مچھلیاں)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مصر اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے ایلہ نامی ایک گاؤں ہے۔ وہاں کے باسیوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں حرام قرار دیں۔ چنانچہ ان کے پاس ہفتہ کے دن ہر جانب سے مچھلیاں تیرتی ہوئی ساحل سمندر پر آ جاتیں اور جب ہفتہ کا دن گزر جاتا تو پھر وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اس حکم پر کاربند رہے۔ بالآخر ان میں سے ایک گروہ نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں۔ تو دوسرے گروہ نے انہیں منع کیا۔ لیکن اس سے ان کی گمراہی میں اور اضافہ ہو گیا۔ تو پھر منع کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کہا: تم جانتے ہو یہ وہ قوم ہے جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے "لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ" اور وہ دوسرے گروہ سے سخت ناراض اور غصے ہوئے اور ان تمام افراد سے بھی جو انہیں منع کرتے تھے۔ سو جب ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غضب اور عذاب آیا تو وہی دو گروہ محفوظ رہے جنہوں نے یہ کہا تھا تم کیوں نصیحت کرتے ہو؟ اور وہ جنہوں نے یہ کہا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں۔ اور وہ تمام لوگ جنہوں نے مچھلیاں پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور نافرمانی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا اور انہیں بندر بنا دیا (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایک دن فرض کیا تھا جیسے تم پر جمعہ کا دن فرض کیا۔ لیکن انہوں نے مخالفت کی اور ہفتہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 111، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 113-13

کے دن کو تعظیم سمجھتے تھے۔ اور جو کچھ انہیں حکم دیا گیا انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ سو جب انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کا آغاز کیا تو وہ آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے اور ان پر مچھلیاں حرام کر دی گئیں۔ اور یہ ایک گاؤں تھا جسے مدین کہا جاتا تھا اور یہ ایلہ اور طور کے درمیان واقع تھا۔ پس جب ہفتے کا دن آتا تو ان کے لیے مچھلیاں تیرتی ہوئی آ جاتیں اور وہ سمندر میں ہر طرف انہیں دیکھتے تھے۔ مگر جب ہفتے کا دن گزر جاتا تو وہ واپس چلی جاتیں اور دکھائی نہ دیتیں۔ حتیٰ کہ آنے والے ہفتے کے دن تک اسی طرح ہوتا رہتا۔ پھر جب ہفتہ کا دن آتا تو وہ دوبارہ تیرتی ہوئی آ جاتیں۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے مچھلی کو پکڑا اور اسے دھاگے کے ساتھ باندھا۔ پھر ساحل پر ایک کیل گاڑ کر دھاگے کو اس کے ساتھ باندھ دیا اور مچھلی کو پانی میں چھوڑ دیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اس نے اسے پکڑا اور چھپ کر کھا لیا۔ پس وہ اسی طرح کرنے لگے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان میں سے بقیہ لوگ انہیں روکیں گے۔ سو انہوں نے انہیں روکا مگر وہ نہ رکے۔ یہاں تک کہ بازاروں میں جب اعلانیہ ایسا ہونے لگا تو ان میں سے ایک گروہ نے ان منع کرنے والوں کو کہا کہ تم کیوں اس قوم کو نصیحت کرتے ہو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت ترین عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں کہ ہم نے ان کے اعمال پر اپنی ناراضگی اور غصے کا اظہار کر دیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ تو اس طرح وہ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک وہ جنہوں نے منع کیا، دوسرا وہ جنہوں نے کہا تم نصیحت کیوں کرتے ہو؟ اور تیسرا وہ جو گناہ اور خطا کا ارتکاب کرنے والے تھے۔ ان میں سے صرف منع کرنے والے ہی عذاب سے محفوظ رہے۔ باقی تمام کے تمام ہلاک ہو گئے۔ دوسرے دن منع کرنے والوں نے جب صبح کی تو اپنی مجالس سے لوگوں کو مفقود پایا اور وہ انہیں کہیں نظر نہ آئے۔ حالانکہ رات کے وقت وہ اپنے گھروں میں تھے اور انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کیے تھے۔ چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: لوگوں کے کئی حالات ہوتے ہیں۔ پس تم انہیں دیکھو ان کا کیا حال ہے؟ چنانچہ وہ ان کے گھروں میں داخل ہوئے تو دیکھا قوم کی شکلیں مسخ کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے پہچان لیا کہ فلاں آدمی بندر بنا دیا گیا ہے اور فلاں عورت کو بندریا بنا دیا گیا ہے(1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو وہ رو رہے تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ تو میں نے کہا اے ابن عباس! آپ کو کونسی شے رلا رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کاغذ۔ جس میں سورۃ الاعراف لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم ایلہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو آپ نے کہا: وہاں یہود کا ایک قبیلہ تھا۔ ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں تیرتی ہوئی آیا کرتی تھیں پھر وہ پانی میں غوطہ زن ہو جاتیں اور وہ انہیں نہ پکڑ سکتے۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے پیچھے شدید محنت اور مشقت کے ساتھ غوطے لگانا پڑتے تھے اور ہفتے کے دن سفید اور موٹی مچھلیاں تیرتی ہوئی آتیں گویا کہ وہ حاملہ ہیں۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال رہی۔ پھر شیطان نے ان کے ذہنوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہفتے کے دن تمہیں مچھلیاں کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ تو تم ہفتے کے دن انہیں پکڑ لیا کرو اور دوسرے دنوں میں انہیں کھا لیا کرو۔ تو ان میں سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117

ایک گروہ نے اس طرح کیا۔ اور ایک گروہ نے کہا: نہیں۔ بلکہ تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے، پکڑنے اور ان کا شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پس ان میں سے ایک گروہ نے اپنے آپ کو، بیٹوں اور عورتوں کو اس پر تیار کر لیا اور سیدھی جانب والا گروہ الگ ہو گیا۔ اور بائیں جانب والا گروہ بھی دور ہو کر الگ ہو گیا اور خاموش رہا۔ سیدھی جانب والوں نے کہا: تمہاری ہلاکت ہو...؟ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دو اور بائیں جانب والے گروہ نے کہا "تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے؟" تو دائیں جانب والے گروہ نے کہا: تاکہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ اگر وہ باز آ گئے تو یہ ہمارے لیے پسندیدہ ہے کہ نہ وہ تکلیف میں مبتلا کیے جائیں گے اور نہ ہلاک کیے جائیں گے۔ اور اگر وہ باز نہ آئے تو تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں گے۔ لیکن وہ لوگ گناہ اور غلطی کرتے ہی رہے۔ تو انہیں دائیں جانب والوں نے کہا: اے اللہ کے دشمنو! تم نے اس طرح کیا ہے۔ قسم بخدا! آج کی رات ہم تمہیں تمہارے شہر میں چھوڑ کر جائیں گے اور قسم بخدا! تم صبح کو نہیں دکھائی دو گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صبح تک یا تو زمین میں دھنسا دے گا، یا تم پر پتھروں کی بارش کرے گا، یا اپنے پاس سے کوئی اور عذاب تم پر مسلط کر دے گا۔ چنانچہ انہوں نے جب صبح کی تو آ کر انہوں نے ان کے دروازوں پر دستک دی اور انہیں پکارا، مگر انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ تو انہوں نے سیڑھی رکھی اور شہر کی فصیل پر ایک آدمی کو چڑھا دیا۔ اس نے ان کی طرف دیکھا تو کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ کے یہ بندے تو بندر بن چکے ہیں۔ ان کی دمیں لٹک رہی ہیں۔ پھر انہوں نے دروازے کھولے اور ان کے پاس داخل ہوئے۔ تو بندروں نے انسانوں میں سے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا۔ مگر انسان بندروں میں سے اپنے رشتہ داروں کو نہیں پہچانتے تھے۔ جنہیں بندر بنا دیا گیا تھا جب ان کے پاس انسانوں میں سے کوئی رشتہ دار آتا تو اس کے کپڑے سونگھتا اور رونے لگتا۔ تو وہ اسے کہتا: کیا ہم نے تمہیں روکا نہیں تھا۔ تو وہ اپنا سر ہلا کر کہتا: ہاں کیوں نہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی "فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىٕیْسٍ" "پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا برے عذاب سے" فرمایا بَىٕیْسٍ کا معنی دردناک اور سخت تکلیف دہ عذاب ہے۔ فرمایا میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جنہوں نے منع کیا کہ وہ نجات پا گئے۔ اور دوسرے جن کا ذکر کیا گیا ہے میں انہیں نہیں دیکھتا۔ اور ہم کئی چیزیں دیکھتے ہیں، ہم ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کے بارے کچھ نہیں کہتے۔ میں نے کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ پر فدا ہونے کے لیے بنایا ہے۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ انہوں نے ان کے عمل کو ناپسند کیا اور ان کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا "تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے۔" حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ پھر آپ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا تو میں نے دو موٹے کپڑے پہن لیے (1)۔

امام عبد بن حمید نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ساحل سمندر پر ایک گاؤں تھا

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 96، دار الکتب العلمیہ بیروت

جسے ایلہ کہا جاتا تھا اور ساحل سمندر پر پتھر کے بنے ہوئے دو بت تھے جن کے منہ پانی کی طرف تھے۔ ان میں سے ایک کو نقیم اور دوسرے کو لقمنہ کہا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کو یہ الہام فرمایا کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کے پاس جائیں۔ اور گاؤں والوں کو یہ الہام کیا کہ میں نے مچھلیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن ان دونوں بتوں کا قصد کریں۔ چنانچہ تم میں سے کوئی اس دن ان مچھلیوں سے تعرض کرے اور نہ انہیں روکے اور جب ہفتے کا دن گزر جائے تو پھر تمہارے لیے ان کا شکار کرنا مباح ہے۔ سو جب ہفتے کی فجر طلوع ہوئی تو مچھلیاں تیرتی ہوئی ان بتوں کے پاس آ گئیں اور مچھلی پکڑنے والے شکار سے باز نہ رہے۔ اور ہفتے کے دن شہر میں مچھلی عام ہو گئی۔ انہوں نے کہا: ہم ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑیں گے اور اتوار کے دن کھائیں گے۔ چنانچہ جب دوسرا ہفتہ آیا تو پہلے کی نسبت بھی زیادہ مچھلیاں آ گئیں اور دوسرے ہفتے شہر میں مچھلیوں کی بہتات ہو گئی۔ تو پھر انہی میں سے ایک جماعت ان کے پاس گئی اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو ایک دوسری جماعت نے انہیں یہ کہا تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔ تو انہوں نے کہا تا کہ تمہارے رب کے دربار میں معذرت پیش کر سکیں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے) اور شاید وہ ڈرنے لگیں۔ بہر حال ہفتوں میں سے ایک ہفتہ تھا کہ شہر میں مچھلیاں پھیل گئیں۔ تو اس پر برائی سے روکنے والے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس شہر میں نہیں گزاریں گے تو انہیں یہ کہا گیا: اگر تم صبح کر لو تو پھر اپنی اولادوں اور عورتوں کے ساتھ چپٹ آنا۔ انہوں نے جواب دیا: ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس گاؤں میں نہیں بسر کریں گے۔ اور اگر ہم نے صبح کر لی تو ہم اپنی اولادوں اور ساز و سامان کو تمہارے درمیان سے نکال لیں گے۔ یہ تو وہ دونوں گروہ پر بادی تھی۔ شام کے وقت انہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے۔ جب انہوں نے صبح کی تو اس قوم کی انہوں نے کوئی آواز سنی اور نہ کوئی چہل پہل دیکھی جسے نے کر کوئی گاؤں سے باہر نکلا ہو۔ تو وہ کہنے لگے: اس بستی والوں کو عذاب نے آ لیا ہے چنانچہ انہوں نے حال معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ شہر کے پاس آیا تو دیکھا اس کے دروازے بند ہیں۔ پھر ایک گھر میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا وہ سب بندر بنے ہوئے ہیں۔ عورتیں مؤنث اور مرد مذکر صنف بنے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے ایک دوسرے گھر میں جھانکا۔ تو اسی طرح وہاں بھی دیکھا کہ بچے چھوٹے بندر بنے ہوئے ہیں اور بڑے آدمی بڑے بندر بن چکے ہیں۔ وہ جلدی سے اپنی قوم کی طرف گیا اور جا کر کہا: اے میری قوم، اس گاؤں والوں پر وہ عذاب آ چکا ہے جس سے تم انہیں ڈراتے تھے۔ وہ سب بندر بن گئے ہیں اور وہ اپنے دروازے کھولنے کی قدرت بھی نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئے اور انہیں دیکھا کہ وہ سب بندر ہیں۔ ایک آدمی ایک بندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے کہتا کہ کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیتا: ہاں میں وہی ہوں۔ اب وہ رونے لگے۔ تو انہوں نے انہیں کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں دور کرے، ہم نے تمہیں اسی سے ڈرایا تھا۔ پھر انہوں نے ان کے دروازے کھولے اور وہ نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

روکنے والے نجات پا گئے، نافرمانی کرنے والے ہلاک ہو گئے اور میں یہ نہیں جانتا کہ خاموش رہنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ (1)

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں جانتا ہوتا کہ وہ جماعت جنہوں نے یہ کہا "تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے" وہ برائی سے روکنے والوں کے ساتھ نجات پا گئے ہیں تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہوتا اس سے جس کے سبب عدل کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں الفاظ ہیں کہ سرخ اونٹوں کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہوتا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ وہ عذاب ان تمام پر اکٹھا نازل ہوا۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ان لوگوں کے بارے نہیں جانتا جنہوں نے یہ کہا کہ تم اس قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو؟ کیا انہوں نے نجات پالی یا نہیں؟ سو میں مسلسل آپ کے ساتھ غور و فکر کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ نجات پا گئے۔ تو پھر آپ نے مجھے ایک حلہ پہنایا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کی صورتوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا گیا جنہوں نے یہ کہا "تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ "وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ..." الآیہ کے متعلق حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک مچھلی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن میں حرام کر دیا اور اس کے سوا بقیہ تمام دنوں میں اسے حلال قرار دیا اور وہ اسی دن آتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کر رکھی تھی۔ گویا وہ خالص دودھ ہے جس سے ہر ایک کو روکا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اسے روکنے اور پکڑنے کی کوشش اور قصد کرنے لگے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ جب کوئی بھی کثرت سے گناہ کا اہتمام کرتا ہے تو وہ اسے کر گزرتا ہے۔ چنانچہ وہ اہتمام کرتے رہے اور اسے روکنے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گئے اور اسے کھا لیا۔ قسم بخدا! وہ سب سے بدترین ثقیل دیر سے ہضم ہونے والا کھانا ہے۔ جس قوم نے بھی اسے کھایا تو اس نے دنیا میں اسے پریشان اور رسوا ہی رکھا اور آخرت میں اس کی سزا انتہائی شدید اور سخت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندۂ مومن کی حرمت مچھلی سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قیام ساعت کا وعدہ کر رکھا ہے اور قیامت کا دن انتہائی شدید اور سخت تکلیف دہ ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک آدمی کو پکڑا جو ہفتے کے دن لکڑیاں اٹھائے جا رہا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہفتہ کا دن منا رہے تھے۔ تو آپ نے اسے سولی چڑھا دیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے ہفتے کے دن لکڑیاں جمع اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 117 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 114 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 118

حضرت داؤد علیہ السلام ہفتہ کا دن منارہے تھے، تو آپ نے اسے سولی دے دی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ حفظ کیا تھا کہ "**بِعَذَابٍ بَئِيسٍ**" "فعیل کے وزن پر ہے، پھر اس کے بارے مجھے شک لاحق ہو گیا تو میں نے حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کو چھوڑ دیا۔ اور اعمش سے "**بِعَذَابٍ بَئِيسٍ**" بروزن فعیل روایت شروع کر دی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "**بِعَذَابٍ بَئِيسٍ**" کے متعلق فرمایا کہ اس عذاب میں کوئی رحمت (اور نرمی) نہیں۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "**بِعَذَابٍ بَئِيسٍ**" کا معنی ہے دردناک اور تکلیف دہ عذاب (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اس کا معنی ہے انتہائی سخت تکلیف دینے والا عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ہفتہ کے دن حدود سے تجاوز کیا تو انہیں تین آوازوں میں پکارا گیا۔ ایک بار آواز دی گئی: اے گاؤں کے رہنے والو! تو ان میں سے ایک گروہ بیدار ہو گیا۔ پھر آواز دی گئی اے بستی والو! تو پہلے کی نسبت زیادہ طائفہ بیدار ہو گیا۔ پھر تیسری بار ندا دی گئی اے شہر کے باسیو! تو اس آواز کے ساتھ مرد، عورتیں اور بچے سب کے سب بیدار ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا "**كُونُوا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ**" (راندے ہوئے بندر ہو جاؤ۔ سو وہ لوگ جنہوں نے انہیں منع کیا تھا وہ ان پر داخل ہوتے اور انہیں کہتے اے فلاں! کیا ہم نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟ تو وہ اپنے سر ہلا کر جواب دیتے ہاں کیوں نہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر اور ماہان حنفی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا گیا تو ہر قوی کو آدمی کے مشابہ بندر بنا دیا گیا۔ سو جب اسے کہا جاتا کیا تو فلاں ہے؟ تو وہ اپنے ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا کہ یہ میرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے۔

ابن بطہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسے کاموں کا ارتکاب مت کرو جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ سے حیلہ کے ساتھ حلال سمجھنے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عبدالعزیز العمری سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے کہا کہ تم انہیں حکم دیتے ہو جبکہ وہ آپ سے قبول نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: تاکہ (اللہ تعالیٰ کے دربار میں) معذرت پیش کر سکوں (کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا) اور پھر یہ آیت پڑھی "**قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ**"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 121

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" سے مراد نصاریٰ ہیں۔ اور "يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى" کے بارے فرمایا کہ دنیا کی جو چیز بھی انہیں ملتی، چاہے وہ حلال ہو یا حرام وہ اس کے حریص ہوکر اسے لے لیتے ہیں اور تمنا مغفرت کی کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر اس کی مثل ملے اور دوسری چیز پائیں تو اسے بھی لے لیتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ ۔ الآیہ" کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے جو انہیں پہنچیں انہیں لے لیتے ہیں اور جنہیں چاہیں چھوڑ دیتے ہیں خواہ وہ حلال ہوں یا حرام اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: خلف سے مراد ناخلف، نااہل وارث ہیں۔ "وَرِثُوا الْكِتٰبَ" یعنی وہ خلف کتاب کے وارث ہوئے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد جنہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی اور ان سے عہد و پیمان لیے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ "يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" کے بارے فرمایا: یہ ان کی ایک آرزو اور خواہشیں ہیں جن کی تمنا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی کے خلاف کی اور یہ ان کا فریب اور دھوکہ ہے جس کے سبب وہ دھوکہ اور فریب میں مبتلا رہتے ہیں "وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ" یعنی کوئی شے بھی انہیں کسی شے سے مشغول نہیں رکھتی اور نہ کوئی شے انہیں اس دنیا سے روکتی ہے۔ بلکہ جب بھی دنیا کی کوئی شے ان کے پاس آجائے تو وہ اسے لے لیتے ہیں اور قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ یہ شے حلال ہے یا حرام۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور امام بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "يَأْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ عمل گناہوں کے کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت عطا رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سامان دنیا میں سے جو کچھ بھی ان کے پاس آجائے وہ اسے لے لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع (توبہ) کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل کسی کو بھی قاضی مقرر نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ وہ فیصلہ کرتے وقت رشوت لیتا۔ پھر جب اسے اس کے بارے کہا جاتا تو وہ کہتا: مجھے بخش دیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ نے ابوالجلد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے سینے قرآن سے خالی ہو جائیں گے اور وہ اسی طرح گرنے لگیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے جیسے کپڑے بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے لیے کوئی حلاوت اور لذت نہیں پائیں گے۔ جن امور کے بجالانے کا انہیں حکم دیا گیا اگر وہ ان میں کوتاہی کریں گے تو ساتھ یہ کہیں گے بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 128
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 181، الصمیعی الریاض

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: آیت کریمہ میں "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ" کا معنی ہے رَفَعْنَاهُ یعنی جب ہم نے پہاڑ ان کے اوپر اٹھایا۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے "وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ" (النساء: 154) اور فرمایا: "خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ" (پکڑ لو جو ہم نے دیا ہے تمہیں (پوری) قوت سے) ورنہ میں اس (پہاڑ) کو تم پر چھوڑ دوں گا (یعنی تمہارے اوپر اس پہاڑ کو گرا دوں گا)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ "اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے سروں پر ملائکہ نے پہاڑ کو اوپر اٹھایا اور ان سے یہ کہا گیا "خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ" کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے پوری قوت سے پکڑ لو۔ تو جب وہ پہاڑ کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور جب کتاب کی طرف دیکھتے تو کہتے: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یقین رکھتا ہوں کہ یہود نے اس حرف پر سجدہ نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ" فرمایا: تم میرے حکم کو ضرور بضرور پکڑ لو ورنہ میں تم پر یہ پہاڑ پھینک دوں گا تو انہوں نے سجدہ کیا اور وہ تھوڑی پہاڑ کی طرف اس خوف سے دیکھ رہے تھے کہ وہ ان پر گر جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سجدہ کو پسند کر لیا اور انہوں نے اسے ہی اختیار کر لیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک یہودی اور ایک عیسائی حاضر ہوا۔ تو آپ نے یہودی سے کہا: کس شے نے تمہیں یہ دعوت دی کہ تم اپنی پیشانیوں کے ساتھ سجدہ کرو؟ تو اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ تو آپ نے فرمایا: تم نے اپنی پیشانیوں کے ساتھ اس ارشاد خداوندی کے سبب سجدہ کیا "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ" سو تم پیشانیوں کے بل گر گئے اور پہاڑ کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اور آپ نے نصرانی کو کہا: تم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے مشرق کی طرف سجدہ کیا: "اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا" (مریم) "جب وہ الگ ہو گئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس آیت میں جس پہاڑ کا ذکر ہے وہ جبل طور ہے اسے ہی ان کے سر پر اٹھایا گیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ" کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح مکھن نکالا جاتا ہے ہم نے پہاڑ کو نکال لیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ثابت بن حجاج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات مکمل طور پر ایک ہی بار ان پر نازل ہوئی تو یہ ان پر گراں گزری۔ تو انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ان پر سائبان کی شکل کھڑا کر دیا۔ تو پھر انہوں نے تورات کو لے لیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 131

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ" کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اپنی بنیادوں سے اکھیڑ کر ان کے سروں کے اوپر کھڑا کر دیا، اور پھر فرمایا: تم میرے حکم کو پکڑ لو ورنہ میں اس پہاڑ کو تم پر پھینک دوں گا۔

امام زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموفقیات میں حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ شہنشاہ روم ہرقل نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط تحریر کیا۔ اس میں وہ آپ سے استفسار کرتا ہے۔ شے اور لا شے کے بارے میں، اپنے دین کے بارے میں جس کے سوا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا، مفتاح الصلوٰۃ کیا ہے، جنت میں لگائی جانے والی چیز کیا ہے، ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ ایسی چار چیزوں کے بارے پوچھا جن میں روح ہے اور انہوں نے مردوں کی صلبوں اور عورتوں کی رحموں میں کوئی حرکت نہیں کی۔ ایسے آدمی کے بارے سوال کیا جس کا باپ نہیں، ایسے آدمی کے بارے پوچھا جس کی کوئی قوم نہیں اور ایسی قبر کے بارے پوچھا جو صاحب قبر کے ساتھ چلی، قوس قزح کیا ہے؟ اور وہ کون سا خطۂ زمین ہے جس پر صرف ایک بار سورج طلوع ہوا، نہ اس سے پہلے اس پر طلوع ہوا اور نہ اس کے بعد ہوگا۔ ایسے کوچ کرنے والے کے بارے پوچھا جس نے ایک بار کوچ کیا، نہ اس سے پہلے کوچ کیا اور نہ اس کے بعد کرے گا اور ایسے درخت کے بارے استفسار کیا جو بغیر پانی کے اگا۔ ایسی شے کے بارے سوال کیا جو سانس لیتی ہے حالانکہ اس میں روح نہیں۔ اور الیوم، امس، غدا اور بعد غد کے بارے پوچھا کہ کلام میں ان کے اجزاء کیا ہیں۔ برق، بجلی اور اس کی آواز کے بارے استفسار کیا۔ کہکشاں اور چاند میں دکھائی دینے والے سیاہ داغ کے بارے استفسار کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ تو آپ سے کہا گیا: یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ اس کے خط کا جواب لکھنے میں کسی شے میں آپ سے خطا ہوگی تو وہ اسی کے بارے آپ کو طعنہ دے گا۔ اس لیے آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف لکھ بھیجیں۔ سو آپ نے ان کی طرف لکھ بھیجا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خط کا جواب تحریر کیا۔ آپ نے لکھا: تم نے شے کے بارے سوال کیا ہے، تو وہ پانی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء: 30) اور رہی لا شے تو وہ دنیا ہے کیونکہ وہ ہلاک ہو جائے گی اور فنا ہو جائے گی۔ اور وہ دین جس کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور قبول نہیں کرے گا وہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور مفتاح الصلوٰۃ اللہ اکبر ہے۔ غرس الجنۃ کے بارے پوچھا تو وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ تم نے پوچھا ہر شے کی صلوٰۃ کیا ہے۔ تو وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے اور وہ چار جن میں روح ہے مگر انہوں نے مردوں کی اصلاب اور عورتوں کی رحموں میں حرکت نہیں کی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہا السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور وہ دنبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی جگہ قربان کیا(1)۔ اور وہ آدمی جس کا باپ نہیں وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ وہ آدمی جس کی کوئی قوم نہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور وہ قبر جو صاحب قبر کے ساتھ چلی اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر سمندر میں چلتی رہی۔ رہی قوس قزح تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہے۔ اور وہ ٹکڑا زمین جس پر ایک بار سورج

1۔ راجح قول یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ضیاء القرآن، سورۂ صافات آیت نمبر 103 کا حاشیہ۔

گواہی دیں (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ نہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے یا یہ نہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے اور ہم تو تھے ان کی اولاد ان کے بعد تو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کی وجہ سے جو کیا تھا باطل پرستوں نے اور اسی طرح ہم مفصل بیان کرتے ہیں نشانیاں تا کہ وہ (ان میں غور کریں) اور کفر سے باز آ جائیں"۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ ..... الایۃ" کے متعلق روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور ان کی عمر، رزق اور مصیبت کے بارے لکھ دیا پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح ان کی اولاد نکالی اور ان تمام سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ پھر ان کی عمریں، رزق اور مصائب لکھ دیئے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل نکالا۔ پھر انہیں ان کے ناموں کے ساتھ پکارا اور کہا: یہ فلاں بن فلاں ہے یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ یہ فلاں بن فلاں ہے یہ ایسے ایسے عمل کرے گا۔ پھر انہیں اپنے دست قدرت کے ساتھ دو مٹھیوں میں پکڑا اور فرمایا یہ جنت میں ہوں گے اور یہ جہنم میں ہوں گے(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل اولاد نکالی اور پھر ان سے کہا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر انہیں آپ کی پشت میں واپس لوٹا دیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہونے تک وہ سب پیدا ہوں گے جن سے میثاق لیا گیا۔ اس میں نہ زیادتی کی جائے گی اور نہ ان میں کمی کی جائے گی(3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو (زمین پر) اتارا گیا تو اس وقت آپ کو دحنا (جگہ کا نام) میں اتارا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک اس نے پیدا فرمانا تھا۔ پھر ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ان تمام نے عرض کی: کیوں نہیں۔ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پس اس دن قلم وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہو گیا جو یوم قیامت تک ہونے والا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا اور ان کی پیٹھ سے قیامت تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد کو نکالا اور پھر ان سے یہ میثاق لیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح جواب دیا کہ جب کسی کافر اور کسی دوسرے سے یہ سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے اللہ۔ یعنی میرا رب اللہ ہے(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 136
4۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 96، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور لالکائی رحمہم اللہ نے السنہ میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن منذہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا گویا کہ وہ چیونٹی کی شکل میں آنے والی چیونٹیاں ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے کندھے پر ضرب لگائی تو ان سے موتیوں کی مثل چمکتی ہوئی اولاد ہتھیلی میں نکل آئی۔ تو فرمایا یہ جنت کے لیے ہیں۔ پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ بائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے کوئلے کی شکل میں سیاہ اولاد نکلی۔ تو فرمایا یہ آگ کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ فرمایا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (الاعراف: 179) "اور بے شک ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان"۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا۔ آپ اس وقت عرفات کے پہلو میں وادی نعمان میں تھے اور اس سے ان تمام ارواح کو نکالا جنہیں قیامت تک پیدا فرمانا ہے پھر ان سے میثاق لیا اور یہ آیت تلاوت کی: "اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ" آپ نے اس آیت کو اسی طرح یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالملک بن نجاب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی طرح (اولاد) نکالی گئی۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ارواح نے اپنے اجساد کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی معرفت کا اقرار کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجساد کی تخلیق سے پہلے پیدا فرمایا اور ان سے میثاق لیا۔

امام ابن عبدالبر نے التمہید میں سدی کی سند سے ابومالک اور ابوصالح رحمہم اللہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور مرۃ الہمدانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دیگر کئی افراد سے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ کے متعلق فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا تو انہیں آسمان سے نیچے اتارنے سے پہلے ان کی پشت کی دائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 134

2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 140

اولاد کو باہر نکالا اور وہ چیونٹیوں کی صورت میں بکھر گئی۔ اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر پشت کی بائیں جانب کو مس فرمایا اور اس سے چیونٹیوں کی طرح سیاہ رنگ میں اولاد نکالی اور انہیں کہا: تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال فرمایا۔ پھر ان سے میثاق لیا اور فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے) اس کے سبب دو گروہ معرض وجود میں آئے۔ ایک گروہ پیروی کرنے والوں کا، جنہوں نے پسند اور رغبت سے قَالُوْا بَلٰى کہا۔ اور دوسرا گروہ ان کا جنہوں نے تقیہ کی بنا پر مجبوراً اور بغیر رضامندی کے یہ اقرار کیا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ "ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں قیامت کے روز تم کہو ہم اس سے بے خبر تھے یا یہ کہو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا (ہم سے) پہلے"۔ صحابہ کرام نے کہا: کہ اولاد آدم میں سے کوئی بھی نہیں مگر وہ پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ اسی لیے یہ ارشاد خداوندی ہے وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (آل عمران: 83) "حالانکہ اسی کے حضور سر جھکا دیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے یا مجبوری سے"۔ اور یہ ارشاد گرامی بھی ہے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (الانعام) "آپ فرمائیے اللہ ہی کے لیے کامل دلیل ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرماتا تم سب کو"۔ یعنی میثاق لینے کے دن۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اہل مدینہ میں سے ایک آدمی ابو محمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ارشاد ربانی "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" کے متعلق حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جس طرح تو نے مجھ سے سوال کیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور ان میں روح پھونکی۔ پھر بٹھایا اور اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جنت کے لیے پیدا کیا ہے۔ پھر دوسرے دست قدرت کے ساتھ اس کی پشت کو مس کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اور فرمایا اس اولاد کو میں نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ وہ اعمال کرتے رہیں گے جو میں نے چاہے۔ پھر میں ان کا خاتمہ برے اعمال کے ساتھ کروں گا اور انہیں جہنم میں داخل کروں گا (1)۔

امام عبد بن حمید، عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد مسند میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مندہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں، لالکائی، ابن مردویہ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ کے ضمن میں کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136

علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کو جمع کیا، پھر ان کی روحوں کو ان کی صورتوں میں رکھا، پھر انہیں قوت گویائی عطا فرمائی چنانچہ انہوں نے گفتگو کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و میثاق لیا اور خود انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بناتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ان سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر ساتوں آسمانوں کو گواہ بناتا ہوں اور تم پر تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ بناتا ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہمیں تو اس کے بارے علم نہیں تھا۔ تم جان لو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے سوا کوئی رب نہیں، تم میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا، وہ تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ سب نے جواب دیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً تو ہی ہمارا رب ہے اور ہمارا اللہ ہے، تیرے سوا کوئی ہمارا رب ہے نہ تیرے سوا کوئی الٰہ ہے۔ انہوں نے تمام نے اقرار کر لیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان پر بلند کیا گیا تاکہ آپ ان کی طرف دیکھیں۔ چنانچہ آپ نے غنی و فقیر اور حسین و قبیح صورت رکھنے والوں اور ان کے سوا دوسرے افراد کو دیکھا تو کہا: اے میرے رب! تو نے اپنے بندوں کے مابین مساوات قائم کیوں نہیں کی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے یہ پسند کیا ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ آپ نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا وہ چراغوں کی مثل منور و روشن تھے۔ ان سے نبوت و رسالت کے بارے میں خصوصی عہد و میثاق لیا گیا کہ وہ پیغام حق اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچائیں گے۔ اس کا ذکر اس ارشاد میں ہے: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (الاحزاب: 7) آیت کی مراد یہی ارشاد خداوندی ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: 30) "یہ کہ دین حق کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے"۔ اس کے بارے میں یہ ارشاد گرامی ہے: وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (الاعراف: 102) "اور نہ پایا ہم نے ان کی اکثریت کو وعدہ کا پابند اور ضرور پایا ان میں سے بہتوں کو حکم عدولی کرنے والا"۔ ان کے بارے میں یہ فرمایا: فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ (الاعراف: 101) "تو وہ ہرگز تیار نہ ہوئے کہ ایمان لائیں اس چیز پر جس کو جھٹلا چکے تھے اس سے پہلے"۔ فرمایا: سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کون اسے جھٹلائے گا اور کون اس کی تصدیق کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ان ارواح میں موجود تھی جن سے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں عہد و میثاق لیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے (جبرئیل علیہ السلام کو) حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بشر کی صورت میں بھیجا۔ جب وہ ان کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت ابی نے بیان فرمایا: حضرت مریم علیہا السلام کے منہ سے ان کے اندر داخل ہو گئی (1)۔

حضرت امام مالک نے موطا میں، امام احمد، عبد بن حمید، بخاری نے تاریخ میں، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، آجری نے الشریعہ میں، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت مسلم بن یسار جہنی رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ "الآیہ کے بارے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ سے اسی کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس فرمایا اور اس سے ان کی اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جنت کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اہل جنت کرتے ہیں۔ پھر ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد کو نکالا۔ اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور ایسے اعمال کے ساتھ پیدا کیا ہے جو اعمال اہل جہنم کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ تو پھر عمل کی کیا حیثیت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو پھر اس سے اہل جنت کے اعمال کراتا ہے یہاں تک کہ اہل جنت جیسے اعمال کرتے ہوئے اسے موت آجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمادے گا۔ اور جب کسی کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو پھر اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل اعمال کراتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایسے اعمال کرتے کرتے اسے موت آجاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا (1)۔

امام احمد، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن وادی نعمان میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد نکال کر میثاق لیا اور آپ کی صلب سے اس ساری اولاد کو نکالا جسے پیدا فرمانا تھا اور اسے آپ کے سامنے چیونٹیوں کی طرح بکھیر دیا۔ پھر ان سے یہ کہہ کر کلام فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکالی جاتی ہے اور انہیں فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى تو ملائکہ نے کہا شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (ہم نے گواہی دی (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم یہ کہو روز حشر کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے) (3)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن منذہ، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت کو مس فرمایا تو اس سے وہ تمام روحیں باہر آگئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمانا ہے اور آپ کی پسلیوں میں سے ایک کو اکھیڑا تو اس سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر ان سے یہ عہد لیا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے) پھر بنی آدم میں سے ہر روح نے اس کا نور اپنے چہرے پر کھینچا اور اللہ تعالیٰ نے سے اپنی آزمائش میں ڈالی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 136　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 133　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 135

ان تمام کو پیدا فرمادے گا جن سے اس دن میثاق لیا۔ سو جس نے ان میں سے دوسرے میثاق کا ادراک کر لیا اور سے پورا کر دیا اسے پہلا میثاق نفع دے گا۔ اور جس نے دوسرے میثاق کا ادراک کیا اور اس کا اقرار نہ کیا تو اسے پہلے میثاق نے کوئی نفع نہیں دیا۔ اور جو دوسرے میثاق کو پانے سے پہلے ہی صغرسنی میں فوت ہو گیا تو وہ پہلے میثاق کے مطابق اپنی فطرت پر فوت ہوا(1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو نکالا۔ اور ان کی عمروں، رزق، اعمال اور شقاوت و سعادت کے بارے لکھ دیا۔ پس جسے سعادت کا علم ہوا اس نے اعمال خیر اور مجالس خیر کو اختیار کیا اور جسے شقاوت کا علم ہوا اس نے اعمال شر اور مجالس شر کو اپنایا۔

امام عبد بن حمید، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اس کی قضا کا فیصلہ فرمایا اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ اہل یمین (دائیں طرف والے) کو اپنے دائیں دست قدرت سے پکڑا اور اہل شمال کو دوسرے دست قدرت سے پکڑا۔ رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں (ان میں کوئی بھی بایاں ہاتھ نہیں) اور فرمایا اے اصحاب یمین! تو انہوں نے جوابا عرض کی: اے ہمارے رب! لبیک وسعدیک۔ تو رب کریم نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اصحاب شمال! تو انہوں نے جوابا عرض کی: اے ہمارے رب لبیک وسعدیک۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر ان میں سے بعض آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ تو ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں کیوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ (المومنون) "اور ان کے اعمال مومنوں کے اعمال سے مختلف ہیں۔ یہ (بدکار) ان برے کاموں کو ہی کرنے والے ہیں"۔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ "یہ اس لیے ہوا کہ وہ قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے"۔ پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا۔ پس اہل جنت اسی کے اہل ہیں۔ اور اہل نار اسی کے اہل ہیں۔ تو کسی کہنے والے نے یہ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر اعمال کس لیے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قوم اپنے مراتب اور درجات کے لیے عمل کرتی ہے۔ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا تب ہم محنت اور کوشش کریں گے(2)۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا اس سے وہ روحیں باہر آ گئیں جنہیں قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں سے پیدا فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 135، بیروت
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ان کی پشت سے باہر نکالی۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمین کو بھر دیا اور وہ اس طرح تھے۔ اور آپ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے پر ملا دیا (1)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ تو اس نے مشرکین کے بچے اہل جنت کی خدمت کے لیے مجھے عطا فرمائے۔ اس لیے کہ جو شرک ان کے آباء نے کیا انہوں نے اس کو نہیں پایا اور وہ پہلے میثاق میں شامل تھے (اسی پر وہ فوت ہو گئے) (2)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: قیامت کے دن اہل جہنم میں سے ایک آدمی کو کہا جائے گا: تیرا کیا خیال ہے اگر زمین پر موجود ہر شے تیری ہو جائے تو کیا تو اس کے عوض اسے قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو اس سے آسان تر شے کا تجھ سے ارادہ کیا تھا کہ تو جب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا مگر تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شریک ٹھہرا دیا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ عزل کرتے تھے اور اس آیت کی تاویل کرتے تھے وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے سوال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر لازم نہیں کہ تم نہ کرو۔ اگر وہ ان میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا ہے تو وہ چٹان پر بھی ہوا تو اس میں روح پھونک دی جائے گی (5)۔

امام احمد اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ پانی وہ ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اگر وہ چٹان پر بھی بہا دیا جائے۔ تو بالیقین اللہ تعالیٰ اس سے وہ نکالے گا جو اس نے مقرر کیا ہے تو بالیقین اللہ تعالیٰ نفس کو پیدا کرے گا کیونکہ وہی اس کا خالق ہے (6)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان سے عزل کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر کسی آدمی کی صلب سے پیدا ہونے والے نفس سے اللہ تعالیٰ نے میثاق لے رکھا ہے۔ پھر وہ اسے کسی چٹان پر بھی بہا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے اسے نکال لائے گا۔ اب اگر تو چاہے تو عزل کر اور اگر نہ چاہے تو عزل نہ کر۔

1۔ معجم کبیر، جلد 19، صفحہ 383 (896)، مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 44، بیروت
3۔ صحیح مسلم بشرح نووی، باب طلب الکافر الفداء بملء الارض ذہبا، جلد 17، صفحہ 22-121، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 11-510 (16599)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 167 (969)، دار الصمیعی الریاض
6۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 140، دار صادر بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہا جاتا تھا کہ وہ نطفہ جس سے اللہ تعالیٰ نے بچے کا فیصلہ فرما رکھا ہے، اگر وہ چٹان پر بھی گر جائے تو بالتحقیق اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا فرما دے گا۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابوالشیخ نے حضرت فاطمہ بنت حسین سے یہ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے میثاق لیا تو اسے رکن میں رکھا، پس یہی استلام حجر (حجر اسود کا بوسہ) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں سے ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ابومحمد بن علی کے ساتھ تھا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: اے ابوجعفر! اس رکن کی تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اولاد آدم سے فرمایا "السْتُ بِرَبِّكُمْ" تو ان تمام نے اقرار کرتے ہوئے کہا "بلی" بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نہر جاری فرمائی، جو شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے بڑھ کر نرم تھی۔ پھر قلم کو حکم دیا کہ اس نہر سے سیاہی حاصل کر لے۔ چنانچہ قلم نے ان کا اقرار اور قیامت تک ہونے والے سارے معاملات لکھ دیئے۔ پھر اس کتاب کو اس پتھر نے لقمہ بنایا اور یہ استلام (بوسہ) جو تو دیکھ رہا ہے یہ ان کے اس اقرار کے مطابق معاہدہ ہے جو اقرار انہوں نے کیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ضرب لگائی تو وہ تمام نفوس جنہیں جنت کے لیے پیدا کیا گیا وہ انتہائی صاف سفید رنگ میں اس سے باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل جنت ہیں اور وہ تمام نفوس جو جہنم کے لیے پیدا کئے گئے وہ سیاہ رنگ میں باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سب اہل نار ہیں۔ یہ رائی کے دانے کی طرح چیونٹیوں کی صورتوں میں تھے اور فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرو۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ سب نے عرض کی: اے اللہ! ہم حاضر ہیں، ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ اے اللہ! ہم نے تیری اطاعت کی۔ "لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ أَطَعْنَاكَ، اللّٰهُمَّ أَطَعْنَاكَ، اللّٰهُمَّ أَطَعْنَاكَ" اور یہی وہ ہے جو بطور تلبیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج میں عطا فرمایا۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے ساتھ ایمان لانے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے امر کا اقرار کرنے اور اس کی معرفت کا عہد و پیمان لیا (1)۔

امام جندی نے فضائل مکہ میں، ابوالحسن قطان نے الطوالات میں، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت میں حج ادا کیا۔ جب آپ نے طواف شروع کیا تو حجر اسود کی طرف آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا: بلاشبہ میں یہ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو تو نقصان دے سکتا ہے اور نہ ہی نفع۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر آپ نے اسے بوسہ دیا۔ "حَجَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا دَخَلَ الطَّوَافَ اسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ثُمَّ قَبَّلَهُ"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 137

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! بے شک یہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں یہ کہاں ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا اور ان سے یہ اقرار لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد و پیمان لے لیا اور اسے صحیفہ کاغذ پر لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی۔ تو اسے فرمایا: اپنا منہ کھول۔ چنانچہ اس نے منہ کھولا اور اس کاغذ کو اپنا لقمہ بنا لیا اور کہا: میں قیامت کے دن اس کی شہادت دوں گا جس نے تیرے ساتھ کیے وعدے کو وفا کیا اور میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی زبان اتنی تیز ہوگی اور وہ اس آدمی کی توحید کے بارے شہادت دے گا جو اسے بوسہ دے گا۔ اے امیر المومنین! اس طرح یہ نفع اور نقصان دے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن تو نہ ہو۔ "فَقَالَ عُمَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَعِیْشَ فِیْ قَوْمٍ لَسْتَ فِیْهِمْ یَا اَبَا حَسَنٍ" بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ کے ضمن میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بنی آدم کو) ہتھیلی میں پکڑا۔ گویا کہ وہ اولین و آخرین کے گوشت کے ٹکڑے ہیں اور پھر دو یا تین مرتبہ انہیں دست قدرت میں الٹ پلٹ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا اپنے دست قدرت کو اوپر نیچے کرتا رہا پھر انہیں اپنے آباء کی صلبوں میں لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ انہیں قرناً بعد قرن نکالا۔ پھر اس کے بعد فرمایا: وَ مَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ (الاعراف: 102) الآیہ۔ پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ (المائدہ: 7)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں توشہ دان کے جھاڑنے کی طرح جھاڑا۔ تو ان سے کیڑوں کی مثل (اولاد) نیچے گری۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دو مٹھیاں بھرے جو دائیں ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جنتی ہیں اور جو دوسری ہتھیلی میں تھے ان کے لیے فرمایا: یہ جہنم میں ہوں گے۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن قتادہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور آپ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پشت سے مخلوق کو نکالا اور فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ اور یہ جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم عمل کس لیے کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تقدیر کے مطابق (عمل کرتے ہیں) (2)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 451 (4040)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات ابن سعد، جلد 7، صفحہ 417، دار صادر بیروت

امام احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جب انہیں تخلیق کیا تو ان کے دائیں کندھے پر ضرب لگائی۔ تو اس سے سفید اولاد باہر نکالی وہ چیونٹیوں کی مثل تھے۔ پھر بائیں کندھے پر ضرب لگائی تو ان سے سیاہ اولاد باہر نکالی۔ وہ کوئلے کی مثل تھے۔ جو دائیں جانب تھے ان کے بارے فرمایا: یہ جنت کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اور جو بائیں جانب تھے ان کے لیے فرمایا یہ جہنم کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (1)۔

امام بزار، طبرانی، آجری اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل ذکرہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن ان کی صلب سے دو قبضے (مٹھیاں) بھرے۔ تمام پاک باز اور طیب دائیں دست قدرت میں تھے اور تمام ناپاک اور خبیث دوسرے میں اور ارشاد فرمایا: یہ اصحاب جنت ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ اصحاب نار ہیں، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ بعد ازاں انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا اور وہ اس وقت سے اب تک پیدا ہوتے جا رہے ہیں (2)۔

امام بزار، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دو قبضوں (مٹھیوں) کے بارے فرمایا: یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (3)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دو قبضوں کے بارے فرمایا: یہ اس لیے ہیں اور یہ اس لیے ہیں (یعنی دائیں قبضہ میں اہل جنت ہیں اور دوسرے میں اہل نار ہیں) پس لوگ متفرق ہیں۔ حالانکہ وہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں رکھتے (4)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں اور آجری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام کی دائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے چیونٹیوں کی مثل اولاد باہر نکالی اور فرمایا: اے آدم! یہ تیری اولاد اہل جنت میں سے ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب پر اپنے دست قدرت سے ضرب لگائی اور اس سے کوئلے کی مثل اولاد نکالی۔ پھر فرمایا اے آدم! تیری یہ اولاد اہل نار میں سے ہے (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابونضرہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی تھا جسے ابو عبداللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے دوست احباب بیمار پرسی کے لیے اس کے پاس گئے تو دیکھا وہ رو رہا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت سے ایک مٹھی بھری اور دوسرے دست قدرت سے دوسری۔ اور فرمایا یہ اس کے لیے ہیں

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 385 (11777)، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً (11781) 3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 386 (11782)

4۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 387 5۔ نوادر الاصول، صفحہ 8، بیروت

اور یہ اس کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں (یعنی دائیں قبضہ والے اہل جنت ہیں اور دوسرے قبضہ والے اہل نار ہیں) اور میں نہیں جانتا کہ میں کون سے قبضہ میں ہوں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے ایک مٹھ خوب بھری اور فرمایا میری رحمت کے ساتھ یہ جنت کے لیے ہیں اور ایک مٹھ بھری تو فرمایا: یہ نار کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس دن حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا: اس دن آپ کی پشت سے آپ کی اس ساری اولاد کو نکالا جس نے یوم قیامت تک پیدا ہونا ہے اور انہیں چیونٹیوں کی شکل میں ظاہر کیا۔ پھر فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" قَالُوْا بَلٰى "ان سب نے کہا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ تو ملائکہ نے کہا: ہم گواہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ ایک مٹھ بھری اور فرمایا: یہ سب جنت میں ہوں گے۔ پھر دوسری مٹھ بھری اور فرمایا یہ سب جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے اس ارشاد کے بارے فرمایا: اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ کہ یہ اس میثاق کے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے لیا۔ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ "یا یہ نہ کہو (ہم سے) پہلے شرک تو صرف ہمارے باپ دادا نے کیا تھا"۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اولاد آدم میں سے کوئی بھی یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا کہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا اور انہوں نے میثاق کو توڑ دیا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہمیں ہمارے آباء کے گناہوں اور اس شرک کے سبب ہلاک کرتا ہے جو باطل پرستوں نے کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۝

"اور پڑھ کر سنایئے انہیں حال اس کا جسے دیا ہم نے (علم) اپنی آیتوں کا تو وہ کترا کر نکل گیا ان سے تب پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں میں اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اس کا رتبہ ان آیتوں کے باعث لیکن

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 176، دار صادر بیروت

وہ تو جھک گیا پستی کی طرف اور پیروی کرنے لگا اپنی خواہش کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے، اگر تو حملہ کرے اس پر تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ آپ سنائیں (انہیں) یہ قصے شاید وہ غور و فکر کرنے لگیں۔ بہت بری کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور (وہ) اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے"۔

امام فریابی، عبدالرزاق، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے اس آدمی کا ذکر ہے جسے بلعم بن ابر کہا جاتا ہے(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ آدمی بلعم بن باعوراء ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بلعام بن عامر وہ آدمی ہے جسے اسم اعظم عطا کیا گیا تھا اور وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا(2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا۔۔۔ الآیہ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شہر جبارین کا ایک آدمی تھا جسے بلعم کہا جاتا تھا۔ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں جا کر اترے تو اس کے چچا کے بیٹے اور اس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ایک تیز آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے۔ بلاشبہ اگر وہ ہم پر غالب آ گیا تو وہ ہمیں ہلاک کر دے گا۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے۔ اس نے جواب دیا: اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو ہم سے واپس لوٹا دے تو میری دنیا اور میری آخرت دونوں ختم ہو جائیں گی لیکن وہ اس سے مسلسل اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے خلاف دعا کر دی اور وہ اس حال اور کیفیت سے نکل گیا جس میں وہ تھا اور ارشاد باری تعالیٰ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ کے بارے فرمایا کہ اگر وہ حکمت کو اٹھائے تو اسے نہیں اٹھا سکتا اور اگر اسے چھوڑ دے تو خیر اور بھلائی کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ کتا کہ اگر وہ بیٹھا ہوا ہو تب بھی ہانپتا ہے اور اگر بھاگے تب بھی ہانپتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا۔۔۔ الآیہ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں ایک آدمی کا ذکر ہے جسے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اس کی تین دعائیں قبول کی جائیں گی۔ اس کی ایک بیوی تھی جس سے اس کی اولاد بھی تھی۔ چنانچہ اس زوجہ نے اسے کہا: تین میں سے ایک دعا میرے لیے کر دو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے ایک دعا تیرے لیے ہو گی۔ بتا تو کیا چاہتی ہے؟ بیوی نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر خوب صورت اور حسین عورت بنا دے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 143، داراحیاء التراث العربی بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 143

کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بنی اسرائیل کی خوب صورت ترین عورت بنا دیا۔ جب اس عورت نے یہ جان لیا کہ اس کی مثل حسین و جمیل ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تو اس عورت نے اس سے اعراض کر لیا اور دوسری شے کا ارادہ کرنے لگی یہ دیکھ کر اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ اسے کتیا بنا دے۔ سو وہ کتیا بن گئی۔ اس طرح اس کی دو دعائیں پوری ہو گئیں اور ان کا حق اس سے ختم ہو گیا۔ پھر اس کے بیٹے اس کے پاس آئے اور کہا: اس پر ہمیں کوئی قرار اور سکون نہیں کہ ہماری ماں کتیا بن گئی ہے۔ لوگ اس کے بارے ہمیں عار دلاتے ہیں اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اسے اپنی سابقہ حالت پر ہی لوٹا دے۔ چنانچہ اس نے دعا کی اور وہ اپنی اسی حالت پر لوٹ آئی جس پر وہ پہلے تھی۔ تو اس طرح اس کی تینوں دعائیں ختم ہو گئیں اور انہیں البسوس کا نام دیا گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جسے بلعم کہا جاتا ہے وہ اہل یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی آیات عطا کیں تو اس نے انہیں چھوڑ دیا (1)۔

امام عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا کے بارے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں جس آدمی کا ذکر ہے وہ امیہ بن ابی الصلت ثقفی ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہ آیت تمہارے ساتھی امیہ بن ابی الصلت کے بارے نازل ہوئی (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد امیہ بن ابی الصلت کی بہن فارعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا تجھے اپنے بھائی کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں۔ اس نے عرض کی جی ہاں۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اے فارعہ! تیرے بھائی کی مثال اس آدمی کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے عطا فرمائیں اور وہ ان سے کھسک کر نکل گیا (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امیہ بن ابی الصلت نے کہا:

اَلَا رَسُوْلٌ لَّنَا مِنَّا يُخَبِّرُنَا   مَا بُعْدُ غَايَتِنَا مِنْ رَاْسِ مَجْرَانَا

"خبردار! ہمارا ایک رسول ہے جو ہم ہی میں سے ہے، وہ ہمیں ایسے امور کی خبر دیتا ہے جو ہماری موت کے بعد وقوع پذیر ہونے والے ہیں" وہ نجران کے سرداروں میں سے ایک ہے۔

فرمایا: پھر امیہ بحرین کی طرف نکل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئ نبوت فرمایا۔ اور امیہ آٹھ سال تک بحرین میں مقیم رہا۔ پھر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی، جب کہ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے دعوت اسلام دی اور ان آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی: بسم اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 144
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 145
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 282-84، دار الفکر بیروت

الرحمن الرحیم ﴿ یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴾ (یٰس) جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو امیہ اچھلا اور اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے چل پڑا۔ قریش نے بھی اس کی اتباع کی اور کہنے لگے: اے امیہ! تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہے۔ قریش نے پوچھا: تو پھر کیا تو آپ کی اتباع کرے گا؟ اس نے کہا: یہاں تک کہ میں آپ کے معاملہ میں خوب غور وفکر کرلوں۔ پھر وہ شام کی طرف نکل گیا اور غزوہ بدر کے بعد اسلام لانے کے ارادہ سے واپس آیا لیکن جب اسے مقتولین بدر کے بارے بتایا گیا۔ تو اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور پھر طائف کی طرف لوٹ گیا اور وہیں مر گیا۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔(1)

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن عاصم بن عروہ بن مسعود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں ایک حلقہ میں تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ تو ایک آدمی نے سورۃ الاعراف کی یہ آیت پڑھی وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ تو بعض نے کہا: وہ صیفی بن راہب ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد بلعم ہے جو بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ تو اہل مجلس نے استفسار کیا۔ پھر کون مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے(2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے پوچھا۔ تو آپ نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا جسے بلعم بن باعوراء کہا جاتا تھا اور انصار کہا کرتے تھے کہ اس سے مراد ابن الراہب ہے جس نے اپنے لیے مسجد شقاق بنائی۔ اور ثقیف کہتے تھے کہ اس سے مراد امیہ بن ابی صلت ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد صیفی بن راہب ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: اس میں بنی اسرائیل کے ایک نبی یعنی بلعم کا ذکر ہے۔ اسے نبوت عطا کی گئی۔ تو قوم نے اس شرط پر اسے رشوت دی کہ وہ خاموش رہیں گے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور قوم کو اس حال پر چھوڑ دیا جس پر وہ پہلے تھے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانْسَلَخَ مِنْهَا کا معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس سے علم چھین لیا گیا اور وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا کے بارے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو علم کے ساتھ اس کا رتبہ بہت بلند کر دیتا(4)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مالک بن دینار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعم بن باعوراء کو شاہ مدین کی طرف بھیجا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے۔ بلعام مستجاب الدعوات تھا اور علمائے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شدائد اور مشکلات میں اسے آگے کرتے تھے۔ تو شاہ مدین نے اسے

1۔ تاریخ مدینہ دمشق، امیہ بن ابی الصلت، جلد 9، صفحہ 285-86-87، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 265
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 145
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 151

عقل منقطع ہوتی ہے وہ پہلے بھی اور بعد بھی گمراہ ہوتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ نے ابو معتمر سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس آیت کریمہ کے بارے پوچھا گیا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا تو انہوں نے سیار کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ ایک آدمی تھا جسے بلعام کہا جاتا تھا۔ اسے نبوت عطا کی گئی تھی اور وہ مستجاب الدعوات تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو آپ نے اس سرزمین کا ارادہ فرمایا جہاں بلعام سکونت پذیر تھا۔ تو یہ خبر سن کر لوگ سخت خوف زدہ اور مرعوب ہو گئے۔ چنانچہ وہ بلعام کے پاس آئے اور کہا: اس آدمی کے خلاف آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ اس نے کہا: کہ میں اپنے رب سے مشورہ کرلوں؟ چنانچہ اس نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی۔ تو اسے کہا گیا: تو ان کے خلاف دعا نہ کر، کیونکہ ان میں میرے بندے ہیں اور ان میں ان کا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میں نے ان کے خلاف دعا مانگنے کی اجازت طلب کی ہے لیکن مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ راوی نے کہا: قوم نے اسے ہدیہ اور تحائف پیش کیے۔ اس نے انہیں قبول کرلیا۔ پھر وہ اس سے واپس لوٹے اور پھر کہا۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا مانگ۔ تو اس نے کہا: کہ میں مشورہ کروں گا۔ پھر اس نے اجازت طلب کی۔ تو اسے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ تو اس نے کہا: میں نے مشاورت طلب کی ہے لیکن مجھے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ تو قوم نے کہا: اگر تمہارا رب ان کے خلاف تمہاری دعا کو ناپسند کرتا تو یقیناً تمہیں منع فرما دیتا جیسا کہ اس نے پہلی بار منع کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف دعا کرنے لگا۔ تو جب وہ دعا میں شروع ہوا تو اس کی زبان پر اپنی ہی قوم کے خلاف دعا جاری ہوگئی اور جب اسے دعا بتایا جاتا کہ اسے اپنی قوم پر فتح عطا فرمائے تو اس مقام پر اس کی زبان پر یہ جاری ہوا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر کو فتح عطا فرمائے۔ تو قوم نے کہا: ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے ہی خلاف دعا کر رہے ہو۔۔۔ اس نے جواب دیا: میری زبان پر یہی جاری ہوتا ہے۔ اگر میں ان کے خلاف دعا کروں تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ لیکن میں تمہیں ایسا امر پیش کر رہا ہوں کہ عنقریب ان کی ہلاکت اس جگہ میں ہوگی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زنا کو مبغوض اور ناپسند کرتا ہے۔ اگر وہ زنا میں واقع ہو جائیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں عورتوں سے دور نکال لایا گیا اور وہ مسافر لوگ ہیں۔ عنقریب وہ زنا کے مرتکب ہوں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر ایسے ہی ہوا کہ انہیں عورتوں سے دور نکال دیا گیا، وہ ان کے پاس آئیں تو وہ زنا کا ارتکاب کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون مسلط کر دیا جس کے سبب ستر ہزار افراد موت کی نذر ہو گئے (1)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا نام بلعم تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم خوب اچھی طرح جانتا تھا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر ہزار افراد کے ساتھ اس کی قوم سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ تو اس کی قوم اس کے پاس آئی اور کہا: اللہ تعالیٰ سے ان کے خلاف دعا کیجئے۔ جب بھی ان پر کوئی حملہ کرتا تھا تو وہ ان کے لیے بددعا کرتا اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ وہ دعا کرنے سے پہلے سو جاتا اور خواب میں وہ دیکھ لیتا جو اسے حکم دیا جاتا۔ چنانچہ وہ سویا تو اسے کہا گیا: ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر، ان کے لیے بددعا نہ کر۔ وہ بیدار ہوا تو اس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 148

نے ان کے خلاف دعا کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی قوم سے کہا: تم ان کے لیے عورتوں کو مزین اور آراستہ کرو۔ بے شک جب وہ انہیں دیکھیں گے تو وہ صبر نہیں کر سکیں گے، یہاں تک کہ وہ گناہ (زنا) میں واقع ہو جائیں گے اور تم ان پر غالب آجاؤ گے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

"جسے ہدایت بخشے اللہ تعالیٰ سو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جنہیں گمراہ کر دے تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ میں یہ کہا کرتے تھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے تھے "نَحْمَدُ اللّٰهَ نُثْنِيْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ، پھر فرماتے "مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، اَصْدَقُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ" پھر فرماتے بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ "ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ایسے کرتے ہیں جو اس کی شایان شان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ سب سے زیادہ سچی کلام کتاب اللہ ہے۔ اور سب سے زیادہ حسین ہدایت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہدایت ہے۔ اور تمام امور میں سے سب سے زیادہ نقصان دہ وہ نئے امور ہیں جن کی اصل نہ کتاب میں ہو اور نہ ہی سنت رسول اللہ ﷺ میں اور نہ ہی وہ نئے اجماع امت سے ثابت ہوں۔ اور اس طرح کا ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر قسم کی گمراہی جہنم میں ہے۔ پھر فرمایا مجھے مبعوث کیا گیا، میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں"۔ (آپ ﷺ دو انگلیوں سے اشارہ کر کے یہ فرماتے کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان انگلیوں کا سا فاصلہ ہے)(1)

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت اور تاریکی میں پیدا کیا ہے۔ پھر ان پر اپنے نور کی تجلی ڈالی۔ پس اس دن جس پر اس نور میں سے کچھ پڑا وہ ہدایت پا گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم خشک ہو گیا۔ "جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ"

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، جلد 1، صفحہ 284-85، قدیمی کتب خانہ کراچی

أَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

"اور اللہ ہی کے لیے ہیں نام اچھے سو پکارو اسے انہیں ناموں سے اور چھوڑ دو انہیں جو کجروی کرتے ہیں اس کے ناموں میں۔ انہیں سزا دی جائے گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے"۔

امام بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو عوانہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابو عبد اللہ بن مندہ نے التوحید میں، ابن مردویہ، ابو نعیم، اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے "کتاب الاسماء والصفات" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا جنت میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وہ وتر (طاق) کو ہی پسند کرتا ہے (1)۔

امام ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو اسماء ہیں۔ جس کسی نے ان کے واسطہ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے الغرائب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میرے ننانوے اسماء ہیں جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابن مردویہ اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں یعنی ایک کم سو ہیں۔ جو انہیں پڑھتا رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن حبان، ابن مندہ، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ یعنی ایک کم سو ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ بے شک وہ وتر ہے اور وتر (طاق) کو پسند کرتا ہے (اسماء گرامی یہ ہیں)

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو (وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) الرحمٰن (بہت ہی مہربان) الرحیم (ہمیشہ رحم فرمانے والا) الملک (بادشاہ حقیقی) القدوس (ہر عیب سے پاک) السلام (سلامت رکھنے والا) المومن (امن دینے والا) المہیمن (نگہبان) العزیز (سب سے غالب) الجبار (ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا) المتکبر (متکبر) الخالق (پیدا کرنے والا) المصور (تصویر بنانے والا) الغفار (بخشنے والا) القہار (سب سے طاقت ور) الوہاب (بے حساب دینے والا) الرزاق (رزق دینے والا) الفتاح (کھولنے والا) العلیم (سب کچھ جاننے والا) القابض (بند کرنے والا) الباسط (کشادہ کرنے والا) الخافض (پست کرنے والا) الرافع (بلند کرنے والا) المعز (عزت دینے والا) المذل (ذلیل کرنے والا) السمیع (خوب سننے والا) البصیر (خوب دیکھنے والا) الحکم (فیصلہ کرنے والا) العدل (عدل کرنے والا) اللطیف (بڑا مہربان) الخبیر (ہر چیز سے خبردار) الحلیم (بردبار) العظیم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 156، بیروت

الْاِکْرَامِ، الرَّؤُوْفُ، الْمُنِیْرُ، الْمَالِکُ، الْقَاهِرُ، الْهَادِیْ، الشَّاکِرُ، الْکَرِیْمُ، الرَّفِیْعُ، الشَّهِیْدُ، الْوَاحِدُ، ذُو الطَّوْلِ، ذُو الْمَعَارِجِ، ذُو الْفَضْلِ، الْکَفِیْلُ، الْجَلِیْلُ۔(1)

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں۔ جس کسی نے انہیں پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ قرآن پاک میں موجود ہیں۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ سے ان ننانوے اسماء حسنیٰ کے بارے سوال کیا کہ انہیں جس نے پڑھا وہ جنت میں داخل ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ قرآن کریم میں ہیں۔ پانچ اسمائے گرامی سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ یا اللہ، یا رب، یا رحمن، یا رحیم اور یا مالک۔ سورۃ البقرہ میں تینتیس اسماء ہیں۔ یا محیط، یا قدیر، یا علیم، یا حکیم، یا علی، یا عظیم، یا تواب، یا بصیر، یا ولی، یا واسع، یا کافی، یا رءوف، یا بدیع، یا شاکر، یا واحد، یا سمیع، یا قابض، یا باسط، یا حی، یا قیوم، یا غنی، یا حمید، یا غفور، یا حلیم، یا الٰہ، یا قریب، یا مجیب، یا عزیز، یا نصیر، یا قوی، یا شدید، یا سریع، یا خبیر، سورۃ آل عمران میں یہ ہیں: یا وہاب، یا قائم، یا صادق، یا باعث، یا منعم اور یا متفضل۔ سورۃ النساء میں یہ اسماء ہیں۔ یا رقیب، یا حسیب، یا شہید، یا مقیت، یا وکیل، یا علی، یا کبیر۔ اور سورۃ الانعام میں یہ ہیں۔ یا فاطر، یا قاہر، یا لطیف، یا برہان اور سورۃ الاعراف میں یا محیی اور یا ممیت ہیں۔ سورۃ الانفال میں یا نعم المولی اور یا نعم النصیر ہیں۔ سورۃ ہود میں یہ اسماء ہیں۔ یا حفیظ، یا مجید، یا ودود اور یا فعال لما یرید ہیں اور سورۃ الرعد میں یہ اسماء ہیں۔ یا کبیر اور یا متعال، سورۃ ابراہیم میں یا منان اور یا وارث ہیں۔ اور سورۃ الحجر میں یا خلاق۔ سورۃ مریم میں یا فرد، سورۃ طٰہٰ میں یا غفار، قد افلح میں یا کریم، سورۃ نور میں یا حق اور یا مبین۔ سورۃ فرقان میں یا ہادی، سورۃ سبا میں یا فتاح، سورۃ زمر میں یا عالم، سورۃ غافر میں یا غافر، یا قابل التوبہ، یا ذا الطول، یا رفیع، سورۃ الذاریات میں یا رزاق، یا ذا القوۃ، یا متین۔ سورۃ الطور میں یا بر، سورۃ اقتربت میں یا ملیک، یا مقتدر۔ سورۃ الرحمن میں یا ذا الجلال والاکرام، یا رب المشرقین، یا رب المغربین، یا باقی، یا معین۔ سورۃ الحدید میں یا اول، یا آخر، یا ظاہر، یا باطن۔ سورۃ الحشر میں یا ملک، یا قدوس، یا سلام، یا مؤمن، یا مہیمن، یا عزیز، یا جبار، یا متکبر، یا خالق، یا باری، یا مصور، سورۃ البروج میں یا مبدی، یا معید، سورۃ الفجر میں یا وتر اور سورۃ الاخلاص میں یا احد اور یا صمد موجود ہیں۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاسماء والصفات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے کوئی غم واندوہ یا حزن وملال لاحق ہو تو اسے اس طرح التجا کرنی چاہیے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، نَاصِيَتِیْ فِیْ يَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ، اَسْاَلُكَ بِكُلِّ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 63 (42)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ بَصَرِي، وَذَهَابَ هَمِّي وَجِلَاءَ حُزْنِي" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کبھی کسی پریشان حال اور غم زدہ آدمی نے یہ کلمات کہے اللہ تعالیٰ اس سے غم اور پریشانی دور فرما دے گا اور اس کے غم کو فرحت و مسرت میں بدل دے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم یہ کلمات سیکھ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں، تم خود بھی انہیں سیکھو اور یہ کلمات دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ اسم مبارک سکھا دیجئے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ اسے قبول فرمالے۔ تو حضور نبی رحمت ﷺ نے اس سے فرمایا: اٹھو، وضو کرو، پھر مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر دعا مانگو یہاں تک کہ میں اسے سنوں۔ چنانچہ آپ نے اس طرح کیا۔ جب دعا کے لئے بیٹھیں تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اللہ! اسے توفیق عطا فرما۔ تو پھر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس طرح دعا کی "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِجَمِيعِ أَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْنَا مِنْهَا وَمَا لَمْ نَعْلَمْ، وَأَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الْعَظِيمِ الْأَعْظَمِ الْكَبِيرِ الْأَكْبَرِ الَّذِي مَنْ دَعَاكَ بِهِ أَجَبْتَهُ، وَمَنْ سَأَلَكَ بِهِ أَعْطَيْتَهُ" یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے صحیح کہا اور تو نے سچ کہا۔

ارشاد باری تعالیٰ: وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ أَسْمَآئِهِ کے بارے امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الالحاد کا معنی تکذیب (جھٹلانا) ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ انہوں نے العزیز سے عزیٰ مشتق کیا اور لفظ اللہ سے اللات مشتق کر لیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت عطا نے کہا: الالحاد کا معنی مضاھاۃ (نقل اتارنا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے يُلْحِدُونَ اور يَلْحَدُونَ پڑھا ہے اور یہ لحد سے ماخوذ ہے۔ اور اس کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اس میں وہ کچھ داخل کرتے ہیں جو اس میں سے نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں وہ ایسے الفاظ داخل کرتے ہیں جو اس کے اسماء میں سے نہیں ہیں)

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے يُلْحِدُونَ کا معنی يُشْرِكُونَ کیا ہے (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شریک کرتے ہیں) (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: يُلْحِدُونَ فِيٓ أَسْمَآئِهِ کا معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تکذیب کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 158، بیروت
2۔ ایضاً

امام احمد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے المصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے سیر پر لے جایا گیا (یعنی شب معراج) میں نے دیکھا کہ جب ہم ساتویں آسمان کے آخر تک پہنچے تو میں نے اوپر کی جانب نظر اٹھائی۔ تو اچانک میں نے گرج، چمک اور صواعق کی کڑک دیکھی۔ فرمایا کہ میں ایک قوم کے پاس آیا جن کے پیٹ ان مکانوں کی طرح تھے جن میں سانپ ہوں۔ وہ ان کے پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ تو میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔ پھر جب میں آسمان دنیا کی طرف اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف دیکھا تو وہاں شور و شغب، دھواں اور مختلف آوازیں دیکھیں۔ تو میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیاطین ہیں جو بنی آدم کی آنکھوں کو بند کر رہے ہیں تاکہ وہ آسمانوں اور زمین کی وسیع مملکت میں غور و فکر نہ کر سکیں اور اگر اس طرح نہ ہو تو یقیناً وہ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کر لیں (1)۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

"جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا اسے۔ اور وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں کہ اپنی گمراہی میں بھٹکتے رہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر کہا: جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ تو آپ کے سامنے ایک نوجوان تھا جس نے غیر عربی زبان میں کوئی بات کہی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے کہا: کہ اس کی بات کے بارے بتاؤ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: کہ اس کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرے گا۔ تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تجھے گمراہ کر دے اور تجھے جہنم میں داخل کر دے اگر معاہدہ میں ذمہ داری کا عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ پھر لوگ منتشر ہو گئے اس حال میں کہ ان کے مابین مسئلہ تقدیر میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

يَسْـَٔــلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۂ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔــلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 353، مطبوعہ دار صادر بیروت

نے کہا: گویا آپ اس کے بارے جانتے ہیں۔ اور دوسرے نے کہا: یہ ضروری ہے کہ اس کے بارے پوچھا جائے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ "كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا" کا مفہوم حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے: گویا تم نے قیامت کے بارے بار بار سوال کیا ہے یہاں تک کہ تم نے اس کے بارے یقین حاصل کر لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ "یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: گویا کہ آپ اس کے متعلق جانتے ہیں یعنی آپ تو اس کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گویا آپ اسے گہرائی سے جاننے والے ہیں(1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کے اور ان کے درمیان محبت ہے گویا آپ ان کے دوست ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب لوگوں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قوم کا سوال پوچھا، گویا کہ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک قیامت کا علم اسی کے پاس ہے اور اسی نے جس کا علم اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس پر اس نے کسی فرشتے یا رسول کو مطلع نہیں کیا(2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ گویا کہ آپ ان کے دوست ہیں لہٰذا جب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے (اس کے بارے) سوال کرتے ہیں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے گویا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ وہ آپ سے قیامت کے بارے سوال کریں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح پڑھتے تھے كَاَنَّكَ حَفِیٌّ بِهَا۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے: گویا کہ قیامت کے متعلق ان کا آپ سے سوال کرنا آپ کو خوش کرتا ہے تاکہ اس کے متعلق ہم آپ کو آگاہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ سے مخفی کر دیا اور آپ کو مطلع نہ کیا اور فرمایا: فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (النازعات) "اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق"۔ اور فرمایا: اَكَادُ اُخْفِیْهَا (طہ: 15) "میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں"۔ اور حضرت ابی کی قرأت میں ہے "اَكَادُ اُخْفِیْهَا مِنْ نَّفْسِیْ"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قریش نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا: بلاشبہ ہمارے اور آپ کے مابین رشتہ داری اور قرابت ہے۔ لہٰذا ہمیں بتائیے قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 186، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 166

تعالیٰ نے فرمایا یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا "وہ پوچھتے ہیں آپ سے گویا کہ آپ خوب تحقیق کر چکے ہیں اس کے متعلق" (1)۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠ﮒ

"آپ کہیے نہیں مالک ہوں میں اپنے آپ کے لیے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر میں (تعلیم الٰہی کے بغیر) جان لیتا غیب کو تو خود ہی بہت جمع کر لیتا خیر سے اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا (نافرمانوں کو) اور خوشخبری سنانے والا اس قوم کو جو ایمان لاتی ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں جان لیتا جب میں کوئی چیز خریدتا کہ اس میں مجھے کتنا نفع ہوگا اور میں کوئی چیز نہ بیچتا مگر جب کہ مجھے اس میں نفع ہوتا۔ اور وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کے بارے فرمایا: "اور مجھے فقر لاحق نہ پہنچتا"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا کا معنی ہے میں اپنے آپ کے لیے ہدایت اور گمراہی کا مالک نہیں ہوں۔ اور وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کا مفہوم ہے۔ اگر میں جان لیتا کہ مجھے موت کب آئے گی اور لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ کا معنی ہے تو میں خود ہی بہت عمل صالح جمع کر لیتا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے: میں بالیقین ہر شر اور تکلیف کے لاحق ہونے سے پہلے اس سے اجتناب کرتا (2)۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۖ وَ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 186-67، بیروت

2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 169

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت حوا حاملہ ہوگئیں۔ تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا: کیا تو میری بات تسلیم کرے گی تیرا بچہ سلامت رہے گا؟ اس کا نام عبد الحارث رکھنا۔ تو انہوں نے اس طرح نہ کیا۔ چنانچہ بچہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ پھر حاملہ ہوئیں تو شیطان نے پھر پہلے کی طرح کہا۔ مگر آپ نے اس کا کہنا نہ مانا۔ پھر جب تیسری بار حاملہ ہوئیں۔ تو وہ پھر آیا اور آ کر کہا: اگر تو میری بات کی پیروی کرے گی تو وہ تیرے لیے سلامت رہے گا۔ ورنہ وہ چوپایہ ہو جائے گا۔ پس اس نے آپ کو خوفزدہ کیا تو آپ نے اس کی بات مان لی۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بچے کی ولادت ہوئی تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ پھر ابلیس ان دونوں کے پاس آیا اور کہا: تم نے اپنے اس بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: عبداللہ۔ اس سے پہلے بھی ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور انہوں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ تو ابلیس نے کہا: کیا تم دونوں یہ گمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنا غلام (عبد) تم دونوں کے پاس چھوڑ دے گا؟ قسم بخدا! وہ اسے بھی اسی طرح لے جائے گا جیسے وہ دوسرے کو لے گیا۔ البتہ میں تمہاری رہنمائی ایک ایسے نام پر کرتا ہوں، جو تمہارے لیے باقی رہے گا جب تک تم باقی رہو گے۔ پس تم اس کا نام عبد شمس رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے یہی نام رکھ دیا۔ پس اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا اور جو کسی شے کو تخلیق نہیں کر سکتا۔ بے شک وہ تو خود مخلوق ہے۔ راوی نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے انہیں دو بار دھوکہ دیا'' حضرت زید نے کہا: ایک بار جنت میں اس نے دونوں کو دھوکہ دیا اور ایک بار زمین پر دھوکہ دیا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کے نفس میں اپنی بیوی کی جانب شہوت و میلان بھی ڈال دیا۔ پس ان کے سبب آپ کے جذبات میں ہیجان پیدا ہو گیا اور آپ نے ان سے تعلق زوجیت قائم کیا۔ پس آپ کے اس ملاپ سے وہ حاملہ ہو گئیں اور جب وہ حاملہ ہو گئیں تو بچے نے جب ان کے پیٹ میں حرکت کی۔ تو انہوں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو ابلیس ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: بے شک تم حاملہ ہو اور بچے کو جنم دو گی۔ آپ نے کہا: کیا میں بچہ جنوں گی؟ اس نے کہا۔ کیا تو نہیں دیکھ رہی کہ کوئی بھی جانور بھیڑ یا بکری وہ بھی اپنی (مثل) کو جنتی ہے اور وہ (بچہ) آپ کی ناک، آپ کی آنکھ یا آپ کے کان سے خارج ہوگا۔ آپ نے کہا: قسم بخدا! مجھ میں کوئی شے نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس سے تنگ ہوگی۔ اس نے کہا میری پیروی کرو اور اس کا نام عبد الحارث رکھو۔ ملائکہ میں اس کا نام حارث تھا۔ تم اپنی مثل جنم دو گی۔ آپ نے اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔ تو انہوں نے کہا: وہ ہمارا وہی ساتھی ہے جسے میں جانتا ہوں۔ سو وہ بچہ مر گیا۔ پھر آپ دوبارہ سے

رکھا گیا ہے اس بے اس قول کی تائید حمزہ کی قراءت بھی کرتا ہے جو شرک کے صیغے کے ساتھ مذکور ہے۔ (تفسیر مظہری، جلد 3، صفحہ 519) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیت حضرت آدم و حوا کے متعلق ہے تو پھر یہ مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں اور ان کا جواب یہ ہے کہ یہاں استفہام مقدر ہے یعنی اَيُشْرِكُوْنَ اور ان کا عمل اس صورت پر ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو ان کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا لیے تھے؟ ہرگز نہیں، شرک کا تم کہیں ان کے لیے شریک ٹھہراتے ہو، اللہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔ (ضیاء القرآن، جلد 4، صفحہ 491)

بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا: میری بات مانو ورنہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ کیونکہ پہلے (بچے) کو بھی میں نے ہی مارا تھا۔ آپ نے پھر اس کا ذکر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا تو آپ نے پہلے کی طرح اب بھی کہا۔ پھر آپ تیسرے بچے سے حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس آپ کے پاس آیا اور پہلے کی طرح اب بھی کیا۔ تو آپ نے اس کا تذکرہ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کیا۔ تو اس بار آپ نے اسے ناپسند نہ کیا۔ تو آپ نے بچے کا نام عبد الحارث رکھ دیا۔ تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت حوا علیہا السلام حاملہ تھیں۔ ان کے پاس ابلیس آیا اور کہا: میں تم دونوں کا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا تھا کہ تم میری پیروی کرو یا اس لیے تاکہ میں اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر دوں۔ پس وہ بچہ تیرے پیٹ سے نکلے گا اور اسے پھاڑ دے گا اور میں اس طرح کروں گا۔ چنانچہ اس نے دونوں کو خوب خوف زدہ کیا۔ تاکہ وہ اس کا نام عبد الحارث رکھیں۔ تو ان دونوں نے اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو مردہ بچہ باہر آیا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں۔ پھر ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی مثل گفتگو کی۔ انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تو پھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ پھر آپ حاملہ ہوئیں اور ابلیس دونوں کے پاس آیا اور پہلے کی طرح گفتگو کی اور دونوں کے دل میں بچے کی محبت کا ادراک کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے بچے کا نام عبد الحارث رکھا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا۔(1)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے بچے کا نام جو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے رکھا، وہ عبد الرحمٰن ہے پھر وہ فوت ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک کا نام صالح رکھا اور وہ بھی فوت ہو گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بچے جنتی تھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ان کی خدمت کرتی تھیں اور ان کا نام عبد اللہ اور عبید اللہ رکھتیں۔ اسی طرح ہوتا یہاں تک کہ انہیں موت آ جاتی۔ پھر آپ کے پاس اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہا: بلاشبہ جو نام تم رکھتے ہو اگر اس کے علاوہ کوئی اور نام رکھو گے تو بچہ زندہ رہے گا۔ تو پھر آپ نے ایک بچے کو جنم دیا اور اس کا نام عبد الحارث رکھا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ الی آخر الآیہ(2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ بعض اہل ملل کے بارے نازل ہوئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے نہیں(3)۔

عبد بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرأت اس طرح کی ہے: حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ۔
امام ابو الشیخ نے ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا کے متعلق حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 174، دار الصمیعی الریاض　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 173، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 175

خفیفًا سے مراد ہے جب تک حمل ظاہر نہ تھا۔ اور فمرت بہ سے مراد ہے جب آپ کا حمل ظاہر ہو گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فمرت بہ کی تفسیر میں کہا: پس وہ شکایت کرتی ہے کیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ (1)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے: قول باری تعالیٰ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهٖ کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ عورت شکایت کرتی ہے کیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ (2)

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ایوب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: اگر میں عربی ہوتا تو میں اسے جانتا۔ بے شک وہ مسلسل حمل سے رہتی ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: وہ نطفہ ہوتی ہے نطفہ سے۔ اور فمرت بہ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فمرت بہ کا معنی کرتے ہوئے فرمایا: پھر وہ مسلسل حمل کے ساتھ رہتی ہے (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی کہا کہ پھر وہ مسلسل اس حمل کے ساتھ رہتی ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت میمون بن مہران سے فمرت بہ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ اس حمل کو ہلکا محسوس کرتی ہے۔

ابو الشیخ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ کی تفسیر میں کہا: جب بچہ اس کے پیٹ میں بڑا ہو جاتا ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ نے لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا کی تفسیر میں کہا: وہ دونوں خوفزدہ ہوتے ہیں کہ کہیں وہ چوپایہ ہو۔ تو وہ دونوں کہتے ہیں: اگر تو ہمیں تندرست انسان عطا فرمائے۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دونوں کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انسان ہی نہ ہو۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر تو ہمیں تندرست لڑکا عنایت فرمائے (7)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کے بارے فرمایا: اطاعت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہو، تو وہ شریک بناتے ہیں حالانکہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بناتے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے شُرَكَآءَ کو یوں قراءت کیا ہے شین کے کسرہ کے ساتھ یعنی جَعَلَا لَهٗ شِرْكًا آیت۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 170، بیروت | 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 170 | 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 171 | 5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 173، دار الصمیعی الریاض
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 170 | 7۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 109، دار الکتب العلمیہ بیروت

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ۝ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۝ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ۝

"(اے کفار) بے شک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا بندے ہیں تمہاری طرح تو پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں چلتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا ان کے ہاتھ ہیں پکڑتے ہیں وہ جن کے ساتھ یا ان کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں جن سے یا ان کے کان ہیں وہ سنتے ہیں جن کے ساتھ آپ کہیے پکارو اپنے شریکوں کو پھر سازش کرو میرے خلاف اور مت مہلت دو مجھے یقیناً میرا حامی اللہ ہے جس نے اتاری یہ کتاب۔ اور وہ حمایت کیا کرتا ہے نیک بندوں کی۔ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا کے سوا وہ طاقت نہیں رکھتے تمہاری مدد کی اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورج اور چاند کو لایا جائے گا یہاں تک کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا جائے گا اور انہیں بھی لایا جائے گا جو ان کی عبادت اور پوجا کرتے تھے۔ انہیں کہا جائے گا فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ "پکارو انہیں پس چاہیے کہ قبول کریں تمہاری پکار کو اگر تم سچے ہو"۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۝

"اور اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو وہ نہ سنیں گے اور تو دیکھے گا انہیں کہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا"۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ ان سے مراد مشرکین ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا اور تو دیکھے گا کہ وہ دیکھ رہے ہیں تیری طرف حالانکہ انہیں وہ نظر ہی نہیں آتا جس ہدایت کی طرف تم انہیں بلا رہے ہو۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۝

"قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں سے) اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رخ (انور) پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے"۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابو داؤد، نسائی نے اپنی تاریخ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت لوگوں کے اخلاق کے بارے میں نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور ایک روایت میں الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق سے عفو و درگزر کو اپنائیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو اپنائیں (2)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے اخلاق میں سے عفو و درگزر کو اپناؤں۔

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت امّی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نہیں جانتا یہاں تک کہ میں جاننے والے سے پوچھ لوں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام واپس گئے اور واپس آ کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ جو آپ کے ساتھ ظلم کرے آپ اسے معاف کر دیں، جو آپ کو محروم رکھے آپ اسے عطا کرتے رہیں اور جو آپ کے ساتھ قطع تعلقی کرے تو آپ اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! اس آیت کی تاویل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: کہ میں رب کے بارے پوچھ لوں۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھ گئے اور پھر نیچے اترے تو کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ اس سے درگزر فرمائیں جو آپ پر ظلم و زیادتی کرے، آپ اسے عطا کریں جو آپ کو محروم رکھے، آپ اس سے صلہ رحمی کریں جو آپ سے قطع تعلقی کرے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں دنیا اور آخرت کے اعلیٰ ترین اخلاق پر تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے، اسے عطا کرے جو تجھے محروم رکھے اور اس سے صلہ رحمی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 182، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ (2‑3)420، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 184

کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلق کرلے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: قسم بخدا! میں ان (کفار) میں سے ستر افراد کا مثلہ کروں گا۔ تو اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہوئے: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا پھر وہ واپس لوٹ گئے اور دوبارہ آئے تو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم ارشاد فرما رہا ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں جس نے آپ پر ظلم کیا اور اس سے صلہ رحمی کریں جس نے آپ سے قطع تعلقی کی اور اسے عطا کریں جس نے آپ کو محروم رکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ کے بارے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: معافی اور درگزر آپ ﷺ کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ لوگوں کے اخلاق اور بغیر تجسس و تفتیش کے ان کے اعمال میں سے ہے۔ اور "وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ" کا معنی بیان فرمایا کہ آپ نیکی کا حکم دیں (1)۔

امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آ کر ٹھہرا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے قربت حاصل تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجالس اور آپ کی مشاورت کے ساتھی قراء تھے بوڑھے تھے یا نوجوان تھے۔ تو عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھائی کے بیٹے! کیا تیرا اس امیر کے ساتھ کچھ تعلق ہے؟ مجھے اس سے ملاقات کی اجازت لے دو۔ انہوں نے جواب دیا: میں عنقریب تمہیں ان سے ملاقات کی اجازت لے دوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حر نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے اجازت مرحمت فرما دی۔ پس جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو کہا: یا ابن الخطاب! یہ کیا ہے؟ قسم بخدا! نہ تو آپ ہمیں عطیات عطا فرماتے ہیں اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل سے فیصلے کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت غصے میں آ گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے سخت سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ تو یہ دیکھ کر حر نے آپ کو کہا: اے امیر المومنین! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور بلاشبہ یہ جاہلین میں سے ہے۔ قسم بخدا! جونہی انہوں نے یہ آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آگے نہ بڑھے اور آپ کتاب اللہ کے اسی حکم پر ٹھہر گئے (2)۔

امام ابن ابی حاتم ابن وہب کی سند سے مالک بن انس سے اور انہوں نے عبداللہ بن نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 84-192　2۔ شعب الایمان، باب فی حلم، الادب، جلد 6، صفحہ 315 (8314)، دار الکتب العلمیہ بیروت

سالم بن عبداللہ اہل شام کے اونٹوں کے پاس سے گزرے جو اور ان میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا: ان کی گھنٹی سے منع کیا گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہم تمہاری نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ بڑی گھنٹی مکروہ ہے مگر اس قسم کی گھنٹی میں کوئی حرج نہیں۔ پس حضرت سالم رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (اور رخ انور جاہلوں سے پھیر لیجئے)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ وہ اخلاق ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا اور اس پر آپ کی رہنمائی فرمائی (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اولین و آخرین کے اچھے اخلاق پر تیری رہنمائی نہ کروں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ جی ہاں ضرور فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے، اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے اور اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلق کرے (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے اہل دنیا اور اہل آخرت کے افضل ترین اخلاق کے بارے خبر نہ دوں؟ تو اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلق کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (4)۔

بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور اس سے درگزر کر جو تیرے ساتھ ظلم کرے (5)۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے خوبصورت اور اچھے اخلاق پر نہ کروں؟ (وہ یہ ہے) کہ تو اس سے صلہ رحمی کرے جو تیرے ساتھ قطع تعلق کرے اور تو اسے عطا کرے جو تجھے محروم کرے اور تو اس سے درگزر کرے جو تیرے ساتھ ظلم کرے (6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی دنیا اور آخرت کے مکارم اخلاق پر نہ کروں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے صلہ رحمی کر جو تیرے ساتھ قطع تعلق کرے، اسے عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور اسے معاف کر دے جو تیرے ساتھ زیادتی کرے (7)۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے اپنی سند سے معمر سے، انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے اور انہوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 85

2۔ شعب الایمان، باب فی صلۃ الارحام، جلد 6، صفحہ 222 (7858)، دار الکتب العلمیہ بیروت — 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً — 5۔ ایضاً — 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 261 (8080) — 7۔ ایضاً (8081)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ خذ العفو کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگوں کے فالتو مال لے لو اور اسے خرچ کرو اور وامر بالعرف کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عرف کا معنی معروف ہے یعنی نیکی کا حکم دو۔

امام طستی رحمہ اللہ نے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: مجھے خذ العفو کے بارے بتائیے تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے ان کے اموال سے فضل (فالتو مال) لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا ہے وہ تیرے لیے ہے۔ پس اس نے کہا: کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے عبید بن ابرص کو نہیں سنا کہ وہ کہتا ہے:

يَعْفُو عَنِ الْجَهْلِ وَالسَّوْآتِ كَمَا ... يُهْدِفُ غَيْثُ الرَّبِيعِ وَالطَّرَدِ

"وہ جہالت اور برے کاموں کو معاف کر دیتا ہے جیسا کہ موسم بہار کی ہونے والی تیز بارش موسم خزاں کے اثرات کو مٹا دیتی ہے۔"

امام ابن جریر اور نحاس رحمہما اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ خذ العفو کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: تم مال میں سے فالتو لے لو۔ پھر اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا (1)۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی نے کہا: خذ العفو والی آیت نازل ہوئی تو آدمی اپنے مال میں سے اتنا روک لیتا جو اس کے لیے کافی ہوتا اور جو فالتو ہوتا اسے صدقہ کر دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے ساتھ اسے منسوخ کر دیا اور وامر بالعرف کے بارے فرمایا کہ عرف سے مراد معروف یعنی نیکی ہے (اور نیکی کا حکم دو)، اور "واعرض عن الجاھلین" کے متعلق فرمایا: یہ آیت نماز، زکوٰۃ اور قتال کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو رکنے (یعنی درگزر اور اعراض کرنے) کا حکم دیا۔ اور پھر قتال نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا" (الحج: 39) الآیہ "اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا"۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝

"اور اگر پہنچے آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ تو فوراً پناہ مانگیے اللہ سے، بے شک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی خذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاھلین تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے میرے رب! غضب کے ہوتے ہوئے اس کی بجا آوری کیسے ممکن ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ ... الآیہ (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے متعلق حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ شیطان (وسوسہ اندازی) کرتا ہے اور اس کا ارادہ کرنے والا ہے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 183 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 185 3۔ ایضاً

فرماتوں میں بھی کمی فرماتے ہیں۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ اس کے بارے کہتے ہیں پھر ان سے قطع ہی شامل نہیں کیا جا سکتا۔ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب آپ ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں تم نے اپنی جانب سے ہی کیوں نہ بنا لی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ " وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ " کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیطان کے بھائی انسان یعنی جن اور انسان گمراہی میں کھینچ لاتے ہیں اور آپ نے لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا کا معنی بیان کیا کہ تم نے اسے خود ہی کیوں نہ بنا لیا (1)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر حزن و ملال کے آثار نمایاں دیکھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ریش مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل امین آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ میں نے کہا۔ ہاں یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ تو جبرئیل نے کہا: بے شک آپ کے بعد انتہائی قلیل مدت میں آپ کی امت فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ میں نے کہا: کیا وہ کفر کا فتنہ ہوگا یا گمراہی کا؟ تو جبرئیل نے کہا: عنقریب سب کچھ ہوگا۔ میں نے کہا: وہ کہاں سے آئے گا حالانکہ میں ان میں کتاب اللہ چھوڑ کر جاؤں گا؟ تو جبرئیل نے کہا: وہ کتاب اللہ کے ساتھ گمراہ ہو جائیں گے اور اس کی ابتدا ان کے قراء اور امراء کی جانب سے ہوگی کہ امراء لوگوں کو اپنے حقوق سے منع کریں گے اور وہ حقوق انہیں نہیں دیں گے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور قراء امراء کی خواہشات کی پیروی کریں گے۔ پس وہ انہیں گمراہی میں کھینچ لائیں گے اور پھر انہیں گمراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ میں نے کہا: اے جبرئیل! جو ان میں سے محفوظ رہنا چاہے وہ کس طرح بچ سکے گا؟ تو جبرئیل نے کہا: رکنے اور صبر کرنے کے ساتھ کہ اگر وہ ان کو کچھ دیں تو وہ اسے لے لیں اور اگر وہ اسے روک لیں (یعنی دینے سے انکار کر دیں) تو یہ اسے چھوڑ دیں (2)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں تو اسی قرآن کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ یہ روشن دلائل ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ پس تم اسے سمجھو۔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ اور یہ ہدایت اور رحمت ہے اس کے لیے جو اس کے ساتھ ایمان لایا، اس کے مطابق عمل کیا اور پھر اسی پر فوت ہو گیا۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

" اور جب پڑھا جائے قرآن (مجید) تو کان لگا کر سنا کرو اسے اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے "۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَ اِذَا قُرِئَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 88
2۔ نوادر الاصول فی احادیث الرسول، جلد 1، صفحہ 210، بیروت

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت آوازیں بلند کرنے کے بارے نازل ہوئی۔ درآنحالیکہ وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہوں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا فرض نماز کے بارے میں ہے (یعنی جب فرض نماز کے دوران قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو) (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ تو قوم نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں قرأت کرتے تھے تو آپ کی اقتداء میں پڑھنے والے بھی اسی کی مثل پڑھتے۔ جب آپ ﷺ کہتے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تو وہ بھی آپ ﷺ کے کہنے کی طرح کہتے۔ یہاں تک کہ فاتحۃ الکتاب اور سورت مکمل ہو جاتی۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رکھنا چاہا اسی طرح ہوتا رہا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا ... الآیہ۔ پھر آپ ﷺ قرأت کرتے اور وہ خاموش رہتے (3)۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پیچھے نماز میں قرأت کی۔ تو یہ آیت نازل کی گئی۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا ... الآیہ (4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا: کیا ہر وہ آدمی جو سنے کہ قرآن پڑھا جا رہا ہے، اس پر غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا: کہ یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا امام کی قرأت کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب امام قرآن کریم پڑھے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو (5)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور لوگوں کو سنا کہ وہ آپ کے پیچھے قرأت کر رہے ہیں۔ سو جب آپ (نماز سے فارغ ہو کر) پیچھے مڑے تو فرمایا: کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھو، کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس طرح اپنی عقل سے سمجھو جیسے تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا " جب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 193، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 194

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 181، دار الصمیعی الریاض 4۔ سنن کبری از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابووائل سے اور انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق فرمایا: قرآن (سننے) کے لیے اس طرح خاموش رہو جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز میں مشغولیت ہوتا ہے اور امام تیرے لیے کافی ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت کو چھوڑ دیا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اسی لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا" (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے "من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ" (6)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے جس نئی چیز (بدعت) کو ایجاد کیا وہ قرأت خلف الامام ہے۔ حالانکہ وہ پہلے قرأت نہیں کرتے تھے۔ "اول ما احدثوا القراءۃ خلف الامام وکانوا لا یقرءون"

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت انصار میں سے ایک نوجوان کے بارے نازل ہوئی۔ کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شے پڑھتے تو وہ بھی اسی طرح پڑھتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (7)۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو نماز پڑھاتے تو جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے قرأت کرتے۔ تو چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا پس قوم خاموش رہی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تو وہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 330 (3780)
3۔ ایضاً (3781)
4۔ ایضاً (3783)
5۔ ایضاً، باب من کرہ القراءۃ خلف الامام، جلد 1، صفحہ 331 (3799)
6۔ ایضاً (3802)
7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192

بھی انہی کی مثل قرأت کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اسے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کرتے تھے اور ایک آدمی بھی قرأت کرتا تھا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن پڑھنے والے دو شخصوں میں سے ان کے لیے ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ نماز میں کلام کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا درآنحالیکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ اس سے پہلے ایک دوسرے اپنی نماز میں گفتگو کرتا رہا اور اپنے کام کے بارے حکم دیتا رہا۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دوران نماز آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ تو پھر قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا۔(3)

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز کی حالت میں باہم گفتگو کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کے دوران گفتگو کرنے سے منع فرما دیا(4)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمان نماز کی حالت میں باتیں کرتے تھے جیسے یہود و نصاریٰ باتیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔(5)

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مذکورہ آیت کے مطابق جب سب سے پہلے حکم دیا گیا اس وقت لوگ دوران نماز باتیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک آدمی آتا تھا اور لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو وہ اپنے ساتھی سے آکر کہتا: تم کتنی نماز پڑھ چکے ہو؟ وہ جواب دیتا: اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 192
3۔ ایضاً
4۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت
5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 450، المکتب الاسلامی بیروت

نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا اس کے ذریعے انہیں غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے تاکہ بندہ غور سے سنے اور اسے یاد اور حفظ کر سکے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہرگز نہیں سمجھیں گے یہاں تک کہ وہ خاموشی اختیار کریں۔ خاموش رہنے کا تعلق زبان کے ساتھ ہے اور غور سے سننے کا تعلق کانوں کے ساتھ ہے (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بندہ مومن قرآن کریم کی طرف کان لگا کر سننے کی کوشش میں ہوتا ہے، خاص کر نماز جمعہ، نماز عیدین اور ان فرضوں میں جن میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز اور خطبہ میں آوازیں بلند کرنے کے سبب نازل ہوئی۔ کیونکہ خطبہ بھی نماز ہی ہے اور فرمایا: جس نے جمعہ کے دن گفتگو کی اس حال میں کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں حکم نماز اور جمعہ کے دن خطبہ کے دوران گفتگو کرنے کے بارے ہے (3)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو صورتوں میں خاموشی اختیار کرنا واجب ہے: ایک نماز میں جب کہ امام قرأت کر رہا ہو اور دوسرا جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو (4)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا: جمعہ کے دن خاموشی اختیار کرنا کس نے واجب کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (اعراف: 204) فرمایا: کیا اس سے لوگوں کو نماز اور جمعہ میں خاموش رہنے کا گمان ہوتا ہے؟ میں نے کہا: جمعہ کے دن خاموش رہنا اور قرأت کے دوران خاموش رہنا کیا برابر ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے قول باری تعالیٰ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 194
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 155، دار الفکر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 195
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 196

اَنْصِتُوْا کے متعلق فرمایا کہ یہ حکم فرض نماز اور ذکر کے وقت ہے (1)۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ حالت نماز میں جب جنت اور دوزخ کا ذکر سنتے تھے تو اپنی آوازیں بلند کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ۔ ۔ الآیہ (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب فرض نماز میں قرآن پڑھا جائے اور جب وحی نازل ہو رہی ہو (تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو)

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ ناپسند کرتے تھے کہ جب امام آیت خوف یا آیت رحمت پڑھے تو اس کے پیچھے سے کوئی آدمی کچھ کہے۔ آپ فرماتے خاموش رہو (3)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عثمان بن زائدہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ پر قرآن پڑھا جاتا تو وہ اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آپ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لیتے تھے۔ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا اور آپ ناپسند کرتے تھے کہ آپ اپنی نگاہ اور دیگر جوارح میں سے کسی کو قرآن کریم سننے کے سوا کسی اور کام میں مشغول رکھیں۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ میں کی آیت کو غور سے کان لگا کر سنا تو اس کے لیے دوگنا نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جس کسی نے اس کی تلاوت کی تو قیامت کے دن وہ اس کے لیے نور ہوگی (4)۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝

"اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر (یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے"۔

امام عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے یاد کرے اور اسے غفلت سے منع کیا ہے۔ چاہے صبح کا وقت ہو یعنی صبح کی نماز یا شام کا وقت ہو (5)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت بکر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الآصال سے مراد ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اس میں حکم یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھے تو قرأت کو غور سے سنو اور خاموش رہو اور وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 225 (8329)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 107، دارالکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 184
4۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 341، دار صادر بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 193، داراحیاء التراث العربی بیروت

"بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے وہ تکبر نہیں کیا کرتے اس کی عبادت سے اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اس کی اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو العریان مجاشعی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے سجدوں کا ذکر فرمایا اور کہا: سورۃ الاعراف، رعد، نحل، بنو اسرائیل، مریم اور حج کا ایک سجدہ، نمل، فرقان، الم تنزیل، حم تنزیل، ص اور مفصل سورتوں میں کوئی سجدہ نہیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے قرآن کریم میں دس سجدے شمار کیے ہیں: سورۃ الاعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورۃ حج کا پہلا سجدہ، فرقان، نمل، تنزیل، السجدہ اور حم السجدہ۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ گیارہ سجدے کیے ہیں۔ ان میں مفصل میں سے کوئی شے نہیں ہے: وہ یہ ہیں الاعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، سورۃ حج کا ایک سجدہ، فرقان، سلیمان، سورۃ نمل، السجدہ، ص اور حوامیم کا سجدہ (2)۔

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں قرآن کریم میں پندرہ سجدے پڑھائے۔ ان میں سے تین مفصل سورتوں میں ہیں اور سورۃ حج میں دو سجدے ہیں (3)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے اور آپ ﷺ وہ سورۃ پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا تو آپ ﷺ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا (4)۔

امام مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی انسان آیت سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتے ہوئے اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: ہائے ہلاکت! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کر لیا لہٰذا اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کر دیا لہٰذا میرے لیے جہنم ہے (5)۔

امام بیہقی نے ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سجود قرآن کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جسے تو ادا کرتا ہے یا تطوع ہے جسے تو ادا کرتا ہے۔ اور کوئی مسلمان نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کیا مگر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیا یا اس کے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سجود القرآن، جلد 1، صفحہ 377 (4346)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 313، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 314

4۔ صحیح مسلم، باب سجود التلاوۃ، جلد 1، صفحہ 215، قدیمی کتب خانہ کراچی

5۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 312، دار الفکر بیروت

عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیا یا اس کے لیے ان دونوں کو ہی جمع کر دیا (یعنی ایک درجہ بھی بلند کر دیا اور ایک گناہ بھی مٹا دیا) (1)۔

امام بیہقی نے حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی آدمی آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے یہاں تک کہ وہ شخص آیت پڑھ لے۔ اور جب وہ اس مقام پر آ جائے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، تکبیر کہے اور سجدہ کر لے (2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جب آیت سجدہ سے گزرتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت سجود القرآن میں کہا کرتے تھے اور آپ ﷺ ایک سجدہ میں بار بار یہ کہتے تھے میرے چہرے نے یہ سجدہ اس کے لیے کیا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور اس کی آنکھ اور کان کی جگہوں کو اپنی قوت و طاقت کے ساتھ شق کیا ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ احسن الخالقین ہے "سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ، فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ" (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت قیس بن سکن سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے "سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ" فرمایا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے "سَجَدَ وَجْهِي مُتَعَفِّرًا فِي التُّرَابِ لِخَالِقِي وَحُقَّ لَهُ" (اپنے خالق کی رضا کے لیے خاک میں لتھڑتے ہوئے میرے چہرے نے سجدہ کیا اور یہ اس کا حق ہے) پھر کہا: سبحان اللہ! انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا کلام آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ اپنے سجدوں میں کہا کرتے تھے۔ "اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدَ سَوَادِي وَبِكَ آمَنَ فُؤَادِي، اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي عِلْمًا يَنْفَعُنِي وَعَمَلًا يَرْفَعُنِي" (اے اللہ! تیرے لیے میرے وجود نے سجدہ کیا اور میرا دل تیرے ساتھ ایمان لایا۔ اے اللہ! مجھے ایسا علم عطا فرما جو میرے لیے نفع بخش ہو اور ایسا عمل عطا فرما جو میرے لیے باعث رفعت و بلندی ہو) (6)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وہ جب آیت سجدہ پڑھتے تو سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا (ہمارا رب پاک ہے بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً پورا ہونے والا ہے) اس کے بعد تین بار سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ کہتے (7)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی آدمی سجدہ نہ کرے مگر جب کہ وہ پاک ہو

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 322، دارالفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 325
3۔ ایضاً
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی سجود القرآن، جلد 1، صفحہ 380 (4374)
5۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 382 (4376)
6۔ ایضاً (4375)
7۔ ایضاً (4378)

([illegible])(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مکروہ جانتے تھے کہ جب وہ آیت سجدہ تک پہنچیں تو اس سے آگے گزر جائیں یہاں تک کہ وہ سجدہ کر لیں (یعنی سجدہ کئے بغیر آگے گزر جانا ناپسند کرتے تھے)(2)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جمعۃ المبارک فجر میں سورۃ الاعراف کی آخری آیات کی قراءت نہیں چھوڑتے تھے۔(3)

1۔ سنن کبریٰ از بیہقی، باب [illegible]، جلد 2، صفحہ 325، دار الفکر بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کرہ اذا قرأ السجدة، جلد 1، صفحہ 378 (4353)

3۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت

آیاتہا ۷۵ — سُورَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ — رکوعاتہا ۱۰

امام نحاس نے ناسخ میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام سعید بن منصور، امام بخاری، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: سورۂ انفال کہاں نازل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ بدر میں نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: یہ بدر کی سورت ہے(1)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

”دریافت کرتے ہیں آپ سے غنیمتوں کے متعلق۔ آپ فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور صلح کراؤ اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اگر تم ایماندار ہو“۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بدر کا دن تھا تو میرا بھائی عمیر قتل ہو گیا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار لے لی۔ اسے ذا الکتیفہ کہا جاتا تھا۔ میں وہ تلوار لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اسے نفل (مال غنیمت) میں رکھ دو۔ میں لوٹا اور اپنے پاس موجود مال و سامان سمیت لوٹا اور اللہ تعالیٰ کے سوا میرے بھائی کے قتل اور میرے چھینے ہوئے مال کو لینے کے بارے کوئی نہیں جانتا تھا۔ سو میں تھوڑا ہی دور آیا تھا کہ اتنے میں سورۂ انفال نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: جاؤ اور اپنی تلوار لے لو(2)۔

امام احمد، ابو داؤد، ترمذی رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، اور بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے بہت عطا فرمائی ہے۔ کیا یہ تلوار

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 200، مطبوعہ دار الصمیعی الریاض
2۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 180، دار صادر بیروت

مقبوضات میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو میرے نفس نے مجھے روک لیا۔ چنانچہ میں پھر آپ ﷺ کی طرف لوٹ کر آیا اور عرض کی: یہ مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے میرے لیے اپنی آواز کو سخت کیا اور فرمایا: اسے وہیں لوٹا دو جہاں سے تم نے اسے لیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن مجھے (مال غنیمت میں سے) ایک تلوار عطا فرمائی اور مال غنیمت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امام طیالسی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے المعرفۃ میں حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے: کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بدر کے دن میں نے ایک تلوار اٹھائی اور وہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے وہیں رکھ دو جہاں سے اسے اٹھایا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ اور یہی حضرت عبداللہ کی قرأت ہے کہ انفال اسی طرح ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابو الشیخ، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے انفال کے بارے سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہم ہی اصحاب بدر موجود تھے۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے بارے میں اختلاف کیا اور اس کے بارے ہمارے اخلاق نامناسب ہو رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان اسے برابر برابر تقسیم فرمایا (1)۔

امام سعید بن منصور، امام احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر ہوا۔ باہم لوگوں کا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کیا۔ پس ایک گروہ شکست خوردہ لشکر کے ساتھ لڑتے ہوئے اس کے پیچھے چلا گیا اور ایک گروہ میدان جنگ پر چھا گیا اور مال غنیمت اپنے لیے مخصوص کرنے لگا اور جمع کرنے لگا اور ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تاکہ کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔ یہاں تک کہ جب رات ہوئی اور لوگ لوٹ کر آئے تو ایک دوسرے سے ملے۔ تو جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا انہوں نے کہا: ہم نے یہ مال اکٹھا اور جمع کیا ہے۔ لہٰذا اس میں کسی اور کا کوئی حصہ نہیں۔ اور جو دشمن کی تلاش میں نکلے تھے انہوں نے کہا: تم اس مال کے ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ ہم نے ہی اس سے دشمن کو بھگایا اور ہم نے ہی انہیں شکست سے دوچار کیا۔ اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے آپ کے ارد گرد جمع رہے انہوں نے کہا: تم اس مال کے ہم سے بڑھ کر حق دار نہیں ہو۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے رکھا۔ اور ہمیں یہ ڈر تھا کہ کہیں دشمن آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔ چنانچہ ہم اس میں مشغول رہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 205

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے مسلمانوں کے مابین تقسیم کیا اور آپ ﷺ جب دشمن کی زمین پر حملہ آور ہوتے تو چوتھائی مال دینے کا اعلان کرتے۔ اور جب واپس لوٹ کر آتے تو ثلث مال غنیمت لوگوں کے سپرد کر دیتے۔ اور آپ مال غنیمت کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے مسلمانوں میں سے قوی اور طاقتور لوگوں کو چاہیے کہ وہ اسے اپنے میں سے ضعیف اور کمزور لوگوں پر لوٹا دیں (1)۔

امام اسحاق بن راہویہ نے مسند میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سریہ بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور انہیں فتح عطا فرمائی۔ اور جو کوئی ساز و سامان لے کر آیا آپ نے اسے خمس میں سے عطا کیا۔ پھر کچھ آدمی لوٹ کر آئے جو پیش قدمی کرتے ہوئے جنگ لڑتے رہے اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ان سے لڑتے رہے اور انہوں نے مال غنیمت پیچھے چھوڑ دیا۔ نتیجتاً انہوں نے مال غنیمت میں سے کوئی شے حاصل نہ کی۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو پیش قدمی کرتے رہے اور دشمن کا پیچھا کرتے رہے۔ وہ لوگ پیچھے رہ گئے جو جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔ سو آپ نے انہیں مال غنیمت عطا کر دیا ہے؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور پھر یہ آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: جو مال تم نے لیا ہے وہ مجھے لوٹا دو اور پھر اسے عدل و مساوات کے ساتھ تقسیم کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسی کا حکم فرما رہا ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا ہم اس کا حساب کر لیں اور کھا لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حساب کر لو۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے غزوہ بدر کے دن حضور نبی کریم ﷺ سے مال غنیمت کے بارے دریافت کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے نازل ہونے کے بعد خمس کے سوا کچھ عطا نہیں کی۔ ہاں آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن خمس سے عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خمس کے بعد ثلث عطا کرنے کا اعلان فرماتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے جب غزوہ بدر کا دن تھا۔ اس دن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی آدمی کو قتل کیا اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا اور جس نے کسی آدمی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا اتنا ہوگا۔ بڑی عمر والے جو بوڑھے تھے وہ تو جھنڈوں کے نیچے ثابت رہے اور جو نوجوان تھے وہ تیزی

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 2، صفحہ 265، دار الصمیعی الریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207

سے قتل اور غنائم کی طرف بڑھے۔ تو بوڑھوں نے جوانوں سے کہا: ہمیں اپنے ساتھ شریک کرو کیونکہ ہم بھی تمہارے لیے مددگار تھے اگر تم میں سے کسی کو کوئی شے (تکلیف) واقع ہوتی تو یقیناً تم ہماری طرف ہی پناہ لیتے۔ چنانچہ وہ اپنا جھگڑا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان مال غنیمت برابر برابر تقسیم کر دیا (1)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، عبد بن حمید اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن غزوہ بدر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا۔ اور جو کسی کو قید کر کے لائے گا اس کے لیے اتنا ہوگا۔ تو ابوالیسر بن عمرو انصاری دو قیدیوں کو لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔ تو اٹھے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ان لوگوں کو عطا فرمایا تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ بے شک اجر میں بے رغبتی نے ہمیں اس سے نہیں روکا اور نہ بزدلی نے ہمیں دشمن سے باز رکھا ہے۔ ہم تو اس مقام پر آپ کی حفاظت و نگہبانی کے لیے کھڑے رہے کہ کہیں وہ آپ پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائیں۔ سو وہ باہم جھگڑنے لگے تو اسی دوران قرآن نازل ہوا یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ اور حضرت عبداللہ کے اصحاب اس کی قرأت اس طرح کرتے تھے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ فیما تشاجرتم به "پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا اور پھر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (الانفال: 41) الی آخر الآیہ (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ بھیجا۔ پس کمزور اور ضعیف لوگ لشکر میں ٹھہرے رہے اور اہل سریہ غنائم تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کے درمیان اسے تقسیم کر دیا۔ تو اہل سریہ نے کہا: یہ کمزور لوگ ہمارے حصے لے رہے ہیں کیونکہ یہ لشکر میں رہے، ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کمزور اور ضعیف لوگوں کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے واپس مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۃ انفال نازل فرمائی اور بدر کا مال غنیمت حلال کرنے کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کیا۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے مابین اسے تقسیم کیا کیونکہ انہیں اس کی حاجت تھی اور نفل (زائد عطیہ) کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 24 (2076)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9493)، مجلس العلمی بیروت

مخلص ہیں، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کے بارے میں اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ پس طاقتور کمزور اور ضعیف کی طرف لوٹا دے۔

امام عبد بن حمید، نحاس، ابن منذر، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے بارے میں حضرت عطاء نے کہا: کہ انفال سے مراد وہ سامان ہے جو مشرکین سے بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوا ہو۔ چاہے وہ غلام ہوں یا چوپائے یا دیگر ساز و سامان۔ پس وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہے آپ جو چاہیں اس میں تصرف کر سکتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن عمرو رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہیں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ ہم آپ سے انفال کے بارے دریافت کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: تم انفال کے بارے مجھ سے پوچھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی انفال نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں حصے کے سوا کسی اور سے تنفیل (زائد عطیہ دینے) کا اعلان نہیں فرمایا (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تنفیل نہیں کرتے تھے مگر خمس (پانچواں حصہ) سے (3)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانوں کی غنیمتوں میں تنفیل کرنا صحیح نہیں مگر پانچویں حصہ سے (4)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امراء میں سے ایک امیر نے یہ ارادہ کیا کہ خمس نکالنے سے پہلے اسے مال غنیمت میں زائد عطیہ دیا جائے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ وہ اس کا خمس نکالے (5)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ہے (6)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شقیق رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اسے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ پڑھا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا انفال سے مراد مال فے ہے۔ اس سے مراد وہ مال ہے جو مشرکین کے اموال میں سے حاصل کیا جائے مگر اس پر گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے جائیں (یعنی اس کے لیے جنگ نہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 201
2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 192، حبیب الرحمن الاعظمی، بیروت
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207

لڑی جائے)۔ پس وہ مال صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ کے متعلق کہا کہ انفال سے مراد وہ مال ہے جو سریا کے ذریعے حاصل ہوا ہو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، نحاس نے ناسخ میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ دونوں نے کہا: غنیمتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھیں یہاں تک کہ آیۂ خمس نے اسے منسوخ کر دیا اور وہ آیت یہ ہے وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ الآیۃ (الانفال: 41) (2)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب عبد اللہ اس آیت کو "یَسْـَٔلُوْنَكَ الْاَنْفَالَ" پڑھتے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین پر پابندی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کریں۔ جب انہوں نے غنیمتوں میں اختلاف کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: تم باہمی معاملات میں گالی گلوچ نہ دو (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: ان کے درمیان باہمی معاملات کی اصلاح یہ ہے کہ اگر غنائم واپس لوٹا دی جائیں تو پھر انہیں ان افراد کے درمیان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے اور ان کے درمیان جو چلے گئے برابر طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ اور مال غنیمت جمع کیا جائے تقسیم کر دیا جائیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ کی تفسیر میں حضرت عطاء رحمہ اللہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے مراد کتاب و سنت کی اتباع کرنا ہے۔

امام ابو یعلیٰ، ابو الشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثنا میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مسکراتے دیکھا کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب العزت کے سامنے میری امت کے دو آدمی دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو ان میں سے ایک نے کہا ہے: اے میرے رب! میرے بھائی کی جانب سے مجھ پر کیے جانے والے مظالم کے بدلے اسے پکڑ لے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: تو اپنے بھائی کو اس پر کیے جانے والے مظالم کا بدلہ دے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میری نیکیوں

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 499 (33288)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (33288)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 207
4۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 487 (11084)، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 210

میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی۔ تو دوسرے نے عرض کی: اے میرے رب! میری جانب سے میرے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں روتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ بہہ پڑیں۔ پھر فرمایا: بے شک یہ اس عظیم دن کے لیے ہے جس دن لوگ بضرورت محسوس کریں گے کہ ان سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے طالب (مطالبہ کرنے والا) کو فرمایا: اپنی نگاہ اوپر اٹھاؤ اور جنتوں کی طرف دیکھو۔ چنانچہ اس نے اپنا سر بلند کیا اور کہا: اے میرے رب! میں چاندی کے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جنہیں موتیوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ یہ کون سے نبی کے لیے ہیں یا کون سے صدیق کے لیے ہیں یا کون سے شہید کے لیے ہیں؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ اس کے لیے ہیں جس نے ثمن (قیمت) ادا کیے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے ثمن کا مالک کون ہو سکتا ہے؟ رب کریم نے فرمایا: تو۔ اس نے عرض کی: وہ کیسے؟ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اسے معاف کر دیا۔ تو رب کریم نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے جنت میں ساتھ لے جا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی معاملات کی اصلاح کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنین کے درمیان صلح کرائے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین تمام کو ایک ہی سرزمین پر جمع فرمائے گا۔ پس کون جان سکتا ہے کہ کنارے کہاں ہیں؟ تو حضرت ام ہانی نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! پس وہ کلام کو سمجھ لیں گے۔ پھر دوبارہ آواز دے گا: اے اہل توحید! پھر تیسری بار پکار کر کہے گا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے۔ پھر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے بالآخر وہ دنیا کی تاریکیوں اور بے انصافیوں میں بعض بعض کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ تو پھر وہ پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! تم آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ثواب دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا دینے والا پکار کر کہے گا: اے اہل توحید! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور چاہیے کہ تم بھی آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ثواب عطا فرمانا میرے ذمہ کرم پر ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

"صرف وہی سچے ایمان دار ہیں کہ جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا تو کانپ اٹھتے ہیں ان کے دل اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ کی آیتیں تو بڑھا دیتی ہیں ان کے ایمان کو اور صرف اپنے رب پر وہ بھروسہ رکھتے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الاہوال، جلد 4، صفحہ 620 (8718)، دارالکتب العلمیہ بیروت

ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان کے دل خوفزدہ ہوتے ہیں، گھبرا جاتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: منافقین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کے فرائض ادا کرتے وقت کوئی شے داخل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کسی کے ساتھ ایمان لاتے ہیں، نہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں اور نہ وہ نمازیں ادا کرتے ہیں جب کہ وہ غائب ہوں اور نہ ہی اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ پھر مومنین کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ سو اس کے فرائض ادا کرو(1)۔

امام حکیم ترمذی، ابن جریر اور ابوالشیخ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ الوجل فی القلب (دل کا کانپ اٹھنا) سر اور چہرے کی پھنسیوں کی جلن کی طرح ہے۔ اے شہر! کیا تو کپکپی پاتا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں ضرور۔ تو انہوں نے کہا: پھر اس وقت دعا کیا کر کیونکہ اس وقت میں دعا قبول ہوتی ہے(2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مومن کے دل کا کانپنا پھنسی کی جلن کی طرح ہوتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی اسے پائے تو اسے چاہیے کہ اس وقت دعا مانگے۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فلاں نے بیان کیا: بے شک میں جانتا ہوں میری دعا کب قبول کی جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ کہاں سے آپ جانتا ہے؟ تو اس نے کہا: جب میری جلد کانپنے لگے اور میرا دل گھبرا جائے اور میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو جائیں تو اس وقت میری دعا قبول کی جاتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی نے کہا: اس سے مراد وہ آدمی ہے جو ظلم کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا گناہ کا قصد کرتا ہے۔ تو اسے کہا جاتا ہے: تو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ تو اس کا دل کانپ اٹھتا ہے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کی تفسیر میں فرمایا (یعنی) ان کی تصدیق وہ بڑھا دیتی ہیں(4)۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ربیع بن انس سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ وہ آیات ان کی خشیت کو بڑھا دیتی ہیں(5)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 210 — 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 212 — 3۔ ایضاً

4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 211 — 5۔ ایضاً

ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم ہوتا ہے اس سے مراد قول و عمل ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایمان کے زیادہ اور کم ہونے پر قرآن ناطق ہے۔ لہٰذا زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا یہ ارشاد ایمان کے زیادہ ہونے پر دلیل ہے۔ اور جب ہم غافل ہو جائیں بھول جائیں اور ہم اسے ضائع کر دیں تو وہی اس کی کمی اور نقصان ہے۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان بڑھ جائے "لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ بِاِيْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ" (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی امید اور آرزو نہیں رکھتے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ پر توکل ایمان کو یکجا کرتا ہے (3)۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ توکل سے مراد ایمان کو جمع کرنا ہے (4)۔

ابن ابی حاتم نے ایک دوسری سند سے حضرت سعید بن جبیر سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا نصف ایمان ہے۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌۚ

"(اور) جو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو نیز اس سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ سچے مومن ہیں، انہی کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور باعزت روزی"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کتاب اللہ میں ایمان عمل کی طرف منتقل ہو گیا۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (انفال: 2) پھر انہیں عمل کی طرف تبدیل کرتے ہوئے فرمایا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّاؕ

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہی کفر سے بری ہیں (5)۔

1۔ نوادر الاصول، جلد 1، صفحہ 77، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 211
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 202، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، جلد 2، صفحہ 111 (1324)، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 213

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ سے مراد فضائل اور رحمت ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان کے رب کے پاس ان کے بلند رتبہ اعمال ہیں (1)۔

امام عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَهُمْ دَرَجٰتٌ کے متعلق حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل جنت بعض بعض کی نسبت صاحب فضل اور بلند رتبہ ہیں۔ پس جو اوپر ہوگا وہ اپنے سے نیچے والے پر اپنی فضیلت دیکھے گا اور جو نیچے ہوگا وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ اس پر کسی کو فضیلت حاصل ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ وَمَغْفِرَةٌ سے مراد یہ ہے کہ گناہ ترک کرنے کے سبب ان کے لیے مغفرت اور بخشش ہے اور رِزْقٌ كَرِيْمٌ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب تو سنے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے رِزْقٌ كَرِيْمٌ تو اس سے مراد جنت ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝

"جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا۔ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف اور وہ (موت کو) دیکھ رہے ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ طیبہ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ابو سفیان کا قافلہ قریب آ گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس کے بارے کیا رائے رکھتے ہو؟ شاید اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے غنیمت بنا دے گا اور ہمیں محفوظ کر دے گا۔ پس ہم نکل پڑے۔ جب ہم ایک یا دو دن سفر کر چکے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو شمار کر لیں۔ پس ہم نے ایسے کر لیا۔ اس وقت ہم تین سو تیرہ افراد تھے۔ ہم نے اپنی تعداد کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اظہار مسرت فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: یہ تو اصحاب طالوت کی تعداد ہے۔ پھر فرمایا: تم قوم کے بارے کیا خیال کرتے ہو کیونکہ انہیں تمہارے خروج کی خبر دی جا چکی ہے؟ اس پر ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ قسم بخدا ہم میں تو بڑا (لشکر جرار) کے ساتھ لڑنے کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 213

طاقت نہیں۔ کیونکہ ہم تو قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم قوم کے ساتھ جنگ کے بارے کیا رائے رکھتے ہو؟ تو ہم نے پہلے کی مثل ہی جواب دیا، پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ایسے نہ کہو جیسے اصحاب موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) "پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں بیٹھیں گے"۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ الی قولہ وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ پس جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے وعدہ فرما رکھا ہے۔ وہ ایک گروہ یا تو قوم (یعنی کفار کا لشکر) ہے اور یا قافلہ ہے۔ اس پر ہمارے دل مطمئن اور خوش ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لشکر کے مقابلہ میں جمع ہوئے اور اپنی صف بندی کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے اللہ! میں تجھے اپنا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ، میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رہنمائی کروں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے کہیں افضل و اعلیٰ ہیں کہ ہم ان کی رہنمائی کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے بزرگ اور برتر ہے کہ آپ اسے اس کا وعدہ یاد دلائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! میں ضرور بضرور اللہ تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھ اٹھائی اور وہ قوم کے چہروں کی طرف پھینک دی، پس وہ شکست کھا گئے۔ "یَا ابْنَ رَوَاحَةَ لَاُنْشِدَنَّ اللّٰهَ وَعْدَهُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، فَاَخَذَ قَبْضَةً مِّنَ التُّرَابِ فَرَمٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ فَانْهَزَمُوْا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17)" اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی"۔ ہم نے خوب قتل کیے اور قیدی بنا لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ آپ کے لیے قیدی ہوں۔ کیا ہم دعوت دینے والے اور الفت کرنے والے نہیں ہیں؟ پس گروہ انصار نے کہیں کہا: عمر نے جو کچھ کہیں کہا ہے اس پر ہمارے حسد نے انہیں برانگیختہ کیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ آرام فرما ہو گئے پھر جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا: عمر کو میری طرف بلاؤ۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے: مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى (الانفال: 67) الآیہ۔ "نہیں مناسب نبی کے لیے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص لیثی رحمہم اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی طرف خروج کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ مقام روحاء پر پہنچے تو لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم تک خبر پہنچی ہے کہ وہ اتنے اتنے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح گفتگو کی۔ پھر آپ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 37، بیروت (مختصراً)

ﷺ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ تو پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ہماری رائے معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت و تکریم عطا فرمائی اور آپ پر کتاب نازل فرمائی! میں اس راستے پر کبھی نہیں چلا اور نہ مجھے اس کے بارے کچھ علم ہے۔ لیکن اگر آپ چلتے رہیں یہاں تک کہ آپ یمن کے علاقے برک الغماد تک پہنچ جائیں تو ہم ضرور بضرور آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور ہم ان لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) بلکہ آپ اور آپ کا رب چلیں اور دونوں جا کر لڑیں ہم بھی تمہارے ساتھ پیروی کرتے ہوئے چلیں گے۔ شاید آپ ایک کام کے ارادہ سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ دوسرے کام سے آپ کا واسطہ ڈال دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے جس نے آپ کا واسطہ اس سے ڈالا ہے۔ آپ اس کو پورا کیجئے اور جن سے آپ چاہیں تعلقات جوڑ لیں اور جن سے چاہیں تعلقات منقطع کر لیں اور جن سے چاہیں آپ عداوت رکھیں اور جن سے چاہیں مصالحت رکھیں اور ہمارے مالوں میں سے بھی آپ جو چاہیں لے لیں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قول پر قرآن نازل ہوا: كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ سے قول تک وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ۔ بے شک رسول اللہ ﷺ تو ابوسفیان سے مال غنیمت کے حصول کا ارادہ رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنگ کی صورت پیدا کر دی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس طرح آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکال لایا اسی طرح آپ کو آپ کا رب نکال لایا اپنے اس قول کی طرف کہ یُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ "وہ جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں"۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد قتال کی جستجو ہے، یعنی اسی طرح آپ کو آپ کا رب جنگ کی طرف نکال لایا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر میں سدی نے کہا کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کے بدر کی طرف خروج کرنے کا بیان ہے۔ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَكٰرِهُوْنَ فرمایا کہ بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ مشرکین کی تلاش کو ناپسند کرنے والا تھا یُجَادِلُوْنَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ "جھگڑ رہے تھے آپ سے سچی بات میں اس کے بعد کہ وہ ظاہر ہو چکی تھی" بے شک آپ ایسا نہ کریں مگر وہی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے كَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ "گویا وہ ہانکے جا رہے تھے موت کی طرف" یعنی موت کو کیا کہ وہ مشرکین ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے دشمن سے مقابلے کے بارے مشورہ طلب فرمایا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا جو کہا اور وہ غزوہ بدر کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تو وہ جنگ کے بے مشقت میں پڑ گئے اور آپ نے انہیں لڑائی کے بارے حکم فرمایا تو اہل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 353 (36560)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 215

ایمان نے اسے ناپسند کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ' درآنحالیکہ وہ مشرکین کی ملاقات کو ناپسند کیے ہوئے تھے(1)۔

امام بزار، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اسلام جبرا ارتق۔ کے ساتھ نازل ہوا، تو ہم نے جبر میں خیر (نیکی) کی بھلائی پائی۔ ہم حضور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل گئے اور حرم کی دونوں اطراف کے درمیان تنگیں اور دلدلی زمین کو ناممکن بنالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے بلندی اور کامیابی رکھ دی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کی طرف نکلے۔ اس حالت پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارے لیے رفعت و بلندی اور فتح و کامرانی رکھ دی اور ہم نے اس جنگ میں اچھی قسم کی خیر اور بھلائی کو پالیا۔

امام ابن جریر نے حضرت زہری سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا قافلے کی طرف نکلنا ہے(2)۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے کہ وہ تمہارے لیے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ بغیر کانٹے والا گروہ تمہارے حصے میں آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ تا کہ ثابت کر دے حق کو اور مٹا دے باطل کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) عادی مجرم"۔

امام بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ابن شہاب اور موسیٰ بن عقبہ دونوں نے کہا: ابن حضرمی کے قتل کے بعد رسول اللہ ﷺ دو ماہ تک ٹھہرے رہے۔ پھر ابوسفیان بن حرب کی تجارت میں قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا اور اس کے ساتھ قریش کے تمام خاندانوں سے ستر شہسوار تھے۔ ان میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن العاص بھی تھے اور وہ ملک شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس اہل مکہ کے خزانے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا قافلہ ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ قریش میں سے جس کے پاس اوقیہ یا اس سے زائد (سونا چاندی) تھا حویطب بن عبد العزیٰ کے سوا سب نے وہ ابوسفیان کے ساتھ بھیجا تھا، پھر اسی سبب سے حویطب بدر سے بھی پیچھے رہ گیا اور اس میں حاضر نہ ہوا۔ ان کا ذکر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس ہوا اس سے قبل ان کے درمیان جنگ کا آغاز ہو چکا تھا کہ ابن حضرمی کو قتل کیا گیا اور دو آدمیوں عثمان اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 216

2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 217

نظر کو قید کر لیا گیا۔ پس جب ابوسفیان کے قافلے کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا تو آپ نے عدی بن ابی زغباء انصاری جو بنی غنم سے تھے اور اصلاً قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھتے تھے اور بسبس یعنی ابن عمرو کو قافلے کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ساحل سمندر کے قریب جہینہ کے ایک قبیلے میں آ پہنچے۔ ان سے قریش کے تجارتی قافلے کے متعلق دریافت کیا۔ پس انہوں نے انہیں قوم کے بارے آگاہ کیا۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو قافلے کے پیچھے بھیج دیا اور یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔

ابوسفیان جہنی قبائل میں آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سے خوفزدہ تھا۔ اس نے پوچھا: کیا انہوں نے محمد (ﷺ) کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے اسے دو سواروں عدی بن زغباء اور بسبس کی خبر دی اور انہوں نے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ کی طرف بھی اس کی رہنمائی کی۔ تو ابوسفیان نے کہا: ان کے اونٹوں کی مینگنیاں لے آؤ۔ جب اس نے اسے توڑا تو اس میں گٹھلی پائی۔ پس یہ دیکھ کر اس نے کہا: یہ اہل یثرب کا چارہ ہے اور وہ لوگ محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے جاسوس ہیں۔ چنانچہ وہ جوش کے ڈر سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور ابوسفیان نے بنی غفار کا ایک آدمی جسے ضمضم بن عمرو کہا جاتا تھا اسے قریش کی طرف بھیجا کہ تم تیزی سے آؤ اور اپنے قافلے کو محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے بچاؤ کیونکہ آپ نے ہمارا راستہ روکنے کے لیے اپنے اصحاب کو تیار کیا ہے۔ حالانکہ عاتکہ بنت عبدالمطلب مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھیں اور آپ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ آپ اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ رہتی تھیں۔ غزوہ بدر اور ضمضم کے آنے سے پہلے انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ آپ کو اس سے انتہائی گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ اسی رات اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ جب عباس ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اور اس کے سبب میں انتہائی خوف زدہ ہوئی ہوں اور اس کے سبب مجھے تیری قوم پر ہلاکت کا خوف لاحق ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا: میں تمہیں ہرگز نہیں بتاؤں گی یہاں تک کہ تو میرے ساتھ وعدہ کرے کہ تو اس کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا کیونکہ اگر انہوں نے یہ سن لیا تو وہ ہمیں اذیت دیں گے اور ہمیں ایسی باتیں سنائیں گے جو ہمیں پسند نہیں ہوں گی۔ سو جب عباس نے ان سے وعدہ کر لیا تو انہوں نے بتایا: میں نے ایک سوار دیکھا ہے جو مکہ کی جانب سے اپنی سواری پر بیٹھ کر بلند آواز سے چیخ رہا ہے: اے آل غدر! دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پس وہ چیختا چلا گیا یہاں تک کہ سواری پر ہی مسجد میں داخل ہو گیا اور اس نے تین بار یہاں انتہائی شدید آواز سے چیخ کر کہا۔ پھر مرد، عورتیں اور بچے اس کے پاس جمع ہو گئے اور لوگ اسے دیکھ کر انتہائی شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔ عاتکہ نے کہا: پھر میں نے دیکھا کہ وہ کعبہ کی چھت پر اپنی سواری پر بیٹھا ہے اس نے تین بار چلا کر پکارا: اے آل غدر! اے آل فجر! دو یا تین راتوں میں نکلو۔ پھر میں نے اسے ابو قبیس کے اوپر اسی حالت میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا ہے: یا آل غدر، یا آل فجر۔ یہاں تک کہ میں نے اہل مکہ سے اخشبین کے درمیان سے بھی یہ آواز سنی۔ پھر اس نے ایک چٹان کا قصد کیا اور اسے اپنی بنیاد سے اکھیڑ دیا۔ پھر اسے اہل مکہ کی طرف پھینک دیا۔ وہ چٹان آئی اور اس میں شدید گرج پیدا ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اسفل جبل کے پاس تھی تو پھٹ گئی اور مکہ میں کوئی گھر اور بیت نہیں بچا۔ مگر

یہ کہ اس چٹان کا ٹکڑا اس میں جا گرا۔ پس اس کے سبب مجھے تمہاری قوم کے بارے خوف اور در لاحق ہو گیا ہے عباس بھی اس کے خواب سے خوف زدہ ہو گئے۔ پھر عاتکہ کے پاس سے نکل کر اسی رات کے آخر میں ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے جا ملے اور ولید عباس کا گہرا دوست تھا۔ اور اسے عاتکہ کا خواب سنایا اور کہا کہ وہ کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرے۔ چنانچہ ولید نے اس کا ذکر اپنے باپ عتبہ سے کیا اور عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ کو بتایا پس بات پھیل گئی اور ابوجہل بن ہشام کے پاس پہنچی اور سارے اہل مکہ میں مشہور ہو گئی۔ جب دوسرے دن انہوں نے صبح کی عباس بیت اللہ شریف کا طواف کرنے لگے۔ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ، ابی بن خلف، زمعہ بن اسود اور ابوالبختری قریش کی ایک جماعت کے ساتھ باہم گفتگو کر رہے ہیں، جب ان کی نظر عباس پر پڑی۔ تو ابوجہل نے انہیں بلا کر کہا: وہ کیا خواب ہے جو عاتکہ نے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ تو ابوجہل نے کہا: اے بنی ہاشم! کیا تم مردوں کے جھوٹ پر راضی نہیں ہو کہ تم عورتوں کے جھوٹ بھی ہمارے پاس لانے لگے ہو۔ بے شک ہم اور تم گھوڑوں کی طرح ہیں۔ پس ہم کتنے وقت سے بزرگی اور شرف میں سبقت لے گئے ہیں۔ جب سوار پیچھے رہ گئے تو تم نے کہہ دیا: ہم سے نبی (مکرم ﷺ) ہیں اور اب اس کے سوا کچھ باقی نہیں تھا کہ تم یہ کہو ہم میں سے نبیہ بھی ہے۔ میں قریش میں سے کسی گھر کے باسیوں کو نہیں جانتا جن میں سے کوئی عورت یا مرد تم سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والا ہو اور اس کی اذیت اس اذیت سے بڑھ کر ہو۔ ابوجہل نے کہا عاتکہ نے گمان کیا ہے کہ سوار نے کہا ہے: وہ تین راتوں میں نکلو، پس اگر یہ تین راتیں گزر گئیں تو قریش پر تمہارا کذب واضح ہو جائے گا اور کتاب میں لکھ دیا جائے گا کہ تم سارے عرب میں ہر گھر کے مردوں سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والے ہو۔ اے بنی قصی! کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں دربانی کے پیچھے، ندوہ، پانی پلانے، جھنڈا اور وفد بنانے کے لیے لے جایا جاتا یہاں تک کہ تم اپنے میں سے نبی لے کر ہمارے پاس آئے؟ تو عباس نے کہا: کیا تو رک جائے گا۔ کیونکہ جھوٹ تیرے اور تیرے گھر والوں کی جانب سے ہے؟ پس ان دونوں کے پاس موجود کسی آدمی نے کہا: اے ابوالفضل! تو جاہل اور بے وقوف نہیں ہے۔ چنانچہ عباس عاتکہ سے اس حال میں ملے کہ وہ انہیں ان کے خواب کی بنا پر شدید اذیت پہنچا چکے تھے۔

پس جب اس رات کی شام ہوئی جس رات عاتکہ نے خواب دیکھا تھا۔ تو ابوسفیان کا بھیجا ہوا سوار ضمضم بن عمرو غفاری ان کے پاس آ پہنچا اور اس نے چیخ چیخ کر کہا: اے آل غالب بن فہر! جلدی سے چلو۔ محمد (ﷺ) اور اہل یثرب ابوسفیان کا راستہ روکنے کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ تم اپنے قافلے کو بچاؤ اس کی حفاظت کرو۔ قریش شدید گھبرا گئے اور عاتکہ کے خواب سے خوف زدہ ہو گئے اور عباس نے کہا: یہ ہے وہ جسے تم نے عاتکہ کا کذب اور جھوٹ گمان کیا تھا۔ پس وہ ہر سخت اور پست راستے پر دوڑنے لگے اور ابوجہل نے کہا: کیا محمد (ﷺ) یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس طرح قافلے کو پالے گا جیسے اس نے نخلہ والوں کو پا لیا ہے۔ عنقریب وہ جان لیں گے کیا ہم اپنے قافلے کی حفاظت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ وہ نو سو پچاس جنگجوؤں کے ساتھ نکلے۔ ان میں ایک سو گھوڑ سوار تھے۔ انہوں نے کسی شخص کو پیچھے نہیں چھوڑا جو خروج کو ناپسند کرتا ہو۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا یہ خروج محمد (ﷺ) اور آپ کے اصحاب کے قہر و ظلم کی بنا پر ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی مسلمان کو چھوڑا جس کے

اسلام کے بارے وہ جانتے تھے اور بنی ہاشم میں سے کسی کو چھوڑا سوائے اس کے جسے وہ متہم نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے ایسے تمام افراد کو اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور کیا۔ پس وہ افراد جنہیں انہوں نے مجبور کیا، وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب آخرین میں سے تھے، وہاں طالب بن ابی طالب کہتے ہیں۔

لما یخرجن طالب بمقنب من هذه المقانب

فی نفر مقاتل یحارب ولکن المسلوب غیر السالب

والراجع المغلوب غیر الغالب

''کیا ان شخصوں میں سے ایک جتھے کے ساتھ طالب (مجبور ہو کر) نکلے گا جنگجوؤں کے ایسے گروہ کے ساتھ جو جنگ لڑے گا لیکن غنائم (چھینا ہوا ساز و سامان) چھیننے والے کے سوا کے لیے ہوں گے اور مغلوب ہو کر لوٹنے والے غالب کے سوا ہوں گے''۔

پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مقام جحفہ پر جا اترے۔ وہاں وہ عشاء کے وقت پہنچے اور پانی سے کھانا تیار کرنے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی بنی مطلب بن عبد مناف میں سے تھا۔ اسے جہیم بن صلت بن مخرمہ کہا جاتا تھا۔ جہیم نے اپنا سر رکھا اور اس پر نیند طاری ہو گئی۔ پھر وہ ڈر گیا۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں کو کہا کیا تم نے وہ شہسوار دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس کھڑا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو تو مجنون اور دیوانہ ہے۔ اس نے کہا: ابھی میرے اوپر ایک گھوڑ سوار کھڑا تھا اور اس نے کہا: ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری اور امیہ بن خلف سب قتل ہو گئے۔ پس اس نے کفار قریش کے تمام اشراف و سردار شمار کر دیے تو اس کے ساتھیوں نے اسے کہا: بے شک شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اور جہیم کی بات ابوجہل تک پہنچا دی گئی۔ اس نے کہا: تم بنی ہاشم کے جھوٹ کے ساتھ بنی مطلب کے جھوٹ کو بھی لے آئے۔ کل وہ دیکھ لیں گے کون قتل کرتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے قریش کے قافلے کا ذکر کیا گیا کہ وہ شام سے آ رہا ہے اور اس میں ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل، عمرو بن العاص اور قریش کی ایک جماعت ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف خروج کیا۔ جس وقت آپ ﷺ بدر کی طرف نکلے تو آپ بنی دینار کے سوارق تک چلے اور واپس لوٹے تو آپ ثنیۃ الوداع سے لوٹ کر آئے۔ پس جس وقت رسول اللہ ﷺ نے سفر شروع کیا اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ تین سو سترہ افراد تھے۔ اور ابن فلیح کی روایت میں ہے کہ تین سو تیرہ افراد تھے۔ بہت سے صحابہ کرام آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے اور انتظار کرتے رہے۔ یہ وہ پہلا واقعہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرمائی۔ مدینہ طیبہ آئے ہوئے اٹھارویں مہینے کا آغاز تھا۔ آپ ﷺ نے رمضان المبارک میں خروج کیا اور آپ ﷺ کی معیت میں مسلمان تھے جو صرف قافلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس آپ ﷺ بنی دینار کے نقب پر پہنچے اور مسلمان حرۃ راستے سے چلنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ وہ اونٹوں پر نکلے۔ ان میں سے ایک آدمی اونٹ پر سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے شریک سفر حضرت علی بن ابی طالب اور مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت مرثد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے۔ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور ان

کے پاس صرف ایک اونٹ ہی تھا۔ وہ چلتے رہے یہاں تک جب عرق الظبیہ کے مقام پر پہنچے تو تہامہ کی جانب سے آنے والا ایک سوار ان سے ملا۔ مسلمان بھی رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے اس کے ساتھ موافقت کی اور اس سے ابوسفیان کے بارے پوچھا؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے اس کے بارے کوئی علم نہیں۔

پس جب وہ اس کے خبر دینے کے بارے مایوس ہو گئے۔ تو انہوں نے اسے کہا: نبی مکرم ﷺ کو سلام پیش کرو۔ اس نے کہا: کیا تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے پوچھا: تم میں سے کون ہیں؟ تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی رہنمائی کی۔ تو اعرابی نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تم کہتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ اس نے کہا: اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو مجھے اس کے بارے بتاؤ جو میری اس اونٹنی کی پیٹ میں ہے؟ انصار میں سے قبیلہ بنی عبدالاشہل کا ایک آدمی جسے سلمہ بن سلامہ بن وقش کہا جاتا ہے وہ انتہائی غضب ناک ہو گئے۔ انہوں نے اعرابی کو کہا: تو اپنی اونٹنی پر چڑھا اور تجھ سے وہ حاملہ ہو گئی۔ جو کچھ سلمہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند کیا۔ جونہی آپ نے یہ سنا تو اسے فحش قرار دیا اور ان سے اعراض کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے آپ کو کوئی خبر موصول نہ ہوئی اور نہ ہی قریش کی تعداد کا علم ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہمیں ہمارے اس معاملے اور سفر کے بارے مشورہ دو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں زمین کی مسافت کے بارے لوگوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں۔ ہمیں عدی بن ابی الزغباء نے یہ خبر دی ہے کہ قافلہ فلاں فلاں وادی کے پاس ہے۔ پس ہمارے اور ان کے درمیان بدر دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی رائے کا اظہار کرو اور میری رہنمائی کرو۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بے شک وہ قریش ہیں اور ان کی عزت اور مقام ہے۔ قسم بخدا! جب سے انہوں نے عزت اور غلبہ حاصل کیا ہے وہ ذلیل نہیں ہوئے ہیں اور جب سے وہ کافر ہوئے ہیں وہ ایمان نہیں لائے۔ قسم بخدا! آپ ضرور ان سے (خاندان کے افراد) سے ہی قتال کریں گے۔ پس اس کے لیے خوب تیاری کیجئے اور اس کے لیے تیاری اختیار کیجئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میری رہنمائی کرتے ہو؟ تو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ نے کہا تھا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) بلکہ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے اور دونوں لڑیں، بے شک ہم اتباع کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ پس جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کثرت سے اور بار بار اپنے اصحاب سے مشورہ طلب کر رہے ہیں اور وہ مشورہ دے بھی رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ پھر مشورہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ تو اس سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ آپ ﷺ انصار سے بالکل واضح طور پر یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ جس معاملے کا آپ ارادہ فرما رہے ہیں انہیں آپ کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ انصار آپ کی غم خواری اور بھلائی کا ارادہ نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ اسے اپنے اوپر حق خیال کرتے ہوں۔ مگر صرف اس

صورت میں کہ وہ دشمن کو اپنے گھروں، اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کے ساتھ دیکھ لیں۔ بلاشبہ میں انصار کی جانب سے کہہ رہا ہوں اور ان کی جانب سے جواب عرض کر رہا ہوں: یا رسول اللہ! ﷺ آپ جہاں چاہیں سفر کیجئے۔ جو چاہیں ہمارے مالوں سے لے لیں پھر جو چاہیں ہمیں عطا فرما دیں اور جو کچھ آپ نے ہم سے لے لیا ہمارے نزدیک وہ اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جو آپ نے چھوڑ دیا۔ اور جو حکم بھی آپ نے جاری کیا ہماری رائے آپ کے حکم کے تابع رہے گی۔ پس قسم بخدا! اگر آپ چلتے رہے، یہاں تک آپ ذی یمن کے تالاب تک پہنچ گئے۔ تو یقیناً ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ پس جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلو۔ کیونکہ میں نے قوم کے مقتولوں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے بدر کا قصد کیا۔

ابوسفیان نے تھوڑا قیام کیا اور پھر ساحل سمندر کے رخ ہو گیا اور اس نے قریش کی طرف خط بھیجا جب اس نے اپنا راستہ رسول اللہ ﷺ کے راستے سے بدل لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس نے اپنے ساتھ موجود ساز و سامان کو محفوظ کر لیا ہے اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ تم اس لیے نکلے ہو تا کہ اپنے مال، متاع اور سواروں کی حفاظت کرو۔ تحقیق قافلہ محفوظ ہو چکا ہے۔ یہ خبر انہیں مقام جحفہ پر موصول ہوئی۔ تو ابوجہل نے کہا: قسم بخدا! ہم نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم میدان بدر میں پہنچ جائیں۔ وہاں ہم قیام کریں گے اور عربوں میں سے جو بھی ہمارے پاس حاضر ہوا ہم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ہمارے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ وہ ہمارے ساتھ حاضر ہوا ہم اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں گے۔ کیونکہ کوئی بھی ہمارے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتا کہ وہ ہمارے ساتھ قتال کرے گا۔ پس اخنس بن شریق نے اسے انتہائی ناپسند کیا اور ان کے واپس لوٹ جانے کو پسند کیا اور وہیں لوٹنے کے بارے میں ان کی رہنمائی کی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور نافرمانی کی اور انہیں جاہلیت کی حمیت نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سو جب اخنس قریش کے واپس جانے سے مایوس ہو گیا۔ تو وہ بنی زہرہ کی طرف جھک گیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی بات تسلیم کر لی اور وہ لوٹ پڑے۔ سو ان میں سے کوئی بھی بدر میں حاضر نہیں ہوا۔ انہوں نے اخنس کی رائے کو انتہائی پسند کیا اور اس سے خوب برکت حاصل کی۔ چنانچہ مسلسل ان میں اس کی اطاعت ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ بنو ہاشم نے بھی لوٹنے والے لوگوں کے ساتھ واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابوجہل ان پر غالب آ گیا اور اس نے کہا: قسم بخدا! یہ جماعت ہم میں تفریق نہیں ڈال سکے گی یہاں تک کہ ہم خود لوٹ جائیں۔

رسول اللہ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے بدر کے قریب ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن عوام اور بسبس انصاری کو صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ بھیجا اور انہیں فرمایا: تم ان ٹیلوں کے پاس جاؤ یہ بدر کے کنارے واقع ہیں۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ تم اس کنویں کے پاس سے جو ٹیلوں کے اوپر واقع ہے، کچھ معلومات حاصل کر لو گے۔ پس گھوڑے دوڑاتے چلے گئے تو انہوں نے اس کنویں کے پاس قریش کو موجود پایا جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ پس انہوں نے دو غلاموں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک بنی حجاج بن اسود کا تھا اور دوسرا ابوالعاص کا غلام

تھا۔ اسے اسلم کہا جاتا تھا۔ ان کے مالک قریش کی جانب تھے۔ پس وہ ان دونوں کی طرف آئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ اس وقت پانی کے قریب ایک خیمے میں تھے۔ وہاں دونوں غلاموں سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ یہ دونوں ان کے ساتھی ہیں اور وہ دونوں ان سے قریش کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ ان میں کتنے لوگ ہیں اور کون کون سے سردار شامل ہیں۔ لیکن یہ لوگ ان کی باتوں کو جھٹلانے لگے۔ کیونکہ جس شے کے متعلق وہ خبر دے رہے تھے ان کے نزدیک وہ انتہائی ناپسندیدہ تھی۔ کیونکہ یہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے سننا چاہتے تھے اور قریش کو ناپسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ گفتگو سن رہے تھے اور اس حالت کو دیکھ رہے تھے جو کچھ وہ غلاموں کے ساتھ کر رہے تھے۔ پس جب غلاموں کو مار پیٹ کر انہوں نے خوب کمزور کر دیا تو وہ کہنے لگے: ہاں یہ ابوسفیان اور اس کا قافلہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسفل منکم۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (الانفال: 42) "جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی قافلہ) نیچے کی طرف تھا تم سے اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقررہ سے لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے ہوئی) تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا"۔ پس وہ اسی طرح کرتے رہے کہ جب وہ غلام کہتے کہ یہ قریش ہیں جو تمہارے قریب آ گئے ہیں تو وہ انہیں جھٹلا دیتے اور جب یہ کہتے کہ یہ ابو سفیان ہے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کے ساتھ ان کا یہ رویہ ملاحظہ فرمایا تو اپنی نماز سے سلام پھیرا اور فرمایا: انہوں نے تمہیں کیا خبر دی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان غلاموں نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تحقیق قریش آ چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں نے سچ کہا ہے۔ قسم بخدا! یقیناً تم ان کو مارتے رہے ہو جب انہوں نے سچ بولا ہے۔ اور انہیں چھوڑتے رہے ہو جب انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ بے شک قریش اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے ہیں اور وہ ان کے بارے تم سے خوف زدہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں غلاموں کو بلایا اور ان سے کچھ دریافت کیا۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کو قریش کے بارے بتایا اور کہا: ہمیں ابوسفیان کے متعلق کوئی علم نہیں۔ ہم (صحیح تعداد تو) نہیں جانتے البتہ قسم بخدا! وہ بہت زیادہ ہیں۔ پس اندازہ لگانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کل انہیں کھانا کس نے کھلایا؟ تو انہوں نے قوم کے ایک آدمی کا نام لیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ان کے لیے کتنے اونٹ ذبح کئے؟ انہوں نے کہا: دس اونٹ۔ پھر آپ ﷺ نے سوال کیا: گزشتہ کل سے پہلے انہیں کس نے کھانا دیا؟ تو انہوں نے ان میں سے ایک دوسرے آدمی کا نام لیا آپ ﷺ نے پوچھا: اس نے کتنے اونٹ ذبح کیے تھے؟ انہوں نے بتایا: نو اونٹ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ گفتگو سن کر فرمایا: ان کے لشکر کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے۔ اور یہ اندازہ اس سے لگایا جا رہا ہے کہ وہ ایک دن ان کے لیے نو اونٹ ذبح کر رہے ہیں اور ایک دن دس اونٹ ذبح کر رہے ہیں۔

سے کوئی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں آسکتا۔ بے شک میں تمہارا نگہبان اور معاون و مددگار ہوں۔ جب اس نے انہیں بنی کنانہ کے چلنے کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ (الانفال: 47) (اور (دیکھو!) نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لیے) مشرکین نے حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی تعداد کو قلیل دیکھا تو ان میں سے بعض نے کہا: انہیں ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (انفال: 49) (اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے) مشرکین میدان میں اترے اور جنگ کے لیے خوب کوشش کی۔ شیطان بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا جو ان سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اسے کہا: تو لوگوں کا بڑا ملکا ہے اور ابن حضرمی کے خون کا تقاضہ اور اس قافلے کا بدلہ لے سکتا ہے جس پر محمد (ﷺ) نے حملہ کی کوشش کی ہے اور لوگوں کا مطالبہ اس قافلے اور اس آدمی کے خون کا بدلہ لینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ عتبہ نے کہا: ہاں (بات تو ایسی ہی ہے) تو نے خوب اچھا کہا ہے اور اچھائی کی طرف دعوت دی ہے۔ پس تو اپنے خاندان میں کوشش کر اور میں بھی اس بارے سعی کرتا ہوں۔ حکیم بن حزام نے سرداران قریش کے پاس جا کر اس کام کی طرف دعوت دی۔ عتبہ بھی اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مشرکین کی صفوں میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل نکلا اور انہیں کہا اے قوم! میری بات مانو۔ بے شک ابن حضرمی کے خون کا انتقام اور انہوں نے تمہارے قافلے پر جو حملہ کیا ہے اس کا بدلہ لینے کے سوا تم اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور میں اسے پورا کرنے کا اہتمام کرتا ہوں۔ اور تم اس آدمی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تم عربوں کے سوا دوسرے لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ بے شک ان کے لشکر میں ایسے افراد ہیں جن کے ساتھ تمہارے انتہائی قریبی تعلقات ہیں۔ اور اگر تم ان کا قتال کرو گے تو تم میں سے ہر آدمی اپنے باپ، بھائی، بھتیجے یا اپنے چچا کے بیٹے کا قاتل مسلسل ان کی نظروں کے سامنے رہے گا جس کے سبب لوگوں میں ہلاکت اور بغض و کینہ عام ہو جائے گا۔ اور اگر یہ آدمی بادشاہ ہوا تو پھر تم اپنے بھائی کی مملکت میں ہو گے۔ اور اگر یہ نبی ہوا تو پھر نبی کو کیوں قتل کرتے ہو تم اس کے سبب گنہگار رہو گے اور تم ان پر غلبہ نہیں پا سکو گے یہاں تک کہ وہ اپنی تعداد کے برابر افراد کو قتل کر دیں گے۔ اور مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ تم ان کے خلاف شکست سے دوچار ہو جاؤ گے۔ ابوجہل نے اس کی گفتگو کو پسند نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ ابوجہل نے مقتول کے بھائی ابن حضرمی سے ملاقات کی اور اسے کہا: یہ عتبہ لوگوں کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کر رہا ہے حالانکہ تو اپنے بھائی کی دیت لے سکتا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ تو اسے قبول کر لے گا کیا دیت قبول کرنے سے تمہیں حیا نہیں آتی؟ ان کا خیال یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عتبہ کی طرف دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا: "اگر قوم میں سے کسی کے پاس بھلائی اور نیکی ہے تو وہ اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو رہنمائی اور ہدایت حاصل کر لیں گے۔

پس جب ابوجہل نے قریش کو جنگ پر ابھارا تو عورتوں کو حکم دیا کہ وہ عمر کے نام کی دہائی دیں۔ چنانچہ وہ اٹھیں اور چیخ کر کہا: ہائے عمر! ہائے عمر! اور لوگوں کو خوب جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں پس قریش جنگ پر جمع ہو گئے۔ تو عتبہ نے ابو

جہل کو کہا: آج تجھے معلوم ہو جائے گا کہ دونوں کاموں میں سے کون سا کام صحیح اور سود مند ہے۔ قریش نے میدان جنگ میں صفیں باندھیں اور انہوں نے عمیر بن وہب کو کہا سوار ہو کر جاؤ اور محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو ذرا دیکھو اور خوف زدہ کرو اور تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے ارد گرد چکر لگایا اور پھر مشرکین کی طرف لوٹ کر گیا اور کہا: میرے محتاط اندازے کے مطابق ان کے پاس تین سو جنگجو ہیں۔ وہ کچھ زائد ہوں گے یا تھوڑے کم ہوں گے۔ میں نے ان میں سترہ یا کچھ زائد اونٹوں کا اندازہ لگایا ہے۔ لیکن ابھی تم مجھے مہلت دو تا کہ میں یہ دیکھ سکوں کہ کیا ان کی مدد اور کمک کمین گاہوں میں چھپی ہوئی تو نہیں۔ چنانچہ اس غرض سے اس نے گرد و نواح کا چکر لگایا۔ قریش نے اپنے گھوڑ سوار اس کے ساتھ روانہ کئے اور وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ خوب گھومے پھرے۔ پھر واپس لوٹ کر کہا: نہ ان کی کوئی مدد ہے اور نہ ہی کمین گاہوں میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ بے شک وہ تو اونٹوں کا نوالہ ہیں۔ قریش نے عمیر کو کہا: قوم میں تحریک پیدا کرو۔ ان کے جذبات کو ابھارو۔ چنانچہ عمیر نے سو شہسواروں کے ساتھ اسلامی لشکر کی صف پر حملہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ چت لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا: تم جنگ کا آغاز نہ کرنا، جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں۔ اسی دوران آپ پر نیند طاری ہو گئی اور آپ پر غالب آ گئی۔ جب لشکر کے بعض افراد نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے "یا رسول اللہ! قد دنا القوم ونالوا منا ......!" "یا رسول اللہ! ﷺ قریش کا لشکر قریب آ گیا ہے اور انہوں نے ہمیں پا لیا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حالت خواب میں ان کی تعداد بالکل قلیل دکھائی اور مشرکین کی نگاہوں میں مسلمانوں کی تعداد کو بھی انتہائی کم کر دیا۔ یہاں تک کہ قوم کے بعض افراد بعض میں دوسروں اور ملامت کرنے لگے (یعنی وہ انہیں قتل کرنے کا ارادہ کرنے لگے) کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کی کثیر تعداد دکھاتا تو یقیناً ان کی ہوا اکھڑ جاتی اور جنگ کے بارے ان کے درمیان تنازع کھڑا ہو جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور انہیں وعظ فرمایا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج کے دن شہادت پانے والوں کے لیے جنت واجب کر دی ہے۔ عمیر بن حمام نے جونہی رسول اللہ ﷺ کے یہ کلمات سنے، آپ اس وقت اپنے ساتھیوں کے لیے آٹا گوندھ رہے تھے، اسی کو چھوڑتے ہوئے آٹے کے پاس سے آپ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے لیے جنت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور۔ پس اسی وقت وہ دشمنان خدا پر ٹوٹ پڑے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ یہی آپ ہی وہ پہلے مقتول ہیں جنہیں قتل کیا گیا۔ پھر اسود بن عبد الاسد مخزومی آیا اور بتوں کی قسم اٹھا کر کہنے لگا کہ وہ اس حوض سے ضرور پانی پیے گا جو محمد (ﷺ) نے بنایا ہے اور اسے ضرور بالضرور توڑ دے گا۔ پس جب وہ حوض کے قریب آیا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اس کی راہ روکی اور اس کی ٹانگ پر ضرب لگا کر اسے کاٹ دیا۔ وہ گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ حوض میں جا گرا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا پیچھا کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر عتبہ بن ربیعہ اپنے اونٹ سے نیچے اترا اور پکار کر کہا: هل من مبارز "کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہے؟" پھر اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی پیچھے

سے آ ملے اور انہوں نے بھی پکار پکار کر دعوت مبارزت دی۔ تو ان کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے انصار میں سے تین افراد صف سے نکلے۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر حیا محسوس کی اور آپ ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنی صفوں میں واپس لوٹ جاؤ اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے چچاؤں کے بیٹوں کو آنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہم آگے بڑھے۔ مقابلہ ہوا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو جہنم رسید کیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ولید کا سر قلم کر دیا۔ مقابلے کے دوران شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ پر شدید ضرب لگائی اور اسے کاٹ دیا اور حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر انہیں بچا لیا اور انہیں اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ ان کے سبب ان کا وصال ہو گیا۔ اسی وقت ہند بنت عتبہ نے نذر مانی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ ضرور چبائے گی اگر وہ اس پر قادر ہوئی تھی دونوں لشکروں کے باہم جنگ کرنے سے قبل چار افراد قتل ہو گئے۔

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ جنگ شروع ہو چکی ہے تو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی التجا کرنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے دست مبارک رب کریم کی بارگاہ میں بلند کیے اور جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا تھا اس کی تکمیل اور فتح و نصرت کی دعا مانگتے ہوئے عرض کر رہے تھے: "اِنْ ظَهَرَ عَلٰى هٰذِهِ الْعِصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ وَلَمْ يَقُمْ لَكَ دِيْنٌ" (اے اللہ! اگر اس جماعت پر مشرکین غالب آگئے تو پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا)۔ پاس ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے، آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ ضرور بضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کے چہرہ کو منور و روشن فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دشمن کی طرف بھی ملائکہ کا لشکر اتارا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت نازل فرما دی ہے۔ اے ابوبکر! تمہارے لیے بشارت ہو۔ ملائکہ علیہم السلام نازل ہو چکے ہیں۔ کیونکہ میں نے جبرئیل امین علیہ السلام کو عمامہ مبارک باندھے ہوئے زمین و آسمان کے درمیان گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے دیکھا ہے۔ پس جب وہ زمین پر اترے وہاں پر سوار ہوئے اور ایک لحظہ میں مجھ سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ان کے چہرہ پر غبار دیکھا ہے۔ اور ابوجہل نے یہ دعا کی "اللّٰهُمَّ انْصُرْ خَيْرَ الدِّيْنَيْنِ، اللّٰهُمَّ دِيْنُنَا الْقَدِيْمُ وَ دِيْنُ مُحَمَّدٍ الْحَدِيْثُ" "اے اللہ! دو دینوں میں سے افضل اور بہترین دین کی مدد فرما۔ اے اللہ ہمارا دین قدیم ہے اور محمد (ﷺ) کا دین نیا اور جدید ہے"۔ جب شیطان نے ملائکہ علیہم السلام کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا اور اپنے دوستوں کی مدد سے پیچھے ہٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مشت بھری اور انہیں مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں کو اتنی عظیم شان عطا فرمائی کہ مشرکین میں سے ہر آدمی کی آنکھ ان سے بھر گئی۔ ملائکہ انہیں قتل کرنے لگے اور انہیں قیدی بنانے لگے۔ اور وہ ہر مشرک کو اسی حال میں پاتے کہ ان میں سے ہر آدمی چہرے کے بل گرتا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جدھر منہ کرتا ہے اس کی آنکھوں میں مٹی پڑ جاتی ہے۔

قریش شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر مکہ کی طرف لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ بدر کے سبب مشرکین و منافقین کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ مدینہ منورہ میں کوئی منافق اور یہودی باقی نہیں رہا مگر اس کی گردن واقعہ بدر کے سبب پست اور جھکی ہوئی تھی۔ چنانچہ

امام ابن اسحاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہوئی کہ ابوسفیان شام سے آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف دلائی اور فرمایا یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کا مال تجارت کثرت سے موجود ہے۔ پس تم اس کی طرف خروج کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تمہاری مشکل کو حل کر دے گا۔ بعض لوگوں نے اس رائے کو قبول کیا۔ بعض نے اسے حقیر جانا اور بعض کے لیے یہ ثقیل اور گراں ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ گمان نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا واسطہ جنگ سے پڑے گا۔ ابوسفیان جب حجاز کے قریب پہنچا تو وہ بھی خبروں کا تجسس کرنے لگا۔ اور لوگوں کے عمل سے ڈرتے ہوئے جو سوار بھی اسے ملتا اس سے حالات معلوم کرتا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے اسے یہ خبر پہنچا دی کہ محمد (ﷺ) نے تیرے لیے اصحاب کو جمع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر لیا اور اسے مکہ کی طرف بھیجا اسے یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ قریش کو ساتھ لے آئے۔ اسے چاہیے کہ وہ انہیں اپنے اموال کے لیے جمع کرے اور انہیں یہ خبر دے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے اصحاب کے ساتھ قافلے کو روکا ہے۔ چنانچہ وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مکہ پہنچا اور رسول اللہ ﷺ بھی جب وادی ذفران میں پہنچے تو آپ ﷺ کو قریش کے بارے یہ خبر موصول ہوئی کہ وہ اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے مکہ سے نکل پڑے ہیں۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا۔ تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور انتہائی خوب صورت گفتگو فرمائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی بہت خوب صورت گفتگو کی۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے پورا کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا! ہم قطعاً اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ) بلکہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں لڑیں ہم تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے۔ "اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ" مجھے قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے چلیں تو ہم وہاں پہنچنے تک آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے دعائے خیر سے نوازا۔ پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور آپ اس میں کود جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے کوئی آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم قطعاً یہ ناپسند نہیں کرتے کہ کل ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوگا۔ بے شک ہم جنگ کے دوران انتہائی صابر ہیں اور ملاقات میں انتہائی صادق ہیں۔ یقیناً ہماری جانب سے اللہ تعالیٰ آپ کو وہ کچھ دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے رسول اللہ ﷺ انتہائی خوش ہوئے اور انتہائی راحت و اطمینان کا اظہار فرمایا اور فرمایا: چلو اور تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک کے متعلق میرے ساتھ وعدہ فرما رکھا ہے۔ قسم بخدا! میں قوم کے مقتولوں کے گرنے کے مقامات کو دیکھ رہا ہوں۔ "سِيْرُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ وَعَدَنِيْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللّٰهِ لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ"

إِلَى مَصَارِعِ الْقَوْمِ"(1)

امام ابن جریر، ابن منذر، اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَیْنِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل مکہ کا ایک قافلہ ملک شام سے آیا۔ تو اس کی خبر اہل مدینہ تک پہنچی۔ چنانچہ وہ قافلے کی راہ روکنے کے ارادہ سے باہر نکلے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔ اس کی خبر اہل مکہ کو بھی پہنچ گئی اور وہ بڑی سرعت، تیزی کے ساتھ قافلے کی جانب چل پڑے۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اس پر غالب نہ آجائیں۔ وہ قافلہ رسول اللہ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنی منزل کی جانب نکل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کے بارے وعدہ فرمایا تھا۔ ان کے نزدیک قافلے سے ملاقات زیادہ پسندیدہ تھی۔ اس کے ساتھ مقابلہ نسبتاً آسان تھا اور افراد کی تعداد کے لحاظ سے وہ مختصر تھا۔ پس جب قافلہ آگے نکل گیا اور رسول اللہ ﷺ کی گرفت سے آگے بڑھ گیا تو آپ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر قریش کے لشکر کے ارادہ سے چلے۔ تو قریش کی قوت وطاقت کے سبب بعض لوگوں نے ان کے چلنے کو ناپسند کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں نے جہاں پڑاؤ کیا، وہاں ان کے اور پانی کے درمیان ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ مسلمانوں کو انتہائی شدید ضعف اور کمزوری لاحق ہو گئی۔ شیطان نے ان کے دلوں میں غیظ وغضب ڈال دیا اور ان کے درمیان وسوسہ اندازی شروع کر دی۔ وہ ان میں یہ وسوسہ ڈالنے لگا کہ تم گمان رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو اور تم میں اس کے رسول معظم ﷺ ہیں۔ حالانکہ مشرکین تمہاری نسبت پانی پر غالب ہیں اور تم ایسے مقام پر پہنچے ہو جو پانی سے انتہائی دور ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید بارش نازل فرمائی تو مسلمانوں نے جی بھر کر پانی پیا اور طہارت حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے شیطان کے وسوسہ کو بھی دور ہٹا دیا۔ اور بارش ہونے کے سبب ریت اچھی طرح جم گئی۔ اور لوگ اور چوپائے اس پر چلتے رہے اور قوم (لشکر کفار) تک جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کرم ﷺ اور مومنین کی ایک ہزار ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ مدد فرمائی۔ ایک جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ سو ملائکہ تھے اور ایک جانب حضرت میکائیل علیہ السلام کی قیادت میں پانچ سو ملائکہ علیہم السلام تھے ابلیس اپنے لشکر کے ساتھ آیا اس کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ وہ سب بنی مدلج کے مردوں کی شکل وصورت میں تھے اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں تھا۔ شیطان نے مشرکین کو کہا: لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ (الانفال:48)" کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

جب قریش کا لشکر صف بستہ ہو گیا۔ تو ابوجہل نے یہ دعا مانگی "اَللّٰهُمَّ اَوْلَانَا بِالْحَقِّ فَانْصُرْهُ" (اے اللہ! ہم میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہے تو اس کی مدد فرما) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی "یَا رَبِّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ فِي الْاَرْضِ فَلَنْ تُعْبَدَ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا" (اے میرے پروردگار! اگر تو نے زمین میں اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی)۔ تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر یہ عرض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 218، داراحیاء التراث العربی بیروت

مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں اور نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ نے مگر ایک خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے۔ بے شک اللہ (تعالیٰ) بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔"

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو عوانہ، ابن حبان، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو شمار کیا تو ان کی تعداد تین سو دس سے کچھ زائد تھی اور جب مشرکین کی طرف دیکھا تو ان کی تعداد ہزار سے زائد تھی۔ پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبلہ رو ہو گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کریم کو پکارنے لگے اور التجا کرنے لگے "اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْاَرْضِ" "اے اللہ! جو وعدہ تو نے میرے ساتھ فرمایا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" آپ ﷺ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دست مبارک پھیلا کر اپنے رب سے مسلسل التجا اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے نیچے گر گئی۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریب آئے، آپ نے چادر مبارک اٹھائی اور آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی، پھر آپ کو پیچھے کی جانب سے پکڑ لیا اور عرض کی یا نبی اللہ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَاِنَّهٗ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ "اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ کی التجا پر آپ کا رب آپ کے لیے کافی ہے جو وعدہ اس نے تمہارے ساتھ فرمایا ہے اسے پورا فرما دے گا۔" تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ پس جب اس دن دونوں لشکر برسر پیکار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست اور ناکامی سے دوچار کیا، ان میں سے ستر افراد مقتول ہوئے (اور قیدیوں کے بارے میں) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ چچا کے بیٹے اور خاندان کے افراد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اور جو کچھ ہم ان سے وصول کریں گے وہ کفار کے خلاف ہمارے لیے باعث قوت و طاقت ہوگا۔ پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما دے اور یہی لوگ ہمارے لیے قوت و طاقت کا سبب بن جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ تو میں نے عرض کی: جو رائے حضرت ابوبکر

امام ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ ساتھ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی دائیں جانب اترے اور اسی جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام ایک ہزار ملائکہ کی معیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی بائیں جانب اترے اور میں اسی جانب (میسرہ) میں تھا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: یہ جبرائیل امین ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور اس پر سامان جنگ موجود ہے۔ ھٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ مدد کی گئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں فرمایا ہے۔ اور جو تین یا پانچ ہزار کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف بشارت اور خوشخبری ہے، سو ان کی مدد صرف ایک ہزار سے کی گئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام بخاری رحمہما اللہ نے حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور آپ اہل بدر میں سے تھے انہوں نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: تم اپنے نزدیک اہل بدر کو کن میں (درجہ) شمار کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمام مسلمانوں سے بڑھ کر افضل ہیں۔ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: اسی طرح وہ ملائکہ بھی (افضل ہیں) جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سرخ رنگ کی گھوڑی پر سوار تھے اور غبار سے ڈھکے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور زرہ پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: اے محمد ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی جانب بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آپ سے جدا اور علیحدہ نہ ہوں یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں تو کیا آپ راضی ہیں؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں (میں راضی ہوں) عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ "وَقَفَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی فَرَسٍ اَحْمَرَ اُنْثٰی قَدْ عَلَاهُ الْغُبَارُ، وَبِیَدِ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ رُمْحٌ وَعَلَیْهِ دِرْعٌ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْكَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اُفَارِقَكَ حَتّٰى تَرْضٰى فَهَلْ رَضِیْتَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَعَمْ"

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قول باری تعالیٰ مُرْدِفِیْنَ کی تفسیر میں فرمایا [illegible] اس سے مراد مدد ہے (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 227
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 354 (36657)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 227
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 364 (36725)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 225

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ مُرْدِفِيْنَ کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مدد ہے (یعنی وہ فرشتے جو مدد کے لیے اترے)(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُرْدِفِيْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ تھا۔ (یعنی وہ فرشتے پے در پے نازل ہوئے)(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک ہزار فرشتے مُرْدِفِيْنَ یعنی پے در پے تھے اور تین ہزار مُنْزَلِيْنَ یعنی اترنے والے تھے۔ پس اس طرح وہ چار ہزار فرشتے تھے۔ اور یہی مسلمانوں کے لیے ان کی سرحدوں میں معاون و مددگار تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مُرْدِفِيْنَ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا معنی "مُمِدِّيْنَ" ہے (یعنی معاون و مددگار فرشتے)(3)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مُرْدِفِيْنَ کا معنی متتابعین (پے در پے اترنے والے) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار کے ساتھ، پھر تین ہزار کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔ پھر پانچ ہزار مکمل کر دیئے۔ اور آپ نے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ کی تفسیر میں فرمایا تاکہ ملائکہ کے نزول کے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوہ بدر کے دن کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملائکہ علیہم السلام ہمارے ساتھ تھے لیکن اس کے بعد کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا مُرْدِفِيْنَ کا معنی ہے کہ بعض فرشتے بعض کے پیچھے تھے(5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى کے متعلق حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل فرمایا تاکہ وہ ان کے نزول کے سبب انہیں خوش کر دے۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ⑪

"یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے جو باعث تسکین تھی اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو"

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 225، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً　4۔ ایضاً　5۔ ایضاً

امام ابو یعلیٰ اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوہ بدر کے دن حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں کوئی گھڑ سوار نہیں تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ ہم سب سو رہے تھے مگر رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ کے متعلق فرمایا کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے دن مومنین کے حق میں نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا تھا تاکہ وہ اس کی طرف سے باعث تسکین ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اَمَنَةً کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ "اَمَنَةً مِّنَ اللّٰهِ" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین و راحت ہو (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غنودگی سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ غنودگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے باعث تسکین اور باعث راحت تھی۔ اور غنودگی دو قسم کی تھی۔ ایک غنودگی غزوہ بدر کے دن تھی اور ایک غزوہ احد کے دن تھی۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ کی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد وہ بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن برسائی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد بارش ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر غنودگی سے پہلے نازل فرمائی۔ پس بارش کے سبب گرد و غبار ختم ہوگیا اور اس کے سبب زمین کی تہہ جم گئی، ان کے دل خوش اور مطمئن ہو گئے اور اس کے سبب ان کے قدم جم گئے (4)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیئے اور وادی کی زمین انتہائی نرم تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی جانب اتنا برسے کہ اس سے زمین کی تہہ جم گئی اور ان کے لیے چلنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی لیکن قریش کی جانب وہ اتنا برسے کہ اس کے سبب ان کے لیے چلنا ممکن نہ رہا۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ابتدا میں ہی مشرکین نے مسلمانوں کے مقابلہ میں پانی پر قبضہ کر لیا اور مسلمان پیاس محسوس کرنے لگے اور انہوں نے جنبی ہونے اور بے وضو ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھیں۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان ریت کے ٹیلے تھے۔ شیطان

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ یوم بدر علی المشرکین وقلۃ المسلمین، جلد 3، صفحہ 49، بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 229　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 230　4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 231

نے ان کے دلوں میں حزن وملال ڈالتے ہوئے کہا کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم میں نبی ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو حالانکہ تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بھر کر بہنے لگی۔ مسلمانوں نے وہ پانی پیا اور اس سے طہارت حاصل کی۔ پھر ان کے قدم جم گئے اور شیطان کا وسوسہ جاتا رہا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا رِجْزَ الشَّيْطٰنِ سے مراد اس کا وسوسہ ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ کا معنی ہے تا کہ وہ تمہارے دلوں کو صبر کے ساتھ مضبوط کر دے۔ اور وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ کی تفسیر میں کہا کہ بطن وادی کی زمین نرم تھی۔ جب بارش ہوئی تو وہ ریت مضبوط ہو کر جم گئی۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا یہاں تک کہ پاؤں اس ریت پر جم گئے جو کہ سطح زمین کے اوپر موجود تھی (2)۔

امام ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ البدر کو دعا مانگتے ہوئے اس طرح عرض کی "اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدْ" اے اللہ! اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ پھر اسی رات شدید بارش ہوئی۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (3)۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝

"یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو۔ میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب۔ سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (اے حق کے دشمنو!) یہ سزا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 232، بیروت	2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 223	3۔ ایضاً

ہے بھی چکھو اسے نیز (یاد رکھو) کافروں کے لیے آگ (جہنم) کا عذاب بھی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے کہ عباد بن ولید مغیری نے اپنے خط میں مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہے مگر غزوہ بدر کے دن ملائکہ کو یہ فرمایا: "اِنِّیْ مَعَکُمْ بِالنَّصْرِ" کہ میں مدد کے لیے تمہارے ساتھ ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت یزید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: غزوہ بدر کے سوا ملائکہ نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ میرے باپ نے مجھے بتایا: اے میرے بیٹے! ہم نے غزوہ بدر کے دن یہ منظر دیکھا ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی تلوار کے ساتھ مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا تو تلوار کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر جسم سے کٹ کر جا گرتا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مشرکین قریش قافلے کی مدد اور اس کے سبب جنگ کرنے کے لیے مکہ سے نکلے تو انہوں نے بدر کے دن پانی کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا اور مومنین کے مقابلہ میں پانی پر قابض ہو گئے۔ پس مومنین کو پیاس نے آلیا اور وہ نمازیں بھی جنابت اور حدث کی حالت میں پڑھنے لگے۔ شیطان نے مومنین کے دلوں میں پریشانی القاء کرتے ہوئے انہیں کہا: کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تم میں نبی مکرم ﷺ ہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو حالانکہ تمہارے پانی پر غلبہ پالیا گیا ہے اور تم جنابت اور حدث کی حالت میں نمازیں پڑھ رہے ہو؟ یہاں تک کہ یہ بات صحابہ کرام کے سینوں میں کافی حد تک راسخ ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور وادی پانی سے بہہ پڑی اور مومنین نے خوب جی بھر کر پانی پیا اور اپنے مشکیزے بھر لیے اور اپنی سواریوں کو بھی خوب سیراب کیا اور انہوں نے غسل جنابت بھی کر لیے۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو ان کے لیے باعث طہارت و پاکیزگی بنا دیا اور ان کے قدموں کو بھی ثابت کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اور قریش کے درمیان ریت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بارش برسائی اور اسے تر کر دیا یہاں تک کہ وہ سخت اور مضبوط ہو گئی اور اس پر قدموں کو جما دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ سفر کا آغاز کیا اس دن ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ان میں سے دو سو ستر افراد انصار میں سے تھے اور بقیہ تمام مہاجرین میں سے تھے۔ اس دن مشرکین کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا۔ عتبہ نے کہا: اے گروہ قریش! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تم پر شفقت کرتا ہوں۔ آج کے بعد میں کوئی نصیحت تمہارے لیے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ تحقیق تم وہاں تک پہنچ چکے ہو جہاں پہنچنے کا تم ارادہ رکھتے تھے۔ ابو سفیان بحفاظت نکل چکا ہے۔ اس لیے تم بھی صحیح و سالم مکمل انداز میں واپس لوٹ جاؤ کیونکہ اگر محمد ﷺ سچے ہوں گے تو ان کی صداقت کے سبب تم لوگوں سے بڑھ کر سعادت مند ہو گے اور اگر وہ کاذب (جھوٹے) ہوں گے تو تم ہی ان کے خون کی حفاظت کا زیادہ حق رکھتے ہو۔ یہ سن کر ابوجہل اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے برا بھلا کہا اور اس کے چہرے کو نوچتے ہوئے کہا: تیری انتڑیاں رعب سے بھر گئی ہیں۔ تو عتبہ نے اسے جواب دیا: آج معلوم ہو

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 363، مطبوعہ الزمان مدینہ منورہ

ہونے کا خون بڑھ رہا ہے اور اپنی قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ دونوں میدان میں اترے یہاں تک کہ جب مسلمانوں کے لشکر کے قریب آئے تو کہا: ہمارے مقابلے کے لیے افراد بھیجو ہم ان سے قتال کریں گے۔ تو بنی خزرج کے نوجوان اٹھے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں بٹھا دیا۔ پھر فرمایا: اے بنی ہاشم! کیا تم اپنے بھائیوں کی طرف بنی خزرج کے نوجوان بھیج رہے ہو حالانکہ نبی (ﷺ) تم میں سے ہیں؟ پھر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم اٹھے اور بڑے جذبات اور جرأت کے ساتھ ان کی جانب چل پڑے۔ عتبہ نے کہا: تم گفتگو کرو تاکہ ہم تمہیں پہچان لیں۔ کیونکہ اگر تم ہمارے ہمسر ہوئے تو ہم تم سے قتال کریں گے۔ تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انا اسد اللہ واسد رسول اللہ ﷺ" میں اللہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کا شیر ہوں۔ تو عتبہ نے انہیں کہا: اچھا اور کریم ہمسر اور مقابل ہے۔ چنانچہ شیبہ نے آپ پر حملہ کر دیا، دو ضربوں کا تبادلہ ہوا پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے مقابلے کے لیے اٹھے اور دو ضربوں کا باہم تبادلہ ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر کاری ضرب لگا کر اسے قتل کر ڈالا۔ پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عتبہ کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے، باہم دو ضربوں کا تبادلہ ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ پر جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! اے ہمارے رب! تو نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے قتال کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا" تب ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ۝ (آل عمران) "کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی: اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ چنانچہ ابوجہل بھی ستر افراد میں مارا گیا اور عقبہ بن ابی معیط گرفتار ہو گیا اور پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا تو اس طرح ستر افراد مارے گئے اور ستر قید کر لیے گئے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بنی ساعدہ کے ایک آدمی سے روایت بیان کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ان کی بصارت ختم ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہوئے سنا: اگر اب میں تمہارے ساتھ بدر میں ہوتا اور میری بصارت بھی صحیح ہوتی تو میں بالیقین تمہیں اس گھاٹی کے بارے بتاتا جس سے ملائکہ ظاہر ہوئے تھے۔ مجھے اس کے بارے ذرا شک و شبہ نہیں ہے۔ جب ملائکہ نازل ہوئے تو ان کے پیچھے ابلیس تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی فرمائی: میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور ان کے ثابت قدم رکھنے کا انداز یہ تھا کہ فرشتے آدمی کے پاس ایسے آدمی کی صورت میں آتے جسے وہ پہچانتا ہوتا اور وہ کہتا: تمہیں بشارت ہو وہ کوئی شے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ چنانچہ وہ ان پر جھپٹ پڑے۔ پس جونہی ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا تو الٹے

پاؤں بھاگ پڑا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ اس دن وہ سراقہ کی شکل میں تھا۔ ابوجہل آیا وہ اپنے ساتھیوں کے جذبات بھڑکانے کے لیے کہنے لگا سراقہ کا تمہارے ساتھ ہو کر نہ تمہیں خوف زدہ نہ کر دے کیونکہ وہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کے ساتھ وعدہ کر چکا ہے، پھر اس نے کہا لات وعزیٰ کی قسم! ہم واپس نہیں لوٹیں گے۔ یہاں تک کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو ہم رسیوں کے ساتھ باندھ لیں گے۔ پس تم انہیں قتل نہ کرنا بلکہ انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑ لینا (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد ونصرت کی التجا کرنے لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح مدد مانگی "اَللّٰهُمَّ اِنْ ظَهَرُوْا عَلٰى هٰذِهِ الْعِصَابَةِ ظَهَرَ الشِّرْكُ، وَلَا يَقُوْمُ لَكَ دِيْنٌ" "اے اللہ! اگر وہ اس جماعت پر غالب آ گئے تو شرک غالب ہو جائے گا اور تیرا دین قائم نہیں رہ سکے گا"۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا اور وہ آپ کا چہرہ ضرور روشن کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پے در پے ہزار فرشتے دشمن کی اطراف میں نازل فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو یہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے زمین وآسمان کے درمیان اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ پس جونہی وہ زمین کی طرف اترے تو ایک لمحہ میں مجھ سے غائب ہو گئے، پھر ان کے چہرے پر غبار کے آثار تھے۔ اور وہ یہ کہہ رہے تھے "اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ اِذْ دَعَوْتَهٗ" کہ جونہی آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس کی نصرت آپ کے پاس آ گئی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: غزوۂ بدر کے دن لوگ ملائکہ کے قتل کردہ افراد کو اس سے پہچانتے تھے کہ انہوں نے انہیں گردنوں اور جوڑوں پر مار کر قتل کیا اور ان پر آگ کے جلائے جانے کی مثل نشان موجود تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ الْاَعْنَاقِ سے مراد سر ہیں (3)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ سے مراد گردنوں کو مارنا ہے (4)۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک کہا کرتے کہ اس کا معنی ہے گردنوں کو مارو (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: كُلَّ بَنَانٍ سے مراد ہر جوڑ ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی نے کہا: وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ کا معنی یہ ہے کہ اس کے

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 53، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 54

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 234　4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 233　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 235

انتہائی زیادہ تنگ اور پریشان ہو گئے۔ ہم نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ سے کیسے جا کر ملاقات کریں گے حالانکہ ہم میدان جنگ سے بھاگ گئے ہیں اور ہم مستحق غضب ہو چکے ہیں؟ پس ہم نماز فجر سے پہلے حضور نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ تو ہم نے عرض کی: ہم فرار ہو کر آنے والے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم تو بہت زیادہ حملہ کرنے والے ہو (اور پلٹ کر آنے والے ہو)۔ یہ سن کر ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کا دست مبارک چوم لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ ہوں اور مسلمانوں کی پناہ بھی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ عربی متن درج ذیل ہے: "فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَخَرَجَ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ فَقُلْنَا: نَحْنُ الْفَرَّارُونَ، قَالَ: لَا بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ، فَقَبَّلْنَا يَدَهُ، فَقَالَ: أَنَا فِئَتُكُمْ وَأَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ"(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کو وضو کرا رہی تھی اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر پانی انڈیل رہی تھی کہ اچانک ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا ہوں، آپ مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیے جسے میں آپ کی جانب سے یاد رکھوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنگ کے وقت میدان جنگ سے قطعاً نہ بھاگنا۔ کیونکہ جس کسی نے جنگ سے راہ فرار اختیار کی، وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور غصے کا سبب بن گیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

امام شافعی اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی دو سے بھاگ گیا تحقیق اس نے راہ فرار اختیار کی (2)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے المتفق والمفترق میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ الآیہ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا: تم اسی طرح قتال کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سات موتوں سے پناہ طلب کی ہے۔ ایک اچانک آنے والی موت، دوسری وہ جو سانپ ڈسنے کے سبب ہو، تیسری جو کسی درندے کے چیرنے پھاڑنے سے واقع ہو، چوتھی جو غرق ہونے کی وجہ سے ہو، پانچویں جو آگ میں جلنے کے سبب ہو، چھٹی وہ موت جو آدمی پر دیوار گرنے کے سبب ہو اور ساتویں جو میدان جنگ سے بھاگتے وقت قتل کیے جانے کے سبب واقع ہو (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سات کلمات کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 70، دار صادر بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 541 (33590)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 204

مانگا کرتے تھے۔ آپ عرض کرتے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَمِّ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا" "اے اللہ! میں انتہائی زیادہ بڑھاپے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، میں غم، پانی میں غرق ہونے اور آگ میں جل جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، موت کے وقت شیطان کے مجھ پر غالب آجانے سے میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے مجھے موت آجائے اور میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اس سے کہ کسی کیڑے کے ڈسنے کے سبب میری موت واقع ہو" (1)۔

امام ابن سعد، ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت بلال بن یسار رحمہ اللہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا: کہ جس نے یہ کہا: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ اس نے میدان جہاد سے راہ فرار اختیار کی ہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے تین بار یہ کہا: "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگ نکلا ہو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل موقوف روایت بیان کی ہے اور وہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

"پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا انہیں اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ تاکہ احسان فرمائے مومنوں پر اپنی جناب سے بہترین احسان۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ یہ تو ہوا اور بلاشبہ اللہ کمزور کرنے والا ہے کفار کے مکر و فریب کو۔"

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 427، دار صادر بیروت
2۔ سنن ابو داؤد، باب فی الاستغفار، جلد 5، صفحہ 427 (1488)، مکتبہ ...
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 128 (2550)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو فرمایا (تم نے انہیں قتل نہیں کیا) جب کہ انہوں نے یہ کہا ہے میں نے قتل کیا اور اسے میں نے قتل کیا۔ اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی جانب کنکریاں پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ کے متعلق کہا: کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن کفار کی جانب کنکریاں پھینکے تھے (1)۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ وہ ریت کے ذرات ہر آدمی کی آنکھ میں پڑے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ بدر کا دن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کنکریاں اٹھائیں اور ان میں سے ایک کنکری ان کے درمیان پھینک دی اور فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" پس وہ شکست سے دوچار ہوئے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا تو مشرکین غضب ناک ہو گئے اور کہنے لگے: کیا آپ کے مقابلہ میں وہ ہیں؟ پس ان سے جنگ بھڑک اٹھی۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَنِيْ بِالْقِتَالِ وَوَعَدْتَنِي النَّصْرَ وَلَا خُلْفَ لِوَعْدِكَ" "اے اللہ! یقیناً تو نے مجھے جنگ کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ مدد و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور تیرے وعدے کا خلاف نہیں ہوتا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی اٹھائی اور ان کے چہروں پر پھینک دی، تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے شکست کھا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم نے آسمان سے زمین کی جانب آنے والی ایک آواز سنی۔ وہ ایسی آواز تھی گویا کنکریاں طشت میں گر رہی ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں پھینکے تھے اور ساتھ فرمایا تھا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" (چہرے قبیح ہو جائیں اور وہ خوف زدہ ہو جائیں) پس ہم شکست کھا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ (3)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں نے کنکریوں کی آواز سنی جو بدر کے دن آسمان سے گرے، گویا کہ وہ ایک طشت میں گر رہے ہیں۔ جب لوگ صف بستہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں اٹھائے اور وہ مشرکین کے چہروں کی جانب پھینک دیے پس وہ شکست کھا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کنکریوں کی ایک مٹھی مجھے پکڑاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قوم کے چہروں پر پھینک دیا۔ پھر ان کے لشکر کے ہر فرد کی آنکھیں اس ریت سے بھر گئی۔ تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 240　　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 241　　3۔ ایضاً

نے فرمایا: میرے پاس اس کے سوا کوئی اور کمان لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو کمان پکڑائی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے قلعے کی جانب پھینکا، وہ اس سے تیر کرتے ہوئے ابن ابی الحقیق اپنے بستر پر قتل ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ کی تفسیر اس طرح نقل کی ہے یعنی وہ آپ کے پھینکنے کے سبب (قتل) نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد نہ کرتا اور آپ کے دشمن کے سینے میں وہ القا نہ کرتا جس نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔ اور وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا کی تفسیر میں فرمایا: وہ مومنین کو قلت تعداد کے باوجود کثیر تعداد دشمن پر غلبہ عطا فرما کر ان پر اپنی نعمت و احسان کا انہیں احساس دلاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچان لیں اور پھر اس کی نعمت و احسان پر اس کا شکر بجا لائیں۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝

"(اے کفار!) اگر تم فیصلے کے طلب گار تھے تو (وہ) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر تم (اب بھی) باز آ جاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے اور نہ فائدہ پہنچائے گی تمہیں تمہاری جماعت کچھ بھی چاہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور یقیناً اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو۔"

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابن مندہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن شہاب کے واسطے سے حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس وقت لشکر باہم برسر پیکار ہوئے تو ابو جہل نے کہا: اے اللہ! ہمارے رشتوں کو کاٹ دے اور ہمیں اس طرح بدلہ دے کہ ہم کسی کو نہ پہچانتے ہوں اور کل تک اسے نیچا کر دے (یعنی اسے ہلاک کر دے) تو اس طرح گویا وہ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ طلب کر رہا تھا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ اے مشرکین! اگر تم مدد طلب کرتے ہو تو تحقیق تمہارے پاس مدد آ گئی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 245 — 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 244

ابوجہل نے بدر کے دن کہا: اے اللہ! دو گروہوں میں سے ایک کی مدد فرما اور دونوں لشکروں میں سے افضل و بہتر کی مدد فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (1)۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرآت کیا کرتے تھے: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے اس قول کے بارے نازل ہوئی: اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دیا (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر تم فیصلہ طلب کرتے ہو تو پھر بدر کے دن تمہارا فیصلہ آ چکا ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَاِنْ تَنْتَهُوْا کی تفسیر میں سدی نے کہا: اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے سے باز آ جاؤ۔ اور وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر تم دوبارہ فیصلہ طلب کرو تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فیصلہ دوں گا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہے (4)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اگر تم دوبارہ اس طرح کی شرارت کرو گے تو ہم پھر قید و قتل کے لیے تمہاری طرف رجوع کریں گے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

"اور نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے"۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ کا معنی ہے حالانکہ وہ نافرمانی کرتے ہیں (5)۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

"بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جانوروں سے بدتر ہیں وہ کفار ہیں۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اس سے مراد قریش کے قبیلہ بنی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 245 | 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 244 | 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 247
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 248

عبد الدار کا ایک گروہ ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو حق کی اتباع نہیں کرتے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ یہ آیت عرب کے قبائل میں سے قبیلہ بنی عبد الدار کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن منذر نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث اور اس کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر نے ابن زید سے یہ بیان کیا ہے کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ سے مراد اہل کتاب منافق ہیں (2)۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ (فاطر: 45) "اور اگر اللہ تعالیٰ (فوراً) پکڑ لیا کرتا لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث تو نہ (زندہ) چھوڑتا زمین کی پشت پر کسی جاندار کو"۔ اور وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود: 6) "اور نہیں کوئی جانور زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق"۔ فرمایا: یہ اس میں داخل ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

"اور اگر جانتا اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی تو انہیں ضرور سنا دیتا، اور اگر سنا دیتا انہیں (قبول حق کی استعداد کے بغیر) تو وہ پیٹھ پھیر لیتے روگردانی کرتے ہوئے"۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ کی تفسیر حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ان کا وہ قول نافذ کر دیتا ہے جو وہ اپنی زبانوں سے کہتے لیکن ان کے دل اس کے خلاف ہوتے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ یہ جانتے کہ ان میں کوئی خیر و خوبی ہے جو اس کا علم نافذ ہونے کے بعد ان کے لیے نفع بخش ہو تو انہیں سنا دیتے تو وہ اس سے کوئی نفع حاصل کرتے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم اس سے بہرے ہیں جس کی طرف آپ ہمیں (محمد ﷺ) دعوت دیتے ہیں، ہم اسے سنتے ہی نہیں اور ہم گونگے ہیں اور اس کی تصدیق کے بارے میں انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے۔ وہ سب کے سب غزوہ احد میں مقتول ہوئے اور وہی احد کے دن اصحاب اللواء (علمبردار تھے)۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 249 — 2۔ ایضاً

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، نعیم بن حماد نے الفتن میں، امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تحقیق ایک زمانہ تک ہم پڑھتے رہے اور ہم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ ہم اس کے اہل میں سے ہیں۔ دو ہم ہی اس آیت کے مصداق اور مراد ہوں گے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (1)۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے فتنہ سے مراد بلاء (آزمائش) ہے اور وہ امر ہے جو ہونے والا ہو۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے نازل ہوئی (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: قسم بخدا! جب یہ آیت نازل ہوئی تو کئی اقوام نے یہ جان لیا کہ عنقریب ایک قوم اس کے ساتھ خاص ہو جائے گی۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے قسم بخدا! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے صاحب عقل و دانش نے اس وقت یقین کر لیا جب یہ آیات نازل ہوئی کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔

امام عبد بن حمید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا: یہ آیت صرف اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہ فتنہ جنگ جمل کے دن ان تک پہنچا اور وہ قتل ہو گئے۔ مقتولین میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اہل بدر میں سے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھے یہ خبر دی گئی ہے (کہ یہ آیت جن کے بارے نازل ہوئی) وہ اصحاب جمل ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے اسی آیت کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ فتنہ ظالم اور صالح تمام کو پہنچے گا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ فتنہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے اس طرح کر چھوڑے گا کہ وہ اسے کبھی نہیں پائے گا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ وہ اپنے درمیان کسی منکر (گناہ) کو پختہ نہ ہونے دیں کہ اس کے سبب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہیں بھی آ جائے گا (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 257　2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 256　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 257

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 542 (37905)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 257

اللہ تعالیٰ نے تمہیں انصار مدینہ کی طرف پناہ دی۔ اور وَاَیَّدَکُمْ بِنَصْرِهٖ کی تفسیر میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے دن اپنی نصرت کے ساتھ تمہیں طاقت بخشی (1)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۝

"اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (سب) آزمائش ہے اور بے شک اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر ہے۔ پس تم اس کی طرف نکلو اور (اپنا معاملہ) مخفی رکھو۔ تو منافقین میں سے ایک آدمی نے ابوسفیان کی طرف یہ لکھ دیا کہ محمد ﷺ تمہارے ارادے سے نکل رہے ہیں۔ اس لیے تم انتہائی احتیاط کو لازم رکھنا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ الآیہ (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی۔ بنی قریظہ نے اپنے محاصرے کے دن ان سے پوچھا یہ معاملہ کیا ہے (اس امر کا انجام کیا ہے)؟ تو آپ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشارۃً بتایا کہ اس کا انجام ذبح ہے (یعنی تم قتل کر دیئے جاؤ گے)۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے قدم پھسل گئے جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے (3)۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے یہ قول کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں (یہود کی طرف) بھیجا۔ تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں اشارۃً بتادیا کہ وہ ذبح کر دیئے جائیں گے۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! میں کھانا نہیں چکھوں گا اور نہ ہی کوئی شے پیوں گا یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا میری توبہ قبول ہو جائے۔ پس سات دن تک وہ اسی حال پر رہے کہ نہ کھانا چکھا اور نہ کوئی مشروب پیا یہاں تک کہ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 250

2۔ ایضاً

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 215، 987۔ الصمیعی، ریاض

آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کو بتایا گیا: اے ابولبابہ! تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے۔ تو آپ نے کہا: قسم بخدا! میں اپنے آپ کو (ان ستونوں سے) نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں اور بذات خود مجھے کھولیں۔ پس نبی کریم ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھول دیا (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ تو آپ نے وہاں جا کر اپنے ہاتھ کے ساتھ ان کے ذبح (قتل) کی طرف اشارہ کیا۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ کی بیوی کو فرمایا: کیا وہ نمازیں پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے اور غسل جنابت کرتا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: بلاشبہ وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، غسل جنابت بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ سے محبت بھی کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! قسم بخدا! میں نمازیں پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور غسل جنابت بھی کرتا ہوں۔ میں عورتوں اور بچوں کی طرف مائل رہا اور ان کے لیے میرے دل میں (جذبات محبت) قائم رہے یہاں تک کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔ پھر اسے سورۂ براءت کی آیت وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ (التوبہ: 102) "کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا"۔ نے منسوخ کر دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب بنی قریظہ کا معاملہ پیش آیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس موجود لوگوں کے ساتھ بھیجا۔ آپ ان کے پاس پہنچے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں کئی عیوب و نقائص نکالے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ابلق (سیاہ و سفید) گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام کے چہرے سے غبار صاف کیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ دحیہ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں۔ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سی شے ہے جو آپ کو بنی قریظہ کے پاس جانے سے روک رہی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے ان کے قلعے میں جانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں اپنا یہ گھوڑا ان پر داخل کروں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آپ ان میں تشریف لے جائیں کیونکہ وہ آپ کو گالی گلوچ دے رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے

1۔ [illegible] جلد 9، صفحہ 261

فرمایا: ہرگز نہیں۔ بلاشبہ عنقریب وہ آداب بجا لائیں گے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ ان کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: اے خنزیروں اور بندروں کے بھائیو! تو انہوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! کیا آپ اتنے فحش الفاظ کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے کہا: ہم محمد (ﷺ) کے حکم پر نیچے نہیں اتریں گے بلکہ ہم تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے آئیں گے۔ چنانچہ وہ نیچے اترے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کا فیصلہ فرمایا کہ ان کے جنگجو قتل کر دیئے جائیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی سبب سے فرشتے نے مجھ پر جادو کر دیا ہے پس ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور خاص طور پر یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے بنی قریظہ کی طرف یہ اشارہ کیا تھا جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر نیچے اتریں گے کہ تم اس طرح نہ کرو، کیونکہ تم ذبح اور قتل ہو جاؤ گے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیانت نہ کرو اس کے فرائض ترک کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت نہ کرو ان کی سنت چھوڑ کر اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ یعنی انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ امانت سے مراد ہر وہ شے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امین بنایا ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں نازل ہوئی ہے(2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ سے مراد میدان جنگ سے ہتھیار کے ساتھ غائب ہو جانا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی ایک فتنہ میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ پس تم میں سے جو بھی پناہ طلب کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کی تکلیف اور تنگی سے پناہ مانگے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے اس آیت کے بارے کہا: کہ فِتْنَةٌ سے مراد فتنة الاختبار ہے جس نے انہیں آزمائش اور امتحان میں ڈال دیا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھا وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً (الانبیاء: 35) ”اور ہم خوب آزماتے ہیں تمہیں برے اور اچھے حالات سے دوچار کر کے“(4)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 262
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 261
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 263
4۔ ایضاً

سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝

"اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت اور دور فرما دے گا تم سے تمہارے گناہ اور بخش دے گا تمہیں۔ اور اللہ بڑے فضل (و کرم) والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فُرْقَانًا سے مراد نجات ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے(2)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فُرْقَانًا سے مراد مدد و نصرت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا۔

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝

"اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تا کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے"۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، ابن منذر، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل میں اور خطیب رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک رات مکہ مکرمہ میں قریش نے مجلس مشاورت قائم کی۔ ان میں سے بعض نے کہا: جب صبح ہو جائے تو تم اسے بیڑیوں کے ساتھ قید کر لو۔ اس سے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ارادہ کر رہے تھے۔ بعض نے یہ رائے دی: نہیں بلکہ تم انہیں قتل کر دو اور بعض نے یہ کہا: نہیں بلکہ تم انہیں جلا وطن کر دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مشاورت پر اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ رات بھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آرام فرما رہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار (غار ثور) میں جا پہنچے۔ مشرکین اس خیال سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں آرام فرما ہیں، ساری رات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے، پس جونہی انہوں نے صبح کی تو وہ آپ کی طرف جھپٹے اور جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی خفیہ تدبیر کو رد کر دیا۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے یہ صاحب کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 265
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 265

جاتا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے نشانات قدم پر آپ کا پیچھا کیا۔ لیکن جب وہ پہاڑ تک پہنچے تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا بنا ہوا جالا دیکھا تو کہنے لگے: اگر آپ اس میں داخل ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا یہ جالا نہ ہوتا۔ پس آپ ﷺ اس میں تین راتوں تک قیام فرما رہے (1)۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور تمام قبیلوں کے سردار جمع ہوئے تاکہ وہ دار الندوہ میں داخل ہوں اور ابلیس بھی ایک نجدی بوڑھے آدمی کی صورت ان کے پاس آ پہنچا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا: میں اہل نجد کا شیخ ہوں۔ میں نے اس کے بارے سنا جس کے لیے تم اکٹھے ہوئے ہو تو میں نے چاہا کہ میں تم میں حاضر ہوں اور میری جانب سے کوئی رائے اور نصیحت تمہیں محروم نہیں کرے گی۔ تو انہوں نے کہا: ہاں ضرور تم اندر آ جاؤ۔ پس وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گیا اور اس نے کہا: تم اس آدمی کے حالات کے بارے غور وفکر کرو۔ قسم بخدا! قریب ہے کہ وہ اپنے حکم سے تمہارے معاملات میں دخل اندازی کرے گا۔ تو پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم اسے بیڑیوں میں قید کر دو اور پھر اس کی موت کا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے شعراء ہلاک ہو گئے مثلاً زہیر اور نابغہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ بھی انہیں میں سے کسی کی طرح ہے۔ تو دشمن خدا شیخ نجدی نے کہا: قسم بخدا! تمہاری یہ رائے کوئی مضبوط رائے نہیں ہے۔ قسم بخدا! اس کے قید خانے سے خبر اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی اور پھر یقیناً وہ اس پر حملہ کریں گے یہاں تک کہ وہ انہیں تمہارے قبضے سے لے لیں گے اور پھر انہیں تم سے محفوظ کر لیں گے، پھر تم اس سے محفوظ نہیں ہو کہ وہ تمہیں تمہارے شہروں سے نکال دیں۔ لہٰذا تم کسی دوسری رائے میں غور وفکر کرو۔ تو پھر ایک اور نے کہا: تم اسے اپنے درمیان سے نکال کر جلا وطن کر دو تو تم اس سے راحت اور سکون پا جاؤ گے۔ کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو پھر جہاں کہیں وہ رہیں اور جو کریں وہ تمہارے لیے باعث ضرر نہیں ہو گا۔ جب ان کا ضرر اور اذیت تم سے دور ہو گی تو یقیناً تم اس سے راحت پا جاؤ گے۔ کیونکہ جب وہ نکل جائیں گے تو ان کا عمل تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہو گا اور ان کا ہر معاملہ دوسرے کے ساتھ ہو گا۔ یہ سن کر شیخ نجدی بولا: نہیں قسم بخدا! تمہاری یہ رائے اتنی پختہ نہیں ہے۔ کیا تم اس کی گفتگو کی حلاوت، طلاقت لسانی اور جو بھی اس کی گفتگو کو سنتے ہیں ان کے دلوں کو اپنی گرفت میں لینے سے تم واقف نہیں ہو؟ قسم بخدا! اگر تم نے ایسا کیا، پھر تو انہیں عربوں کے حوالے کر دیا گیا۔ پس وہ ضرور بضرور ان کے پاس جمع ہو جائیں گے۔ پھر وہ تمہاری جانب چل کر آئیں گے اور تمہیں اپنے شہروں سے نکال دیں گے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ تو انہوں نے یہ سن کر کہا: اس نے سچ کہا ہے۔ قسم بخدا! تم اس کے علاوہ کوئی اور رائے تلاش کرو۔ تو ابوجہل نے کہا: قسم بخدا! ایک رائے میں تمہیں دیتا ہوں اور اس سے بہتر رائے میرے خیال میں اور کوئی نہیں۔ تو سب نے کہا: تمہاری وہ کیا ہے؟ تو وہ بولا: ہر قبیلے سے ایک نوجوان چن لو اور طاقتور ہو والے نوجوان پھر ہر نوجوان کو تیز دھار تلوار دے دی جائے۔ پھر وہ اس کے ساتھ اس پر اس طرح یکبارگی حملہ کریں گویا کہ ایک

1۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 348، دار صادر بیروت

(بتوں) کے بارے پوچھا گیا اور بالخصوص عزیٰ کے دن کے بارے سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ مکر اور دھوکہ دینے کا دن ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن قریش نے دارالندوہ میں وہ خفیہ تدبیر کی تھی جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ لِيُثْبِتُوكَ کا معنی ہے کہ وہ آپ کو قید کرلیں (1)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ قریش حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے مشورہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے کہا: ایسا کوئی آدمی داخل نہ ہو جو تم میں سے نہ ہو۔ چنانچہ شیطان بھی اہل نجد میں سے ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ انہوں نے باہم مشاورت شروع کی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: ہم انہیں جلا وطن کر دیں گے۔ تو یہ سن کر شیطان نے کہا: یہ رائے بہت کمزور اور بری ہے کیونکہ قریب ہے کہ وہ تمہارے درمیان فساد برپا کر دے گا کیونکہ جب تم اسے باہر نکالو گے تو وہ لوگوں کے ذہنوں کو فاسد کر دے گا۔ پھر انہیں تمہارے خلاف کھینچ لائے گا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ لڑیں گے۔ سب نے کہا: ہاں یہ رائے بہتر نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس پر مطلع کر دیا اور آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار کی طرف نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے بستر پر آرام فرما رہے۔ قریش نے اس گمان میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ ان کی طرف جھپٹے۔ تو کیا دیکھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے آپ سے پوچھا: آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے دور تک آپ کے نشانات قدم کی پیروی کی۔ یہاں تک کہ وہ غار تک پہنچ گئے۔ پھر واپس لوٹ آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین رات تک وہاں ٹھہرے رہے (2)۔

عبد بن حمید نے معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ قریش ایک گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: آج تمہارے ساتھ اندر کوئی آدمی داخل نہ ہو جو تم میں سے نہ ہو۔ راستے میں ابلیس آ گیا۔ کسی نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اہل نجد کا شیخ ہوں اور میں تمہارا بھانجا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: قوم کا بھانجا تو انہیں میں سے ہوتا ہے پھر مشاورت کے دوران ایک شخص نے کہا: تم اسے قید کر دو تو ابلیس نے کہا: کیا بنی ہاشم اس پر راضی ہو جائیں گے؟ پھر ایک شخص نے کہا: تم اسے جلا وطن کر دو۔ تو پھر یہ چلا جائے گا۔ تمہارے سوا دوسرے لوگ اسے پناہ دے دیں گے (اور اس کی حفاظت کریں گے) تو پھر ابوجہل نے کہا: چاہیے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک مرد جمع ہو اور وہ اسے قتل کر دیں۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا: میرے بھائی کی رائے اچھی اور بہتر ہے جو اس جوان نے دی ہے۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 266

2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 389، المجلس العلمی بیروت (لبنان)

"اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری آیتیں تو کہتے ہیں (ازراہِ حسد و عناد) ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں تو کہہ لیں ایسی آیتیں نہیں ہیں یہ مگر کہانیاں اگلے لوگوں کی"۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کرنے کے لیے باندھ دیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نضر کو گرفتار کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو حضرت مقداد نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ میرا قیدی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جو کچھ کہتا تھا ... اسی کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ نضر بن حارث حیرہ کی جانب سفر کرتا تھا اور وہاں کے باشندوں کی گفتگو اور ان کا کلام سنتا تھا۔ جب وہ مکہ مکرمہ آیا تو اس نے نبی کریم ﷺ کو کلام (قرآن) پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (2)

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۚ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر ہو یہی (قرآن) حق تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے اور لے آ ہم پر دردناک عذاب اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں درآنحالیکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں جبکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں (مکہ سے آپ کی ہجرت کے بعد) اب کیا وجہ ہے ان کے لیے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ روک رہے ہیں (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے اور نہیں تھے وہ اس کے متولی۔ اس کے متولی تو صرف پرہیزگار لوگ ہیں لیکن ان کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں جانتی"۔

امام بخاری، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابوجہل بن ہشام نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ (3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 277 2۔ ایضاً 3۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 3، صفحہ 75، بیروت

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن ابزی نے کہا: رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ پھر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرما ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب انہوں نے خروج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ... الآیہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے بارے میں اجازت دی، یہی ہی وہ عذاب تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ کی تفسیر میں حضرت عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس میں ھم ضمیر سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں"۔ یہاں تک کہ وہ آپ کو ان سے نکال دے۔ اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں ھم ضمیر سے مراد مومنین ہیں۔ یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو عذاب دینے والا حالانکہ وہ مغفرت طلب کر رہے ہوں۔ پھر مشرکین کی طرف دوبارہ لوٹتے ہوئے فرمایا: وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "یعنی اب کیا وجہ ہے مشرکین کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں"(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر وہ استغفار کر لیں اور گناہوں کا اقرار کر لیں تو وہ باتحقیق مومن ہیں۔ اور وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کیا وجہ ہے کہ میں انہیں عذاب نہ دوں حالانکہ وہ استغفار نہیں کرتے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَ اَنْتَ فِيْهِمْ کا معنی ہے۔ اور آپ ان کے درمیان ہیں۔ اور آپ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں آپ کہتے ہیں: نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا حالانکہ ان میں سے ایک آدمی ہمیشہ اسلام میں داخل ہوتا رہتا ہے(3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی یہ تفسیر بیان کی ہے حالانکہ وہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطا بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے استغفار کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ تو آپ فرماتے ہیں وہ غفران (بخشش) کی شرط پر عمل کرتے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں عنقریب ایسے لوگ جہنم میں داخل کیے جائیں گے جو اپنی زبانوں سے استغفار کرتے ہیں اور اسلام اور دیگر تمام دینوں کا دعویٰ اور اقرار کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 275
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 276
3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 279
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 278

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آیت وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کے لیے اس کے بعد آنے والی آیت وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ناسخ ہے، چنانچہ انہیں مکہ میں قتل کیا گیا اور انہیں بھوک اور تنگی میں مبتلا کر دیا گیا (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا لِيُعَذِّبَهُمْ میں ھم ضمیر سے مراد اہل مکہ ہیں اور وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا حالانکہ ان میں ایسے مومنین ہیں جو مغفرت طلب کرتے ہیں (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک قرآن کریم تمہاری بیماری اور تمہارے علاج پر رہنمائی کرتا ہے۔ رہی تمہاری بیماریاں تمہارے گناہ ہیں اور تمہارے علاج اور دوا استغفار ہے (3)۔

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک بندہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے حقیر گمان کرتا ہے، اس پر نادم نہیں ہوتا اور نہ اس سے استغفار کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ بہت بڑے ٹیلے کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایک گناہ (کبیرہ) کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر نادم ہو جاتا ہے اور اس سے استغفار کرتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں (یعنی اسے بالکل مٹا دیتے ہیں) (4)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے مجھ پر دو امان نازل فرمائیں اور وہ یہ ہیں: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب میں چلا جاؤں گا تو میں ان میں قیامت کے دن تک کے لیے استغفار چھوڑ جاؤں گا (5)۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم میں دو امان تھیں۔ ان میں سے ایک گزر گئی اور دوسری باقی ہے (6)۔

ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت میں دو امان رکھی ہیں۔ جب تک وہ ان کے درمیان رہیں گی وہ عذاب کی گرفت سے محفوظ رہیں گے۔ پس ایک امان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور ایک امان تم میں باقی ہے۔ اور وہ یہ ارشاد ہے وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ　الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 280، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 275
3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 427 (7146)، دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 428 (7151)
5۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد 8، صفحہ 401 (3082)، دارالفکر بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 442 (654)

امام ابن جریر، ابو الشیخ، طبرانی، ابن مردویہ، حاکم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک تم میں دو امانیں تھیں۔ ان میں سے ایک گزر چکی ہے اور دوسری باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ پس رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور استغفار یوم قیامت تک باقی رہے گا (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اس امت میں دو امانیں ہیں۔ ایک رسول اللہ ﷺ اور دوسری استغفار۔ پس ایک امان گزر چکی ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور ایک امان یعنی استغفار باقی ہے (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بندہ اللہ تعالیٰ سے جو استغفار کرتا ہے اس کے سبب اس کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے (3)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی ارواح ان کے جسموں میں باقی رہیں۔ تو رب کریم نے جواب دیا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں ان کی مغفرت فرماتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہے (4)۔

امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کثرت سے استغفار کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم اور پریشانی سے نجات، ہر تنگی اور ظلمت سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان تک نہ ہو گا (5)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس انسان کے لیے مبارک اور سعادت مندی ہے جو اپنے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائے گا (6)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کثرت سے استغفار کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو کرو۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نجات دلانے والی اور اس سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 277

2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 182 (1491)

3۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 20، دار صادر بیروت

4۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 29

5۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستغفار، جلد 4، صفحہ 294 (3819)، دار الکتب العلمیہ بیروت

6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 293 (3818)

7۔ نوادر الاصول، صفحہ 196، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام احمد رحمہ اللہ نے زہد میں حضرت مغیث بن اسماء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ تم سے پہلی امتوں میں ایک آدمی تھا جو گناہ کے اعمال کرتا تھا۔ جس اثناء میں کہ وہ خوشحالی اور آسانی میں گزار رہا تھا کہ اچانک وہ اپنے بعض کے اعمال میں غور و فکر کرنے لگا تو سوچ کر اس نے رب کریم کی بارگاہ میں یہ التجا کی "اللّٰھم غفرانک" اے اللہ! تیری بخشش درکار ہے معاف فرمادے۔ اسی حال میں اس پر موت واقع ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ خوش نصیب ہے وہ انسان جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار کے حصے کو پائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جس کسی نے اس طرح پانچ بار استغفار کیا "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اگرچہ اس پر سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ ہوں(2)۔

امام ابو داؤد، ترمذی نے شمائل میں اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا۔ تو آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے اتنا طویل قیام کیا کہ گویا آپ رکوع نہیں کریں گے، پھر اسی طرح ایک طویل رکوع کیا، پھر اسی طرح طویل سجدہ کیا، گویا آپ اس سے سر اقدس نہیں اٹھائیں گے۔ پھر آپ ﷺ دوسری رکعت کے لیے اٹھے اور پہلی کی طرح دوسری رکعت بھی انتہائی طویل کر کے پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سجود کے آخر میں پھونک ماری پھر اس طرح دعا کی: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ میں ان میں موجود ہوں؟ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں اور ہم تجھ سے مغفرت طلب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے اور آسمان پر سورج روشن ہو چکا تھا(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین میں دو امان ہیں۔ ایک امان میں ہوں اور دوسری امان استغفار ہے۔ مجھے دنیا سے اٹھا لیا جائے گا اور استغفار کی امان باقی رہے گی۔ ہر حدث اور گناہ کرتے وقت تم پر استغفار کرنا لازم ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو عذاب دے حالانکہ ان کے انبیاء علیہم السلام ان کے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ وہ انہیں ان سے نکال لے۔ اور

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 173 (35076)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (35079)
3۔ سنن ابو داؤد مع شرح، کتاب الکسوف، باب من قال یرکع رکعتین، جلد 5، صفحہ 48 (1165)، مکتبۃ الرشد ریاض
4۔ مسند فردوس، جلد 3، صفحہ 135 (4358)، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب دینے والا ہو حالانکہ ان میں ایسے لوگ موجود ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایمان میں داخل ہو چکا ہو اور وہ استغفار ہے۔ اور کافر کے لیے فرمایا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران: 179) "نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑ دے مومنوں کو اسی حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے"۔

پس اللہ تعالیٰ اہل سعادت کو اہل شقاوت سے ممتاز کرے گا اور وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کے بارے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن انہیں (قتل) کے سبب عذاب میں مبتلا کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ پھر اہل شرک کی اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، نحاس اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ لِيُعَذِّبَهُمْ میں ہم ضمیر سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ میں مکہ مکرمہ کے مومنین ہیں۔ اور وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ میں بھی ہم سے مراد کفار مکہ ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ ان کے عذاب سے مراد مکہ کا فتح ہونا ہے۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے یہ روایت کیا ہے کہ یہ وجہ ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور ان کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اگرچہ ان میں وہ بھی ہیں جو دعائیں مانگتے ہیں۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کی تفسیر میں یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے انہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ آپ نے اور آپ کے متبعین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ یعنی اس کے متولی وہ لوگ ہیں جنہیں اس سے نکالا جاتا ہے اور وہ اس کے نزدیک نماز ادا کرتے ہیں۔ یعنی آپ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کے متولی نہیں ہیں مگر متقی لوگ یعنی وہ جہاں بھی ہوں (3)۔

امام بخاری نے الادب المفرد میں، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے نے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میرے لیے اپنی قوم کو جمع کرو۔ آپ نے انہیں جمع کیا۔ پس جب وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 279 | 2۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 276 | 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 281

ہوئے اور قریش کی امیری تو صرف آپ کے حکم پر ختم ہو چکی ہے۔ جب انصار نے اس کے بارے سنا تو انہوں نے کہا: تحقیق قریش کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ پس دیکھتے رہو کہ آپ سے کیا کہا جاتا ہے۔ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں تمہارے سوا بھی کوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں! ہم میں ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے موالی بھی ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے حلیف ہم میں سے ہیں، ہمارے بھانجے ہم میں سے ہیں اور ہمارے موالی بھی ہم میں سے ہیں۔ تم سن لو! تم میں سے میرے دوست صرف پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔ اگر تم اسی طرح ہو تو پھر ایسا ہی ہے۔ ورنہ غور کر لو قیامت کے دن لوگ اعمال لے کر نہیں آئیں گے اور تم بھاری بھرکم بوجھوں کے ساتھ آؤ گے اور تم سے اعراض کر لیا جائے گا (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن میرے دوست متقی لوگ ہوں گے۔ اگرچہ نسب کے اعتبار سے کوئی زیادہ قریبی ہو۔ وہی لوگ اعمال لے کر میرے پاس نہیں آئیں گے اور تم دنیا لے کر میرے پاس آؤ گے تم اسے اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے ہو گے اور میں اس طرح کہوں گا مگر میں ہر ایک سے اس کے تکبر کے سبب اعراض کر لوں گا۔

امام ابن مردویہ، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: آپ کی آل کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر متقی (یعنی آل ہے)۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (2)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ فلاں کی آل میرے دوست نہیں ہیں۔ بے شک میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں۔ "اِنَّ اٰلَ فُلَانٍ لَيْسُوْا لِيْ بِاَوْلِيَآءَ، اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (3)

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے متقی لوگ میرے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ۗ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

"اور نہیں تھی ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹی اور تالی بجانے کے۔ سو چکھو اب عذاب بوجہ اس کے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔"

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریش طواف میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 5، صفحہ 47 (4544)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم صغیر، جلد 1، صفحہ 115
3۔ [illegible] جلد 6، صفحہ 203 [illegible]

حضور نبی کریم ﷺ سے تعرض کرتے تھے، استہزا کرتے، سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً۔ الآیہ (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ہوذہ رحمہ اللہ سے اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام بیت الحرام کا طواف کر رہے ہوتے تھے جب کہ وہ (کفار قریش) سیٹیاں بجا رہے ہوتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ضیاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور اس دوران سیٹیاں مارتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً۔ فرمایا: مُكَاءً کا معنی سیٹی بجانا ہے۔ اس میں انہیں پرندے کے سیٹی بجانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور تَصْدِيَةً کا معنی تالی بجانا ہے۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ (الاعراف: 32) الآیہ۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے آپ سے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وضاحت کیجئے: إِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً تو آپ نے فرمایا: مُكَاءً سے مراد ساز کی آواز ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد چڑیوں کی آواز ہے اور اس سے مراد تالیاں بجانا ہے۔ سبب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔ تو بنی سہم کے دو آدمی آتے۔ ایک آپ ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہوتا اور دوسرا بائیں جانب۔ ان میں سے ایک اس طرح چیختا تھا جس طرح سیٹی بجانے کی آواز ہوتی ہے اور دوسرا ہاتھوں کے ساتھ اس طرح تالی بجاتا جس طرح چڑیاں پھڑپھڑاتی ہیں۔ تو یہ سن کر نافع بن ازرق نے عرض کی: کیا اہل عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کہتے ہیں:

نَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ اِذَا دُعِيْنَا وَهِمَّتُكَ التَّصَدِّيْ وَالْمُكَاءُ

"جب ہمیں نماز کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم اس کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور تیرا ارادہ شور و غل کرنا اور تالیاں بجانا ہے"۔

ایک اور شاعر نے تَصْدِيَةً کے بارے میں کہا ہے:

حَتّٰى تَنَبَّهْنَا سُحَيْرًا قَبْلَ تَصْدِيَةِ الْعَصَافِيْرِ

"یہاں تک کہ ہم چڑیوں کی آوازوں سے پہلے سحری کے وقت بیدار ہو گئے"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُكَاءً کا معنی سیٹیاں بجانا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھتا تھا۔ پھر وہ سیٹیاں بجاتا تھا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 284، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اس کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر یعنی سیٹی بجانا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد تالی بجانا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ معنی نقل کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر (سیٹی بجانا) اور تَصْدِيَةً سے مراد تصفیق یعنی تالی بجانا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مُكَآءً سے مراد ان کا اپنے مونہوں میں اپنی انگلیاں داخل کرنا ہے اور تَصْدِيَةً کا مفہوم سیٹی بجانا ہے۔ اس سارے عمل کے ساتھ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی نماز میں خلل اندازی کی کوشش کرتے تھے(3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مُكَآءً سے مراد صفیر (سیٹی بجانا) ہے جو اس سفید پرندے کی آواز کی مثل ہوتی ہے جسے مکاء کہا جاتا ہے۔ مکاء سرزمین حجاز میں ہوتا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد تالیاں بجانا ہے(4)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مُكَآءً کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اپنی انگلیوں کو باہم ملاتے تھے اور ان میں سیٹیاں بجاتے تھے اور تَصْدِيَةً سے مراد لوگوں کا انہیں روکنا اور باز رکھنا ہے(5)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف بائیں جانب پر کرتے تھے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ اور مُكَآءً سے مراد جنگل میں پھونک مارنے کی طرح آواز پیدا کرنا ہے اور تَصْدِيَةً سے مراد ان کا بائیں جانب پر طواف کرنا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خطاب غزوہ بدر میں شامل ہونے والے کفار کو ہے کہ عذاب چکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل اور قید کے ساتھ عذاب میں مبتلا کر دیا(6)۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهُ فِيْ جَهَنَّمَ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

”بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 283 | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 284
4۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 285 | 5۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 86-284 | 6۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 287

خرچ کریں گے پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت و افسوس پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دوزخ کی طرف ہانکنے کے لیے جائیں گے تا کہ الگ کر دے اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے اور رکھ دے سب ناپاکوں کو ایک دوسرے کے اوپر پھر اکٹھا کر دے ان سب کو پھر ڈال دے ان مجموعہ کو جہنم میں۔ یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں"۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں علاں قسام نے اپنی سند سے کہا ہے کہ زہری، محمد بن یحییٰ بن حبان، عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبد الرحمٰن بن عمرو رحمہم اللہ نے کہا: کہ جب بدر کے دن قریش شکست فاش سے دو چار کر دیے گئے اور وہ لوٹ کر مکہ مکرمہ کی طرف گئے اور ابو سفیان اپنے قافلے کے ساتھ وہیں پہنچ گیا تو عبد اللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ قریش کے دیگر افراد کے ساتھ اس کے پاس گئے جس کے پاس سامان تجارت تھا اور جا کر کہا: اے گروہ قریش! بے شک محمد (ﷺ) نے تمہیں اذیت میں مبتلا کیا ہے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا تم اس مال کے ساتھ ان کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے ہماری مدد اور معاونت کرو، شاید ہم ان سے بدلہ چکا لیں۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔۔۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ابو سفیان بن حرب کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے لے کر اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ تک جنگ احد میں ابو سفیان کے کفار پر مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی (2)۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابو سفیان بن حرب کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے احد کے دن بنی کنانہ سے دو ہزار احابیش اجرت پر لیے کہ وہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ لڑے گا۔ اور یہ اس لشکر کے علاوہ تھے جو اس نے عرب سے جمع کیا تھا۔ تو اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

جِئْنَا اِلٰى مَوْجٍ مِّنَ الْبَحْرِ وَسْطَهٗ　　　اَحَابِيْشُ مِنْهُمْ حَاسِرٌ وَّ مُقَنَّعٌ

"ہم سمندر کی موج کی طرف آئے جس کے درمیان میں احابیش تھے ان میں سے کچھ ننگے سر اور کچھ نقاب پوش تھے"۔

ثَلَاثَةُ اٰلَافٍ وَّ نَحْنُ نَصِيَّةٌ　　　ثَلَاثُ مِئِيْنَ اِنْ كَثُرْنَ فَاَرْبَعُ

"وہ تین ہزار تھے اور ہم تین سو کے لگ بھگ تھے اگر وہ بڑھ جائیں تو (ہم بھی) ڈٹ جانے والے ہیں" (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 288　　2۔ ایضاً　　3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 287

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت ابو سفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے جنگ احد میں مشرکین قریش پر چالیس اوقیہ سونا خرچ کیا۔ اس وقت ایک اوقیہ بیالیس مثقال سونے کا تھا (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت میں عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حَسْرَةً سے مراد قیامت کے دن کی ندامت اور شرمندگی ہے (2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ابو سفیان اور قریش کے ان لوگوں کی طرف چل کر گئے تھے جن کے پاس سامان تجارت تھا۔ انہوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سامان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے انہیں قوت اور معاونت بہم پہنچائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ کی تفسیر میں حضرت شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں الگ کر دے گا جنہوں نے رستے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اموال صرف کیے۔ پھر ساری کی ساری دنیا کو یکجا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو جمع کرے گا (3)۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

"فرما دیجیے کافروں کو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آ جائیں تو بخش دیا جائے گا انہیں جو ہو چکا۔ اور اگر وہ (پہلی حرکات) دہرائیں تو گزر چکا ہے (ہمارا) طریقہ پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ اور (اے مسلمانو!) لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ باقی نہ رہے کوئی فساد اور ہو جائے دین پورے کا پورا اللہ کے لیے۔ تو پھر اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے۔ وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 288، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 9، صفحہ 290

امام ابن احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا فرمائی تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اپنا دست مبارک پھیلائیے۔ تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں دست مبارک آگے کیا۔ تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: مجھے ایک شرط لگانے کا خیال آگیا ہے۔ میری بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو کیا شرط لگانا چاہتا ہے؟ تو میں نے عرض کی: میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے ہجرت اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو ختم کردیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو گرا دیتا ہے؟(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی کافر کا ایسے عمل پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا جو اس نے حالت کفر میں کیا۔ جب کہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ہمارا طریقہ پہلے نافرمانوں یعنی قریش وغیرہ کے ساتھ غزوہ بدر میں اور ان سے پہلی امتوں میں گزر چکا ہے(2)۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: پھر مال فے کے حصص بیان کیے گئے اور ان سے آگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ غزوۂ بدر گزر جانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 205، دار صادر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 9، صفحہ 291، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ کا معنی ہے کہ جو کوئی چیز حتیٰ کہ سوئی بھی تم غنیمت میں حاصل کرو (1)۔

امام ابن منذر نے ابن ابی نجیح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال تین قسم کا ہوتا ہے: مال غنیمت یا مال فئے یا مال صدقہ۔ ان میں سے ہر ایک کا اللہ تعالیٰ نے مکمل اور صرف بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ مال غنیمت کے بارے فرمایا: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ۔ یعنی گناہ سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے یہ بیان فرمایا اور مال فئے کے بارے فرمایا كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ (الحشر:7) "تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان" اور صدقہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا: فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (التوبہ:60) (یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے)

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت قیس بن مسلم جدلی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ابن الحنفیہ سے ارشاد خداوندی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ کلام کا آغاز ہے دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خلیفہ کے قرابتداروں کے لیے ہوگا اور بعض نے یہ قول کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کا حصہ خلیفہ کے لیے ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی رائے اس پر متفق ہے کہ انہوں نے یہ دونوں حصے فی سبیل اللہ گھوڑوں اور دیگر تیاری کے لیے مختص کیے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما دونوں کے زمانہ خلافت میں اسی طرح ہوتا رہا (2)۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی سریہ بھیجتے اور وہ حاصل ہونے والے مال غنیمت کا خمس نکالتے تو آپ ﷺ اس خمس کو پھر پانچ حصوں میں تقسیم کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھتے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ۔ فرمایا: فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ آغاز کلام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ:284) "اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کا حصہ ایک قرار دیا ہے۔ اور وَلِذِی الْقُرْبٰی اور ان دونوں حصوں (یعنی پہلے اور اس حصے) کو گھوڑوں اور اسلحہ میں قوت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کا حصہ ان کے سوا کسی غیر کو نہیں دیا جاتا اور باقی کے چار حصے بنائے جاتے ہیں۔ گھوڑے کے لیے دو حصے ہیں، سوار کے لیے ایک حصہ ہے اور پیدل کے لیے بھی ایک حصہ ہے (3)۔

عبد الرزاق نے حضرت قتادہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خمس اللہ تعالیٰ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 6　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 11　3۔ ایضاً

لیے ہے۔ پھر خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ان میں سے چار حصے تو وہ ہیں جو جنگ لڑنے والوں کے لیے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ باقی ہے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یعنی اس کی ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ، رسول کریم اور ذوی القربیٰ کے لیے ہے۔ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابتدار ہیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے لیے ہے وہ نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خمس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ دوسرا چوتھائی یتامیٰ کے لیے ہے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے ہے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے گھر آتا ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اسے رکھ دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے۔ پھر ان سے ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شے پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظمہ کے لیے مختص کر دیتے اور یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں تو یہ ہے "لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نَصِيْبًا فَاِنَّ لِلّٰهِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا اور آخرت سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے)۔

پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک حصہ نبی کریم ﷺ کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے، تیسرا یتامیٰ کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں حصہ ابن سبیل کے لیے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شے نہیں کھاتے تھے وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی۔ پس حضور نبی کریم ﷺ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اسی طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے حصہ صفی کہا جاتا تھا۔ اگر آپ غلام چاہتے یا گھوڑا چاہتے (یعنی جو بھی آپ چاہتے) اس خمس نکالنے سے پہلے آپ چن لیتے تھے۔ آپ اسے اپنے حصہ کے ساتھ لے لیتے اگر وہ حاضر ہوتا یا غائب ہوتا۔ حضرت صفیہ بنت حیی صفی میں سے تھیں (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم ﷺ کا خمس ایک ہی ہے۔ اگر چہ نبی کریم ﷺ اسے اٹھا سکتے ہیں اور اس میں جو اللہ

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 238 (9481)، مکتب اسلامی بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 6
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 9
5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9485)، مجلس علمی بیروت

لیے ہے۔ پھر خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔(1)

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مال غنیمت پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ان میں سے چار حصے تو واضح ہیں کہ وہ جنگ لڑنے والوں کے لیے ہیں اور ان میں سے ایک حصہ پانچ میں سے چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے پس اس کی ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ، رسول مکرم اور ذوی القربیٰ کے لیے ہے۔ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ اور جو اللہ اور رسول کے لیے ہے وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز نہیں لی۔ دوسرا چوتھائی یتامیٰ کے لیے ہے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے ہے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور اس سے مراد وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے گھر آتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے پھر ان سے ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شے پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظمہ کے لیے مختص کر دیتے اور وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں تو یہ ہے "لَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نَصِیْبًا فَاِنَّ لِلّٰهِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ" (کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حصہ نہ بناؤ کیونکہ دنیا اور آخرت سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے)

پھر آپ بقیہ حصہ کی طرف متوجہ ہوتے اور اسے پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک حصہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے، تیسرا یتامیٰ کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں حصہ ابن سبیل کے لیے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شے نہیں کھاتے تھے وہ ان کے لیے حلال نہیں تھی۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اسی طرح خمس کا ایک ایک حصہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے حضرت شعبی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کو صفی کہا جاتا تھا۔ اگر آپ غلام چاہیں یا گھوڑا چاہیں (یعنی جو بھی آپ چاہتے) اسی خمس نکالنے سے پہلے آپ چن لیتے تھے۔ آپ اسے اپنے حصہ کے ساتھ ملا لیتے اگر وہ حاضر ہوتا یا غائب ہوتا۔ حضرت صفیہ بنت حیی بھی انہی میں سے تھیں(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ایک ہی ہے۔ اگرچہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا سکتے ہیں اور اس میں جو چاہ

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9481)، مکتب اسلامی بیروت	2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 8	3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 9	5۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 239 (9485)، المکتب الاسلامی بیروت

تعالیٰ چاہے تصرف فرما سکتے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ زمین حاصل کی یا اونٹ کی اون میں سے کچھ حاصل کی۔ اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے جو مال بطور غنیمت تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے میرے لیے کچھ بھی نہیں اور نہ اس کی مثل سوائے خمس کے اور خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جاتا ہے۔

امام ابن منذر نے ابو مالک کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ابتدا میں مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ان میں سے چار حصے ان کے لیے ہوتے جو جنگ میں شریک ہوتے پھر آپ وہ خمس لیتے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا۔ اور آپ ﷺ اسے چھ حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے، ایک حصہ رسول مکرم ﷺ کے لیے، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک حصہ یتیموں کے لیے، ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل کے لیے۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا حصہ اسلحہ، دیگر سامان و سامان کی تیاری اور فی سبیل اللہ کی مد میں خرچ کرتے تھے۔ یہی حصہ کعبہ معظمہ کے غلاف، صفائی اور دیگر اس کی حاجات کے لیے خرچ کیا جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہتھیاروں، دیگر ضروری سامان اور آپ کے اہل کے نفقہ میں خرچ کیا جاتا تھا۔ ذوی القربیٰ کا حصہ آپ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ فقر و افلاس اور تنگی کی بنا پر ان میں ان کا حصہ تقسیم فرماتے تھے۔ اور تین حصے یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے جسے چاہتے اور جہاں چاہتے عطا فرما دیتے تھے۔ بنی عبدالمطلب کے لیے ان تین میں صرف ایک حصہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے عام لوگوں کے ساتھ کوئی حصہ نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسین المعلم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ اس کے نبی کے لیے ہے اور جو حصہ رسول کے لیے ہے وہ رسول کی ازواج کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے ذوی القربیٰ سے مراد بنو عبدالمطلب ہیں (2)۔

امام شافعی، عبدالرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نجدہ نے آپ کی طرف لکھا اور ذوی القربیٰ کے بارے پوچھا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف لکھا: بے شک ہم یہ خیال کرتے تھے کہ صرف ہم ان میں سے ہیں۔ لیکن ہمارے قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ تمام کے تمام قریش ذوی القربیٰ میں شامل ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نجدہ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 501 (33504)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 517 (33453)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 10

حروری نے ان کی جانب لکھ بھیجا اور آپ سے ان ذوی القربیٰ کے حصے کے بارے دریافت کیا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف لکھا کہ بے شک ہم تو یہ گمان کرتے تھے کہ صرف ہم ہی وہ ہیں۔ لیکن ہماری قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: وہ ان کے لیے بھی ہے جنہیں تو گمان کرتا ہے۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کے لیے وہ حصہ مختص کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس حصے میں سے کچھ سامان ہمیں دیا۔ تو ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے حق سے کم ہے۔ ہم نے وہ سامان آپ کو واپس لوٹا دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے لیے جو کچھ مقرر کیا تھا وہ یہ ہے کہ ان میں سے شادی کرنے والوں کی مدد کی جائے اور مقروض کے قرض ادا کر دیے جائیں اور ان کے فقراء کو عطا کیا جائے اور آپ نے اس سے زائد دینے سے انکار کر دیا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا: اے امیر المومنین! مجھے بتائیے خمس میں سے تمہارے حصے کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے کیا عمل کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں خمس تھا ہی نہیں تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر خمس میں سے ہمیں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ سوس اور جندیشاپور کے لشکر کا خمس بھی دیا۔ میں ان کے پاس ہی تھا، تو آپ نے کہا: یہ خمس میں سے تم اہل بیت کا حصہ ہے۔ اور آپ نے بعض مسلمانوں کے لیے بھی ان کی شدید حاجت اور ضرورت کے تحت حلال قرار دیا۔ تو میں نے کہا: ہاں (یہ ٹھیک ہے) تو حضرت عباس بن عبدالمطلب اچھلتے ہوئے کہا جو ہمارے لیے ہے آپ اس میں تعرض نہ کیجئے۔ میں نے کہا: کیا ہم امیر المومنین کی مدد اور مسلمانوں سے بڑھ کر حق نہیں رکھتے؟ پھر انہوں نے وہ لے لیا۔ اور اللہ کی قسم! ہم نے وہ نہیں لیا اور نہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر اصرار کیا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ پر صدقہ حرام قرار دیا ہے۔ اور اس کے عوض خمس میں سے حصہ عطا فرمایا ہے جو اس کا عوض ہے جو آپ پر حرام قرار دیا۔ اور صرف آپ کی اہل بیت پر صدقہ حرام قرار دیا۔ آپ کی امت پر نہیں۔ اس لیے ان کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک حصہ مقرر کر دیا جو اس کے عوض ہے جو ان پر حرام قرار دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ہاتھوں کے دھوون (صدقہ) سے اعراض کر لیا ہے۔ کیونکہ تمہارے لیے خمس کے خمس میں اتنا ہے جو تمہیں غنی کر دے گا یا فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت زہری اور عبداللہ بن ابی بکر رحمہما اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خیبر سے حاصل ہونے والے مال میں سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم کیا۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 516 (33450)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب پر تقسیم فرمایا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ چل پڑے یہاں تک کہ آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کے بھائی بنی ہاشم ہیں۔ ہم ان کی فضیلت کا آپ کے اس مقام کی وجہ سے انکار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں سے عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ہمارے ان بھائیوں کے بارے میں جو بنی مطلب میں سے ہیں کیا خیال ہے؟ آپ نے انہیں ہم سے کم عطا کیا ہے حالانکہ ہم اور وہ نسب کے اعتبار سے ایک ہی درجہ میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ انہوں نے ہم سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں علیحدگی اور جدائی اختیار نہیں کی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آل محمد ﷺ وہ ہیں جنہیں خمس دیا گیا اور وہ آل علی، آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے: آل محمد ﷺ کے لیے چونکہ صدقہ حلال نہیں کیا گیا تھا اس لیے ان کے لیے خمس کا خمس مقرر کر دیا گیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کوئی چیز تم (مشرکین سے) غنیمت میں حاصل کرو۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى۔ ذوی القربیٰ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ۔ ابن سبیل سے مراد مہمان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد مقدس میں جب مسلمان مال غنیمت حاصل کرتے تو وہ اس کا خمس نکالتے۔ پھر اس ایک خمس کے چار حصے بناتے۔ ان میں سے ایک چوتھائی اللہ، رسول اور نبی کریم ﷺ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا اور جو کچھ اللہ کے لیے تھا وہی رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے لیے تھا۔ اور نبی کریم ﷺ کے لیے قرابت میں سے ایک آدمی کا حصہ ہوتا۔ دوسرا چوتھائی نبی کریم ﷺ کے لیے، تیسرا چوتھائی مساکین کے لیے اور چوتھا چوتھائی ابن سبیل کے لیے ہوتا۔ پھر وہ اس مال کی طرف متوجہ ہوتے جو باقی رہ جاتا اور وہ اسے اپنے حصوں پر تقسیم کر لیتے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرابت کا حصہ ختم کر دیا اور اسے آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے لگے۔ اور یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے حصے باقی رکھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بغوی، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بلقین کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے چچا کے بیٹے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس مال کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور چار حصے ان کے لیے یعنی مسلمانوں کے لیے ہیں۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب سہم ذوی القربیٰ لمن ہو، جلد 6، صفحہ 515 (33448) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، ... من الخمس ...، جلد 6، صفحہ 502 (33317) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

میں نے عرض کی: کیا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت زیادہ حق بھی رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اگر میں تیرے پہلو سے تیر کھینچ لوں تب بھی تو اپنے مسلمان بھائی کی نسبت اس کا زیادہ حقدار نہیں ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مال غنیمت میں سے خمس کا فریضہ نازل ہونے سے قبل تنفیل کرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ۔ الآیہ۔ تو آپ ﷺ نے تنفیل چھوڑ دی اور اسے خمس کے خمس کے ساتھ متعلق کر دیا۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا حصہ ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ نے مالک بن عبداللہ خثعمی سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: یہاں اہل شام میں سے کون ہے؟ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ پیغام پہنچا دینا کہ جب انہیں مال غنیمت حاصل ہو تو وہ پانچ حصے بنا لیں اور ان میں سے ہر حصہ پر لکھ دیں "للہ" (یعنی یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) پھر قرعہ اندازی کریں، پس جس کے بارے قرعہ نکل آئے اسے لے لیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت شعبی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اور نبی کریم ﷺ کا حصہ ایک ہی ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مال غنیمت میں خمس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور نبی کریم ﷺ کا حصہ صفی (چنی چیز) ہے۔ آپ ﷺ کو اختیار حاصل ہے کہ مال غنیمت کے قیدیوں میں سے جو بہتر ہو اسے اپنے لیے چن سکتے ہیں بشرطیکہ مال میں قیدی ہوں ورنہ دوسرا مال بھی آپ منتخب کر سکتے ہیں، پھر خمس نکالا جائے گا۔ پھر صفی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ آپ کے لیے حصہ نکالا جائے گا، چاہے آپ ان میں حاضر ہوں یا وہاں سے غائب(5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء بن مرکب سے نقل کیا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا۔ فے کیا ہے؟ اور مال غنیمت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب مسلمان مشرکین پر اور ان کی زمین پر غالب آجائیں اور انہیں بزور طاقت وقوت پکڑ لیں تو اس صورت میں جو مال انہوں نے حاصل کیا اور اس پر غالب آئے۔ تو وہ مال مال غنیمت ہے۔ اور رہی زمین تو وہ فے کہلائے گی(6)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ نے کہا ہے غنیمت وہ ہے جسے مسلمانوں نے بزور شمشیر طاقت کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ پس اس مال کا پانچ میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر ہے اور چار حصے ہیں ان کے لیے جو جنگ میں شریک ہوئے(7)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے یہ پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ خمس میں کس طرح کا عمل کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ ایک حصہ دیتے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من قال لیس للخمس خمس، جلد 6، صفحہ 501 (33302)، مکتبہ الزمان مدینہ منورہ

2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 499 (33284) 3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 500 (33299) 4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 501 (33305)

5۔ ایضاً، باب فی الغنیمۃ کیف تقسم، جلد 6، صفحہ 501 (33308) 6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 502 (33311)

7۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 502 (33312)

رمضان المبارک کی سترہ تاریخ بروز جمعۃ المبارک ہوا (1)۔

ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: بدر کی رات کون سی رات تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ جمعۃ المبارک کی رات تھی اور ابھی تک رمضان المبارک کی سترہ راتیں باقی تھیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عامر بن ربیعہ البدری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدر کا دن تھا اور رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی (3)۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

"جب تم وادی کے نزدیک والے کنارے پر تھے اور وہ (لشکر کفار) دور والے کنارے پر تھا اور (تجارتی) قافلہ نیچے کی طرف تھا تم سے اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو پیچھے رہ جاتے وقت مقررہ سے لیکن (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے تھی) تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا تاکہ ہلاک ہو جسے ہلاک ہونا ہے دلیل سے اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا سے مراد وادی کا کنارہ ہے اور الرَّكْبُ سے مراد ابوسفیان (کا قافلہ) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا سے مراد وادی کا قریب والا کنارہ ہے اور بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وادی کا دور والا کنارہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ رحمہ اللہ نے وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ کے ضمن میں کہا کہ ابوسفیان ستر سواروں کے ہمراہ وادی کے نیچے کی جانب تھا۔ قریش کا لشکر مکہ سے چلا تو اس کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ قریش مقام جحفہ پر تھے کہ ابوسفیان نے ان کی طرف پیغام بھیجا۔ میں قوم سے محفوظ نکل آیا ہوں اس لیے تم واپس لوٹ آؤ۔ مگر انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہم واپس نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ ہم بدر کے پانی تک پہنچیں گے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوسفیان اور اس کے ساتھی ملک شام سے تجارت کر کے آ رہے تھے۔ انہیں اصحاب بدر کی خبر نہ تھی اور نہ ہی حضور نبی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 352 (36653)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 353 (36656)
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 353 (36654)

کریم ﷺ کے صحابہ کو نہ تو قریش کی اطلاع تھی اور نہ ہی قافلہ قریش کو ان کے بارے کوئی خبر تھی۔ یہاں تک کہ وہ بدر کے پانی پر باہم آمنے سامنے مقابل ہو گئے اور لڑ پڑے۔ پھر حضور نبی رحمت ﷺ کے اصحاب ان پر غالب آ گئے اور انہیں قیدی بنا لیا (1)۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عروہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى سے مراد وادی کی وہ جانب ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف تھی۔ اور وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ سے مراد ابو سفیان اور اس کے قافلے کے ساتھی ہیں۔ وہ وادی سے نیچے کی جانب ساحل کی طرف تھے۔ اور وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ یعنی اگر تمہارے اور ان کے درمیان وقت مقرر ہوتا پھر تمہیں ان کی تعداد کی کثرت اور اپنی تعداد کی قلت کی خبر پہنچتی تو تم آپس میں آمنے سامنے آ کر جنگ نہ کرتے وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا یعنی جیسا کہ اس نے یہ ارادہ کیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ وہ کام کر دے جو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ دینے اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل و رسوا کرنے کا تم سے مشورہ کیے بغیر ارادہ فرمایا ہے۔ پس اس نے جو ارادہ کیا اسے اپنے لطف و عنایت سے پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قافلے کی طرف نکالا آپ کا اس قافلے کے سوا اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور قریش کو مکہ سے نکالا اور وہ بھی اپنے قافلے کے تحفظ اور بچاؤ کے سوا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جنگ پر اکٹھا کر دیا حالانکہ قافلے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ جس کے بارے فرمایا وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ یعنی تاکہ جو کفر اختیار کرے وہ دلیل کے بعد کفر پر رہے جب کہ وہ آیات اور عبرت ناک حالات دیکھ لے اور جو ایمان لائے وہ بھی اسی طرح براہین و دلائل کے ساتھ ایمان لائے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

"یاد کرو جب دکھایا اللہ نے آپ کو لشکر کفار خواب میں قلیل۔ اور اگر دکھایا ہوتا آپ کو لشکر کفار زیادہ تعداد میں تو ضرور تم لوگ ہمت ہار دیتے اور آپس میں جھگڑنے لگتے اس معاملہ میں لیکن اللہ نے (تمہیں) بچا لیا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے۔"

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حالت خواب میں لشکر کفار کی تعداد قلیل دکھائی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے بارے اپنے صحابہ کرام کو مطلع کیا۔ یہ انہیں ثابت قدم رکھنے کے لیے تھا (2)۔

امام ابن اسحاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حبان بن واسع بن حبان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنی قوم کے شیوخ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے صحابہ کی صفیں درست فرمائیں اور قریش کی طرف واپس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 15

2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 18، داراحیاء التراث العربی بیروت

تمہارے بہت قلیل ہے۔ بلکہ تم کثرت سے ذکر کرو۔ انہوں نے عرض کی: کچھ اضافہ کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ذکر کیجئے کیونکہ وہ تمہارے ہر معاملے پر معاون و مددگار ہوگا۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! اتنی بات کو اچھے طریقے سے ادا کرتے رہو جب ایک کو چھوڑ رہے ہو۔ ... تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس کے بعد میں کسی شے کے بارے سوال نہیں کروں گا۔

امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں رد نہیں کی جاتیں: اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت کی دعا جب کہ بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز (شور و شغب) کو ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ جنگ کے وقت آواز (بلند کرنا) ناپسند کرتے تھے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام تین اوقات میں آواز کو پست کرنا پسند کرتے تھے۔ جنگ کے وقت، تلاوت قرآن کے وقت اور جنازوں کے پاس (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تین اوقات میں آواز بلند کرنا مکروہ جانتے تھے۔ جنازہ کے پاس، جب دو لشکر باہم برسرپیکار ہوں اور جب قرآن کریم پڑھا جا رہا ہو (5)۔

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

”اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ کی تفسیر میں فرمایا: تم باہم اختلاف نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری مدد و نصرت اٹھالی جائے گی۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ کا معنی ہے تمہاری نصرت ختم ہو جائے گی۔ تحقیق اصحاب محمد ﷺ کی ہوا اکھڑ گئی جب انہوں نے غزوہ احد کے دن آپس میں جھگڑا کیا (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 124 (2534)، بیروت
2۔ ایضاً، صفحہ 127 (2544)
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 26
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 474 (11261)، زمانہ
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 474 (11264)
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 21

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ ہوا سے مراد مدد ونصرت ہے۔ کبھی بھی مدد ونصرت نہیں آئی مگر ہوا کے ذریعے جسے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اور وہ دشمن کے چہروں پر پڑتی ہے اور جب اس طرح ہوتا ہے تو ان کی قوت وطاقت باقی نہیں رہتی۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ دن کے پہلے اور آخری حصے میں قتال نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد ونصرت حاصل ہوتی (1)۔

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

"اور (دیکھو!) نہ بن جانا ان لوگوں کی طرح جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لیے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم اور قدرت سے) گھیرے ہوئے ہے۔"

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا۔ الآیہ۔ سے مراد وہ مشرکین ہیں جنہوں نے بدر کے دن رسول اللہ ﷺ سے قتال کیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قریش مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف نکلے تو وہ گانے والی کنیزوں اور دفوف کے ساتھ نکلے تھے۔ لہٰذا اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا۔ الآیہ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں كَالَّذِيْنَ سے مراد ابو جہل اور اس کے بدر کے دن کے ساتھی ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس میں ان مشرکین قریش کا ذکر ہے جنہوں نے بدر کے مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ لڑی وہ اس حال میں مکہ سے نکلے تھے کہ ان پر بغاوت اور فخر وتکبر کے جذبات غالب تھے۔ اس دن ان سے کہا گیا: واپس لوٹ جاؤ۔ تمہارا قافلہ چلا گیا ہے اور تم کامیاب ہو۔ تو انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔ قسم بخدا! (ہم واپس نہیں جائیں گے) یہاں تک کہ اہل حجاز ہمارے سفر اور ہماری تعداد کے بارے گفتگو کریں گے۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ اے اللہ! بے شک قریش اپنے فخر ومباہات اور تکبر وغرور کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول سے آکر جھگڑا کریں: "اللّٰهُمَّ اِنَّ قُرَيْشًا قَدْ اَقْبَلَتْ بِفَخْرِهَا وَ خُيَلَائِهَا لِيُحَادُّوْا رَسُوْلَكَ"

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 476 (33081) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 23

جب لوگ (میدان میں) ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو ایک لحظہ کے لیے رسول اللہ ﷺ پر اونگھ طاری کر دی گئی اور پھر آپ ﷺ سے غم اور الم کو دور ہٹا دیا گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بشارت سنائی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کا ایک لشکر ساتھ لے کر لوگوں کے میمنہ میں آئے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ملائکہ کے دوسرے لشکر کے ساتھ میسرہ میں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ہزار کا اور لشکر لے کر آئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی شکل میں مشرکین کی نگہبانی کر رہا تھا اور انہیں یہ خبر دے رہا تھا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی ان پر غالب نہیں آ سکتا۔ جب ہی اس اللہ کے دشمن نے ملائکہ کو دیکھا تو الٹے پاؤں بھاگ پڑا اس نے کہا: بے شک میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ حارث کھڑے ہو کر اسے پکڑ رہا تھا اور ابلیس چلا گیا اور دھکا دے دیا یہاں تک کہ سمندر میں جا گرا۔ اس نے اپنے ہاتھ بلند کر کے کہا: "یَا رَبِّ مَوْعِدَكَ الَّذِيْ وَعَدْتَنِيْ" (اے میرے رب! تیرا وہ وعدہ کہاں ہے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے)۔

امام طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت رفاعہ بن رافع الانصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب ابلیس نے وہ دیکھا جو ملائکہ بدر کے دن مشرکین سے کر رہے تھے تو وہ خوف زدہ ہو گیا کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ حارث بن ہشام اس کے ساتھ چمٹا ہوا تھا اور وہ اسے سراقہ بن مالک گمان کر رہا تھا۔ پس اس نے حارث کے سینے میں زور سے دھکا لگایا اور اسے پرے پھینک دیا اور پھر بھاگتے ہوئے نکل گیا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور ہاتھ بلند کر کے یہ کہا: اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھ پر رحم فرمائے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں نبی مکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ (القمر) "عنقریب پسپا ہو گی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے"۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کون سی جماعت پسپا ہو گی؟ یہ سب بدر سے پہلے ہوا۔ پھر جب غزوہ بدر ہوا اور قریش پسپا ہو رہے تھے، میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ان کے پیچھے تلوار سونتے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر) تب معلوم ہوا کہ یہ آیت بدر کے دن کے لیے تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ الآیہ (المومنون: 64) "یہاں تک کہ جب ہم پکڑیں گے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب سے"۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا الآیہ (ابراہیم: 28) "کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے بدل دیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ناشکری سے"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر مٹی پھینکی اور وہ ان تمام پر چھا گئی اور اس نے ان کی آنکھوں اور منہوں کو بھر دیا۔ یہاں تک کہ آدمی قتل کیا جاتا اور اس کی آنکھیں اور منہ اس سے بھرا ہوتا۔ تو ان کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17) اور اللہ تعالیٰ نے ابلیس

1۔ تفسیر ... جلد 5، صفحہ 41 (4550) ...

یہ لوگ مکہ کے باسی تھے اور اسلام کی گفتگو کرتے تھے۔ بدر کے دن وہ مشرکین کے ساتھ نکلے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو دیکھا تو یہ کہا: غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اسی آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ منافقین سے مراد وہ جماعت ہے جو قریش کے ساتھ نکلے تھے۔ ان کے آباء نے انہیں بند کر رکھا تھا۔ وہ نکلے حالانکہ وہ شک میں مبتلا تھے۔ پس جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد کو انتہائی قلیل دیکھا تو یہ کہا: غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ کہ یہ اس معنی میں آئے کہ ان کی اپنی تعداد انتہائی قلیل ہے جب کہ ان کے دشمن کی تعداد انتی کثیر ہے۔ یہ لوگ قریش کی جماعت میں سے ہی تھے۔ ان میں سے پانچ کے نام یہ ہیں: قیس بن ولید بن مغیرہ، ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ، یہ دونوں بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ حارث بن زمعہ، علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ۔

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِۙ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌۙ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۝

"اور (اے حبیب!) اگر تو دیکھے جب جان نکالتے ہیں کافروں کی فرشتے (اور) مارتے ہیں ان کے چہروں اور پشتوں پر۔ اور (کہتے ہیں) چکھو آگ کا عذاب یہ بدلہ ہے اس کا جو آگے بھیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اور اللہ تعالیٰ ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے (اپنے) بندوں پر جیسے دستور تھا فرعونیوں کا اور ان (زبردست) لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے انہوں نے کفر کیا آیات الٰہی کے ساتھ تو پکڑ لیا انہیں اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث۔ بے شک اللہ قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نہیں بدلنے والا کسی نعمت کو جس کا انعام اس نے فرمایا ہو کسی قوم پر یہاں تک کہ بدل دیں وہ اپنے آپ کو اور بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (ان کفار مکہ کا طرز عمل بھی) فرعونیوں اور ان (سرکشوں کا سا ہے جو پہلے گزر چکے) انہوں نے جھٹلایا اپنے رب کی

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس سے مراد بنی قریظہ ہیں جنہوں نے غزوہ خندق کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم انہیں عبرت ناک سزا دو جوان کے بعد ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم انہیں عبرت ناک سزا دو جوان کے پیچھے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی بیان کیا ہے: آپ انہیں عبرت ناک سزا دیں جوان کے پیچھے ہیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: فَشَرِّدْ بِهِمْ کا معنی ہے آپ انہیں خوب ڈرائیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے اسی طرح کا سلوک کریں جیسے آپ ان سے کر رہے ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: شاید وہ عہد توڑنے سے باز آجائیں یعنی ان سے اسی کی مثل برتاؤ کیا جائے گا۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ابن شہاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوئے اور کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں ہم تو ابھی قوم کی تلاش میں ہیں۔ آپ نکلئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کے بارے میں اذن جہاد دے دیا ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً۔ الآیہ

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مذکورہ آیت میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کیا ہے اگر آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ آپ سے خیانت کریں گے اور دھوکہ دیں گے تو آپ ان کے پاس آئیں اور ان کا معاہدہ واضح طور پر توڑ دیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تو اپنے دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر یہاں تک کہ تو ان کا معاہدہ واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 32، بیروت
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 125 (1025)، بیروت

امام ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلیم بن عامر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ ان کی زمین کے قریب ہو گئے۔ جب معاہدے کی مدت ختم ہوئی تو آپ نے ان پر حملہ کر دیا۔ تو ان کے پاس حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اللہ اکبر، وعدہ وفا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی جس کے درمیان اور اس کی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کوئی عقد باندھے اور نہ اسے کھولے یہاں تک کہ اس کی مدت گزر جائے یا پھر واضح طور پر ان کی طرف پھینک دے (یعنی عہد توڑ دے)۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ واپس لوٹ آئے (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ نے کہا: تین چیزیں ہیں جن میں مسلمان اور کافر برابر ہیں۔ وہ آدمی جس سے تو نے عہد کیا اس کے عہد کو پورا کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ عہد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے۔ وہ آدمی کہ تیرے اور اس کے درمیان رشتہ داری ہو تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، اور وہ آدمی جس نے تجھے امانت پر امین بنایا تو اس کی امانت اسے واپس کر، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو (2)۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

"اور ہرگز نہ خیال کریں کافر کہ وہ بچ کر نکل گئے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لَا يُعْجِزُونَ کا معنی ہے کہ وہ ہم سے بچ نہیں سکیں گے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

"اور تیار رکھو ان کے لیے جتنی استطاعت رکھتے ہو قوت و طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے تاکہ تم خوف زدہ کرو اپنی جنگی تیاریوں سے اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور دوسرے لوگوں کو ان کے علاوہ جنہیں تم نہیں جانتے ہو انہیں (البتہ) اللہ جانتا ہے انہیں اور جو چیز خرچ کرو گے راہ خدا میں اس کا اجر پورا پورا دیا جائے گا تمہیں اور (کسی طرح) تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

امام احمد، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم قراب نے کتاب فضل الرمی میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ شعب الایمان، باب فی الایفاء بالعقود، جلد 4، صفحہ 81 (4359)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 82 (4362)

زرہ در پہنا کرو۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے اور وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر پھینکو، تحقیق تمہارے باپ تیر پھینکنے کے بڑے ماہر تھے۔

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ ایک تیر بنانے والا جو اس کے بنانے سے خیر اور بھلائی کی نیت کرتا ہے۔ ایک وہ جو اسے اللہ کی راہ میں تیار کرتا ہے اور ایک وہ جو اسے اللہ کی راہ میں پھینکتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سوار ہونے سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا: ہر وہ شے جس کے ساتھ ابن آدم لہو ولعب کرتا ہے وہ باطل ہے سوائے تین کے۔ اپنی قوس سے تیر پھینکنے کے لیے، اپنے گھوڑے سے اسے مہذب بنانے اور اسے تعلیم دینے کے لیے اور اپنے گھر والوں سے ملاعبت کرنا۔ کیونکہ یہ ان کے حقوق میں سے ہے۔ جس کسی نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت ہے جس کی اس نے ناشکری کی ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت حرام بن معاویہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری طرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا خنزیر تمہارے پڑوس میں نہ رہیں اور صلیب تم میں بلند نہ ہو اور ایسے دستر خوان سے نہ کھاؤ جس پر شراب پی جاتی ہو اپنے گھوڑوں کو ادب سکھاؤ اور دو غرضوں کے درمیان چلو۔

امام بزار اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نکلے اور بنی اسلم کی ایک جماعت تیر اندازی کر رہی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو، کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔ تم تیر پھینکو اور میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں۔ قوم نے تیر اندازی روک لی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے ان کے بارے پوچھا؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! جس کے ساتھ آپ ہیں وہی غالب ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی میں مقابلہ کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں۔

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی اسلم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے وہ بازار میں تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے۔ تم پھینکو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں یعنی آپ نے دو فریقوں میں سے ایک کے بارے کہا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیر پھینکو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیسے تیر پھینک سکتے ہیں جب کہ آپ بنی فلاں کے ساتھ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن ایاس بن سلمہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس سے گزرے وہ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے اچھا بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار یہ کہا تم تیر پھینکو اور میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں۔ تو وہ لوگ رک گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ انہوں نے عام دنوں کی طرح تیر اندازی کی اور پھر واضح طور پر برابر برابر منتشر ہو گئے اور کوئی تیر اندازی میں کسی پر غالب نہ آیا (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور قراب رحمہم اللہ نے فضل الرمی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کے سوا دنیا کی لہو و لعب میں سے ہر شے باطل ہے: تیرا اپنی قوس کے ساتھ تیر اندازی کا مقابلہ کرنا، تیرا اپنے گھوڑے کو تہذیب اور ادب سکھانا اور تیرا اپنے اہل کے ساتھ ملاعبت کرنا۔ کیونکہ یہ سب حق ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور سوار ہو۔ تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل کرے گا: خیر کی نیت سے اسے بنانے والا، اس کے ساتھ مدد کرنے والا اور اسے اللہ کی راہ میں پھینکنے والا (2)۔

امام حاکم اور قراب رحمہما اللہ نے حضرت ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ہم نے طائف کے محل کا محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس کسی نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اس کے لیے وہ آزاد کردہ غلام کے برابر ہے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس دن میں نے سولہ تیر پھینکے (3)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور قراب رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے جس نے دشمن پر تیر پھینکا تو اس کا تیر پہنچ گیا، چاہے وہ نشانہ پر لگا یا ٹھیک نشانے پر لگا تو وہ ایک غلام کے مساوی ہے (4)۔

حاکم نے عباس بن سہل بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یوم بدر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آ جائیں تو تیروں کے ساتھ ان پر حملہ کرو اور اپنے تیروں کو باقی بچا کر رکھو (5)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمایا: سعد کو تیر دو، اے سعد! تیر پھینکو، اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیر پھینکا ہے، تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَوْمَ أُحُدٍ اِنْبِلُوْا سَعْدًا، اِرْمِ يَا سَعْدُ رَمَى اللّٰهُ لَكَ، فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ" حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (6)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 104 (2468)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً (2466)
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 132 (2560)
4۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 3، صفحہ 370 (2812)، دارالکتب العلمیہ بیروت
5۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 105 (2471)
6۔ ایضاً (2472)

امام حاکم رحمہ اللہ نے عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ انہوں نے کہا:

اَلَا هَلْ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّیْ حَمَیْتُ صَحَابَتِیْ بِصُدُوْرِ نَبْلِیْ

"خبردار! تحقیق رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی"۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین کے سوا لہو ولعب کی کسی محفل میں ملائکہ حاضر نہیں ہوتے آدمی کا اپنی زوجہ کے ساتھ اظہار محبت کرنا، گھوڑے کو مضبوط کرنا اور تیر اندازی کرنا۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ تین اشغال میں حاضر ہوتے ہیں: تیر اندازی کرنا، گھوڑ دوڑ اور آدمی کا اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا۔

امام ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں، ابو الحکم اور ابن منده رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی کرو اور گھوڑ سواری کیا کرو۔ اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ سوائے تین عادات کے مومن کی خواہش پوری کرنے کے لیے ہر لہو باطل ہے (اور وہ تین یہ ہیں) تیرا اپنی قوس سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا، یہ سب حق ہیں۔

امام نسائی، بزار، بغوی، باوردی، طبرانی، ابن قراب، ابو نعیم، بیہقی اور ضیاء رحمہم اللہ نے حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک اکتا گیا اور بیٹھ گیا تو دوسرے نے کہا: تو نے سستی کی ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ہر وہ شے جو ذکر اللہ سے نہ ہو وہ لغو اور کھیل ہے مگر چار خصلتیں نہیں۔ آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کا مقابلہ کرنا)، اپنے گھوڑے کو سدھارنا، اپنی اہلیہ سے ملاعبت کرنا اور تیراکی سیکھنا(1)۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ساتھ تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک تیر پھینکنے والا، دوسرا تیر کے ساتھ مدد کرنے والا اور تیسرا خیر کی نیت سے اسے بنانے والا۔

امام قراب رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف لکھا: اے لوگو! تم تیر اندازی کیا کرو اور سواری کیا کرو۔ تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھوڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلے جنت میں داخل فرمائے گا اسے جس نے اللہ کی راہ میں اسے بنایا اور اسے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے قوت حاصل کی۔

1۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 193 (1785)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

سنا ہے: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر پھینکا وہ دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا وہ تیر اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا (1)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کھیل گھوڑے کو مضبوط اور جنگ کے لیے تیار کرنا، تیروں کے ساتھ تیر اندازی کرنا اور تمہارا اپنی بیویوں کے ساتھ ملاعبت کرنا ہے۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم پر تیر اندازی کرنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ بہتر ہے یا فرمایا وہ تمہارے کھیلوں میں سے بہتر اور اچھی ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم تیر اندازی سیکھو کیونکہ یہ تمہارے سب سے بہترین کھیل ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک قوم پر سے گزر ہوا۔ وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل تم تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ ماہر تیر انداز تھا۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے تیر اندازی کی تعلیم حاصل کی پھر اسے بھلا دیا۔ تو یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کر دیا۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑ سواری اور تیر اندازی کے مقابلوں کے سوا فرشتے تمہارے کھیلوں میں حاضر نہیں ہوتے۔

بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا وہ دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا اس کے لیے آل اولاد اسماعیل میں سے چار افراد کی مثل اجر ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا تو اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر کھیل ناپسندیدہ اور مکروہ ہے مگر آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، آدمی کا دو ہدفوں (نشانوں) کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کی مشق کرنا) اور آدمی کا اپنے گھوڑے کو تعلیم دینا (یہ مکروہ نہیں ہے) (2)۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب الرمی میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے کتابت، تیراکی اور تیر اندازی کی تعلیم دے۔

امام ابن ابی الدنیا اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیر اندازی سیکھو، کیونکہ دو نشانوں کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 3، صفحہ 382، مکتبہ العلوم والحکم مدینہ

2۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 491 (9392)، دار الفکر بیروت

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی تیر اندازی کے مقابلے میں دو نشانوں کے درمیان چلا رہا اس کے لیے ہر قدم کے بدلے نیکی ہے(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب اس کا قصد اور بے چینی اسے مجبور کر دے کہ وہ اپنی قوس پھینکے تو پھر اس کا ارادہ اس کا انکار کر دے (یعنی قوس پھینکنے کے بعد اس کا ارادہ فوت ہو جائے)(2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیر اندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ(3)۔

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے المعرفہ میں حضرت بکر بن عبد اللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیر اندازی اور عورت کو تکلہ سکھاؤ۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہو گیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر چلایا اس کے لیے غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا(4)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی حالت اسلام میں بوڑھا ہو گیا وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا وہ نشانے پر لگا یا نہ لگا اس کے لیے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ہوگا(5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے تیر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ایک درجہ بلند کر دیا اور دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر چلایا اس کے لیے اتنا اجر ہے جتنا کہ غلام آزاد کرنے والے کے لیے(6)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کے عوض تین افراد کو جنت میں داخل فرمائے گا: ایک اسے بنانے والا جب کہ اس نے اخلاص اور خیر کی نیت کے ساتھ اسے بنایا ہو، ایک اسے پھینکنے والا اور ایک اس کے ساتھ قوت و طاقت حاصل کرنے والا۔

امام واقدی رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہونے والے حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام ہیں۔ بے شک یہ گھوڑا وحشی تھا اس (کسی کو) پر قدرت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے لیے اسے مسخر کر دیا گیا۔

1۔ معجم کبیر، رقم الحدیث (13078)، مکتبۃ العلوم والحکم، بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 490 (9388)، دار الفکر بیروت
3۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 401 (8664)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 260 (9544)، بیروت
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 261 (9548)
6۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 235، دار صادر بیروت

ہوں گے۔ اور یہ باتیں وزن دار تو ہیں ایک آدمی کا گھوڑا ہے جس نے اسے لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے باندھ رکھا ہو تو اپنے گھوڑے کے پیٹ میں جو چیز بھی جائے گی وہ اس کے نیکی پر بوجھ ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ وادی میں جو بھی ایک یا دو چکر لگاتا ہے وہ اس کے نیکی پر بوجھ ہوتے ہیں (1)۔

امام مالک، امام احمد بن حنبل، طیالسی، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عروہ البارقی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجر اور غنیمت (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلی پھیرتے اور فرماتے: خیر و بھلائی یوم قیامت تک گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔

امام نسائی اور ابو مسلم الکجی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوم قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی گھوڑے کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجر اور غنیمت ہے۔

امام طبرانی اور آجری رحمہما اللہ نے کتاب النصیحۃ میں حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کے سبب ان کے مالکوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سوادہ بن ربیع جرمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے واپس جانے کا حکم دیا اور فرمایا: گھوڑے کو لازم پکڑو کیونکہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے (5)۔

امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر اور منافع رکھ دیے گئے ہیں۔ ان کی پیشانیاں ان کے کان ہیں اور ان کی دمیں مورچھل ہیں (6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 45 (4305)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 3، صفحہ 358 (2787)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 357 (2755)

4۔ مجمع الزوائد، جلد 5، صفحہ 472 (9328)، دار الفکر بیروت

5۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 97 (6480)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

6۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 255 (7904)

جائے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوف ذکر کی ہے (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین ہیں، ایک گھوڑا رحمٰن کا ہے، ایک گھوڑا انسان کا ہے اور ایک گھوڑا شیطان کا ہے۔ پس رحمٰن کا گھوڑا تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھا جاتا ہے، پس اس کا چارہ، اس کی لید اور اس کا پیشاب اور دیگر وہ سب چیزیں جو اللہ چاہے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتی ہیں اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ رہا انسان کا گھوڑا تو اس سے مراد وہ گھوڑا ہے جسے انسان باندھتا ہے اور اس کے پیٹ کے لیے چارہ تلاش کرتا ہے۔ تو یہ گھوڑا فقر و افلاس سے اس آدمی کے لیے ستر اور پردہ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے ابو عمرو شیبانی کی سند سے انصار میں سے ایک آدمی سے اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ گھوڑا ہے جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھتا ہے پس اس کی قیمت بھی اجر ہے، اس کی دیکھ بھال بھی اجر ہے اور اس کا چارہ بھی اجر ہے۔ اور ایک گھوڑا وہ ہے جس کے ساتھ آدمی محبت کرتا ہے اور پھر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو ایسے گھوڑے کے ثمن بھی بوجھ ہیں اور اس کا چارہ بھی بوجھ ہے۔ اور ایک گھوڑا شکم سیری کے لیے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ گھوڑا فقر و افلاس کو دور کرنے کا سبب بن جاتا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی میں ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عورتوں کے بعد گھوڑوں سے بڑھ کر کوئی شے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے (3)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی شے نہیں۔ پھر کہا اے اللہ تو معاف فرما دے۔ سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی پسندیدہ شے نہیں)

امام دمیاطی نے کتاب الخیل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے فی سبیل اللہ گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھا وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال ہوگا۔

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے الجہاد میں حضرت یزید بن عبد اللہ بن عریب الملیکی رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے، ان کا پیشاب اور ان کی لید میں جنت کی خوشبو کی نعمت ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 80 (3707)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 381، دار المکتب الاسلامی بیروت
3۔ سنن نسائی، جلد 3، صفحہ 218، دار الریان قاہرہ

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اس کو بند نہیں کرے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھوڑے کا پیشاب اور اس کی لید کستوری کی طرح پاک ہوگی۔

امام ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم رحمہما اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۔ پھر اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا انتظام کیا تو اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی ہے(1)۔

امام احمد اور ابن ابی عاصم رحمہما اللہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں جو اپنے گھوڑے کے لیے جو صاف کرتا ہے پھر وہ اسے کھلاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر دانے کے بدلے نیکی لکھتا ہے۔

امام ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا ماتحت افراد کے ساتھ برا سلوک ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں ہے کہ یہ امت مملوکین اور یتیموں کے اعتبار سے دوسری امتوں سے زیادہ ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔ پس تم اپنی اولاد کی عزت و کرامت کی طرح ان کی تکریم کرو اور انہیں وہ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی: دنیا میں کون سی شے ہمیں نفع دے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھوڑا جسے تو اس لیے باندھتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور ایسا غلام جو تجھے کافی ہو۔ اور جب وہ تجھے کافی ہو تو وہ تیرا بھائی ہے(2)۔

امام ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل محاملی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے مگر اس پر یہ حق ہے کہ وہ گھوڑا اپنے پاس رکھے جب وہ اس کی طاقت رکھتا ہو۔

امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ نے حضرت سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑا رکھو کیونکہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر و بھلائی ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑا اپنے پاس رکھا تو اس پر جو خرچ ہوگا وہ صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے کبھی بند نہیں کرتا۔

حضرت ابو داؤد، عسکری نے ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خیر رکھ دی گئی ہے اور اس کے مالک کی اس پر مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا صدقہ کے ساتھ اپنے ہاتھ کو پھیلانے والے کی طرح ہے کہ وہ اسے بند نہیں کرے گا۔

1۔ سنن ابن ماجہ، شرح ابن ماجہ، جلد 3، صفحہ 360 (2792)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 229 (3691)

امام احمد، ابوداؤد، ابن ابی عاصم اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہے جو صدقہ کے ساتھ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے پھر اسے بند نہیں کرتا(1)۔

امام بخاری، نسائی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں اپنے پاس گھوڑا رکھا تو اس کا پیٹ بھر کر کھانا خوب سیراب ہونا اور اس کا پیشاب کرنا سب قیامت کے دن اس کے میزان میں نیکیاں ہوں گی(2)۔

امام احمد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عربی گھوڑا نہیں ہے مگر ہر سحری کے وقت اسے دو دعائیں کی اجازت دی جاتی ہیں اور وہ کہتا ہے: اے اللہ! جس طرح تو نے مجھے بنی آدم میں سے جو (بندہ) عطا فرمایا ہے۔ پس تو مجھے اس کے نزدیک اس کے مال اور اہل سے زیادہ پسندیدہ بنا دے(3)۔

امام ابوداؤد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ گھوڑوں میں سے مؤنث کو فرس کہتے تھے(4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: جس نے کسی مسلمان کو گھوڑا جفتی کے لیے دیا اور اس نے اپنے پیچھے اور گھوڑا دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر لکھے گا جن پر اللہ کی راہ میں سواری کی جاتی ہے۔ اگر اس کے لیے بچہ پیدا نہ ہوا تو بھی اس کے لیے ایسے ستر گھوڑوں کی مثل اجر ہے جن پر فی سبیل اللہ بوجھ لادا جاتا ہے(5)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ طرق (جفتی کے لیے نر دینا) سے افضل کبھی بھی آپس میں لین دین نہیں کرتے۔ ایک آدمی اپنا گھوڑا جفتی کے لیے دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اونٹ نر عطا کرتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا مینڈھا عاریتاً دیتا ہے تو اس کے لیے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

امام ابوعبید رحمہ اللہ نے کتاب الخیل میں حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ہر قوم کے لیے ایک چراگاہ تھی جس میں وہ اپنے گھوڑوں کو چراتے تھے۔ پس معاویہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ وہ اپنے گھوڑے کو گھاس چرا رہے تھے تو انہوں نے آپ کو سلام کیا اور ٹھہر گئے۔ پھر کہا: اے ابوذر! یہ گھوڑا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 101 (2456) دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ ایضاً (2456)　　3۔ ایضاً (2457)

4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 157 (2639)　　5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 341 (853) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

کی گئی ہے"۔ آپ نے فرمایا: یہ گھوڑا میرا ہے اور میں اسے مستجاب یقین کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا: کیا گھوڑے بھی دعا مانگتے ہیں اور وہ قبول کی جاتی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا: ہاں۔ ہر رات گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا کرتا ہے: اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے ابن آدم کے لیے مسخر کیا ہے اور تو نے میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اے اللہ! پس مجھے اس کے نزدیک اس کے اہل اور اولاد سے زیادہ محبوب بنا دے۔ تو ان میں سے بعض کی دعا قبول ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اور میں اس گھوڑے کے بارے یہ تصور رکھتا ہوں کہ یہ مستجاب ہے (یعنی اس کی دعا قبول کی گئی ہے)۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے قبیلہ جدس کا ایک گھوڑا بھیجا۔ تو آپ ﷺ نے وہ گھوڑا انصار میں سے ایک آدمی کو عطا فرمایا اور فرمایا: جب تو اترے تو اسے میرے قریب ہی رکھنا۔ کیونکہ میں اس کے ہنہنانے کو پسند کرتا ہوں۔ پس ایک رات آپ ﷺ نے اسے نہ پایا۔ تو آپ نے اس کے بارے دریافت کیا۔ تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اسے خصی کر دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا مثلہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے یہی جملہ تین بار کہا۔ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے بھلائی رکھ دی گئی ہے۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ان کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں۔ ان کی نسل تلاش کرو اور ان کے ہنہنانے کے ساتھ مشرکین پر اظہار فخر کرو۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دمیں کاٹنے سے منع کیا ہے اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں کاٹنے سے منع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پس ان کی دمیں تو ان کا عیب ہیں۔ ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی جانب جھکی ہوئی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم گھوڑوں کی دمیں نہ جلاؤ اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں نہ کاٹو۔ کیونکہ برکت ان کی پیشانیوں میں ہے اور ان کا گرمی حاصل کرنے کا سامان ان کی کلغیوں میں ہے اور ان کی دمیں بڑھی ہوئی ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت عتبہ بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم گھوڑوں کی پیشانیاں نہ کاٹو اور نہ ہی ان کی کلغیاں اور دمیں کاٹو۔ کیونکہ ان کی دمیں بڑھا دی گئی ہیں اور ان کی کلغیاں انہیں حرارت پہنچاتی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو واقد رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کے پاس کھڑے ہوئے اور اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ اس کا چہرہ صاف کیا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اپنی قمیص کے ساتھ اسے صاف کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے گھوڑے کے بارے میں مجھے عتاب کیا ہے۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کی سند سے انصار کے ایک شیخ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ

کے سوا تین پاؤں سفید ہیں۔

امام ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد کے لئے ایسے سرخ سیاہ (کمیت) گھوڑے پر تلاش کرو جس کی ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

حسن بن عرفہ نے موسیٰ بن علی بن رباح لخمی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے کہ گھوڑے کا رنگ سرخی مائل سیاہ ہو اور اس کی پیشانی روشن اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

امام ابو عبیدہ اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک بہترین گھوڑے سبزی مائل سیاہ یا سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہیں[1]۔

امام ابن عرفہ رحمہ اللہ نے حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سرخی مائل سرخ اور سیاہ و سفید رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ شکال (ایسا گھوڑا جس کی تین ٹانگیں سفید ہوں اور چوتھی کا رنگ مختلف ہو) کو ناپسند کرتے تھے[2]۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور حاکم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین گھوڑا وہ ہے جس کی رنگت سیاہ ہو، پیشانی اور ناک پر سفید نشان ہو اور دائیں ہاتھ کے سوا تینوں پاؤں سفید ہوں۔ اگر سیاہ رنگ (ادہم) کا نہ ہو تو پھر کمیت (سرخی مائل سیاہ) گھوڑا جس میں مذکورہ اوصاف ہوں وہ بہترین ہے[3]۔

امام طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو غزوہ میں شریک ہونے کا ارادہ کرے تو سیاہ رنگ کا گھوڑا خرید جس کی پیشانی اور چاروں پاؤں دائیں ہاتھ کے سوا سفید ہوں۔ کیونکہ تو غنیمت حاصل کرے گا اور محفوظ رہے گا[4]۔

امام سعد، حارث بن ابی اسامہ، ابو یعلیٰ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن قانع نے معجم میں، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مندہ، رویانی نے مسند میں، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یزید بن عبد اللہ بن عریب سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ کے بارے فرمایا: کہ وہ جن ہیں۔ شیطان ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش منظر گھوڑا ہو۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 422 (32571)، مطبوعہ مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (32569)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 102 (2458)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً (2459)

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوالمہدی سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس سے جس نے حضور نبی کریم ﷺ سے انہیں حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ کے ضمن میں فرمایا: آخرین سے مراد جن ہیں۔ اور جس نے گھوڑوں میں سے کوئی گھر میں باندھ رکھا ہو شیطان اس کے گھر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ شیطان ہرگز ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیطان گھوڑے کی پیشانی پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے اور شیطان بھلائی کی کبھی بھی استطاعت نہیں رکھے گا۔

امام فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرِیْنَ سے مراد بنی قریظہ ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مقاتل سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: وَاٰخَرِیْنَ سے مراد منافقین ہیں اور اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے اس نفاق کو جانتا ہے جسے وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرِیْنَ سے مراد وہ منافقین ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس یہ کہتے ہیں۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمہارے ساتھ غزوہ میں بھی شریک ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: وَاٰخَرِیْنَ سے مراد اہل فارس ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ابن یمان نے بیان کیا ہے کہ ان سے مراد وہ شیاطین ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں۔

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۶۱

"اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جائیے اس کی طرف اور بھروسہ کیجئے اللہ تعالیٰ پر۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا ذکر ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو گئی فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۔۔۔ الآیہ (محمد: 35) "(اے فرزندان اسلام!) ہمت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 38، داراحیاء التراث العربی بیروت

مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ "وان جنحوا لسلم" پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا السلم سے مراد طاعت ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کا معنی ہے اگر وہ صلح پر راضی ہوں تو تم بھی صلح پر راضی ہو جاؤ۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ اس کے بارے سدی کہتے ہیں کہ جب وہ صلح کا ارادہ کریں تو تم بھی اس کا ارادہ کرلو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لِلسَّلْمِ کو جر کے ساتھ "سلم" پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مبشر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے السلم کو سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کا معنی صلح ہے۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ اس آیت کے ساتھ منسوخ ہے: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 29) "قتال کرو (جنگ کرو) ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر"۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سلم کا معنی صلح ہے اور اس آیت کے بارے انہوں نے کہا: اس آیت کا حکم سورۂ براءت کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک مدت تک لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے کہ یا وہ صلح کریں یا پھر آپ ان سے جنگ کریں گے۔ پھر سورہ براءت میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: 5) "(پس) قتل کرو مشرکین کو جہاں کہیں تم انہیں پاؤ"۔ مزید فرمایا: وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (التوبہ: 36) "اور جنگ کرو تم مشرکوں سے" تو آپ ﷺ نے ہر معاہدہ کرنے والے کے ساتھ اپنا عہد اعلانیہ توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ جنگ کریں یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اسلام قبول کر لیں اور آپ اس کے سوا ان سے کچھ بھی قبول نہ کریں اور ہر عہد جس کا ذکر اس سورت اور دوسری سورتوں میں ہے اور ہر وہ صلح جس کے ساتھ مسلمان اور مشرکین باہم صلح کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ کرتے تھے۔ جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو وہ سب منسوخ ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ کہہ دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ

بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

"اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بے شک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ، وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے اور اسی نے الفت پیدا کر دی ان کے دلوں میں۔ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان، بلاشبہ وہ زبردست ہے حکمت والا ہے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ اِنْ یُّرِیْدُوْۤا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بنی قریظہ کا تذکرہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس آیت میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد انصار ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ انصار کے بارے نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد انصار ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عرش پر لکھا ہوا ہے "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ، مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ اَیَّدْتُهٗ بِعَلِیٍّ" (کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں کوئی میرا شریک نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے علی کے ساتھ ان کی تائید کی ہے) لہٰذا آیت هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اسی کے متعلق ہے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، نسائی، بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ آیت باہم محبت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔(1)

امام ابو عبید، ابن منذر، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں اور یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: قرابت کے رشتے توڑ دیے جاتے ہیں اور منعم کے احسان کی ناشکری کی جاتی ہے اور ہم دلوں کے باہم ایک دوسرے کے قریب ہونے کی مثال نہیں پاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 495 (9013)، دار الکتب العلمیہ بیروت

"اے نبی (مکرم) کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے"۔

امام بزار رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تو مشرکین نے کہا: آج قوم ہمارے نصف تک پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتالیس مرد و زن اسلام لے آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف با اسلام ہوئے اور ان کی تعداد چالیس ہو گئی تو یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ الآیہ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام لے آئیں۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام لانے کی نعمت سے سعادت اندوز ہوئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسلام لانے کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے اور جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے وہ آپ کے لیے کافی ہیں۔

امام ابو محمد اسماعیل بن علی خطبی رحمہ اللہ نے الاول میں حضرت طارق رحمہ اللہ کی سند سے حدیث بیان کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے چالیسویں فرد کی حیثیت سے اسلام قبول کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اس آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور مومنین کافی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۞ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

"اے نبی! ابھارئیے مومنوں کو جہاد پر۔ اگر ہوں تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے سو آدمی (صبر کرنے والے) تو غالب آئیں گے ہزار کافروں پر کیونکہ یہ کافر وہ لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے (اے مسلمانو!) اب تخفیف کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے تو اگر ہوں تم میں سے سو آدمی صبر کرنے والے تو وہ غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سے ایک ہزار (صابر) تو وہ غالب آئیں گے دو ہزار پر اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

امام بخاری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمرو بن دینار سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا تو ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ان میں سے کوئی ایک فرد دس کے مقابلے سے نہ بھاگے اور بیس افراد دو سو افراد کے مقابلے سے نہ بھاگیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ ... الآیہ۔ تو یہ فرض کر دیا گیا کہ ایک سو افراد دو سو افراد کے مقابلے سے فرار اختیار نہ کریں۔ سفیان نے کہا اور ابن شبرمہ نے کہا۔

امام بخاری، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ تو مسلمانوں پر یہ بات مشکل ہو گیا جب ان پر فرض کر دیا گیا کہ ان میں سے ایک فرد دس کے مقابلے سے فرار اختیار نہ کرے۔ تو پھر تخفیف کا حکم نازل ہوا اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ ... الآیہ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تعداد میں تخفیف کر دی تو جتنی مقدار ان سے تخفیف کی گئی تو اسی مقدار صبر بھی کم ہو گیا (1)۔

امام اسحاق بن راہویہ نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر آدمی کے لیے دس افراد سے جنگ کرنا فرض کیا گیا اور یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا تو یہ حکم ان سے اٹھا لیا گیا اور اس میں تخفیف کر کے یہ حکم دیا گیا کہ ان میں سے ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ الی آخر الآیات۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ایک آدمی دس آدمیوں سے جنگ کرے۔ پس یہ حکم ان پر انتہائی ثقیل اور مشقت آمیز ثابت ہوا تو یہ ان سے اٹھا لیا اور دوبارہ یہ حکم دیا گیا کہ ایک آدمی دو آدمیوں سے جنگ کرے۔ تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل کیں۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 90، (4552)، دار الفکر، بیروت (معمولی اختلاف کے ساتھ)

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ تو یہ مسلمانوں پر انتہائی ثقیل اور دشوار گزری اور انہوں نے اس امر کو انتہائی عظیم اور مشکل جانا کہ بیس آدمی دو سو افراد سے اور ایک سو آدمی ایک ہزار افراد سے جنگ لڑے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے بوجھ کو ہلکا کیا اور اسے دوسری آیت کے ساتھ منسوخ کر دیا اور فرمایا اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ... الآیہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں نصف ہوئے تو انہیں ان کے مقابلہ سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ اگر وہ اس سے کم ہوں تو پھر ان پر قتال واجب نہیں اور ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دشمن سے بچیں اور احتیاط برتیں۔ پھر انہیں قیدیوں کے بارے میں اور مال غنیمت لینے کے بارے میں عتاب کیا۔ آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لیا ہوا مال غنیمت نہیں کھایا تھا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان پر فرض کر دیا گیا کہ کوئی آدمی دس کے مقابلے سے اور کوئی جماعت اپنے دس گنا سے فرار اختیار نہ کرے۔ پس لوگوں نے اس کے لیے انتھک کوشش کی اور یہ حکم ان پر انتہائی دشوار اور تکلیف دہ گزرا۔ تب دوسری آیت نازل ہوئی: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔ الی قولہ اَلْفَيْنِ۔ تو اس میں ان پر یہ فرض کیا گیا کہ کوئی آدمی دو آدمیوں کے مقابلے سے اور کوئی قوم اپنی دو مثل سے فرار اختیار نہ کرے تو جتنی مقدار میں تعداد سے ان کے لیے تخفیف ہوئی اتنی مقدار صبر بھی کم ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: بدر کا دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کر دیا کہ ان میں سے ایک آدمی دس مشرکین کے ساتھ جنگ لڑے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست فاش سے دوچار کر دیا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا تو اس کے بعد مسلمانوں کے لیے حکم میں تخفیف کر دی اور یہ آیت نازل فرمائی: اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔ یعنی جنگ بدر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ کے بارے کہا ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی اور ان پر انتہائی ثقیل اور دشوار ثابت ہوئی پھر اس کے بعد رخصت کا حکم نازل ہوا۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حکم بدر کے دن حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے لیے تھا۔ اس میں سے ہر آدمی پر یہ لازم کیا گیا تھا کہ وہ دس کافروں کے ساتھ جنگ لڑے گا تو وہ اس حکم کے باعث تنگ ہوئے اور مشکل میں مبتلا رہے پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخفیف ہوئی اور ان میں سے ہر ایک آدمی پر دو آدمیوں کا مقابلہ کرنا لازم کر دیا گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت ہم اصحاب محمد ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی۔

آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا اور ان سے فدیہ قبول فرمایا۔ تو اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ۔۔۔ الآیہ (الانفال: 68)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی سے نوازا ہے اور ان کے مقابلے میں آپ کی مدد و نصرت فرمائی ہے۔ پس آپ ان پر فدیہ لگا دیں۔ تو وہ آپ کے اصحاب کے لیے تقویت اور مدد کا باعث ہوگا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ان کی گردنیں اڑا دیجیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: بے شک تم دونوں ان دو کے ساتھ مشابہت رکھتے ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ پس نوح علیہ السلام نے یہ کہا تھا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح) "اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا"۔ اور رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو وہ عرض کرتے ہیں: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم) "(اے میرے رب) جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد) بے شک تو غفور رحیم ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوۂ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کی قوم ہے اور آپ کے اہل ہیں۔ انہیں باقی رہنے دیجیے شاید اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے اور یہ توبہ کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو شہر سے باہر نکالا اور آگے بڑھ کر آپ کے ساتھ جنگ لڑی، پس ان کی گردنیں مار دیجیے، انہیں قتل کر دیجیے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھیے یہ وادی لکڑیوں سے بھری ہوئی ہے، لہٰذا اسے ان پر آگ سے جلا کر بھڑکا دیجیے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: حالانکہ وہ سن رہے تھے جو وہ کہہ رہے تھے کہ تم نے میرے ساتھ رشتہ توڑ دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اندر تشریف لے گئے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو بعض لوگوں نے کہا: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول قبول کریں گے اور بعض نے کہا: آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمائیں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے عرض کی تھی: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم) اور اے ابوبکر! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے عرض کی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(مائدہ:118) اور اے عمر! تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جب کہ انہوں نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿﴾ (نوح) "اے عمر! تیری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جب کہ انہوں نے کہا: رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿﴾ (یونس) "اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو تاکہ وہ نہ ایمان لائیں یہاں تک کہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو"۔ تم محتاج اور ضرورت مند ہو۔ کوئی بھی انہیں رہا نہیں کرے گا مگر فدیہ کے عوض یا قتل کر کے۔ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! سوائے سہیل بن بیضاء کے، کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے سنا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سکوت اختیار کیا۔ تو اس دن سے زیادہ میں نے اپنے آپ کو کبھی بھی خوفزدہ نہیں پایا کہ آج مجھ پر پتھر گریں گے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ۔ الآیہ (1)۔

امام حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا: اگر تم چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو تو فدیہ لے لو اور فدیہ سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کی تعداد کے برابر تم میں سے شہید ہوں گے۔ پس ان میں سے آخری حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے (2)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ بدر کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: آپ کا رب آپ کو آگاہ فرما رہا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں اور ان کے برابر آپ کے اصحاب قتل کیے جائیں گے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کی: ہم ان سے فدیہ لیں گے تو ہم ان کے سبب قوی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا شہادت سے سرفراز فرمائے گا (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں سے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے مشورہ طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملائکہ میں سے دو فرشتے ہیں: ایک شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں ہے اور دوسرا صبر سے زیادہ تلخ اور کڑوا ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات میں سے دو نبی علیہما السلام ہیں جن میں سے ایک اپنی قوم پر شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور دوسرا اپنی قوم پر صبر سے زیادہ کڑوا ہے۔ پس وہ دو نبی علیہما السلام: ان میں سے ایک حضرت نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے یہ دعا مانگی: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿﴾ (نوح) اور دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ انہوں نے اس طرح عرض کی: فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ

1۔ جامع ترمذی مع شرح عارضۃ الاحوذی، جلد 6، رقم الحدیث 3084، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 151 (2519)، ایضاً
3۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 209 (9402)، المکتب الاسلامی بیروت

عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿ (ابراہیم) اور دوسرے فرشتے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں۔ ان میں سے پہلے انتہائی سخت اور دوسرے انتہائی نرم ہیں۔ اور میری امت میں انہیں دو کی مثل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا: کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ یہ دونوں ملائکہ میں سے دو کی طرح ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں سے دو کی طرح ہیں؟ پھر فرمایا: اے ابوبکر! تیری مثال ملائکہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ رحمت کے ساتھ نزول فرماتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی: فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿ (ابراہیم) اور اے عمر! رضی اللہ عنہ تیری مثال ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدت، قوت اور عذاب کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے کہ انہوں نے کہا تھا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿ (نوح)

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے مشورہ لیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ آپ کی قوم اور آپ کا خاندان ہے پس ان کا راستہ چھوڑ دیجئے (یعنی انہیں آزاد کر دیجئے) اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کی: آپ انہیں قتل کر دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ مقرر فرما دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى ...... الآیہ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قریب تھا کہ آپ کے ساتھ اختلاف کرنے کے سبب ہمیں کوئی تکلیف پہنچ جاتی۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب غزوہ بدر کے دن جنگی قیدی لائے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان قیدیوں میں مقید کر کے لایا گیا۔ آپ کو انصار میں سے ایک آدمی نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے انہیں یہ دھمکی دی کہ انہیں قتل کر دیں گے۔ یہ خبر حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے آج رات سو نہیں سکا۔ میں نے انصار کے بارے یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور انہیں کہا: عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں قسم بخدا ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ اس پر راضی اور خوش ہوں تو؟ پھر انہوں نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ کی رضا اور خوشی اس میں ہے تو اسے لے جاؤ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عباس کو پکڑ لیا۔ جب وہ آپ کے قبضے میں آ گئے تو آپ نے ان سے کہا: اے عباس! (رضی اللہ عنہ) تو اسلام قبول کر لے قسم بخدا! اگر تو اسلام قبول کر لے گا تو تو میرے نزدیک خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب اور

چھوڑ دو گے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ تیرے اسلام لانے کو پسند فرماتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ آپ کا خاندان ہے، آپ انہیں چھوڑ دیجئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے لی تو انہوں نے عرض کی: آپ انہیں قتل کر دیجئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان پر فدیہ لگایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى الآیہ (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن اچانک صبر کرتے ہوئے تین کے سوا کسی کو قتل نہیں کیا۔ یعنی عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث اور طعیمہ بن عدی۔ نضر کو حضرت مقداد نے قید کیا تھا (2)۔

امام ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نافع کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بدر کے دن قیدیوں کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ان پر فدیہ لگا دیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ آپ انہیں قتل کر دیں۔ ایک کہنے والے نے کہا: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور اسلام کو مٹانے کا قصد و ارادہ کیا ہے اور ابوبکر آپ ﷺ کو فدیہ کا مشورہ دے رہے ہیں۔ اور کسی نے یہ کہا: اگر ان میں عمر کا باپ یا بھائی ہوتا تو وہ آپ ﷺ کو قیدیوں کے قتل کا مشورہ نہ دیتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کے قول کو قبول فرمایا اور آپ نے ان پر فدیہ مقرر کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قریب تھا کہ ابن خطاب کی رائے کے خلاف کرنے کی وجہ سے ہمیں شدید عذاب پہنچتا۔ اور اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے سوا کوئی نہ چھوٹتا۔

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں اعمش کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب بدر کا دن تھا تو لوگوں نے غنائم کی جانب جلدی کی اور ان کے اپنے لیے حلال ہونے سے پہلے ہی وہ ان تک جا پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کسی سر والے (انسانوں) کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوا۔ نبی علیہ السلام اور اس کے اصحاب جب مال غنیمت وصول کرتے تو وہ اسے ایک جگہ اکٹھا کر دیتے تھے۔ پھر آسمان سے آگ اترتی اور اسے جلا کر ختم کر دیتی۔ چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمائیں: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ ... الی آخر الآیتین (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 359 (3270)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 360 (35597)، [illegible]
3۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 365 (36740)

کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: اگر میرے علم میں پہلے نہ ہوتا کہ میں مغانم کو حلال کروں گا اور لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ کی تفسیر میں کہا: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجھے عطا فرمائی ہے، درج ذیل: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى (الانفال: 70) مجھے اس کے بدلے عطا فرمائی ہے جو اس نے مجھ سے چالیس اوقیہ، چالیس غلام لیے تھے۔

امام اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اللہ تعالیٰ بدر کے غنائم ان کے لیے حلال کرنے سے پہلے یہ فرما رہا ہے کہ اگر پہلے سے یہ نہ ہوتا کہ میں عذاب اسے دوں گا جو میرا نافرمان ہو گا حتیٰ کہ صرف اس کے لیے سزا کا حکم دوں گا تو پھر آپ کو بہت بڑی سزا ہو جاتی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس نے ناسخ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے یہ آیت یوم بدر سے متعلق ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ جب ان کی تعداد کثیر ہو گئی اور ان کی قوت و طاقت مضبوط اور مستحکم ہو گئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں یہ حکم نازل فرمایا: فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً (محمد: 4) پس اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور مومنین کو جنگی قیدیوں کے بارے میں اختیار دے دیا، اگر وہ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں، اگر چاہیں تو انہیں غلام بنالیں اور اگر چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں۔ اور لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کے بارے فرمایا: یعنی کتاب اول میں ہے کہ مغانم اور جنگی قیدی تمہارے لیے حلال ہیں۔ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ یعنی تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی ان کے بدلے جو کچھ تم نے قیدیوں سے لیا۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا کی تفسیر میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ام الکتاب میں لکھا ہوا ہے کہ مال غنیمت اور جنگی قیدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے حلال ہیں۔ اگرچہ ان سے پہلے کسی امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اس کے بارے میں ان کی طرف کوئی حکم نازل ہونے سے پہلے مال غنیمت بھی حاصل کرتے تھے اور جنگی قیدی بھی بناتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہاں تک کہ وہ زمین پر غالب آجائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُثْخِنَ کا معنی قتل کرنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حکم کے بعد رخصت نازل ہوئی اگر آپ چاہیں تو ان پر احسان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 54، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 51 تا 53

کریں (یعنی بلا عوض رہا کر دیں) اور اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا کی تفسیر میں فرمایا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فدیہ لینے کا ارادہ کیا اور انہوں نے ان پہ چار چار ہزار فدیہ مقرر کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مراد خراج ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے ارادہ سے عمل کرتا ہو اور اس پر دنیا کے ساز و سامان میں سے کوئی شے لیتا ہو۔ مگر اس میں سے جو اس کا حصہ اور حق ہو (وہ لے سکتا ہے)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اگر ہمارے لیے ایسے گناہ نہ ہوتے جن سے ہم اپنے نفسوں پر خوف زدہ ہوتے سوائے دنیا کے ساتھ اپنی محبت کے تو ہم بالیقین اپنے نفسوں کے بارے میں ڈرتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ کیا تم بھی وہی ارادہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے یہ حکم نہ ہوتا کہ ان کے لیے مغفرت ہے (یعنی ان کے لیے مغفرت کا حکم پہلے سے موجود ہے)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ کا معنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی اہل بدر کے لیے سعادت کا حکم نہ ہوتا لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ تو جو فدیہ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑی سزا پہنچتی۔

امام نسائی، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس سے قبل کہ وہ معصیت کا عمل کریں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔ اچانک ایک آدمی کا ذکر کیا گیا اور انہوں نے اسے برا کہا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں نرمی سے بات کر۔ چونکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ذنب کا ارتکاب کیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ آپ نے فرمایا: پس ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہے جو پہلے سے ہمارے لیے مقرر تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے لیے ظاہر کر دے اور اسے اس کا واضح حکم دے دے۔

امام مسلم، ترمذی، ابن منذر، بیہقی نے دلائل میں اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے (اور وہ یہ ہیں) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا، میرے لیے ساری زمین کو پاکیزہ اور مسجد (سجدہ گاہ) بنا دیا گیا۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا (1)۔

امام احمد اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا میرے لیے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کرنے والا بنا دیا گیا، میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا حالانکہ وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، پس دشمن مرعوب ہو جاتا ہے حالانکہ وہ مجھ سے ایک مہینے کی مسافت پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ پس میں نے اپنی ایک دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ تم میں سے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اور میری امت کے لیے غنائم کو حلال کیا گیا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ضعف اور کمزوری کا علم ہوا تو اسے ہمارے لیے طیب اور حلال قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اپنے علم میں غنائم کو حلال قرار دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم ان کا مال نہیں لیں گے چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، یہاں تک کہ ہم یہ جان لیں کہ آیا وہ حلال ہے یا حرام؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اسے پاکیزہ اور حلال بنا دیا اور یہ حکم نازل فرمایا: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان کا فدیہ اور ان کے اموال سب حلال قرار دے دیے۔ جنگی قیدیوں نے کہا: ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ تحقیق اس نے ہمیں قتل کیا اور ہمیں قیدی بنا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بشارت دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى (الانفال:70) تا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل امتوں میں جب مال غنیمت حاصل ہوتا تو وہ اسے قربان گاہ میں رکھ دیتے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کھانا ان پر حرام قرار دیا تھا چاہے وہ تھوڑا ہوتا یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت نبی علیہ السلام اور ان کی امت پر حرام کر رکھا تھا۔ چنانچہ نہ وہ اس سے کھا سکتے تھے، نہ وہ اس سے چوری چھپے لے سکتے تھے اور نہ ہی وہ اس سے قلیل یا کثیر مال اٹھا سکتے تھے۔ ورنہ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اسے انتہائی شدت کے ساتھ حرام رکھا اور حضور نبی مکرم ﷺ کے سوا کسی نبی علیہ السلام کے لیے اسے حلال نہیں کیا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہلے سے ہی یہ فیصلہ تھا کہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 161، دار صادر بیروت

گئی اور اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار بھی ہوں (1)۔

امام ابن سعد، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مال بھیجا جو انتہائی زیادہ تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چٹائی پر پھیلا دیا۔ لوگ آنے لگے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں عطا فرمانا شروع کر دیا۔ اس دن کوئی عدد اور وزن نہیں تھا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں نے غزوہ بدر کے وقت اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ مجھے بھی اس مال سے عطا فرما دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ پس انہوں نے اپنی قمیص میں مال ڈال لیا۔ پھر جب واپس پھرنے لگے تو اسے اٹھانے کی طاقت نہ رکھی۔ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اٹھوا دیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: انہوں نے وعدہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تحقیق وہ پورا ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں جانتا۔ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا اور جو کچھ وہ مغفرت کے بارے میں کرے گا اسے میں نہیں جانتا (2)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں قریش کے ستر افراد کو قیدی بنایا۔ ان میں عباس اور عقیل بھی تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان پر چالیس اوقیہ سونا بطور فدیہ لگا دیا۔ عباس پر سو اوقیہ لگایا اور عقیل پر اسی اوقیہ۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مجھے قریش کا فقیر اور محتاج بنا دیا ہے، آپ نے کچھ باقی نہیں چھوڑا؟ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے اسلام لانے کا تذکرہ کیا اور آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ جو بیس اوقیے مجھ سے لیے گئے، وہ میرے حصے میں ڈال لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان بیس کے عوض مجھے بیس غلام عطا فرمائے۔ ان میں سے ہر ایک تاجر تھا جو میرے مال کے ساتھ کاروبار کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کا امیدوار بھی ہوں (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں قید کر لیے گئے انہوں نے چالیس اوقیہ سونے کے فدیہ کے ساتھ رہائی حاصل کی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے دو خصلتیں عطا فرمائی ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ ان دونوں کے عوض میرے پاس دنیا ہو۔ غزوہ بدر میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور میں نے چالیس اوقیہ سونا اپنی ذات کا فدیہ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چالیس

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 25 (4306)، دارالکتب العلمیہ بیروت (مختصراً) 2۔ ایضاً، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 3، صفحہ 372 (5423)

3۔ دلائل النبوۃ، جلد 2، صفحہ 613 (410)، مکتبہ العصریہ بیروت

غلام عطا فرما دیئے اور بالآخر میں اس مغفرت کی امید بھی رکھتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عباس اور ان کے ساتھیوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ہم اس کے ساتھ ایمان لائے جو آپ لے کر آئے اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان اور تصدیق کو جان لیا تو وہ تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو تم سے لیا گیا اور جو شرک تم کرتے رہے اس سے تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی اور بے شک میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ دنیا میں کوئی شے نہیں ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے سو گنا بہتر اور اچھا بدل فرمایا جو کچھ مجھ سے لیا گیا اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ میری مغفرت بھی فرمائے گا۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے نازل ہوئی۔ ان میں عباس بن عبد المطلب، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝

"اور اگر وہ ارادہ کریں آپ سے دھوکہ بازی کا (تو حیرت کیوں ہو) انہوں نے تو دھوکہ کیا ہے اللہ سے پہلے ہی (اسی لیے) تو اللہ نے قابو دے دیا (تمہیں) ان پر اور اللہ تعالیٰ علیم (اور) حکیم ہے"۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ کا معنی ہے اگر ان کا قول جھوٹ ہو (تو حیرت کیوں ہو) فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ تحقیق انہوں نے کفر کیا اور آپ کے ساتھ جنگ لڑی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے قابو دے دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، [illegible]

"یقیناً جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور وہ جنہوں نے پناہ دی (مہاجرین کو) اور (ان کی) مدد کی یہی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی نہیں تمہارے لیے ان کی وراثت سے کوئی چیز یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے معاملہ میں تو فرض ہے تم پر ان کی امداد مگر اس قوم کے خلاف نہیں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح) کا معاہدہ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھ رہا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومنین تین مراتب اور درجات پر تھے۔ ان میں سے بعض وہ اہل ایمان ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور اسی دوران اپنی قوم سے علیحدگی اور جدائی اختیار کی۔ یہ ہجرت فرما ہو کر اہل ایمان کی ایک جماعت کے گھروں، زمینوں اور ان کے مالوں میں وارد ہوئے۔ (ان مہاجرین کا ذکر ان الفاظ میں ہے) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور دوسرے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا "وہ جنہوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور (ان کی) مدد کی"۔ اور انہوں نے اس شے کا اعلان کیا جس کا اہل ہجرت نے کیا۔ اور جس نے بھی اسے جھٹلایا یا اس کا انکار کیا انہوں نے اس کے خلاف تلواریں بلند کیں۔ پس یہ دونوں گروہ مومنین کے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپس میں ایک دوسرے کا دوست بنا دیا ہے۔ اور تیسرے درجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مذکورہ دونوں گروہ آپس میں دینی ولایت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ جب کوئی مومن مہاجر فوت ہوتا۔ اور وہ گروہ جو ایمان تو لایا لیکن ہجرت نہ کی وہ اس وجہ سے وارث نہیں ہوتا کیونکہ نہ تو اس نے ہجرت کی ہے اور نہ ہی مدد کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنین مہاجرین کو ان کی میراث سے روک دیا اور یہی وہ ولایت ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اور یہ ان مومنین کا حق اور فرض ہے جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی کہ جب وہ دین کے معاملہ میں ان سے مدد طلب کریں، اگر جنگ لڑی جائے تو وہ ان کی مدد کریں گے۔ جب کہ وہ اس قوم کے خلاف مدد طلب کریں جن کے درمیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح) کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ تو وہ ان کے خلاف ان کی مدد نہ کریں۔ البتہ ان دشمنوں کے خلاف ضرور مدد کریں جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا اور ان مومنین میں سے ہر ذی رحم کو اپنے رشتے کے ساتھ ملا دیا جو ایمان تو لائے اور ہجرت نہ کی اور مومنین میں سے ہر انسان کا حصہ مقرر فرما دیا۔ کیونکہ ارشاد ہے: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (الانفال)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کی۔ چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت زید بن

قاضی شریح کی طرف لکھا کہ یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے باہمی معاہدہ کرتا تھا تو کہتا تھا تو مجھے وارث بنا اور میں تجھے وارث بناؤں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ طریقہ چھوڑ دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہیں یہ کہا گیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کے سوا موالی کو وارث نہیں بناتے اور کہتے ہیں کہ ذوی الارحام حکم الٰہی کے مطابق ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ (حق سے) بہت دور ہو گئے، وہ کہاں گئے؟ بے شک مہاجرین ہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں نہ کہ اعراب۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ یعنی موالی کو وارث بنایا جائے گا۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس آیت نے اپنے سے پہلے موارثت الحلف اور موارثت بالہجرۃ کے حکم کو منسوخ کر دیا اور میراث کا حق ذوی الارحام کو حاصل ہو گیا۔ فرمایا: بیٹا بھائی سے قریبی ہے، بھائی بہن سے اقرب ہے، بہن بھتیجے سے اولیٰ ہے، بھتیجا چچا سے افضل ہے۔ بچا، چچا کے بیٹے کی نسبت زیادہ قریبی ہے، چچا کا بیٹا ماموں کی نسبت زیادہ قریبی ہے۔ اور زید کے قول کے مطابق ماموں، پھوپھی اور خالہ کا میراث میں کوئی حصہ نہیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مال کے دو ثلث پھوپھی کو اور ایک ثلث خالہ کو دیتے تھے جب کہ اس کے سوا کوئی اور وارث نہ ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میراث میں سے جو مال بچ جاتا وہ خاوند اور بیوی کے علاوہ دیگر ذوی الارحام کو ان کے حصوں کے مطابق دے دیتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی اعرابی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ میں آئے تو وہ ہجرت کے سبب ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور فرمایا: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

طیالسی، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخاۃ قائم کی اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ پھر انہوں نے اس حکم کو چھوڑ دیا اور وہ نسب کے سبب ایک دوسرے کے وارث بننے لگے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 67، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الفرائض، جلد 4، صفحہ 362 (8001)، دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 67

آیاتہا ۱۲۹ ﴿ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹ ﴾ رکوعاتہا ۱۶

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورۂ برأت مدینہ طیبہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں ان میں سے سورۂ برأت بھی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ انفال کا قصد کریں حالانکہ یہ مثانی میں سے ہے؟ اور برأت کا قصد کریں حالانکہ یہ مئین میں سے ہے، اور پھر تم نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور تم نے اسے سات لمبی سورتوں (سبع طوال) میں رکھا ہے تمہیں اس پر کس نے ابھارا ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا زمانہ آیا جب کہ آپ پر ذوات العدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں اور جب بھی کوئی شے آپ پر نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو اس سورۃ میں لکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ میں پہلے پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول کے اعتبار سے آخر قرآن میں سے ہے۔ اور اس کا قصہ انفال کے قصہ کے مشابہ ہے۔ پس میں نے گمان کیا کہ یہ اسی میں سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ہمارے لیے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے۔ پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن ضریس، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: یَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (النساء: 176) اور سب سے آخر میں جو سورت مکمل طور پر نازل ہوئی وہ سورۂ برأت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے انفال اور برأت کے بارے پوچھا: کیا یہ دو سورتیں ہیں یا ایک سورت ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ دو سورتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: برأت اور انفال ایک سورت ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 241 (2875)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام نحاس نے ناسخ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انفال اور براءت دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرینتین پکارا جاتا تھا۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے۔

امام دارقطنی نے الافراد میں حضرت مستمس بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انفال اور براءت کو کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: سورت نازل ہوتی تھی اور مسلسل لکھی جاتی تھی یہاں تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوتی۔ اور جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوتی تو دوسری سورت لکھی جاتی لیکن انفال نازل ہوئی تو ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی گئی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق سورۂ ہود، براءت، یٰسٓ، دخان اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ یاد نہیں کریں گے۔

ابو عبید، سعید بن منصور، ابو الشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو عطیہ ہمدانی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم خود سورۂ براءت کی تعلیم حاصل کرو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کے احکام سکھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے الاوسط میں، ابو الشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: وہ سورت جس کو تم سورۂ توبہ کا نام دیتے ہو وہ سورۃ العذاب ہے۔ قسم بخدا! اس نے کسی کو نہیں چھوڑا مگر اس نے اس سے کچھ حصہ پالیا اور جو کچھ تم اس سے پڑھتے ہیں تم اس سے ربع (چوتھائی) کے سوا کچھ نہیں پڑھو گے۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۂ براءت کو سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں اور یہی سورۃ العذاب ہے(1)۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا یہ سورۃ التوبہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ صرف توبہ، بلکہ یہ تو فاضحہ (رسوا کرنے والی) ہے۔ یہ مسلسل نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر اس کا ذکر اس میں کیا جائے گا۔

امام ابو عوانہ، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: سورۂ توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عذاب کے زیادہ قریب ہے۔ اس نے لوگوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ یہ گمان ہوا کہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

1۔ فضائل القرآن از ابو عبید، جلد 1، صفحہ 241، دار ابن کثیر دمشق

اسے فرمایا: میرا بھائی نہیں بولا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب سورۂ براءت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کی خاطر داری کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں (1)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۂ براءت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ امان ہے اور سورۂ براءت تلوار کے ساتھ نازل ہوئی۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝

"قطع تعلق (کا اعلان) ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا مشرکوں میں سے (اے مشرکو!) تو چل پھر لو ملک میں چار ماہ اور جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔"

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مراد بنی خزاعہ، بنی مدلج اور دیگر وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ پھر فرمایا: بیت اللہ شریف میں مشرکین بھی حاضر ہوتے ہیں اور وہ ننگے بدن طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند نہیں کرتا کہ اس حالت میں حج کروں۔ یہاں تک کہ ایسا ہونا بند ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان دونوں نے ذوالمجاز اور دیگر ان مقامات پر لوگوں میں پھر کر اعلان کیا جن جگہوں میں اور موسموں کے جمع ہونے کے مقامات میں وہ خرید و فروخت کرتے تھے اور جن سے معاہدہ تھا انہیں جا کر بتایا کہ انہیں چار ماہ تک امن ہے اور وہ شہر حرام ہیں جو مسلسل گزرتے ہیں۔ ذوالقعدہ کے آخری بیس دنوں سے لے کر ربیع الاول کے پہلے دس دن گزرنے تک ہیں۔ پھر آپ نے ان سے عہد لیا اور تمام لوگوں کو جنگ کے بارے کہہ دیا یہاں تک کہ وہ مر جائیں (2)۔

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سورۂ براءت کی دس آیتیں حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 135 (8475)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 72، داراحیاء التراث العربی بیروت

اعلان کرتے تھے کہ مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے تو اس کا معاملہ یا اس کی مدت چار ماہ تک ہے جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک اس بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرے گا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ابوبکر کے حج کے دوران برأت کا اعلان کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ برأت کا اعلان کریں گے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ احکام حج بیان کریں گے جیسا کہ ان کا فریضہ ہے۔ یا فرمایا: ابوبکر اپنی حیثیت پر قائم رہیں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احکام برأت عطا فرما کر آپ کے پیچھے بھیجا۔ پھر آئندہ سال حضور نبی کریم ﷺ نے حج ادا فرمایا۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والی (خلیفہ) بنایا گیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا۔ پھر آئندہ سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا پھر وصال فرما گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر اس کے بعد آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے بھی حضرت عبد الرحمن بن عوف کو ہی امیر حج مقرر کیا۔ پھر آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔

امام ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ آپ کی جانب سے وہ برأت کے احکام پہنچائیں۔ پس جب آپ کوچ کر چکے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور فرمایا: اے علی! رضی اللہ عنہ میرے یا تیرے سوا دوسرا کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور وہ چل پڑے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے جا ملے اور ان سے سورۂ برأت لے لی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس ڈر اور خوف کے ساتھ ملاقات کی کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو چکا ہے۔ پس جب حاضری کا شرف حاصل ہو چکا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے کیا (حکم) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو غار میں میرا بھائی اور بہترین ساتھی ہے اور حوض پر تو میرے ساتھ ہوگا۔ مگر وہ (سورۂ برأت کے احکام) میرے یا میرے اہل بیت کے کسی فرد کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ "قال خیر انت اخی وصاحبی فی الغار وانت معی علی الحوض، غیر انہ لا یبلغ عنی غیری او

یہ روایت صحیح ہے (1)۔

امام اسحاق بن راہویہ، دارمی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برأت کے احکام کے ساتھ بھیجا۔ پس انہوں نے مختلف حج میں لوگوں کو مکمل سورۂ برأت پڑھ کر سنائی (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 9 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر امیر بنا کر بھیجا اور آپ نے حج کے احکام لکھ کر دیے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کی آیات عطا فرما کر بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ ملہ، منیٰ، عرفات اور تمام مشاعر حج میں ان کا اعلان فرمائیں کہ اس سال کے بعد جس مشرک نے بھی حج کیا اس کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بری الذمہ ہے، یا جس کسی نے بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کیا اور جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے اس کی مدت چار ماہ ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں چلتے رہے اور ان پر قرآن پڑھتے رہے۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اور ان پر یہ آیت بھی پڑھی یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیہ (اعراف: 31) "اے آدمی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت" (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برأت کے احکام کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں تو نوعمر بچہ ہوں۔ مجھ سے قضاء کے بارے سوال کیے جائیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میں کیا جواب دوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سورت تو لے کر جائے یا پھر میں خود جاؤں۔ میں نے عرض کی: اگر یہ ضروری ہے تو پھر میں جاؤں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے گا اور تیرے دل کی راہنمائی فرمائے گا۔ "انطلق فإن الله يثبت لسانك ويهدي قلبك" پھر فرمایا تم جاؤ اور یہ سورت لوگوں کو پڑھ کر سنا دو۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ الآیہ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ کی حد مقرر فرمائی کہ وہ ان میں جہاں چاہیں پھر سکتے ہیں۔ اور جن کا کوئی معاہدہ نہیں ان کی مقررہ حد چاروں اشہر حرم کا گزرنا ہے یعنی یوم نحر سے لے کر محرم کے گزرنے تک پچاس راتیں ہیں۔ جب اشہر حرام گزر گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جن کے ساتھ معاہدہ ہے ان کے بارے میں تلوار اٹھا لیں، اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوں اور جو کچھ بھی ان کے ساتھ عہد و پیمان ہوا وہ توڑ دیں۔ اگرچہ پہلی شرط ختم ہو جائے۔ "پھر ان لوگوں (اہل مکہ) کے جن سے تم نے مسجد حرام

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 11، صفحہ 159، (3092)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 292، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً

کے پاس معاہدہ کیا"۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم کے کئی معاہدے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں چار ماہ کی مہلت دیں، وہ ان میں سفر کر سکتے ہیں اس کے بعد ان کا کوئی معاہدہ نہیں اور اس کے بعد سب باطل قرار دے دیا اور وہ قوم جس کا کوئی معاہدہ نہیں تھا تو ان کے لیے پچاس راتوں کی مدت مقرر کر دی۔ یعنی بیس دن ذوالحجہ کے اور محرم شریف کا مکمل مہینہ۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (التوبہ: 5) "پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں کہیں تم پاؤ انہیں"۔ اس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاہدوں سے براءت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور نحاس رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ کی تفسیر میں حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی اور چار مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (1)۔

وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

"اور اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔ اب بھی اگر تم تائب ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے۔ اور اگر تم منہ پھیرے رہو تو خوب جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو۔ اور خوش خبری سنا دو کافروں کو دردناک عذاب کی"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی جانب سے اعلان عام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حکیم بن حمید رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 73

بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نام کتاب اللہ میں ہے لیکن وہ اسے پہچانتے نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قسم بخدا وہ امام اذان ہے۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار چیزیں ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہیں اور وہ یہ ہیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے، حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے، ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں اور ادبار النجوم سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔

امام ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ای یوم احرم، ای یوم احرم، ای یوم احرم؟ کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (یعنی حج اکبر کا دن)(3)

امام ابو داؤد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن قرط سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایام نحر میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم القر ہے (یعنی وہ دن جو یوم نحر کے متصل بعد آتا ہے اور وہ گیارہویں ذی الحجہ کا دن ہے) حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ قربانی کا دن ہی یوم الحج الاکبر ہے۔

امام بخاری نے تعلیقاً، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حج ادا فرمایا تو اسی دوران آپ نے قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) جمرات کے درمیان وقوف فرمایا اور پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی:

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 2، صفحہ 957، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ احکام القرآن، جلد 858

3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 158 (3087)، دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 264 (7522)، دار الکتب العلمیہ بیروت

آج یوم نحر ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی دن یوم الحج الاکبر ہے (1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں میں بھیجا جو یوم نحر کو منیٰ میں یہ اعلان کریں گے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے۔ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر ہے اور حج اکبر حج ہے اسے اکبر لوگوں کے قول حج الاصغر کی وجہ سے کہا گیا۔ پس اس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں تک یہ خبر پہنچا دی۔ چنانچہ جس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا۔ اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ: 28) "اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں" (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے (3)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کے دن خطبہ دیا۔ اور فرمایا: آج کا دن قربانی کا دن ہے۔ آج کا دن حج اکبر کا دن ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوجحیفہ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا: حج اکبر کے دن سے مراد یوم نحر ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے (6)۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے جس میں بال کٹوائے جاتے ہیں، اس میں خون بہایا جاتا ہے (قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں) اور اسی میں تمام وہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں (یعنی وہ چیزیں جو احرام باندھنے کے سبب حرام ہو جاتی ہیں یوم نحر کو احرام کھل جانے کے بعد وہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں) (7)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یوم الحج الاکبر سے مراد وہ دن ہے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا (یعنی آپ امیر الحج تھے اور آپ نے لوگوں کو خطبہ حج دیا) (8)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ کے بارے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکین نے تین دنوں میں حج ادا کیا اور یہود و نصاریٰ نے تین دنوں میں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85، داراحیاء التراث العربی بیروت   2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 435، قدیمی کتب خانہ کراچی

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 379 (15116)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ   4۔ ایضاً (15115)   5۔ ایضاً (15116)

6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 379 (15106)   7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85

6۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 215 (6894)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

متفقہ طور پر مسلمانوں، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا حج چھ دنوں میں ہوا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوم الحج الاکبر کے بارے پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور اہل ملل کا حج باہم مل گئے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں فرمایا: یہ حج اکبر کا سال ہے۔ فرمایا: مسلمانوں کا حج اور مشرکین کا حج لگاتار تین دنوں میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس مسلمانوں، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا حج مسلسل تین دنوں میں جمع ہو گیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس سال سے پہلے یہ اس طرح جمع نہیں ہوا اور نہ ہی قیامت قائم ہونے تک اس کے بعد جمع ہو گا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حج اکبر کے بارے سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: تمہیں اور حج اکبر کو کیا ہے؟ یہ اس سال تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نائب بنایا اور آپ نے لوگوں کو حج پڑھایا۔ اس میں مسلمان اور مشرکین سب اکٹھے تھے اس لیے اس کا نام حج اکبر رکھا گیا اور یہود و نصاریٰ کی عید باہم موافق ہو گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ سے مراد یوم نحر کے بعد متصل دوسرا دن ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ امام اس میں خطبہ دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ کا دن) کو فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو الصہباء البکری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ یوم عرفہ ہے۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوم عرفہ حج اکبر کا دن ہے۔ یہ فخر و مباہاۃ کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں میں اہل زمین کے بارے اظہار فخر فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے وہ میرے پاس پراگندہ حال اور غبار آلود ہو کر آئے ہیں وہ میرے ساتھ ایمان لائے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور بالضرور ان کی مغفرت فرماؤں گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت معقل بن داؤد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عرفہ کے دن

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا یہ حج اکبر ہے تو حج اصغر کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: رمضان المبارک میں عمرہ کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہا جاتا ہے عمرہ بھی حج اصغر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ کی تفسیر میں ابو عبیدہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی ان سے بری ہے۔

امام ابو بکر محمد بن قاسم انباری نے کتاب الوقف والابتداء میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا اور کہا: کون مجھے وہ پڑھائے گا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے؟ تو اسے ایک آدمی نے پڑھایا أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلِهٖ اس نے رسولہ کا لفظ جر یعنی زیر کے ساتھ پڑھا۔ تو اعرابی نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے بری ہو گیا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا۔ جب اعرابی کی یہ گفتگو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور کہا: اے اعرابی! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے بری الذمہ ہو جائے گا؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں مدینہ طیبہ آیا اور میں قرآن کریم نہیں جانتا تھا۔ تو میں نے پوچھا: مجھے کون پڑھائے گا؟ ایک آدمی نے مجھے یہ سورۂ برات پڑھائی اور اس نے پڑھا أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلِهٖ تو میں نے کہا: اگر اللہ اپنے رسول ﷺ سے بری ہوگا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی! یہ اس طرح نہیں ہے۔ تو اس نے استفسار کیا: اے امیر المومنین! یہ کیسے ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا: أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ تو پھر اعرابی نے کہا: قسم بخدا! میں بھی اس سے برات کا اظہار کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ نے برات کا اظہار فرمایا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم صادر فرما دیا کہ علم لغت کے سوا لوگوں کو کوئی نہ پڑھائے اور آپ نے ابو الاسود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے علم نحو وضع کیا۔

ابن الانباری نے عباد مہلبی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابو الاسود دؤلی نے ایک آدمی کو وَرَسُوْلِهٖ کے الفاظ کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: میں یہ وسعت اور صلاحیت رکھتا ہوں کہ ایسے اصول وضع کروں جن کے سبب ایسی غلطی کی اصلاح ہو جائے یا اسی مفہوم کا کوئی کلام انہوں نے فرمایا۔ رہا یہ ارشاد خداوندی وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے محمد بن مسعود سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا: کیا بشارت مکروہ اور ناپسندیدہ شے کے بارے ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

"پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں اور گرفتار کرو انہیں اور گھیرے میں لے لو انہیں اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ۔ پھر اگر یہ توبہ کر لیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اشہر حرام سے مراد چار مہینے ہیں ذوالحج کے بیس دن محرم صفر ربیع الاول اور ربیع الثانی کے بیس دن۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اشہر حرام سے مراد ذوالقعدہ کے دس دن، ذوالحج اور محرم ہیں اور یہ ستر راتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اشہر حرام سے مراد وہی چار ہیں جن کے بارے یہ فرمایا فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (براءۃ: 2)

ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اشہر حرام کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یوم نحر کے بعد چار ماہ کا معاہدہ ہوا تھا۔ ان کے لیے تو ان کے عہد کی یہ مدت تھی اور جن کا کوئی عہد نہیں تھا ان کے لیے محرم گزرنے کی مہلت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا: جب یہ مدت گزر جائے تو آپ ان سے حل و حرم اور بیت اللہ کے پاس بھی قتال کریں یہاں تک کہ وہ یہ شہادت دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کتاب اللہ میں ہر آیت جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین میں سے کسی کے درمیان معاہدے کا ذکر ہے اس کے اور ہر قسم کے عہد کے منسوخ ہونے کی مدت سورۂ براءت ہے کیونکہ فرمایا فَخُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: وَ احْصُرُوْهُمْ کا معنی ہے ان پر حالات تنگ کر دو اور وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ کا معنی ہے کہ تم انہیں نہ چھوڑو کہ وہ شہروں میں پھرتے رہیں اور نہ ہی تم انہیں تجارت کے لیے نکلنے دو۔

ابن ابی حاتم نے ابو عمران جونی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں رباط (چھاؤنی یا دشمن کے مقابلے کے لیے لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ) کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَخُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس میں استثناء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ اور مزید فرمایا وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ (التوبہ: 7)

امام ابن ماجہ، محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں، بزار، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ربیع بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو رسل عظام لے کر آئے اور انہوں نے باتوں کی تیزی اور خواہشات کے اختلاف سے قبل اپنے رب کی جانب سے اس کی تبلیغ فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے جو اس آیت کے آخر میں نازل ہوا: فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ فرمایا ان کی توبہ سے مراد جن کو توڑنا (ان کی پوجا پاٹ کو چھوڑنا) اور اپنے رب کی عبادت کرنا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس آیت نے اہل مکہ کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک مسلمان جن پر زکوٰۃ ہے، ایک مشرک جن پر جزیہ ہے اور ایک گروہ حربیوں کا ہے جنہیں تجارت کے لیے پناہ اور امن دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مال کا عشر (دسواں حصہ) ادا کریں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا پھر طائف کی جانب چلے گئے اور ان کا آٹھ یا سات دن تک محاصرہ کیا، پھر صبح و شام سفر کیا، پھر ایک جگہ نزول فرمایا، پھر دوپہر کے وقت سفر کیا، پھر فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے لیے فرط ہوں اور میں اپنی اہل بیت کے بارے تمہیں بھلائی اور خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ تم سے ملاقات حوض پر ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بضرور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے یا تمہاری طرف میں اپنی جانب سے کوئی آدمی بھیجوں گا یا وہ میری طرح ہی ہوگا اور وہ ان میں سے قتال کرنے والوں کی گردنیں مار دے گا اور ان کی اولادوں کو قید کرے گا۔ پس لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ابو بکر ہیں یا عمر رضی اللہ عنہما تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: وہ یہ ہے۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

ابن سعد نے عبد الرحمن بن ربیع ظفری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کلام سنے اور اس کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ اسلام قبول کرے تو یہ وہی ہے جس کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اگر وہ انکار کرے اور اس کا اقرار نہ کرے تو اسے اس کی امن گاہ تک لوٹا دو۔ پھر اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا: وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (التوبہ:36)

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں قریش کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ سے مراد قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین میں سے بعض لوگوں نے معاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ضمرہ بن بکر اور کنانہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام کے پاس ان سے معاہدہ کیا اور اس کی مدت چار مہینے مقرر فرمائی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اس میں فرمایا جارہا ہے جب تک انہوں نے آپ کا عہد پورا کیا سو تم بھی ان کا عہد پورا کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد خزیمہ بن فلاں ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاہدہ حدیبیہ کے دن ہوا۔ اور فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ قائم نہیں رہے اور انہوں نے تمہارا معاہدہ توڑ دیا اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفاء بنی خزاعہ کے خلاف قریش کے حلفاء بنی بکر کی اعانت و مدد کی۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ

"کیونکر (ان کے معاہدہ کا لحاظ رکھا جائے) حالانکہ اگر وہ غالب آجائیں تم پر تو نہ لحاظ کریں تمہارے بارے میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا۔ راضی کرنا چاہتے ہیں تمہیں (صرف) اپنے منہ (کی باتوں) سے اور انکار کر رہے ہیں ان کے دل اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اِلًّا سے مراد اللہ عزوجل ہے۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلًّا سے مراد اللہ ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا کہ مجھے قول باری

تعالیٰ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً کے بارے بتائیے تو آپ نے فرمایا اِلًّا سے مراد قرابت اور رشتہ داری ہے اور ذمہ سے مراد عہد ہے۔ انہوں نے عرض کی: کیا عرب اس معنی کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا۔

جَزَى اللّٰهُ إِلًّا كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ　　　جَزَاءَ ظَلُومٍ لَا يُؤَخَّرُ عَاجِلًا

''خبردار سنو! میرے اور ان کے درمیان رشتہ قائم ہے اللہ تعالیٰ اس کی جزاء عطا فرمائے اس ظالم کی جزاء کی طرح جس میں تاخیر نہیں کی جاتی''۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والابتداء میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بتائیے لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (توبہ: 10) تو آپ نے فرمایا: اس میں اِلًّا سے مراد رشتہ داری ہے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں کہا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّ إِلَّكَ مِنْ قُرَيْشٍ　　　كَإِلِّ السَّقْبِ مِنْ رَأْلِ النَّعَامِ

''تیری عمر کی قسم! بلاشبہ تیری رشتہ داری قریش سے اسی طرح ہے جیسے اونٹ کے نوزائیدہ بچے کا تعلق شتر مرغ کی رال سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی مذمت بیان کی ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝

''انہوں نے بیچ دیں اللہ کی آیتیں تھوڑی سی قیمت پر۔ (مزید برآں) روکا انہوں نے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔ بے شک وہ بہت برا کام جو وہ کیا کرتے تھے۔ نہیں لحاظ کرتے کسی مومن کے حق میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی وعدہ کا۔ اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابو سفیان بن حرب نے اپنے حلیفوں کو کھانا کھلایا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حلفاء کو چھوڑ دیا۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَ

وَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝

"پس اگر یہ توبہ کر لیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوۃ تو تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں (اپنی) آیتیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے تحت میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ۝

"اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے معاہدہ کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین پر تو جنگ کرو کفر کے پیشواؤں سے بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ (انہی سے جنگ کرو) تاکہ یہ لوگ (عہد شکنی سے) باز آجائیں"۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَیْمَانَهُمْ سے مراد ان کے عہد اور وعدے ہیں (یعنی) اگر یہ لوگ اپنے وعدے توڑ دیں اب۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما رہا ہے کہ اگر وہ اس عہد کو توڑ دیں جو آپ کے اور ان کے درمیان ہے تو پھر ان سے قتال کرو کیونکہ وہ کافروں کے سردار اور راہنما ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد ابو سفیان بن حرب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور سہیل بن عمرو ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا قصد کیا (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد ابو سفیان ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد سرداران قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 102-103، داراحیاء التراث العربی بیروت

میں سے ابوسفیان بن حرب بھی ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد الدیلم ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس یہ آیت ذکر کی ہے تو آپ نے کہا: اس کے بعد اس آیت کے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن وہب نے فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ کے ضمن میں کہا ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اس آیت کے اصحاب میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہیں اور منافقین میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی: بلاشبہ تم تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہو، ہمیں ان امور کے بارے بتایئے جنہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں کو پھاڑتے ہیں اور ہماری نفیس اور قیمتی چیزیں چرا لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں ان میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ انہی میں سے ایک وہ شیخ کبیر ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اس کی ٹھنڈک کو محسوس نہ کرے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان لوگوں میں تھے جنہیں آپ نے شام کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم عنقریب ایک قوم کو پاؤ گے جن کے سر مونڈے ہوئے ہوں گے۔ پس تم تلواروں کے ساتھ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ کو مارو۔ قسم بخدا! اگر میں ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دوں تو وہ میرے نزدیک ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے ستر افراد کو قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے کہ ان کا کوئی عہد نہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی کہا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے ان لوگوں کا کوئی عہد نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس کی اہل میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا: وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ۔ الآیہ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد کا گزر خوارج میں سے ایک آدمی کے پاس ہوا تو خارجی نے حضرت سعد کو کہا: یہ ائمہ کفر میں سے ہے۔ تو جواباً حضرت سعد نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے، میں نے ائمہ کفر کے ساتھ قتال کیا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 183 (4557)، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 103

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

"کیا نہیں جنگ کرو گے تم اس قوم کے ساتھ جنہوں نے توڑ ڈالا اپنی قسموں کو اور ارادہ کیا انہوں نے رسول کو نکال دینے کا اور انہیں نے آغاز کیا تھا تم پر (زیادتی کا) پہلی مرتبہ۔ کیا تم ڈرتے ہو ان سے (سنو) اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر ہو تم (سچے) ایمان دار۔ جنگ کرو ان سے عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے اور رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلے میں اور (یوں) صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینوں کو جو اہل ایمان ہے اور (یوں) دور کر دے گا غصہ ان کے دلوں کا۔ اور اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے"۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں قوماً سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حلفاء کے ساتھ قتال کیا اور آپ ﷺ کو نکال دینے کا قصد کیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ ہجرت کا سال اس کے بعد حدیبیہ کا سال حضور نبی کریم ﷺ کے گذرنے کا سال ہے۔ تو انہوں نے اپنے لوگوں میں یہ فیصلہ کیا کہ جب وہ مکہ میں داخل ہوں گے تو آپ ﷺ وہاں سے نکال دیں گے۔ پس یہی ان کا آپ ﷺ کو نکالنے کا قصد تھا۔ بنی خزاعہ نے اس میں ان کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ پس جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو قریش نے خزاعہ کو کہا: تم نے ہمیں آپ کو نکالنے سے اندھا کر دیا؟ لہٰذا انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے کئی آدمیوں کو قتل کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ آیت قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہی تو خزاعہ ہیں، ان کے سینے بنی بکر سے صحت مند ہوں گے اور وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ کے بارے کہا: کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی بکر نے انہیں (بنی خزاعہ کو) قتل کیا اور قریش نے ان کی امداد کی۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ آیت بنی خزاعہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں بنی بکر کے ساتھ جنگ شروع کی۔

امام ابن اسحاق اور بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا: حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان صلح ہوئی۔ اس میں یہ تھا کہ اگر کوئی حضور نبی کریم ﷺ کے معاہدہ اور عہد میں داخل ہونا چاہے تو وہ اس میں داخل ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ معاہدہ اور عقد میں داخل ہونا چاہے وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اس میں بنی خزاعہ تیزی سے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوں گے۔ بنو بکر اٹھے تو انہوں نے کہا: ہم قریش کے عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ پس وہ سترہ یا اٹھارہ مہینے پرسکون انداز میں ٹھہرے رہے۔ بعد ازاں وہ بنی بکر جو قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہوئے تھے انہوں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں شامل ہونے والے بنی خزاعہ کے پانی پر قبضہ کر لیا۔ پانی کے اس مقام کو وتیر کہا جاتا ہے جو کہ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے۔ قریش نے کہا: محمد ﷺ کو ہمارے بارے میں علم نہیں ہوگا۔ یہ رات کا وقت ہے۔ کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ہتھیاروں اور اسلحہ کے ساتھ ان کی معاونت کی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف کینہ اور بغض رکھتے ہوئے ان کے ساتھ باقاعدہ قتال میں شریک ہوئے۔ چنانچہ عمرو بن سالم اسی وقت سوار ہوا جو کہ خزاعہ اور بنی بکر کے مابین وتیر کا معاملہ پیش آیا، یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا اور اس نے آکر چند اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا　　حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

"اے پروردگار! میں محمد ﷺ کو اپنے اور ان کے آباؤ اجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں"۔

قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَكُنَّا وَالِدًا　　ثُمَّتَ اَسْلَمْنَا وَلَمْ نَنْزِعْ یَدًا

"اے محمد اور آل محمد! تم ہماری ہی نسل ہو اور ہمارے اندر کے لوگ تمہیں جننے والے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اسلام اختیار کیا اور اپنا ہاتھ نہیں کھینچا"۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَعْتَدَا　　وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدَا

"پس اللہ آپ کو ہدایت دے، آپ ہماری فوری مدد فرمائیے اور اللہ کے بندوں کو بلائیے کہ وہ ہماری کمک کے لیے حاضر ہو جائیں"۔

فِیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا　　اِنْ سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

"ان بندگان خدا میں اللہ کے رسول موجود ہیں جو با عدد و منفرد ہستی رکھتے ہیں، اگر تم حسن و جمال (دیکھنا) چاہو تو آپ کا چہرہ بدر منیر بن کر ظاہر ہوا ہے"۔

فِیْ فَیْلَقٍ كَالْبَحْرِ یَجْرِیْ مُزْبِدَا　　اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے نماز کی اذان سنی پھر اس کا جواب نہ دیا اور مسجد میں آیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الآیہ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا قصد کرتا ہوں۔ پھر جب میں اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں، میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کی طرف دیکھتا ہوں تو ان سے اسے پھیر لیتا ہوں۔ ”اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَهُمُّ بِاَهْلِ الْاَرْضِ عَذَابًا، فَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى عُمَّارِ بُيُوْتِيْ، وَالْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ، صَرَفْتُ عَنْهُمْ“

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک میرے وہ بندے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہیں جو میری رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور وہ جو میری مساجد کو آباد کرتے ہیں اور وہ جو سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ وہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں اپنی مخلوق کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو ان کا ذکر کرتا ہوں اور اپنی مخلوق سے اپنا عذاب پھیر دیتا ہوں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بزار اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اے میرے بھائی! چاہیے کہ مسجد تیرا گھر ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راحت، سکون اور پل صراط سے رب کریم کی رضا کی طرف گزرنے کی ضمانت دی ہے جن کے گھر مساجد ہیں۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہا جاتا ہے مسلمان کا لباس (حسن) صرف تین چیزوں میں ہے: ایک مسجد میں جسے وہ آباد کرتا ہے یا گھر میں جہاں وہ رہتا ہے یا پھر اپنے رب کے فضل سے رزق تلاش کرنے میں۔

امام ابوبکر عبدالرحمن بن قاسم بن فرج ہاشمی رحمہ اللہ اپنے جزء میں جو کہ ابو مسہر کے نسخہ سے مشہور ہے، حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مساجد عظیم اور قابل تکریم لوگوں کی مجالس ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک مساجد کے لیے اوتاد ہیں، ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں، اگر وہ غائب ہوں تو وہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو وہ ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد میں بیٹھنے والا تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے: وہ ایسا بھائی ہے جس سے استفادہ کیا جاتا ہے یا وہ ایسا کلمہ ہے جو محکم اور معقول ہے یا وہ ایسی رحمت

ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ان کی زیارت کرنے والے کو عزت و تکریم سے نوازے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے خبر دی ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو ان کی زیارت کے لیے ان میں آئے وہ اسے عزت و تکریم سے نوازے۔

امام بزار، ابو یعلیٰ، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آسمان سے آفت (عذاب) نازل کیا جائے تو اسے مساجد کو آباد کرنے والوں کے سبب پھیر دیا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: بلاشبہ مساجد کے اوتاد ہیں اور وہ انہیں آباد کرنے والے (لوگ) ہیں۔ ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں جب بھی وہ غائب ہوں تو ملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ملائکہ ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور اگر کوئی انہیں حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عدی رحمہما اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسجد سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے ہمیشہ مسجد کی طرف آنا جانا رکھا تو وہ ایسے بھائی کو پالیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایسا علم پاتا ہے جو انتہائی عمدہ اور اعلیٰ ہے اور ایسا کلمہ پالیتا ہے جو اسے ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے اور ایسا کلمہ پاتا ہے جو اسے ردی اور گھٹیا کام سے پھیر دیتا ہے اور وہ حیا اور خشیت کے سبب گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے یا نعمت کو پالیتا ہے یا رحمت منتظرہ کو پالیتا ہے (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد میں آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے۔ اور جس کی زیارت کی جائے اس پر یہ حق ہے کہ وہ زائر کو تکریم سے نوازے۔ ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں یہی روایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے (4)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 134 (2025)، دار الفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 171 (10324)، مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 88 (2752)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 254 (6139)

فرمایا: راتوں کی تاریکی میں چلنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی بشارت دے دو۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی رات کی تاریکی میں مساجد کی طرف چل کر گیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رات کے وقت اندھیرے میں مساجد کی طرف چل کر جانے والوں کو بشارت دے دو کہ قیامت کے دن انہیں نور کے منبر عطا ہوں گے، جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے تو اس وقت ان پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی(2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح و شام مسجد کی طرف آنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے میں سے ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن معقل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم کہا کرتے تھے کہ مسجد شیطان سے بچنے کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ وہ اہل آسمان کے لیے اسی طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جیسے اہل زمین کے لیے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں(4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے زیادہ وسیع گھر بنائے گا۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت بشر بن حیان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہم مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرے اور سلام فرمایا اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے افضل و اعلیٰ گھر جنت میں بنائے گا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بزار رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اگرچہ وہ اس گھونسلے کی طرح ہو جو سنگخوار انڈے دینے کے لیے بناتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا(6)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اور اس سے ریاء اور شہرت کا ارادہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا(7)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 149 (2084)، دارالفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 142 (7633)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 78، (7739)
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 113 (1947)، دارالفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 88، (213)
6۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 111 (1937)
7۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 224 (7889)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مال حلال سے اس لیے ایک گھر تعمیر کیا کہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اگرچہ وہ کونج کے انڈے دینے کے گڑھے کی مثل ہی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مساجد بناؤ اور انہیں غیر کے تصرف سے محفوظ جگہ بناؤ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مساجد بنائیں اور عزت و شرف والے شہر تعمیر کریں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جس پر کنگرے بنائے گئے ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مساجد کثیر تعداد میں بنانا اور لوگوں کی عزت و شرف زمانے کی جدت و ایجاد میں سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ کہا جاتا ہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں وہ مساجد بنائیں گے اور ان کے ساتھ فخر کریں گے اور انہیں بچاتے والے قلیل ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد کی عمارت کو بہت بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اپنی مساجد کی زیب و آرائش اس طرح کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو آراستہ کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنی مساجد کی زیب و آرائش کرو گے اور اپنے مصاحف کو زیورات سے آراستہ کرو گے تو پھر تم پر ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے مسند الشامیین میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 11 (1540)، دار الفکر بیروت

کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل (چراغ) لٹکائی ستر ہزار فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے وہ اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

امام حمید بن زنجویہ رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد میں چراغ روشن کیا، جب تک اس کی روشنی اس مسجد میں رہے ملائکہ اور حاملین عرش اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

امام ابوبکر الشافعی نے فوائد میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر نکالو" میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے "مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر نکالنا حوروں کا مہر ہے" مزید میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے ایک راستے سے گزرا تو آپ ﷺ نے مٹی سے ڈھکا ہوا ایک قبہ دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ فلاں کا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تعمیر اپنے مالک پر قیامت کے دن بھاری ہوگی سوائے مسجد کی تعمیر کے۔ پھر آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرے تو وہ قبہ نہ دیکھا، پوچھا: اس کے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے عرض کی: جو بات آپ نے فرمائی تھی وہ اس کے مالک تک پہنچی تو اس نے اسے گرا دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔(1)

امام احمد نے الزہد میں اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پھر جب میں قرآن کے معلموں، مساجد کو آباد کرنے والوں اور فرزندان اسلام کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا غضب ٹھنڈا ہو کر سکون میں بدل جاتا ہے۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ

1۔ درمنثور، جلد 3، صفحہ 220، دار صادر بیروت

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

"کیا تم نے ٹھہرا لیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روز قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ میں۔ وہ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور وہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں"۔

امام مسلم، ابو داؤد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: بلکہ مسجد حرام کو آباد کرنے کے سوا (کوئی عمل نہ کروں)۔ ایک اور نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ان اعمال سے بھی افضل ہے جن کا ذکر تم نے کیا ہے۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ فرمایا: لیکن جب تم نماز جمعہ پڑھ لو گے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان سے اس کے بارے استفسار کروں گا جس میں تم نے اختلاف کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ تا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین نے کہا: بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا ایمان لانے اور جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ وہ حرم پاک کے ساتھ فخر کرتے تھے اور وہ اس بات پر خوب اپنی برتری اور تکبر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ اہل حرم ہیں اور اسے آباد کرنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تکبر کرنے اور (حق سے) اعراض کرنے کا ذکر کیا اور مشرکین میں سے اہل حرم کے بارے فرمایا: قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿ مُسْتَكْبِرِیْنَ ﴾ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ (المومنون) "(وہ وقت یاد کرو) جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پھر جایا کرتے تھے غرور و تکبر کرتے ہوئے (بیت اللہ کے صحن میں حرم میں) تم داستان سرائی کیا کرتے تھے اور قرآن کی شان میں بکواس کیا کرتے تھے"۔ یعنی وہ حرم پاک کے ساتھ غرور و تکبر کیا کرتے تھے اور وہاں قصے کہانیاں بیان کرتے تھے اور قرآن کریم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے غلط گفتگو کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کرنا مشرکین کے بیت اللہ کو آباد کرنے اور پانی پلانے کا انتظام کرنے سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ شرک کے ہوتے ہوئے ان کے لیے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفع بخش نہیں اگرچہ وہ اس کے گھر کو آباد کرتے رہیں اور اس کی خدمت بجا لاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا یَسْتَوٗنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 103، داراحیاء التراث العربی بیروت

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ یعنی یہ لوگ جن کا گمان ہے کہ وہ بیت اللہ کو آباد کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے شرک کے سبب انہیں ظالم قرار دیا ہے تو بیت اللہ شریف کو آباد کرنا انہیں کسی قسم کا فائدہ اور نفع نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب غزوہ بدر میں قید ہوئے تو انہوں نے کہا: اگر تم اسلام قبول کرنے، ہجرت اور جہاد کرنے میں ہم سے سبقت لے چکے ہو تو ہم بھی مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہم قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ ... الآیہ۔ یعنی ان کا یہ عمل حالت شرک میں ہے اور میں حالت شرک میں کی گئی کوئی نیکی قبول نہیں کرتا (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں کے مابین تنازعہ ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں اور تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہو اور میں حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما دی۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرات علی، عباس، عثمان اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے اسی بارے میں کلام کیا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا: اگر تم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: کیا میں ہجرت سے افضل کام نہیں کر رہا؟ کیا میں حجاج کو پانی نہیں پلاتا ہوں اور مسجد حرام کو آباد نہیں کرتا ہوں؟ تب یہ ارشاد نازل ہوا: اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ پر افضل و اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے چچا جان! کیا آپ ہجرت نہیں کریں گے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آکر سکونت اختیار نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں مسجد حرام کو آباد کرتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی دربانی کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 105
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 110

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ کی تفسیر میں فرمایا: انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ پانی پلانے والوں اور دربانی کا پیشہ کرنے والوں کو بلائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم انہیں نہ بلاؤ کیونکہ تمہارے لیے اس میں بڑائی اور بھلائی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پانی پیا کرو کیونکہ وہ سنت ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: کیونکہ وہ بھی حج کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

امام بخاری، مسلم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبیل کے پاس تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی لاؤ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ اپنے ہاتھ اس میں ڈالتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر آپ زمزم کے پاس آئے اور وہ وہاں پانی پلا رہے تھے اور کام کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرو کیونکہ تم صالح اور نیک کام کر رہے ہو۔ اگر تم غالب نہ آ جاؤ تو میں اتروں گا یہاں تک کہ رسی اس پر رکھ دوں گا۔ آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے اور ہمارے موالی کے لیے اذان، بنی ہاشم کے لیے پانی پلانا اور بنی عبدالدار کے لیے دربانی مقرر فرمائی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سے پوچھیے کیا ہم آپ کے لیے وہ پانی نہ لائیں جو آپ کے لیے تیار ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پس انہوں نے مجھے سیراب کیا اور آپ ﷺ کو پانی پلایا۔ پھر آپ زمزم کے پاس آئے اور فرمایا: میرے لیے اس میں سے ایک ڈول نکالو۔ چنانچہ انہوں نے اس سے ایک ڈول نکالا۔ تو آپ نے اس سے کلی فرمائی پھر وہ (پانی) اس میں پھینک دیا۔ پھر فرمایا: تم دوبارہ نکالو۔ پھر فرمایا: بلاشبہ تم عمل صالح میں مشغول ہو۔ پھر فرمایا: اگر تم اس پر غالب نہ آ گئے تو میں اس پر اتروں گا اور تمہارے ساتھ ڈول نکالوں گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن تمام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا: تمہاری اس کشمش کی نبیذ کے بارے کیا خیال ہے جو تم لوگوں کو پلاتے ہو۔ کیا تم اسے سنت سمجھتے ہو یا اس لیے کہ تم اسے شہد اور دودھ کے مقابلہ میں آسانی سے پا لیتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگوں کو پلا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی پلائیے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کشمش کی نبیذ منگوائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے تھوڑی سی لے

1۔ سنن کبریٰ، جلد 1، صفحہ 1647(1747)، دارالکتب العلمیہ بیروت

نہیں تھا۔ اس وقت قریش کے بعض لوگوں نے ان دونوں کو بے وقوف کہنا شروع کر دیا اور ان سے جھگڑنے لگے اور لڑنا شروع کر دیا اور قریش کے بعض افراد نے اس سے روکنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ آپ کی نسبی آزادی، صداقت اور ان کے دین کے بارے میں آپ کی محنت و کوشش سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے کھدائی مکمل کر لی اور آپ پر اذیت و تکلیف بھی شدید ہوگئی۔ تو آپ نے نذر مانی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو قربان کریں گے پھر آپ اسے کھودتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وہ تلواریں پالیں جو چشمہ زمزم کو بند کرتے وقت اس میں دفن کی گئی تھیں۔ پس جب قریش نے دیکھا کہ آپ نے تلواریں پالی ہیں۔ تو کہنے لگے: اے عبد المطلب! ہم کو جو آپ نے پایا ہے اس میں سے ہمیں بھی عطا کیجئے۔ تو حضرت عبد المطلب نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تلواریں ہیں۔ پس آپ کھودتے رہے یہاں تک کہ زمین سے پانی نکلنے لگا اور اتنا چشمہ ابلنے لگا کہ سارا پانی باہر نہیں نکالا جا سکتا تھا۔ پھر آپ نے اس پر ایک حوض تعمیر کیا اور آپ اپنے بیٹے کے ہمراہ ڈول نکال نکال کر اس حوض کو بھر دیتے اور حاجی اس سے پانی پیتے تھے۔ قریش کے بعض لوگ حسد کی بنا پر اسے توڑ دیتے تھے اور حضرت عبد المطلب صبح کے وقت اسے پھر درست کر دیتے اور اس کی مرمت کر دیتے تھے۔ جب انہوں نے اکثر حوض کو خراب کرنا شروع کر دیا تو حضرت عبد المطلب نے اپنے رب سے دعا کی پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو کہا گیا: "کہو اے اللہ! میں اس پانی کو غسل کرنے والے کے لیے حلال قرار نہیں دیتا البتہ پینے والوں کے لیے حلال اور شفا ہے۔ پھر میں ان کے لیے کافی ہوں"۔ پس حضرت عبد المطلب اٹھے جب کہ قریش نے مسجد میں اختلاف کر دیا اور آپ نے ان کلمات سے دعا مانگی جو خواب میں دیکھے تھے۔ پھر واپس لوٹ آئے۔ پھر قریش میں سے جس کسی نے بھی آپ کا حوض خراب کرنے کی کوشش کی اس کا جسم بیماری میں مبتلا ہوگیا یہاں تک کہ انہوں نے آپ کا حوض اور اس سے پانی پینا چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عبد المطلب نے عورتوں سے شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹوں کی ایک جماعت عطا فرمائی۔ تو انہوں نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے اللہ! بلاشبہ میں نے تیری خوشنودی کے لیے ان میں سے ایک بیٹا قربان کرنے کی نذر مانی تھی۔ اب میں ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جسے تو چاہے گا میں اسے قربانی کر کے اپنی نذر پوری کروں گا۔ سو آپ نے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو حضرت عبد اللہ کے نام پر قرعہ نکلا۔ یہ آپ کے انتہائی محبوب اور لاڈلے بیٹے تھے۔ تو پھر حضرت عبد المطلب نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے اللہ! تیرے نزدیک عبد اللہ زیادہ پسند ہے یا سو اونٹوں کی قربانی؟ چنانچہ پھر آپ نے حضرت عبد اللہ اور سو اونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کی۔ تو قرعہ سو اونٹوں کے حق میں نکلا۔ تو حضرت عبد المطلب نے انہیں ذبح کر کے اپنی نذر پوری کر دی۔

امام ازرقی اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت عبد المطلب نے کہا: میں مقام حجر میں سویا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: زمزم کا کنواں کھودو۔ تو میں نے کہا: زمزم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہ اس کا سارا پانی نکالا جا سکے گا اور نہ اسے کم کیا جا سکے گا اور قریۃ النمل کے پاس حاجیوں کا انبوہ کثیر اس سے سیراب ہوگا۔ آپ نے کہا: جب اس کی کیفیت آپ پر ظاہر ہوگئی اور اس نے اس کے محل وقوع پر

ساتھیوں نے تکبیر بلند کی اور پھر اللہ اکبر کہا۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی خوب سیر ہو کر وہ پانی پیا حتیٰ کہ اپنے مشکیزے بھی بھر لیے پھر آپ چلے حتیٰ کہ قبائل کے افراد کو بھی بلایا اور فرمایا: آجاؤ پانی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے سیراب فرمایا ہے۔ تو تم بھی سیراب ہو اور اپنے مشکیزے بھر لو۔ پس کہا ان جھگڑا کرنے والے قبائل نے آپ سے: قسم بخدا اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے۔ قسم بخدا ہم زمزم کے بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ وہ اپنے پانی پلانے کے مقام کی جانب بڑی خوشی کے ساتھ لوٹ چلے۔ پھر آپ بھی اور آپ کے ساتھی واپس آئے اور ان کا بعد تک نہ پہنچے اور وہ زمزم اور آپ کے درمیان سے ایک طرف ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، محمد بن نصر، فاکہی نے تاریخ مکہ میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابو الزبیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے مفید ہے جس کے لیے اس کو پیا جائے (1)۔

امام مستغفری رحمہ اللہ نے طب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اس شے کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے اسے پیا جائے۔ جس نے مرض کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا، جس نے بھوک کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے سیر کرے گا اور جس نے کسی حاجت کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دے گا۔

امام دینوری رحمہ اللہ نے المجالسہ میں حمیدی رحمہ اللہ سے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم ابن عیینہ کے پاس تھے تو انہوں نے ہمارے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے تو مجلس سے ایک آدمی اٹھ کر گیا اور پھر واپس لوٹ آیا تو اس نے کہا: اے ابو محمد! آب زمزم کے بارے میں جو حدیث آپ نے ہمیں بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟ تو اس آدمی نے جواب دیا: میں نے ابھی زمزم کا ایک ڈول پیا ہے اس ارادہ سے کہ آپ سو حدیثیں مجھے بیان کرو گے۔ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے سو حدیثیں بیان فرما دیں۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے تاریخ مکہ میں عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا۔ جب انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کے پاس سے گزرے اور نکلے آپ صفا کی جانب جا رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے غلام! میرے لیے اس سے ایک ڈول نکالو۔ چنانچہ اس نے ڈول نکالا اور آپ نے پیا۔ بچا ہوا اپنے چہرے پر بھی ڈال لیا۔ پھر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے وہ پیا جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 357، دار صادر بیروت

اسے پناہ طلب کرنے کے لیے پیے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے پناہ عطا فرمادے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تیری پیاس ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو ختم فرمادے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تو سیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیر فرمادے گا۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عزیمت ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سقیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زمزم پیتے تو اس طرح دعا کرتے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ" (اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کی التجا کرتا ہوں)(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن ماجہ، طبرانی، دارقطنی، حاکم، جنہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عثمان بن الاسود رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا تو آپ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے زمزم پینا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تو اسے اس طرح پی جیسے اسے پینا چاہیے۔ اس نے پوچھا: اے ابن عباس! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: جب تو اسے پینے لگے تو منہ قبلہ شریف کی طرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا) اور تین سانسوں میں پینا اور خوب سیر ہو کر پینا۔ اور جب فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان یہ نشانی ہے کہ وہ آب زمزم سے سیر نہیں ہوں گے(2)۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زمزم کے چبوترہ پر تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول کا حکم دیا۔ پھر آپ نے اپنے بیے کنویں سے ایک ڈول نکالا اور اسے کنویں کے کنارے پر رکھا۔ پھر آپ نے ڈول کے نیچے کی جانب اپنا دست مبارک رکھا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر اس میں سے ایک گھونٹ پیا اور لمبی سانس نکالی اور اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا کی اور پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک گھونٹ اس سے پیا اور لمبی سانس لی مگر یہ پہلے کی نسبت کم تھا۔ پھر سر اوپر بلند کیا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا مانگی اور کہا بسم اللہ۔ پھر ایک گھونٹ پیا اور وہ دوسرے کی نسبت تھوڑا کم تھا۔ پھر سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خوب سیر ہو کر اس سے نہیں پیا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمزم کے پانی سے اپنی پسلیوں کو بھرنا (یعنی خوب سیر ہو کر پینا) نفاق سے براءت ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے انصار کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ ہم زمزم کے پانی سے ایک ڈول نکالیں اور اسے خوب سیر ہو کر پئیں۔ اور منافق کبھی بھی اس سے سیر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زمزم کے پانی سے پسلیوں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 646 (1739)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 112 (9111)، بیروت

کی گئی انبیاء کی جو نماز وہاں پڑھی گئی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میزاب رحمت کے نیچے۔ پھر عرض کی گئی: ابرار کا پانی کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زمزم کا پانی۔

امام ازرقی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: میں نے سنا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے: زمین میں بہترین پانی زمزم کا پانی ہے اور زمین میں سب سے خراب اور ناپسندیدہ پانی برہوت کا پانی ہے۔ برہوت حضر موت کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ایلیاء اور زمزم دونوں متعارف ہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک رات تقریباً نصف رات کے وقت زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جماعت کو دیکھا۔ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے ان کے کپڑوں کی طرح سفید کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ پس جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے ہمارے قریب نماز پڑھی۔ پھر ان میں سے ایک نے توجہ کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا: ہمارے ساتھ چلو ہم ابرار کے پانی سے پی لیں۔ وہ اٹھے اور زمزم کے پاس آئے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! اگر میں اس قوم پر داخل ہوں تو ان سے کچھ پوچھتا۔ سو میں اٹھا اور ان کے پاس آیا تو دیکھا ان میں کوئی بھی بشر (انسان) نہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ زمزم کے بارے میں انتہائی زیادہ رغبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عیال دار اپنے اہل و عیال کے ہمراہ صبح کے وقت آتے تھے اور زمزم کا پانی پیتے تھے۔ پس یہ ان کے لیے صبح کا ناشتہ بن جاتا اور ہم زمزم کو بچوں کے لیے مددگار اور معاون شمار کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ازرقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دور جاہلیت میں زمزم کو شباعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ یہ عیال دار لوگوں کے لیے اچھائی میں مددگار ہے۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ازرقی، بزار، ابو عوانہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تو کب سے یہاں ہے؟ میں نے عرض کی: پندرہ۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے کہا: تیس دن رات سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کھانا کون کھلاتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پاس زمزم کے پانی کے سوا کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں۔ میں اپنے جگر پر بھوک کی شدت نہیں پاتا۔ میرے پیٹ کی سلوٹیں ٹوٹ گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ متبرک ہے۔ خوش ذائقہ کھانا ہے(1)۔ طیالسی نے یہ زائد بھی لکھا ہے کہ یہ بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام ازرقی نے حضرت رباح بن اسود سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ جنگل میں تھا اور مجھے مکہ میں بیچ دیا گیا پھر مجھے آزاد کر دیا گیا۔ میں تین دن تک ٹھہرا رہا اور کھانے کے لیے میں نے کوئی چیز نہ پائی۔ میں اس دوران زمزم کا پانی پیتا رہا۔ ایک دن میں نے پیا تو میں نے اپنے دانتوں کے درمیان سے دودھ گزرنے کا ذائقہ پایا۔ مجھے گمان ہوا شاید میں سو

1۔ صحیح مسلم شرح نووی، کتاب فضائل صحابہ، جلد 22، صفحہ 15، صفحہ 26، دار الکتب العلمیہ بیروت

گیا ہوں۔ پھر میں چل پڑا تو میں اپنے محسوس کر رہا تھا کہ میرا پیٹ دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی قوت بھی موجود ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ریوڑ چرایا کرتے تھے اور عبادت گزار بھی تھے۔ پس جب انہیں پیاس لگتی تو وہ آب زمزم کی جھاگ میں دودھ پاتے اور جب وضو کرنا چاہتے تو اس میں پانی پاتے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے زمزم کے سوا تمام پانی اٹھا لے گا اور زمزم کے سوا تمام پانی نیچے دھنس جائیں گے اور زمین اپنے اندر چھپے ہوئے سونے چاندی کو باہر پھینک دے گی۔ ایک آدمی چمڑے کے برتن میں سونا چاندی ڈال کر لائے گا اور کہے گا: یہ مجھ سے کون قبول کرے گا؟ تو وہ کہے گا: اگر تو کل انہیں لے کر میرے پاس آتا تو میں قبول کر لیتا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں دیکھا کہ آپ بئر زمزم کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ غسل کرنے والے کے لیے میں اسے حلال نہیں کروں گا۔ یہ وضو کرنے والے اور پینے والے کے لیے حلال بھی ہے اور شفاء بھی۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسین رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف ماء زمزم کا ہدیہ طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو مشکیزے بھیجے۔

امام عبدالرزاق اور ازرقی ابن جریج رحمہم اللہ سے اور انہوں نے ابن ابی حسین سے جن کا نام عبداللہ ابن ابی عبدالرحمن ہے، سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: کہ اگر میرا گرامی نامہ رات کے وقت تجھے موصول ہو تو پھر صبح نہ ہونے دینا۔ اگر دن کے وقت موصول ہو تو پھر شام نہ ہونے دینا۔ یہاں تک کہ میری جانب زمزم کا پانی بھیج دو۔ پس انہوں نے دو مشکیزے بھرے اور ایک اونٹ پہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیئے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے زمزم کے پانی کا تحفہ طلب فرمایا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صغیر اور کبیر ہونے (کمزور اور بوڑھا ہونے) یا بھوک اور پیاس کی شدت کی شکایت کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کے وقت وہ پیش کیا جاتا اور آپ فرماتے: میں اس سے سیر ہونے کا ارادہ نہیں کرتا۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں قرآن کریم کی طرف دیکھنا، کعبہ معظمہ کی طرف دیکھنا، والدین کی زیارت کرنا، آب زمزم میں دیکھنا یہ گناہوں اور خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا۔

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 119 (9127)، المکتب الاسلامی بیروت

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آپ جب زمزم کا پانی پیتے تو کہتے یہ اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے اسے پیا جائے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی بھی زمزم کا پانی اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ سے بیماری کو ختم کر دیتا ہے اور جس نے پیاس کی وجہ سے پیا وہ سیراب ہو جائے گا اور جس نے بھوک کے سبب پیا تو وہ خوب سیر ہو جائے گا۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمزم کا پانی خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے (1)۔

امام فاکہی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں جاسوسی کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ کئی راتیں وہاں مقیم رہے اور زمزم کا پانی پیتے رہے۔ جب لوٹ کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہاری گزران کیسے رہی؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ زمزم کے پاس آتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بیماری کے لیے شفا ہے اور خوش ذائقہ کھانا ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی کو تحفہ عنایت فرمانا چاہتے تو آپ ﷺ اسے زمزم کا پانی پلاتے۔

امام فاکہی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو آپ اسے آب زمزم کا تحفہ دیتے اور آپ نے کسی قوم کو کھانا نہیں کھلایا مگر یہ کہ آپ نے انہیں زمزم کے پانی سے سیراب کیا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کے ساتھ جس کسی نے بھی مسابقت (دوڑ) میں مقابلہ کیا وہ اس سے سبقت لے گئے اور جس کسی نے ان کے ساتھ کشتی کی انہوں نے اسے پچھاڑ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمزم کے پانی سے اعراض کر لیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر لیں تو زمزم کے پاس آئیں وہاں سے خوب پئیں۔

امام سلفی نے طیوریات میں حضرت ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ زمزم ہمارا مشروب ہے اور حجر انبیاء کی جائے نماز ہے۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 118 (9122)، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

"خوشخبری دیتا ہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت اور اپنی خوشنودی کی اور ایسے باغات کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ ان میں ابد تک بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے"

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن معرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ پڑھا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر اور جو دوست بناتا ہے انہیں تم میں سے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں (اے حبیب!) آپ فرمائیے اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہجرت کا حکم دیا گیا تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور بنی عبد الدار کے بھائی طلحہ نے کہا: میں کعبہ کی دربانی کے فرائض ادا کرتا ہوں۔ لہٰذا ہم ہجرت نہیں کریں گے۔ تب یہ آیت نازل کی گئی: لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا کا معنی ہے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا کی تفسیر میں حضرت سدی کہتے ہیں اور تم کاروبار کے

مندا ہونے سے ڈرتے ہو اور اسے فروخت کرتے ہو۔ وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ یعنی وہ مکانات اور محل جنہیں تم پسند کرتے ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کا معنی یہ ہے کہ تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح کے سبب اپنا حکم ہجرت سے قبل لے آئے۔ یہ سب فتح مکہ سے پہلے ہوا۔

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے تو انہوں نے عرض کی: قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! آپ میری جان کے سوا ہر شے سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی۔ جب کہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے۔ پس نہ کام آئی تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے۔ پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے۔ پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی (خاص) تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ والی آیت اللہ تعالیٰ نے سورۂ براءت میں سے سب سے پہلے نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، سعید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سورۂ براءت میں سے مذکورہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہی اور انہیں غزوۂ تبوک کے لیے آمادہ کر دیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت میں اس مدد و نصرت کا ذکر ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ ان پر بہت سے مواقع میں احسان فرماتا رہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ "حنین" مکہ اور طائف کے درمیان پانی (کا چشمہ) ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہوازن اور ثقیف کے قبائل سے جنگ لڑی۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا اور ثقیف کا سردار عبد یالیل بن عمرو ثقفی تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے بعد نصف شوال تک وہاں مقیم رہے۔ ابھی اس سے پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ ہوازن اور ثقیف آگئے اور انہوں نے حنین میں پڑاؤ ڈال لیا۔ حنین ذوالمجاز کے پہلو میں ایک وادی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اہل مکہ اور اہل مدینہ جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! اب ہم جنگ لڑیں گے کیونکہ ہمارا لشکر بڑا جمع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس قول کو ناپسند فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔ پس جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی کسی کے مقابلہ میں نہ ٹھہرا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے قبائل عرب کو اپنی طرف بلانا شروع کیا۔ قسم بخدا! آپ ﷺ کی جانب کوئی بھی واپس نہ آیا یہاں تک کہ آپ نے اپنی جگہ خالی کر دی اور انصار کی جانب متوجہ ہوئے اور وہ اطراف میں تھے تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا: یا انصار اللہ و انصار رسولہ الی عباد اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ وہ آپ ﷺ پر لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! رب کعبہ کی قسم! ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا! انہوں نے اپنے سر جھکا دیے اور رو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی تلواریں چلانے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف انہیں فتح و کامرانی سے نوازا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے حنین کے دن کہا: ہم قلت تعداد کے سبب ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ بات ناگوار گزری۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ربیع نے کہا: اس وقت اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان میں سے دو ہزار اہل مکہ تھے (1)۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بغوی نے معجم میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابو عبد الرحمن فہری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے انتہائی شدید گرم دن میں سفر کیا۔ اس لیے درختوں کے سائے میں جا اترے جب سورج ڈھل گیا میں نے اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 123، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ" یا رسول اللہ! ﷺ کوچ کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہوئے فرمایا: اے بلال! وہ فوراً ببول کے درخت کے نیچے سے اٹھے، وہاں ان کا سایہ انتہائی گھنا تھا۔ اور عرض کی بندہ حاضر ہے "لبیک وسعدیک" میں آپ پر قربان جاؤں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ چنانچہ وہ گھوڑی کی پچھاڑی کے دو تکیے سے لائے جن میں اظہار تکبر وفخر نام کا نہ تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ہم نے ان سے لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ پکارنے لگے: "يَا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ" اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مجھے اس آدمی نے بتایا جو میری نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھا کہ آپ ﷺ نے ایک مشت مٹی کی اٹھائی اور قوم کے چہروں کی جانب سے پھینک دیا اور زبان سے ارشاد فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوهُ"۔۔۔ اور یعلی بن عطاء نے کہا ہے اور ہمیں ان کے بیٹوں نے اپنے آباء سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا مگر یہ کہ اس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے بھر گئے اور ہم نے آسمان سے گھنٹی کی آواز اس طرح سنی جیسے لوہے کے طبق پر لوہا لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ "فَلَمْ يَبْقَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا امْتَلَأَتْ عَيْنَاهُ وَفَمُهُ مِنَ التُّرَابِ" (1)

امام طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں غزوہ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ پس لوگ آپ ﷺ سے الٹے پاؤں بھاگ پڑے۔ حتی کہ آپ ﷺ کے پاس مہاجرین وانصار میں سے اسی افراد باقی رہ گئے۔ ہم تقریباً اسی قدموں کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ ہم پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور رحمت نازل فرمائی۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر مبارک پر تھے۔ آپ ﷺ چند قدم چلے اور فرمایا: مجھے ایک مشت مٹی کی دیجئے۔ چنانچہ میں نے وہ مٹی آپ ﷺ کو دی۔ تو آپ ﷺ نے (دشمن) کے چہروں پر پھینک دی۔ چنانچہ ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں اور مشرکین پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں بھاگ گئے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بنی ہوازن غزوہ حنین کے دن عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں کو ساتھ لے کر آئے اور انہوں نے انہیں بھی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ تاکہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی کثرت کا اظہار کریں۔ پھر مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ شروع ہوئی۔ تو مسلمان پیٹھیں پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ندا دی: "يَا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ" (اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں) پھر فرمایا: اے گروہ انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 141، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 128 (2549) دارالکتب العلمیہ بیروت

448

شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ حالانکہ ہم میں سے کسی نے تلوار چلائی اور نہ کسی نے تیر مارا(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن سعد، احمد، مسلم، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوہ حنین کے دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ تحقیق میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس میرے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے سوا کوئی نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ ﷺ سے جدا اور علیحدہ نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے اشہب (سفید) رنگ کے خچر پر تھے جو فروہ بن نعاثہ جذامی نے آپ کو بطور تحفہ اور ہدیہ پیش کیا تھا۔ پس جب مسلمانوں اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑانے لگے۔ میں اس کی لگام پکڑ کر اسے روک رہا تھا کہ وہ جلدی اور تیز رفتاری کے ساتھ نہ چلے۔ حالانکہ آپ تو مشرکین کی طرف انتہائی تیزی سے بڑھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس رضی اللہ عنہ! ببول والوں کو بلاؤ (اے اصحاب السمرة)! قسم بخدا! گویا ان پر اتنی مہربانی ہوئی جیسا کہ گائے اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے۔ جب انہوں نے میری آواز سنی تو وہ لبیک لبیک پکارتے نکل آئے۔ پس مسلمان آگئے اور کفار کے ساتھ ان کی جنگ شروع ہوگئی۔ آوازیں بلند ہوئیں اور وہ کہنے لگے: اے گروہ انصار! اے گروہ انصار! پھر بلاوا بنی حارث بن خزرج پر محدود ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا طویل وقت اپنے خچر پر گزر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تو جنگ خوب زوروں پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی جانب پھینک دیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ "کعبہ کے رب کی قسم! وہ شکست خوردہ ہو گئے۔" پھر میں دیکھنے لگا کہ جنگ ٹھنڈی پڑ گئی اور ایسا نہیں ہوا مگر تب ہی جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر کنکریاں پھینکیں۔ پھر میں مسلسل دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہو گئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا(2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے دن انصار کو بلایا اور فرمایا: اے گروہ انصار! انہوں نے جواباً عرض کی: لبیک یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پوری توجہ اور تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ۔ وہ تمہیں ایسے باغات (جنات) میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ سو وہ آگئے اور معرکہ میں ابھی کا ہوئے۔ انہوں نے تو اس جماعت کا گھیراؤ کر لیا جو گھمسان انداز میں تلواروں کو چلا کر جنگ لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کر دیا(3)۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 147 (2591)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 370 (5418)
3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 50 (4367)

عنہ سے کہ جب غزوہ حنین کے دن بنی سلیم اور اہل مدینہ باہم اکٹھے ہوئے تو تعداد کی کثرت نے انہیں فخر و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ تو ان میں سے ایک قوم (جماعت) نے کہا: قسم بخدا! آج ہم قتال کریں گے۔ لیکن جب ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور جنگ شدید ہوئی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا اور فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے بندوں کی جانب آجاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تو انہوں نے عرض کی: قسم بخدا! ہم آپ کی جانب آئے۔ انہوں نے اپنے سر جھکا لیے پھر پوری قوت کے ساتھ جنگ لڑی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح سے ہمکنار کیا (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اونٹ کے بال اٹھائے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے اس میں سے خمس کے سوا اتنی مقدار بھی میرے لیے حلال نہیں۔ پھر خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جائے گا۔ لہٰذا دھاگہ اور سوئی تک سب پہنچا دو اور اس میں خیانت اور دھوکہ بازی سے بچو۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا تم پر فرض ہے، کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے ہر پریشانی اور غم دور فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کو پسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خوشحال اور مضبوط مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں کی جانب (مال غنیمت) لوٹا دیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم نے غزوہ حنین کے دن دیکھا کہ دونوں گروہوں نے فرار اختیار کیا ہے۔ حضرت عکرمہ نے کہا: جب غزوہ حنین ہوا تو مسلمان بھی بھاگے اور مشرکین نے بھی فرار اختیار کیا اور رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: "انا محمد رسول اللہ ﷺ" اور آپ ﷺ کے پہلو میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا سے ارشاد فرمایا: اے عباس! آواز دو: یا اهل الشجرة (اے بیعت رضوان میں شریک ہونے والو!)۔ تو انہوں نے آواز دی کہ ہر جانب سے جواب دو: لبیک لبیک۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ آپ ﷺ پر سایہ کر لیا۔ پھر آپ ﷺ مسلسل جنگ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ظفر و کامیابی سے نوازا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن عبید اللہ بن عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چار ہزار انصار، ایک ہزار قبیلہ جہینہ میں سے، ایک ہزار مزینہ میں سے، ایک ہزار قبیلہ اسلم میں سے، ایک ہزار غفار میں سے، ایک ہزار اشجع میں سے اور ایک ہزار مہاجرین وغیرہ موجود تھے۔ تو اس طرح آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور آپ ﷺ بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر (حنین کی طرف) روانہ ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 50 (4389)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ ایضاً (4370)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا تم غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے نوجوان اور ان کے پیچھے کچھ تھکے ماندے لوگ نکلے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ تو ان کا آمنا سامنا ہوازن اور بنی نضر کے تیر اندازوں کی ایک جماعت سے ہو گیا۔ ان پر تیر برسنے لگے اور وہ جو تیر بھی ان پر مارتے وہ خطا جاتے۔ پس وہاں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے سفید خچر پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے دعا کی اور مدد و نصرت کی التجا کی (1) اور پھر کہا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

"میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے صف بندی کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ عَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا سے مراد یہ ہے کہ انہیں تلوار کے ساتھ قتل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ ہزار با اختیار اور مسلح ملائکہ کے ساتھ مدد فرمائی۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کے نام سے پکارا اور ارشاد فرمایا: ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے قوم کی شکست سے پہلے دیکھا اور آنحالیکہ لوگ قتل ہو رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کا دھاری دار کپڑا آسمان کی جانب سے آیا اور قوم کے درمیان آ کر گر پڑا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اچانک سیاہ رنگ کی چیونٹیاں پھیل گئیں اور ان سے وادی بھر گئی۔ مجھے شک بھی نہیں تھا کہ ملائکہ علیہم السلام ہیں۔ پھر قوم شکست کھا گئی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا میں عذاب سے مراد ہزیمت اور شکست ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن ابزی نے کہا مذکورہ آیت میں عذاب سے مراد ہزیمت اور قتل ہے۔ اور ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ کی تفسیر میں فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت سے توجہ فرمائے گا جو غزوۂ حنین میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکست خوردہ ہو کر بھاگے۔

امام ابن سعد، بخاری نے تاریخ میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں عبد اللہ بن

1۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ الحنین جلد 2 صفحہ 100 قدیمی کتب خانہ کراچی

عیاض بن حارث سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر جرار ساتھ لے کر ہوازن آئے اور آپ نے غزوۂ بدر کے مقتولین کی مثل غزوۂ حنین میں طائف کے لوگ قتل کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کی ایک مشت اٹھائی اور ہمارے چہروں پر پھینک دی پس ہم شکست فاش سے دوچار ہو گئے (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم دشمن کے سامنے پہنچے میں آگے بڑھا اور وہ گھاٹی پر چڑھے ہوئے تھے۔ دشمن کا ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ تو میں نے اس پر تیر پھینکا اور وہ چھپ گیا۔ پھر اس نے جو کچھ کیا وہ میں نہیں جانتا۔ پھر میں نے قوم کی طرف دیکھا کہ اچانک وہ دوسری گھاٹی سے نکل آئے۔ ان کی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جنگ جاری تھی۔ میں چادر باندھے ہوئے تھا اور میں شکست خوردہ ہو کر لوٹ پڑا۔ مجھ پر دو چادریں تھیں۔ ایک بطور ازار باندھے ہوئے تھا اور دوسری اوپر لپیٹ رکھی تھی۔ پس میری چادر کھل گئی تو میں نے ان دونوں کو اکٹھا کر لیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگتے ہوئے گزرا۔ اس وقت آپ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق ابن اکوع نے گھبراہٹ کی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ سو جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے۔ پھر زمین کی مٹی سے ایک مشت اٹھائی۔ پھر ان کے چہروں کی طرف اپنا رخ انور پھیرا۔ اور فرمایا: "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" اور مٹی ان پر پھینک دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی انسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس کی آنکھوں کو اس مشت خاک سے بھر دیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے غنائم کو مسلمانوں کے مابین تقسیم فرمایا (2)۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت عمرو بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن کنکریوں کی ایک مشت اٹھائی اور اسے ہمارے چہروں پر پھینکا۔ پس ہم نے شکست و ہزیمت اٹھائی۔ ہماری جانب کوئی محسوس نہ تھا مگر یہ کہ ہر پتھر اور ہر درخت شہسوار بن کر ہمیں تلاش کرنے لگا۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی اور ابن مردویہ نے یزید بن عامر سوائی سے۔ یہ حنین میں مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر اسلام لائے۔ یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن مٹی سے ایک مشت اٹھائی اور اسے مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اور ساتھ فرمایا: "اِرْجِعُوْا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" (لوٹ جاؤ چہرے بگڑ جائیں) تب جس سے بھی کوئی دوسرا بھائی ملا وہ یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں تنکا پڑ گیا ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔

امام مسدد نے مسند میں، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عبدالرحمن مولیٰ ام برثن سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حنین کے ان مشرکین میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب ہم اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا باہم سامنا ہوا تو بکری دوہنے کی مقدار بھی وہ ہمارے سامنے کھڑے نہ ہو سکے اور ہم ان پر غالب آ گئے۔ اسی اثناء میں کہ ہم انہیں پیچھے دھکیلتے ہوئے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 132 (2562)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب غزوۂ حنین، جلد 2، صفحہ 101، قدیمی کتب خانہ کراچی

تھے کہ اچانک ہم نے سفید چہروں والے دیکھے اور وہی رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے پاس سفید اور خوبصورت چہروں والے مرد دیکھے تو ہم سے انہوں نے کہا: شَاهَتِ الْوُجُوهُ ارْجِعُوا "چہرے بگڑ جائیں لوٹ جاؤ" پس ہم لوٹ آئے۔ اور وہی ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے حالانکہ وہ وہی تھے، پس وہ ہم پر غالب آ گئے اور ہم بالآخر شکست کھا گئے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے بیان کیا: مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے جاسوس بھیجے، پس وہ آپ کے پاس آئے اس حال میں کہ ان کے جوڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔ تو اس نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس سفید رنگ والے ایسے لوگ آئے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ قسم بخدا! انہوں نے ہمیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور ہمارے ساتھ وہ کچھ کیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

امام ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ بن عثمان الحجبی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں غزوہ حنین کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نکلا۔ قسم بخدا! میں اسلام کی حالت میں نہیں نکلا تھا لیکن میں اس خواہش پر نکلا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں۔ پھر قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ جب کہ میں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک میں چتکبرے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اسے کافر کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے اپنے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بھی زیادہ محبوب نہ پایا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر مسلمان لڑنے لگے جنہیں قتل ہونا تھا ہو گئے۔ پھر حضور نبی مکرم ﷺ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگام پکڑے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما رکاب تھامے ہوئے تھے اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بلند آواز سے کہا: کہاں ہیں مہاجرین؟ سورہ بقرہ والے کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ پس لوگ آ گئے اور حضور نبی مکرم ﷺ یہ فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ غَيْرُ كَذِبْ   أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

"پس مسلمان آئے اور انہوں نے تلواریں چلائیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب تنور خوب گرم ہو گیا"۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

"اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام کے اس سال کے بعد اور اگر تم اندیشہ کرتے ہو تنگدستی کا تو غنی کر دے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر چاہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے"۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: میرے اس سال کے بعد معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے غلاموں کے سوا کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا(1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائیں مگر یہ کہ وہ غلام ہو یا اہل ذمہ میں سے کوئی ہو(2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نَجَسٌ کا معنی اجناب یعنی ناپاک اور پلید ہے۔ اور بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا سے مراد وہ سال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا یہ 9 ہجری کا سال تھا۔ پھر آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت سے لے کر اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی حج ادا نہیں فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ امر مسلمانوں پر گراں گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس خراج اور اس پر الفرشدہ جزیہ سے مستغنی کر دیا، جو وہاں سے ہر مہینے اور ہر سال وصول کرتے تھے اور فرمایا کہ جزیہ ادا کرنے والے، مسلمانوں میں سے کسی کے غلام کے سوا مشرکین میں سے کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لاتے تھے اور وہاں ان کی تجارت کرتے تھے۔ جب انہیں بیت اللہ شریف میں آنے سے روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے لیے طعام کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ تو آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمائی۔ نتیجۃً جب مشرکین ان سے چلے گئے تو ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہو گیا(3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا تو یہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر انتہائی گراں گزرا اور وہ کہنے لگے ہمارا کھانا اور دیگر ساز و سامان کون لائے گا۔ تب یہ آیت وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً الآیہ نازل ہوئی(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو شیطان نے مومنین کے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی کی کہ تم کہاں سے کھاؤ گے حالانکہ مشرکین کو روک دیا گیا ہے اور تم سے قافلوں کو منقطع کر دیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل ایمان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 392، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 123، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 244 (1011)، بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 122، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومنین نے کہا: تحقیق ہم مشرکین کی منڈیوں سے اشیاء لے لیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں اس کے عوض اپنے فضل سے غنی کر دے گا، مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت قرأت میں سورہ برأت کی پہلی آیت ہے اور تاویل کے اعتبار سے آخر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام عبد الرزاق اور نحاس نے ناسخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء نے فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد سارا حرم پاک ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ عَيْلَةً سے مراد فاقہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جزیہ جاریہ کے ساتھ انہیں غنی کر دیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ آپ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو مساجد میں داخل ہونے سے منع کریں اور اس میں آپ نے اس حکم کی اتباع کی:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ ۔ الآیہ

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ چونکہ مشرکین ناپاک ہیں، لہٰذا جو کوئی ان سے مصافحہ کرے اسے چاہیے کہ وہ پھر وضو کرے۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے مشرک سے مصافحہ کیا اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے یا پھر اپنے ہاتھوں کو دھولے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔ تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! کس چیز نے تجھے میرا ہاتھ پکڑنے سے منع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: چونکہ آپ نے یہودی کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے تو مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرا ہاتھ اس ہاتھ کو مس کرے جسے کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور وضو فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ کیا)۔

امام ابن مردویہ اور سمویہ رحمہما اللہ نے فوائد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 6، صفحہ 53 (9980)، المجلس العلمی بیروت

ﷺ نے فرمایا: مسلمان نفس کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ اور جس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لیے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا: کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادا نہیں کرے گا۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے آخری کلام جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو ہلاک و برباد کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ حجاز کی زمین پر کوئی یہودی و عیسائی نہ چھوڑا جائے اور لشکر اسامہ شام کی طرف چلا جائے۔ آپ ﷺ نے قبطیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کے سلوک کی وصیت فرمائی۔ کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ آخری کلام جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ حجاز کی زمین سے یہودیوں کو اور جزیرۂ عرب سے اہل نجران کو نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں حیات ظاہرہ کے ساتھ) باقی رہا تو میں ضرور بہ ضرور مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دوں گا۔ پس جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے تو آپ نے انہیں باہر نکال دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ۝

"جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سال حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ عہد توڑنے کا اعلان کیا اس سال اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ مشرکین تجارت کا کاروبار کرتے تھے اور مسلمان بھی اس سے فائدہ اور نفع اٹھاتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے حرام قرار دے دیا کہ وہ مسجد حرام کے قریب جائیں۔ تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان کی وہ تجارت ختم ہو جائے گی جس کا لین دین مشرکین کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اور اس کے پیچھے دوسری آیت میں جزیہ مقرر کر دیا۔ وہ اس سے پہلے نہیں لیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جزیہ کو ان کے لیے منافع کا عوض بنا دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکین کے ساتھ تجارت کے کاروبار سے منع فرما کر روک دیا تھا۔ اور فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ تا۔ صٰغِرُوْنَ پس مسلمان اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ پہچانیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منافع سے افضل اور بہتر عوض عطا فرمایا ہے جو وہ مشرکین سے تجارت کا کاروبار کر کے حاصل کرتے تھے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتال کی دو صورتیں ہیں: ایک مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یا وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں اور دوسری باغیوں کے گروہ سے جنگ کرنا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب وہ لوٹ آئیں گے تو پھر عدل و انصاف کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا: قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ (البقرہ: 193) "اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (و فساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے"۔ اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ تا۔ حَتّٰى یُعْطُوا الْجِزْیَةَ۔ تو سب سے پہلے اہل نجران نے جزیہ ادا کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اَلْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ یعنی ہاتھ سے جزیہ دینے کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد زمین اور غلام کا جزیہ ہے۔ زمین اور غلام کا جزیہ ہے۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین کے لیے معافی اور درگزر کے حکم کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

قتل کی جو تم پر ہیں۔ اور اگر تم انکار کرو گے تو پھر جزیہ ادا کرو اس حال میں کہ تم مغلوب ہو اور اگر تم نے اس کا انکار کیا تو ہم تم پر شدید حملہ کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل ذمہ کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ وہ جزیہ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم فرمایا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں یا اس کے برابر معافر (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل ہجر کے مجوس اور یمن کے یہود و نصاریٰ کے ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ وصول کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت بجالہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس یہ شہادت دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں کو خط لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ پس جس کسی نے اسلام قبول کر لیا اسے تسلیم کر لیا گیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا ان پر جزیہ لگا دیا گیا۔ حتیٰ کہ فرمایا ان کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ان میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے (4)۔

امام مالک، امام شافعی، ابو عبید نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا طریقہ اختیار کرو (5)۔

امام ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اپنے اصحاب کو نہ دیکھتا کہ انہوں نے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو میں ان سے نہ لیتا۔ پھر یہ آیت پڑھی "قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ" الآیہ

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا! آج زمین پر کوئی بھی موجود نہیں جو مجھ سے زیادہ یہ جانتا ہو کہ مجوسی اہل کتاب تھے جس کی وہ معرفت رکھتے تھے اور وہ اہل علم تھے جس کی وہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پس ان کے امیر نے شراب پی اس کے نشے میں مدہوش ہو گیا اور پھر بہن کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کر لیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے اسے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 429 (32633)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 428 (32649)
3۔ ایضاً (32646)
4۔ ایضاً (32645)
5۔ موطا امام مالک، باب جزیۃ اہل الکتاب، جلد 1، صفحہ 278، داراحیاء التراث العربی بیروت

رات کے وقت جمع ہوتیں اور نماز پڑھتی تھیں، پھر متفرق ہو کر بیٹھتیں اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو فضل و احسان فرمایا اور جو کچھ انہیں عطا کیا اس کا تذکرہ کرتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انتہائی شریر انسان بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ اس نے تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ ان دنوں حضرت عزیر غلام (بچے) تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عزیر نے کہا: کیا اس طرح ہوتا ہے! پھر وہ پہاڑوں اور ویرانوں میں نکل چلے گئے۔ وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے اور عام لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اچانک ایک دن آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کی بندی! اللہ تعالیٰ سے ڈر، اپنا محاسبہ کر اور صبر کر۔ کیا تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا اختیار موت تک ہے؟ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! کیا تو مجھے رونے سے منع کرتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور خود پہاڑوں اور ویرانوں میں جا رہا ہے؟ اس نے کہا: میں عورت نہیں ہوں، بلکہ میں دنیا ہوں۔ بے شک عنقریب تیری عبادت گاہ میں ایک چشمہ پھوٹے گا اور ایک درخت اگے گا۔ پس تو اس چشمے سے پانی پینا اور درخت کا پھل کھانا۔ کیونکہ تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے۔ پس تم انہیں چھوڑ دینا، جو ان کا ارادہ ہو وہ کریں گے۔ سو جب دوسرا دن آیا تو چشمہ ابل پڑا اور درخت اگ آیا۔ پس آپ نے چشمے کا پانی پیا اور درخت کا پھل کھایا۔ پھر دو فرشتے آئے۔ ان کے پاس ایک بوتل تھی۔ اس میں نور تھا۔ تو انہوں نے جو کچھ اس میں تھا وہ آپ کے منہ میں انڈیل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات القا فرما دی اور آپ نے وہ لوگوں کو املاء کرا دی۔ اس وقت لوگوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے انتہائی بلند اور شان والی ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر نے رب تعالیٰ عزوجل سے دعا مانگی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی اسی طرح اسے ان کے دل میں القا فرما دے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تورات ان پر نازل فرما دی۔ پس اس کے بعد یہود نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حمید الخراط رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام دس قلموں کے ساتھ تورات لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ہر انگلی میں ایک قلم ہوتا۔

امام ابو الشیخ نے حضرت زہری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر تورات از بر (زبانی) پڑھتے تھے اور آپ کو یہ قوت عطا کی گئی تھی کہ آپ شرف السحاب (بادلوں کی بلندی) میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ تو اس وقت یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان پر عمالقہ غالب آ گئے اور انہیں قتل کیا اور ان سے تورات لے لی۔ ان کے وہ علماء جو زندہ باقی رہے وہ بھاگ گئے اور انہوں نے تورات کی کتابیں پہاڑوں میں دفن کر دیں۔ حضرت عزیر پہاڑوں کی چوٹیوں پر عبادت کیا کرتے تھے اور عید کے دن کے سوا نیچے نہیں اترتے تھے۔ پس یہ غلام رونے لگا اور رب کی بارگاہ میں یہ التجا کرنے لگا: اے میرے رب! کیا تو نے بنی اسرائیل کو بغیر عالم کے چھوڑ دیا ہے؟ پس یہ مسلسل اس پر روتے رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئیں۔ پھر ایک بار عید کے دن اترے۔ جب لوٹے تو اچانک ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ ان قبور میں

سے ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی: اے کھلانے والے! اے پہنانے والے! تو آپ نے اسے کہا تو ہلاک ہو تجھے اس آدمی سے پہلے کون کھلاتا تھا یا کون پہناتا تھا یا کون سیراب کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا: اللہ۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے وہ فوت نہیں ہوا۔ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم عطا کرتا تھا؟ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ۔ تب اس نے کہا تو پھر تو ان پر کیوں روتا ہے؟ پس جب انہوں نے یہ پہچان لیا کہ اس سے جھگڑا ہو جائے گا تو پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل پڑے۔ پھر اس نے آپ کو بلایا اور کہا: اے عزیر! جب کل صبح ہو تو فلاں نہر پر آنا اور اس میں غسل کرنا۔ پھر اس سے نکل کر دو رکعت نماز ادا کرنا۔ پھر تیرے پاس ایک شیخ آئے گا اور جو کچھ تجھے عطا کرے وہ لے لینا۔ پس جب صبح ہوئی تو حضرت عزیر اس نہر کی طرف چل پڑے اس میں غسل کیا پھر نکل کر دو رکعت نماز ادا کی پھر ایک شیخ آئے، انہوں نے کہا: اپنا منہ کھول! آپ نے منہ کھولا۔ تو انہوں نے بہت عظیم انگارے کی طرح کی کوئی شے آپ کے منہ میں تین بار ڈالی۔ جو کہ شیشے کے برتن میں جمع کی ہوئی تھی۔ پس حضرت عزیر اس حال میں واپس لوٹے کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر تورات کے عالم تھے۔ سو آپ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے لیے تورات لے آیا ہوں۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا تو بھی جھوٹ بولتا ہے؟ پس آپ نے ارادہ کیا اور ہر انگلی پر قلم باندھ لیا پھر اپنی تمام انگلیوں سے لکھنا شروع کر دیا اور تورات لکھ دی۔ سو جب علماء لوٹ کر آئے تو انہیں حضرت عزیر کے حالات کے بارے مطلع کیا گیا۔ تو وہ علماء اپنی وہ کتابیں نکال کر لائے جو وہ پہاڑوں میں اٹھا کر لے گئے اور وہاں دیہاتوں میں دفن کر دی تھیں اور انہیں حضرت عزیر کی تورات کے ساتھ ملا کر موازنہ کیا۔ تو انہوں نے انہیں بالکل ایک دوسری کی مثل پایا۔ تب انہوں نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا نہیں کی مگر اس لیے کہ تو اس کا بیٹا ہے۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تبع کے بارے مجھے شک ہے، ایک میں یہ نہیں جانتا کہ آیا عزیر نبی تھے یا نہیں اور میں یہ نہیں جانتا کہ تو ان کی اتباع کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے یا نہیں راوی فرماتے ہیں: تیسری شے میں بھول گیا ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ جب غزوہ احد ہوا تو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے۔ پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے دست مبارک بلند کرتے ہوئے فرمانے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہود پر شدید غضب ہوا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں پر اس کا سخت غضب ہوا ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور بلاشبہ جنہوں نے میرا خون بہایا اور میرے اہل بیت کو اذیت پہنچائی ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوا ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تیری مخلوق میں سے اس کی علامت کیا ہے جس نے اپنے آپ کو صاف اور پاک کر لیا ہے؟ تو ان کی طرف وحی کی گئی کہ جس نے تھوڑی شے پر قناعت کر لی اور اپنے لیے آخرت میں کثیر مال ذخیرہ اور جمع کر لیا۔

امام ابو الشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: خبردار! یہ جان لو بے شک انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت میں ان کی اطاعت و پیروی کی (1)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ یعنی یہودیوں نے اپنے علماء بنا لیے وَ رُهْبَانَهُمْ اور عیسائیوں نے اپنے راہبوں کو رب اور معبود اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور مسیح فرزند مریم کو بھی (وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا) حالانکہ اس کتاب میں انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نازل کی اور ان سے عہد لیا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح اور پاکی بیان فرمائی اس سے کہ اس پر یہ بہتان لگایا جائے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اَحْبَارَهُمْ سے مراد ان کے قراء اور رُهْبَانَهُمْ سے مراد ان کے علماء ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ احبار یہودیوں میں سے تھے اور رہبان عیسائیوں میں سے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مثل قول بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الاحبار سے مراد علماء ہیں اور الرہبان سے مراد عبادت گزار لوگ ہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۳۲

"(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں (اسے) کافر"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر میں کہا: کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو اپنے کلام سے مٹا دیں۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: وہ لوگ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ ہلاک ہو جائیں تاکہ وہ زمین میں اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں لیکن یہ نظریہ ان کفار عرب اور اہل کتاب کا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا ارادہ کرنے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 45 (9394)، دارالکتب العلمیہ بیروت

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

"وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو"۔

امام احمد، مسلم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نہیں ختم ہوں گے رات دن یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پوجا کی جائے گی" تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرا گمان تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یہ امر تو بالکل مکمل ہو جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہوتا رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا پس جس کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر اور نیکی ہوگی وہ مر جائے گا اور جن میں کوئی خیر نہیں ہوگی وہ باقی رہ جائیں گے اور وہ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے (1)۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ہدیٰ سے مراد توحید، قرآن اور اسلام ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو دین کے تمام امور پر غالب فرمادے گا اور وہ تمام کے تمام آپ کو عطا فرما دے گا اور ان میں سے کوئی شے بھی آپ پر مخفی نہ رہے گی۔ حالانکہ مشرکین اور یہودی اسے ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ پس ہمارا دین تمام ادیان اور شریعتوں سے فائق اور بلند ہے اور ہمارے مرد ان کی عورتوں پر غالب ہیں اور ان کے مرد ہماری عورتوں پر غالب نہیں ہوں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے ضمن میں فرمایا: ایسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اسلام کے سوا کوئی صاحب دین یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے، اور بکری بھیڑیے سے، گائے شیر سے اور انسان سانپ سے محفوظ ہو جائے۔ یہاں تک کہ چوہا کسی چمڑے کے برتن کو نہ کاٹے۔ جزیہ ختم ہو جائے اور صلیب توڑ دی جائے اور خنزیر کو قتل کر دیا جائے اور ایسا تب ہوگا جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ادیان چھ ہیں: وہ لوگ جو ایمان لائے (مسلمان) اور جو یہودی ہے (یہودی) ملائکہ کی پرستش کرنے والے (صابی)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 494 (8381)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب السیر، جلد 9، صفحہ 192، دارالفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 248 (1013)، دار الصمیعی ریاض

عیسائی، مجوس (آتش پرست) اور وہ جنہوں نے شرک کیا (مشرکین) تمام کے تمام دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے فیصلہ فرما دیا ہے وہ پورا کیا جائے گا اور اس نے یہ فیصلہ نازل فرمایا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب فرما دے گا اگرچہ مشرکین ناپسند ہی کریں۔

امام عبد بن حمید اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی ارشاد گرامی کے ضمن میں فرمایا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خروج کے ساتھ ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾

"اے ایمان والو! بے شک اکثر پادری اور راہب کھاتے ہیں لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے اور روکتے ہیں (لوگوں کو) راہ خدا سے اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو انہیں خوشخبری سنا دیجئے دردناک عذاب کی"۔

ابو الشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الاحبار سے مراد علماء یہود ہیں اور الرھبان سے مراد عیسائیوں کے علماء ہیں اور لیاکلون اموال الناس بالباطل کا مفہوم یہ ہے کہ تحریر و کتابت ہے۔ یہود وہ کچھ لکھتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا اور اس کے عوض لوگوں کا مال کھاتے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا" (البقرہ: 79) "پس ہلاکت ہو ان کے لیے جو لکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حاصل کر لیں اس کے عوض تھوڑے سے دام"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ الاحبار یہودیوں میں سے ہیں۔ الرھبان عیسائیوں میں سے ہیں۔ اور سبیل اللہ تو اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام ابو الشیخ نے فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عالم الآخرۃ (آخرت کا علم رکھنے والے) کی اتباع کرو۔ اور عالم الدنیا (دنیادار عالم) سے بچو۔ وہ تمہیں اپنے شکر (تعریف) کے ساتھ نقصان پہنچا دے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ۔ الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے،

چاہے وہ زمین کے اوپر ہو یا زمین کے اندر دفن ہو وہی کنز ہے اور ہر وہ مال جس سے زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں چاہے وہ زمین کے ظاہر پر ہو یا اس کے اندر۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں (1)

امام مالک، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس مال کی زکوٰۃ ادا کی گئی وہ کنز نہیں اگرچہ وہ سات زمینوں کے نیچے ہو۔ اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی وہ کنز ہے اگرچہ وہ ظاہر ہو (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مرفوع روایت بیان کیا ہے۔

امام ابن عدی اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مال کی بھی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ یہی روایت ابن ابی شیبہ نے آپ سے ہی موقوف روایت کی ہے۔

امام احمد نے الزہد میں، امام بخاری، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ پس جب زکوٰۃ کے احکام نازل کر دیئے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ نے اموال کے لیے پاکیزگی اور طہارت بنا دیا۔ پھر فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل بھی سونا ہو جس کی مقدار کو جان لوں گا اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا عمل کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے گھر بیچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کہا: اس کے ثمن کو محفوظ کر لو، اپنی بیوی کے بستر کے نیچے سے کھود کر دفن کر دو۔ تو اس نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا یہ کنز نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں (3)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سونے یا چاندی کے کچھ زیورات ہیں کیا وہ کنز ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شے جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 411 (10520)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً (10521)، بحوالہ
3۔ ایضاً (10516)

کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ تو بعض صحابہ کرام نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسے لے لیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ ایمان دار بیوی ہے جو ایمان میں آدمی کی مددگار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ امور آخرت میں اس کی معاون و مددگار ہو: "اَفْضَلُهٗ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهٗ عَلٰى اِيْمَانِهٖ، وَفِيْ لَفْظٍ: تُعِيْنُهٗ عَلٰى اَمْرِ الْاٰخِرَةِ۔(1)

امام ابن ابی شیبہ نے مسند میں، ابو داؤد، ابو یعلیٰ، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ تو مسلمانوں پر گراں ثابت ہوئی۔ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی اپنی اولاد کے لیے جو استطاعت (مال) رکھتا ہے وہ اسے اپنے بعد باقی نہیں چھوڑے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اس پریشانی کو دور کروں گا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے پیچھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ چلے اور حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! یہ آیت آپ کے اصحاب پر بوجھ اور گراں ثابت ہوئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض نہیں کی مگر اسی لیے تاکہ اس کے سبب تمہارے باقی رہنے والے مال پاک اور طیب ہو جائیں اور تمہارے بعد مالوں میں سے جو باقی رہیں گے ان میں میراث کے احکام فرض ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے دشوار اور بھاری سمجھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: کیا میں تمہیں اس بہتر مال کی خبر نہ دوں جسے آدمی خزانہ کرتا ہے؟ وہ نیک اور صالح بیوی ہے جس کی طرف آدمی دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو: "ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ الَّتِيْ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ" (2)

امام دار قطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: صالح عورت وہ ہے کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔

امام دار قطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ... الآیہ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: کنز کے بارے میں جو آج حکم نازل ہوا سو نازل ہوا...... تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم کون سی چیز خزانہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک اور صالحہ بیوی جو

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 181 (3094)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابو داؤد، مع شرح، جلد 6، صفحہ 1783(417)، مکتبۃ الرشد ریاض

کہ تم میں سے کسی کی ایمان کے بارے میں معاون اور مددگار ہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تو اپنے خزانہ شدہ مال سے صدقہ نکالے گا تو تو نے اس کے شر کو دور کر دیا اور اب وہ خزانہ نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں اور مزید فرمایا: کہ یہ عام ہے اور اس میں سب کو شامل ہے۔

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے حضرت علباء بن احمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے مصاحف لکھنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سورۂ براءت کی مذکورہ آیت میں وَالَّذِيْنَ کی واؤ کو ختم کر دیں۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تم ضرور بضرور اسے ساتھ لکھو گے ورنہ پھر میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا۔ پس انہوں نے اسے ساتھ لکھ دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: چار ہزار اور جو اس سے کم ہے نفقہ (خرچ) ہے اور جو اس سے اوپر ہے وہ کنز ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ لوگ اہل قبلہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عراک بن مالک اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت طیبہ کے بارے کہا: اسے اس دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے یعنی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ: 103)

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

"جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لیے تو (اب) چکھو (مزا اس کا) جو تم جمع کیا کرتے تھے"۔

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی جو مالک بھی اس کا حق ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن اس کے لیے اس کی چوڑی تلواریں بنا دی جائیں گی۔ پھر انہیں جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر ان سے اس کی پیشانی، پہلو اور پشت پر اس دن داغ دیئے جائیں گے جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا

جائے گا اور یہ کوئی جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھے گا(1)۔

امام ابو یعلی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دینار کو دینار پر اور درہم کو درہم پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی جلد کو وسیع کر دے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کسی آدمی کو اس خزانے کے ساتھ عذاب نہیں دیا جائے گا جسے وہ جمع کرتا رہا ہے۔ لیکن نہ کوئی درہم درہم کو اور نہ ہی کوئی دینار دینار کو مس کرے گا۔ بلکہ اس کی جلد کو وسیع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ تمام دراہم و دنانیر کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے گا اور کوئی درہم کسی درہم کو اور کوئی دینار کسی دینار کو مس نہیں کر سکے گا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَتُكْوٰى بِهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کے ساتھ اس کی جلد کو وسیع کر دیا جائے گا۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک سانپ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی پر لپیٹ جائے گا اور وہ کہے گا: میں تیرا وہ مال ہوں جس کے ساتھ تو نے بخل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو آدمی بھی اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے پاس سونا، چاندی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قیراط سے آگ کی سلاخ بنائے گا جس کے ساتھ اسے پاؤں سے ٹھوڑی تک داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت ہوگی یا اسے عذاب دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل مرفوع روایت آپ سے ہی نقل کی ہے۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کنز کو پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں سے داغے جانے کی بشارت دی ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں مقام ربذہ پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے انہیں کہا: تمہیں کس شے نے اس زمین پر اتارا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: شام کے کاتبوں نے۔ سو میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الآیہ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ہمارے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ تو میں نے کہا: بلاشبہ یہ آیت ہمارے بارے میں بھی ہے اور ان کے بارے میں بھی(2)۔

امام مسلم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: خزانہ کرنے والوں کو یہ بشارت دی ہے کہ انہیں پشتوں کی جانب سے داغا جائے گا جو پہلوؤں سے نکلیں

1۔ تفسیر ... جلد 10، صفحہ 130، ... 507، ...
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 94 (30610) ...

گے اور پیشانیوں سے جو داغ دیے جائیں گے وہ ان کی گدیوں سے نکل جائیں گے۔ تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے تو نہیں کہا مگر وہی جو ان کے نبی ﷺ سے سنا ہے(1)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میرے ایک دوست نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ سونے چاندی میں سے جو مال بھی ہے اس پر داغا جائے گا اور وہ اپنے مالک کے لیے آگ کا انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے۔ سو وہ جب اپنا مشاہرہ وصول کرتا تھا تو اپنے خادم کو بلاتا اور اس سے ان چیزوں کے بارے پوچھتا جو سال بھر کے لیے اسے کافی ہوں گی۔ پھر وہ انہیں خرید لیتا ہے اور باقی سے فلوس خرید لیتا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اونٹ میں اس کا صدقہ ہے، بکریوں میں اس کا صدقہ ہے، ریوڑ میں اس کا صدقہ ہے اور کپڑے میں اس کا صدقہ ہے۔ پس جس کسی نے دینار، دراہم، سونے کی ڈلیاں یا چاندی حاصل کی اور وہ نہ تو اسے اپنے قرض خواہ کو دیتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے خرچ کرتا ہے تو وہ کنز ہے۔ قیامت کے دن اس کے ساتھ داغا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دینار کنز ہے، درہم کنز ہے اور قیراط کنز ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا کنارہ چاندی کا تھا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ جس آدمی نے سونا یا چاندی چھوڑی۔ اسے اس کے ساتھ داغ دیے جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی بھی مرتا ہے اور وہ سونا، چاندی چھوڑ جاتا ہے، تو قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت کی جائے گی یا اسے عذاب دیا جائے گا(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا حق ادا نہیں کرے گا اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی کو داغا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ خزانہ ہے جس کے ساتھ تو بخل کرتا رہا۔

طبرانی نے الاوسط میں اور ابوبکر الشافعی نے غیلانیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دولت مند مسلمانوں پر ان کے اموال میں سے اتنی مقدار زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے فقراء

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 321، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ کنز العمال، جلد 3، صفحہ 232 (5293) مکتبۃ التراث الاسلامی، بیروت

مضر کا رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے(1)۔

بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک زمانہ اس دن سے جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی ہے اسی طرح گردش کناں ہے۔ ان میں سے چار عزت والے مہینے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے دوران منیٰ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک زمانہ گردش کناں ہے اور وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ ان میں سے پہلا مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور علاوہ ازیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں(3)۔

امام ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ زمانہ اسی دن کی طرح گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب حرمت والا ہے۔ آگاہ رہو! نسی (یعنی مہینوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ کرنا) کفر میں زیادتی ہے۔ اس کے سبب کفر کرنے والے (سواء مستقیم سے) بھٹکاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔

امام احمد، الباوردی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو حرہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے چچا سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایام تشریق کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپ سے دور ہٹا رہا تھا کہ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کون سے شہر (مہینے) میں ہو، تم کون سے دن میں ہو اور تم کون سے شہر میں ہو؟ تو لوگوں نے عرض کی: عزت والے دن میں، عزت والے مہینے اور عزت والے شہر میں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے کہ تمہارے لیے آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں اس دن تک ہے جس سے تم جا ملو گے (یعنی یوم قیامت تک ہے)۔ پھر فرمایا مجھ سے غور سے سنو، زندگی گزارو مگر خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو، خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ بلاشبہ کسی آدمی کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اس کی رضا مندی کے ساتھ۔ آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، مال اور شرف یوم قیامت تک میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بلاشبہ سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون چھوڑا جائے گا وہ بنی لیث میں دودھ پلانے والی عورت تلاش کرنے گئے تھے اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1168 (3025)، مطبوعہ ابن کثیر دمشق

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 147، داراحیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً

آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا تمام سود ختم کر دیا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود ختم کیا جائے گا۔ تمہارے لیے اپنے اصلی مال ہیں، تم نہ ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ متنبہ رہو جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اسی دن کی طرح آج بھی گردش کر رہا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے۔ پس تم ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ آگاہ رہو! تم میرے بعد کفار کی طرف نہیں لوٹ گے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! بلاشبہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی عبادت اور پوجا کی جائے گی۔ لیکن وہ لوگوں کے درمیان (دنیا کی وقتی) حرص پیدا کرے گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس تمہاری معاون و مددگار ہیں۔ وہ اپنی ذاتوں کے لیے کسی شے کی مالک نہیں ہوں گی۔ بے شک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے سوا کسی سے وطی نہ کروائیں۔ تمہارے گھروں میں وہ کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔ پس اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا خوف ہو تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں بستروں سے دور ہٹا دو اور انہیں اس انداز سے مارو جو ان کے لیے اذیت ناک نہ ہو۔ ان کا نفقہ اور ان کا لباس اچھے انداز سے انہیں مہیا کرو۔ انہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کر رکھا ہے۔ خبردار! جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ سے اس تک پہنچا دے جس نے اس کو اس پر امین بنایا اور اپنے ہاتھ پھیلایا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ آگاہ رہو! میں نے یقیناً پہنچا دیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک ان باتوں کو پہنچا دے کیونکہ بسا اوقات جن تک پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر میں فرمایا ان چار مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں(1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان مہینوں کو حرام اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ان میں جنگ نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد القضاء القیم (مضبوط فیصلہ) ہے۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مجیبہ باہلیہ رحمۃ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے یا اپنے چچا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد پھر حاضر ہوئے تو ان کی حالت و کیفیت بدل چکی تھی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی باہلی ہوں جو پہلے سال آیا تھا۔ آپ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 249 (1014)، دار الصمیعی ریاض

ﷺ نے فرمایا: تجھے کس نے بدل دیا ہے حالانکہ تو بہت حسین اور اچھی حالت میں تھا؟ عرض کی: میں جب سے آپ سے جدا ہوا تھوڑے سے کھانے کے سوا میں نے کچھ نہیں کھایا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو کیوں عذاب دیا ہے؟ پھر ارشاد فرمایا: شہر صبر کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ۔ انہوں نے عرض کی: حضور! میرے لیے اضافہ فرمائیے کیونکہ میں زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو دن روزہ رکھا کر۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تین دن روزے رکھ۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عزت والے مہینوں میں روزے رکھو۔ پھر چھوڑ دے۔ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھو اور چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرکے مذکورہ ارشاد فرمایا۔ پس آپ نے پہلے انہیں ملایا پھر انہیں چھوڑ دیا (1)۔

امام طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو سال کی عبادت لکھ دے گا (2)۔

امام مسلم اور ابو داؤد رحمہما اللہ نے حضرت عثمان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن رجب کا ایک دن روزہ رکھا تو وہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ اور جس نے آٹھ دن روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے گئے۔ اور جس کسی نے دس دن روزے رکھے اس نے اللہ تعالیٰ سے جس شے کے بارے بھی سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے تیرے سابقہ گناہ بخش دیے گئے۔ پس تو عمل کر تیرے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ جس کسی نے (اعمال میں) اضافہ کیا اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرما دیتا ہے رجب کے مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے روزہ رکھا تیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ کہنے لگتے اب آپ افطار نہیں کریں گے اور آپ ﷺ افطار کرتے حتی کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رکھا۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک یعنی محرم کی دس تاریخ تک چلتی رہی (4)۔

امام بیہقی اور اصبہانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رجب کے روزے رکھنے والوں کے لیے جنت میں ایک محل ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ ابو قلابہ تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت ان پر موقوف ہے۔ اور وہ اس کی مثل روایت تب ہی بیان کرتے ہیں جب انہیں ان سے اوپر والا ان سے سن کر خبر دے جن پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی جب انہیں صحابی رسول اللہ ﷺ سے سن کر خبر دے) (5)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3738)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 499 (1810)، مکتبۃ المعارف ریاض
3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 365، قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 368 (3801)
5۔ ایضاً (3802)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے بعد رجب اور شعبان کے سوا روزے نہیں رکھے۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رجب شہر اللہ ہے اور اسے شہر الاصم کہا جاتا ہے۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے ہتھیار بیکار چھوڑ دیتے اور انہیں رکھ دیتے اور لوگ سو جاتے تھے۔ راستے پرامن ہو جاتے اور اس کے گزرنے تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے خوف زدہ نہیں رہتے تھے۔ آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے(2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اپنے دلوں میں رجب کی انتہائی حرمت ہونے کے سبب زمانہ جاہلیت میں ہم اسے الاصم کہا کرتے تھے(3)۔

امام بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جب رجب آتا تو ہم دور جاہلیت میں کہا کرتے تھے تیروں کے پھل نکالنے والا آگیا۔ ہم کوئی تیر جس میں لوہا ہو نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی کوئی نیزہ جس میں کوئی نیزہ چھوڑیں گے مگر یہ کہ ہم اسے اتار کر پھینک دیں گے(4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دور جاہلیت میں رجب کو اس کی شدید حرمت کے سبب الاصم کہا کرتے تھے(5)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجب میں ایک دن اور ایک رات ہے جو کوئی اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات کو قیام کرے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے سو سال تک روزے رکھے اور سو سال تک قیام کیا اور اس سے مراد وہ دن ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (یعنی ستائیسویں رجب) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو مبعوث فرمایا۔ علامہ بیہقی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا(6)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رجب میں ایک رات ہے جس میں اعمال صالحہ کرنے والے کے لیے سو برس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس سے مراد وہ رات ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (ستائیسویں کی رات) پس جس کسی نے اس میں بارہ رکعتیں نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا رہا اور ہر دو رکعت پر تشہد کیا اور ان کے آخر میں سلام پھیر دیا پھر سو بار یہ پڑھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا پھر سو بار حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا تو پھر دنیا اور آخرت میں سے جو چاہے اپنے لیے مانگے۔ پھر صبح کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 365 (3803)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً (3804)　3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 370 (3807)
4۔ ایضاً (3805)　5۔ ایضاً (3857)　5۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 374 (3811)

فرمائے گا بشرطیکہ وہ معصیت اور گناہ کی دعا نہ ہو۔ علامہ بیہقی نے کہا: یہ روایت اگرچہ روایت کی نسبت زیادہ ضعیف ہے (1)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ مہینوں میں سے رجب کا مہینہ بہترین حیران کن ہے۔ وہ شہر اللہ ہے جو رجب کے مہینے کی تعظیم کرے گا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کی اور جو اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں بھری جنتوں میں داخل فرمائے گا اور اس کے لیے اپنی عظیم رضا واجب کر دے گا اور شعبان میرا مہینہ ہے سو جس نے شعبان کے مہینہ کی تعظیم کی تو اس نے میرے امر کی تعظیم کی اور جو میرے امر کی تعظیم کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کے لیے پہلے پہنچنے والا (فرط) اور ذخیرہ کرنے والا ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے پس جس کسی نے رمضان المبارک کی تعظیم کی اور اس کی حرمت کی پاسداری کی اور اس کی بے حرمتی نہ کی اس کے دنوں کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا اور اپنے اعضاء و جوارح کی حفاظت کی تو وہ رمضان المبارک سے اس طرح الوداع ہوگا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا (2)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل رجب کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بیہقی نے کہا: یہ روایت ضعیف ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے ضمن میں فرمایا: اس سے اس نسی کا شر اور برائی پہچانی جا سکتی ہے جو کہ وہ ماہ سے کرتے ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے پھر ان میں سے چار مہینوں کو مختص کر دیا اور انہیں عزت والا بنا دیا اور ان کی حرمت کو عظیم قرار دیا۔ ان مہینوں میں گناہ کو بھی بہت بڑا بنا دیا اور عمل صالح اور اجر کو بھی انتہائی عظیم قرار دیا۔ پس تم ان تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے جنگ اور قتال کرو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: شہر حرام میں ظلم و زیادتی کرنا اس کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ظلم کرنے کی نسبت بہت بڑا گناہ اور بھاری بوجھ ہے۔ اگرچہ ظلم ہر حال میں شدید ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا اور اس کے لیے جتنا چاہا اسے بڑا اور شدید بنا دیا ہے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خالص اور پسندیدہ کو چن لیا ہے۔ اس نے ملائکہ میں سے رسل عظام علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے اور لوگوں میں سے رسولوں کو اور کلام میں سے اپنے ذکر کو چن لیا ہے، زمین میں سے مساجد کو منتخب فرمایا ہے اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو چن لیا ہے، دنوں میں سے جمعۃ المبارک کا دن منتخب فرمایا ہے اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے۔ پس تم ان کی تعظیم کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا۔ کیونکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا ہے ان کی تعظیم کرنا اہل عقل و فہم کے نزدیک (ضروری اور لازم) ہے۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 374 (3812)، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً (3813)　3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 375 (3814)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: پس تم تمام کے تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو ترک کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً کے بارے میں حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت نے ان تمام آیات کو منسوخ کر دیا ہے جن میں رخصت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں کو پسند فرمایا ہے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شہر البلد الحرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پسند فرمایا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سب سے پسندیدہ زمانہ اشہر حرم ہیں۔ اور ان عزت والے مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اور ذوالحجہ میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اس کا پہلا عشرہ (پہلے دس دن) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنوں کو پسند فرمایا اور دنوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اور راتوں میں سے محبوب ترین رات لیلۃ القدر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی ساعتوں کو بھی پسند فرمایا ہے۔ اور ان ساعتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کلام لا الٰہ الا اللہ، و اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ ہے(1)۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۠

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرنا ہے کفر میں، گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیلہ سے حلال کریں جسے حرام کیا ہے اللہ نے۔ آراستہ کر دیے گئے ہیں ان کے لیے ان کے برے اعمال۔ اور اللہ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر اختیار کیے ہوئے ہے"۔

امام طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عرب ایک سال ایک مہینے کو حلال قرار دیتے تھے اور ایک سال دو مہینوں کو اور وہ چوبیس سال میں صرف ایک بار حج صحیح وقت پر کرتے تھے۔ اور یہی وہ نسی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3740)، دارالکتب العلمیہ بیروت

جب حج اکبر کا سال تھا پھر آئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حج ادا فرمایا تو لوگ چاندوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ اسی حالت پر گھوم کر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا (1)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عقبہ پر ٹھہرے اور فرمایا: بے شک نسی شیطان کی جانب سے ہے۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا یعنی وہ محرم کو ایک سال حرام قرار دیتے تھے اور ایک سال صفر کو حرام قرار دیتے تھے اور محرم کو حلال کر دیتے تھے اور نسی سے یہی مراد ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جنادہ بن عوف کنانی ہر سال حاجیوں کے اجتماع میں آتا تھا۔ اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی اور یہ اعلان کرتا تھا: خبردار! آگاہ ہو کہ ابو ثمامہ کو نہ ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عیب دیا جا سکتا ہے۔ جان لو صفر اول (محرم) حلال ہے۔ عربوں کے بعض گروہ جب اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس کے پاس آتے اور کہتے: ہمارے لیے اس مہینے کو حلال کر دو۔ ان کی مراد صفر ہوتی اور عرب اشہر حرام میں جنگ نہیں لڑتے تھے۔ پس وہ ان کے لیے ایک سال اسے حلال قرار دیتا اور دوسرے سال اسے ان پر حرام کر دیتا اور آئندہ سال محرم کو حلال قرار دیتا۔ اور لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں تاکہ وہ حرام مہینوں کی تعداد چار بنا دیں مگر یہ کہ ایک سال وہ صفر کو حلال قرار دیتے اور ایک سال حرام قرار دیتے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نسأة بنی مالک کا ایک قبیلہ تھا اور بنی مالک بنی تمیم میں سے کنانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا آخری آدمی جسے القلمس کہا جاتا ہے اس نے محرم کو پیچھے ہٹا دیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ وہ ایک سال اسے حلال قرار دیتا تھا اور ایک سال حرام قرار دیتا تھا۔ جب وہ اسے حرام قرار دیتا تو تین مہینے لگاتار ہوتے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ یہی وہ تعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حرام کی۔ اور جب وہ اسے حلال قرار دیتا تو اس کی جگہ صفر کو حرام مہینوں میں داخل کر دیتا تاکہ تعداد پوری کر دے اور کہتا میں نے چار مکمل کر دیے ہیں جیسا کہ وہ تھے کیونکہ میں نے ایک مہینے کو حلال قرار دے کر اس کی جگہ ایک مہینے کو حرام قرار دیا ہے۔ پس عرب پر قلمس کی بادشاہی کا قبضہ تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور لگاتار تین مہینوں کو اشہر حرام قرار دیا۔ اور ایک منفرد کا مہینہ رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ آیت بنی کنانہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جسے نسی کہا جاتا تھا۔ وہ محرم کو صفر بنا دیتا تھا تاکہ وہ اس میں جنگوں کو حلال قرار دے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو وائل سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: النسی بنی کنانہ کا ایک صاحب رائے آدمی تھا اور اس کی رائے کے پیش نظر اسے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ وہ ایک سال محرم کو صفر بنا دیتا تھا اور اس میں وہ غارت گری

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 431، مکتبۃ المعارف ریاض
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 148، دار احیاء التراث العربی بیروت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

"اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہ خدا میں تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کر لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔ سو نہیں ہے سروسامان دنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل"۔

امام سعید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے کہا: یہ آیت اس وقت کے بارے ہے جب انہیں فتح مکہ اور غزوہ حنین کے بعد غزوہ تبوک کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ نے انہیں موسم گرما میں اس وقت نکلنے کا حکم فرمایا جب کہ زمین چٹیل تھی، پھل پکے ہوئے تھے اور وہ سایوں کے خواہش مند تھے اور نکلنا ان پر شاق اور دشوار تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبہ: 41)(1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ تو لوگوں نے دنیا اور آخرت کے بارے میں مذاکرات کیے۔ ان میں سے بعض نے کہا: دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اس میں عمل ہے، اس میں نماز ہے اور اس میں زکوٰۃ بھی ہے۔ ان میں سے دوسرے گروہ نے کہا آخرت بہتر ہے، اس میں جنت ہے۔ اور لوگوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال یہ ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک سمندر کی طرف چل کر جاتا ہے اور اس میں اپنی انگلی ڈال دیتا ہے پس جو کچھ اس کے ساتھ نکلا وہی دنیا ہے (2)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں میں تھا۔ اچانک آپ ﷺ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ اپنے گھر والوں کے سامنے حقیر اور رسوا ہو گیا۔ تب انہوں نے اسے پھینک دیا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی حقارت و ذلت کی وجہ سے انہوں نے اسے پھینک دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہے اس سے کہیں بڑھ کر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر و ذلیل ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 153، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 355، دار الکتب العلمیہ بیروت　　3۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 465 (2321)، دار الکتب العلمیہ بیروت

بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے مکھی کی مثل کے جو کہ ہوا میں اڑتی رہتی ہے۔ پس اہل قبور میں سے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جائیں گے (1)۔

امام ترمذی، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اسے دنیا سے محفوظ کر لیتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے محفوظ رکھتا ہے (2)۔

امام احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا کی حلاوت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی حلاوت ہے (3)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بہت سا گوشت اور ثرید کھایا۔ پھر میں آیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں ڈکار لینے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ڈکار کم کر۔ کیونکہ دنیا میں کثرت سے پیٹ بھرنے والے لوگ آخرت میں بھوکے ہوں گے (4)۔

حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تو میرے ساتھ ملحق رہنے کا ارادہ رکھتی ہے تو پھر چاہیے کہ مسافر کے زاد روز جتنی دنیا تجھے کافی ہو اور تو کپڑے کو بوسیدہ نہ قرار دے یہاں تک کہ تو اسے پیوند لگا لے اور اغنیاء کی مجلس سے پرہیز کر (5)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن طارق رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دار دنیا اس کے لیے بہت اچھا ہے جس نے اس سے آخرت کے لیے زاد راہ حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ اپنے رب کو راضی کر لیا اور اس کے لیے بہت برا ہے جسے اس نے آخرت سے پھیر دیا اور اسے رب تعالیٰ کی رضا سے محروم کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ دنیا کو دور کرے، تو دنیا کہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور کرے جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ ذہبی نے کہا ہے: یہ روایت ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زہد اور قناعت کا اظہار کر تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے (7)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 342، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 344 3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 345

4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 346 5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 347 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 349

7۔ ایضاً

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور اس کا راستہ ہے۔ پس جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو قید اور راستے سے چھٹکارا پا جاتا ہے (1)۔

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی اس حال میں کہ دنیا اس کا بڑا مقصد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے لیے کوئی شے نہیں ہے۔ اور جس نے مسلمانوں کے لیے کوئی اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سفیان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے اشیاخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لیے آئے۔ تو وہ رونے لگے۔ حضرت سعد نے پوچھا: اے ابا عبد اللہ! تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور وہ تجھ سے راضی تھے اور تو حوض کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اپنے ساتھیوں سے ملاقات کرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں موت کی گھبراہٹ سے نہیں رو رہا اور نہ ہی دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک دنیا سے مسافر کے زاد راہ کی مثل ہی لے۔ اور میرے ارد گرد تو یہ کچھ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تو پانی کا ٹب، پیالہ اور لوٹا تھا۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مساجد میں حلقے بنا کر بیٹھیں گے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس تم ان کے پاس نہ بیٹھو۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے (4)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قریب ہے۔ اور لوگ صرف دنیوی حرص میں اضافہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری کو بڑھا رہے ہیں۔ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مستورد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخرت میں دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر اسے اوپر اٹھا لے پس وہ دیکھے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے (6)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو عثمان نہدی سے ان کا یہ قول بیان کیا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 197، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 352، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 353
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 359
5۔ ایضاً
6۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 229، دار صادر بیروت

ہوں)۔ اس نے اس کا نام بتایا، میں اسے پہچانتا تھا۔ پھر میں نے کہا: کیا تیری بکریوں میں کوئی دودھ والی ہے؟ اس نے کہا:
جی ہاں۔ پھر کہا کیا تو مجھے دودھ دے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے اسے حکم دیا ان میں سے میرے لیے ایک بکری پکڑ
لاؤ۔ پھر اسے کہا کہ اس کی کھیری سے گردوغبار جھاڑ دو۔ پھر اسے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر صاف کر لیے۔ میرے
پاس چمڑے کا ایک برتن تھا، اس کے منہ پر کپڑا تھا، پس اس نے تھوڑا سا دودھ اس میں دوہ کر دیا پھر میں نے اسے پانی کے
پیالے میں انڈیلا۔ یہاں تک کہ وہ خوب ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ کو بیدار
پایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ نوش فرمایئے۔ آپ نے نوش فرمایا اور مجھے انتہائی راحت اور خوشی ہوئی۔ پھر عرض کی: کیا
کوچ کا وقت ہو گیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: پھر ہم چل پڑے حالانکہ قوم ہمیں تلاش کر رہی تھی۔
لیکن ان میں سے سراقہ کے سوا کوئی ہمیں نہ پا سکا، وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! تلاش کرنے
والا ہمیں پیچھے سے آ ملا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حتی
کہ وہ ہمارے اتنا قریب آ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک یا دو یا تین نیزوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ میں نے عرض کی: یا
رسول اللہ ﷺ! یہ تلاش کرنے والا آ پہنچا ہے۔ اور میں رونے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نہ رو۔ میں نے عرض کی: قسم
بخدا! میں اپنے آپ پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں تو آپ پر رو رہا ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا
شِئْتَ" (اے اللہ! جیسے چاہے ہمیں اس سے محفوظ کر لے)۔ پس اس کا گھوڑا اپنے پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا اور وہ
اس سے کود گیا اور کہنے لگا: اے محمد ﷺ! جان لیا یہ آپ کا عمل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس موجودہ کیفیت
سے نجات عطا فرما دے۔ قسم بخدا! میرے پیچھے تلاش میں جو لوگ اس راستے پر آ رہے ہیں میں انہیں اس سے بہکا دوں گا اور
یہ میرا ترکش ہے اس سے تیر لے لیجئے۔ فلاں فلاں جگہ پر آپ کا گزر میرے اونٹوں اور بکریوں سے ہو گا۔ آپ ان سے اپنی
ضرورت پوری فرما لیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: مجھے ان کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ پھر آپ
ﷺ نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں ہم بھی
سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آ پہنچے۔ پس لوگوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ وہ راستوں پر اور مکانوں کی
چھتوں پر نکل کر آئے ہوئے تھے۔ بچے اور خدام راستوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اللّٰہ اکبر
جاء رسول اللّٰہ محمد ﷺ" اللہ اکبر محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ قوم میں اس بارے اختلاف ہو گیا کہ کس
کے پاس آپ ﷺ نزول فرمائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: آج کی رات میں بنی نجار جو حضرت عبد المطلب کے
ننھیال ہیں ان کے پاس قیام کروں گا اور انہیں یہ اعزاز عطا کروں گا۔ پھر جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو جیسے حکم ہوا (1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور نبی کریم
ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ یہاں تک کہ جب میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا پھسل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 343 (36810)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

گیا اور میں گر پڑا۔ میں دوبارہ اٹھا اور پھر سوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنی اور آپ ادھر ادھر توجہ نہیں کر رہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت سے توجہ کر رہے ہیں۔ تو میرے گھوڑی کے آگے والے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ وہ گھٹنوں تک زمین میں چلے گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے اسے جھڑکا اور وہ اٹھی اور قریب نہ تھا کہ وہ اپنے پاؤں باہر نکال لے۔ جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کے آگے والے پاؤں پر ایک نشان تھا جو دھوئیں کی مثل آسمان تک پھیلی ہوئی تھی۔ پس میں نے دونوں سے امان کی درخواست کی۔ وہ دونوں میرے لیے ٹھہر گئے اور اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا جب میں ان سے ملا کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا اور رسول اللہ ﷺ عنقریب غالب آ جائیں گے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رات کے وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما ہو کر نکلے تو غار ثور میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے ان کے ساتھ کی آواز سنی تو آپ ﷺ کو کسی تلاش کرنے والے کے آنے کے خوف ہوا۔ سو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو کھانسنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آواز سن کر آپ کو پہچان لیا اور ان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ پیچھے سے آملے پھر دونوں غار میں چلے گئے۔ صبح کے وقت قریش آپ کی تلاش میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے تنعیم سے نشانات دیکھ کر کھوج لگانے والا ایک آدمی بلا بھیجا۔ پس وہ (کھوج لگانے والا) قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے غار تک پہنچ گیا۔ غار کے دروازے پر ایک درخت تھا اس نے اس کی جڑوں میں پیشاب کیا۔ پھر کہا تمہارا وہ ساتھی جسے تم اس جگہ تلاش کر رہے ہو اس نے اس جگہ کو عبور نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غمگین ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تین دن تک ٹھہرے۔ عامر بن فہیرہ انہیں کھانا پہنچاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے لیے تیاری کرتے رہے۔ پس انہوں نے اہل بحرین سے تین اونٹ خریدے اور ایک راستے کی راہنمائی کے لیے رہبر اجرت پر لیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹ اور رہبر کو ساتھ لے کر ان کے پاس آ پہنچے۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور دوسری پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ حالانکہ قریش نے آپ کی تلاش میں کئی لوگ بھیج رکھے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس، حضرت علی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر، عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے۔ ان تمام کی روایات ایک دوسرے میں جمع ہیں کہ انہوں نے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 554 (قدیمی کتب خانہ کراچی)

یا نبی اللہ! ﷺ آپ جو چاہیں مجھے حکم ارشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی جگہ پر ٹھہر اور تو کسی کو نہیں چھوڑے گا جو ہمیں آ ملے گا۔ پس آپ دن کے پہلے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے بارے میں پوری کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخری حصہ میں آپ ﷺ کے لیے ہتھیار تھے (1)۔ اسی کے بارے سراقہ ابوجہل کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

أَبَا حَكَمٍ لَوْ كُنْتَ وَاللهِ شَاهِدًا　　　لِأَمْرِ جَوَادِيْ إِذْ تَسِيْخُ قَوَائِمُهْ

"اے ابوالحکم! قسم بخدا! اگر تو میرے گھوڑے کو اس طرح دیکھ لیتا کہ اس کے پاؤں دھنس گئے ہیں"۔

عَجِبْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا　　　رَسُوْلٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهْ

"تو تو یقین کر لیتا اور ذرا بھی شک نہ کرتا کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور یہ دلیل سے ثابت ہے۔ پس کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکتا ہے"۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ضبہ بن محصن العنزی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ تو وہ رونے لگے اور فرمایا: قسم بخدا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر سے بہتر اور افضل ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس رات اور اس دن کے متعلق کچھ بتاؤں؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی جی ہاں یا امیر المومنین! تو انہوں نے فرمایا: ان کی رات وہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ اہل مکہ سے بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ تو آپ ﷺ رات کے وقت نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع کی۔ پھر وہ کبھی آپ ﷺ کے سامنے چلتے اور کبھی آپ کے پیچھے، کبھی وہ آپ ﷺ کے دائیں ہوتے اور کبھی بائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا ہے؟ میں تیرے اس فعل کو نہیں پہچانتا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے گھات لگا کر بیٹھنے والے یاد آ جاتے ہیں۔ تو میں آپ کے آگے آ جاتا ہوں اور مجھے تلاش کرنے والا یاد آ جاتا ہے اور کبھی آپ کی دائیں جانب ہو جاتا ہوں اور کبھی بائیں جانب۔ مجھے آپ کے بارے میں پر امن نہیں ہوتا۔ سو رسول اللہ ﷺ اس رات اپنی انگلیوں کے اطراف پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں ننگے ہو گئے۔ پس جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا تو آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح وہ آپ ﷺ کو اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ غار کے منہ پر جا پہنچے اور وہاں آپ ﷺ کو اتار دیا۔ پھر عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میں داخل ہو جاؤں۔ تا کہ اگر اس میں کوئی شے ہے تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر واقع ہو۔ چنانچہ آپ اس میں داخل ہوئے اور اس میں کوئی شے نہیں دیکھی۔ پھر آپ ﷺ کو اٹھایا اور اس میں اندر لے گئے۔ غار میں کئی شگاف اور بلیں تھیں جن میں سانپ اور اژدہا تھے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا اور سانپوں اور اژدہوں نے آپ کو ڈسنا اور ڈنگ مارنا شروع کر دیا اور آپ کے آنسو گرنے لگے۔ درآں حالیکہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 526، دارالکتب العلمیہ بیروت

رسول اللہ ﷺ آپ کو فرمانے لگے: اے ابوبکر! لَا تَحْزَنْ بے شک یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کے لیے راحت وطمانیت نازل فرمائی۔ پس یہی آپ کی وہ رات ہے۔ رہا آپ کا دن (تو اس کی وضاحت یہ ہے) کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔ تو بعض نے کہا: ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے اور بعض نے کہا: نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہی ہم زکوٰۃ دیں گے۔ پس میں آپ کے پاس آیا حالانکہ انہوں نے صاف ہو کر آپ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ تو میں نے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ! ﷺ لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا سلوک کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: جاہلیت میں انتہائی سخت قہر وغضب کا اظہار کرنے والا اسلام میں انتہائی کمزور اور بزدل ہے۔ آپ ان کے ساتھ کون سی تالیف کریں گے کیا عجیب وغریب شعر کے ساتھ یا جھوٹے شعر کے ساتھ؟ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ قسم بخدا! اونٹ کی وہ رسی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے اگر انہوں نے اس کا بھی مجھ سے انکار کیا تو یقیناً میں ان کے خلاف جنگ کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ہم نے آپ کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ قسم بخدا! آپ انتہائی معاملہ فہم اور صاف رائے والے تھے اور یہی وہ دن ہے (جو عمر سے بہتر ہے)(1)

امام ابو نعیم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن شہاب اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے ہر جانب سوار ہو کر نکلے۔ انہوں نے اہل میاہ (پانی کے نواح میں رہنے والے) کی طرف یہ حکم بھیجا کہ وہ انہیں انتہائی زیادہ اجرت اور معاوضہ دیں گے۔ وہ اس جبل ثور پر بھی آئے جس کے غار میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے اوپر چڑھے اور حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی آوازیں سن لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور آپ پر پریشانی اور خوف طاری ہو گیا۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطمینان وراحت نازل ہوئی۔ فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۚ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (2)

امام ابن شاہین، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حبشی بن جنادہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنا قدم آگے بڑھایا تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔(3)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: وہ لوگ جو ان کی تلاش میں نکلے وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار میں داخل ہونے سے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ نشانات ختم ہو گئے اور وہ وہاں سے دائیں بائیں چلے گئے(4)۔

1۔ دلائل النبوۃ، جلد 2، صفحہ 477، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 478

3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 85، دار الفکر بیروت　　4۔ ایضاً

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لیے نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اپنے آپ پر کسی غیر سے مخفوظ نہیں تھے یہاں تک کہ دونوں غار میں داخل ہو گئے (1)۔

امام ابن شاہین، دار قطنی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَاَنْتَ مَعِیْ عَلَی الْحَوْضِ" (تو غار میں میرا ساتھی رہا اور حوض پر بھی میرے ساتھ ہو گا) (2)۔

امام ابن عساکر نے اسی کی مثل حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کیا تم نے ابو بکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میں سنوں گا تو انہوں نے یہ کہا:

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا

"غار میں دو میں سے دوسرے تھے جب وہ پہاڑ پر چڑھے اس حال میں کہ دشمن ان کے ارد گرد گھوم رہے تھے"۔

وَكَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِیَّةِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

"اور مخلوق جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے ساتھ شدید محبت تھی کوئی بھی ان کا ہمسر نہ تھا"۔

پس رسول اللہ ﷺ خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے (3)۔

امام خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت بیان کی ہے لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (4)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غار والی رات کے بعد کسی شے کا خوف اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کی وحشت اور خطرہ مجھ میں داخل نہیں ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی ذات اور دین کے بارے میں میرے خوف اور ڈر کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اطمینان اور سکون رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تکمیل اور اس میں نصرت کا فیصلہ فرما دیا ہے (5)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 58، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 89
3۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 91
4۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 291
5۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 317

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر صدیق کے تمام مسلمانوں کو اپنے نبی مکرم ﷺ کے بارے میں عتاب کیا ہے۔ وہ اکیلے اس عتاب سے خارج ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ الآیۃ" (1)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو عتاب کیا ہے اور فرمایا ہے: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ہمارے اصحاب میں سے کسی نے خبر دیتے ہوئے کہا ہے: ہم اہل مدینہ میں سے نوجوان ایک مجلس میں تھے اور ان میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! رسول اللہ ﷺ کے لیے کوئی وطن بھی نہ تھا مگر میرے جد امجد اس وقت بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ کسی نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! قسم بخدا تو ٹھہر۔ پھر کہا: دلیل لاؤ تو انہوں نے کہا: ہاں اس کی دلیل ہے جسے تم رد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ۔ (2)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابو عوانہ، ابن حبان، ابن منذر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: میں غار میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ پس میں نے مشرکین کے قدم دیکھے تو کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے اپنا قدم اٹھایا تو یقیناً اپنے قدم کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔ "یَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَیْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا" (3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ دونوں جب غار تک پہنچے تو وہاں ایک بل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں اس میں رکھ دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر اس میں کاٹنے یا ڈسنے والی کوئی شے ہے تو اس کا کاٹنا یا ڈسنا مجھ پر واقع ہو۔ (4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب غار کی رات تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں آپ سے پہلے اس میں داخل ہوں تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور شے ہو تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر اثر انداز ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اندر جاؤ۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے وہ اپنے ہاتھ سے جگہ کو صاف کرنے لگے اور جب کسی کوئی بل دیکھتے تو آپ اپنے کپڑے سے ایک ٹکڑا پھاڑتے اور اسے بل میں داخل کر دیتے حتیٰ کہ آپ نے اپنے سارے کپڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ایک بل باقی بچ گئی۔ تو اس پر آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ دی اور حضور ﷺ سے عرض کی: اندر تشریف

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 92، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، باب مناقب المہاجرین، جلد 1، صفحہ 515، قدیمی کتب خانہ کراچی 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (366:7)، مکتبہ الزمان مدینہ منورہ

لا بیٹھے۔ جب صبح ہوئی تو آپ کو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑا کہاں ہے؟ تو آپ نے جو کچھ کیا تھا وہ سب آپ ﷺ کو بتا دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک اوپر اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کی: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَابَكْرٍ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" "اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر کو میرے درجہ میں میری معیت عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا کو قبول فرما لیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ اندر داخل نہ ہوں یہاں تک کہ میں اسے صاف کروں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز لگی اور آپ اپنی انگلی سے خون صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

"صرف تیری انگلی خون آلود ہوئی ہے، جو کچھ تجھے ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہوا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن اسید رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھتی جب کہ ہم غار کی جانب اوپر چڑھ رہے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون نکلنے لگا اور میرے قدم تو عادی تھے اور وہ سخت تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے۔

امام ابن سعد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مصعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ میں نے انہیں یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات حضور نبی کریم ﷺ غار میں تھے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا۔ تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اگا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے سامنے ایک جالا بن دیا اور آپ ﷺ کو چھپا لیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ غار کے منہ پر رہنے لگے۔ قریش کے ہر قبیلے سے نوجوان اپنی لاٹھیاں، تلواریں اور نیزے وغیرہ لے کر آ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حضور نبی کریم ﷺ سے چالیس قدم کے فاصلے پر تھے تو ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اس نے غار میں دیکھا۔ اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور انہوں نے اسے کہا: تجھے کیا ہوا تو نے غار میں کچھ نہیں دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ سب کچھ حضور نبی کریم ﷺ نے سن لیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اسے دور ہٹا دیا ہے۔ سو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کے بارے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کو جزائے خیر عطا فرمائی کہ وہ حرم پاک میں رہنے لگے اور حرم پاک کے تمام کبوتر اسی جوڑے سے پیدا ہوئے (1)۔

1۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 229، دار صادر بیروت

میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ البتہ وہ میرے بھائی اور غار کے میرے ساتھی ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ میں غار سے مراد وہ ہے جو اس پہاڑ میں ہے جس کا نام ثور ہے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں جس نے ایک قوم کو حرا پر چڑھتے ہوئے دیکھا تو میں نے پوچھا: یہ لوگ حرا میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ غار جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روپوش ہوئے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ حرا میں روپوش نہیں ہوئے تھے بلکہ جبل ثور میں روپوش ہوئے تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی بھی اس غار کے محل کو نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ دونوں ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور عامر بن فہیرہ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ اس کو جانتا ہے کیونکہ وہ جب اپنا ریوڑ چرانے کے لیے نکلتا تو ان دونوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں دودھ پیش کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے (2)۔

امام عبدالرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی نہیں پایا مگر اس حال پر کہ وہ دونوں دین اسلام کے پیروکار اور اطاعت شعار رہے۔ اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا مگر اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح وشام ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ جب برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ آپ سے ملا تو اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے سو میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ تو ابن دغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تمہارے جیسے آدمی کو نہ نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ نکل سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ محتاجوں اور فقیروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی عزت افزائی اور تعظیم کرتے ہیں اور حق پر آنے والی آفتوں اور مصائب کے خلاف مدد کرتے ہیں اور میں آپ کا پڑوسی ہوں، آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کے پناہ دینے کو قبول کر لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو کہا: کہ ابوبکر کو کہو وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے، اس میں جو چاہے نماز پڑھے اور جس کی چاہے قرأت کرے۔ اور وہ ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور نہ ہی وہ اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھے اور قرآن کریم کی قرأت

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 149 (1086)، بیروت　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (36816)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

میں مشغول ہو۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا کچھ وقت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ اور آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے اور اظہار تعجب کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ اپنے آنسوؤں کے سیلاب کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی شے نے قریش کے سرداروں کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب کر دیا۔ پس انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔ اور وہ وہاں وہ علانیہ نماز اور قرآن پڑھتا ہے اور ہمیں یہ خدشہ اور خوف ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پس اگر وہ یہ پسند کرے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کو صرف اپنے گھر تک ہی محدود رکھے گا تو پھر ایسا کرے۔ اور اگر وہ یہ تسلیم نہ کرے اور علانیہ عبادت پر مصر ہو تو پھر اسے کہہ دیجیے کہ وہ تمہاری ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈال دے گا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو توڑنا بھی ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلانیہ عمل کو قبول بھی نہیں کر سکتے۔

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر! تم جانتے ہو کہ میں نے جس شرط کی بناپر تمہارے لیے معاہدہ کیا تھا۔ پس اگر تم اس کے پابند رہو تو وہ قائم ہے۔ ورنہ میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو۔ کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک آدمی کے اس معاہدے میں بے وفائی کی ہے جو میں نے اس کے لیے کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی پناہ پر ہی راضی اور خوش ہوں۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا: مجھے تمہارا دار ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے کھجوروں والی ایک دلدلی زمین دیکھی۔ یہ دو لابتین (سیاہ پتھروں والی زمین کے دو قطعوں) کے درمیان ہے۔ یہی حرتان کہلاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرمایا تو پھر جنہوں نے ہجرت کی انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہی ہجرت کی اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا ٹھہر جائیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ بھی یہ امید رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سنگت کے لیے اپنے آپ کو روک لیا۔ آپ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں آپ انہیں چار ماہ تک ببول کے پتوں کا چارہ ڈالتے رہے۔ پس اسی دوران میں ہم ایک دن اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کبھی بھی ہمارے پاس تشریف نہیں لاتے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ

اس ساعت میں بغیر حکم کے تشریف نہیں لا رہے۔ جتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے اور اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ریدہ دولی قرش راہ کر دیے اور آپ ﷺ اندر قدم رنجہ فرما ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جونہی اندر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے پاس سے دوسروں کو نکال دیجئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ قربان یہ سب آپ کے اہل ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا: مجھے یہاں سے خروج کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بابی انت کیا صحبت کرام کو بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بابی انت! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمن (قیمت) کے عوض۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: پس ہم نے دونوں کے لئے خوب اچھی طرح تیاری کی۔ اور ہم نے دونوں کے لیے سفر کا توشہ ایک چمڑے کے برتن میں ڈالا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار بند کو پھاڑا اور اس کے ساتھ اس برتن کو باندھ دیا اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے جس پہاڑ کا نام ثور ہے اور تین راتیں دونوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما آتے تھے۔ وہ نوجوان، معاملہ فہم اور انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی تھے۔ وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے چلے جاتے تھے اور قریش مکہ کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے جیسے کہ وہیں رات گزارنے والا کرتا تھا۔ آپ جو بات بھی ان سے متعلق سنتے تھے آپ اسے یاد کر لیتے۔ یہاں تک کہ اس کی خبر ان تک پہنچا دیتے جب کہ اندھیرے کا عالم رہتا ہوتا تھا۔ ان کے قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتا تھا۔ پس جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو وہ ان میں سے دودھ والی بکریاں آپ کو پیش کرتا تھا۔ پس دونوں اپنے مقام میں رات گزارتے ہوتے یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے میں دونوں کو آواز دیتا۔ وہ تینوں راتیں اسی طرح کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ پھر اس کا تعلق بنی عبد بن عدی سے تھا۔ اور وہ راستے کی راہنمائی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ حالانکہ اس نے آل عاص بن وائل میں جھوٹی قسم کھائی تھی اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا۔ مگر ان دونوں نے اسے پناہ دی اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد انہیں غار ثور میں لانے کا اس سے وعدہ لیا۔ پس تیسری رات کی صبح وہ دونوں سواریاں لے کر آ گیا اور وہاں سے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک راستے کا راہبر دیلی بھی تھا۔ پس اس نے ان کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جو کہ ساحل کا راستہ تھا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبدالرحمن بن مالک مدلجی جو کہ سراقہ بن جعشم کا بھتیجا ہے نے بتایا ہے کہ اس کے باپ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے سراقہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے آ کر بتایا کہ قریش نے کہا ہے جو بھی رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا ان کی دیت (سو اونٹ) اس کے لیے ہو گی۔

پس اس اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی آیا ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند لوگوں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ سراقہ نے کہا: میں نے پہچان لیا کہ یقیناً وہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ چل پڑے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے کی جانب لے چلے اور وہاں اسے روک رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پچھلی جانب سے نکلا۔ زمین کو نیچے نیزے سے چھیدتا رہا اور نیزے کی اوپر والی جانب کو نیچے کی جانب کیا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ پس میں اس پر سوار ہوا اور اسے قریب تیزی سے دوڑایا۔ اس نے مجھے اتنا قریب پہنچا دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا نشان دیکھ لیا۔ پس جب میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ وہ مجھے سنائی دینے لگے۔ تو میرا گھوڑا لڑکھڑا گیا اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اٹھا اور اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور اس سے فال کا تیر نکالا۔ اس کے ذریعے یہ غور و فکر کرنے کی کوشش کی کہ آیا میں انہیں کچھ ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ لیکن اس سے ایسا تیر نکلا جو مجھے اچھا پسند نہ تھا یہ کہ میں انہیں کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی اور حال یہ ہے کہ آپ ادھر ادھر التفات نہیں فرماتے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے تمام اطراف میں دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ پس اس وقت میرے گھوڑے کے آگے والے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر اسے کھینچا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں کا نکلنا قریب نہ تھا۔ پس جب اس کی ٹانگیں سیدھی ہو گئیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر تمام کا نشان ہے جو دھوئیں کی صورت میں آسمان کی جانب اٹھتی ہوئی ہے۔ میں نے پھر تیر نکالا لیکن وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا کہ میں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکوں گا۔ لہٰذا میں نے انہیں امن کے لیے آواز دی۔ سو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے قریب آ پہنچا۔ جب میں ان سے ملا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں انہیں قید نہیں کر سکا۔ بلاشبہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا حکم غالب آ جائے گا۔ پھر میں نے ان سے کہا: کہ آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں سفر کے متعلق کچھ بتایا۔ اور جو لوگ ان کا ارادہ رکھتے تھے ان کے بارے آگاہ کیا اور اپنا کھانا اور کچھ سامان سفر انہیں پیش کیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کوئی شے نہ لی اور نہ مجھ سے کسی کے بارے میں پوچھا۔ مگر صرف یہ کہ ان کا معاملہ مخفی رکھوں، کسی پر ظاہر نہ کروں۔ پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جس میں امان کا وعدہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دے دیا اور پھر چلے گئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ زبیر اور مسلمانوں کے ایک قافلے سے ملے جو کہ ملک شام سے تجارت کر کے مکہ کی طرف آ رہے تھے۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ ان کا لباس سفید کپڑے کا تھا۔ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بارے سنا تو وہ ہر صبح مقام حرہ تک آتے تھے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے یہاں تک کہ انہیں دوپہر کی گرمی واپس پہنچانے لگتی تو وہ واپس لوٹ جاتے۔ پس اسی طرح ایک دن طویل انتظار کرنے کے بعد وہ واپس لوٹے۔ جونہی وہ اپنے گھروں میں پہنچے یا ایک یہودی کے گھر میں جو کہ ایک ٹیلے پر واقع تھا اتفاقاً کے لیے چڑھا تھا تو اس کی نظر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر پڑی۔ غبار چھٹ چکا تھا اور ان کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تو اس نے بلند آواز میں ندا دی: اے معشر العرب! یہ وہ تمہارے بزرگ ہیں جن کا تم انتظار کر رہے ہو۔ پس مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو ظہر الحرہ کے پاس لے آئے۔ وہاں سے آپ ﷺ دائیں جانب پھرے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف میں نزول فرمایا۔ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ قیام فرما رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے اور انصار میں سے جو بھی ایسا شخص آتا جس نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوا تھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ گمان کرتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوپ آگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ دس سے زائد راتیں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرما رہے اور وہ مسجد بنائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی چلے یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ اس دن سے مسلمان وہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ جگہ سہل اور سہیل دو بھائیوں کی کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھا۔ یہ دونوں یتیم بچے تھے اور بنی نجار میں سے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی سواری وہاں بیٹھی تو آپ ﷺ نے فرمایا "هٰذَا الْمَنْزِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ" اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی منزل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں بچوں کو بلایا اور ان کے ساتھ اس میدان کا سودا کیا کہ آپ وہاں مسجد بنائیں گے۔ تو انہوں نے عرض کی: سودا نہیں۔ بلکہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے لیے یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے ہبہ اس طرح قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر آپ ﷺ نے ان سے وہ جگہ خرید لی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر کے وقت رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لانے میں برابر کے شریک رہے۔ اس دوران آپ ﷺ یہ اشعار پڑھتے رہے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالُ خَيْبَرْ   هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرْ

"یہ جمال خیبر کا حسن و جمال نہیں، یہ تو ہمارے رب کا احسان اور انتہائی طہارت و پاکیزگی ہے"۔

اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةْ   فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

"بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے، اے اللہ! انصار و مہاجرین پر رحم فرما"۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے کسی آدمی کے شعر کے جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ اس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ امام ابن شہاب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: احادیث میں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان اشعار کے سوا بھی کوئی مکمل شعر کہا ہو۔ لیکن آپ ﷺ مسجد بنانے کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ رجز پڑھتے رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو وہ جنگ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والوں کے درمیان حائل ہو گئی یہاں تک کہ وہ غزوۂ خندق کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے مدینہ طیبہ میں آکر ملے۔ پس اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حبشہ میں ٹھہرنے والوں کو عار دلایا کرتے تھے۔ تو اس کا ذکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح نہ کیا کرو۔ سب سے پہلے قتال کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج: 39) اِلَى قَوِیٌّ عَزِیْزٌ (الحج) ''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا''(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بخاری رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس حال میں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔ وہ شیخ تھے وہ پہچانے جاتے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ تو لوگ کہتے تھے: اے ابوبکر! تمہارے آگے یہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ''هٰذَا یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ'' یہ راہنما ہے جو مجھے راستہ کی راہنمائی فرماتا ہے۔ فرمایا: جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حرہ کے مقام پر اترے اور انصار کی طرف پیغام بھیجا۔ تو وہ آگئے۔ راوی کا بیان ہے میں اس دن حاضر تھا جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ پس میں نے اس دن سے زیادہ حسین کوئی دن نہیں دیکھا۔ اور جس دن حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس دن سے بڑھ کر کوئی قبیح اور زیادہ تاریک کوئی دن نہیں دیکھا(2)۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے التمہید میں حضرت کثیر بن فرقد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری لائی گئی۔ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ سوار ہوں اور وہ آپ کے ردیف ہوں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم سوار ہو اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ جو مالک ہو وہی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ سو جب دونوں نکلے تو راستے میں سراقہ بن جعشم سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اس نے آپ سے پوچھا: تم کون آدمی ہو؟ آپ نے فرمایا: باغ (بغاوت کرنے والا) اس نے کہا: یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ھاد۔ (ہدایت اور راہنمائی کرنے والا) پھر اس نے کہا: کیا آپ محمد ﷺ کے بارے بتا سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے ہیں۔

1۔ صحیح بخاری، باب الہجرۃ، جلد 1، صفحہ 552، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 346 (36625)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابو مالک نے کہا: سورۂ براءت میں سے جو شے سب سے اول نازل ہوئی وہ یہ ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پھر اس کا اول اور آخر نازل ہوا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ سورۂ براءت میں سے سب سے پہلے مذکورہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خِفَافًا سے مراد نشاط یعنی خوشی کی حالت ہے اور ثِقَالًا سے مراد غیر نشاط یعنی اداسی اور پریشانی کی حالت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکم رحمہ اللہ نے کہا: خِفَافًا سے مراد مشغولیت کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد غیر مشغولیت کی حالت ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا کا معنی ہے تنگی اور سہولت یعنی ہر دو حالت میں جہاد کے لیے نکلو۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا سے مراد جوانی کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد کہولت یعنی بڑھاپے کی حالت ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا سے مراد جوان اور بوڑھے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں نے کہا: بے شک ہم میں بوجھل، صاحب حاجت، کاروبار میں مشغول رہنے والے اور وہ ہیں جن کے معاملات منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے بارے یہ حکم نازل فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور ان کا کوئی عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ جس حالت میں ہیں ہلکے یا بوجھل وہ جہاد کے لیے نکلیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: ایک آدمی آیا، ان کا گمان تھا کہ وہ حضرت مقداد تھے۔ وہ بہت عظیم جثہ اور موٹا تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا شکوہ پیش کیا اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت عطا فرما دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ اس دن اس کے بارے میں یہ نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم لوگوں پر گراں اور شدید ثابت ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَی الْمَرْضٰی (التوبہ: 91) "نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر" الآیہ۔

امام ابن جریر نے حضرت حضرمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے قریب تھا کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا یا بوڑھا ہوتا اور وہ کہتا: بے شک میں گناہ گار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (5)۔

امام ابن سعد، ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو یعلیٰ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، صفحہ 209 (15366)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً (19071)　4۔ ایضاً (18372)
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 159، داراحیاء التراث العربی بیروت

حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوطلحہ نے سورۂ براءت پڑھی یہاں تک کہ جب وہ اس آیت پر پہنچے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ فرما رہا ہے خواہ ہم بوڑھے ہوں یا نوجوان اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی عذر نہیں دیا۔ تم میرے لیے تیاری کرو۔ ان کے بیٹوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا اور آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی جنگ میں شریک ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ جناب ہم آپ کی جانب سے جہاد میں شریک ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور سمندری سفر کے لیے جہاز پر سوار ہو گئے اسی دوران وصال فرما گئے۔ آپ کے ساتھیوں نے نو دن کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لیے جزیرہ پایا تب بھی آپ میں کوئی تغیر و تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ چنانچہ سات دن کے بعد انہوں نے آپ کو اس جزیرہ میں دفن کر دیا (1)۔

امام ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے پھر ایک سال کے سوا کبھی بھی مسلمانوں کی کسی جنگ سے آپ پیچھے نہیں رہے اور وہ کہتے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور میں نہیں پاتا آپ کو مگر خفیف اور ثقیل کی حالت میں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوراشد حبرانی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے گھڑ سوار حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حمص میں دیکھا ہے وہ ایک جنگ کا ارادہ رکھتے تھے تو میں نے عرض کی: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: سورۃ البعوث یعنی سورۃ التوبہ نے ہمارے عذر سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو یزید مدنی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم ہر حال میں جہاد کے لیے نکلیں۔ اور وہ مذکورہ ارشاد باری تعالیٰ کی یہی تاویل کرتے تھے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۟

"اگر ہوتا مال غنیمت قریب یا سفر درمیانہ تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے لیکن دور معلوم ہوتی ہے انہیں مسافت اور ابھی قسمیں کھائیں گے اللہ کی (اور کہیں گے) کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ۔ ہلاک کر رہے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، جلد 3، صفحہ 14 (1250)(4)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 393 (5487)

ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: کیا آپ بنی اصفر کے ساتھ جنگ نہیں لڑیں گے، شاید آپ شہنشاہ روم کی بیٹی کو پالیں؟ اور دو آدمیوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ عورتیں فتنہ ہیں۔ پس آپ ہمیں ان کے سبب فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لہٰذا ہمیں اجازت فرمادیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرما دی۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ چربی فقط سب سے پہلے کھانے والے کے لیے ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ ابھی تک آپ ﷺ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب آپ نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ پانی کے ایک چشمے کے پاس تھے لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ: 43) اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی: لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 44) "نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر" اور ان کے خلاف یہ حکم نازل ہوا اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (التوبہ) "بیشک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا کا معنی ہے کہ مال غنیمت قریب ہوتا۔ اور وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ کی تفسیر میں فرمایا کہ الشُّقَّةُ سے مراد مسافت ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَرَضًا قَرِيبًا کا معنی ہے اگر وہ دنیا جسے وہ طلب کرتے ہیں قریب ہوتی۔ اور سَفَرًا قَاصِدًا کے بارے کہتے ہیں کہ اگر سفر قریب ہوتا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: تحقیق وہ خروج کی طاقت رکھتے تھے لیکن ان کے نفسوں میں سستی اور غفلت تھی اور جہاد سے دوری کے جذبات تھے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

"درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو"۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں اور ابن جریر نے عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: دو کام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیے حالانکہ دونوں کے بارے میں کسی نے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ ایک آپ ﷺ کا منافقین کو اجازت دینا اور دوسرا قیدیوں سے فدیہ لینا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ الآیہ (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 152، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مورق العجلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کیا تم نے اس سے حسین اور اچھا عتاب کبھی سنا ہے کہ عتاب فرمانے سے پہلے ہی عفو و درگزر سے آغاز فرمایا اور ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کچھ لوگوں نے کہا: کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کریں۔ پس اگر آپ ﷺ انہیں اجازت عطا فرمادیں تو پھر بیٹھے رہو۔ اور اگر نہ بھی تمہیں اجازت دیں تو پھر بھی بیٹھے رہو۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اسی آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت سمیت تین آیات اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو چکی ہیں فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور:62) "پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں"۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی: فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝

"نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر کہ (نہ) جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں ان کے دل تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں"۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ منافقین کی تفسیر ہے جب کہ انہوں نے بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے عذر کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔ (1)

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں آیات کی ناسخ وہ آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے یعنی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 163، دار احیاء التراث العربی بیروت

(یعنی) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس بارے دو اعلیٰ تعریفوں کا اختیار دے دیا ہے کہ جو جہاد میں شریک ہو وہ فضیلت و شرف کے ساتھ ہو اور جو کوئی پیچھے رہے تو وہ بغیر کسی حرج کے پیچھے بیٹھ رہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

"اور اگر انہوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انہوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھڑے ہونے کو اس لیے پست ہمت کر دیا انہیں اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھے رہو بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ اگر نکلتے تمہارے (لشکر) میں تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور دوڑ دھوپ کر کے تمہارے درمیان فتنہ پردازی کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو (اے حبیب!) وہ کوشاں رہے فتنہ انگیزی میں پہلے بھی اور الٹ پلٹ کرتے تھے آپ کے لیے تدبیریں یہاں تک کہ آگیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: فَثَبَّطَهُمْ کا معنی ہے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں روک لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک کے وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ اور مومنین سے ان کے بارے میں پوچھا اور فرمایا: کون سی شے تمہیں غمگین کر رہی ہے "اگر وہ تمہارے (لشکر) میں نکلتے تو بجز اس کے کہ تم میں کچھ اضافہ نہ کرتے" یعنی اگر وہ تمہارے لیے نکلے ہوتے اور تمہارا ساتھ شریک ہوتے تو پھر بھی وہ تمہاری مدد نہ کرتے اور وہ باعث فساد بنتے۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً وہ تمہارے درمیان دوڑ دھوپ کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَّ

نے فرمایا: غزوہ روم میں شریک ہو، بنی اصفر کی بیٹیاں غنیمت میں پاؤ گے۔ تو منافقین میں سے چند لوگوں نے کہا: اسے چھوڑیں یہ تمہیں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے یہ کہا تھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دے دیجئے اور مجھے بنی اصفر کی عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تبوک کی جنگ کرو، روم کی عورتوں سے بنات اصفر غنیمت میں پاؤ گے۔ تو انہوں نے کہا: ہمیں اجازت دے دیجئے اور ہمیں عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں اپنی سند سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی غزوات کے لیے تشریف لے جاتے تھے کم ہی ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کسی اور طرف ہوتا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے وقت فرمایا: اے لوگو! میں روم کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ یہ تنگی کا زمانہ تھا، گرمی شدید تھی اور شہر قحط زدہ تھے۔ وہ وقت پھلوں کے پکنے کا تھا اور لوگ اپنے پھلوں کے پاس اور سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے اور وہاں سے نکلنا بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اسی اثنا میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن بنی سلمہ کے سردار جد بن قیس سے یہ فرمایا: اے جد! بنی اصفر کی بیٹیوں کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری قوم جانتی ہے کہ عورتوں کے بارے میں رغبت رکھنے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اور مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو وہ مجھے فتنہ میں ڈال دیں گی۔ پس مجھے تو اجازت دے دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: تجھے اجازت ہے۔ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا راوی کہتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے اور آپ کی ذات میں رغبت رکھنے کے سبب جس فتنہ میں مبتلا ہوا وہ اس فتنہ سے کہیں شدید اور بڑا ہے جس فتنہ میں بنی اصفر کی عورتوں کے سبب مبتلا ہونے کا وہ خوف کر رہا تھا۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ اسی کے سبب جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ "مت نکلو اس سخت گرمی میں"۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (التوبہ) "فرمائیے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر کی تیاری فرمائی اور لوگوں کو تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور اہل ثروت کو فی سبیل اللہ سواریوں اور اخراجات دینے پر ابھارا۔ پس اہل ثروت میں سے بہت سے افراد نے یہ بوجھ اٹھایا اور اجر و ثواب کو طلب کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں عظیم مال خرچ کیا۔ آپ سے بڑھ کر کسی نے خرچ نہیں کیا اور دو سو اونٹوں کا بوجھ اٹھا کر خدمت کیا (2)۔

1۔ تفسیر طبری، [illegible] (1062)، مطبوعہ [illegible]

2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 5، صفحہ 213، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ دونوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے شام کے لیے لشکر تیار کیا اور لوگوں کو خروج کی اجازت عطا فرمائی اور انہیں کوچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس وقت موسم گرما کی انتہائی شدید گرم راتیں تھیں اور لوگوں کے لیے اپنی کھجوروں کا پھل چننے کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا اور کہا: ان میں روم کی طاقت نہیں ہے۔ تھوڑے نکل پڑے اور منافقین پیچھے رہ گئے۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے: رسول اللہ ﷺ اب کبھی ان کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔ پس جنہوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا انہوں نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور جانے سے باز رکھا اور مسلمانوں میں سے بھی کچھ افراد اپنے اپنے عذر کے سبب ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے کچھ بیمار اور کچھ تنگدست تھے۔ چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے وہ تمام کے تمام تنگدست تھے، وہ آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے اور وہ آپ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی کوئی سواری نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ اس حال میں واپس مڑے کہ انتہائی غم زدہ حالت میں ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور وہ اس حالت پر انتہائی مغموم تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کوئی شے نہیں پاتے۔ ان افراد میں بنی سلمہ سے عمرو بن عتمہ، بنی مازن میں سے ابن نجار ابو لیلیٰ عبدالرحمن بن کعب، بنی حارثہ میں سے علیہ بن زید، بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر اور ہرمی بن عبداللہ تھے۔ انہیں بنی البکاء کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عبداللہ بن عمرو المزنی میں سے ایک آدمی تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو روتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ جہاد کو پسند کرتے ہیں اور وہ انتہائی کوشاں ہیں۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں معذور قرار دیا اور ارشاد فرمایا: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التوبہ: 91) آیت۔ اور اس کے بعد کی دو آیات بھی ہیں۔

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے"۔

آپ ﷺ کے پاس جد بن قیس سلمی حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آکر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے پیچھے رہنے کی اجازت عطا فرما دیجیے۔ کیونکہ میں صاحب جائیداد ہوں اور اس میں کئی ایک سبب ہیں جو میرے لیے عذر ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیاری کر کیونکہ تو خوشحال اور صاحب ثروت آدمی ہے شاید تو بنی اصفر کی کسی بچی کو اپنے ساتھ سوار کر لے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرما دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ تب یہ آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور اس کے ساتھ پانچ آیات جو کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہیں نازل ہوئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سفر کا آغاز کیا اور مومنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور جو لوگ آپ سے پیچھے رہے تھے ان میں بنی عمرو بن عوف میں سے ایک شخص [illegible] بھی تھا۔ اس سے کہا گیا: کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے حالانکہ تو مسلمان ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور خوش طبعی نے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے اور دیگر پیچھے رہنے والے منافقین کے بارے مسلسل تین آیات نازل فرمائیں [illegible]

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (التوبہ: 65) "اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے"(1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو فرمایا: ان شاء اللہ ہم روم سے جنگ لڑیں گے اور ہم بنی اصفر کی بیٹیوں تک پہنچیں گے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لیے ان کے حسن کا تذکرہ کرتے تھے۔ تو منافقوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ آپ عورتوں کے بارے میری محبت اور پسند سے خوب واقف اور آگاہ ہیں اس لیے آپ مجھے اجازت فرما دیجیے اور ساتھ نہ لے جائیے۔ سو مذکورۃ الصدر آیت نازل ہوئی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے نہ نکالیے اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا میں فتنہ کا معنی حرج ہے۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَفْتِنِّيْ کا معنی ہے آپ مجھے گناہگار نہ کیجیے۔ اور اَلَا فِي الْفِتْنَةِ میں فتنہ سے مراد گناہ ہے۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝

"اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ منافقین جو مدینہ طیبہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے بری خبریں دینی شروع کر دیں۔ وہ کہتے کہ محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب نے دوران سفر بہت مشقت اٹھائی ہے اور وہ ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس جب ان تک ان باتوں کی تکذیب اور حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی عافیت کی خبر پہنچی تو وہ انہیں انتہائی ناگوار اور بری لگی۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو غزوۂ تبوک کے اس سفر کے دوران کچھ بھلائی پہنچے تو وہ انہیں بری لگتی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں حسنۃ سے مراد عافیت، خوشحالی اور غنیمت ہے۔ اور مُصِيْبَةٌ سے مراد آزمائش اور شدت ہے۔ اور قَدْ اَخَذْنَاۤ کا معنی قد حذرنا (یعنی ہم تو محتاط ہو گئے تھے) ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 224، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 170، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کا معنی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران فرما دے اور آپ ﷺ صحیح و سالم واپس لوٹا دے تو یہ انہیں ناگوار اور برا لگتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت آ پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے پہلے ہی اپنا کام درست کر لیا تھا اس سے قبل کہ انہیں کوئی مصیبت آ پہنچے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو تو یہ ان پر انتہائی گراں گزرتی ہے اور انہیں بہت ناگوار اور بری لگتی ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

"آپ فرمائیے ہرگز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بجز اس کے جو لکھ دی ہے اللہ نے ہمارے لیے۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے مومنوں کو"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کا معنی ہے "مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فیصلہ فرما دیا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ نے کہا: تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یہ دو وسیع اور عمیق وادیاں ہیں، ان دونوں میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن ان کے عرش کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ سو تو ایسے آدمی کی عمل کی طرح عمل کر جو یہ جانتا ہے کہ اسے اس کے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا اور ایسے آدمی کے توکل کی مثل توکل کر جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے اور پھر وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا کر یہ کہنے لگے میری تقدیر اسی طرح تھی۔ بلکہ ہمیں بچنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے پھر اگر کوئی مصیبت ہمیں آ پہنچے تو ہمارا یہ یقین اور اعتقاد ہو کہ ہمیں ہرگز کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہر شے کی کوئی حقیقت ہے اور بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اس سے خطا نہیں ہو سکتی تھی اور جو اس سے خطا ہو گئی ہے وہ اسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی تھی (1)۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 404 (11833)، دار الفکر بیروت

مَّعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

"فرمایئے کیا تم منتظر ہو ہمارے متعلق (کہ ہم مارے جائیں۔ یہ مراد نہیں) مگر ایک بھلائی ان دو بھلائیوں سے (جن کے ہم خواہاں ہیں) اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے لیے کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا شہادت ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا ہے۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ عن ابیہ عن جدہ رحمہم اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے اس اثنا میں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء پر تھے اچانک عرب سے (عام چلنے والا راستہ) ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: تم کون سی قوم ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے اسے بتایا: یہ قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی ہے۔ تو اس نے کہا: کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں خستہ حال دیکھ رہا ہوں، تمہارے پاس ہتھیار بہت قلیل ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ یا ہم قتل کر دیئے جائیں تو ہمارے لیے جنت ہوگی۔ یا پھر ہم غالب آ جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمارے لیے جمع فرما دے گا یعنی کامیابی اور جنت۔ اس نے کہا: تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ ہیں وہ۔ تو اس نے آپ سے عرض کی: اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کوئی حاجت اور مصلحت نہیں کہ میں اپنی مصلحت کو پورا کر لوں اور پھر جنگ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کی طرف جا اور اپنی حاجت پوری کر لے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن نکلے اور وہ آدمی اپنے گھر والوں کی طرف گیا۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بدر میں صحابہ کرام کے ساتھ جا ملا اور ان کے ساتھ صف میں شامل ہو گیا اور کئی لوگوں کو قتل کیا اور پھر جام شہادت نوش کر لیا۔ فتح کا مرحلہ مکمل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور شہدائے کرام کے درمیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ ہے وہ جس کی بات تو پسند کرتا ہے بلاشبہ شہداء کے سردار، اشراف اور ملوک ہیں۔ اے عمر! یہ بھی ان میں سے ایک ہے(2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا سے مراد تلواروں کے ساتھ قتل کرنا ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 171، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 85، دارالکتب العلمیہ بیروت

فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

"فرما دیجئے خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تم سے۔ بے شک تم ایک نافرمان قوم تھے۔ اور نہیں منع کیا ہے انہیں کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے اخراجات سوائے اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لیے مگر سست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جد بن قیس نے کہا: بلاشبہ جب میں عورتوں کو دیکھوں گا تو میں صبر نہیں کرسکوں گا یہاں تک کہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا البتہ میں اپنے مال سے آپ کی معاونت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب اس کا یہ قول تھا کہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کروں گا (1)۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

"سو نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا کا معنی ہے یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں آخرت میں عذاب دے ان چیزوں سے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں مصائب کے ساتھ عذاب دے۔ وہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے باعث اجر ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ مقدم و مؤخر کلام میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ دنیوی زندگی میں ان کے مال اور ان کی اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈال دیں۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں ان چیزوں کے سبب آخرت میں عذاب دے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 173، داراحیاء التراث العربی بیروت

تفسیر میں فرمایا اور نکلے ان کا سانس دنیوی زندگی میں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ فرمایا اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک کہتے ہیں فلا تعجبک کا معنی ہے تمہیں حیرت میں نہ ڈال دے۔ اور وتزهق انفسهم وهم كافرون کا مفہوم ہے کہ دنیا میں ان کا سانس نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ۝

"اور قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں اگر پا جائیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھو گے) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ بچنے کے لیے جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً...... الآیہ" کی تفسیر میں فرمایا کہ مَلْجَاً کا معنی پہاڑوں میں پناہ لینا ہے۔ مَغٰرٰتٍ سے مراد ایسی غار ہے جو پہاڑوں میں ہو۔ اور مُدَّخَلًا سے مراد سرنگ ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر وہ اپنے لیے کوئی بچ نکلنے کی جگہ پائیں کہ وہ اس کی طرف تم سے بھاگ جائیں۔ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ تو وہ یقیناً تم سے اس کی طرف بھاگ جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے: وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ کا معنی ہے کہ وہ تیزی اور جلدی سے (اس کی طرف منہ پھیر لیں گے)۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 175، بیروت

"اور بعض ان میں سے طعن کرتے ہیں آپ پر صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں۔ سو اگر انہیں دیا جائے ان سے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں نہ دیا جائے ان سے تو اس وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا انہیں اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ، عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ ہم تو اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں"۔

امام بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثنا میں کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ عدل کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو اور کون عدل کرے گا جب کہ میں ہی عدل نہ کروں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت فرمائیے تاکہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دے کیونکہ اس کے کئی ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ حقیر جانتا ہوگا۔ لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے پس اس کے پیکان میں دیکھا جاتا ہے تو وہاں کوئی شے بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر تیر اور پیکان کے درمیان حصہ کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی۔ پھر اس کے پچھلے حصے میں دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ پھر اس کے پروں میں دیکھا جاتا ہے تو اس میں بھی کوئی شے نہیں پائی جاتی حالانکہ وہ گوبر اور خون کو پار کر چکا ہوتا ہے۔ ان کی نشانی ایک سیاہ آدمی ہے جس کا ایک ہاتھ، یا فرمایا: اس کے پستان عورت کے پستان کی مثل ہوں گے، یا گوشت کے ٹکڑے کی مثل ہوگا وہ اسے چھپاتے ہوئے لوگوں کے ایک گروہ کے پاس آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: انہی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا تو وہاں بعینہ اسی طرح کا ایک آدمی لایا گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا وصف بیان کیا تھا (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ کا معنی ہے کہ ان میں سے بعض آپ پر صدقات کی تقسیم میں طعن کرتے تھے۔

امام سعید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت داؤد بن ابی عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ صدقہ کا مال لے کر آئے اور اسے یہاں اور وہاں تقسیم کیا یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ انصار میں سے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا اور اس نے کہہ دیا: کیا یہ عدل ہے؟ تبھی یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

ابو الشیخ نے ایاد بن لقیط سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 178، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 177

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کیا گیا۔ سو میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی جس پر انہوں نے صبر کیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

”زکوٰۃ تو صرف ان کے لیے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے۔ اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ایک اعرابی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا حالانکہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمالیا اور تقسیم کرتے رہے۔ تو اس نے کہا: کیا آپ بکریاں چرانے والوں کو بھی دیں گے؟ قسم بخدا آپ نے عدل نہیں کیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو! جب میں نے عدل نہیں کیا تو پھر اور کون عدل کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ … الآیہ۔

امام ابو داؤد، بغوی نے معجم میں طبرانی اور دارقطنی رحمہم اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اور دارقطنی رحمہ اللہ نے سے ضعیف بھی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ صدقہ (زکوٰۃ) میں سے مجھے بھی عطا کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نبی اور کسی دوسرے کے فیصلے کے ساتھ راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے خود حکم فرمایا ہے اور آٹھ اجزاء کو مصارف کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس اگر تو ان میں سے ہے تو میں تیرا حق تجھے ضرور عطا کروں گا (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک قوم آئی اور وہ اپنے عامل کی شکایت کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے ہم سے تیں شے لی ہے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان زمانہ جاہلیت میں مراسم تھے۔ تو رسول

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 303 (5285)

اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے لیے امارت (حکومت) میں خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے بھی مال صدقہ میں سے عطا فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کے سپرد نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کے آٹھ مصارف بیان فرما دیئے۔ پس اگر تو بھی ان میں سے ایک جز ہے تو میں تجھے عطا کروں گا اور اگر تو ان سے غنی ہے تو پھر یہ سر کا درد اور پیٹ کی بیماری ہے۔ "وَإِنْ كُنْتَ غَنِيًّا عَنْهَا فَإِنَّمَا هِيَ صُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ وَدَاءٌ فِي الْبَطْنِ"۔

امام سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن یزید کندی نے کہا: کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھاتے تھے۔ تو اس نے پڑھا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ تو اس نے فقراء کو بغیر مد کے پڑھا۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت مجھے اس طرح نہیں پڑھائی۔ تو اس نے کہا: آپ نے تمہیں یہ کس طرح پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے آپ ﷺ نے یہ آیت مد کے ساتھ پڑھائی ہے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت نے قرآن کریم میں ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (الاسراء: 26) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ (البقرہ: 271) اور مزید فرمایا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: یہی وہ شے ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو آگاہ کیا کہ یہ ان کے لیے ہے۔ پس تم ان میں سے جس صنف کو بھی دے دو گے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آٹھ اصناف جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اگر تو چاہے تو ان میں سے صرف ایک صنف کو دے دے یا دو کو یا تین کو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے صرف ایک صنف کو دینے میں کوئی حرج نہیں (3)۔

ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ نے حضرت حسن، عطاء، ابراہیم اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن منذر اور نحاس رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الفقراء سے مراد فقراء مسلمین ہیں اور مساکین سے مراد طوافون (دروازے پر چکر لگانے والے) ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: فقیر وہ ہوتا ہے جو اپاہج ہو اور مسکین وہ محتاج ہے جو اپاہج نہ ہو (5)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 257 (1023)، دار الصمیعی ریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 189، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 405 (10450)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ ایضاً (10453) 5۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 152 (1093)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کا گزر اہل کتاب میں سے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو ایک دروازے پر پڑا ہوا تھا تو اس نے کہا: انہوں نے مجھ سے سخت محنت لی ہے اور مجھ سے جزیہ وصول کیا ہے یہاں تک کہ میری بصارت ختم ہو گئی۔ اب کوئی بھی نہیں جو میری طرف کوئی شے لے کر آئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب ہم نے انصاف نہیں کیا پھر فرمایا: یہ ان میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ پھر آپ نے اس کے لیے حکم دیا کہ اسے رزق دیا جائے اور اس کے نام جاری کر دیا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ کے بارے فرمایا کہ ان سے مراد اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین کو زکوۃ اور کفارات میں سے کوئی شے نہیں دی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فقیر نہیں جو درہم کے ساتھ درہم جمع کرے اور نہ وہ فقیر ہے جو کھجور کے ساتھ کھجور جمع کرتا رہے۔ بلکہ فقیر تو وہ ہے جو اپنے کپڑے سے اور اپنے نفس کو صاف ستھرا اور خالی کرے اور وہ دولت پر قادر نہ ہو۔ رب کریم فرماتا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ: 273)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: فقراء وہ ہیں جو مختلف پاک دامن بنتے ہیں اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: فقراء وہ ہیں جو اپنے گھروں میں پڑے ہیں اور سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور سائل بن کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بیان کیا ہے کہ فقیر وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنی قوم، خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان رہتا ہے اور اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوتا اور مسکین وہ آدمی ہوتا ہے جس کا نہ خاندان ہوتا ہے اور نہ قرابت و رشتہ داری اور نہ اس کے پاس کوئی مال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فقراء وہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور مساکین وہ ہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوۃ اسے بھی دی جائے گی جس کا گھر بھی ہو اور خادم و گھوڑا بھی (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 401 (10406)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (10414)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 418 (1059[illegible]) 4۔ ایضاً (10594) 5۔ ایضاً (10593) 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (104[illegible]5)

اور آپ ہی نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس آدمی کے پاس مکان اور خادم ہوتا وہ اسے زکوٰۃ دینے سے منع نہیں کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے کے لیے دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے والے لوگ ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل اور محنت کے مطابق ہی مال زکوٰۃ میں سے دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حق کے ساتھ صدقہ و زکوٰۃ وصول کرنے والا غازی کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ واپس اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقات میں سے کچھ انہیں عطا فرما دیتے۔ سو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صدقہ میں سے کچھ مال عطا فرما دیتے تو وہ کلمہ خیر اپنی زبان سے ادا کرتے اور کہتے یہ صالح دین ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ اس میں عیب اور نقص نکالتے اور اسے چھوڑ دیتے (3)۔

امام بخاری، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یمن سے کچھ سونے کی چیزیں بھیجیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا اور ان میں وہاں کی مٹی بھی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفہ میں سے چار کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اور وہ اقرع بن حابس حنظلی، علقمہ بن علاثہ عامری، عیینہ بن بدر فزاری اور زید الخیل الطائی تھے۔ تو قریش و انصار نے کہا: کیا یہ اہل نجد کے سرداروں کے درمیان ہی تقسیم کیا جائے گا اور آپ ہمیں چھوڑ دیں گے؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلوب کر رہا ہوں (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے مؤلفۃ قلوب بنی ہاشم میں سے ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب، بنی امیہ میں سے ابو سفیان بن حرب، ابن مخزوم میں سے حارث بن ہشام اور عبدالرحمن بن یربوع، بنی اسد میں سے حکیم بن حزام، بنی عامر میں سے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ، بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ، بنی سہم میں سے عدی بن قیس، ثقیف میں سے علاء بن حارثہ یا حارث، بنی فزارہ میں سے عیینہ بن حصن، بنی تمیم سے اقرع بن حابس، بنی نصر سے مالک بن عوف اور بنی سلیم میں سے عباس بن مرداس تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر آدمی کو سوائے عبدالرحمن بن یربوع اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے سو سو اونٹنیاں عطا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 402 (10416)
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 430 (10716)
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 183، بیروت
4۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1219 (3166)، دار ابن کثیر دمشق

فرمائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو پچاس اونٹ دیں(1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وجوہ عرب میں سے وہ قوم ہے کہ لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور جب تک وہ زندہ رہیں ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر واپس لوٹ جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آج مؤلفۃ القلوب موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آج مؤلفۃ القلوب نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے حضور نبی کریم ﷺ جن کی تالیف کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام میں اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ذکر کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ہمارے نزدیک شور والی زمین ہے اس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس کی کوئی دوسری منفعت ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو وہ ہمیں عطا فرما دیں تاکہ ہم اس میں ہل چلا کر اس میں فصل وغیرہ کاشت کر لیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنا دے۔ تو آپ نے وہ زمین ان کے حوالے کر دی اور اس کے بارے ان دونوں کو تحریر لکھ دی اور انہیں شاہد بنا لیا۔ پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چل کر گئے تاکہ اس تحریر پر وہ انہیں بھی شاہد بنا لیں۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تحریر پڑھی تو آپ نے ان کے ہاتھوں سے وہ تحریر لے لی۔ اس پر تھوکا اور اسے پھینک دیا۔ وہ دونوں اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور آپ کو سخت کلمات کہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی تالیف فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں اسلام کمزور تھا۔ بلاشبہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے۔ سو تم دونوں جاؤ اور خوب محنت کرو۔ اگر تم نے اپنی رعایت نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری رعایت نہیں فرمائے گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابان نے کہا کیا مؤلفۃ القلوب کے حصہ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا: دوسروں کے حصص میں اضافہ کر دو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: فِي الرِّقَابِ سے مراد مکاتبین ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے کوئی مکمل غلام آزاد

1۔ مصنف عبدالرزاق، باب زکاۃ، جلد 2، صفحہ 103(157)، دار الکتب العلمیہ بیروت

نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ غلام کو بھی دیا جائے گا اور مکاتب غلام کی مدد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رقاب کا حصہ دو برابر حصوں میں نصف نصف کیا جائے گا۔ ایک نصف ہر اس مکاتب کے لیے ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور باقی نصف کے ساتھ ایسے غلام خریدیں جائیں گے جو نماز پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں اور اپنے اسلام پر ثابت قدم ہوں۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنی زکوٰۃ میں سے حج کے لیے دے اور اس سے کسی غلام کو آزاد کردے (1)۔

ابوعبید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مال زکوٰۃ سے غلاموں کو آزاد کر۔

امام ابوعبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنے مال زکوٰۃ کے عوض کسی غلام کو خریدے پھر اسے آزاد کردے۔

امام ابوعبید، سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مال زکوٰۃ سے غلام کی مدد کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابوعبید، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنے مال زکوٰۃ سے کسی کو آزاد نہ کر۔ کیونکہ اس میں ولاء جاری ہوتی ہے۔ ابوعبید نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے اور وہی اتباع کے زیادہ قریب اور تاویل کے اعتبار سے زیادہ معروف اور بہتر ہے۔ اور کثیر اہل علم نے آپ کے ساتھ موافقت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری سے بیان کیا ہے کہ ان سے غارمین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ان سے مراد صاحب دین یعنی مقروض لوگ ہیں۔ اور ابن السبیل (مسافر) بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہے اگرچہ وہ غنی ہو (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: غارمین میں وہ ہے جس کا گھر جل جائے، اس کا مال و متاع سیلاب بہا کر لے جائے اور اس کے اہل و عیال پر قرض کا بوجھ ہو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوجعفر نے کہا: غارمین سے مراد بغیر کسی فساد کے قرض لینے والے ہیں اور ابن السبیل سے مراد ایک سرزمین سے دوسرے علاقے میں جانے والا مسافر ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: غارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہلاکت اور بہت بڑی آفت میں مبتلا ہونے کے وقت سوال کرتے ہیں۔ فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں اور ابن السبیل سے مراد راستے میں اپنے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 403 (10424)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 424 (10652)
3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 155 (1101)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10659)

ساتھیوں سے منقطع ہونے والا مسافر ہے۔ اسے زکوۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی جس کے سبب وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: فِي سَبِيلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ لڑنے والے ہیں اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابْنِ السَّبِيلِ وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے پاس آکر اترتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا جو سفر پر اس حال میں نکلا کہ وہ غنی اور خوشحال تھا۔ دوران سفر اس کے پاس موجود ساز و سامان ضائع ہو گیا اور وہ محتاج ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: سفر کے دوران اسے مال زکوۃ میں سے دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ابن سبیل ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ سے مراد ہے: کسی آدمی کو مال زکوۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے پر برانگیختہ کرنا۔ اور ابْنِ السَّبِيلِ سے مراد وہ مہمان اور مسافر ہے جو راستے سے کٹ جائے اور اس کے پاس کوئی شے نہ رہے۔ اور فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ کی تفسیر میں فرمایا: کہ یہ آٹھ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں اور ان کے بارے بتا دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ عامل کے لیے جو زکوۃ وصول کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والا ہو، یا وہ آدمی جس نے اپنے مال کے عوض صدقہ کی کوئی شے خرید لی، یا مقروض کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے یا مسکین کو کوئی شے بطور صدقہ و زکوۃ دی گئی اور پھر اس نے اس میں سے کوئی شے غنی کو بطور ہدیہ اور تحفہ دے دی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابو داؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ اور نحاس نے ناسخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے صدقہ و زکوۃ کا سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر سکتا ہو تو قیامت کے دن اس کا سوال خراش کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے اسے غنی کر سکتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے مال صدقہ کے بارے پوچھا گیا؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 426 (10686)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن ابن ماجہ، باب من تحل لہ الصدقۃ، جلد 2، صفحہ 410 (1841)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 409 (1840)

کہا ہے۔ فرما دیجئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نبتل بن حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تھا اور آپ ﷺ کے قریب بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کی گفتگو منافقین تک پہنچاتا تھا۔ اسی نے انہیں کہا: کہ محمد ﷺ تو کان کے کچے ہیں۔ جو کوئی جو بات بھی ان سے کہہ دے وہ اسے مان لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان میں جلاس بن سوید بن صامت، مخشی بن حمیر اور ودیعہ بن ثابت تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں زبان طعن دراز کریں۔ تو ان میں سے بعض نے دوسرے بعض کو منع کیا اور کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ بات محمد (ﷺ) تک پہنچ جائے گی اور وہ تم سے انتقام لیں گے۔ اور بعض نے کہا: بلاشبہ محمد ﷺ کانوں کے کچے ہیں، ہم انہیں حلف دے دیں گے تو وہ ہماری تصدیق کر لیں گے۔ چنانچہ یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ ہر ایک سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ یعنی وہ تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور مومنین کی تصدیق کرتا ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ سب کچھ سنتا ہے جو اسے کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں جو ہم چاہیں اسے کہہ لیں گے پھر ہم اس کے لیے حلف اٹھا لیں گے اور وہ ہماری تصدیق کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطا رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ الاذن سے مراد وہ ہے جو ہر ایک کی بات سنتا ہو اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہو۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُؤْمِنُ بِاللَّهِ کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اس کے سبب جو اس کی طرف نازل کیا گیا اور وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ کا معنی ہے کہ وہ ان معاملات میں مومنین کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے درمیان رونما ہوتے ہیں یعنی ان کے حقوق، ان کی عورتوں اور ان کے اموال کے بارے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 191، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا: کہ ایک بندے کو لایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام فرمایا اور اسے وافر رزق عطا کیا۔ اسے صحت مند بدن عطا فرمایا۔ حالانکہ اس نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا تو نے اپنے اس دن کے لیے کون سے عمل کیے؟ اور تو نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ کوئی ایسی نیکی اور خیر نہیں پائے گا جو اس نے آگے بھیجی ہو۔ وہ رونے لگے گا یہاں تک کہ آنسو جاری ہو جائیں گے۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا وقت ضائع کرنے کے سبب رسوا کیا جائے گا۔ پس وہ خون رونے لگے گا۔ پھر سے عار دلائی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کہنیوں تک کھا جائے گا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ضائع کرنے کے سبب اسے رسوا کیا جائے گا اور وہ بلند آواز سے زور زور سے رونے لگے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اس کے رخساروں پر نکل آئیں گے اور ان دونوں میں سے ہر ایک بہت بڑے شگاف میں ہوگا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے آتش جہنم کی طرف بھیج دے اور اس مقام پر مجھ پر رحم فرما۔ اسی کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّهٗ مَنۡ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیۡهَا ؕ ذٰلِكَ الۡخِزۡیُ الۡعَظِیۡمُ۔

یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶۴﴾

"ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ کہیں نازل (نہ) کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورۃ جو آگاہ کر دے جو کچھ منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ (انہیں) فرمائیے کہ مذاق کرتے رہو، یقیناً اللہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم خوف زدہ ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں اسے ہمارے خلاف افشا اور ظاہر نہ کر دے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سورۃ کا نام الفاضحہ ہے یعنی منافقین کو رسوا کرنے والی اور اسے مثیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے ان کے عیوب و نقائص ظاہر کر دیئے کہ جس آدمی نے سات گھروں میں (چھپ کر) بھی نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے ضرور ظاہر فرما دے گا۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل سات گھروں میں (چھپ کر) بھی کیا اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور ظاہر کر دے گا اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہوتی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ۔

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ

وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۚ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

"اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمایئے (گستاخو) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے (اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصل) مجرم تھے"۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت شریح بن عبید رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے گروہ قراء! تمہیں کیا ہے کہ تم ہم سے زیادہ بزدل ہو اور جب تم سے سوال کیا جائے تو تم زیادہ بخل کرتے ہو اور جب تم کھانے لگو تو بڑے بڑے لقمے بناتے ہو؟ تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے اعراض کر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا اور اس کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کر دی۔ پس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس آدمی کی طرف گئے جس نے یہ قول کہا تھا۔ اس کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے خوب گھونٹ دیا۔ پھر اسے کھینچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ تو اس آدمی نے کہا: بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک دن مجلس میں ایک آدمی نے کہا: ہم نے اپنے ان قراء کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ کوئی ان سے بڑھ کر پیٹ پوجا (کھانے) کی رغبت نہیں رکھتا، کوئی ان سے زیادہ زبان سے جھوٹ بولنے والا نہیں اور نہ کوئی دشمن سے مقابلے کے وقت ان سے بڑھ کر بزدل ہے۔ تو ایک آدمی نے مجلس میں کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو منافق ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس کے بارے خبر دوں گا۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے تنگ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ تم استہزاء کرتے تھے؟(1)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، عقیلی نے الضعفاء میں، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عبد اللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 196، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

سامنے تیز دوڑ رہا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو؟"

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں دن میں فلاں فلاں وادی میں تھی۔ کیا وہ اس طرح غیب جانتے ہیں؟!

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی تیاری میں تھے، منافقین میں سے کچھ لوگ آپ کے سامنے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ آدمی توقع رکھتا ہے کہ اس کے لیے شام کے محلات اور وہاں کے قلعے فتح کر دیئے جائیں گے؟ یہ بہت بعید ہے یہ بہت بعید ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع فرما دیا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سواروں کے بارے بتاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو ان سب نے کہا: یا نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی جو تم سن رہے ہو۔

امام فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں تھے اور منافقین میں سے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنے لگے اور انہوں نے کہا: اگر وہ حق ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کچھ نازل فرمایا جو انہوں نے کہا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا: تم کیا کہتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کرتے تھے۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف یہ فیصلہ کیا جائے کہ تم میں سے ہر آدمی کو سو سو کوڑے لگائے جائیں شرط یہ کہ ہمارے بارے میں جو قرآن نازل ہوا ہے وہ اس سے نجات پا جائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس قوم کو پالو کیونکہ وہ جلنے لگے ہیں اور ان سے اس کے بارے پوچھو جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیونکہ وہ انکار کریں گے اور اسے چھپائیں گے تو تم کہو: بلکہ تم نے اس اس طرح کہا ہے۔ پس وہ ان کی طرف گئے اور ان سے جا کر کہا۔ تو وہ معذرت کرتے ہوئے آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ الآیہ۔ پس وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمائی وہ مخشی بن حمیر ہے۔ اسے عبدالرحمن کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں شہادت کی موت عطا فرمائے۔ ان کے مقتل کا علم نہیں ہے۔ انہیں یمامہ میں قتل کیا گیا لیکن ان کا مقتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔ نہ ان کا کوئی نشان دیکھا گیا اور نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت بنی عمرو

الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں حکم دیتے ہیں برائی کا اور روکتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے بھلا دیا ہے اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں، بے شک منافق ہی نافرمان ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں۔ یہی کافی ہے انہیں۔ نیز لعنت کی ہے ان پر اللہ نے اور انہی کے لیے ہے دائمی عذاب (منافقو!) تمہاری حالت بھی انہی کی سی ہے جیسے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے، وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں، سو لطف اٹھایا انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے، پس تم نے بھی لطف اٹھایا اپنے (دنیوی) حصہ سے اسی طرح جیسے لطف اٹھایا انہوں نے جو تم سے پہلے گزرے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور (لغویات میں) تم بھی گھس گئے جیسے وہ گھسے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے عمل دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں کیا نہ آئی ان کے پاس خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور وہ بستیاں جنہیں الٹ دیا گیا تھا۔ آئے تھے ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر، اور نہ تھا اللہ (کا یہ دستور) کہ ظلم کرتا ان پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے منافق کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام سے متصف ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک نفاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے کا ہے اور وہ کفر ہے اور ایک نفاق خطاؤں اور گناہوں کا ہے اور یہ وہ ہے جس کی اپنے ساتھی کے لیے توقع رکھی جاسکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ سے مراد تکذیب ہے۔ فرمایا یہ انکر وہ منکر کا انکار کرتا ہے۔ اور وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ کے بارے فرمایا: کہ اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کرنا ہے اور یہی سب سے بڑھ کر نیکی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آیت جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے منکر کا لفظ بتوں اور شیطانوں کی عبادت کرنے کے حق میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ اپنے ہاتھ بھلائی اور نیکی کے لیے روک لیتے ہیں۔ اور نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ انہوں نے ہر خیر اور بھلائی کو بھلا دیا ہے اور انہوں نے شر اور برائی کو نہیں بھلایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت وکرامت اور ثواب سے انہیں محروم کر دیا۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نَسُوا اللّٰهَ کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر کو ترک کر دیا فَنَسِيَهُمْ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا کہ انہیں ایمان لانے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھلاتا۔ بلکہ وہ انہیں قیامت کے دن بھلائی سے محروم کر دے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے عذاب میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: کہ ان کفار کا کام بھی تم سے پہلے والے کفار کی طرح ہے۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آج کی رات گزشتہ رات کے کتنی مشابہ ہے كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً الی آخرہ۔ هٰٓؤُلَآءِ کالذی بنی اسرائیل ہیں جن کا ہم نے انہیں مشابہ قرار دیا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ہم ضرور بضرور ان کی اتباع کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی آدمی گوہ کی بل میں داخل ہوا تو تم بھی یقیناً اس میں داخل ہو گے(1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 199، دار احیاء التراث العربی بیروت

مال خرچ کرنے اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہو، کی جانب دعوت دیتے ہیں وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور شرک و کفر سے روکتے ہیں پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض قرار دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کی اخوت و بھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے سبب ہی باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی نیکی کرنے والے ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کرنے والے ہیں۔ اسے ابن ابی شیبہ نے ابو عثمان سے مرسل ذکر کیا ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک معروف اور منکر دو مخلوقیں ہیں جنہیں قیامت کے دن نصب کیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو بشارت دے گی اور ان کے لیے خیر اور بھلائی تیار کرے گی۔ رہی منکر تو وہ اپنے اصحاب کو کہے گی تمہارے لیے وہ کچھ لازم ہو چکا ہے جس کی تم استطاعت اور طاقت نہیں رکھتے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد راس العقل لوگوں کا باہم ایک دوسرے سے نرمی کرنا ہے۔ مشورہ کے بعد ہرگز کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ دنیا میں اہل معروف آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے اور دنیا میں اہل منکر آخرت میں بھی اہل منکر ہوں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کے اہل ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کے اہل ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک مسافر آدمی کی صورت میں نیکی کو اٹھائے گا۔ وہ اپنے صاحب (نیکی کرنے والے) کے پاس آئے گا۔ جب اس کی قبر شق ہوگی تو وہ اس کے لیے چہرے سے مٹی صاف کرے گا اور کہے گا: اے اللہ تعالیٰ کے ولی! تجھے اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان اور اس کی عزت و کرامت کی بشارت ہو۔ یوم قیامت کے ہولناکیوں میں سے جو تو دیکھ رہا ہے تیرے لیے ان میں سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا۔ وہ اسے مسلسل یہ کہتا رہے گا اس سے ڈر اس سے بچ اس طرح اس کا ڈر سکون میں بدل جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا یہ ولی اور دوست جنت میں اپنے مراتب و منازل کی طرف متوجہ ہوگا۔ پھر دوبارہ معروف ظاہر ہوگا اور

1۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 6، صفحہ 246 (6112)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اس کے منہ کو چمٹ جائے گا۔ سو وہ کہے گا: یا عبداللہ! تو کون ہے تیرے سوا قیامت کی ہولناکیوں میں خلائق نے مجھے رسوا کیا۔ پھر تو کون ہے؟ اگر وہ اسے جواب دے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو پھر وہ کہے گا میں وہ نیکی ہوں جسے تو نے دنیا میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تخلیق فرما دیا تاکہ میں تجھے اس کے عوض قیامت کے دن جزا دوں۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے رحماء (باہم رحم کرنے والے) سے نیکی طلب کرو اور ان کی اطراف و اکناف میں سکونت اختیار کرو اور سخت دل لوگوں سے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ ان پر لعنت نازل ہوتی ہے۔ اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکی کو پیدا کیا ہے اور اس کے لیے اس کے اہل (نیکی کرنے والے) بھی پیدا فرما دیے ہیں اور اسے ان کے نزدیک محبوب بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طالب لوگوں کی طرف بھیجے متوجہ کر دیا ہے جیسا کہ مردہ قحط زدہ زمین میں پانی برسا دیتا کہ وہ اس کے سبب زندہ ہو جائے اور اس کے رہنے والے بھی اس کے سبب زندہ ہو جائیں۔ بے شک جو دنیا میں نیکی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی نیکی کے اہل ہیں (1)۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: میری امت کے رحماء سے نیکی تلاش کرو تم ان کے سایہ میں رہو گے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے (2)۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کرنے والے برائی، آفات اور ہلاکتوں کے مقامات سے بچتے ہیں اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں اہل معروف ہیں (3)۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ منادی کو حکم ارشاد فرمائے گا اور وہ یہ ندا دے گا: سنو! دنیا میں نیکی کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم دنیا میں نیکی کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم ہی آخرت میں بھی اہل معروف ہو۔ تم انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جن کے لیے پسند کرو شفاعت کرو اور انہیں جنت میں داخل کرو۔ یہاں تک کہ آخرت میں ان کے ساتھ ایسی ہی نیکی کرو جیسے دنیا میں تم نے ان کے ساتھ نیکی کی۔

"فَيَقُولُ اللّٰهُ: اَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: وَاَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الْآخِرَةِ قُوْمُوْا مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ فَاشْفَعُوْا لِمَنْ اَحْبَبْتُمْ فَاَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُدْخِلُوْا عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الْآخِرَةِ كَمَا اَدْخَلْتُمْ عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الدُّنْيَا"

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب قضاء الحوائج میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 2۔ ایضاً، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 213، بیروت

حدیث بیان کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے: لبیک یا ربنا وسعدیک والخیر فی یدیک۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ تو رب کریم فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل اور اعلیٰ شے عطا نہ کروں؟ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! کون سی شے اس سے افضل و اعلیٰ ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا: میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا کرتا ہوں اور اس کے بعد کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا (1)۔

امام احمد رحمۃ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو میرے انجام میں سب سے بہتر ہو۔ اے اللہ! جو بھلائی اور خیر تو آخر میں مجھے عطا فرمائے اس میں سب سے آخر میں اپنی رضا اور نعمتوں بھری جنات میں بلند درجات عطا فرما دے۔

"اللّٰهم اسألك الذي هو خير عاقبة الخير، اللّٰهم اجعل آخر ما تعطيني الخير رضوانك والدرجات العلى في جنات النعيم"

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

"اے نبی کریم! جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کیجئے ان پر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔"

ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اے نبی کریم ﷺ! جہاد کیجئے کفار کے ساتھ تلوار سے اور منافقین کے ساتھ زبان سے اور ان سے نرمی ختم کر دیجئے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الامر بالمعروف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجئے ہاتھ کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر زبان کے ساتھ اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ۔ اور چاہیے کہ ان سے اجنبی، سخت اور ترش چہرے کے ساتھ ملیں۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کریں۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھیں تو اپنی زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر چاہیے کہ ان سے اجنبی، ترش اور سخت چہرے کے ساتھ ملاقات کریں (2)۔

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 17، صفحہ 158 (2829)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 38، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کریں تلوار سے اور منافقین کے ساتھ قول باللسان سے۔ اور وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان دونوں فریقوں پر سختی کیجئے۔ پھر اسے منسوخ کر دیا اور اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (التوبہ:123) "جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی"۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقین پر حدود میں سختی برتیں۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝

"قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے۔ اور نہیں غضبناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب بن مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم میں منافقین کا ذکر نازل ہوا تو جلاس نے کہا: قسم بخدا! اگر یہ آدمی سچا ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ عمیر بن سعد نے اس کا یہ قول سنا تو کہا: قسم بخدا! اے جلاس بلاشبہ تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہے اور قرب و مباہات کے اعتبار سے میرے نزدیک زیادہ حسین اور پسندیدہ ہے اور اس سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تجھے کوئی ایسی شے لاحق ہو جو ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہو۔ تو نے ایک بات کہی ہے اگر میں اس کا ذکر کروں تو یقیناً وہ تجھے رسوا کر دے گی۔ اور اگر میں اس سے خاموش رہوں تو وہ مجھے ہلاک کر دے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک دوسری کے مقابلہ میں میرے لیے شدید اور تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جو اس نے کہا تھا اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا پھر جلاس آیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کیا اور عمیر نے اس کے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت ان لوگوں میں سے تھا جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اس نے کہا: اگر یہ آدمی سچا ہوتا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو عمیر بن سعد نے اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دی۔ تو جلاس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہہ دیا: اس نے میرے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے توبہ کی ہے اور اس کی توبہ انتہائی حسین ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے منافقین میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ صادق ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ سو آپ نے یہ بات حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچائی۔ تو کہنے والے نے صاف انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے، تو فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک انسان آئے گا اور وہ تمہاری طرف شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ پس جب وہ آئے تو اس کے ساتھ کلام نہ کرنا۔ تھوڑا وقت ہی گزرا کہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: تو اور تیرے ساتھی کس بنا پر مجھے گالیاں دیتے ہو؟ وہ آدمی چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ قسم بخدا! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک جہینہ میں سے تھا اور دوسرا غفار میں سے۔ جہینہ کے لوگ انصار کے حلیف تھے۔ پس غفاری جہنی پر غالب آ گیا۔ تو عبد اللہ بن ابی الاوس نے کہا: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ قسم بخدا! ہماری اور محمد ﷺ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا: "سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ" اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ وہ تجھے کھائے۔ قسم بخدا! اگر ہم مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ کر گئے تو یقیناً عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ یہ بات مسلمانوں میں سے ایک آدمی دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور اس سے پوچھ گچھ کی۔ تو وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: قسم بخدا! اس نے ایسا نہیں کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 210، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا جسے جلاس بن سوید کہا جاتا تھا۔ اس نے غزوہ تبوک کے دوران ایک رات کو کہا: قسم بخدا! جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ ایک غلام نے یہ بات سن لی۔ اس کا نام عمیر بن سعد تھا اور یہ بات اس کے زیر پرورش تھا۔ تو اس غلام نے اسے کہا: اے چچا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیجئے۔ پھر وہ غلام حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! قسم بخدا! میں نے ایسا نہیں کہا۔ تو اس غلام نے کہا: کیوں نہیں۔ قسم بخدا! تو نے یقیناً ایسا کہا ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر۔ اور اگر قرآن نازل نہ ہوا تو جو تو نے کہا ہے آپ اس میں مجھے بھی تیرے ساتھ ملا دیں گے۔ پس اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آ گئی تو وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے حرکت تک نہ کی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور نبی کریم ﷺ سے (یہ حالت) اٹھا دیا گیا۔ اور فرمایا: یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوۡا ؕ وَ لَقَدۡ قَالُوۡا کَلِمَۃَ الۡکُفۡرِ۔ اس قول: فَاِنۡ یَّتُوۡبُوۡا یَکُ خَیۡرًا لَّہُمۡ تو اس نے کہہ دیا تحقیق میں نے ایسا کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ پس میں توبہ کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کی جانب سے اسے قبول فرما لیا۔ پھر حالت اسلام میں ہی اسے قتل کر دیا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون بہا ادا کیا اور اس کی میت اس کے ورثاء کو دے دی اور خود اس سے مستغنی ہو گئے۔ حالانکہ اس نے مشرکین کے ساتھ ملنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے غلام کو فرمایا: تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام عبد الرزاق نے حضرت ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے عمیر کے کان پکڑے اور فرمایا: اے غلام (بچے) تیرے کانوں نے صحیح سنا اور تیرے رب نے تیری تصدیق فرما دی ہے۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: اگر محمد ﷺ اس میں سچے ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ سچے ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس اسی طرح ان دونوں کے درمیان کلام کا تبادلہ ہوا۔ پس جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کو اس کے بارے بتایا۔ پھر دوسرا آیا۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا: اس نے کچھ نہیں کہا۔ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے کہا ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا: جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو ہم بالیقین گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو مومنین میں سے ایک آدمی نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ اور تو بالیقین گدھے سے زیادہ شریر ہے۔ اس پر منافق نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس یہی ان کا کسی شے کے بارے ارادہ تھا جسے وہ نہ پا سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یہ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو لیلۃ العقبہ میں (راستے سے) دور ہٹانے کا ارادہ کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے پر اتفاق کر چکے تھے۔ وہ لوگ سفر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ ﷺ کی سواری کو راستے پر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ عقبہ (گھاٹی) میں پہنچ گئے۔ ان میں سے بعض آگے تھے اور بعض پیچھے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے کہا: کہ جب آپ عقبہ میں پہنچیں گے تو ہم آپ کو وادی میں اپنی سواری سے دھکا دے دیں گے۔ ان کی یہ بات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سن لی اور آپ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس رات آپ ﷺ کے قائد حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے اور سائق حضرت حذیفہ بن یمان تھے۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے چلنے کی آواز سنی۔ پس آپ ادھر متوجہ ہوئے تو آپ نے ایک جماعت دیکھی جو سب کے سب منہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمنو! رک جاؤ، رک جاؤ، پس وہ رک گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ گزر گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس منزل پر اتر گئے جہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: کیا تم نے اس طرح کا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر انکار کیا کہ انہوں نے کچھ کہا ہے اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا ہے جس کے بارے آپ نے ان سے پوچھا ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک آدمی تھے اسود کہا جاتا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے۔ یہاں تک کہ جب گھاٹی سے گزر چکے تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے آپ کے ساتھ مکر اور دھوکہ کیا اور انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو گھاٹی سے نیچے پھینک دیں گے پس جب وہ عقبہ میں پہنچے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی سواریوں کو آپ ﷺ کے ساتھ چلائیں گے۔ سو جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کے بارے خبر دی گئی تو آپ نے اعلان کیا کہ تم میں سے جو چاہے وہ بطن وادی میں چلے کیونکہ وہ تمہارے لیے وسیع اور آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کا راستہ اختیار کیا۔ لوگ بطن وادی میں چلے۔ سوائے اس گروہ کے جس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکر و فریب اور دھوکے کا قصد کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا مشورہ سنا تو وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے ناک منہ لپیٹ لیے۔ حالانکہ وہ امر عظیم کا قصد کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ پس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اونٹنی کی لگام پکڑ لیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے پیچھے سے ہانکیں۔ پس اسی دوران کہ وہ چل رہے تھے اچانک انہوں نے پیچھے سے قوم کے کودنے کی آواز سنی۔ وہ آپ ﷺ کے قریب آ چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ انہیں واپس لوٹاؤ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا غضب ملاحظہ کیا۔ تو فوراً واپس لوٹے اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی جس کا سر ٹیڑھا ہوا تھا (یعنی کھونڈا)

جب آپ ان کی سواریوں کے چہروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں عصا کے ساتھ مارا۔ اور آپ نے اس قوم کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ناک منہ لپیٹے ہوئے ہیں۔ وہ پہچانے نہیں جا سکتے۔ آپ نے صرف مسافر کے فعل کا ذکر کیا۔ تو جونہی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب طاری کر دیا۔ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ ان کی تدبیر ان پر ظاہر ہو گئی ہے، پس وہ انتہائی تیزی سے چلے یہاں تک کہ لوگوں میں گھل مل گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملے۔ چنانچہ جونہی وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! سواری کو ضرب لگاؤ اور اے عمار تم تیزی سے چلو۔ پس وہ تیز چلتے گئے یہاں تک کہ وہ اوپر کے راستے سے ہموار جگہ پر آ گئے۔ اور گھاٹی سے نکل کر لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تو نے اس گروہ میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں نے فلاں فلاں کی سواری پہچانی ہے اور عرض کیا: رات کی تاریکی تھی اور انہیں ڈھانپے ہوئے تھی اور وہ بھی ناک منہ لپیٹے ہوئے تھے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو ان کا کام کیا تھا اور وہ کیا ارادہ رکھتے تھے؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں قسم بخدا یا رسول اللہ ﷺ ... تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک انہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ وہ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ جب میں گھاٹی میں آؤں گا تو وہ مجھے وہاں سے نیچے گرا دیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان کے بارے حکم ارشاد نہیں فرمائیں گے کہ ہم ان کی گردنیں مار دیں؟ (یعنی ہم انہیں قتل کر دیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کے بارے میں طاقت کا استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا وہ انہیں مخفی اور چھپا کر رکھیں (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جب آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تو نے اس قوم میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ اس قول کے بعد مزید یہ اضافہ ذکر کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے ناموں اور ان کے باپوں کے ناموں سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت میں تجھے ان کے بارے بتاؤں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے آپ کو ان کے نام بتائے۔ عبداللہ بن ابی سعد، سعد بن ابی سرح، ابو حاصر اعرابی، عامر، ابو عامر، جلاس بن سوید بن صامت، مجمع بن حارثہ، ملیح تیمی، حصین بن نمیر، طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ، مرہ بن ربیع۔ یہ بارہ افراد تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے جنگ کی اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو ان کے اس منصوبے پر مطلع فرما دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ابو عامر ان کا سردار تھا۔ اسی کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ وہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا باپ تھا (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 256، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 257

منافقین کے ناموں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ جنہوں نے غزوہ تبوک سے واپسی پر لیلۃ العقبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کی (ناکام) کوشش کی۔ وہ بارہ افراد تھے، ان میں کوئی بھی قریشی نہیں تھا۔ وہ سب کے سب انصار اور ان کے حلفاء تھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ یا میں اسے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس کے قائد تھے۔ حتیٰ کہ جب ہم عقبہ میں پہنچے تو اچانک میری نظر بارہ سواروں پر پڑی وہ اس میں ہمارے سامنے آ گئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زور دار چیخ میں آواز دی پس وہ پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: کیا تم نے اس قوم کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قیامت کے دن تک منافق ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے کیا ارادہ کیا؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کریں گے اور آپ کو وہاں سے نیچے پھینک دیں گے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ان کی نشانیاں واضح نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہر قوم ان کے ساتھیوں کا سر آپ کی طرف بھیجے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلاشبہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ عرب آپس میں یہ گفتگو کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے قاتل ہیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب فرمائے گا تو وہ ان کے قتل کا بھی حکم فرمادے گا۔ پھر یہ کہا: اے اللہ! ان پر دبیلہ پھینک۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دبیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ آگ کا ایک شعلہ ہے جو ان میں سے ہر ایک کی رگ قلب پر رکھا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عبداللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ بھی ہوں۔

ابو الشیخ نے اسی کے بارے حضرت ابو صالح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی کو تاج پہنانے کا ارادہ کیا۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی عدی بن کعب کے غلام نے انصار میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے طور پر بارہ ہزار کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (2)۔

امام ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت کے لیے بارہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 260، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 217، دار احیاء التراث العربی بیروت

جزا مقرر فرما دیے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کے دیت لینے کے سبب انہیں غنی کر دیا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لیے دیت کی رقم تھی۔ جانا کہ وہ اس پر غالب تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دیت کا فیصلہ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس پر جو بوجھ اٹھانا تھا یا اس پر قرض تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب سے وہ ادا فرما دیا۔ تو اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی دعوت دی اور فرمایا: وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی دنیا کا عذاب تو قتل ہے اور آخرت کا عذاب جہنم کی آگ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک قوم ہے جس نے برائی کا ارادہ کیا ہے اور ایک امر کا قصد کیا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ کھڑے ہوں اور استغفار کریں۔ لیکن کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا: پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! تو کھڑا ہو جا، اے فلاں! تو کھڑا ہو جا۔ تب انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے ابتداءً تمہیں توبہ کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب فوراً تمہاری طرف نظر فرمائے گا اور میں ذاتی طور پر تمہارے لیے استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ انجع لکم۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: مجھ سے قرآن کریم میں موجود ہر شے محفوظ کر لے۔ فرمایا: وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یہ مشرکین کے لیے ہے۔ جبکہ رہے مومنین! تو ان کے شفعاء (شفاعت کرنے والے) اور ان کے مددگار (انصار) بہت زیادہ ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 212، بیروت

"اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے نیکوکاروں میں پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے اس کے ساتھ اور روگردانی کر لی اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جما دیا ان کے دلوں میں اس دن تک جب ملیں گے اس کو اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے رازوں کو اور ان کی سرگوشی کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سارے غیبوں کا"۔

امام حسن بن سفیان، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، عسکری نے الامثال میں، ابن مندہ، الباوردی، ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو اے ثعلبہ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری مثل ہو؟ پس اگر میں چاہوں کہ میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلائے تو یہ یقیناً چل پڑیں۔ اس نے پھر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ضرور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو اے ثعلبہ! وہ تھوڑا جس کے ساتھ تو شکر ادا کرتا رہے، وہ اس کثیر اور زیادہ مال سے بہتر ہے جس کے ساتھ تو اس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ پھر اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْہُ مَالًا" "اے اللہ! اسے مال عطا فرما"۔ چنانچہ اس نے تجارت کی اور بکریاں خریدیں تو اس کے لیے ان میں برکت رکھ دی گئی۔ وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین ان کے لیے تنگ ہو گئی۔ وہ انہیں لے کر دور چلا گیا اور اب وہ ظہر و عصر کے سوا دن رات کی نمازوں میں سے کسی کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر وہ مزید بڑھیں جیسا کہ کیڑے بڑھتے ہیں اور ان کے لیے وہ جگہ بھی تنگ ہو گئی۔ لہٰذا وہ انہیں لے کر مزید دور چلا گیا۔ اب وہ جمعہ کی نماز میں اور نہ ہی نماز جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو سکتا تھا۔ پس وہ قافلوں سے ملا کرتا تھا اور ان سے مدینہ طیبہ کی خبریں پوچھ لیا کرتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اسے مفقود اور غیر حاضر پایا۔ تو اس کے بارے پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس نے ریوڑ خرید لیا ہے اور مدینہ طیبہ کی سرزمین اس کے لیے تنگ ہو گئی ہے۔ پس صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو اس کے بارے مکمل بتایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہو گیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبہ: 103) الآیہ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمی روانہ کیے۔ ایک کا تعلق جہینہ سے تھا اور دوسرا بنی سلیم سے تھا۔ تاکہ وہ

زکوۃ وصول کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں اونٹوں اور بکریوں کی عمریں لکھ کر دیں کہ وہ کیسے ان کی زکوۃ وصول کریں گے؟ اور دونوں کو حکم فرمایا کہ ان کا گزر ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے ایک آدمی کے پاس سے ہوگا۔ چنانچہ وہ دونوں نکلے اور ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اسے زکوۃ کے بارے حکم سنایا۔ تو اس نے کہا تم دونوں مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ جب وہ اسے دیکھ چکا تو کہہ دیا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم چلے جاؤ اور آگے سے فارغ ہونے کے بعد پھر میرے پاس آنا۔ راوی کا بیان ہے: کہ وہ دونوں چلے گئے اور جب سلیمی نے ان کی بات سنی تو اس نے فوراً اپنے اونٹوں میں سے انتہائی عمدہ اور اعلیٰ اونٹ انہیں پیش کر دیا۔ اسے دیکھ کر ان دونوں نے کہا: تجھ پر یہ دینا لازم نہیں۔ تو اس نے جواب دیا: میں اپنے انتہائی اچھے اور بہترین مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وہ قبول کر لیا پھر اس سے فارغ ہونے کے بعد ثعلبہ کے پاس آئے۔ تو اس نے پھر کہا: مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ پس اس نے اس میں غور و فکر کی اور کہا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم دونوں چلے جاؤ یہاں تک کہ میں اپنی رائے بنا لوں۔ پس وہ نکل پڑے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ آ پہنچے۔ پس جونہی رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے ہی فرما دیا ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے سلیمی کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین آیات نازل فرمائیں۔ راوی کا کہنا ہے: کہ ثعلبہ کے اقارب میں سے کسی نے ان کے بارے سنا تو وہ فوراً ثعلبہ کے پاس پہنچا اور اسے کہا: اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں اس اس طرح حکم نازل فرمایا ہے۔ راوی نے کہا: پھر ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرے مال کی زکوۃ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ رونے لگا اور مٹی اپنے سر میں ڈالنے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا اپنا عمل ہے میں نے تجھے کہا تھا تو تو نے میری اطاعت نہ کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مال زکوۃ قبول نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ چلا گیا۔

پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوبکر! میری زکوۃ مجھ سے قبول فرمائیے۔ تحقیق آپ انصار میں میرے مقام سے واقف ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ فرمایا کیا میں اسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو حفص! اے امیر المومنین! مجھ سے میری زکوۃ قبول فرمائیے اور آپ کو مہاجرین و انصار اور حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا وسیلہ بھی پیش کیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا کیا میں اسے قبول کر لوں گا؟ پس آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ آپ کے دور خلافت میں فوت ہو گیا اسی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ (التوبہ:79) (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ

1۔ تفسیر طبری، جلد 6، صفحہ 218 (7873) مکتبہ العلمیہ بیروت

اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت انصار میں سے ایک آدمی کے متعلق نازل ہوئی جسے ثعلبہ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مجلس میں آیا اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ کہا: کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرمایا تو میں ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کروں گا، میں اس سے صدقہ بھی ادا کروں گا اور رشتہ داروں کا حصہ بھی نکالوں گا، پس اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیا اور اسے اپنے فضل میں سے عطا فرما دیا۔ تو اس نے جو وعدہ کیا تھا عمل اس کے برعکس کیا، پس اس نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کو غضب دلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حالت و کیفیت کا تذکرہ قرآن کریم میں بیان فرما دیا (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: منافق کی پہچان تین چیزوں کے ساتھ کرو، جب وہ گفتگو کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا اور جب معاہدہ کرے گا تو اسے توڑ دے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ۔ الیٰ آخر آیۃ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے۔ تین چیزیں جس کسی میں ہوں وہ منافق ہے۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ تو آپ نے یہی مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی علامات تین ہیں۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے (3)۔

امام ابو الشیخ اور خرائطی رحمہما اللہ نے مکارم الاخلاق میں حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ان تین علامات کے بارے سنا ہے جو منافق میں ذکر کی جاتی ہیں۔ وہ یہ: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے، جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ ہم انہیں کتاب میں ایک طویل عرصہ تک تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ طویل وقت گزرنے کے بعد میں ان پر مطلع ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ۔ الیٰ قولہ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الاحزاب: 72) الیٰ آخر آیہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (المنافقون: 1) الیٰ قولہ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی ہے جس نے یہ کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 213، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 262 (1026)، دار الصمیعی الریاض 3۔ صحیح مسلم، باب خصال المنافق، جلد 1، صفحہ 56، قدیمی کتب خانہ کراچی

اس کے چچا کا بیٹا فوت ہوا اور وہ اس کی جانب سے مال کا وارث بنا۔ اس نے بخل سے کام لیا اور اس نے ان امور کو پورا نہ کیا جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پس اس کے بعد نفاق سے کام لینے لگا یہاں تک کہ وہ منافق ہو گیا۔ انہیں کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہوائے نفسانیہ کے پرستار منافقین کی طرح ہی ہیں۔ ان کا کلام مختلف ہے اور ان کے تمام معاملات اور امور میں نفاق ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت کیں: ”وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ“ (توبہ: 75)، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ (التوبہ: 58)، وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ (التوبہ: 61)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا: جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ نفاق کا دروازہ ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ صدق اختیار کرو کیونکہ وہ ایمان کا دروازہ ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تورات لے کر آئے تو بنی اسرائیل نے کہا: تورات تو کثیر ہیں اور ہم ان کے لیے فارغ نہیں ہیں۔ پس آپ ہمارے لیے اجمالی حکم کی التجا کیجئے جس پر ہم کاربند رہ سکیں اور اپنے کاروبار حیات کے لیے بھی فراغت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا: اے قوم! ذرا ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ پہلے کی طرح دوبارہ گفتگو کی۔ حتیٰ کہ تین بار انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے ان کی حفاظت کی اور ان احکام پر عمل پیرا رہے تو اسی کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے: وہ یہ ہیں کہ وہ اپنی میراث تقسیم کرنے سے رک جائیں اور ان میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی ترک کر دیں۔ وہ گھروں میں دیکھیں نہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ کوئی کھانا نہ کھائیں یہاں تک کہ نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئے۔ تو وہ ان احکام کے بارے سن کر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم ان پر قائم رہیں گے۔ قسم بخدا! ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ غفلت اور سستی میں مبتلا ہو گئے اور آپ ان سے علیحدہ ہو گئے۔ سو جب حضور نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے بارے یہ بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا: چھ چیزوں کی ضمانت تم مجھے دے دو تو تمہارے لیے جنت کا ضامن میں بنتا ہوں۔ جب تم بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب وعدہ کرو تو پھر وعدہ خلافی نہ کرو، جب تمہیں امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو جھکاؤ، اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! انتہائی مشکل اور سخت ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ
مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝79

"جولوگ (ریاکاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے اور جو نادار (نہیں پاتے بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سزا دے گا انہیں اس مذاق کی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

امام بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھایا کرتے تھے۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سی چیزیں صدقہ کر دیں۔ تو انہوں نے کہا: یہ تو دکھاوا ہے اور ابو عقیل نصف صاع لے کر آئے۔ تو منافقین نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صدقہ سے غنی ہے (اسے قطعاً اس کی حاجت نہیں۔ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی (1)

امام بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ دو، کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ایک لشکر روانہ کروں"۔ پس حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس چار ہزار ہیں، دو ہزار میں اپنے رب کی رضا کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہوں اور دو ہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تو نے دیا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت فرمائے اور جو کچھ تو نے روک رکھا اس میں بھی برکت عطا فرمائے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا اور کھجوروں کے دو صاع کمائے۔ ایک صاع میں اپنے رب کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے رکھا ہے۔ پس منافقین نے عیب نکالتے ہوئے کہا: قسم بخدا! ابن عوف نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے۔ اور دوسرے کے بارے انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے غنی نہیں ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور مومنین میں سے خوشی خوشی خیرات کرنے والے بھی حاضر ہوئے۔ اور حضرت ابو عقیل ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا ہے اور کھجوروں کے دو صاع کمائے ہیں ان میں سے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں اور دوسرا اپنے گھر والوں کی خوراک کے لیے چھوڑا ہے۔ تو منافقین نے کہا: جو کچھ عبدالرحمن لائے وہ تو صرف ریاکاری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ابو عقیل کے صدقہ سے غنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بغوی نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں دو صاع کھجوروں کی اجرت پر رات بھر اپنی پشت پر ریشم کا کام کرتا رہا۔ پھر میں نے ان میں سے ایک صاع لے کر اپنے گھر والوں کو دیا جس سے وہ اپنی خوراک کا انتظام کریں

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 327، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 220، داراحیاء التراث العربی بیروت

ملے۔ اور دو صاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تاکہ ان کے سبب اپنے رب کا قرب حاصل کروں۔ پس میں نے سب کچھ آپ ﷺ کے حضور گزار دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مسجد میں (صدقہ پر) بکھیر دو۔ پس ایک قوم نے تمسخر کیا اور کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس مسکین کے اس صاع سے غنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انصار میں سے ایک آدمی طعام کا ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوا۔ تو بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! عبد الرحمن جو لے کر آئے ہیں وہ تو محض ریا اور دکھلاوا ہے۔ مزید یہ کہا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں اس ایک صاع سے غنی ہیں (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس نے ایک صاع کھجوریں صدقہ کیں اور منافقین نے اسے عیب لگایا وہ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے (3)۔

امام علامہ بغوی نے معجم میں، ابن قانع اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن عثمان بلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنی دادی بنت عدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ماں عمیرہ بنت سہل بن رافع صاحب الصاعین کی بیٹی ہے جس پر منافقین نے عیب لگایا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ ایک صاع کھجوریں لے کر نکلے اور ان کی بیٹی عمیرہ بھی ساتھ تھی۔ حتیٰ کہ وہ ایک صاع کھجوروں کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ سب وہاں بکھیر دیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے کل مال، آٹھ ہزار دینار کا نصف صدقہ کیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: کہ عبد الرحمن بہت بڑے ریاکار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ" اور انصار کے ایک آدمی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔ تو وہ ان میں سے ایک صاع لے کر آیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صاع سے غنی ہے۔ منافقین ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور ان سے تمسخر اور استہزاء کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ الآیہ (4)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے المعرفہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان فقراء میں سے ایک آدمی آیا۔ جسے حبحاب ابو عقیل کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! میں نے آج کی رات دو صاع کھجوروں کے عوض رسیوں کا کاروبار کرتے گزاری۔ پس ایک صاع میں نے اپنے گھر والوں کے لیے روک لیا ہے اور ایک صاع یہ پیش خدمت ہے۔ تو منافقین کہنے لگے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ دونوں اس صاع سے غنی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 221، بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 229　　3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 222

4۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 159 (1112)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی دعوت دی۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ صدقہ ہے۔ تو بعض افراد نے ان پر عیب لگاتے ہوئے کہا: عبدالرحمن تو صرف ریاکاری کے لیے یہ مال لے کر آئے ہیں اور ابو عقیل ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ تو بعض لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عقیل کے اس صاع کی محتاج نہ تھی۔ پس تب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ ۔۔۔ الی قولہ ۔۔۔ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے صدقات و خیرات جمع کریں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار دینار تھے۔ تو وہ چار ہزار دینار بطور صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یہ ہیں جو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور اتنے ہی میں نے باقی رکھے ہیں۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے ان میں بھی برکت رکھ دی گئی ہے جو تو نے پیش کیے ہیں اور ان میں بھی جو تو نے روک لیے ہیں۔ اور انصار میں سے ایک آدمی ابو عقیل ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوا جس پر اس نے ساری رات کام کیا۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ اسے لے کر حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے کہا: عبدالرحمن بن عوف بہت بڑے ریاکار ہیں۔ دوسرے کے بارے میں انہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس صاع سے غنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ اس میں الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں ایک صاع والے کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا: کہ لوگوں کو بہت بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا: اور فرمایا: اے لوگو! صدقہ و خیرات کرو۔ پس لوگ صدقہ دینے لگے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار سو اوقیہ سونا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس آٹھ سو اوقیہ سونا تھا اور میں چار سو اوقیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے برکت عطا فرما اس مال میں جو اس نے دیا اور اس میں بھی برکت عطا فرما جو اس نے اپنے پاس روک لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عید الفطر کا دن تھا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مال عظیم بطور صدقہ و خیرات دیا۔ اسی طرح حضرت عاصم بن عدی نے بھی کیا۔ ایک آدمی نے دو صاع پیش کیے اور ایک دوسرے آدمی نے ایک صاع دیا۔ تو لوگوں میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کہ عبدالرحمن جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ صرف فخر اور ریاء کے لیے لے کر آئے ہیں۔ رہا معاملہ ایک صاع اور دو صاع لانے والوں کا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں ان کے صاعوں سے غنی ہیں۔ پس وہ ان کا تمسخر اڑانے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ کا معنی ہے وہ

لوگ جو خوشی خوشی خیرات دینے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا: وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں رفاعہ بن سعد کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلَّا جُهْدَهُمْ سے مراد الجهد فی القوت اور الجهد فی العمل ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ الجهد سے مراد جهد الانسان (انسان کی محنت و مشقت) ہے اور الجهد فی ذات الید (کمانے میں مشقت) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ جس نے اپنی محنت و مشقت کر کے صدقہ کیا تھا اس کا نام ابو عقیل حبحاب بن رافع ہے۔ وہ کھجوروں کا ایک صاع لے کر حاضر ہوئے اور انہیں صدقہ کے مال میں انڈیل دیا تو کچھ لوگ ان پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ تو ابو عقیل کے اس صدقہ سے غنی ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! صدقہ و خیرات کرو۔ میں اس کے بارے تمہارے لیے قیامت کے دن شہادت دوں گا۔ خبردار! ہو سکتا ہے شاید تم میں سے کوئی اس طرح رات بسر کرے کہ اس کے اونٹ اور گائے کے بچے تو خوب سیراب ہوں اور اس کے چچا کا بیٹا بھوکا ہو۔ خبردار! شاید تم میں سے کوئی اپنا مال بڑھا رہا ہے اور اس کا پڑوسی مسکین ہو اور وہ کسی شے پر قادر نہ ہو۔ خبردار! وہ آدمی جس نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کسی کو منفعت کے لیے عطا کی وہ بہت زیادہ گروہ کے ساتھ صبح کے وقت نکلتا ہے اور شام کے وقت ایک گروہ کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ وہ صبح کے وقت گھر والوں کو دودھ پلا کر نکلتا ہے اور شام کے وقت ان کے لیے دودھ دوہ کر خود لے کر واپس لوٹتا ہے۔ خبردار! آگاہ رہو یقیناً اس کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ پس ایک آدمی اٹھا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس چار اونٹ ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی اٹھا جس کی قد و قامت چھوٹی تھی۔ عمر اور کردار کے اعتبار سے قبیح تھا۔ وہ ایک انتہائی خوب صورت اونٹنی پکڑے ہوئے تھا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے آہستہ سے ایک کلمہ کہا۔ جس کا یہ خیال تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اسے نہیں سنیں گے۔ اس نے کہا: اونٹنی اس سے بہتر ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی۔ پھر حضرت عبد الرحمن بن عوف اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس آٹھ ہزار ہیں۔ میں نے ان میں سے چار ہزار اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار لے آیا ہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیش کر رہا ہوں۔ پس کچھ منافقین نے آپ کے صدقہ کو بہت زیادہ شمار کیا۔ پھر حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس اس سال کے توڑے ہوئے ستر وسق ہیں۔ پس منافقین نے اسے بھی بہت زیادہ گمان کیا اور کہنے لگے: یہ چار ہزار اور یہ ستر وسق محض ریاکاری اور شہرت کے لیے لے کر آئے ہیں۔ پس کیوں نہ ان دونوں نے اسے خفیہ کیا ہوتا اور کیوں نہ ان دونوں نے اسے متفرق کر کے دیا ہوتا۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی اٹھا اس کا نام حبحاب اور کنیت ابو

محتاج تھی۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں کہ میں نے بنی فلاں کے ہاں اجرت پر کام کیا اور دو صاع کھجوروں کے عوض اپنی گردن پر رسی اٹھاتا رہا۔ سو میں نے ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑا ہے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں۔ پس منافقین نے عیب لگاتے ہوئے کہا: اونٹ والا اونٹ کے ساتھ آیا، چاندی والا چاندی لے کر حاضر خدمت ہوا اور یہ کھجوریں لے کر آیا ہے جنہیں وہ اٹھا سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ۔۔۔ الآیہ (1)

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابو السلیل سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری مجلس میں ایک شیخ ہمارے پاس ٹھہرے اور کہا کہ میرے باپ یا میرے چچا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آج صدقہ کرے گا میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے سبب اس کی شہادت دوں گا۔ پس ایک آدمی آیا قسم بخدا! بقیع میں کوئی آدمی بھی اس سے زیادہ سیاہ چہرے والا نہیں تھا۔ نہ قدوقامت میں کوئی اس سے چھوٹا تھا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی زخم آلود آنکھوں والا تھا۔ وہ ایک اونٹنی (ناقہ) پکڑے ہوئے تھا۔ قسم بخدا! اس سے بڑھ کر بقیع میں کوئی خوب صورت شے نہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ صدقہ ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ یا رسول اللہ ﷺ! پس کسی آدمی نے اسے عیب دیا اور کہا: یہ جو شے صدقہ کر رہا ہے قسم بخدا! یہ اس کی اپنی ذات سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے یہ کلمات سن لیے۔ اور فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ وہ تجھ سے اور ناقہ سے بھی بہتر اور افضل ہے۔ تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ وہ تجھ سے اور اس سے بھی بہتر ہے اسی طرح تین بار آپ نے ایسا فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس کے جس نے یہ کہا کہ اس کے پیچھے میں اتنا اور اتنا ہے اور جس کا اس نے قصد کیا ہے وہ قلیل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تحقیق کثیر مال و دولت والے ہلاک ہو گئے اور قلیل مال والا محنت و مشقت کرنے والا کامیاب ہو گیا۔

امام ابو داؤد، ابن خزیمہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قلیل المال اور تنگ دست کی محنت و مشقت کے ساتھ جو صدقہ دے، پھر ان سے ابتدا کرے جو تیرے زیر کفالت اور عیال دار ہیں (1)۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

"آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے یا نہ کریں۔ اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔ یہ محض اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الزکوٰۃ، جلد 1، صفحہ 574، بیروت 2۔ ایضاً

نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب پر خرچ نہ کرو تو وہ یقیناً ان سے آپ پاس سے بھاگ جائیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون: 8) "تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو"۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں یقیناً ستر بار سے زیادہ طلب کروں گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون: 6) "یکساں ہیں ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں"(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو حضور نبی کریم ﷺ نے کہا میں ستر بار پر بھی اضافہ کر دوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون: 6)(2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے رب کے بارے خیال کرنے لگا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رخصت دے دی ہے۔ قسم بخدا! میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار استغفار کروں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (المنافقون: 6)(3)

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بلایا گیا۔ تو آپ ﷺ قیام فرما ہوئے۔ جب آپ ﷺ اس کے پاس کھڑے ہوئے تو میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن عبداللہ بن ابی ہے جو کہ اس اس طرح کہتا ہے اور وہ اس اس طرح کہتا ہے۔ آپ نے اس کے ایام (دن) گنے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے رہے یہاں تک کہ جب بہت سے دن شمار کر لیے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! مجھ سے یہ معاملہ دور اور مؤخر کر لو۔ بلاشبہ مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ تحقیق مجھے فرمایا گیا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً پس اگر میں جانتا ہوتا کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً اس پر اضافہ کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھائی اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ فارغ ہونے تک قبر پر قیام فرما رہے۔ پس مجھے اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 224، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 225

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی جہاد پر روانگی کے بعد غزوہ تبوک سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ اپنے گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کے بعد (گھر میں) بیٹھے رہیں۔

ابن ابی حاتم نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تبوک آخری غزوہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور یہی غزوۃ الحر کہلاتا ہے۔ انہوں نے کہا: اس گرمی میں مت نکلو اور یہی غزوۃ العسرۃ ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ موسم گرمی کا تھا۔ تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ گرمی شدید ہے۔ ہم خروج کی طاقت نہیں رکھتے پس تم بھی اس گرمی میں مت نکلو تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خروج کا حکم ارشاد فرمایا(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کی تفسیر میں فرمایا: یہ قول (کہ تم اس گرمی میں مت نکلو) منافقین نے اس وقت کہا جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شدید گرمی میں تبوک کی جنگ کی طرف نکلے تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا...... الآیہ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: منافقین کے کچھ لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے گرد گھومنے لگے جب کہ آپ ﷺ نے جد بن قیس کو اجازت دی۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اجازت طلب کریں اور عرض کریں: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اجازت عطا فرما دیجئے۔ کیونکہ ہم اس شدید گرمی میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ سو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرما دی اور ان سے (رخ زیبا) پھیر لیا۔ پس ان کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا　الآیہ

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

"تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ۔ یہ جزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اس میں منافقین اور ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے دین کو مذاق اور لہو و لعب بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 226، داراحیاء التراث العربی بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 227

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ۝ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝

”اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان سے دنیا میں اور نکلے ان کا دم بھی اس حال میں کہ وہ کافر ہوں“۔

امام بخاری، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قمیص مبارک اسے عطا فرمائیں تا کہ وہ اپنے باپ کو اس میں کفن دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص اسے عطا فرما دی۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ: 80) اور میں ستر بار سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کروں گا۔ سو آپ نے فرمایا: بلاشبہ وہ منافق ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھنی ترک فرما دی (1)۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کو اس کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا میرے لیے تلاش کر اور اس میں مجھے کفن دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ راوی کا بیان ہے: کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ عبد اللہ کے شرف اور اس کی سرداری کو جانتے ہیں، وہ آپ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی التجا کر رہا ہے، ہم اسے اس میں کفن دیں گے اور کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ عبد اللہ اور اس کے نفاق سے خوب واقف ہیں۔ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 287، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابو یعلیٰ، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔(1)

ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی کے پاس ٹھہرے اور اسے دعوت دی۔ تو اس کے لیے یہ انتہائی تکلیف دہ بات ہوا اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو پکڑ لیا۔ تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے اپنا ہاتھ روک لے قسم بخدا! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت فرمائیں۔ تو میں ہتھیار سے تیرا کام تمام کر دوں۔ پھر وہ بیمار ہو گیا اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور اس نے آپ کی قمیص بھی طلب کی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا وہ اس کا اہل نہیں کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا: تیری یہودیوں کے ساتھ دوستی اور محبت نے تجھے ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس نے آپ کو نہیں بلایا کہ آپ مجھے ملامت کریں اور ڈانٹیں۔ پھر اس نے عرض کی: آپ مجھے اپنی قمیص عطا فرما دیجئے تاکہ اس میں مجھے کفن دیا جائے۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ آپ نے اس کے جسم پر تھوکا اور اس کی قبر میں بھی اترے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔

راوی کا بیان ہے: پس انہوں نے قمیص کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ قسم بخدا! مجھے امید ہے اس کے سبب بنی خزرج میں سے ہزار سے زائد افراد اسلام قبول کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ۔ الآیہ۔

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۸۶﴾

"اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں: رہنے دیجئے ہمیں تاکہ رہیں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اُولُوا الطَّوْلِ کا معنی اہل الغنیٰ (دولت مند لوگ) ہیں(2)۔

رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 231، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 233

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝

"انہوں نے یہ پسند کیا کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور انہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مع الخوالف سے مراد النساء ہے۔ یعنی انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ عورتوں کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے ہو جائیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ آپ ثنیۃ الوداع آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے لیے ایسے ہو جیسے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر نبوت کے ساتھ؟ "اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا النُّبُوَّةَ"

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ کا یہ معنی بیان کیا ہے انہوں نے پسند یہ کیا کہ وہ اسی طرح پیچھے رہیں جس طرح کہ عورتیں پیچھے ہوتی ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ خوالف سے مراد عورتیں ہیں اور وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا مفہوم ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کے سبب مہر لگا دی گئی۔

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝

"اور آئے بہانہ بنانے والے بدوؤں سے تاکہ اجازت دی جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 233، بیروت

مستحق ہے کہ ان میں سے اصل عذر آئے تا کہ انہیں اجازت مل جائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الْمُعَذِّرُوْنَ سے مراد وہ بہانے بنانے والے (معذرت کرنے والے) ہیں۔ آپ اسے تخفیف کے ساتھ وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الاضداد میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ پڑھتے اور فرماتے: اللہ تعالیٰ بہانے بنانے والوں پر لعنت کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کون ہیں جنہوں نے الْمُعْذِرُوْنَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے؟ تو فرمایا وہ معتذرین ہیں۔ اور جس کسی نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا انہوں نے ایسی شے کے ساتھ عذر پیش کیا جو ان کے لیے صحیح عذر نہیں تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ یہ آیت پڑھتے ہوئے فرماتے انہوں نے کسی شے کے ساتھ معذرت پیش کی جو درست اور حق نہ تھی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بنی غفار کا ایک گروہ تھا۔ وہ آئے اور معذرت کرنے لگے۔ ان میں سے ایک گروہ میں سے خفاف بن ایماء بھی تھا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۱

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے۔ نہیں ہے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

امام ابن ابی حاتم، دار قطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سورۂ برأت لکھ رہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل فرماتا میں اسے لکھ رہا تھا اور میں نے اپنا قلم اپنے کانوں پر رکھے ہوئے تھا کہ اچانک آپ ﷺ نے ہمیں قتال کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ احکام نازل ہونے کا انتظار فرمانے لگے کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تو نابینا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ تو اسی وقت مذکورہ آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے

پر الزام کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہیں اور وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے اور ان کے لیے بھی اتنا اجر رکھا ہے جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (النساء: 95) "نہیں برابر ہو سکتے (گھروں میں) بیٹھنے والے مسلمان سوائے معذوروں کے"۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ضعفا اور معذوروں میں سے قرار دیا ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی جہاد کرنے والوں کی طرح ہی اجر مقرر کیا ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے قریب پہنچے تو فرمایا: تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے آدمی چھوڑے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر پر نہیں گئے اور تم نے ان کی کوئی شے خرچ نہیں کی اور جو تم نے ان کے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے مگر اس کے باوجود وہ اس غزوہ میں تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں عذر نے روک رکھا تھا (1)۔

امام احمد، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہیں جنہوں نے نہ تمہارے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے اور نہ وہ تمہارے ساتھ شریک سفر ہیں مگر اس کے باوجود اجر میں وہ تمہارے ساتھ شریک ہیں کیونکہ انہیں بیماری نے روک لیا ہے (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے ضمن میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ گناہ اور جرم کرنے والوں کے لیے بخشش فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝92

"اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) کہ جب وہ حاضر ہوئے آپ کے پاس تاکہ آپ سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں، وہ لوٹ گئے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہہ رہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ جسے خرچ کریں"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام کو چھوڑا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی خرچہ نہیں کیا اور وادیوں کو طے نہیں کیا وہ تمہارے ساتھ [illegible]

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 160، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 300

سامنا کیا ہے۔ مگر وہ اس کے باوجود وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، ان میں عبداللہ بن معقل مزنی بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں سوار کیجئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا میں کوئی ایسی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ واپس چلے اس حال میں کہ وہ رو رہے تھے اور ان پر یہ احساس غالب تھا کہ انہیں جہاد سے روک دیا گیا ہے اور وہ خود نہ خرچ پاتے تھے اور نہ ہی سواری۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر قبول کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ الآیہ (1)

امام ابن سعد، یعقوب بن سفیان نے تاریخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: بلاشبہ میں اس گروہ میں سے ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ۔ الآیہ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ۔ الآیہ۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ سات افراد تھے یعنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی واقف میں سے حرمی بن عمرو، بنی مازن سے ابن حیار عبدالرحمٰن بن کعب اس کی کنیت ابو لیلیٰ تھی، بنی معلی میں سے سلمان بن صخر، بنی حارثہ سے عبدالرحمٰن بن زید ابو عبلہ، بنی سلمہ سے عمرو بن غنمہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی (2)۔

امام ابن مردویہ نے مجمع بن حارثہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی شے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ سات افراد تھے یعنی علبہ بن زید حارثی، عمرو بن غنمہ سلمی، عمرو بن عمیر رافعی، ابو لیلیٰ مازنی، سالم بن عمرو واقفی، سلمہ بن صخر زرقی اور عبداللہ بن عمرو مزنی۔

امام عبدالغنی بن سعید نے تفسیر میں اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: ان افراد میں سے سالم بن عمیر بنی عمرو بن عوف میں سے ایک تھا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کلاعی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ان میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ۔ الآیہ"

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے مذکورہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 237، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 239

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾ يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

"الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔ وہ بہانے پیش کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی طرف فرمائیے بہانے مت بناؤ ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں پر۔ اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف تاکہ تم معاف کر دو انہیں سو منہ پھیر لو ان سے یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہارے لیے تاکہ تم خوش ہو جاؤ ان سے سو (یاد رکھو) اگر تم خوش ہو بھی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا نافرمانوں کی قوم سے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ تک تمام آیات منافقین کے بارے میں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ کے متعلق حضرت سدی رحمہ اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے صحرا میں سکونت اختیار کی تو اس نے ظلم و جفا کی، جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا اور جو سلطان کے پاس آیا تو وہ فتنے میں مبتلا ہوا(1)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی بدو بنا اس نے جفا کی، جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا اور جو کوئی سلطان کے دروازے پر آیا وہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوا اور سلطان کے قرب میں اضافہ اللہ تعالیٰ سے بعد اور دوری میں اضافہ ہے(2)۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

"اور بعض بدو ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو وہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے۔ اور منتظر ہیں تمہارے لیے (زمانہ کی) گردشوں کے (حقیقت میں) انہی پر ہے بری گردش۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع (و) علیم ہے۔"

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی ثواب اور جزا کی امید نہیں رکھتے اور جو وہ صدقات و خیرات دیتے ہیں وہ ان کے لیے اجر ہے۔ اور وَ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ کا معنی ہے اور منتظر ہیں تمہارے لیے ہلاکتوں کے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یہ دیہاتیوں میں سے منافقین ہیں جو دکھاوے اور غزوات پر جانے، جنگ میں شریک ہونے اور قتال کرنے سے بچنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور وہ اپنے اخراجات کو تاوان گمان کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اسے وہ تاوان شمار کرتے ہیں جو وہ ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ حضرت محمد ﷺ کے لیے (نعوذ باللہ) ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

"اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قرب الٰہی اور رسول (پاک) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔ ہاں بے شک وہ ان کے لیے باعث قرب ہے۔ ضرور داخل فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔"

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 47، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ ایضاً

امام سعید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے بارے یہ قول بیان نقل کیا ہے کہ یہ لوگ بنی مقرن ہیں جو مزینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ (التوبہ: 92) "اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس تاکہ آپ انہیں سوار کریں" (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کا استغفار کرنا (دعائے مغفرت مانگنا) ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دیہاتیوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی ثنا اور تعریف ہے اور صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

"اور سب سے آگے سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات رواں ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

امام ابو عبید، سنید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حبیب شہید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو آپ نے "انصار" کو رفع (پیش) کے ساتھ پڑھا اور الذین کے ساتھ واؤ ذکر نہیں کی۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "والذین" ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "الذین" ہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین زیادہ جانتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آئے تو آپ نے اس بارے ان سے پوچھا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: "والذین" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بہت اچھا ہوا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اتباع اور پیروی کی (3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 10، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 10

ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اس طرح پڑھ رہا تھا: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ تو حضرت عمر فاروق معظم رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور پوچھا: تجھے اس طرح کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے فرمایا تو مجھ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ میں تجھے ان کے پاس لے جاؤں گا۔ چنانچہ آپ جب ان کے پاس پہنچے۔ تو فرمایا کہ تم نے اسے یہ آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تحقیق میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم اتنی بلندی اور رفعت پر فائز ہیں کہ ہمارے بعد کوئی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی تصدیق سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیت سے بھی ہوتی ہے وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ: 3) اسی طرح سورۂ حشر میں ہے: وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (الحشر: 10) اور سورۂ الانفال میں ہے: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ (الانفال: 75)(1)

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو اسامہ اور محمد بن ابراہیم تیمی دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ پڑھ رہا تھا: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ پس جب وہ آدمی واپس پھرا تو آپ نے فرمایا: تمہیں یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: یہ آیت مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ان کے پاس چلو۔ پس جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے ابو منذر! تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا یہ آیت تم نے اسے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار انہوں نے پھر پوچھا تو انہوں نے حالت غضب میں کہا: جی ہاں، قسم بخدا! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت حضرت جبرائیل علیہ السلام پر نازل کی ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اس میں خطاب اور اس کے بیٹے کی کوئی مشاورت نہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ بلند کرتے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب منہ کر کے نمازیں ادا کی ہیں(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 13، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 12

امام ابن منذر اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ دونوں نے اسی کے بارے یہ قول بیان کیا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ اہل بدر ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سلمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت رضوان کے وقت حاضر تھے اور سب سے پہلے سنان بن وہب اسدی نے بیعت رضوان کے وقت بیعت کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شیبان بن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ نے اپنے لیے انصار کا نام تم نے خود رکھا ہے یا آسمان سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہمیں یہ نام عطا فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جس نے انصار کو بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے مبغوض قرار دے گا(1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے(2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی، انصار کی ازواج کی اور انصار کی اولاد کی اولاد کی مغفرت فرما۔ انصار میری جماعت اور میری حفاظت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اگر لوگ اپنی اپنی جماعت کو اختیار کر لیں اور انصار بھی اپنی جماعت بنا لیں تو میں انصار کی جماعت کو اپنا لوں۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت حارث بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار محبت فرمائے گا جب وہ اس سے ملاقات کرے گا اور جس نے انصار کو بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار نفرت فرمائے گا جب وہ اس سے ملے گا(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! انصار پر، انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 96، دار صادر بیروت
2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 139، دار صادر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 321

ہیں ما آپ کے سوا ان کے لیے کوئی آقا اور مولیٰ نہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے وہ انصار کے ساتھ بغض نہیں رکھ سکتا (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال غنیمت جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ حنین میں عطا فرمایا تھا قریش میں سے اہل مکہ اور دوسرے لوگوں کے درمیان تقسیم فرمایا تو انصار غضبناک ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ انصار! اس مال غنیمت کے بارے میں تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچی ہے جس کی تقسیم میں میں نے لوگوں کو ترجیح دی۔ تاکہ میں انہیں اسلام کی طرف مائل کر سکوں۔ تاکہ وہ آج کے بعد بھی شہادت دیں کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام داخل کیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرما کر تم پر احسان نہیں کیا ہے؟ اور تمہیں خصوصی عزت و کرامت سے نوازا ہے اور تمہیں حسین ترین نام یعنی انصار اللہ اور انصار رسول عطا فرما کر تم پر احسان نہیں فرمایا ہے؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو یقیناً میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور تم ایک وادی میں چلو تو میں یقیناً تمہاری وادی میں چلوں گا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بھیڑیں، بکریاں، چوپائے اور اونٹ لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر جاؤ؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم راضی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے بارے مجھے جواب دو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ہمیں تاریکی اور ظلمت میں پایا تو آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں نور اور روشنی عطا فرما دی اور آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہمیں اس میں گرنے سے بچا لیا اور آپ نے ہمیں بھٹکا ہوا پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وساطت سے ہمیں ہدایت عطا فرما دی۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے رب مانتے ہوئے، اسلام کے ساتھ اسے دین مانتے ہوئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں نبی تسلیم کرتے ہوئے راضی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تم مجھے اس قول کے سوا کوئی اور جواب دیتے تو میں یقیناً کہتا: تم نے سچ کہا ہے۔ اگر تم کہو کیا تم بھاگ کر ہمارے پاس نہیں آئے اور ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ جھٹلائے ہوئے آئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ مدد سے محروم ہو کر آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی، ہم نے آپ سے اس کو قبول کیا جسے لوگوں نے رد کر دیا، اگر تم یہ کہتے تو یقیناً تم سچ کہتے۔ تو ان سب نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر اور ہمارے علاوہ دوسروں پر احسان اور فضل ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین مراتب ہیں: مہاجرون الاولون (سب سے پہلے ہجرت کرنے والے) اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی، پھر

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد 2، صفحہ 377 (3443)، دار الفکر بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 151 (5665)، مکتبۃ العلوم والحکم موصل

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے اور سب سے اچھا ذکر ہے جو اس مرتبہ میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کسی صحابی کا ذکر کیا اور اس کا نقص بیان کیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد قیامت قائم ہونے تک اہل اسلام میں سے باقی رہنے والے لوگ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عصمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے تابعین کے بارے سفیان سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو پایا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ میں نے کہا: کیا یوم قیامت تک؟ انہوں نے کہا: میں یہی رکھتا ہوں۔

امام ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابو صخر حمید بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کو کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے بتایئے میں صرف آزمائش کا ارادہ رکھتا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کی مغفرت فرما دی ہے اور ان سب کے لیے اپنی کتاب میں جنت واجب کر دی ہے چاہے وہ نیکیاں کرنے والے ہوں یا خطاؤں کا ارتکاب کرنے والے۔ میں نے انہیں کہا: کون سا وہ مقام ہے جہاں اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت واجب قرار دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔۔۔ الآیہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اصحاب کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کر دی ہے۔ اور تابعین پر ایک شرط عائد کی ہے جو ان پر نہیں لگائی۔ میں نے پوچھا: ان پر کون سی شرط لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان پر یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ احسن عمل اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع اور پیروی کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ اعمال حسنہ میں ان کی اقتدا کی جائے گی اور دیگر امور میں ان کی اقتدا نہیں کی جائے گی۔ ابو صخر نے کہا: گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت پڑھی ہی نہیں اور نہ میں نے اس کی تفسیر کو پہچانا۔ یہاں تک کہ محمد بن کعب کے پاس سے پڑھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی رحمہ اللہ کی سند سے روایت بیان کی ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر، قاسم، مکحول، عبدہ بن ابی لبابہ اور حسان بن عطیہ رحمہم اللہ نے مجھے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے لے کر وَرَضُوْا عَنْهُ تک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری تمام امت کے لیے ہے اور رضا مندی کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی۔

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۚ۝

"اور تمہارے آس پاس بسنے والے بدویوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہو گئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں انہیں، ہم عذاب دیں گے انہیں دو بار پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے قیام فرما ہوئے۔ تو فرمایا: اے فلاں کھڑے ہو جا اور نکل جا۔ کیونکہ تو منافق ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے نام لے لے کر نکال دیا اور انہیں خوب رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام کے سبب اس جمعہ میں حاضر نہیں تھے۔ جب وہ لوگ مسجد سے نکل رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ آپ اس حیاء کے سبب ان سے چھپنے لگے کہ آپ اس جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے اور آپ نے لوگوں کے بارے یہ گمان کیا کہ وہ جمعہ سے فارغ ہو کر واپس آرہے ہیں اور وہ لوگ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپنے لگے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان کے بارے جانتے ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ لوگ ابھی تک واپس نہیں پھرے۔ اسی دوران آپ کو ایک آدمی نے کہا: اے عمر! آپ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے منافقین کو آج ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ پس یہی پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ سے مراد جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور بنی غفار ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ نفاق پر قائم رہے اور انہوں نے اس طرح توبہ نہ کی جیسا کہ دوسروں نے توبہ کی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی، ابو عامر الراہب اور جد بن قیس اسی نفاق پر ہی مرے۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ کا معنی ہے تم انہیں پہچانتے نہیں ہو۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا حال ہے ان قوموں کا جو لوگوں کے بارے یہ گفتگو کرتے ہیں کہ فلاں جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 15، داراحیاء التراث العربی بیروت

ہے اور ظالم جہنم میں ہیں اور جب تو ان میں سے کسی سے اس کے اپنے بارے میں پوچھے تو کہتا ہے میں نہیں جانتا میری عمر کی قسم! یقیناً تو لوگوں کے اعمال کی نسبت اپنے نفس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے اور تو نے ایسی چیزوں کا تکلف کیا ہے جن کا کسی نبی علیہ السلام نے تکلف نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: وَمَا عِلۡمِیۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (الشعراء) "مجھے کیا خبر کہ وہ کس نیت سے ایمان لائے ہیں"۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ (الانعام) "اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان"۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بارے فرمایا: لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ "تم نہیں جانتے ان کو ہم انہیں جانتے ہیں" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ سے مراد بھوک (قحط سالی) اور قتل کے ساتھ انہیں عذاب دینا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ سے مراد بھوک اور عذاب قبر ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ کے بارے کہا: اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ کے ضمن میں حضرت ربیع نے کہا کہ وہ دنیا میں اور عذاب قبر میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ثُمَّ يُرَدُّوۡنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيۡمٍ تو اس میں عذاب عظیم سے مراد عذاب جہنم ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ کے ضمن میں ابن زید نے کہا کہ اس سے مراد اموال و اولاد کے سبب دنیا میں عذاب دینا ہے اور یہ آیت پڑھی: فَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا (التوبہ: 55) "سو نہ تعجب میں ڈال دیں آپ کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں"۔

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ انہیں دنیوی زندگی میں مصائب کے ذریعے عذاب دے۔ پس یہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے اجر ہیں۔ اور فرمایا: آخرت کا عذاب جہنم میں ہے اور آیت میں عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمۡ مَّرَّتَيۡنِ سے مراد قتل اور قتل کے بعد برزخ ہے اور برزخ سے مراد موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے تک کا وقت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 16 (1118)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کی تفسیر میں کہا: کہ حضور نبی کریم ﷺ منافقین کو جمعہ کے دن منبر پر اپنی زبان اقدس سے عذاب پہنچاتے تھے اور دوسرا اس سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایک ایسا شاندار اور عظیم خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی بھی اس کی مثل نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ تم میں سے بعض منافقین ہیں۔ پس میں جس کا نام لوں تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے اے فلاں! تو کھڑا ہو جا۔ اے فلاں! تو کھڑا ہو جا۔ یہاں تک کہ وہ چھتیس افراد کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں۔ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجا کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی سے ملے۔ آپ کے اور اس کے درمیان بھائی چارہ تھا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور اس اس طرح کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے سارا دن دور رکھے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

" کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا۔ انہوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے "۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اس سے مراد دس افراد کا وہ گروہ ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ان ستونوں سے باندھ لیا۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی گزرگاہ میں واقع تھے۔ جب آپ ﷺ مسجد میں ان کی جانب سے لوٹ کر آئے تو جونہی انہیں دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے اور قسمیں اٹھا رکھی ہیں کہ انہیں کوئی نہیں کھولے گا۔ یہاں تک کہ خود حضور نبی کریم ﷺ ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے انہیں کھول دیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں انہیں نہیں کھولوں گا اور نہ ہی ان کا عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں کھولے گا۔ انہوں نے مجھ سے اعراض کیا ہے اور غزوہ میں مسلمانوں سے پیچھے رہے ہیں۔ جب یہ خبر ان تک پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

ہی کیا کچھ ہوسکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ان کی توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان تک یہ آیت پہنچائی انہیں کھول دیا اور ان کی معذرت قبول فرمالی۔ سو وہ اپنے مال و متاع لے کر آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ ہمارے مال ہیں آپ اسے ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال لے لوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ "(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے نیز دعا مانگیے ان کے لیے"۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان کے لیے استغفار کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یہ ان کے لیے رحمت ہے۔ پس آپ ﷺ نے ان سے صدقہ لے لیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور ان میں سے تین آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ نہیں باندھا تھا وہ ایک سال تک ٹھہرے رہے وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا انہیں عذاب دیا جائے گا یا ان کی توبہ قبول کی جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (التوبہ: 117) الآیۃ "یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی نبی کی مشکل گھڑی میں"۔ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118) "اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا"۔ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (التوبہ) "تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے" یعنی اگر وہ صراط مستقیم پر قائم رہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بعینہ اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جب کہ انہوں نے بنی قریظہ کو کچھ کہا اور ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمہیں ذبح کر دیں گے اگر تم ان کے حکم پر نیچے اترے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ بنی قریظہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے تو انہوں نے اوپر سے جھانک کر آپ کو دیکھا اور آپ انہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی طرف دعوت دینے لگے۔ انہوں نے کہا: اے ابولبابہ! کیا آپ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم نیچے اتر آئیں؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ پس اس کے بارے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: تیرا کیا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ سے غافل ہے جب کہ تو اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے انہیں بتا رہا تھا؟ پس وہ کچھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 16، بیروت
2۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 5، صفحہ 271، دار الکتب العلمیہ بیروت

وقت ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ اور یہی غزوہ غزوۃ العسرہ کہلاتا ہے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے رخ زیبا پھیر لیا تو اس پر حضرت ابولبابہ بہت پریشان ہوئے اور اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھ دیا۔ جو باب ام سلمہ کے پاس ہے۔ سات دن رات شدید گرمی میں اسی حالت پر رہے۔ ان دنوں میں نہ کچھ کھایا اور نہ ایک قطرہ تک پیا اور کہا میں اسی جگہ پر پڑا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کرلوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر نظر رحمت فرمائے گا اور میری توبہ قبول فرمائے گا۔ پس وہ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ کمزوری کے سبب آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ صبح و شام ان کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ وہ انہیں پکار کر بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف آدمی بھیجا تاکہ وہ انہیں ستون سے کھول دے مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی اور نہ کھولے۔ پھر رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تندرست ہوئے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں گا جس میں مجھ سے یہ غلطی صادر ہوئی۔ اور میں آپ کی طرف منتقل ہو کر آپ کے پاس ہی سکونت اختیار کروں گا۔ اور میں اپنا مال بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے لیے صدقہ کر دوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری طرف سے ثلث مال کا صدقہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت اختیار کر لی اور ثلث مال صدقہ کر دیا۔ پھر توبہ کی۔ پھر اس کے بعد اسلام میں ان سے سوائے نیکی اور خیر کے عمل کے اور کچھ نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ دنیا سے دار فانی مفارقت دے گئے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ دو اور آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ بعد ازاں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے غور و فکر کیا۔ تو انہیں انتہائی ندامت ہوئی اور انہوں نے ہلاکت کا یقین کر لیا۔ اور انہوں نے یہ کہا: کہ ہم تو سائے میں بیٹھے ہیں اور اپنی عورتوں کے ہمراہ اطمینان اور راحت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ دیگر اہل ایمان جہاد میں مصروف ہیں۔ قسم بخدا! ہم ضرور بہ ضرور اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ دیں گے اور پھر کھولیں گے نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لا کر ہمیں کھولیں گے اور ہمارا عذر قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چل پڑے اور اپنے آپ کو باندھ دیا اور آپ کے ساتھ دوسرے دو آدمیوں نے بھی اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور تین باقی رہے جنہوں نے اپنے آپ کو نہ باندھا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 270، دار الکتب العلمیہ بیروت

ﷺ مسجد میں پہنچے، جب ان کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور آپ کے دو ساتھی ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ خود آکر انہیں کھولیں گے اور آپ ان سے راضی ہوں گے وہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں انہیں نہیں کھولوں گا، یہاں تک کہ مجھے انہیں کھولنے کا حکم دیا جائے اور میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کا عذر قبول فرمائے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے پیچھے رکھا ہے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے سے اعراض کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ۔ عسیٰ اور امید ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا ضرور ہوگا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور انہیں معذور قرار دے دیا۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں ساتھی اپنے مالوں کے پاس گئے اور وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کی: ہمارے مال لے لیجئے اور ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا کیجئے۔ وہ عرض کرنے لگے آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہمیں پاک کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس میں سے کوئی شے بھی نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔ راوی کا بیان ہے وہ تین باقی رہ گئے جنہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مخالفت کی تھی اور انہوں نے توبہ نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی شے کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور ان کے عذر کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور ان پر زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ" الآیۃ (التوبہ: 108) پس ان لوگوں نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ وہ ہلاک ہو گئے جب کہ ان کے لیے کوئی عذر نازل نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہنے لگے: قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے گا۔ پس وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ (التوبہ: 117) الی قولہ: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ سو ان پر توبہ کا حکم نازل ہوا اور ان کے مطابق انہوں نے عمل کیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آٹھ آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیا تھا۔ ان میں سے کردم، مرداس اور ابولبابہ تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ سات آدمی تھے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے چار نے اچھے عمل اور برے عمل آپس میں ملا جلا دیئے اور وہ جد بن قیس، ابولبابہ، حرام اور اوس ہیں، یہ تمام کے تمام انصار میں سے تھے ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ انہی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 18، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَمَلًا صَالِحًا سے مراد ان کا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہونا ہے اور وَّاٰخَرَ سَیِّئًا سے مراد ان کا غزوہ سے پیچھے رہنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے التوبہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ نے کہا: قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں ہے جو میرے نزدیک اس امت کے لیے اس آیت سے بڑھ کر امید افزا ہو: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ (1)۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت مطرف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹا ہوں اور قرآن کریم میں غور و فکر اور تدبر کرتا ہوں۔ پھر اپنے اعمال کو اہل جنت کے اعمال پر پیش کرتا ہوں تو ان کے اعمال انتہائی شدید اور سخت ہیں۔ مثلاً فرمایا: كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ (الذاریات) ”یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے“۔ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ (الفرقان) ”رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے“۔ مزید فرمایا: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا (الزمر: 9) ”بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے کبھی کھڑے ہوئے“۔ تو میں نے اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر میں اپنے آپ کو ان آیات پر پیش کرتا۔ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝ (المدثر) ”کہ کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے“۔ الی قولہ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ (المدثر) ”اور ہم روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے“۔ پس میں جھٹلانے والی قوم میں بھی غور و فکر کرتا اور اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر اس آیت کا حکم دیا ہے: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تم اے بھائیو! انہی میں سے ہیں۔

امام ابوالشیخ، ابن منذر، ابونعیم نے معرفہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قوی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے ان کی تعداد چھ ہے، ابولبابہ، اوس بن جذام، ثعلبہ بن ودیعہ، کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ۔ پس ابولبابہ، اوس بن جذام اور ثعلبہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ دیا اور پھر اپنے مال لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ لے لیجیے جو ہم آپ ﷺ سے پیچھے رک گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انہیں نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ قتال ہو جائے۔ پس قرآن نازل ہوا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ۔ اور بعض کو تو بہ سے دور رکھا گیا تھا اور کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے جو پیچھے رہ گئے۔ پس انہیں چالیس دن تک مؤخر کر دیا گیا۔ پس وہ نکل گئے اور اپنے خیمے لگا لیے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنی عورتوں سے بھی جدا کر دیا۔ مسلمانوں نے ان سے دوستی تمام نہیں کی اور نہ ہی کوئی ان کے قریب گیا۔ پھر ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 432 (7165)، دار الکتب العلمیہ بیروت

منہ کھولتا ہے اور وہ ایک پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ دونوں کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ ہم ایک ایسے کریہہ المنظر آدمی کے پاس آئے جس سے بڑھ کر کریہہ اور ناپسندیدہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا اس کے پاس آگ ہے، وہ اسے جلا کر تیز کرتا ہے اور اس کے ارد گرد دوڑ لگا رہا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، پس ہم چل پڑے اور ہم ایک گھنے سیاہ باغ میں آئے اس میں ہر جانب بہار کا نور ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس باغ کے درمیان ایک طویل آدمی ہے میں اس کا سر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی قد و قامت آسمان کی جانب بڑھی ہوئی تھی اور اس آدمی کے گرد میں نے بہت سے بچوں کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ تو ہم آخر میں بہت بڑے باغ تک پہنچے۔ اس سے بڑھ کر عظیم اور حسین باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھے کہا: اس میں چڑھتے چلو۔ چنانچہ ہم اس میں چڑھتے گئے۔ اور ہم ایسے شہر تک پہنچے جسے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ سو ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور ہم نے اسے کھولنے کا مطالبہ کیا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے اور وہاں بہت سے لوگوں نے ہم سے ملاقات کی۔ ان میں سے آدھا اپنی تخلیق میں اتنے حسین تھے کہ ان سے بڑھ کر حسین تم نے نہیں دیکھے۔ اور آدھا اتنے بدصورت تھے کہ ان سے بڑھ کر قبیح تم نے نہیں دیکھے۔ ان دونوں نے انہیں کہا جاؤ اور اس نہر میں اپنا رنگ صاف کر لو۔ وہاں ایک چوڑی نہر بہہ رہی تھی، اس کا پانی دودھ کی مثل سفید تھا۔ چنانچہ وہ گئے اور اس میں کود گئے پھر وہ لوٹ کر ہماری طرف آئے۔ تو ان سے سیاہی ہو گئی اور وہ انتہائی خوبرو اور حسین ہو گئے۔ ان دونوں نے مجھے کہا: یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا محل ہے۔ انہوں نے مجھے نگاہ اوپر اٹھانے کو کہا۔ تو وہاں سفید بادل کی طرح ایک محل تھا۔ انہوں نے مجھے کہا: یہ آپ کا محل اور آپ کی منزل ہے۔ میں نے انہیں کہا: بارک اللہ فیکما مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس میں داخل ہو سکوں۔ تو ان دونوں نے کہا: ابھی نہیں، لیکن تم بالیقین اس میں داخل ہو گے۔

میں نے ان دونوں سے کہا: میں نے آج رات عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے بتایا: وہ پہلا آدمی جس کے پاس تم آئے اور اس کے سر کو پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا۔ وہ وہ آدمی ہے جو قرآن کریم شروع کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اور فرض نماز کے وقت سو جاتا ہے۔ قیامت قائم ہونے تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا اور وہ آدمی جس کے پاس آپ آئے تو اس کی باچھیں اس کی ناک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں وہ ایسا آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولنا شروع کرتا ہے اور اس کا جھوٹ آفاق میں پہنچ جاتا ہے۔ پس یوم قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا رہے گا اور وہ برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں جو تنور میں تھے وہ سب زانی مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں اور وہ آدمی جس کے پاس تم آئے کہ وہ نہر میں تیر رہا ہے اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا ہے وہ سود خوار ہے۔ اور وہ آدمی جو انتہائی کریہہ المنظر تھا اس کے پاس آگ تھی اور وہ اسے جلا کر تیز کرتا تھا وہ داروغہ جہنم مالک تھا۔ اور وہ طویل القامت انسان جسے آپ نے باغ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ بچے جو ان کے ارد گرد جمع تھے وہ ایسے نومولود بچے تھے جو اپنی فطرت پر ہی موت کی آغوش میں چلے گئے اور وہ قوم جس کے افراد کا نصف حسین اور نصف قبیح

اور بدصورت تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اور برے اعمال باہم ملا جلا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمائی اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں (1)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ آگ کی قینچیوں کے ساتھ ان کی جلد اس کو کاٹا جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی چیزوں کے لیے زیب و آرائش کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں ہوتیں اور میں نے بجائی بدبودار چیز دیکھی۔ اس میں شور وغل برپا تھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا: یہ وہ عورتیں ہیں جو ان کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں اور میں نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے جنات کے پانی سے غسل کیا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کو ملا جلا دیا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت اسود بن قیس عبدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک دن حبیب بن مسلمہ سے ملے اور کہا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے امور کے سوا کے لیے تجھے رب میسر آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا: میری تیغ آپ کے باپ تک ہے اور وہ ایسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تو نے تو قلیل اور زائل ہونے والی دنیا کی شرط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی ہے۔ پس اگر وہ تیرے دنیوی معاملات میں تیرے ساتھ کھڑے ہیں تو بالیقین تیرے دین میں تیرے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور اگر وہ جو تو نے کیا ہے وہ شر ہے تو پھر میں نے خیر اور بھلائی کی بات کی ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا لیکن تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (المطففین) "ہرگز نہیں بلکہ در حقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے"۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

"(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے اور دعا مانگیے ان کے لیے، بے شک آپ کی دعا (ہزار) تسکین کا باعث ہے ان کے لیے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ معنی یہ ہے اے حبیب! ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے تاکہ آپ انہیں ان گناہوں سے پاک کریں جن کا ارتکاب انہوں نے کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ کا معنی ہے وہ گناہ جو انہوں

1۔ مجمع زوائد، جلد 2، صفحہ 1043، دار الکتب، کراچی

نے کہا ان سے ان کے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث رحمت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے ان کے لیے دعا کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کا استغفار کرنا ان کے دلوں کو تسکین اور ان کے لیے باعث اطمینان ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحمت فرما۔ پس میرا باپ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت فرما (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سَكَنٌ لَّهُمْ کا معنی ہے کہ دعا ان کے لیے باعث امن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت فرمائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحم فرمائے"۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت خارجہ بن زید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے حضرت چچا یزید بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے (یزید بن ثابت عمر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے) انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے دریافت فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کی یہ فلانہ کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا اور فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ آرام فرما تھے اور ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہم آپ کو تکلیف دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسے نہ کیا کرو۔ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اس کے بارے ضرور آگاہ کیا کرو، کیونکہ اس پر میرا جنازہ ادا کرنا باعث رحمت ہے۔

امام ابن باوردی نے معرفۃ الصحابہ میں اور ابن مردویہ نے حضرت مسلم سعدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے بشیر بن خصاصیہ سے کہا: اصحاب صدقہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنے مالوں میں سے اتنی مقدار چھپا سکتے ہیں جتنی مقدار میں وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم مالوں کو جمع کر لو اور پھر انہیں حکم دو اور انہیں چاہیے کہ وہ تم پر رحم کریں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ

1۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 385، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

"اور فرما دیجئے عمل کرتے رہو پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مومن۔ اور لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا۔ پس وہ خبردار کرے گا تمہیں اس سے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی تعریف کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی پھر ایک دوسرے جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی بھی تعریف کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہو گئی۔ تو اس کے بارے آپ ﷺ سے استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک ملائکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہ ہیں اور تم زمین پر شہادت دینے والے ہو۔ پس تم نے اس کے بارے میں جس شے کی شہادت دی ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اس پہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے اعمال کو حقیر نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ قراء ظاہر ہوئے جنہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی اور انہوں نے ایسے قول کیے کہ ہم اس کی مثل اچھا نہیں کہہ سکتے تھے اور انہوں نے اس طرح قرأت کی کہ ہم اس کی مثل قرأت نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں کہ ہم ان کی نماز کی مثل نہیں پڑھتے تھے۔ پس جب میں نے انہیں خوب غور سے دیکھا تو قسم بخدا! انہیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے عمل سے کوئی مقاربت نہیں تھی۔ پس جب ان میں سے کسی آدمی کے قول کا حسن تجھے تعجب میں ڈالے تو کہو فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ تو کوئی تجھے حقیر نہیں کہے گا۔

امام احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے شعب میں، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی چٹیل زمین کی چٹان میں بھی عمل کرے گا جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے لیے وہاں سے اسی طرح نکال لے گا جیسے وہ عمل ہوا (1)۔ واللہ اعلم۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 28، دار صادر بیروت

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

"اور دوسرے لوگ ہیں (جن کا معاملہ) ملتوی کر دیا گیا ہے اللہ کا حکم (آنے) تک چاہے وہ عذاب دے انہیں اور چاہے تو توبہ قبول فرمالے ان کی۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے"۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ تین افراد ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک ہیں جو کہ اوس و خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے بنی قریظہ کے لیے اشارہ کیا کہ انہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ تو پھر انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (الانفال: 27) "نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے"۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ پس آپ ان میں سے تھے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: چاہے تو وہ انہیں موت دے دے معصیت پر وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ "اور چاہے ان کی توبہ قبول فرمالے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ موخر کر دیا، پھر اسے منسوخ کر دیا اور فرمایا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118)

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾

"اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے کفر کرنے کے لیے اور پھوٹ ڈالنے کے لیے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کے لیے جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد بنائی۔

ابو عامر نے انہیں کہا: تم اپنی مسجد بناؤ اور جتنی قوت اور سامان حرب کی تم استطاعت رکھتے ہو اس سے مدد لو اور میں شاہ روم قیصر کی جانب جا رہا ہوں اور میں روم سے اس کا لشکر لے کر آتا ہوں اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ پس جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہم اپنی مسجد بنانے سے فارغ ہو چکے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا بنائی تو انصار میں سے کچھ لوگ نکل گئے۔ ان میں سے عبداللہ بن حنیف کا دادا ودیعہ بن حزام اور مجمع بن جاریہ انصاری تھے۔ سو انہوں نے مسجد النفاق بنائی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ودیعہ کو کہا: اے ودیعہ! تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے میرے بارے یہ ارادہ کیا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بخدا! میں نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کر دی اور یہ ارادہ فرمایا کہ اس کا عذر قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یعنی وہ آدمی جسے ابو عامر کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ہرقل کے پاس چلا گیا تھا اور وہ لوگ اس کا انتظار کر رہے تھے کہ جب ابو عامر آئے گا تو وہ اس میں نماز پڑھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکل گیا۔

امام ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف نے مسجد بنائی۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ جب ان کے بھائیوں بنو غنم بن عوف نے یہ دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے کہا: ہم بھی اسی طرح مسجد بنائیں گے جیسے ہمارے بھائیوں نے بنائی اور ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز ادا فرمائیں گے۔ شاید ابو عامر ہمارے پاس سے گزرے تو وہ بھی اس میں نماز پڑھے گا۔ چنانچہ انہوں نے مسجد بنائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، جیسا کہ آپ نے ان کے بھائیوں کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ پس جب قاصد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آنے کے لیے تیار ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آنے کا قصد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا الی قولہ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا سے مراد منافقین ہیں اور لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ سے مراد ابو عامر راہب ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 30، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد قبا بنائی تو آپ کے خلاف منافقین نے ایک دوسری مسجد بنالی۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی تاکہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کے ارادہ پر مطلع فرما دیا۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم کو بلایا اور مالک نے عاصم کو کہا: میرا انتظار کرو میں اپنے گھر سے آگ لے کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور آگ کی کچھ لکڑیاں اٹھائیں۔ پھر وہ بڑی شدت اور تیزی کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگئے۔ اس میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ پس انہوں نے مسجد کو جلا دیا اور گرا دیا۔ اسے بنانے والے وہاں سے نکل کر بکھر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں یہ ارشاد نازل فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا ۔۔۔ تا ۔۔۔ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو رہم کلثوم بن حصین غفاری رحمہ اللہ سے بیان نقل کیا ہے اور آپ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ذی اوان کے مقام پر نزول فرمایا۔ اس جگہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان دن کی کچھ ساعتوں کا فاصلہ ہے۔ اور جب مسجد ضرار بنالی گئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے بیماروں، حاجت مندوں، شدید سردی کی راتوں اور بارش والی راتوں کے لیے مسجد بنائی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ اس میں نماز ادا فرما کر ہمارے لیے دعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سفر کے لیے تیار ہوں ان شاء اللہ اگر ہم واپس آئے تو تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہارے لیے دعا مانگیں گے۔ پس جب آپ ﷺ نے ذی اوان میں نزول فرمایا۔ تو آپ کے پاس مسجد کی خبر پہنچی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی سالم بن عوف کے بھائی مالک بن دخشم، معن بن عدی اور اس کے بھائی عاصم بن عدی کو بلایا ان دونوں بھائیوں میں سے ایک تیزی کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ اسے بنانے والے ظالم ہیں۔ پس تم اسے گرا دو اور جلا دو۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ بنی سالم بن عوف میں پہنچ گئے اور وہ مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا تو مالک نے معن سے کہا: میرا انتظار کرو حتیٰ کہ میں تمہاری جانب آتا ہوں۔ وہ اپنے گھر داخل ہوئے اور کھجور کی کچھ شاخیں اٹھائیں اور انہیں آگ لگائی۔ پھر وہ باہر نکلے اور دونوں بڑی تیزی کے ساتھ مسجد میں داخل ہوگئے۔ اس میں اسے بنانے والے موجود تھے۔ پس انہوں نے اسے جلا دیا اور گرا دیا تو وہ وہاں سے بکھر کر بھاگ گئے۔ انہی کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الی آخرہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسجد قباء وہ مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ افراد تھے یعنی خذام بن خالد بن عبید بن زید، ثعلبہ بن حاطب، ہزال بن امیہ، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن ازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے مجمع (مجمع کے بیٹے) اور زید، نبتل بن حارث، بحزج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے تحت میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہل قبا کو نقصان پہنچایا۔ اور تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر میں کہا: چونکہ اہل قبا تمام کے تمام مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے تو مسجد قباء سے چھوٹی مسجد بنادی گئی تو جو وہاں حاضر ہوتے تھے وہ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى کے بارے کہا: کہ انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے بھلائی اور نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں کا اختلاف ہو گیا۔ ایک آدمی بنی خدرہ میں سے تھا، اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ میرے اور بنی عمرو بن عوف کے ایک آدمی کے درمیان اس مسجد کے بارے میں عداوت ہوگئی جس مسجد کو تقویٰ کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ پس حضرت خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور عمری نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسجد ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد۔ اور فرمایا: اس میں خیر کثیر ہے یعنی مسجد قباء میں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں، ابو یعلیٰ، ابن حبان، طبرانی، امام حاکم نے الکنی میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بارے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مردویہ، خطیب اور الضیاء نے المختارہ رحمہم اللہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسجد کے بارے سوال کیا، جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (3)۔

امام طبرانی اور الضیاء المقدسی رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 36، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ صحیح ابن حبان، جلد 4، صفحہ 482 (1604)، بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 7528 (149)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ﷺ سے اس مسجد کے بارے پوچھا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی مسجد ہے۔ عروہ نے کہا: مسجد نبوی اس سے بہتر ہے۔ بلاشبہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے نازل کی گئی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے(4)۔

امام زبیر بن بکار، ابن جریر اور ابن منذر نے عثمان بن عبید اللہ کی سند سے ابن عمر، ابوسعید خدری اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد رسول ﷺ ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مدینہ طیبہ کی مسجد ہے(6)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے(7)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت اسید بن ظہیر سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسجد قبا میں ایک نماز ادا کرنا عمرہ کرنے کے برابر ہے" ترمذی نے کہا: ہم اسید بن ظہیر کے بارے کوئی شے نہیں جانتے جو کہ اس حدیث کے سوا صحیح ہو(8)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ظہیر بن رافع حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے پیر کے دن اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی وہ عمرہ کے اجر کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ (یعنی اسے عمرہ ادا کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے)(9)

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 145، مکتبہ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 112، دار الفکر بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 148 (7573)، مدینہ منورہ
4۔ ایضاً (7521)
5۔ ایضاً 7524
6۔ ایضاً (7525)
7۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 262، دار الکتب العلمیہ بیروت
8۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 652 (1792)، بیروت
9۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 290، دار صادر بیروت

ہے۔انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیدل اور سوار ہو کر قبا کی طرف آتے جاتے رہتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی اور ابن حبان نے حضرت سہل بن حنیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نکلا یہاں تک کہ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں آیا اور اس میں اس نے نماز ادا کی تو یہ اس کی وہ نماز عمرہ کے برابر ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ ہر وہ مسجد جو مدینہ طیبہ میں بنائی گئی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمارہ نے کہا: میں مسجد قبا میں داخل ہوا تاکہ اس میں نماز ادا کروں تو ابو سعد نے مجھے دیکھ لیا اور کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس مسجد میں نماز پڑھے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ مسجد جو گھر اور قبر کے درمیان ہے اس کا احاطہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ

"آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی، یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو، اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے"۔

امام ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے پس انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام طبرانی، ابو الشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا تو رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: یہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی مرد و عورت جب قضائے حاجت (پیشاب) سے فارغ ہوتے ہیں تو اپنی شرمگاہ کو دھوتے ہیں یا یہ کہا کہ وہ اپنی مقعد دھوتے ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہی وہ طہارت ہے (4)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے قصہ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 662، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 487، دار صادر بیروت
3۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، جلد 1، صفحہ 357 (205)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 299 (673)

میں طہارت و پاکیزگی کی بنا پر تمہاری انتہائی خوبصورت تعریف بیان فرمائی ہے۔ سو وہ کون سی طہارت ہے جس کے ساتھ تم صاف ستھرے رہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: قسم بخدا یا رسول اللہ ﷺ ہم کچھ بھی نہیں جانتے سوائے اس کے کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے ہیں اور قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی شرمگاہوں کو دھوتے ہیں، پس ہم بھی ان کے دھونے کی طرح دھونے لگے ہیں (1)۔

امام احمد، عبد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن جارود نے منتقی میں، دارقطنی، حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت طلحہ بن نافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت ابو ایوب، جابر بن عبد اللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ انصار! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت و پاکیزگی کی بنا پر تمہاری انتہائی خوبصورت تعریف کی ہے۔ تمہاری وہ طہارت و پاکیزگی کون سی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ مگر یہ کہ جب ہم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوتا ہے تو وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی وہ طہارت ہے پس تم اس پر کاربند رہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجمع بن یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم اپنی سرینوں کو دھوتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر، بغوی نے معجم میں، طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت وستھرائی کی بنیاد پر تمہاری بہت اچھی تعریف کی ہے، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم تورات میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے بارے لکھا ہوا پاتے تھے اور ہم آج اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا سے فرمایا: کون سا وہ اچھا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اتنی خوبصورت تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بیت الخلاء میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتا ہے (5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 258 (555)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 257 (554)
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 141 (1623)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 36، داراحیاء التراث العربی بیروت
5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1631)

طہارت اور صفائی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم بول و براز سے پانی کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس طہارت کے بارے پوچھا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا فرمایا تو ہم نے اس عمل کو نہیں چھوڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس عمل کو نہ چھوڑنا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبدالرحمن بن یزید رحمہ اللہ سے انہوں نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اپنی دبروں کو پانی کے ساتھ دھوتے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عبادہ بن حمزہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دیتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اچھا آدمی اور اہل جنت میں سے ایک آدمی عویم بن ساعدہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک عویم ہے جس نے سب سے پہلے اپنی مقعد کو پانی کے ساتھ دھویا۔ اس بیان کے مطابق جو مجھ تک پہنچا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے بیان کیا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضو کرتے یا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرتے (2)۔

امام عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے اخبار المدینہ میں حضرت ولید بن ابی سندر اسلمی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت یحییٰ بن سہل انصاری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دبریں دھوتے ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بعض انصار کو فرمایا: وہ کون سی پاکیزگی اور طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف بیان کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم بیت الخلاء سے نکلتے ہیں تو پانی کے ساتھ اچھی طرح ستھرائی کرتے ہیں (3)۔

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 3، صفحہ 450، دار صادر بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1624)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 167 (1151)، بیروت

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"تو کیا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ کے تقویٰ پر اور (اس کی) رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی وادی کے کھوکھلے دہانے کے کنارے پر جو گرنے والا ہے پس وہ گر پڑا اسے لے کر دوزخ کی آگ میں۔ اور اللہ تعالیٰ راہ حق پر نہیں چلاتا ظالم قوم کو"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ یہ مسجد قبا ہے اور اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ یہ مسجد ضرار ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے مسجد الرضوان وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں مدینہ طیبہ میں بنائی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد آپ ﷺ نے تقویٰ پر رکھی تو جب بھی آپ اینٹ اٹھاتے تو کہتے "اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ" (اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے) پھر آپ کے بھائی اینٹیں اٹھانے لگا اور وہ بھی اسی طرح کہتا رہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں تک کہ اینٹیں ختم ہو گئیں۔ پھر آپ دوسرے مقام سے اٹھانے لگے اور یہ کہتے رہے "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ" (اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما) پھر آپ کے بھائی (صحابہ کرام) انہیں اٹھانے میں شامل ہو گئے اور وہ بھی اسی طرح کہتے جیسے رسول اللہ ﷺ نے کہا یہاں تک کہ اینٹیں اپنے اختتام کو پہنچ گئیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وہ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ کا معنی ہے کہ اس کی بنیادیں نار جہنم میں ڈالی گئیں۔

امام مسدد نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مسجد ضرار سے نکلتا ہوا دھواں دیکھا جہاں سے وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں گری تھی (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! وہ آگ میں گرنے سے رک نہیں سکی۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک جگہ کھودی گئی اور اس سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔

ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا: منافقین کی مسجد گر پڑی اور اسے آگ میں گرنے سے کوئی نہ بچا سکا۔ تحقیق ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس میں گڑھا کھودا تو انہوں نے اس سے دھواں نکلتے دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ حکم پورا ہو گیا جب کہ اسے منہدم کر دیا گیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مسلسل دھواں اٹھتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ دور کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہنم کی آگ میں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے "فَانْهَارَ بِهٖ قَوَاعِدُهٗ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ" وہ کہتے ہیں کہ اس کی بنیادیں جہنم کی آگ میں گر پڑیں۔

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۠

"ہمیشہ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے کھٹکتی رہے گی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پارہ پارہ ہو جائیں ان کے دل اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں رِیْبَةً کا معنی شک ہے اور تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ سے مراد موت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میں نے ابراہیم کو کہا کہ تمہاری اس ارشاد کے بارے کیا رائے ہے لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ تو انہوں نے جواب دیا: ریبہ سے مراد شک ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی وہ بناتے وقت کفار تھے۔ پھر جب وہ اسلام میں داخل ہو گئے تو وہ مسلسل اس کا ذکر کرنے لگے۔ پس اس کے سبب ان کے دلوں میں گرانی اور مشقت پیدا ہوتی۔ تو انہوں نے اس کے بارے باہم گفتگو کی اور کہا: اے کاش! ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور جب بھی وہ اس کا ذکر کرتے تو اس کے سبب ان کے دلوں میں کلفت اور گرانی واقع ہو جاتی اور وہ نادم ہوتے۔ تو ابراہیم نے کہا: استغفر اللہ (میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ کے بارے حبیب بن ابی ثابت نے کہا کہ ان کے دلوں میں غصہ آتا رہے گا اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ کا معنی ہے مگر یہ کہ وہ مر جائیں[1]۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ایوب نے کہا: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اس طرح قرأت کرتے تھے "اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ فِی الْقَبْرِ" (مگر یہ کہ ان کے دل قبر میں پارہ پارہ ہو جائیں)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ کا یہ معنی بیان کیا ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ کے اصحاب اس طرح قرأت کرتے تھے "رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَلَوْ تَقَطَّعَتْ قُلُوْبُهُمْ"۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 198 (35201)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

"یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں) میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اے ایمان والو!) تم خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور یہی تو سب سے بڑی فیروز مندی ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے جو چاہیں شرط لگالیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری ہر اس شے سے حفاظت کرو جس سے تم اپنے نفسوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے جنت ہوگی۔ تو انہوں نے کہا: نفع بخش بیع ہے۔ نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے مسجد میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تو انصار میں سے ایک آدمی دوسری بار آیا، اس کی چادر کی دونوں طرفیں اس کے کندھوں پر تھیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو انصاری نے عرض کی: بیع نفع بخش بیع ہے نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تلوار سونتی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیع کرلی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ عقبہ کی رات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کس پر محمد ﷺ کی بیعت کر رہے ہو؟ بلاشبہ تم اس پر آپ ﷺ کی بیعت کر رہے ہو کہ تم عرب و عجم اور جن و انس تمام سے جنگ کرو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 45، داراحیاء التراث العربی بیروت

گے۔ تو لوگوں نے کہا: ہماری اس سے جنگ ہے جس نے جنگ کی اور اس سے صلح ہے جس نے صلح کی۔ تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ پر کوئی شرط قائم کر دیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شرط پر میری بیعت کر رہے ہو کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، تم نماز قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہو۔ ان تمام نے کہا: جی ہاں (ہمیں یہ سب قبول ہے) تو ایک انصاری نے یہ کہہ دیا: جی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے لیے ہیں تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور نصرت (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کے ستر افراد کی طرف عقبہ کے پاس چلے (حضرت عباس صاحب رائے تھے) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گفتگو کرے اور اپنی گفتگو طویل نہ کرے۔ کیونکہ تم پر مشرکین کے جاسوس ہیں، اگر انہوں نے تمہارے بارے جان لیا تو وہ تمہیں ذلیل و رسوا کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا اور وہ حضرت ابو امامہ اسعد تھے: یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کے لیے جو چاہیں فرمائیے، اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے جو چاہیں فرما دیجئے۔ پھر ہمیں بتائیے کہ جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ پر اور آپ پر کون سا اجر و ثواب ہوگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ کہتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ مہیا کرو، ہماری مدد کرو اور ہماری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے لیے جنت ہوگی"۔ جب حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث بیان کی تو کہا: کسی بوڑھے اور جوان نے اس قدر مختصر اور زیادہ بلیغ خطبہ کبھی نہیں سنا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا: انفس ہی جنت کی مخلوق اور اموال اس کا رزق ہیں (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفس و اموال کی قیمت جنت ہے۔ مقصد بیان سے اجمالی اصل اور مبالغہ ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ زمین پر کوئی مومن نہیں، مگر وہ اس بیعت میں داخل ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: بیعت کی طرف جلدی سے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیع ہر مومن کے ساتھ کی ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔

1۔ طبقات کبریٰ، جلد 3، صفحہ 609، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 9
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 229 (35571)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، بیروت

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عیاش بن عقبہ حضرمی کی سند سے اسحاق بن عبداللہ مدنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصار میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آکر پوچھا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو اس پر انصاری نے کہا: نفع بخش بیع ہے۔ ہم نہ فسخ کریں گے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ عیاش نے کہا: مجھے اسحاق نے بتایا ہے کہ تمام مسلمان اس بیع میں داخل ہیں اور بیان یہ ہے کہ جب ان کی ضرورت پڑے یہ نفع پہنچانے اور مدد کے لیے آپہنچیں، اور ان میں سے ایک آدمی کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو وہ مدد نہ پہنچے تو وہ اس بیعت سے فرار ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں يُقَاتِلُونَ کا معنی ہے جو مشرکین سے قتال کرتے ہیں۔ فِي سَبِيلِ اللهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔ فَيَقْتُلُونَ اور وہ دشمن کو قتل کرتے ہیں۔ وَيُقْتَلُونَ اور وہ خود بھی قتل کیے جاتے ہیں۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ یقینا پورا ہوگا۔ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ یعنی کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ "(اے ایمان والو!) پس تم خوشیاں مناؤ اپنے سودے پر جو تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا ہے اس وعدے کا اقرار کرتے ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ وَذٰلِكَ اور قاتل و مقتول کے بارے جنت میں جس ثواب کا ذکر کیا ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی ان کے مالوں اور جانوں کا ثمن (قیمت) جنت ہے۔ قسم بخدا! یہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ اور ارفع ثمن ہے۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل میں ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا گیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی گردن میں بیع کا قلادہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے خرید رکھا ہے) وہ اس کو پورا پورا حق ادا کرے یا اسی پر مر جائے۔ کیونکہ فرمان عالیشان ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ . . . الآیہ (2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کو لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ الآیہ (التوبہ: 91) نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تمام مسلمانوں پر مسلمانوں کی مدد کرنا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ ایضاً

واجب ہے۔ کیونکہ وہ اس بیع میں داخل ہیں جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے نفسوں کو خرید لیا ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝

"توبہ کرنے والے، (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقرر کی) حدوں کی (اے میرے رسول!) خوشخبری سنا دیجئے ان (کامل) مومنوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جو ان نو صفات پر مرا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوا۔ یعنی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ۔ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شہید وہ ہے جس میں اس آیت میں ذکر کردہ خصلتیں ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی وہ جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور نفاق سے برأت کا اظہار کیا۔ الْعٰبِدُوْنَ اپنے تمام اوقات میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ قسم بخدا! شدہ ایک مہینہ ہے، نہ دو مہینے، نہ ایک سال ہے اور نہ دو سال بلکہ اس طرح جیسا کہ عبد صالح نے کہا: وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا۝ (مریم) "اور اس نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں"۔ الْحٰمِدُوْنَ فرمایا کہ وہ خوشحالی اور تنگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ یعنی وہ فرض نمازوں میں رکوع و سجود کرتے ہیں۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی وہ نیکی کا حکم نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ وہ خود اس کے پابند بن جائیں اور وہ لوگ کو برائی سے نہیں روکتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اس سے رک جائیں۔ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم کرتے ہیں۔ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی انہیں جو جنگ لڑنے کے لیے نہیں نکلے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی جو شرک اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ نفاق نہیں اپنایا۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی انکی

1۔ تفسیر حسن بصری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-44، دار احیاء التراث العربی بیروت

تو جس نے اپنے دونوں وعدوں میں سچے ہونے سے حصہ لیا ہے۔ الحامدون فرمایا وہ تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ السائحون سے مراد وہ قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے اپنے پیٹوں کو روزے کے ساتھ مصروف رکھا۔ الحافظون لحدود اللہ فرمایا وہ حلال و حرام میں سے اپنے نفسوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (1)۔

ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الحامدون سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔

امام ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ حمادون ہیں جو کہ خوشحالی اور تکلیف دونوں حالات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں (2)۔

ابن مردویہ نے روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ یا فرمایا خوشحالی اور تنگ دستی کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی امر پیش آتا جو آپ کو خوش کرتا تو آپ کہتے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ“ (سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت سے سب نیکیاں مکمل پوری ہوتی ہیں) اور جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے آپ ناپسند کرتے تو فرماتے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ“ (ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ”السائحون“ کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں السیاحۃ کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا السائحون کا معنی روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (6)۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس امت کی سیاحت روزہ ہے (7)۔

امام فریابی، مسدد نے مسند میں، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سائحین کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 45-46، بیروت　　3۔ شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ، جلد 4، صفحہ 99 (4373)، بیروت

2۔ ایضاً (4375)　　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46　　5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47

6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46　　7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 48　　8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46

امام ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن نجار رحمہم اللہ نے حضرت ابوصالح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: السَّآئِحُوْنَ سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے "السائحون" کے بارے استفسار کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: السَّآئِحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: السَّآئِحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (3)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعمرو العبدی رحمہ اللہ نے کہا: السَّآئِحُوْنَ سے مراد روزے دار ہیں جو مسلسل روزہ رکھتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ روزہ   داروں کو سائح کہا گیا ہے کیونکہ وہ کھانے، پینے اور نکاح جیسی تمام دنیوی لذات کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور دنیا کو چھوڑنے والا سائح کے قائم مقام ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوعبد اللہ مولیٰ جعدہ بن ہبیرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے دیکھنا چاہا کہ کیا وہ سیاحت کی طاقت رکھتے ہیں؟ فرمایا: وہ قیام اللیل اور دن کے روزے کو سیاحت کہا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیاحت کے لیے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ السَّآئِحُوْنَ کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: یہ ہجرت کرنے والے لوگ ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں ہجرت کے سوا کوئی سیاحت نہیں ہے۔ ان کی سیاحت ہجرت ہے جب کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور نبی رحمت ﷺ کی امت میں رہبانیت نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: سیاحت بنی اسرائیل میں تھی (6)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: السَّآئِحُوْنَ طالب العلم ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کا حکم دینے والے ہیں۔ اور وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور "وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ" کے بارے فرمایا: ان مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے جو جنگ کے لیے نہیں نکلے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47
4۔ ایضاً
5۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 83 (2398)، دارالکتب العلمیہ بیروت
6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 48

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: "والحفظون لحدود اللہ" سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان فرائض کی حفاظت کرنے والے لوگ ہیں جو ان پر فرض کیے گئے ہیں۔ یہ آیت ان مومنین کے بارے نازل ہوئی جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اور اس سے پہلے والی آیت ان کے بارے ہے جو جنگ میں شریک ہوئے اور وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے بارے فرمایا: کہ ان سے مراد غازی (لڑائی کرنے والے) ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ اس کی تفسیر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود تورات، انجیل اور قرآن کریم ان تمام میں اس امت کے لیے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جسے ان اعمال پر قتل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے اور جو انہی اعمال پر مرے گا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہید وہ ہے کہ اگر وہ اپنے بستر پر بھی مرے تو جنت میں داخل ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی فوت ہو اور اس میں یہ صفات تھیں تو وہ شہید ہے۔ یعنی اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ ۔ الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" سے مراد بالجنۃ ہے (یعنی جنت کے عوض اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان سے خرید لیے ہیں)۔ پھر فرمایا اَلتَّآىِٕبُوْنَ سے لے کر الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ تک یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ یہ شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل جہاد کے لیے قائم کی ہے۔ کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شرط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی شرط کو پورا فرما دے گا (1)۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝

"درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ جب کہ واضح ہو گیا ان پر کہ یہ دوزخی ہیں اور نہ تھی استغفار ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدہ (کو پورا کرنے) کی وجہ سے جو انہوں نے اس سے کیا تھا اور جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ بیزار ہو گئے اس سے۔ بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-43، بیروت

(اور) بردبار تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ جب حضرت ابو طالب قریب الموت ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے چچا! کہو لا الٰہ الا اللہ۔ میں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ دونوں نے کہا: اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے اعراض کرو گے؟ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان پر کلمہ شہادت پیش فرماتے رہے اور ابوجہل اور عبد اللہ دونوں اس گفتگو کے بارے میں حضرت ابو طالب کی معاونت کرتے رہے۔ آخر کار حضرت ابو طالب نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ضرور بضرور تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے تیرے لیے اس سے روک نہ دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص: 56) "بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو" (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو سنا وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ تو میں نے کہا کیا تو اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار نہیں کی تھی؟ سو میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنے سے رک گئے۔ اور انہیں زندوں کے لیے استغفار کرنے سے نہ روکا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ ... الآیہ۔ یعنی آپ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے جب کہ وہ زندہ تھا اور جب مر گیا تو آپ نے استغفار چھوڑ دیا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 50، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین، جلد 7، صفحہ 41 (9378)، بیروت 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 52

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب نے کہا کہ جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو اس پر مسلمانوں نے کہا: یہ محمد ﷺ ہیں اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ پس تم بھی اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لیے استغفار کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ پھر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فرمایا: کہ آپ ان کی زندگی میں اس (مغفرت) کی امید رکھتے تھے۔ اور جب آپ پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شبل رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا اور میں بھی ابوطالب کے لیے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب اس سے مجھے منع فرما دے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا: ہم اپنے بڑوں کے لیے ضرور استغفار کریں گے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے لیے استغفار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت "تبرأ منه" تک نازل فرمائی(1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب فوت ہونے کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے چچا! میرے باپ سے بڑھ کر تیرا مجھ پر حق ہے۔ پس ایسا کلمہ کہو جس کے سبب قیامت کے دن تمہاری شفاعت واجب ہو جائے۔ کہو لا الہ الا اللہ۔ تو انہوں نے وہی ذکر کیا جو پہلے گزر چکا ہے(2)۔

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ ﷺ ہمارے آباء میں سے ایسے لوگ تھے جو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، قیدیوں کو رہا کراتے تھے اور قرض داریوں کو ادا کرتے تھے۔ کیا ہم ان کے لیے استغفار نہ کریں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں بالضرور اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کروں گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معذور قرار دیا۔ اور فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ سے لے کر اس قول تک تَبَرَّأَ مِنْهُ اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری جانب چند کلمات وحی فرمائے گئے وہ میرے کانوں میں داخل ہوئے اور میرے دل میں ثابت اور راسخ ہو گئے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے استغفار نہ کروں جو اس حال میں مرے کہ وہ مشرک تھے۔ اور جس نے اپنا فالتو مال دے دیا تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے روک لیا تو وہ اس کے لیے شر اور برا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق والوں پر ملامت نہیں کرے گا(3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 52

حضرت ابو طالب کی موت کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ رو پڑے اور فرمایا: جاؤ اور انہیں غسل دو، کفن دو اور دفن کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کئی دنوں تک استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے (1)۔

امام ابن سعد، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت ابو طالب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ میں تمہارے لیے مسلسل استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے منع فرما دے۔ پس مسلمانوں نے اپنے ان مردوں کے لیے مغفرت طلب کرنا شروع کر دی جو حالت شرک پر فوت ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ۔ تو وہ کہنے لگے: تحقیق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ۔ الآیہ۔ یعنی جب اس کی موت کفر پر ہوئی تو آپ کے لیے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے (2)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب حضرت ابو طالب فوت ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے حالانکہ وہ مشرک تھا تو میں بھی اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کروں گا یہاں تک کہ میں اسے پا لوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ اس سے مراد ابو طالب ہیں۔ تو یہ حضور نبی کریم ﷺ پر انتہائی گراں گزری۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ یعنی جب آپ نے یہ کہا: سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (مریم) "میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے"۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ یعنی وہ حالت شرک پر ہی مر گیا تَبَرَّأَ مِنْهُ (تو آپ اس سے بیزار ہو گئے)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ الآیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے باپ (چچا) کے لیے مغفرت طلب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے کہا: کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ۔ الآیہ (3)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اثر ضعیف اور معلول ہے کیونکہ عطیہ ضعیف راوی ہے۔ اور یہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس والی سابقہ روایت کے مخالف ہے۔ اور وہ روایت اصح ہے اور علی بہت ثقہ راوی ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت لیا ہے کہ

1۔ طبقات کبری، باب ذکر ابو طالب، جلد 1، صفحہ 123، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 50

حضور نبی کریم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ ثنیہ عسفان سے اترے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم ارشاد فرمایا کہ عقبہ کے پاس ٹھہریں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ آؤں۔ سو آپ چلے گئے اور اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی قبر مبارک کے پاس جا اترے اور طویل وقت تک اپنے رب کریم کی مناجات اور حمد وثنا بیان کی۔ پھر آپ رونے لگے اور آپ ﷺ کا رونا شدید ہو گیا۔ پس آپ کے سبب وہ بھی رونے لگے تو انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ ﷺ! آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے اور ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کی امت میں کوئی ایسی شے ظاہر ہو گئی ہے جس پر آپ قدرت حاصل نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہ کہ میں اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمادے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرما دیا ہے۔ پس مجھے ان کی حالت پر ترس آ گیا کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ سو میں رو پڑا۔ (الف) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور آ کر کہا "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ" الآیہ۔ پس آپ بھی اپنی ماں سے بیزار ہو جائیے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ (چچا) سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے ان پر رحم اور ترس آ گیا کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ چار چیزوں کو میری امت سے اٹھا لے۔ پس اس نے ان سے دو اٹھالی ہیں اور دو کے اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا ان سے اٹھا لے اور ان کے مختلف گروہوں کو باہمی جھگڑے فساد میں مبتلا نہ کرے اور ان میں سے بعض کی تنگی اور تکلیف دوسرے بعض کو نہ چکھائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا دونوں ان سے اٹھا لیے ہیں اور باہمی تنگی اور جھگڑے فساد کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کی طرف واپس گئے۔ کیونکہ آپ ایک چٹان کے

(الف) عصر حاضر کے ممتاز مفسر و سیرت نگار حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اہل سنت وجماعت کے علماء محققین کے جم غفیر کا حضور کے والدین کریمین کے ایمان کے بارے یہ مسلک ہے کہ وہ نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ضیاء النبی جلد دوم کی طرف رجوع فرمائیے یہاں اختصار بحث پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تجلیات صاحب نے شیخ احمد بن مصری کی کتاب سے اقتباس نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے دور فترت پایا جس میں دونوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں جاہلیت والے اخلاق کے ... بالکل غریب تھے جو بعد میں ان کے خلاف بکنے بطور حجت پیش کیا۔ اور قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ کہنا کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے یہی آپ کی والدہ ماجدہ ہیں جو ابا عمر بھی اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں نہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہیں۔ بلکہ دلیل تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی عزت تو اور رب کے قرب سے متعلق تھے ان پر جب ابرار حسین قرین کے پھول برسائے جائیں گے"۔ قاضی ابوبکر ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو لعنت کرتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں۔ اور کیا اس سے بڑی اذیت کیا ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں یہ کہا جائے۔ (ضیاء النبی ﷺ جلد دوم صفحہ 91-92)

حوض کے پانی کے بارے پوچھا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! حوض کا پانی کیسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک بار سیراب کر دیا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ نے محروم کر دیا وہ اس کے بعد کبھی سیراب نہیں ہوگا۔" قال: اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ، مَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَاْ بَعْدَهَا، وَمَنْ حَرَمَهُ لَمْ يَرْوَ بَعْدَهَا" (1)

امام ابن سعد نے کلبی رحمہما اللہ اور حضرت ابوبکر بن قیس جعفی رحمہ اللہ دونوں سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام قرار دیتے تھے۔ پس ان میں سے دو آدمی قیس بن سلمہ اور سلمہ بن یزید رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں ماں کی جانب سے بھائی تھے اور دونوں اسلام لے آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے تم دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام اسے کھائے بغیر مکمل نہیں ہوگا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے بھونا ہوا دل منگوایا اور دونوں کو کھلایا۔ پھر انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہماری ماں ملیکہ بنت حلو ہے وہ مشقت کرنے والوں کو آزاد کرتی تھی، تنگ دستوں کو کھانا کھلاتی تھی اور فقیروں پر رحم کرتی تھی۔ بے شک وہ مر گئی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کیا تھا۔ پس اب اس کا کیا حال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: درگور کرنے والی اور جس کے اشارے پر درگور کیا گیا وہ جہنم میں ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر وہ دونوں حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف آؤ۔ وہ لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ ان دونوں نے اسے تسلیم کیا اور چلے گئے اور وہ دونوں کہنے لگے: قسم بخدا! بے شک وہ آدمی ہے جس نے ہمیں دل کھلایا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے۔ وہ دونوں چلے گئے اور صحابہ رسول اللہ ﷺ میں سے ایک سے جا ملے۔ جس کے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ تھا انہوں نے اسے باندھ دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے دونوں پر لعنت کی جیسا کہ وہ اپنے ارشاد میں لعنت کرتے رہے۔ "لَعَنَ اللّٰهُ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَلِحْيَانَ وَابْنَيْ مُلَيْكَةَ مِنْ حَرِيْمٍ وَحُرَانَ" کہ اللہ تعالیٰ رعل، ذکوان، عصیہ، لحیان اور حریم و حران کے ملیکہ کے دونوں بیٹوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ سے لے کر كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل) تک فرمایا۔ اور پھر اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ سے لے کر اس قول تک فرمایا: عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے لیے اس وقت ظاہر ہوا جب وہ مر گیا اور آپ نے جان لیا کہ توبہ کا وقت اس کے لیے ختم ہو چکا ہے (3)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 296 (3385)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبری از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 324، بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ جب وہ مر گیا تو آپ کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے(1)۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ حالت کفر پر مر گیا تو آپ کے لیے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی بیت اللہ شریف میں طواف کر رہا تھا اور وہ اپنی دعاؤں میں کہہ رہا تھا اوہ اوہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بہت ہی آہیں بھرنے والا ہے(2)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ کی تفسیر میں کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب جہنم کا ذکر کرتے تو آپ آگ کے ذکر سے آہیں بھرتے(3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الجوزاء رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ذکر سے اپنی آواز بلند کر رہا تھا تو ایک آدمی نے اسے کہا: اگر یہ اپنی آواز پست کرے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ انتہائی خشوع کر رہا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا: جسے ذوالبجادین کہا جاتا تھا بلاشبہ یہ انتہائی نرم دل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کریم اور دعا سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک میت کو قبر میں رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ بلاشبہ تو قرآن کریم کی تلاوت کے سبب انتہائی نرم دل تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن شداد بن ہاد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الْأَوَّاهُ سے مراد خشوع اور عجز و انکساری کرنے والا ہے(5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الْأَوَّاهُ سے مراد الدعاء ہے(6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 56، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 62
3۔ ایضاً
4۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 295 (813)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 62، داراحیاء التراث العربی بیروت
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 57

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس راحت و تسکین حاصل کرنے والا ہے جیسا کہ مریض کی اپنے مرض سے آہیں بھرنے کی حالت ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالعبیدین رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لَاَوَّاہٌ کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد رحیم (انتہائی مہربان، رحم کرنے والا) ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد توبہ کرنے والا مومن ہے(2)۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ سے مراد مطیع فرمانبردار مومن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب رحمہ اللہ نے کہا: لَاَوَّاہٌ سے مراد وہ آدمی ہے کہ جب وہ اپنی خطاؤں کا ذکر کرے تو پھر ان سے استغفار کرے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد حبشہ کا رہنے والا مومن ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے(4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوظبیان رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاہٌ حبشی زبان میں یقین کرنے والے کو کہا جاتا ہے(5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لغت حبشہ میں لَاَوَّاہٌ یقین کرنے والے کو کہتے ہیں(6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے، ابن جریر نے حضرت عطا اور حضرت ضحاک سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت عکرمہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد یقین کرنے والا فقیہ ہے(7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 58، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61　3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 60　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً　7۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد شیخ (بوڑھا) ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ سے یہی معنی نقل کیا ہے۔

ابن جریر اور ابو الشیخ نے عمرو بن شرحبیل کا قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ حبشی زبان میں رحیم رحم کرنے والے کو کہا جاتا ہے(1)۔

امام ابن منذر نے حضرت عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حبشی زبان میں لَاَوَّاہٌ سے مراد دعا ہے۔

ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد مسبح (روزے دار) ہے(2)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد ایسا آدمی ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب معلق ہو۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی رقت اور رحمت کی وجہ سے لَاَوَّاہٌ کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: حلیم سے مراد رحیم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان کے حلم اور بردباری کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کی قوم کا کوئی فرد انہیں اذیت اور تکلیف دیتا تو اسے فرماتے: اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کریم میں جو شے بھی نازل کی گئی ہے چار آیات کے سوا وہ سب میں جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک وَالرَّقِيْمِ ہے (الکہف: 9) چونکہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے اور ایک یہ ہے وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (مریم: 13) فرمایا میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے بلکہ اس سے مراد رحمت ہے "والغسلین" (الحاقہ: 36) میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے البتہ میں اسے زقوم کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ (الدخان) مزید فرمایا: لَاَوَّاہٌ حبشی زبان میں یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَاَوَّاہٌ کا معنی مومن ہے۔ اور ابو الشیخ نے آپ ہی سے یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد توجہ کرنے والا فقیہ ہے۔

ابن جریر اور ابو الشیخ نے عقبہ بن عامر کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاہٌ سے مراد کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے(3)۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61 3۔ ایضاً

"اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا دستور کہ گمراہ کرار دے کسی قوم کو اسے ہدایت دینے کے بعد یہاں تک کہ بیان کردے ان کے لیے وہ چیزیں جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے (ساری) بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین کے لیے استغفار کے بارے میں وضاحت مشرکین کے لیے خاص ہے اور اپنی اطاعت و معصیت کے بارے میں اس کی وضاحت عام ہے جسے وہ کریں یا چھوڑ دیں(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کے بارے کہا ہے یعنی وہ تمام چیزیں جن پر وہ عمل پیرا ہوں گے اور جن سے باز رہیں گے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن عقیل نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر کو ایک تحریر دی گئی۔ انہوں نے کہا: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے۔ وہ ہر جمعرات کی شام کو اپنے اصحاب کو یہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی اور پھر فرمایا: تم میں سے جو عالم یا متعلم بننے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے ایسا کرنا چاہیے اور اس کے سوا وہ کچھ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اور متعلم دونوں خیر اور نیکی میں شریک ہیں۔ اے لوگو! قسم بخدا! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ کسی چیز کا اسکے بارے تم سے مواخذہ کیا جائے گا جو تمہارے لیے بیان نہیں کی گئی، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اور تحقیق اس نے تمہارے لیے وہ چیزیں بیان کردی ہیں جن سے تمہیں بچنا چاہیے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب غزوہ بدر کے مشرکین قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔ فرمایا: تمہیں نہیں چاہیے کہ تم یہ وصول کرو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دے دی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو اپنے گناہ کے سبب عذاب دے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کے لیے بیان کردے جن سے انہیں بچنا ہے۔ فرمایا: یہاں تک کہ وہ نہیں اس سے پہلے ان سے منع کردے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 55، داراحیاء التراث العربی بیروت

"یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں ساعۃ العسرۃ کے بارے کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ ہم ایک منزل پر اترے تو ہمیں شدید پیاس نے آلیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی (یعنی ہماری موت واقع ہو جائے گی) کیفیت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنا اونٹ ذبح کرتا تھا پھر اس کی اوجھ کو نچوڑتا اور وہ پانی پی لیتا اور جو بچ جاتا وہ اس کے جگر پر ڈال دیتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھلائی اور خیر کی دعا مانگنے کا عادی بنایا ہے سو آپ ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند فرمائے اور ابھی واپس نہیں لوٹائے تھے کہ بادل نمودار ہوا اور خوب موسلا دھار برسا اور خوب پانی بہایا۔ پس تمام کے پاس پانی کے جو برتن تھے وہ سب بھر لیے، پھر ہم نکل پڑے اور دیکھتے رہے اور ہم نے اسے (بارش کو) نہ پایا اور لشکر آگے گزر گیا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَاعَةِ الْعُسْرَةِ سے مراد غزوۂ تبوک ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے شدید گرمی کے موسم میں شام کی طرف غزوۂ تبوک میں حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع و پیروی کی۔ اور ایسی مشقت اٹھائی جس کے بارے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس دوران انہیں اتنی شدید مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ دو آدمی ایک کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہت سے لوگ ایک کھجور آپس میں ایک دوسرے کی جانب پھراتے رہتے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی اسے چوستا، پھر اس پر پانی پی لیتا اور پھر وہی کھجور دوسرا آدمی چوس لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی اور انہیں غزوہ سے کامیاب واپس لوٹایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عقیل بن ابی طالب نے اس آیت کے ضمن میں کہا: صحابہ کرام غزوۂ تبوک کے لیے چلے تو سواری کے لیے دو یا تین افراد کو ایک اونٹ میسر تھا وہ شدید گرمی کے موسم میں نکلے اور اس دوران ایک دن انہیں سخت پیاس نے آلیا، یہاں تک کہ وہ اپنے اونٹ کو ذبح کرنے لگے اور ان کی

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 263 (588)، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 56، بیروت

او جو نچوڑ کر اس کا پانی پینے لگے۔ گویا ان کے لیے پانی کی تنگی بھی تھی خوراک کی قلت بھی تھی اور سواری کے کم ہونے کی مشقت اور اذیت بھی تھی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساعۃ العسرۃ سے مراد سواری کی تنگی، خوراک کی مشکل اور پانی کی قلت کی تکلیف ہے (اسی وجہ سے غزوۂ تبوک کو ساعۃ العسرۃ سے تعبیر کیا گیا ہے) (2)۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس طرح قرأت کی "مِنۢ بَعْدِ مَا زَاغَتْ قُلُوْبُ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ"

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾

"اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور دوبھر ہو گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات۔ تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔"

امام ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن منده، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے اور یہ تینوں انصار میں سے تھے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی نظر رحمت فرمائی وہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ نے فرمایا: بے شک وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا وہ کعب بن مالک بنی سلمہ میں سے، ہلال بن امیہ بنی واقف میں سے اور مرارہ بن ربیعہ بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ذی اوان میں اترے تو وہ عام منافقین جو آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے وہ آپ ﷺ کا استقبال کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا: تم کسی ایسے آدمی سے بات نہ کرنا جو ہم سے پیچھے رہا ہے اور نہ اس کے ساتھ مجالست

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب اسباب غزوۂ تبوک، جلد 5، صفحہ 227، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 67، بیروت

2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 59

اختیار کرنا یہاں تک کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کوئی گفتگو نہ کی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ لوگ حاضر ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کر لیا اور مومنوں نے بھی ان سے اعراض کر لیا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی سے اس کے بھائی، اس کے باپ اور اس کے چچا نے بھی اعراض کر لیا۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا شروع ہو گئے اور وہ مجبوریاں اور بیماریاں بیان کر کے معذرت کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رحم فرمایا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی شک اور نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے وہ تین آدمی تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں کیا ہے۔ اور وہ کعب بن مالک سلمی، ہلال بن امیہ واقفی اور مرارہ بن ربیعہ عامری تھے۔

امام ابن منذر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ تینوں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے مجھے خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور یہی حضرت کعب کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چلاتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اس طرح واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں بھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا۔ مگر یہ کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا۔ لیکن اس سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کو کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ارادہ سے نکلے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی معاہدہ اور پروگرام کے اکٹھا کر دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ کی رات حاضر تھا جب کہ ہم نے اسلام پر معاہدہ کیا تھا اور اس کے بدلے کوئی پسند نہیں کرتا کہ میرے لیے میدان بدر ہوتا اگر بدر ہوتا تو میں لوگوں میں اس کے بارے ذکر کرتا اور اس سے شہرت حاصل کرتا۔

جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہا تو میری خبر یہ تھی کہ میں کبھی بھی اتنا طاقتور نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے زیادہ خوش حال تھا جب کہ میں اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا۔ قسم بخدا! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے لیے دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ میں نے اس غزوہ میں ان دونوں کو اکٹھا کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اسے مخفی رکھا کرتے تھے مگر اس غزوہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی شدید گرمی کے موسم میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ انتہائی دور دراز کا سفر اور جنگل بیابان کا سامنا تھا اور دشمن کی کثیر تعداد سامنے تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ان کے معاملات کو ظاہر کیا تاکہ وہ اپنے دشمن کی تیاری کے مطابق خوب تیاری کر سکیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سمت سے آگاہ فرمایا جہاں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ رکھتے تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے کثیر مسلمان تھے جن کا اندراج کسی محفوظ کتاب میں نہیں ہوتا تھا۔ اس کتاب سے مراد دیوان ہے (یعنی کوئی باقاعدہ دفتر نہیں تھا)۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت کم ہی کسی آدمی نے غیب ہونے کا ارادہ کیا مگر اس نے یہی گمان کیا کہ وہ چھپا رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل پکے ہوئے تھے۔ سایہ انتہائی اچھا لگتا تھا اور اسی کو تیار اور مستعد ہوتے جاتے ہوئے آپ نے اس کے لیے یہ وقت مقرر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین اس کے لیے تیار ہو گئے۔ میں بھی صبح جاتا تاکہ ان کے ساتھ مل کر میں تیاری کروں پھر واپس لوٹ آتا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکتا اور اپنے دل میں یہ کہتا: اگر میں نے ارادہ کر لیا تو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں (یعنی میرے وسائل ہیں کہ میں فوراً ساتھ ہونے کے لیے تیار ہو سکتا ہوں)۔ یہی مسلسل میرا معاملہ رہا یہاں تک کہ میں لوگوں کے ساتھ کوشش اور تیاری میں لگا رہا۔ پس جس صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین جانے کے لیے تیار ہو گئے تو میں نے اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ میں نے ایک یا دو دن تک اپنی تیاری مؤخر کر دی کہ پھر میں آپ ﷺ سے جا ملوں گا۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں صبح کے وقت نکلا تاکہ میں تیاری کروں اور پھر لوٹ آیا اور اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ پھر دوسری صبح گیا اور لوٹ آیا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ پس اسی طرح میرے ساتھ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اختتام پذیر ہو گیا اور لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔ میں نے جانے کا ارادہ کیا کہ میں انہیں پا لوں گا اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ پھر مجھے اس کی قدرت نہ ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑتی جن پر نفاق میں مبتلا ہونے کا عیب تھا یا پھر ایسے آدمی دکھائی دیتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں قوم کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی دو چادروں اور اس کی متکبرانہ سوچ نے اسے روک دیا ہے (یعنی اس کی دو بیویوں نے اسے اس سفر سے روک دیا ہے)۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تو نے بہت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔

حضرت کعب بن مالک نے کہا: جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس چل پڑے ہیں تو مجھے خیال آنے لگا اور میں کوئی جھوٹ یاد کرنے لگا اور میں یہ کہنے لگا: کل کون سی شے کے سبب میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا۔ میں اپنے گھر کے ہر صاحب رائے فرد سے اس کے بارے مشاورت کرنے لگا۔ لیکن جب یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں تو مجھ سے باطل نظریہ دور ہو گیا اور میں نے یہ یقین کر لیا کہ میں نے کبھی بھی کسی بھی شے کے سبب آپ سے نجات نہیں پائی۔ پھر میں نے آپ ﷺ سے سچ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز ادا

فرماتے، اور پھر لوگوں کے پاس مجالست اختیار فرماتے۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور معذرت کرنے لگے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ کو یقین دہانی کرانے لگے۔ یہ اسی سے کچھ زائد افراد تھے۔ پس جو کچھ انہوں نے ظاہراً کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہ قبول فرمالیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ پس جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب ناک آدمی کے تبسم کی مثل تبسم فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: آؤ۔ پس میں آگے چلا آیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس چیز نے پیچھے رکھا ہے کیا تو نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ کے سوا اہل دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں یقیناً یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر کے سبب اس کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔ یقیناً میں کوئی بحث کرتا۔ لیکن قسم بخدا! مجھے یہ یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے ساتھ جھوٹے آدمی کی طرح گفتگو کروں گا تو آپ اس کے سبب مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ لیکن یہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں گا تو آپ مجھے سچ کے بارے میں اس طرح پائیں گے کہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لیے توبہ قریب ہے۔ قسم بخدا! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ قسم بخدا! میں کبھی بھی اتنا فارغ نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے بڑھ کر اس وقت خوش حال تھا جب کہ میں آپ سے پیچھے رہا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ تحقیق اس نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا تو اٹھ جا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرما دے۔

پس میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے کچھ افراد بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور میرے پیچھے پیچھے چلتے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: قسم بخدا! ہم تیرے بارے میں نہیں جانتے کہ تو نے اس سے قبل بھی کوئی گناہ کیا ہو اور تحقیق تو اس سے عاجز رہا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا کوئی عذر پیش نہیں کر سکا جیسے پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا تیرے گناہ (کی مغفرت) کے لیے کافی تھا۔ حضرت کعب نے بیان فرمایا: قسم بخدا! وہ مسلسل مجھے تنبیہ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلاؤں۔ پھر میں نے ان سے کہا: کیا اس معاملہ میں انہوں نے میرے ساتھ کسی کو ملایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تیرے ساتھ دو آدمی اور ملے ہیں۔ ان دونوں نے بھی وہی کہا ہے جو تو نے کہا اور ان دونوں کو بھی وہی کچھ کہا گیا جو تجھے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی۔ پس انہوں نے میرے سامنے دو نیک اور صالح لوگوں کا ذکر کیا اور وہ دونوں غزوہ بدر میں بھی شریک تھے۔ لہٰذا میرے لیے تو ان دونوں میں نمونہ تھا۔ پس جب انہوں نے میرے سامنے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے رہنے والے افراد میں سے ہم تینوں کے ساتھ لوگوں کو کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ پس ہم لوگوں میں سے اجنبی ہو گئے۔ لوگ ہمارے لیے بدل گئے۔ یہاں تک کہ میرے لیے وہ

زمین بھی اجنبی ہوگئی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس ہم اسی حالت پر پچاس راتیں ٹھہرے رہے۔ لیکن میرے وہ دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں ہی پرسکون ہو گئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ چونکہ میں اپنی قوم سے انتہائی مضبوط اور دوسروں سے بڑھ کر طاقتور تھا لہٰذا میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا رہا اور بازار میں چکر وغیرہ لگاتا رہتا۔ لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی حاضر ہوتا اور آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں آکر سلام عرض کرتا اور پھر اپنے دل میں کہتا کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ مبارک کو حرکت دی ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز ادا کرتا اور آنکھیں چرا چرا کر دیکھتا۔ جب میری توجہ نماز کی طرف ہوتی تو آپ ﷺ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ حتیٰ کہ جب اسی کیفیت پر یعنی مسلمانوں سے تعلقات منقطع ہونے پر زیادہ اور طویل وقت گزر گیا۔ تو میں چل پڑا یہاں تک کہ میں حضرت ابوقتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دیوار پر جا بیٹھا۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور لوگوں سے بڑھ کر میرے نزدیک محبوب اور میرے دوست تھے۔ پس میں نے انہیں سلام پیش کیا۔ قسم بخدا! انہوں نے بھی مجھ پر سلام کا جواب نہیں لوٹایا۔ تو میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ کہا: اور انہیں قسم دی۔ لیکن وہ بالکل خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار بات کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دی تب اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پس میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس لوٹ آیا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ اسی اثنا میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی کھانا لے کر آیا جو کہ مدینہ طیبہ میں بیچ رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کون ہے جو کعب بن مالک کے بارے میں میری راہنمائی کرے گا؟ لوگ اس کے لیے میری طرف اشارے کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے غسان کے بادشاہ کی جانب سے مجھے ایک خط دیا۔ میں خود کاتب تھا۔ اس میں یہ تھا: اما بعد! ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) نے آپ کے ساتھ زیادتی اور جفا کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ذلیل دشوار اور تنگ گھر میں پیدا نہیں کیا۔ پس تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری غمخواری اور عزت و تکریم کریں گے۔ جب میں نے اسے پڑھا تو کہا۔ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ پس میں وہ لے کر تنور پر گیا اور اسے اس میں ڈال کر جلا دیا۔ یہاں تک کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں۔ تو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے میرے پاس پیغام آیا اور فرمایا۔ کہ رسول اللہ ﷺ تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے۔ تو میں نے استفسار کیا۔ کیا میں اسے طلاق دے دوں یا میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کیجئے اور اس کے قریب نہ جائیے۔ آپ ﷺ نے میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی اسی طرح کا پیغام ارسال فرمایا۔ پس میں نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے میکے چلی جا اور انہیں کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرما دے۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہلال انتہائی بوڑھا آدمی ہے وہ کام کی طاقت نہیں رکھتا اور اس

کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ تو اس نے عرض کی: قسم بخدا! اس میں کسی بھی شے کی طرف کوئی حرکت نہیں ہے۔ قسم بخدا! وہ تو اس دن سے آج تک رو رہا ہے جو آپ کی جانب سے یہ حکم ہے تو پھر یہی ہے تو مجھے بھی بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ جب میں اجازت طلب کروں گا تو آپ فرمائیں گے وہ میں نہیں جانتا جب کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔

فرمایا: ہم دس راتوں تک ٹھہرے رہے اور جب سے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے روکا گیا تھا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئیں، فرمایا: پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح فجر کی نماز اپنے مکانوں میں سے ایک مکان کے اوپر پڑھی۔ پس میں وہیں اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فرمایا اس حال میں کہ میری جان مجھ پر تنگ تھی اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ تو میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی یا جبل سلع میں، میں نے ایک چیخ سنی کہ وہ انتہائی بلند آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو۔ پس میں سجدے میں گر گیا اور میں نے پہچان لیا کہ وسعت اور کشادگی آگئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری توبہ قبول کیے جانے کا اعلان فرمایا۔ پس لوگ آئے ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کو مبارک باد دینے اور خوش خبری سنانے کے لیے بھی لوگ ان کی طرف گئے اور ایک آدمی گھوڑے پر تیزی سے میری طرف آیا اور بنی اسلم کا ایک آدمی تیز دوڑتے ہوئے آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز گھوڑ سوار سے تیز اور زیادہ تھی۔ پس جب وہ میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی۔ وہ مجھے بشارت اور خوش خبری سنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے اپنے کپڑے اتارے اور اس کی بشارت کے سبب میں نے وہ دونوں کپڑے اسے پہنا دیئے اور کہا: قسم بخدا! آج کے دن میں ان کے سوا کسی شے کا مالک نہیں اور میں نے دو کپڑے ادھار لیے اور وہ خود پہن لیے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل پڑا۔ گروہ در گروہ لوگ مجھے ملے اور وہ توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارک باد دینے لگے۔ وہ کہتے: تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحمت کی نظر فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے ارد گرد لوگ حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور دوڑتے ہوئے میری طرف آئے یہاں تک کہ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ قسم بخدا! اس کے سوا مہاجرین میں سے کوئی آدمی اٹھ کر میری جانب نہیں آیا۔ فرمایا کہ کعب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس حسن سلوک کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور مسرور اور خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا: تجھے مبارک ہو جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تجھ پر بہترین خیر و عافیت سے گزرا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس جب روشن ہوتا تو یوں لگتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

پس جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنا مال صدقہ کر کے میں اس سے علیحدگی اختیار کر لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ مال روک لو وہ تمہارے لیے باعث خیر ہوگا۔ میں نے عرض کی: میں اپنا وہ حصہ روک لوں گا جو خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے سچ کے سبب مجھے نجات عطا فرمائی ہے اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک میں باقی ہوں سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ تو بخدا! قسم بخدا! میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے گفتگو میں سچ بولنے کے سبب اس سے زیادہ آزمایا ہو جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا۔ اور ایسا اس وقت سے ہوا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا ہے۔ قسم بخدا! جب بھی میں نے یہ کہا، کبھی بھی آج کے دن تک جھوٹ بولنے کا قصد و ارادہ نہیں کیا۔ اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی میں بھی محفوظ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ (توبہ: 117) اس قول تک وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ)۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی جانب ہدایت فرمانے کے بعد کبھی بھی مجھ پر ایسا انعام نہیں فرمایا جو میری ذات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے سے بڑھ کر اور اعظم ہو کہ میں نے اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولا۔ ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے آپ سے جھوٹ بولا۔ کیونکہ جنہوں نے جھوٹ بولا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو ان کے بارے انتہائی ناپسندیدگی اور شر کا ذکر کیا اور فرمایا: سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (التوبہ: 95) اس قول تک الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ)۔ فرمایا: ہم تین افراد کو فیصلہ ملتوی کر دیا گیا جو ان لوگوں کے حکم سے تھی جن کے عذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا تھا جس وقت فیصلہ ملتوی کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لے لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا قصہ مؤخر رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرما دیا۔ اسی کے بارے فرمایا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے فیصلے کو ملتوی کرنا اور ہمارے معاملے کو مؤخر کرنا اس لیے نہیں تھا کہ ہم غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بلکہ یہ تو آپ کے لیے قسم اور آپ کی بارگاہ میں معذرت تھی۔ سو اسے قبول کر لیا گیا[1]۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب میری توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور آپ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا اور مبارک دینے والے کو دو کپڑے پہنائے۔ "لَمَّا نَزَلَتْ تَوْبَتِيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَبَّلْتُ يَدَهُ وَرُكْبَتَيْهِ، وَكَسَوْتُ الْمُبَشِّرَ ثَوْبَيْنِ"

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں فرمایا:

1۔ صحیح بخاری، باب غزوہ تبوک، جلد 2، صفحہ 634، قدیمی کتب خانہ کراچی

یہ ابھی مؤخر ہیں حتیٰ کہ ان کا فیصلہ مؤخر ہونے کا ذکر برأت کے درمیان میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (التوبہ: 106) اور وہ ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیعہ اور کعب بن مالک ہیں(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ خُلِّفُوْا کو شد کے ساتھ پڑھتے اور کہتے کہ یہ تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے(2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے تو کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے۔ فرمایا: ان میں سے ایک کا باغ تھا جب وہ خوب بڑھا اور اس میں سرخی اور زردی ہر طرف پھیل گئی۔ تو اس نے کہا: میں حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں جہاد کر رہا ہوں، جہاد کرتا رہوں گا اور جہاد کروں گا۔ سو اگر میں اس سال اس باغ میں رہا تو اس کے سبب میں تنگ دستی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ غزوہ پر تشریف لے گئے۔ تو وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے کسی نے نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں مومنین مجھ سے سبقت نہیں لے گئے مگر صرف تیرے ساتھ میرے بخل کرنے کے سبب۔ اے میرے اللہ! بلاشبہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرے راستے میں یہ باغ صدقہ کر دیا۔ رہا دوسرا آدمی! تو اس کے خاندان کے کئی افراد اس سے بچھڑے ہوئے تھے وہ اس کے پاس جمع ہوئے۔ تو اس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جاؤں گا اور غزوہ میں شامل ہوں گا۔ پس اگر میں اس سال اپنے اہل میں ٹھہرا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چلے گئے۔ تو اس نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پیچھے نہیں رکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے اس کی طرف سبقت لے گئے مگر صرف تمہارے حرص و بخل کے سبب اے میرے گھر والو! اے اللہ! بے شک میرا تجھ سے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف نہیں لوٹ کر آؤں گا یہاں تک کہ میں اس نتیجے کو جان لوں جو میرے بارے میں کیا جائے گا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تیرا مجھ پر یہ حق تھا کہ میں قوم کی جانب پیچھے سے جاتا یہاں تک کہ میں انہیں پالیتا یا ان سے کٹ جاتا۔ پس تنگ دستی اور پریشانیاں اس پر پے در پے آتی گئیں یہاں تک کہ وہ قوم کے ساتھ مل گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ الی قولہ۔ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! قسم بخدا! انہوں نے مال حرام نہیں کھایا نہ انہوں نے حرام خون بہایا اور نہ انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا مگر یہ کہ انہوں نے ایک عمل خیر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے پیچھے رہے اور انہوں نے سستی کی۔ حالانکہ قسم بخدا! انہوں نے جہاد کیا، انہوں نے جہاد کیا اور انہوں نے جہاد کیا لیکن انہیں وہ کچھ پہنچا جو تم نے سنا۔ پس اسی طرح [illegible] کو مشقت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا یعنی ان کی توبہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 69، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً

ملتوی کر دیا گیا ان پر نظر رحمت نہ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول فرمالی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: ان تینوں کو توبہ سے مؤخر کر دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد مخزومی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ پڑھتے تھے: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خَلَفُوْا لام کے نصب کے ساتھ تھے یعنی ان تینوں پر جو حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کے بعد پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اپنی توبہ کی طرف پکارا جس نے یہ کہا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۝ (النازعات) اور یہ کہا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص: 38) پس ان کے بعد بندوں میں سے جو توبہ سے مایوس اور ناامید ہوا تو گویا اس نے کتاب اللہ کا انکار کیا ہے لیکن بندہ توبہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرمائے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد ہے: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ پس توبہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝

"اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ"۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: یہ آیت ان تینوں کے بارے نازل ہوئی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ان سے کہا گیا ہے تم محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو جاؤ (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو جائیں (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 68، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 75 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

امام ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر نے بھی کہا کہ تم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ تم کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، نہ سنجیدگی میں نہ مزاح کی حالت میں اور نہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے کسی شے کا وعدہ کرے کہ پھر اسے پورا نہ کر سکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا: عبد اللہ کی قرات میں اسی طرح ہے۔ فرمایا: کیا تم کسی کے لیے جھوٹ کی رخصت پاتے ہو؟ (1)

ابن الانباری نے مصاحف میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح پڑھتے تھے وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

امام ابو داؤد طیالسی، بخاری نے الادب میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو اسی طرح فرماتے سنا: تم صدق کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ نیکی کی راہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ وہ فسق و فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ ایک آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن عدی، بیہقی اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ سچ بولو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اور بے شک آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور فجور (گناہ) جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے (3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جھوٹ سے اجتناب کرو، کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ بے شک کہا جاتا ہے صدق اور نیکی (ایک ساتھ ہیں) اور جھوٹ اور گناہ (ایک ساتھ ہیں) (4)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو الاحوص جشمی رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے دو غلام ہوں، ان میں سے ایک تجھ سے ساتھ خیانت کرتا ہو اور تجھ سے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 75، بیروت
2۔ شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 198 (4783)، بیروت
3۔ ایضاً (4784)
4۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد [illegible]، صفحہ 102، دار الکتب العلمیہ بیروت

ساتھ جھوٹی گفتگو کرتا ہو اور میرا خیانت نہ کرتا ہو اور گفتگو بھی کرتا ہو۔ تو تیرے نزدیک ان میں سے کون پسندیدہ ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: وہی جو میرے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور میرے ساتھ سچی گفتگو کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح ہو (1)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کسی حالت میں مناسب نہیں، نہ سنجیدگی سے اور نہ ہی مزاح و استہزاء کی صورت میں۔ اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے سے کوئی ایسا وعدہ نہ کرے کہ پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے۔ بے شک صدق نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ بے شک سچ بولنے والے کو صادق اور بر کہا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو کذاب اور فاجر کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: کون سی شے تمہیں اس پر برانگیختہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ میں ایک دوسرے کی اس طرح پیروی کرو جیسے پروانے آگ میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔ ابن آدم (انسان) کے خلاف ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر وہ آدمی جس نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا وہ آدمی جو اپنی بیوی سے اسے راضی اور خوش رکھنے کے لیے گفتگو کرتا ہے (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ثوبان بن سمعان کلابی رحمہ اللہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے کیا ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھوں کہ تم جھوٹ میں اس طرح گر رہے ہو جیسے پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ ابن آدم کے خلاف لکھا جاتا ہے سوائے اس کے کہ کسی نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا پھر وہ آدمی جو اپنی بیوی سے گفتگو کرتا ہے تا کہ وہ اسے راضی اور خوش رکھے (4)۔

بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس سے کسی کو دور کیا وہ کذاب نہیں ہے (5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے۔ علامہ بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن عدی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 172 (4733)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 200 (4787)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً (4796)
4۔ ایضاً (4798)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 204 (4799)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 206 (4805)

فرمایا: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے۔ علامہ بیہقی نے فرمایا: یہ روایت صحیح ہے اور موقوف ہے (1)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر شے پر ہو سکتی ہے (2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر بیماری کی عادی شے پر ہو سکتی ہے (3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن کی فطرت مختلف خصائل پر ہو سکتی ہے مثلاً سخاوت، بخل اور حسن خلق۔ لیکن مومن کی فطرت جھوٹ پر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کذاب ہوتا ہے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیانت اور جھوٹ کے سوا بندہ مومن کی فطرت تمام خصائل پر ہو سکتی ہے (5)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر قسم کے خلق پر پیدا کیا جاتا ہے (6)۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انسان کو مختلف خصائل پر پیدا کیا جاتا ہے پس وہ انہی پر ہوتا ہے جن پر اسے پیدا کیا گیا۔ لیکن اسے خیانت اور جھوٹ پر پیدا نہیں کیا جاتا (7)۔

امام مالک اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (8)۔

امام بیہقی اور ابو یعلیٰ رحمہما اللہ نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کو لازم کر دیتی ہے۔ ابو یعلیٰ نے کہا: یہ روایت ضعیف ہے (9)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جھوٹ سے بڑھ کر کوئی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھی۔ تحقیق آپ کے پاس ایک آدمی جھوٹوں کو چھپاتا رہتا ہے اور مسلسل اپنے نفس میں یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ اس نے

1۔ شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 207(4807)، بیروت
2۔ ایضاً (4808)
3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 5، صفحہ 520، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 104
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 252، دار صادر بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 324(5267)
7۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 194، مکتبۃ الایمان مصر
8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 207(4812)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 206(4813)

ن سے توبہ کر لی ہے (1)۔

امام احمد، ہناد بن سری نے الزہد میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت نواس بن سمعان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو (2)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے فرمایا: میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ سہیلی ہوں جس نے آپ کو تیار کیا اور پھر عورتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس داخل کیا تو ہم نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کے پیالے کے سوا کھانے کے لیے اور کچھ نہ پایا۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھایا اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا پھر آپ ﷺ نے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمادیا، انہوں نے حیا محسوس کی۔ تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو واپس نہ لوٹائیے۔ چنانچہ انہوں نے وہ لے لیا اور دودھ پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی سہیلیوں کو بھی دو۔ تو میں نے عرض کی: ہمیں اس کی طلب نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ اور بھوک دونوں کو جمع نہ کرو۔ تو میں نے عرض کی: اگر ہم میں سے کوئی ایک کسی شے کے لیے یہ کہے کہ وہ اس کی خواہش رکھتی ہے۔ میں نہیں جانتی۔ کیا وہ دوبارہ جھوٹ شمار کیا جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹا سا جھوٹ بھی لکھ دیا جاتا ہے (3)۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو میں کھیلتے ہوئے چلا گیا۔ تو میری ماں نے مجھے کہا: اے عبداللہ! قریب آؤ میں تجھے کچھ دوں گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے کچھ دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے کھجوریں دوں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ اگر تو ایسا نہ کرتی تو یقیناً تجھ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا (4)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دارمی، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، بیہقی اور ضیاء رحمہم اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈال رہی ہے اس کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے (یعنی جو چیز شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جس کے بارے کوئی شبہ نہ ہو) کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے (5)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنے والی زبان ہے (6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 208 (4815)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 209 (4820)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 210 (4821)
4۔ ایضاً (4822)
5۔ جلد 5، صفحہ 52 (57472)
6۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 112، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے(1)۔

امام ابن ماجہ، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے بہتر اور اچھا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخموم دل رکھنے والا، سچ بولنے والی زبان رکھنے والا۔ ہم نے عرض کی: ہم نے سچ بولنے والی زبان کو تو پہچان لیا ہے۔ یہ القلب المخموم کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا صاف شفاف اور پاکیزہ دل جس میں نہ گناہ ہو نہ بغاوت ہو، نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہو۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے جس میں اس کی علامات ہوں؟ فرمایا: وہ جو دنیا سے نفرت کرتا ہے اور آخرت کو پسند کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یہ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام رافع کے بغیر کسی میں نہیں پاتے۔ اس کی علامات پر اور کون ہے؟ فرمایا: ایسا مومن جس میں حسن خلق ہو۔ ہم نے عرض کی: تاہم یہ ہم میں موجود ہے(2)۔

امام بیہقی نے شعب میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مومن کو کذاب نہیں پائے گا(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی کی نماز اور اس کے روزے کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس کی طرف دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اسے ادا کرتا ہے اور جب وہ شفا طلب کرتا ہے تو گناہ سے بچتا ہے(4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آدمی کو رات کے قیام اور دن کے روزے سے ایسے جھوٹ کے سبب محروم کر دیا جاتا ہے جو جھوٹ وہ بولتا ہے(5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کلام اس سے کہیں وسیع ہے کہ کوئی ظریف الطبع جھوٹ بولے(6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مطر الوراق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب وہ دونوں کسی بندے میں ہوں تو اس کے تمام اعمال ان دونوں کے تابع ہوتے ہیں: نماز کا حسن اور گفتگو کی سچائی(7)۔

امام بیہقی نے فضیل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ سچائی اور طلب حلال سے بڑھ کر کسی کے ساتھ مزین نہیں ہوئے(8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کی نیکیاں جھوٹ اور حیا کا کم ہونا ہے۔ جس نے ان دونوں کے بغیر دنیا کو تلاش کیا تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی اور آخرت کی نیکیاں حیا اور صدق ہیں۔ اور جس نے ان دونوں کے بغیر آخرت کو تلاش کیا تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی(9)۔

1۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 265، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 204 (4800)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 230 (4887)
4۔ ایضاً (4888)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4898)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 231 (4890)
7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4899)
8۔ ایضاً (4900)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 233 (4901)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حدیث کے ذریعے تین خصلتیں عطا کی جاتی ہیں۔ حلاوت، ملاحت (ظرافت طبع اور خوبصورتی) اور صباحت (رعب)(1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو داؤد حاتم بن یوسف رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ میں حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور آپ کو سلام عرض کیا اور یہ کہا: اے ابو علی! میرے پاس پانچ حدیثیں ہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: پڑھو۔ پس میں نے پڑھیں تو وہ چھ تھیں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے میرے بیٹے! النحو سیکھو اور پھر حدیث لکھو(2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ توریہ کلام میں جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ توریہ کلام میں عقل مند آدمی بھی جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا(4)۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

"نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھے رہتے اللہ کے رسول پاک سے اور نہ یہ کہ متوجہ ہوتے اپنے نفسوں کی طرف ان سے بے فکر ہو کر۔ یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس اور نہ کوئی تکلیف اور نہ بھوک راہ خدا میں اور نہ وہ چلتے ہیں کسی چلنے کی جگہ جس سے کافروں کو غصہ آئے اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کچھ مگر یہ کہ لکھا جاتا ہے ان کے لیے ان (تمام تکلیفوں) کے عوض نیک عمل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کا اجر اور وہ (مجاہدین) نہیں خرچ کرتے تھوڑا اور نہ زیادہ اور نہ طے کرتے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 233 (4904)　　2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 234 (4911)

3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 108، دار الکتب العلمیہ بیروت　　4۔ ایضاً

نیز کسی وادی کو (طے کریں) مگر یہ لکھ لیا جاتا ہے ان کے لیے تا کہ صلہ دے انہیں اللہ تعالیٰ بہترین ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے! اگر لوگوں میں ضعف اور کمزوری نہ ہوتے تو کوئی سریہ ہوتا مگر میں اس میں شامل ہوتا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: یہ اس وقت تھا جب کہ اسلام تعداد کے اعتبار سے قلیل تھا۔ اور جب مسلمانوں کی تعداد کثیر ہو گئی اور اسلام خوب پھیل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (التوبہ: 122) "اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے"(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں ظَمَاٌ سے مراد پیاس اور وَلَا نَصَبٌ کا معنی تھکاوٹ اور مشقت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ اور مکحول رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے راستے میں (دوران جہاد) اڑنے والے غبار سے اپنے منہ اور ناک کو کپڑے سے ڈھانپنا ناپسند کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، ابراہیم بن محمد الفزاری اور عیسیٰ بن یونس السبیعی رحمہم اللہ تعالیٰ سے قول باری تعالیٰ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت قیامت قائم ہونے تک مسلمانوں کے لیے ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ کے ضمن میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسے اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ الآیہ۔

امام حاکم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو پیچھے اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا! میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ تو آپ نے مجھے پیچھے چھوڑا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! کون سی شے کی بنا پر آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ قریش کیا کہیں گے؟ کیا وہ یہ نہیں کہیں گے کہ کتنی جلدی کی ہے اس کے چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور ان سے پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے فضل چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ ... الآیہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو یہ کہہ رہا ہے کہ قریش کہیں گے کتنی جلدی کی ہے کہ چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور پیچھے بیٹھ گیا ہے؟ تو انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ میں ساحر اور کاہن ہوں اور میں کذاب ہوں، لیکن تیرے لیے میرا اسوہ موجود ہے، کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو میرے پیچھے اسی طرح ہو جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 77، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور رہا تیرا یہ قول کہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل پوچھتا ہے تو ہمارے پاس یمن سے مرغی آئی ہے تو انہیں بیچ دے ورنہ اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خرچ کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تم دونوں کو رزق (اور مال) عطا فرمائے گا (1)۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝

"اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلے سے چند آدمی تاکہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں"۔

امام ابوداؤد نے ناسخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (التوبہ: 41) اور اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (التوبہ: 39) اس ارشاد سے منسوخ ہیں وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً وہ فرماتے ہیں کہ چاہیے ایک گروہ نکلے اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہری رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے والے ایسے افراد ہوں جو دین میں تفقہ رکھتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو ڈرا اور تنبیہ کر سکتے ہیں، جب کہ وہ غزوے سے واپس لوٹ کر ان کی طرف آئیں۔ تاکہ وہ اس کی نافرمانی سے بچیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد اپنی کتاب اور اپنی حدود کے بارے نازل فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے المدخل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: یعنی وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مومن نکل کھڑے ہوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ جائیں۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے ایک گروہ یعنی دستے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں چلیں گے اور جب وہ سرایا لوٹ کر آئیں اس حال میں کہ قرآن نازل ہو چکا ہو اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں نے سیکھ لیا ہو۔ تو وہ کہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعد تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور ہم نے اسے سیکھ لیا ہے۔ پس دوسرا یا ٹھہر جائیں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اس کی تعلیم حاصل کریں گے اور آپ دوسرے دستوں کو بھیج دیں گے اور اسی لیے یہ ارشاد ہے لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ اسے سیکھیں گے اور ان سرایا کے واپس لوٹنے پر انہیں سکھائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 366 (3294)، دارالکتب العلمیہ بیروت

یَحْذَرُوْنَ " تاکہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں "(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر کے خلاف قحط سالی کی دعا کی اور ان کے شہر بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور قحط زدہ ہو گئے تو ان میں سے ایک قبیلہ سارے کا سارا آیا یہاں تک کہ وہ قوت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اتر پڑے اور اسلام کے ساتھ فخر اور تکبر کرنے لگے حالانکہ وہ سب جھوٹے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو تنگ کیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مومنین نہیں ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے خاندانوں کی طرف لوٹا دیا اور ان کی قوم کو ان جیسے افعال کرنے سے ڈرایا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے: وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔(2)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مومنین انہیں جہاد پر بہت محبت کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا تو وہ اس میں نکل گئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں کمزور لوگوں میں چھوڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سریہ بھیجیں تو چاہیے کہ ایک گروہ نکلے اور ایک گروہ مقیم رہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جو حکم نازل فرمائے اور سنن میں سے جو سنت ظاہر ہو وہاں ٹھہرنے والے افراد پر اس کو محفوظ کرنا اور اسے یاد رکھنا ضروری ہے تاکہ جب ان کے بھائی لوٹ کر آئیں تو وہ انہیں اس کے بارے آگاہ کریں اور انہیں اس کی تعلیم دیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لے جائیں تو پھر اجازت یا عذر کے بغیر کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (التوبہ: 39) مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔ الآیہ (التوبہ: 120) تو منافقین نے کہا کہ وہ دیہاتی ہلاک ہو گئے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ کچھ لوگ دیہات کی طرف اور اپنی قوم کی طرف انہیں احکام سکھانے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ الآیہ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ۔ الآیہ (الشوریٰ: 16) "اور جو لوگ حجت بازی کرتے ہیں اللہ (کے دین) کے بارے میں اس کے بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان چکے ہیں ان کی حجت بازی لغو ہے "(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ دیہات میں نکلے اور انہوں نے لوگوں سے رزق اور خوشحالی و فراخی کی ایسی چیزیں حاصل کیں جن سے وہ نفع اٹھا سکتے تھے اور جن لوگوں کو انہوں نے پایا انہیں ہدایت کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 82، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 81 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 82

طرف دعوت دی۔ تو کچھ لوگوں نے انہیں کہا: ہم تمہیں صرف اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے۔ تو یہ سن کر انہوں نے بھی اپنے دلوں میں کچھ حرج اور تنگی محسوس کی۔ چنانچہ وہ تمام کے تمام دیہات سے واپس آگئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ بعض نکلے اور بعض بیٹھے اور وہ خیر و بھلائی کی خواہش کرتے ہیں لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ اور تاکہ وہ لوگوں کو وہ (احکام) سنا سکیں جو ان کے بعد نازل ہوئے۔ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ فرمایا جب سارے کے سارے لوگ ان کی طرف واپس لوٹ آئیں (تو وہ اپنی قوم کو ڈرائیں) لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ "تاکہ وہ (نافرمانی سے) بچیں"(1)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

"اے ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنگ کرو ان کافروں سے جو تمہارے آس پاس ہیں یعنی جو زیادہ قریب ہیں پھر جو ان کے بعد قریب ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ کفار عرب جو آپ کے آس پاس تھے آپ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ آپ ان سے فارغ ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ انہیں میں سے ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب ان سے روم اور دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً فرمایا غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ فرمایا: روم مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 79، بیروت

2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 84

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

"اور جب کبھی نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعض ان میں سے وہ ہیں جو (تمسخراً) کہتے ہیں کہ کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا ہے اس سورت نے ایمان۔ تو وہ (جن لوگوں) ایمان والوں کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کر دیا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے تو بڑھا دی اس سورت نے ان میں اور پلیدی ان کی (سابقہ) پلیدی پر اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت قبول کرتے ہیں"۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ کے بارے میں فرمایا کہ منافقین میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سورت نازل کی گئی وہ اس کے ساتھ ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان اور تصدیق میں اضافہ کر دیا اور اسی کے سبب وہ خوشیاں منا رہے ہیں(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ کے تحت کہا ہے کہ اس سورت نے ان کے ساتھ شک میں اور شک کا اضافہ کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ يُفْتَنُوْنَ کا معنی يُبْتَلَوْنَ (کہ وہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُفْتَنُوْنَ بمعنی يُبْتَلَوْنَ (وہ آزمائے جاتے ہیں) ہے اور فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ کی تفسیر میں فرمایا یعنی وہ ہر سال ایک بار یا دو بار قحط سالی اور بھوک و افلاس کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دشمن کے سبب ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ کی تفسیر میں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 88، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 81

قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں جنگ لڑنے کے سبب آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بکار بن مالک رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار بیماری میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔

امام ابو الشیخ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب بندہ بیمار ہو پھر اسے صحت عطا کی جائے اور وہ خیر و بھلائی میں اضافہ نہ کرے تو ملائکہ علیہم السلام اس کے بارے کہتے ہیں یہ وہ ہے جسے ہم نے دوا دی لیکن دوا نے اسے نفع نہیں دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان کے لیے ہر سال میں ایک بار یا دو بار جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ہر سال ایک بار یا دو بار جھوٹ سنتے ہیں اور اس کے سبب بہت سے لوگوں کی جماعت گمراہ ہو جاتی ہے (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے۔ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَمَا يَتَذَكَّرُوْنَ۔

وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

"اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو دیکھنے لگتے ہیں ایک دوسرے کی طرف کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں کوئی پھر نکل دیتے ہیں۔ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ "کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں"۔ اس سے منافقین مراد ہیں (3)۔

امام ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ (کیا کوئی تمہیں دیکھ تو نہیں رہا) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ انہیں اس کے سبب پکڑے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں ایسا انسان جس نے تمہاری خبریں رکھی ہوں اگر کسی نے تمہیں دیکھا ہے تو وہ آپ کو خبر دے دیگا۔ جب کسی شے کے بارے کوئی (حکم) نازل ہوتا تو وہ ان کے کلام کے بارے خبر دے دیتا اور وہی لوگ منافقین ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 87، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 89

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم یہ نہ کہو کہ ہم نماز سے پھر آئے ہیں۔ کیونکہ ایک قوم پھری تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے۔ بلکہ تم یہ کہو: ہم نے نماز پوری کر لی ہے (یعنی ہم نے نماز ادا کر لی ہے)(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہم نماز سے پھر آئے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہم نے نماز ادا کر لی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

"بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

امام عبد بن حمید، حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں، ابن منذر، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب میں کوئی قبیلہ بھی نہیں مگر یہ کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو جنم دیا ہے چاہے وہ مضری ہو، ربیعہ ہو، یا یمانی ہو۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے سنن میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اسی آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی ولادت میں سے کوئی شے آپ ﷺ تک نہیں پہنچی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، میں زنا سے پیدا نہیں ہوا(2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں فرمایا: تحقیق تم نے آپ ﷺ کو جنم دیا ہے اے معشر عرب!(3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اَنْفَسِكُمْ کا معنی کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نسباً، صہراً اور حسباً تم میں سے ہوں۔ مجھ میں اور میرے آباء میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کہیں بھی زنا نہیں۔ تمام کے تمام نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ یعنی قدر و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے اعظم اور اعلیٰ ہیں(4)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 98، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 69　3۔ طبقات کبریٰ، جلد 10، صفحہ 21

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 262 (2945)، دار الکتب العلمیہ بیروت

پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا اور بدکاری سے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی شے نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مجھے جنم نہیں دیا مگر نکاح نے جو کہ نکاح اسلام کی مثل ہے (2)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے (3)۔

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اہل جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی۔ میں پاکیزہ طریقہ سے ہی پیدا ہوا (4)۔

ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے جنم دینے تک زمانہ جاہلیت کی کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی (5)۔

امام ابونعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلسل پاکیزہ اور طیب اصلاب سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کیا ہے اور مصفیٰ و مہذب بنایا ہے۔ کوئی بھی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے بہتر اور اچھے گروہ میں سے ہوا (6)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربوں میں سے بہتر مضر ہیں، مضر میں سے بہتر بنو عبد مناف ہیں، بنی عبد مناف میں سے بہتر بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں سے بہتر اور افضل بنی عبد المطلب ہیں۔ قسم بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، کوئی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے افضل اور بہترین میں ہوں۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ لوگ دو گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے افضل گروہ میں رکھا۔ مجھے اپنے والدین سے پیدا کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت کی کوئی شے مجھے نہیں پہنچی۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔ یہاں تک کہ میں اپنے ماں باپ

1۔ طبقات کبریٰ، باب کرامات الرسول، جلد 1، صفحہ 61، دار صادر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 329 (10812)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 61
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 303 (31641)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
5۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، باب فضیلت النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 65، مکتبۃ العربیہ بیروت
6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 66

تک پہنچ گیا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی تم سے اشرف ہوں اور آباء کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں (1)۔

امام ابن سعد، بخاری اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اولاد آدم کے بہترین انسانوں میں سے قرن بعد قرن مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس زمانے سے ہوں جس میں میں ہوں (2)۔

امام ابن سعد، مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا (3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنی بہترین اور افضل مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب انہیں تقسیم کیا تو مجھے بہترین فریق میں سے بنایا۔ پھر جب قبائل کی تخلیق فرمائی تو مجھے ان میں سے افضل اور اعلیٰ قبیلے سے بنایا اور جب انفس کو تخلیق فرمایا تو مجھے ان میں سے افضل اور بہترین بنایا۔ پھر جب گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھر والا بنایا۔ پس میں گھر اور ذات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل واشرف ہوں (4)۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مخلوق میں سے بنی آدم کو چن لیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے مضر کو چنا پھر مضر میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرما کر افضل و اعلیٰ قرار دیا۔ چنانچہ میں نیکوں اور اشرف افراد سے نیک اور اعلیٰ کردار افراد کی طرف منتقل ہوا ہوں (5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے ان میں سے افضل اور بہتر حصے میں سے بنایا پھر اس نصف (ایک حصہ) کو تین میں تقسیم کیا اور میں ان تین میں سے افضل میں ہوں۔ پھر لوگوں میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عربوں میں سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا۔ پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبد المطلب کو پسند کیا اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا (6)۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 135　2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 136　3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 130

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 131　5۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد 2، صفحہ 229 (1606)

6۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 20، دار صادر بیروت

امام ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر ان میں سے کنانہ کو چنا۔ پھر ان میں سے قریش کو چنا۔ پھر ان میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو اختیار فرمایا، پھر عرب میں سے کنانہ کو پسند کیا، پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا (2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کبھی کسی زناکار نے اس وقت سے جنم نہیں دیا جب سے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلا ہوں۔ امم مجھے بلند مرتبہ سردار سے عظیم المرتبہ کی طرف منتقل کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ میں عرب کے افضل ترین دو قبیلوں یعنی ہاشم اور زہرہ سے ظاہر ہوا (3)۔

ابن ابی عمر العدنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھے۔ وہ نور تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کی صلب میں ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں زمین کی طرف اتارا۔ پھر مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں رکھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھے ڈال دیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے کریم صلبوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف مسلسل منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے درمیان سے ظاہر کر دیا (پیدا فرما دیا) اور انہوں نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔

امام بیہقی نے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک قوم نے آپ ﷺ میں کوئی عیب نکالا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضبناک ہو گئے اور پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا اور انہیں دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے دونوں میں سے اچھے اور بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنا دیئے۔ مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے۔ تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قبیلہ اور خاندان دونوں کے اعتبار سے تم سے بہتر اور افضل ہوں (4)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حال میں کہ آپ تک وہ بعض باتیں پہنچی تھیں جو لوگ کیا کرتے تھے سو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 130، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 21، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق، جلد 1، صفحہ 345، دار المسیر بیروت
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 168

اور مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر ان کے دو فرقے بنائے اور مجھے بہترین فرقہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ اور پھر ان کے خاندان بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں پیدا فرمایا۔ پس میں خاندان کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں اور ذات کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔ ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا اور نسائی نے اسے عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب سے روایت کیا ہے (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اہل زمین میں سے سب سے بہترین اور افضل قبیلہ کی طرف دیکھتا ہے اور ان میں سے افضل ترین آدمی کو تاج نبوت پہنا دیتا ہے (2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب میں زمین کے میدانوں اور پہاڑوں میں چکر لگایا: تو میں نے عرب سے بہتر اور اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم ملا اور میں عرب میں گھومتا رہا اور مضر سے اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے مضر میں چکر لگایا اور کنانہ سے بڑھ کر اچھا کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں کنانہ میں گھوما پھرا تو میں نے قریش سے بہتر کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے قریش کا چکر لگایا تو بنی ہاشم سے بڑھ کر اچھا کسی خاندان کو نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ میں ان کے افراد میں سے کسی کا چناؤ کروں۔ تو میں نے آپ کی ذات سے بڑھ کر بہترین اور افضل و اعلیٰ کسی نفس کو نہیں پایا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابن منیع نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں یوسف بن مہران کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ آخری آیت جو حضور نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی اور ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم میں سے آخر میں جو نازل ہوا وہ یہ آیت ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الی آخر آیۃ (4)۔

امام ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن انباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک قرآن نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو بیان کر دیا ہے اور ایک روایت کے الفاظ میں ہے: آسمان میں یہ دو آیتیں ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الیٰ آخر السورۃ۔

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں، خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب ذکر شرف اصل رسول ﷺ، جلد 1، صفحہ 168، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 25، دار صادر بیروت
3۔ نوادر الاصول، باب ... صفحہ 96، دار صادر بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 92، بیروت

حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن کریم کو مصحف میں جمع کیا۔ پس کچھ آدمی لکھتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہیں املا کراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سورہ براءت کی اس آیت تک پہنچے ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۞ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ یہی آیت ہے جو قرآن کریم میں سے آخر میں نازل ہوئی۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے بعد دو آیتیں مزید پڑھائی ہیں۔ یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے لے کر وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۞ تک۔ یہی قرآن کریم میں سے بالکل سب سے آخر نازل ہوئیں۔ فرمایا یہی وہ امر اختتام پذیر ہوا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۞ (الانبیاء) "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی معبود بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو"(1)۔

امام ابن سعد، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن حبان، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے بعد مجھے بلا بھیجا اور آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ نے بہت سے لوگوں کو قتل اور شہید کر دیا ہے اور میں یہ خوف محسوس کر رہا ہوں کہ اگر جنگوں میں قراء اسی طرح جام شہادت نوش کرتے رہے تو بہت سا قرآن گم ہو جانے کا خطرہ ہے پس تم اسے جمع کر دو اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم قرآن کریم جمع کر دو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! یہ کام خیر اور نیکی کا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار اس کام کے بارے میں مجھ پر اصرار کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ تم نوجوان آدمی ہو اور عقلمند ہو ہم تمہارے بارے میں کوئی شک نہیں کرتے ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی بھی لکھتے رہے ہو۔ سو تم قرآن کریم تلاش کرو اور اسے جمع کر دو۔ قسم بخدا! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کا پابند بناتے تو وہ مجھ پر اس سے بھاری نہ ہوتا جتنا ان دونوں نے مجھے جمع قرآن کا حکم فرمایا۔ میں نے کہا: تم دونوں کیسے وہ کام کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ خیر اور نیکی کا کام ہے۔ پس میں مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے اس نے ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ وسیع کر دیا تھا۔ پس میں اٹھا اور قرآن کریم کو تلاش کیا اور کاغذ کے ٹکڑوں، ہڈیوں،

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 134، دار صادر بیروت

کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اسے جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے پائیں اور ان کے سوا کسی اور سے وہ نہ ملیں۔ اور وہ یہ ہیں لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ ... الی آخر ھما۔ اور وہ مصحف جس میں قرآن کریم جمع کیا گیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف وصال عطا فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور پھر وہ حضرت حفصہ ام المومنین بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی آیت مصحف میں نہیں لکھتے تھے یہاں تک کہ دو آدمی شہادت دیتے۔ پس انصار میں سے ایک آدمی دو آیتیں لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان پر کبھی بینہ طلب نہیں کروں گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح تھے (2)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جنگ میں بہت سے قراء القتل ہو گئے تو اس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ضائع ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو آپ نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما دونوں سے کہا: مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو بھی کتاب اللہ کی کسی آیت پر تمہارے پاس دو گواہ لائے تم اسے لکھ لو۔

امام ابن اسحاق، احمد بن حنبل اور ابن ابی داؤد رحمہم اللہ نے حضرت عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ سورۂ براءت کے آخر سے یہ دو آیتیں لے کر آئے لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ تا وَهُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس پر تمہارے ساتھ کون شاہد ہے؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! میں نہیں جانتا مگر یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بالیقین یہ آیات رسول اللہ ﷺ سے سماعت کی ہیں، انہیں یاد کیا ہے اور انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ بالیقین تو نے یہ آیات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں۔ اگر یہ تین آیات ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورہ بنا دیتا۔ پس تم قرآن کریم کی کوئی سورت دیکھو اور انہیں اس کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ یہ سورۂ براءت کے آخر میں ملا دی گئیں (3)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم سے متعلق کوئی شے حاصل کی ہو تو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ وہ اسے صحف، تختیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھتے تھے اور آپ کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو شاہد اس کی شہادت دیتے۔ ابھی آپ قرآن کریم جمع کر رہے تھے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور

1۔ صحیح بخاری، باب جمع القرآن، جلد 2، صفحہ 676، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 199، دار صادر بیروت

انھوں نے لوگوں کو فرمایا: جس کے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ ہو وہ اسے لے کر ہمارے پاس آئے۔ آپ بھی کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو گواہ اس کی شہادت دے دیتے۔ پھر حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور کہا بے شک میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم نے دو آیتیں چھوڑ دی ہیں۔ تم نے انہیں نہیں لکھا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دو آیتیں لی ہیں۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ الیٰ آخر السورۃ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے ہم انہیں کہاں رکھیں؟ تو انہوں نے کہا: قرآن کریم میں سے جو آخر میں نازل ہوا ان دونوں کو اس کے ساتھ بطور خاتمہ آخر میں ذکر کر دیں۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ سورۂ برأت کو ختم کیا گیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الآیہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انہیں میں سے بنایا، لہٰذا وہ اس پر آپ سے حسد نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت و کرامت عطا فرمائی (1)۔ ان میں سے ایمان لانے والوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں گزرتا ہے اور آپ ان کے گمراہوں کے لیے حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ "مومنین کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا (اور) بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شے تم پر شاق گزرتی ہے وہ آپ پر شدید ہوتی ہے۔ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ یعنی بہت ہی خواہش مند ہے کہ تمہارے کفار ایمان لائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین آئے اور مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی طرف بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ یہ آپ کے حکم کے سوا کچھ نہ کرے۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑ گرا دوں۔ اور اگر چاہیں تو میں ان پر پتھر برسا دوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں دھنسا دوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں ان کے پاس آیا ہوں شاید ان سے ایسی نسل پیدا ہو گی جو کہیں گے: لا الٰہ الا اللہ۔ تو اس پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: آپ ایسے ہی ہیں جیسا آپ کے رب نے آپ کا نام رکھا ہے یعنی رؤف رحیم (بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور وہ اپنی رحمت صرف رحیم پر ہی رکھتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم سارے اپنے مالوں اور اپنی اولاد کے ساتھ رحم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 90، بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہینہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی: بے شک آپ ہمارے درمیان تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ سو ہمیں یقین دلائیے۔ ہم آپ سے گفتگو کر رہے ہیں گے اور آپ ہم سے گفتگو کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم امن طلب کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور رحم کرنے والے کو پسند کرتا ہے، وہ ہر رحم کرنے والے پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ ہم اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنی ازواج پر بھی رحم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح ہو جاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الآیہ۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

”(اے حبیب!) پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ فرما دیں کافی ہے مجھے اللہ، نہیں کوئی معبود بجز اس کے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر کفار اور منافقین حضور نبی کریم ﷺ سے (منہ موڑیں تو آپ فرما دیں کافی ہے مجھے اللہ) اور یہ مومنین کی شان ہے۔[1]

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے: ایک سریہ سرزمین روم کی طرف نکلا۔ تو ان میں سے ایک آدمی گر گیا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔ پس انہوں نے اسے اٹھانے کی استطاعت نہ رکھی تو انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھ دیا اور اس کے پاس پانی اور کچھ سامان خورد و نوش رکھ دیا۔ پس جب وہ چلے گئے تو ایک آنے والا اس کے پاس آیا اور اس نے اسے کہا: تجھے یہاں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میری ران ٹوٹ گئی تو میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ گئے تو اس نے کہا: جہاں تو درد محسوس کرتا ہے اپنا ہاتھ رکھ اور یہ پڑھ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ فرمایا: اس نے اپنا ہاتھ رکھا اور یہ آیت پڑھی۔ تو اس کی ران درست اور صحیح ہو گئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابو الدرداء سے موقوف اور ابن سنی نے حضرت ابو الدرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، داراحیاء التراث العربی بیروت

ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح و شام سات مرتبہ یہ پڑھا فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ تو دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس نے بھی اسے پریشان کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے (1)۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے جس نے صبح کے وقت سات بار یہ پڑھا فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ نہ اس دن اسے کوئی مصیبت پہنچے گی اور نہ اس رات اس کو اذیت اور تکلیف ہوگی، نہ اس سے کوئی چیز چھینی جائے گی اور نہ وہ غرق ہوگا۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش کی بلندی کی وجہ سے اس کا نام عرش رکھا گیا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں سعد الطائی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور عرش کرسی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ملائکہ کرسی کے درمیان (اندر) میں ہیں اور عرش کے گرد چار نہریں ہیں۔ ایک نہر نور کی ہے جو چمک رہا ہے، ایک نہر آگ کی ہے جو بھڑک رہی ہے، ایک نہر سفید برف کی ہے جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور ایک نہر پانی کی ہے اور ملائکہ ان نہروں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور ساری مخلوق کی زبانوں کی تعداد کے برابر عرش کی زبانیں ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور ان زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرش سرخ یاقوت کا ہے، ملائکہ میں سے ایک نے اس کی طرف اور اس کی عظمت کی طرف دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی: میں نے تجھ میں ستر ہزار ملائکہ کی قوت رکھی ہے جن میں سے ہر فرشتے کے ستر ہزار پر ہیں، پس تو اڑ، چنانچہ وہ فرشتہ اپنی اس قوت اور پروں کے ساتھ اتنا اڑا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اڑے اور ٹھہر گیا اور دیکھا تو ایسے محسوس ہوا گویا اس نے قصد کیا ہی نہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو سبز زمرد سے پیدا فرمایا ہے اور سرخ یاقوت سے اس کے چار پائے بنائے ہیں۔ اس کی ہزار زبانیں بنائی ہیں اور زمین میں ہزار امت پیدا فرمائی ہے اور ہر امت عرش کی زبانوں میں سے ایک زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام طبرانی اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک عرش کو سانپ کے کنڈل کا طوق پہنایا گیا ہے اور وحی زنجیروں میں نازل ہوتی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ عرش [illegible] ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا جس نے اسے پیدا کیا ہے اور عرش کی تخلیق میں آسمان اس طرح ہیں جیسے صحرا میں ایک قبہ۔

1۔ سنن ابو داؤد، شرح، باب ما یقول اذا صبح، جلد 4، صفحہ 482، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے: آسمان اور زمین عرش سے اتنی مقدار ہی جگہ کا احاطہ کرتے ہیں جس طرح وسیع بیابان سے ایک انگوٹھی جگہ گھیرتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش میں آسمان اس قندیل کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو زمین و آسمان کے درمیان لٹکائی ہوئی ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن یزید بصری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس کتاب میں ہے جس کا ہم حضرت مزدان علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا کہ ہمارا یہ سمندر بنطس کی خلیج ہے اور بنطس اس کے علاوہ ہے جو کہ زمین کو محیط ہو اور زمین اور اس کے اوپر پائے جانے والے سمندر بنطس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ اور بنطس کے پیچھے قیقس ہے جو زمین کو محیط ہے۔ بنطس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور قیقس کے پیچھے اصم ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور قیقس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور اصم سے پیچھے مظلم ہے جو زمین کو محیط ہے اور اصم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ اور مظلم کے پیچھے الماس کا ایک پہاڑ ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور مظلم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔ اور الماس کے پیچھے الباکی ہے اور یہ میٹھا پانی ہے جو زمین کو محیط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے نصف کو حکم دیا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ہو۔ پس اس نے جمع ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے متحرک کر دیا۔ تو وہ رو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہے۔ پس الماس اور اس سے کم اس کے نزدیک اس طرح ہیں جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ اور اس کے پیچھے عرش ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور الباکی اور اس سے کم عرش کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساتوں آسمان کرسی میں اس طرح ہیں جیسا کہ سات درہم ڈھال میں پھینک دیئے گئے ہوں۔ ابن زید نے کہا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عرش میں کرسی اس طرح ہے جیسا کہ لوہے کا ایک حلقہ زمین کے وسیع بیابان میں پھینک دیا گیا ہو اور کرسی موضع القدمین ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا: عرش کی ستر ہزار سا قیں ہیں اور ہر ساق زمین و آسمان کے دائرے کی طرح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ زمین اور عرش کے درمیان ستر پردے ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمۃ (تاریکی) کا ہے پھر ایک حجاب نور کا اور ایک حجاب تاریکی کا ہے ... علی ھذا القیاس۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ مصیبت کے وقت یہ کہا کرتے تھے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا

إِنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرَضِيْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ"(1)

امام خرائطی نے مکارم الاخلاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے چند کلمات سکھائے جو کلمات رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے تھے۔ آپ مصیبت کے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ یہ پڑھتے: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"(2)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کی سند سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: تم اپنے مردوں کو تلقین کرو "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ زندوں کے لیے کیسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی عمدہ ہے، اچھی عمدہ ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن جعفر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اسے تعلیم دی، فرمایا: جب موت تیرے قریب آجائے یا دنیوی امور میں سے کوئی خوف ناک امر پیش آجائے تو یہ کہتے ہوئے اس کا سامنا کرنا: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"(4)

امام احمد نے الزہد میں اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حزقیل بخت نصر کے ساتھ بیت المقدس کے قیدیوں کے ساتھ تھا۔ حزقیل نے یہ گمان کیا کہ وہ فرات کے کنارے سو رہا ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ آیا اس نے اسے سر سے پکڑا اور اٹھا لیا یہاں تک کہ بیت المقدس کے خزانہ میں لا کر رکھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا تو اچانک عرش کے نیچے آسمان کھل گئے اور عرش اور جو اس کے ارد گرد تھا وہ سب میرے لیے ظاہر ہو گیا۔ تو میں نے اس شگاف سے اس کی طرف دیکھا اور جب میں نے عرش کی طرف دیکھا تو وہ آسمانوں اور زمین پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھا تو انہیں بطن عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور چار فرشتے اسے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے تھے۔ ایک چہرہ انسان کا، ایک چہرہ گدھ کا، ایک چہرہ شیر کا اور ایک چہرہ بیل کا۔ جب اس عظمت نے مجھے انتہائی متعجب کیا تو میں نے ان کے قدموں کی طرف دیکھا، تو دیکھا کہ وہ زمین میں ایک پتھر پر ہیں جس کے ساتھ وہ کھڑے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ عرش کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہے اس کے چھ پر ہیں۔ اس کا رنگ اونٹ کے بچے کے رنگ کی طرح ہے۔ وہ اسی مقام پر اس وقت سے کھڑا ہے

1۔ صحیح بخاری، باب الدعا عند الکرب، جلد 2، صفحہ 939، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 250 (10223)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ نوادر الاصول، باب فی کلمات الفرج، صفحہ 213، دار صادر بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 22 (29157)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور قیامت قائم ہونے تک کھڑا رہے گا اور وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اور ایک فرشتہ اس سے پیچھے ہے میں نے اسے مخلوق کی ہر شے سے عظیم دیکھا اور وہ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ اور یہی آسمان کے فرشتوں پر خلیفہ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کچھ فرشتے عرش کا طواف کر رہے ہیں یہاں تک کہ قیامت ہو جانے کی اور وہ اسی حالت پر ہیں گے۔ اور وہ کہتے ہیں "قُدُّوْسٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا إِنَّهُ الْقَوِيُّ مَلَأَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ" اور کچھ فرشتے ان سے پیچھے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چہرے ہیں۔ وہ پروں کے ساتھ ہوا ہے جب کہ یہی ملائکہ المقربین ہیں۔ اور ان سے پیچھے والے فرشتے اس وقت سے سجدے میں ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا۔ سو جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اپنے سر اٹھائیں گے۔ اور جب وہ عرش کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے "سُبْحَانَكَ مَا قَدَرْنَاكَ حَقَّ قَدْرِكَ" تیری ذات پاک ہے ہم اس طرح تیری قدر نہیں کر سکے جس طرح تیری قدرت کا حق تھا۔ پھر میں نے عرش کو دیکھا کہ وہ اس شگاف سے الگ ہو رہا ہے اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ زمین آسمان کے درمیان والے خلا کی طرف وسیع ہو گیا اور وہ ان دونوں کے مابین کے ساتھ متصل ہو گیا۔ پھر وہ باب الجنت سے داخل ہوا اور وہ اس کی قدرت رکھتا تھا۔ پھر وہ مسجد کی طرف وسیع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ صخرہ (چٹان) پر واقع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر اس نے کہا: اے ابن آدم! مجھے کری اور میں نے ایک ایسی آواز سنی ہے کہ کسی نے اس کی مثل آواز کبھی نہیں سنی پھر وہ ختم ہو گئی ہے اور میں اس آواز کی قدرت رکھتا ہوں۔ اور جب اس نے وہ آواز نکالی تو وہ ایک بکھرنے کی طرح تھا جو جمع ہوا اور ایک تیز آواز کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا۔ یا ایک گرد کی طرح تھا جو اٹھا ہو۔ اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دھکیلا اور ان کے بعض بعض سے آگے آ گئے۔ یا وہ اس سے بھی عظیم اور بڑا تھا۔

حزقیل نے کہا جب میں بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اس نے کہا: اے اٹھاؤ کیونکہ یہ عظیم رب ہے جس سے تجھے پیدا کیا گیا ہے پھر اس نے کہا تو اپنی قوم کی طرف چلا جا۔ تو ان پر میری جانب سے ہر والی دستے کی طرح ہے۔ ان میں سے جسے تو نے دعوت دی اور اس نے تیری دعوت کو قبول کر لیا اور وہ تیری راہنمائی کے ساتھ ہدایت پا گیا۔ تو تجھے بھی اس کی مثل اجر ہوگا۔ اور جس سے تو غافل رہا حتیٰ کہ تو نے اسے دعوت حق نہ دی یہاں تک کہ وہ گمراہی میں ہی مر گیا۔ تو تجھ پر بھی اس کے بوجھ کی مثل بوجھ ہوگا اور ان کے بوجھوں سے بھی کسی شے کی کمی نہیں کی جائے گی۔ پھر وہ عرش کے ساتھ بلند ہو گیا اور میں اٹھا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے کی طرف لوٹ آیا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سویا ہوا تھا اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے اٹھایا یہاں تک کہ اس نے مجھے بیت المقدس کے پہاڑ میں پہنچا دیا۔ پس جب میں پانی کے حوض کے پاس پہنچا میرے قدم آگے بڑھ گئے۔ پھر میں اس سے جنت کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی نہروں کے کناروں پر درخت تھے اور وہ درخت ایسا ہے کہ نہ اس کے پتے بکھرتے ہیں اور نہ اس کا ثمر ختم ہوتا ہے۔ پس اس میں طلع (کھجور کا درخت) قضیب (بید کا درخت) نبق (بیری کا درخت) اور قطیف (انگوری بیل) ہیں۔ میں نے پوچھا: جنت کا لباس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جنت کا لباس کپڑے کا ہے جیسا کہ دنیا کا لباس۔ پیدائشی رنگ پر ہوتا ہے جیسے ... پر دانا مالک

(آیاتہا ۱۰۹) سورۃ یونس مکیۃ (رکوعاتہا ۱۱)

امام نحاس، ابو الشیخ، اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: سورۂ یونس مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

امام ابو الشیخ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ سورۂ یونس ساتویں (سورت) شمار کی جاتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انجیل کی جگہ رائیات طواسین تک عطا فرمائی ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت احنف رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ تو آپ نے یونس، ہود اور ان کے سوا سورتیں پڑھیں(1)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡحَكِيۡمِ ۝

"الف، لام، را، یہ آیتیں ہیں کتاب حکیم کی"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الٓرٰ کے بارے فرمایا: یہ فواتح اسماء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے یعنی اسم ہے یہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، بیہقی نے الاسماء والصفات میں اور ابن نجار رحمہم اللہ نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الٓرٰ کا معنی ہے میں اللہ دیکھ رہا ہوں (انا اللہ اری)(2)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی معنی نقل کیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الٓرٰ، حٰم اور نٓ یہ سب اسم مقطعات ہیں (یعنی یہ ایک اسم ہے جسے علیحدہ علیحدہ حروف میں لکھا گیا ہے اور وہ اسم الرحمن ہے)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الٓرٰ، حٰم اور نٓ لفظ رحمن کے متفرق حروف ہیں(3)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 310 (3546)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 93، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے الٓرٰ کے بارے فرمایا: الف، لام اور را میں الفواتح الرحمٰن سے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں تِلْكَ بمعنی ھذہ (یہ) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ کے ضمن میں فرمایا: وہ کتابیں جو قرآن سے پہلے گزر چکی ہیں۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ۝

"کیا (یہ بات) لوگوں کے لیے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان ہی سے ہے کہ ڈراؤ لوگوں کو اور خوشخبری دو انہیں جو ایمان لائے کہ ان کے لیے مرتبہ بلند ہے ان کے رب کے ہاں۔ کفار نے کہا بے شبہ یہ جادوگر ہے کھلا ہوا"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو اہل عرب نے اس کا انکار کر دیا اور ان میں سے جنہوں نے انکار کیا انہوں نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعظم و بلند تر ہے کہ اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بشر ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ بھی فرمایا: وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ۔ الایہ (الانبیاء: 7) (1) پس جب اللہ تعالیٰ نے ان پر دلائل بار بار بیان فرمائے تو انہوں نے کہا: اور جب وہ (رسول) بشر ہی ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا رسالت کا زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۝ (الزخرف) "کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے"۔ وہ کہنے لگے: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شرف والا ہے یعنی مکہ سے ولید بن مغیرہ اور طائف سے مسعود بن عمرو ثقفی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ الایہ (الزخرف: 32) واللہ اعلم۔ "کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟" واللہ اعلم۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد وہ سعادت ہے جس کا تذکرہ ذکر اول میں ان کے لیے پہلے ہو چکا ہے (2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 95، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 96

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے لیے اجر حسن ہے ان اعمال کے عوض جو انہوں نے آگے بھیجا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قدم" سے مراد وہ عمل ہے جو انہوں نے آگے بھیجے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (یٰس: 12) "اور لکھتے ہیں (ان اعمال کو) جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار کو جو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں"۔ آثار سے مراد ان کی گزرگاہ ہے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان کی مسجد میں دو ستونوں کے درمیان سے گزرے پھر فرمایا: اثر لکھ لیا گیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ کا معنی ہے صدق کا ثواب (2)۔

امام ابن ابی حاتم نے ابوالشیخ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ اسی عمل پر اپنے رب کے ہاں آگے بڑھتے ہیں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد خیر اور نیکی ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے۔ یعنی عمل صالح کے ساتھ آگے بڑھنا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی معنی بیان کیا ہے (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت بکار بن مالک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں (یعنی آپ ﷺ کا مرتبہ ان کے رب کے ہاں بہت بلند ہے)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ قیامت کے دن ان کے شفیع ہوں گے (5)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہی قول بیان کیا ہے: "مُحَمَّدٌ ﷺ شَفِيْعٌ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" یعنی حضور نبی رحمت ﷺ قیامت کے دن ان کے لیے شفیع ہوں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے لیے قیامت کے دن سچے شفیع ہیں۔

حضرت حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد سلف صدق ہے (6)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی مصیبت ان کے نبی ﷺ نے برداشت کی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 96، بیروت | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً | 4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 97
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 98 | 6۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 368 (3293)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ رہا یہ ارشاد گرامی قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ تو اس کے بارے ابو الشیخ نے ابو زناد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سلیمان نے سورۂ یونس میں دو آیتوں میں لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ پڑھا ہے (1)۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝

"بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پھر متمکن ہوا عرش پر (جیسے اسے زیبا ہے) ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے کوئی نہیں شفاعت کرنے والا مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے سو عبادت کرو اس کی، تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے اسی کی طرف لوٹنا ہے تم سب نے یہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔ بے شک وہی ابتدا کرتا ہے پیدائش کی پھر وہی دہرائے گا اسے تاکہ جزا دے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، انصاف کے ساتھ۔ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا بوجہ اس کے کہ وہ کفر کرتے رہتے تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کا معنی ہے کہ وہ اکیلے ہر کام کا فیصلہ کرتا ہے اور اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ کی تفسیر میں فرمایا: وہی زندہ کرتا ہے مخلوق کو پھر وہی اسے مارے گا اور پھر وہی اسے زندہ کرے گا (2)۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝

"وہی ہے جس نے بنایا سورج کو درخشاں اور چاند کو نور اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں تاکہ تم جان لو گنتی برسوں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 87، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 98-99

کی اور حساب۔ نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے مگر حق کے ساتھ، تفصیل سے بیان کرتا ہے (اپنی قدرت کی) نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: تمہارے رب نے دو کلموں کے ساتھ کلام فرمایا، ان میں سے ایک سورج بن گیا اور دوسرا چاند۔ یہ دونوں مکمل طور پر نور سے بنے ہیں اور دونوں قیامت کے دن جنت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا کے ضمن میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو چاند کی ہیئت کی طرح نہیں بنایا تاکہ وہ دن سے رات کی علیحدہ پہچان کرا دے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد گرامی ہے فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ۔ الآیہ (الاسراء: 12)

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آفتاب اور مہتاب دونوں کے چہرے (سامنے والی جانب) آسمان کی جانب ہیں اور دونوں کی پشتیں زمین کی طرف ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورج اور چاند دونوں کے چہرے عرش کی طرف ہیں اور دونوں کی پشتیں زمین کی طرف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ان کے سامنے تک گئی۔ جب وہ غروب ہو گئی تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پناہ طلب کر رہی ہے اور آپ نے چاند کو دیکھا جب کہ وہ غروب ہونے کے قریب تھا تو فرمایا: قسم بخدا ایسا اب ہو رہا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: سورج طلوع نہیں ہوتا یہاں تک کہ تین سو ستر فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ کیا تو نے امیہ بن ابی صلت کو یہ کہتے نہیں سنا۔

لَيْسَتْ بِطَالِعَةٍ لَّهُمْ فِي رِسْلِهَا   إِلَّا مُعَذَّبَةً وَإِلَّا تُجْلَدُ

"ہمارے لیے ہمارے رسولوں میں کسی کا (سورج) طلوع نہیں ہوا مگر یہ کہ اسے عذاب دیا گیا اور اسے کوڑے لگائے گئے"۔

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿٦﴾

"بے شک گردش لیل و نہار میں اور جو کچھ پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں (ان میں اس کی)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 129 (34720)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو متقی ہے"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتیفہ عبدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اسے دیکھے بغیر نہ کی جائے تو کسی نے بھی اس کی عبادت نہ کی۔ لیکن مومنین نے رات کے آنے میں غور وفکر کیا کہ اس نے بڑے اندھیرا دیا ہے اور ہر شے کو ڈھانپ دیا ہے اور سلطان دن کے آنے میں غور وفکر کیا کہ جب وہ آیا تو اس نے رات کے لیے کو ختم کر دیا ہے اور ان بادلوں میں غور وفکر کیا جنہیں آسمان و زمین کے درمیان مسخر کر دیا گیا ہے، ستاروں میں اور موسم سرما و گرما میں غور وفکر کیا، تو قسم بخدا! مومنین مسلسل ان چیزوں میں غور وفکر کرتے رہتے ہیں جنہیں ان کے رب تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے یہاں تک کہ ان کے دل اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں یقین کر چکے ہیں۔ گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اسے دیکھ کر ہی کی۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

"بے شک وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی اور خوش وخرم ہیں دنیوی زندگی سے اور مطمئن ہو گئے ہیں اس (کے ساز و سامان) سے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے بسبب ان عملوں کے جو وہ کماتے رہے"۔

ابن جریر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے کہا "اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا" الآیہ سے مراد اہل کفر ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ارشاد گرامی وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اس ارشاد کی مثل ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا (ہود:15) (2)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت یوسف بن اسباط کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا ظالموں کی نعمتوں کا گھر ہے۔ فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دنیا مردار ہے پس جو اس کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کتوں کی مخالطت پر صبر کرے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝

"یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے پہنچائے گا انہیں ان کا رب (منزل مقصود تک) ان کے ایمان کے باعث، رواں ہوں گی ان کے نیچے نہریں نعمت (و سرور) کے باغوں میں"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 103، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً

تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے لیے ایک نور ہو گا جس کی روشنی میں وہ چلیں گے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب اپنی قبر سے باہر نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی خوب صورت اور حسین صورت میں اور پاکیزہ وطیب خوشبو کے ساتھ اس کے سامنے ہو گا، تو وہ اسے کہے گا: تو کون ہے؟ قسم بخدا! میں تجھے سچے آدمی کا چہرہ (حقیقت) دیکھ رہا ہوں۔ وہ اسے جواب دے گا: میں تیرا عمل ہوں۔ پس وہ اس کے لیے ایک نور اور جنت کی طرف راہنمائی ہو گا۔ اور کافر جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا عمل انتہائی بدصورت اور قبیح شکل میں اس کے سامنے ہو گا اور اس سے بدبو آ رہی ہو گی۔ تو وہ اسے کہے گا: تو کون ہے؟ قسم بخدا! بلاشبہ میں تجھے ایک برے انسان کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ تو وہ جواب دے گا: میں تیرا عمل ہوں۔ سو وہ اس کے ساتھ چل پڑے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کر دے گا (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا: بندہ مومن کے عمل کو انتہائی حسین صورت میں ظاہر کیا جائے گا اور اس کی خوشبو انتہائی پاکیزہ ہو گی۔ وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے سامنے آئے گا اور اسے ہر قسم کی بھلائی اور خیر کی بشارت دے گا۔ وہ اس سے پوچھے گا: تو کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پس اسے اس کے سامنے نور بنا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ اور کافر کے عمل کو انتہائی قبیح صورت دی جائے گی اس کی بو انتہائی کریہہ اور ناپسندیدہ ہو گی اور وہ اپنے صاحب (عمل کرنے والے) کے ساتھ چمٹ جائے گا یہاں تک کہ اسے جہنم میں پھینک دے گا (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ کی تفسیر میں حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: یہاں تک کہ ان کا رب انہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بیان فرمایا: اس دن ان میں سے ہر ایک اپنے مقام اور منزل کو اس سے بڑھ کر اور بہتر جانتا ہو گا جتنا کہ تم آج اپنے مقام کو جانتے ہو۔ پھر علماء کے بارے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اتارے گا جس کی سات منازل ہیں اور ان مومنین میں ہر منزل میں سات فضل والے لوگ ہوں گے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز وہ مانگیں گے اور جس کا خیال ان کے دل میں آئے گا، وہ ان کی طرف دوڑتی ہوئی حاضر ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو جائیں گے تو وہ کھانے کے سبب ڈکار مارنے لگیں گے اور اس میں کستوری کی خوشبو ہو گی۔ اس میں حدث لاحق نہیں ہو گا۔ پھر وہ ہر سانس کے ساتھ حمد و ثنا اور تسبیح و تحمید کرنے لگیں گے۔ پھر وہ جنت کے پھل ہر حال میں چنیں گے چاہے وہ بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں یا ٹیک لگائے ہوئے ہوں (المختصر) اور جس حال پر بھی ہوں گے۔ اور جنتی کے منہ تک اس چیز کے پہنچنے سے پہلے دوبارہ وہ چیز پہلے کی طرح اپنے مقام پر لگ جائے گی۔ یہ رحمت کی برکت ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 104، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 104 3۔ ایضاً

اور حسن کی برکت ہے وہ ختم نہیں ہوگی یہ وہ ثمرات ہیں جو کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے۔ جو چیز ان سے لے لی گئی اس کے سبب یہ کم نہیں ہوں گے۔ وہاں میں سے جو چیز باقی بچ جائے گی وہ کبھی فاسد اور خراب نہیں ہوگی۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

"(بہار جنت کو دیکھ کر) ان کی صدا وہاں یہ ہوگی پاک ہے تو اے اللہ اور ان کی دعا یہ ہوگی کہ "سلامتی ہو" اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا"۔

ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو ان کے رب کی جانب سے ان کے لیے جنت میں ہر وہ شے میسر ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ربیع نے فرمایا: اہل جنت کو جب کسی شے کی خواہش ہوگی تو وہ کہیں گے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ تو وہ شے ان کے پاس ہوگی۔ اسی لیے یہ ارشاد گرامی ہے: دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اہل جنت کو جب کھانے کی طلب ہوگی۔ تو کہیں گے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو ان میں سے ہر ایک کے پاس دس ہزار خادم کھڑے ہو جائیں گے ہر خادم کے پاس سونے کا پیالہ ہوگا جس میں ایسا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہیں ہوگا (یعنی ہر ایک کے پاس مختلف اور متنوع کھانا ہوگا)۔ پس وہ ان تمام سے کھائے گا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ (اہل جنت کا) یہ قول جنت میں ہوگا (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج نے فرمایا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ جب کوئی پرندہ اہل جنت کے پاس سے گزرے گا اور وہ اس کی خواہش کریں گے تو کہیں گے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ تو یہ ان کی جانب سے اسے پکار اور صدا ہوگی تو ایک فرشتہ ان کے پاس وہ شے لے کر حاضر ہوگا جس کی وہ تمنا اور آرزو کریں گے۔ اور جب ان کی چاہت اور پسند کے مطابق فرشتہ وہ شے لے کر آئے گا تو وہ انہیں آ کر سلام کہے گا اور وہ اس پر سلام کا جواب لوٹائیں گے۔ جیسا کہ یہ ارشاد ہے: وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور جب وہ اپنی حاجت کے مطابق کھا لیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن ابی ہذیل رحمۃ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَلْحَمْدُ اول کلام بھی ہے اور آخر کلام بھی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 105، بیروت 2۔ ایضاً

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۱

"اور اگر جلد بازی کرتا اللہ لوگوں کو شر پہنچانے میں جیسے وہ جلد بازی کرتے ہیں بھلائی کے لیے تو پوری کر دی گئی ہوتی ان کی میعاد (لیکن یوں نہیں بلکہ) ہم چھوڑے رکھتے ہیں انہیں جو توقع نہیں رکھتے ہماری ملاقات کی تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد انسان کا اپنی اولاد اور مال کے بارے میں ایسا قول ہے جو وہ اس کے لیے غضب اور غصے کی حالت میں کہتا ہے۔ یعنی: اے اللہ! اس میں برکت نہ ڈال اور اس پر لعنت کر۔ وغیرہ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فرمایا: یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا جسے انسان نے بددعا دی (1)۔

ابو الشیخ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو یہ کہنا ہے: اے اللہ! اسے رسوا کر دے، اے اللہ! اس پر لعنت بھیج دے۔ فرمایا: وہ تو پسند کرتا ہے کہ اس کے اس قول کو قبول کر لیا جائے جیسا کہ وہ یہ پسند کرتا ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما کہ اس کی یہ دعا قبول کی جائے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا اپنی ذات اور اپنے مال کے خلاف ایسی دعا کرنا ہے جو مکروہ اور ناپسندیدہ ہو (اور وہ یہ چاہتا ہے) کہ اسے قبول کر لیا جائے (2)۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۳

"اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف (تو اس وقت) پکارتا ہے ہمیں لیٹا ہوا ہو یا بیٹھا ہوا ہو یا کھڑا ہوا ہو پھر جب ہم دور کر دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف (تو) چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہ تھا کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی اسی طرح آراستہ کر دیے گئے حد سے بڑھنے والوں کے لیے وہ کرتوت جو وہ کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 128، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً

عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ آپ تیرہ برس تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے اور آپ کی جانب وحی کی جاتی رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک ہجرت فرما رہے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی (1)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ پس تین سال تک آپ کی نبوت کے ساتھ حضرت اسرافیل علیہ السلام متصل رہے۔ سو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت اور دوسری چیزیں سکھاتے رہے۔ اس دوران قرآن نازل نہ ہوا۔ اور جب تین برس گزر گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی نبوت کے ساتھ منسلک ہو گئے اور پھر آپ کی زبان پر بیس برس تک قرآن نازل ہوا۔ دس سال تک مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ طیبہ میں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیسویں سال کے شروع میں مبعوث فرمایا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس برس تک مدینہ طیبہ میں اور ساٹھ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا (4)۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

"پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو افترا باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا یا جھٹلائے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ بے شک مجرم فلاح نہیں پاتے اور (یہ مشرک) عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ (معبود) ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ آپ فرمایئے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 328 (36544)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 7، صفحہ 237، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 132 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 329 (36552)

کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس بات سے جو وہ نہیں جانتا آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ پاک ہے وہ اور بلند و بالا ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ نضر نے کہا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لات اور عزیٰ میری شفاعت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

"اور نہیں تھے لوگ (ابتدا میں) مگر ایک ہی امت پھر (اپنی کجروی سے) باہم اختلاف کرنے لگے۔ اور اگر ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی آپ کے رب کی طرف سے تو فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان ان امور میں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا معنی ہے کہ "نہیں تھے لوگ (ابتدا میں) مگر اسلام پر"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے کہ ابتدا میں لوگ ہدایت پر تھے پھر باہم اختلاف کرنے لگے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اس حال میں کہ آپ تنہا تھے۔ اور فَاخْتَلَفُوْا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اختلاف اس وقت ہوا جب حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابتدا میں ایک ہی دین کو ماننے والے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ پھر انہوں نے کفر اختیار کیا۔ پس اگر آپ کے رب نے قیامت قائم ہونے کے دن تک انہیں مہلت نہ دے رکھی ہوتی تو ان کے درمیان ان امور میں فیصلہ کر دیا جاتا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

"اور کہتے ہیں کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی آیت ان کے رب کی طرف سے؟ سو آپ فرمائیے غیب تو صرف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 125، بیروت

اللہ کے لیے ہے پس انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ میں انہیں اپنے عذاب اور سزا سے خوف زدہ کیا ہے اور ڈرایا ہے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝

"اور جب ہم لطف اندوز کرتے ہیں لوگوں کو (اپنی) رحمت سے اس تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تو فوراً وہ مکر و فریب کرنے لگتے ہیں ہماری آیتوں میں۔ فرمایئے اللہ زیادہ تیز ہے اس فریب کی سزا دینے میں۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قلم بند کر رہے ہیں جو فریب تم کر رہے ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت میں مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا سے مراد آیات کے ساتھ استہزاء کرنا اور انہیں جھٹلانا ہے۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا: قرآن کریم میں جہاں کہیں لفظ مکر مذکور ہے اس سے مراد عمل ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

"وہی ہے جو سیر کراتا ہے تمہیں خشکی اور سمندر میں یہاں تک کہ جب تم سوار ہوتے ہو کشتیوں میں اور وہ چلنے لگتی ہیں مسافروں کو لے کر موافق ہوا کی وجہ سے اور وہ مسرور ہوتے ہیں اس سے (تو اچانک) آ لیتی ہے انہیں تند و تیز ہوا اور آ لیتی ہیں انہیں موجیں ہر جگہ (طرف) سے اور وہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ انہیں گھیر لیا گیا (تو اس وقت) پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے۔ (کہتے ہیں اے کریم!) اگر تو نے بچا لیا ہمیں اس (طوفان) سے تو ہم یقیناً ہو جائیں گے (تیرے) شکر گزار (بندوں) سے پھر جب وہ بچا لیتا ہے انہیں

پکڑے ہوئے تھا۔ تو اس کی جانب سعید بن حریث اور عمار رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور سعید عمار سے بھی آگے بڑھ گئے اور یہ دونوں میں سے زیادہ مضبوط جوان تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو لوگوں نے اسے بازار میں پایا اور اسے وہیں قتل کر دیا اور عکرمہ بھاگ کر سمندر میں جا کر (کشتی پر) سوار ہو گیا۔ تو انہیں تیز آندھی نے آ گھیرا۔ تو کشتی والوں (ملاحوں) نے کشتی کے سواروں کو کہا تم خلوص ہو جاؤ کیونکہ تمہارے الٰہ تمہیں کسی قسم کا نفع نہیں دے سکتے۔ تو عکرمہ نے کہا: اگر اخلاص کے سوا سمندر میں مجھے کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ تو یقیناً خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اے اللہ! یا شبہ تیرے ساتھ عہد ہے کہ اگر تو میرے (وہ گناہ) معاف فرما دے جن میں میں مبتلا رہا ہوں تو اگر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں۔ تو میں یقیناً انہیں بخشنے والا معاف فرمانے والا اور کریم پاؤں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ حاضر خدمت ہوا اور شرف باسلام ہو گیا۔ رہا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر چھپ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے بلایا تو وہ اسے لے کر آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کو بیعت فرما لیجئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور اس کی طرف تین بار دیکھا۔ ہر بار آپ نے انکار کیا اور پھر تین بار ہوں کے بعد آپ نے اس کی بیعت کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم میں ایک دانا آدمی ہے وہ یہاں کھڑا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ روک لیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے دل میں ہے وہ ہمیں بتا دیتے کیا آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ ہماری طرف اشارہ نہیں کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ نہیں چاہیے کہ اس کی آنکھیں خائن ہوں (1)۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابونعیم، خطیب نے تاریخ میں اور دیلمی رحمہم اللہ نے مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جو اپنے ہی اہل پر لوٹتی ہیں۔ وہ وہ ہیں مکر، نکث (عہد و پیمان توڑنا) اور ظلم و زیادتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ "اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تمہیں پر پڑے گا"۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر: 43) "اور نہیں گھیرتی بری سازش بجز سازشیوں کے"۔ اور فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح: 10) "پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہو گا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن غنم کنانی رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ہیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنے سے اللہ تعالیٰ فارغ ہو چکا ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی بھی قطعاً سرکشی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اور کوئی بھی قطعاً مکر اور دھوکا نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر: 43) اور نہ ہی تم میں سے کوئی بیعت توڑے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 404 (36913)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہے فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح:10)۔

امام حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی نہ کرو ورنہ تو باغی ہوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی نہ کرو ورنہ باغی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والے کی سزا موخر نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکشی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی کرنے سے بڑھ کر کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو اس لائق ہو کہ اللہ تعالیٰ گناہ کرنے والے کو فوراً اور جلدی سزا دے (2)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے الشعب میں حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی کسی کے خلاف بغاوت نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر اظہار فخر کرے (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت بلال بن ابی بردہ رحمہ اللہ کی سند سے کہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ظلم و زیادتی نہیں کرے گا مگر وہی جو ناجائز پیدا ہوا یا اس میں ظلم اور سرکشی کی کوئی رگ ہو (4)۔

امام ابن منذر اور بیہقی نے رجاء بن حیوۃ سے بیان کیا ہے کہ میں نے مسجد منیٰ میں خطیب کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: تین خصلتیں ہیں کہ ان کا وبال اسی پر ہوگا جس نے ان کا ارتکاب کیا۔ سرکشی، مکر، اور بیعت توڑ: (وعدہ خلافی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر:43) فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (الفتح:10) پھر بیان کیا: تین خصلتیں ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب نہیں دے گا اور وہ ہیں۔ شکر، دعا اور استغفار۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء:147) "کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر اگر تم شکر کرنے لگو اور ایمان لے آؤ"۔ اور قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:77) "آپ فرمایئے کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو اگر تم اس کی عبادت نہ کرو"۔ اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال) "اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا انہیں جب تک وہ مغفرت طلب کر رہے ہیں" (5)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تحریم اعراض الناس، جلد 5، صفحہ 285 (6671)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 285 (6670)
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 274 (8133)، عن عیاض بن حمار
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 286 (6675)
5۔ ایضاً (6674)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین خصلتیں ہیں جن میں وہ ہوں گی ان کا وبال انہیں پر پڑے گا۔ اور وہ ہیں مکر، سرکشی اور وعدہ توڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر پہاڑ پہاڑ کے خلاف سرکشی کرے تو ان میں سے سرکشی کرنے والا پاش پاش ہو جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: بندوں میں سے اس سے افضل کوئی نہیں جو سوال کرتا ہے اور دعا کے سوا قضا کو رد کرنے والی کوئی شے نہیں۔ بہت جلد پہنچنے والی بھلائی نیکی کا ثواب ہے اور بہت جلدی پہنچنے والا شر سرکشی کی سزا ہے۔ اور آدمی کے لیے اتنا عیب ہی کافی ہے کہ وہ لوگوں میں ایسی چیزیں دیکھتا ہے جنہیں وہ اپنی ذات میں دیکھنے سے اندھا ہو اور لوگوں کو ایسی چیزوں کا حکم دے جنہیں چھوڑنے کی اسے استطاعت نہ رکھتا ہو اور اپنے ہم نشین کو ایسی شے کے ساتھ اذیت پہنچائے جس کا اس نے قصد نہ کیا ہو (1)۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

"بس حیات دنیوی (کے عروج و زوال) کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے، تو گھنی ہو گئی پانی کے باعث سرسبزی زمین کی جس سے انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی۔ یہاں تک کہ جب لے لیا زمین نے اپنا سنگار اور وہ خوب آراستہ ہو گئی اور یقین کر لیا اس کے مالکوں نے کہ (اب) انہوں نے قابو پا لیا ہے اس پر (تو اچانک) آ پڑا اس پر ہمارا حکم (عذاب) رات یا دن کے وقت پس ہم نے کاٹ کر ڈھیر بنا دیا اسے گویا کل وہ یہاں تھی ہی نہیں۔ یونہی ہم وضاحت سے بیان کرتے ہیں (اپنی قدرت کی) نشانیوں کو اس قوم کے لیے جو غور و فکر کرتی ہے"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ کا معنی ہے (پانی کی نمی کے ساتھ) آمیزش ہوئی تو پانی کے سبب ہر رنگ (کا سبزہ) خوب اگا۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 188، مکتبہ السعادۃ مصر

کے پاس حاضر ہوں حالانکہ رسول اللہ ﷺ سو چکے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس میں انہیں دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو انتہائی عظمت اور شان عطا کی ہے کہ اس کی آنکھ سوئی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر ان میں سے بعض نے دوسرے بعض کو کہا: اس کی مثال بیان کرو اور ہم اس کی تاویل بیان کریں گے یا ہم مثال بیان کرتے ہیں اور تم تاویل بیان کرو گے۔ تو ان میں سے بعض نے کہا: اس کی مثال اس سردار کی مثال کی طرح ہے جس نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ پھر اس نے ایک گھر تعمیر کیا اور پختہ گھر بنایا پھر لوگوں کی طرف پیغام بھیجا۔ پس جو اس کے کھانے کی دعوت میں نہ آئے اس نے انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کر دیا۔ دوسروں نے کہا: پس وہ سردار رب العالمین ہے۔ وہ عمارت اسلام ہے اور کھانے سے مراد جنت ہے اور یہ دعوت دینے والے ہیں۔ پس جس نے ان کی اتباع کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے آپ کی اتباع نہ کی اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا: اے ابن ام عبد! تو نے کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے اس اس طرح دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا: کوئی چیزیں مجھ پر مخفی نہیں ہیں جو انہوں نے کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ملائکہ کی جماعت تھی۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک سردار نے گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا اور پھر دعوت دینے والا بھیجا۔ پس جس نے داعی کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہوا وہاں دستر خوان سے کھانا کھایا اور وہ سردار اس سے راضی ہو گیا۔ خبردار! جان لو۔ بلاشبہ وہ سردار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ دار اسلام ہے۔ وہ کھانا جنت ہے اور وہاں کی طرف دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ اس میں ندا دینے والا ندا دیتا ہے۔ اے خیر اور نیکی کرنے والے آگے آ، اور اے شر اور برائی کرنے والے رک جا۔ تو ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی: کیا آپ اس کا ذکر کتاب میں پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اے خیر اور نیکی چاہنے والے! آگے بڑھتا آ، اور اے شر اور برائی چاہنے والے! رک جا۔

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ جب یہ آیت پڑھتے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ تو کہتے: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ اے ہمارے رب! میں حاضر ہوں۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿26﴾

”ان کے لیے جنہوں نے نیک عمل کیے نیک جزا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور نہ چھائے گا ان کے چہروں پر (رسوائی کا) غبار اور نہ ذلت (کا اثر ہوگا) یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

امام طیالسی، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی نے الرؤیۃ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ اور فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اہل نار جہنم میں چلے جائیں گے تو ندا دینے والا پکارے گا۔ اے اہل جنت! بے شک تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ تمہارے اس وعدہ کو پورا فرما دے۔ تو اہل جنت کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا تو نے ہمارے نیک اعمال کے وزنوں کو بھاری نہیں کر دیا اور ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا، ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور ہمیں جہنم سے دور نہیں ہٹا دیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس ان کے لیے حجاب اٹھا دیا جائے گا اور وہ اپنے رب کریم کے چہرہ قدرت کو دیکھنے لگیں گے۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی شے عطا نہیں فرمائی جو ان کے نزدیک اس کے چہرہ قدرت کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو اور نہ ہی کوئی شے جو اس سے بڑھ کر ان کی آنکھوں کے لیے باعث طراوت وٹھنڈک ہو" وَلَفْظُ: "فَيُكْشَفُ لَهُمُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَيْهِ وَلَا اَقَرَّ لِاَعْيُنِهِمْ" (1)

امام دارقطنی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَلزِّيَادَةُ اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ" یعنی زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی نے الرؤیۃ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک منادی کو بھیجے گا جو ندا دے گا: اے اہل جنت! اور اس کی یہ ندا اتنی بلند آواز کے ساتھ ہوگی کہ ان میں سے پہلے آدمی سے لے کر اہل جنت کے آخری فرد تک سب سنیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ الْحُسْنٰى اور زِيَادَةٌ کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس الْحُسْنٰى تو جنت ہے اور زِيَادَةٌ رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن مردویہ، لالکائی نے السنۃ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اس آیت میں زِيَادَةٌ سے مراد رحمٰن کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی، ابن مردویہ، لالکائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے کتاب الرؤیۃ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ارشاد باری تعالیٰ فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا سے مراد اہل توحید ہے۔ الْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 124، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 123 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125 4۔ ایضاً

کے ضمن میں ارشاد فرمایا جنہوں نے نیک عمل کیے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی الحسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے "أَحْسَنُوا شَهِدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَالْحُسْنَى الْجَنَّةُ، وَزِيَادَةٌ النَّظَرُ إِلَى اللّٰهِ"

امام ابوالشیخ، ابن مندہ نے الرد علی الجہمیہ میں، دارقطنی نے الرؤیۃ میں، ابن مردویہ، لالکائی، خطیب اور ابن النجار رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے مذکورہ آیت کے بارے دریافت کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ان کے لیے نیک جزا ہے اور وہ جنت ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے اور وہ اللہ کریم کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے رب کی طرف بلا کیف، بلا حدود اور بغیر کسی صفت معلوم کے دیکھیں گے (یعنی ذات اللہ تعالیٰ کے اس دیدار کو کسی کیفیت کے ساتھ متکیف کیا جا سکتا ہے نہ ہی وہ محدود ہوگا اور نہ ہی کسی خاص معین صفت کے ساتھ متصف اور مقید ہوگا۔ رب کریم کی ذات ذیشان تمام حدود و قیود سے مبرا اور منزہ ہے) "قَالَ: يَنْظُرُوْنَ إِلَى رَبِّهِمْ بِلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا حُدُوْدٍ وَلَا صِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے سیف البحر کی اور اپنی آواز کو خوب بلند کیا۔ اس سے اس کا مقصود ریا اور شہرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی رضا لکھ دیتا ہے اور جس کے لیے اس نے رضا لکھ دی۔ تو وہ انبیاء اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ساتھ جمع فرمائے گا۔ وہ جنت عدن میں اپنے رب کی طرف اس طرح دیکھیں گے جس طرح دنیا والے سورج اور چاند کی طرف دیکھتے ہیں، دیکھنے میں کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ یعنی الحسنیٰ تو لا الٰہ الا اللہ ہے اور زیادۃ سے مراد جنت اور رب کریم کا دیدار ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، ابن مندہ نے الرد علی الجہمیہ میں، ابن مردویہ، لالکائی، آجری اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے الرؤیۃ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ قول بیان کیا ہے کہ الحسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کا دیدار ہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حارث رحمہ اللہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "الحسنیٰ" سے مراد جنت اور "زیادۃ" سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، لالکائی، آجری اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرہ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، دارقطنی، لالکائی اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 23-122، بیروت   2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 122

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد ان کا اپنے رب کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے (1)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَحْسَنُوْا سے مراد لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ اَلْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ سے مراد رب کریم کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا یعنی وہ لوگ جنہوں نے یہ شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور "اَلْحُسْنٰى" سے مراد جنت ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور لالکائی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اَلْحُسْنٰى اس سے مراد جنت ہے اور زِيَادَةٌ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے اور "القتر" تو اس سے مراد سیاہی ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الرؤیۃ میں حضرت حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ زِيَادَةٌ یہ ایک موتی سے بنا ہوا کمرہ ہے، اس کے چار دروازے ہیں، اس کے کمرے اور دروازے ایک موتی سے بنے ہوئے ہیں (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا یعنی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ اَلْحُسْنٰى یہ جنت ہے "زِيَادَةٌ" فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو جو وہ چاہیں گے انہیں عطا کر دیا جائے گا۔ پھر انہیں کہا جائے گا: بلاشبہ تمہارے حق میں سے ایک شے ابھی تک باقی ہے جو تمہیں عطا نہیں کی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے (اپنی شان قدرت کے مطابق) ظاہر ہو گا تو اس نعمت عظمیٰ کے مقابلہ میں وہ سب نعمتیں جو انہیں عطا کی گئیں وہ حقیر اور صغیر ہو جائیں گی۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى فرمایا اَلْحُسْنٰى جنت ہے اور زِيَادَةٌ اس کا اپنے رب کریم کا دیدار کرنا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور دار قطنی رحمہما اللہ نے حضرت عامر بن سعد بجلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ زِيَادَةٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے (5)۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحُسْنٰى جنت ہے اور زِيَادَةٌ رب عزوجل کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 123، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 124 5۔ ایضاً

اور لالکائی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرۂ قدرت کا دیدار ہے۔

امام ابن جریر اور لالکائی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ عزوجل کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے(1)۔

امام ابن جریر اور لالکائی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ الْحُسْنٰی جنت ہے اور زِیَادَۃٌ سے مراد اللہ تعالیٰ عزوجل کے چہرۂ قدرت کی طرف دیکھنا ہے(2)۔

امام ابن جریر اور لالکائی رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے الْحُسْنٰی کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت ہے اور رہا زِیَادَۃٌ تو یہ رحمٰن کے چہرۂ قدرت کا دیدار کرنا ہے(3) فرمایا: پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دیکھیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ یہ رب کریم کے اس ارشاد کی مثل ہے وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ (ق) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا فرمائے گا۔ اور فرمایا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: 160) "جو کوئی لائے گا ایک نیکی تو اس کے لیے دس ہوں گی اس کی مانند"(4)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی کی تفسیر میں فرمایا: "ان کے لیے جنہوں نے نیک عمل کیے، ان کی جزا بھی انہی کی مثل ہوگی۔ اور فرمایا "زِیَادَۃٌ" اس سے مراد مغفرت اور رضوان ہے(5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی "الزیادہ" سے مراد دس گنا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: 160)(6)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ زِیَادَۃٌ سے مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ اس کی مثل دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک ہے(7)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ زِیَادَۃٌ سے مراد وہ ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں عطا کیا اور قیامت کے دن اس کے بارے ان سے حساب نہیں لے گا(8)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، اور بیہقی رحمہم اللہ نے الرؤیۃ میں حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک جامع کلام ہے، اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ بھی(9)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 125، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 122
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 124
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 125
7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 127
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 126
9۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 112، دار الصمیعی، ریاض

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان کے چہروں کو نہیں ڈھانپے گی۔ "قتر" چہروں کی سیاہی ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے چہروں پر رسوائی نہیں چھائی ہوئی ہوگی۔

امام ابوالشیخ نے ابن مردویہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ کی تفسیر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس طرح بیان کی ہے کہ ان کے اللہ عزوجل کی طرف دیکھنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور دارقطنی رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے بھی اس کی تفسیر میں یہی قول نقل کیا ہے کہ ان کے اپنے رب کا دیدار کرنے کے بعد (نہ ان کے چہروں پر رسوائی کا غبار چھائے گا اور نہ ان پر ذلت کا اثر ہوگا)(2)

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

"اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کی سزا اس جیسی ہوگی اور چھا رہی ہوگی ان پر ذلت نہیں ہوگا ان کے لیے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا گویا ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے کالی رات کے کسی ٹکڑے سے۔ یہی دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جنہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا اس برائی کی سزا جہنم ہے۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ اور ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا گویا کہ ان کے چہرے رات کے انتہائی سیاہ ٹکڑے کے ساتھ ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ اس کا ناسخ سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے۔ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً (البقرہ: ۸۱)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ کا معنی ہے ذلت اور شدت انہیں ڈھانپے ہوئے ہوگی (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ کا معنی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 127، بیروت   2۔ ایضاً   3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ کا معنی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ عاصم سے مراد "مددگار" ہے اور قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد رات کی تاریکی ہے(1)۔

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

"اور (ان کی پشیمانی کا تصور کرو) جس روز ہم جمع کریں گے ان سب کو (میدان حشر میں) پھر ہم حکم دیں گے مشرکوں کو کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ تم اور تمہارے جھوٹے معبود۔ پھر ہم منقطع کر دیں گے ان کے باہمی تعلقات اور کہیں گے ان کے معبود (اے مشرکو!) تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان کہ ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ وہاں آزمائے گا ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا تھا اور انہیں لوٹا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا باندھا کرتے تھے۔ آپ پوچھیے کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور (کون) نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو انتظام فرماتا ہے ہر کام کا؟ تو وہ (جواباً) کہیں گے اللہ! پس آپ کہیے (جب حقیقت یہ ہے) تو تم (شرک سے) کیوں نہیں بچتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ پس حق کے بعد کیا ہے بجز گمراہی کے۔ پھر تمہیں (حق سے) کدھر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 128، بیروت

سورۂ انعام میں ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حشر سے مراد موت ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ کا معنی ہے یعنی ہم ان کے درمیان تفریق ڈال دیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں پر ایک ایسی ساعت آئے گی جس میں انتہائی نرمی ہوگی اور مشرکین اہل توحید کے سامنے یہ ظاہر کریں گے کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ چنانچہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (الانعام) "اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (الانعام) "دیکھو کیسا جھوٹ باندھا انہوں نے اپنے نفسوں پر اور گم ہو گئیں ان سے جو افترا پردازیاں کیا کرتے تھے"۔ پھر اس کے بعد ایک ساعت ہوگی جس میں سختی کی شدت ہوگی۔ ان کے وہ (بت) جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے انہیں نصب کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہی ہیں وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے: ہاں۔ یہی ہیں جن کی ہم عبادت کرتے تھے تو وہ الٰہ انہیں کہیں گے: قسم بخدا! ہم نہ سنتے تھے، نہ دیکھتے تھے، نہ عقل رکھتے تھے اور نہ ہی ہم یہ جانتے تھے کہ تم ہماری عبادت کر رہے ہو۔ تو وہ جواباً کہیں گے: کیوں نہیں، قسم بخدا! ہم تمہاری ہی عبادت کرتے تھے تو ان کے الٰہ انہیں کہیں گے: فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کے لیے ان معبودان باطلہ کی تمثیل بنائی جائے گی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے۔ وہ ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں جہنم میں داخل کر دیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح قرأت کرتے تھے "هُنَالِكَ تَتْلُوْا" یعنی تاء کے ساتھ۔ فرمایا اس کا معنی ہے وہاں ہر شخص اتباع کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا تھا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی تَتْلُوْا نقل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تتلوا کا معنی اتباع کرنا اور پیچھے پیچھے چلنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تبلو بمعنی تختبر ہے۔ یعنی وہاں ہر شخص کو آزمایا جائے گا(2)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 130، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 131

الْحَقِّ شَيْئًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

"(اے حبیب!) آپ پوچھیے کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ہے جو آغاز آفرینش بھی کرے پھر (فنا کے بعد) اسے لوٹا بھی دے۔ آپ ہی فرمائیے اللہ ہی آفرینش کی ابتدا بھی کرتا ہے اور (فنا کے بعد) اسے لوٹاتا بھی ہے۔ پس (ہوش کرو) تم کدھر بھٹکے جاتے ہو آپ پوچھیے کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی حق کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے (خود ہی جواب) فرمائیے اللہ ہی حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ تو کیا جو راہ دکھائے حق کی وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔ (اے مشرکین!) تمہیں کیا ہو گیا؟ تم کیسے غلط فیصلے کرتے ہو؟ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر محض وہم و گمان کی۔ بلاشبہ وہم و گمان بے نیاز نہیں کر سکتا حق سے ذرہ بھر۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو اللہ تعالیٰ (کی وحی آئے بغیر) بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے اس (وحی) کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور الکتاب کی تفصیل ہے ذرا شک نہیں اس میں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے (اتری) ہے کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے۔ آپ فرمائیے پھر تم بھی لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور (امداد کے لیے) بلا لو جن کو تم بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر تم (اپنے الزام میں) سچے ہو بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس چیز کو جسے وہ پوری طرح جان نہ سکے اور نہیں آیا ان کے پاس اس کا انجام۔ اسی طرح (بے علمی سے) جھٹلایا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے پھر دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا۔ اور ان میں سے کچھ ایمان لائیں گے اس پر اور ان میں سے کچھ ایمان نہیں لائیں گے اس پر اور آپ کا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد باری تعالیٰ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى کی تفسیر میں فرمایا: (یا وہ جو خود ہی راہ نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے) کہ اس سے مراد بت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے سوا جس کی چاہے راہنمائی فرماتا ہے(1)۔

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

"اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔ تم بری الذمہ ہو اس سے جو میں کرتا ہوں اور میں بری الذمہ ہوں اس سے جو تم کرتے ہو اور ان میں سے کچھ (بظاہر) کان لگاتے ہیں آپ کی طرف، تو کیا آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو اگرچہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں اور ان میں سے کچھ (بظاہر) دیکھتے ہیں آپ کی طرف۔ تو کیا آپ راہ دکھاتے ہیں اندھوں کو خواہ وہ کچھ نہ دیکھتے ہوں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ ... الآیہ کے ضمن میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا حکم دیا، پھر اسے منسوخ کر دیا۔ پھر آپ کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم فرمایا(2)۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

"بیشک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر ذرہ برابر۔ لیکن لوگ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام قرار دے رکھا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

"اور جس روز اللہ تعالیٰ جمع کرے گا انہیں (وہ خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی، پہچانیں گے ایک دوسرے کو (جب قیامت کھڑی ہوگی)۔ یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اور وہ ہدایت یافتہ نہیں تھے"۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو الشیخ رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ کی تفسیر میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 135، بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 138

فرمایا کہ آدمی اپنے ساتھی کو اپنے پہلو میں پہچان لے گا لیکن اس کے ساتھ کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ۝ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۝ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۝ وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۝ وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝

"اور خواہ ہم دکھا دیں آپ کو کچھ (عذاب) جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے ان سے یا (پہلے ہی) ہم اٹھا لیں آپ کو۔ ہر حالت میں ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس پر جو وہ کرتے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے پس جب آ گیا ان کا رسول (اور انہوں نے اس کو جھٹلایا) تو فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ کہتے ہیں کب پورا ہوگا یہ (عذاب کا) وعدہ اگر تم سچے ہو آپ کہیے میں مالک نہیں اپنے آپ کے لیے ضرر کا اور نفع کا مگر جتنا چاہے اللہ تعالیٰ۔ ہر قوم کے لیے میعاد مقرر ہے جب آ گئی ان کی مقررہ میعاد تو نہ وہ پیچھے رہ سکیں گے ایک لمحہ اور نہ آگے بڑھ سکیں گے آپ فرمایئے (اے منکرو!) ذرا غور

تو کیا ذکر کیا جائے تم پر اس کا عذاب راتوں رات یا دن دہاڑے (تو تم کیا کر لو گے) کس چیز کا جلدی مطالبہ کر رہے ہیں اس سے مجرم کیا جب عذاب نازل ہو جائے گا تب ایمان لاؤ گے اس پر۔ (فرشتے انہیں کہیں گے) اب (آنکھیں کھلیں) تم تو اس عذاب کے لیے بڑی جلدی مچا رہے تھے۔ پھر کہا جائے گا ظالموں سے کہ چکھو (اب) دائمی عذاب (کا مزہ) یا تمہیں بدلہ دیا جائے گا بجز اس کے جو تم کمایا کرتے تھے۔ اور وہ دریافت کرتے ہیں آپ سے کیا یہ واقعی سچ ہے؟ آپ فرمائیے ہاں! بخدا یہ سچ ہے اور تم (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اگر ہر ظالم شخص کے لیے روئے زمین کی دولت ہو تو بھی وہ ضرور ساری دولت بطور فدیہ دے دے اور وہ ظالم دل ہی دل میں پچھتانے لگے، جب دیکھا انہوں نے عذاب کو اور فیصلہ کر دیا گیا ان کے درمیان انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ سن لو! بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں۔ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: اگر ہم آپ کو دکھا دیں آپ کی زندگی میں عذاب کی کوئی قسم اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا پہلے ہی ہم آپ کو اٹھا لیں۔ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ہر حالت میں ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے۔ اور اس ارشاد گرامی وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ کے بارے فرمایا: قیامت کے دن (انہوں نے ہماری طرف ہی لوٹنا ہے)(1)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

"اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے اور (آ گئی ہے) شفا ان روگوں کے لیے جو سینوں میں ہیں اور (آ گئی ہے) ہدایت اور رحمت اہل ایمان کے لیے"۔

امام طبرانی اور ابو الشیخ دونوں نے حضرت ابو الاحوص سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میرا بھائی اپنے پیٹ میں درد کی شکایت کر رہا ہے اور اس کے لیے شراب تجویز کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور خبیث چیز میں شفا نہیں رکھی۔ بلاشبہ شفا دو چیزوں میں ہے قرآن کریم اور شہد۔ ان دونوں میں ان تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے جو سینوں میں ہیں اور (یہ دونوں) لوگوں کے لیے باعث شفاء ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفا بنایا ہے اور تمہارے امراض کے لیے اسے شفا نہیں بنایا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 143، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن منذر، اور ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں اپنے سینے میں درد محسوس کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھا کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے حلق میں درد کی شکایت کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے اوپر قرآن پڑھنا لازم کر لے (1)۔

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہے کہ دو چیزیں باعث شفا ہیں: ایک قرآن اور دوسرا شہد۔ پس قرآن سینوں کے روگوں کے لیے باعث شفا ہے اور شہد ہر بیماری کے لیے باعث شفا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے مریض کے پاس جب قرآن کریم پڑھا جائے تو وہ اپنے لیے آسانی اور راحت پاتا ہے۔ سو میں حضرت خیثمہ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گیا اور میں نے کہا: بلاشبہ میں تجھے اچھا اور صحت مند دیکھ رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا: آج میرے پاس قرآن کریم پڑھا گیا ہے (2)۔

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾

"(اے حبیب!) آپ فرمائیے یہ کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے، پس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں"۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن انباری نے المصاحف میں، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں کئی طرق سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھ پر قرآن پڑھوں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرا نام لے کر کہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا: کون سی شے مجھے اظہار فرحت سے روک سکتی ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡتَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا تَجۡمَعُوۡنَ آپ نے اسی طرح اس آخری لفظ کو تا کے ساتھ پڑھا ہے (3)۔

امام طبرانی، ابو داؤد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پڑھا ہے: فَبِذٰلِکَ فَلۡتَفۡرَحُوۡا یعنی تا کے ساتھ۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 519 (2580)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 518 (2579)
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 314، دار الصمیعی الریاض

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تاء کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔ یعنی "فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ" (1)

امام ابن ابی عدی، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس طرح قرأت فرماتے تھے۔ "فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا"

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے تمہیں اہل قرآن بنایا۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسلام ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت قرآن ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ اس نے تمہیں اہل قرآن بنایا(4)۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فضل علم ہے اور اس کی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد قرآن کریم ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فضل اور رحمت دونوں سے مراد قرآن کریم ہے(6)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمت سے مراد اسلام ہے(7)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ہلال بن یسار رحمہ اللہ علیہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد وہ اسلام ہے جس کے ذریعہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور رحمت سے مراد وہ قرآن ہے جو اس نے تمہیں سکھایا(8)۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ہلال بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد اسلام

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 146، دار احیاء التراث العربی بیروت　　2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 317

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 145　　4۔ ایضاً

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 132 (30070)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ　　6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 145

7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 145　　8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 144

اور رحمت سے مراد قرآن ہے(1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے(2)۔

امام خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رحمت سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوالقاسم ابن بشران رحمہ اللہ نے امالیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس کی راہنمائی اسلام کی طرف فرمائی اور اسے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا۔ پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ فقر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دے گا یہاں تک کہ وہ اسے جا ملے گا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ یعنی یہ اس سامان دنیا اور مال و متاع سے بہتر ہے جو اموال وہ جمع کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: جب تو کوئی نیک اور اچھا عمل کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تو اس پر اظہار خوشی کیا کر۔ یہ اس سامان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو وہ سامان دنیا میں جمع کرتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اطاعت و عبادت کرنا بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں مثلاً اموال، کھیتی اور چوپائے وغیرہ(3)۔

امام ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ایفع الکلاعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب عراق کا خراج حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کا غلام دونوں نکلے اور اونٹوں کو گننے لگے لیکن وہ اس سے بہت زیادہ تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ کہنے لگے: الحمد للہ۔ اور آپ کا غلام یہ کہنے لگا: قسم بخدا! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے جھوٹ کہا ہے یہ وہ نہیں ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ الآیہ۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ مَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 144، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 145

"آپ فرمایئے بھلا بتاؤ تو جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا۔ پس بنا لیا تم نے اس سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال۔ پوچھیے کیا اللہ تعالیٰ نے (ایسا کرنے کی) تمہیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو افترا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹا کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اہل شرک ہیں۔ وہ کھیتی اور چوپاؤں میں سے جن کے بارے چاہتے انہیں حلال قرار دیتے تھے اور جنہیں چاہتے انہیں حرام قرار دے دیتے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید مولیٰ ابی اسید انصاری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل مصر کا ایک وفد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کی: مصحف کھولیے اور السابعہ کھولیے وہ سورۂ یونس کو السابعہ کا نام دیتے تھے۔ پس آپ نے یہ سورت پڑھی جب آپ اس آیت پر پہنچے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا تو انہوں نے آپ سے عرض کی: ٹھہر جایئے۔ آپ کا کیا خیال ہے جو آپ نے سرکاری چراگاہیں بنا رکھی ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے یا آپ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اسے جاری رکھیے کیونکہ یہ آیت تو اس اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رہا مسئلہ چراگاہوں کا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کے لیے بنائی تھیں۔ اور جب مجھے والی بنایا گیا اور صدقہ کے اونٹوں میں اضافہ ہوا تو میں نے چراگاہوں میں اضافہ کر دیا (2)۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿61﴾

"اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں اور نہ آپ تلاوت کرتے ہیں کسی حال میں کچھ قرآن اور (اے لوگو!) نہ تم کچھ عمل کرتے ہو مگر (ہر حال میں) ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب بھی تم شروع ہوتے ہو کسی کام میں۔ اور نہیں چھپا ہوا آپ کے رب سے ذرہ برابر بھی زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہیں کوئی چھوٹی چیز اس ذرہ سے اور نہ بڑی مگر وہ روشن کتاب (لوح محفوظ) میں ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِذْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 1، صفحہ 147، بیروت

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 520 (37690)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اور کتاب کے ساتھ وہ قائم ہیں اور ان کے ساتھ کتاب گفتگو کرتی ہے اور وہ اس کتاب کے ساتھ وہ گفتگو کرتے ہیں۔ ان کے سبب کتاب کا علم ہے اور اس کے سبب وہ عالم ہیں۔ جس چیز کو انہوں نے نہیں پایا اسے پانے کی وہ خواہش نہیں رکھتے اور جس شے کی وہ امید رکھتے ہیں اس سے کسی دوسری کو وہ ترجیح نہیں کرتے اور جن چیزوں سے وہ خوف کھاتے اور پرہیز کرتے ہیں ان کے سوا وہ کوئی خوف نہیں رکھتے (1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے "هُمُ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ" (2)

امام طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو ان کے دیدار کے سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مبارک، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اولیاء اللہ کو دیکھنے کے سبب بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے (3)۔

امام ابن مبارک، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، بزار، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے (4)۔

امام ابو الشیخ نے مسعر کی سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

امام ابن مردویہ نے مسعر بن الاخنس کی سند سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابو الضحیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری کر دے (5)۔

امام احمد، ابن ماجہ، حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسماء بنت یزید سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے اخیار اور اولیاء کے بارے خبر نہ دوں؟ تمام نے عرض کی: کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے باکمال (اولیاء) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے (6)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث بیان کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ اللہ

1۔ کتاب الزہد، باب [illegible] عیسیٰ علیہ السلام، صفحہ 78، بیروت — 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 153، بیروت

3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 152 — 4۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 140، دار صادر بیروت

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 195 (35279)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

6۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، جلد 4، صفحہ 3/4 (4119)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ہیں۔ لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور مجلس کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ تو ایک اعرابی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں ان کے اوصاف بتائیے۔ ہمارے لیے انہیں وضاحت سے بیان فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ انسانی قوم ہے جو قبائل سے دور مختلف اطراف کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے قیامت کے دن نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف زدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وہی وہ اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ "قال: من افناء الناس من نزاع القبائل قوم في الله وتحابوا في الله، يضع الله لهم يوم القيامة منابر من نور فيجلسهم، يخاف الناس ولا يخافون، هم اولياء الله الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون"

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بندہ صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہی کسی سے بغض رکھے۔ اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بغض رکھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بے شک میرے بندوں میں سے میرے دوست اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے برے وہ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں اور گناہ سے بری لوگوں کو گناہ کا الزام دیتے ہیں (2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے خیار اور باکمال لوگ وہ ہیں کہ جن کی رؤیت تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے، ان کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور ان کا عمل آخرت کی جانب تمہیں راغب کر دے (3)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کن کے ساتھ ہمارا بیٹھنا اچھا اور بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی جسے دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے ایمان میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے (4)۔

1۔ نوادر الاصول از حکیم ترمذی، جلد 1، صفحہ 420، مطبوعہ دار صادر بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 207

3۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 340، مطبوعہ دار صادر بیروت — 4۔ ایضاً

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون افضل ہے تاکہ ہم اسے ہم نشین اور معلم بنائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہ جب اسے دیکھا جائے تو اس کی رؤیت سے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔ "قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا اَفْضَلُ كَيْ نَتَّخِذَهٗ جَلِيْسًا مُعَلِّمًا؟ قَالَ: اَلَّذِيْ اِذَا رُئِيَ ذُكِرَ اللّٰهُ بِرُؤْيَتِهٖ"

امام ابوداؤد، ہناد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو بغیر اموال و انساب کے خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (1)

امام ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مقام و مرتبہ پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہے جو اموال و انساب کے تعلق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ نور کے منبروں پر ان کے چہرے منور اور روشن ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی (2)۔

امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخوان میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ ہی شہداء ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب اور ان کی نشست پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ ایک اعرابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اوصاف بیان فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دور دراز قبائل کے مسافر اور لوگوں کی اولاد میں سے متفرق لوگ ہیں۔ ان کے درمیان باہم قرابت داری کا کوئی رشتہ موجود نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وہ ایک دوسرے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے لیے نور کے منبر بچھائے گا اور وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ گھبرا جائیں گے اور انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ وہی اولیاء اللہ ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (4)۔

1۔ نوادر الاصول، باب فی علامات اولیاء اللہ، صفحہ 141، بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 486 (8998)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 485 (8997)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 153، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری محبت میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے ثابت ہو چکی ہے۔ میری رضا کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے اور میری رضا کے لیے باہم مل کر بیٹھنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میری مساجد کو میرے ذکر سے آباد کرتے ہیں، لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور انہیں میری اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف بلاتے ہیں۔ یہی میرے اولیاء ہیں جنہیں میں اپنے عرش کے سائے میں سایہ عطا فرماؤں گا اور انہیں اپنے جوار میں سکونت عطا کروں گا، انہیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھوں گا اور انہیں عام لوگوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل کروں گا۔ وہ اس میں طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مذکورہ آیت طیبہ پڑھی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت معاذ بن جبل سے حمص میں ملا تو میں نے کہا: قسم بخدا! یا شبہ میں تجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا تجھے بشارت ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے اس دن عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان کے مقام اور مرتبہ کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ پھر میں نکلا اور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان کے ساتھ گفتگو کی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کی۔ تو پھر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ میری خوشنودی کے لیے باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ اور میری رضا میں خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے۔ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام اور صدیقین ان پر رشک کریں گے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں کے لیے سرخ یاقوت کے ستون

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 45 (34120)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

ہوں گے اور ستونوں کے سرے بھی سرخ یاقوت کے ہوں گے۔ ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے۔ تو ان میں سے بعض بعض کو کہیں گے: ہمیں لے چلو یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا میں باہم محبت کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ پس جب وہ ان پر جھانکیں گے تو ان کا حسن اہل جنت کو اس طرح روشن کر دے گا جس طرح سورج اہل دنیا کو روشن کرتا ہے وہ سبز ریشم کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ ”هٰؤُلَاءِ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ“ (1)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن سابط سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ رحمٰن کی دائیں جانب اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دست قدرت دائیں ہی ہیں۔ نور کے منبروں پر ایک قوم ہوگی۔ ان کے چہرے نور ہوں گے اور ان پر سبز لباس ہوگا۔ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے لیے ان کی رؤیت سے حجاب بن جائے گا۔ وہ نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء۔ یہ قوم ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال کے سبب اس وقت باہم محبت کی جب کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی تھی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب کے سبب انبیاء علیہم السلام اور شہداء پوچھیں گے۔ یہ کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہی وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی مالی منفعت کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مال کی مہربانی کرتے تھے حالانکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی (3)۔

امام احمد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کے کمرے جنت میں یوں اس طرح دکھیں گے جیسا کہ وہ ستارہ جو مشرق یا مغرب کی جانب سے طلوع ہوتا ہے تو کہا جائے گا: یہ کون ہیں؟ جواب دیا جائے گا: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے باہم محبت کرنے والے ہیں (4)۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾

”انہیں کے لیے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، نہیں بدلتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔“

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عطاء بن یسار سے اور انہوں نے

1۔ نوادر الاصول، باب فرق ما بین مراتب الدرجات، صفحہ 273، دار صادر بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 45 (34035)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ ایضاً (34096)
4۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 87، دار صادر بیروت

اہل مصر میں سے ایک آدمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کے بارے کسی نے بھی مجھ سے نہیں پوچھا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس وقت مجھے فرمایا تھا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تیرے سوا کسی نے بھی اس کے بارے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ یہ اچھے خواب ہیں جو نیک مسلمان دیکھتا ہے یا مسلمان کو دکھائے جاتے ہیں۔ پس یہ دنیوی زندگی میں اس کے لیے بشارت ہے اور آخرت میں اس کے لیے بشارت جنت ہے (1)۔

امام طیالسی، احمد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ، حکیم ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اچھے خواب ہیں جو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں (2)۔

امام احمد، ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھے خواب ہیں جن کے سبب مومن کو بشارت دی جاتی ہے اور یہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔ پس جو انہیں دیکھے اسے چاہیے کہ وہ ان کے بارے بتا دے اور جو کوئی اس کے سوا کچھ دیکھے تو وہ شیطان کی جانب سے ہوگا تا کہ وہ اسے غمزدہ کرے۔ اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے اور خاموش رہے اور اس کے بارے کسی کو نہ بتائے (3)۔

امام ابن جریر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: دنیا میں اچھے خواب ہیں جو ایک نیک بندہ دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اور آخرت میں جنت ہے (4)۔

امام ابن سعد، بزار، ابن مردویہ، خطیب نے المتفق والمفترق میں رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب سے بیان کیا ہے (اور یہ انصاری صحابی ہیں) کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں (5)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ، ابوالقاسم بن مندہ نے کتاب سوال القبر میں ابو جعفر کی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے بتائیے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا سے مراد

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 155، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 154
3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 155
4۔ ایضاً
5۔ طبقات کبریٰ، جلد 3، صفحہ 573، مطبوعہ دار صادر بیروت

اچھے خواب ہیں جو مومن کو دکھائے جاتے ہیں اور ان کے سبب اسے دنیا میں بشارت دی جاتی ہے۔ اور ارشاد گرامی وَفِي الْآخِرَةِ تو یہ موت کے وقت مومن کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اور اسے جو تجھے قبر تک اٹھا کر لایا ہے معاف فرما دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو سفیان رحمہ اللہ کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اسی ارشاد باری تعالیٰ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے کسی نے مجھ سے نہیں پوچھا، یہ اچھے خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اور آخرت میں جنت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے الْبُشْرٰی کے بارے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا خواب ہے جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے اسی ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ اچھا خواب ہے جسے مسلمان اپنی ذات کے لیے یا اپنے بھائیوں میں سے کسی کے لیے دیکھتا ہے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وصال کے دوران پردہ اٹھایا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مبشرات نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے اچھے خوابوں کے جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، احمد اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے مبشرات کے میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: اچھے خواب ہیں (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نبوت ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی نبوت نہیں، اور مبشرات باقی ہیں اور وہ مسلمان کے اچھے خواب ہیں جنہیں وہ دیکھتا ہے یا جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو چکی ہیں، میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: وہ مسلمان کے خواب ہیں اور یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہیں (4)۔

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 158، بیروت　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 173 (30454)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 322 (1068)، دار الصمیعی الریاض　4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 173 (30467)، مدینہ منورہ

فرمایا: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد مبشرات کے سوا نبوت میں سے کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: اچھے خواب ہیں جنہیں ایک آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں (1)۔

امام ابن ماجہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ام کرز الکعبیہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ نبوت ختم ہو چکی ہے اور مبشرات باقی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو قریب ہے کہ مومن کا خواب جھٹلا دیا جائے اور ان میں سے جو زیادہ سچ بولنے والا ہو گا اسی کا خواب زیادہ سچا ہو گا۔ مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور خواب تین قسم کے ہیں۔ پس اچھے خواب تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہیں۔ ایک وہ خواب ہے جس سے شیطان غمزدہ کرتا ہے۔ اور ایک وہ خواب جس کے سبب آدمی اپنے آپ سے بات کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اٹھے اور تھوک دے اور اس کے بارے لوگوں سے گفتگو نہ کرے۔ حالت خواب میں قید پسندیدہ ہے اور ہتھکڑی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اور قید سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے (3)۔ ابن ماجہ کے اضافہ کا مفہوم یہ ہے جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے خوش کرے تو اسے چاہیے کہ اگر وہ پسند کرے تو اسے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ شے دیکھے تو پھر اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور چاہیے کہ اٹھے اور نماز پڑھے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے (4)۔

امام بخاری، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے سنا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو گا۔ پس اسے چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے، وہ اسے بیان بھی کرے۔ اور جب کوئی اس کے سوا دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو شیطان کی جانب سے ہو گا۔ تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔ کیونکہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اچھا خواب چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 129، دار صادر بیروت
2۔ سنن ابن ماجہ مع شرح، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 339 (3896)، بیروت
3۔ سنن ترمذی، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 401 (2270)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ صحیح بخاری، باب الرؤیا الصالحۃ، جلد 2، صفحہ 1035، کراچی
5۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 1043، قدیمی کتب خانہ کراچی

اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور جب تک وہ اسے بیان نہ کرے وہ اس آدمی پر اڑتا رہتا ہے اور جب وہ اسے بیان کر دے تو وہ گر جاتا ہے(1)۔

امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رؤیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور حلم (خواب) شیطان کی جانب سے ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی ایسی شے دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے پھر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھے۔ تو یہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گی(2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عوف بن مالک اشجعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رؤیا (خواب) تین قسم کے ہیں: شیطان کی جانب سے خوف زدہ کرنا تاکہ وہ اس کے ذریعے انسان کو غمگین کر دے۔ اور خواب میں سے یہ امر بھی ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں اپنے آپ سے جو باتیں کرتا ہے تو وہی حالت خواب میں دیکھتا ہے اور خواب کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے(3)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں حضرت حمید بن ابی واصل رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے نیند کی حالت میں عتاب کرتا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ارشاد باری تعالیٰ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ہی ہے۔ فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (الاحزاب)(4)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مقسم رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو آیتیں ہیں جن کے ساتھ مومن کو اس کی موت کے وقت بشارت دی جائے گی: اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس) اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (فصلت: 30)

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابو القاسم بن مندہ رحمہم اللہ نے کتاب سوال القبر میں بیان کیا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے ضمن میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ مرنے سے پہلے جان لے گا کہ وہ کہاں ہوگا(5)۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری اور قتادہ رحمہما اللہ دونوں نے کہا: اس سے مراد موت کے وقت کی بشارت ہے(6)۔

1۔ سنن ابن ماجہ، تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 345 (3914)

2۔ سنن ابن ماجہ، باب تعبیر الرؤیا، جلد 4، صفحہ 343 (3909) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 181، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ		4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 158

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 220 (35499)		6۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 176، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے خطبہ دیا اور کہا کہ ابن زبیر نے کتاب اللہ کو بدل دیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو اس کی طاقت رکھتا ہے نہ ابن زبیر اس کی طاقت رکھتا ہے۔ اور نہ ہی تو اس کے ساتھ ہے لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی"۔

وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۭ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ۭ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۝

"اور (اے محمد ﷺ) آپ کو ان کی باتیں غمگین نہ کریں بے شک ساری عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔ خبردار! بے شک اللہ کے لیے ہی ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور کس چیز کی پیروی کر رہے ہیں جو لوگ پکار رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسرے) شریکوں کو؟ نہیں پیروی کر رہے مگر وہم و گمان کی اور نہیں وہ مگر اٹکلیں دوڑا رہے ہیں"۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انہیں اس بات نے کوئی نفع نہ دیا جو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے اور وہ اپنے کفر پر قائم رہے تو رسول اللہ ﷺ پر یہ بات گراں گزری تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۭ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ جو وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے وہ جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے تو وہ تمہیں ان پر غالب کر دے۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِیُّ ۭ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 56، بیروت

"وہی ہے جس نے بنائی تمہارے لیے رات تاکہ تم آرام کرو اس میں اور روشن دن بنایا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے) سنتے ہیں۔ انہوں نے کہا بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا۔ وہ پاک ہے، وہ تو بے نیاز ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں تمہارے پاس کوئی دلیل اس (بیہودہ بات) کی، کیا بہتان باندھتے ہو اللہ تعالیٰ پر جس کا تمہیں علم ہی نہیں۔ آپ فرمایئے جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے (چند روزہ) لطف اندوزی ہے دنیا میں پھر ہماری طرف ہی انہیں لوٹنا ہے پھر ہم چکھائیں گے انہیں سخت عذاب بوجہ اس کے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا کا معنی ہے اور دن کو روشن (بنایا) یعنی مبصر بمعنی منور ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس (اس بیہودہ بات) کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یعنی اس میں اِن بمعنی مَا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰي قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

"اور آپ پڑھ سنایئے انہیں نوح (علیہ السلام) کی خبر جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر گراں ہے تم پر میرا قیام اور میرا پند و نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے پس (سن لو) میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیا سو تم بھی کوئی حتمی فیصلہ کر لو اپنے شریکوں سے مل کر پھر نہ ہو تمہارا یہ فیصلہ تم پر مخفی پھر کر گزرو میرے ساتھ (جو جی میں آئے) اور مجھے مہلت نہ دو۔ پس اگر تم منہ موڑے رہو تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کچھ اجر نہیں میرا اجر

مگر اللہ کے ذمہ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں مسلمانوں سے۔ تو آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے نجات دی انہیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے بنا دیا انہیں ان کا جانشین اور ہم نے غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ذرا دیکھو کیسا انجام ہوا ان کا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ پھر ہم نے بھیجے نوح علیہ السلام کے بعد اور رسول ان کی قوموں کی طرف پس وہ لائے ان کے پاس روشن دلیلیں تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے اس پر جسے وہ جھٹلا چکے تھے پہلے۔ یونہی ہم مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اعرج رحمہ اللہ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: تم اپنے معاملہ کا فیصلہ کر لو اور اپنے شریکوں کو بھی بلا لو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہی الفاظ کی تفسیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چاہیے کہ تم اپنے ساتھ جمع کر لو۔ ان کے معبودوں کو اکٹھا کر لو۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم پر تمہارا فیصلہ کرنا دشوار نہ ہو۔ پس تم فیصلہ کرو جو تم فیصلہ کرنے والے ہو1۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ کا معنی ہے پھر میری طرف تیزی سے چلے آؤ اور وَ لَا تُنْظِرُوْنِ اور مجھے مہلت نہ دو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ کا معنی ہے۔ پھر میرے ساتھ وہ کر گزرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے2۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝ قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ۝ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ۝ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ۝ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 155، بیروت

مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

"پھر ہم نے بھیجا ان رسولوں کے بعد موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیوں کے ساتھ تو فرعونیوں نے غرور وتکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ پھر جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یقیناً یہ کھلا جادو ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا (تعجب سے اے قوم) کیا تم کہتے ہو (ایسی بات) حق کے متعلق جب وہ تمہارے پاس آیا (سوچو!) کیا یہ جادو ہے؟ اور نہیں کامیاب ہوتے جادوگر۔ کہنے لگے کیا تم اس لیے آئے ہو ہمارے پاس تاکہ ہٹا دو ہمیں اس (دین) سے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادا کو اور ہو جائے صرف تم دونوں کے لیے بڑائی سرزمین (مصر) میں۔ اور ہم لوگ تو تمہیں نہیں مانیں گے۔ اور فرعون نے حکم دیا (فوراً) لے آؤ میرے پاس ہر ماہر جادوگر۔ پھر جب آگئے جادوگر تو کہا انہیں موسیٰ (علیہ السلام) نے ڈالو (میدان میں) جو تم ڈالنے والے ہو۔ پھر جب ڈال دیا انہوں نے تو موسیٰ نے فرمایا یہ جو تم لائے ہو یہ جادو ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ملیامیٹ کردے گا اسے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سنوارتا شریروں کے کام کو اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کر دکھاتا ہے اپنے ارشادات سے اور خواہ ناپسند کریں (اسے) مجرم۔"

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لِتَلْفِتَنَا کا معنی ہے لِتَلْوِيَنَا "تاکہ تو ہمیں موڑ دے اور پھیر دے"[1]۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی لفظ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: تاکہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے روک دو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آیت میں الْكِبْرِيَاءُ کا معنی ہے سلطنت، حکومت اور بادشاہی وغلبہ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے لیث بن ابی سلیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کے اذن سے سحر (جادو) کے لیے باعث شفا ہے۔ آپ برتن میں پانی ڈال کر یہ آیات پڑھتے اور پھر وہ پانی اس آدمی کے سر پر ڈالتے جس پر جادو کیا ہوتا۔ اس میں سورۂ یونس کی یہ آیات ہیں: فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ سے لے کر وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ تک اور سورۂ اعراف کی یہ آیات فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ (الاعراف) سے لے کر چار آیتوں کے آخر تک۔ اور یہ ارشاد: إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ (طہ)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 188، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

حروف اس طرح ہیں "ما انتم بہ بسحر" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں: ما جئتم بہ السحر۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰى یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝

"پس نہ ایمان لائے موسیٰ پر بجز ان کی قوم کی اولاد کے (وہ بھی) ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اپنے سرداروں سے کہیں وہ انہیں بہکا نہ دے۔ اور واقعی فرعون بڑا سرکش (بادشاہ) تھا ملک میں اور واقعی وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم سچے مسلمان ہو۔ انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ پر ہی ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب! نہ بنا ہمیں فتنہ (کا موجب) ظالم قوم کے لیے اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے کافروں (کے ظلم و ستم) سے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّیَّةٌ کے ضمن میں فرمایا ہے: کہ ان کی تھوڑی سی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ کے ضمن میں آپ نے فرمایا کہ قوم سے مراد بنی اسرائیل ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ ان کی اولاد موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی جس کی طرف آپ کو طویل زمانے سے بھیجا گیا تھا اور ان کے آباؤ اجداد مر گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اولاد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی وہ قوم فرعون کے بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے تھی۔ ان ہی میں سے فرعون کی بیوی، آل فرعون کے مومن، فرعون کا خازن اور اس کے خازن کی بیوی بھی ہے (3)۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، نعیم بن حماد نے الفتن میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ کے تحت حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ہمارے رب! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیونکہ وہ ہمیں فتنوں میں ڈالتے رہیں گے (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 171، داراحیاء التراث العربی بیروت	2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 172	3۔ ایضاً

4۔ تفسیر سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 327، دار الصمیعی ریاض

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں قوم فرعون کے ہاتھوں عذاب نہ دے اور نہ ہی اپنی جانب سے عذاب میں مبتلا کر۔ پس قوم فرعون کہے گی: اگر وہ حق پر ہوتے تو وہ عذاب نہ دیئے جاتے اور ہم ان پر غالب نہ آتے۔ پس وہ ہمارے سبب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی کہ وہ ہم پر ہمارے دشمنوں کو غالب نہ کرے۔ کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ زیادہ عدل کرنے والے ہیں تو وہ اسی کے سبب فتنے میں پڑ جائیں گے۔

امام ابن منذر، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ہمارے رب! تو انہیں ہم پر غلبہ نہ دے کیونکہ وہ یہ گمان کریں گے کہ وہ ہم سے بہتر ہیں (1)۔

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف کہ مہیا کرو اپنی قوم کے لیے مصر میں چند گھر اور بناؤ اپنے ان گھروں کو قبلہ رخ اور قائم کرو نماز اور (اے موسیٰ) خوش خبری دو مومنوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے (کہ اس آیت میں اس وقت کا ذکر ہے) جب کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نماز سے روک دیا تھا۔ تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی مساجد اپنے گھروں میں بنائیں اور ان کے رخ قبلہ شریف کی طرف کریں۔

امام ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت میں مصر سے مراد اسکندریہ کا شہر ہے (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ صرف عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں آل فرعون سے خوف لاحق ہو گیا۔ تو انہیں اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا گیا (3)۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں مساجد بنا لیں (4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 174، بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 178

3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 329، دار الصمیعی، ریاض　　4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 176

امام ابن جریر، ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ فرعون اور اس کی قوم سے نماز پڑھنے کے لیے خوفزدہ ہوتے تھے۔ تو رب کریم نے فرمایا: وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کہ تم قبلہ رخ اپنے گھر بنا لو۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کے بعد جو نبی ہوئے ہیں وہ قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً کے بارے آپ نے فرمایا: وہ بعض گھر بعض کے مقابل ہوں گے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لیے پکے گھر بنائیں اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کی مساجد میں کوئی جنبی رات نہ گزارے اور نہ وہ مسجد میں عورتوں کے قریب جائیں، سوائے ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے۔ اور کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ میری اس مسجد میں عورتوں کے قریب آئے اور نہ کوئی جنبی اس میں رات گزارے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے۔

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

"اور عرض کی موسیٰ نے اے ہمارے پروردگار! تو نے بخشا ہے فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان آرائش اور مال و دولت دنیوی زندگی میں، اے ہمارے مولا! کیا اس لیے کہ وہ گمراہ کرتے پھریں (لوگوں کو) تیری راہ سے۔ اے ہمارے رب! برباد کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو تاکہ وہ نہ ایمان لے آئیں جب تک نہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور انہیں ہلاک کر دے۔ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے۔ اور فرمایا: الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ سے مراد ان کا غرق ہونا ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ کے بارے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے مالوں کو برباد کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ پتھر ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہیں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سربمہر ایک تھیلا منگوایا اور اسے کھولا تو اس میں چاندی کے ٹکڑے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 175، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 182

تھے گویا کہ وہ پتھر ہیں اسی طرح درہم و دنانیر اور دانے کی شکل و دیگر مال سب کا سب پتھر بنا ہوا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ کا معنی ہے ان کے مالوں کو ہلاک کر دے۔ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ گمراہی کے سبب ان کے دلوں کو سخت کر دے۔ فَلَا یُؤْمِنُوْا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان نہ لائیں ان آیات اور نشانیوں کے سبب جو وہ دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے بارے میں کہا ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی کھیتیاں اور اموال سب پتھروں میں بدل گئے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کے دنانیر، دراہم، سونا اور ان کا لوہا سب منقش پتھر بن گئے تھے اور وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر میں آپ کہا کرتے تھے (کہ یا اللہ!) انہیں ہلاک کر اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے مال پتھر ہو گئے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے لیے ہر شے اور شے کو پتھر بنا دے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۝۸۹

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا قبول کر لی گئی تمہاری دعا پس تم ثابت قدم رہو اور ہرگز نہ چلنا اس طریقہ پر جو جاہلوں کا (طریقہ) ہے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کے رب نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور وہ فرعون اور ان کے درمیان حائل ہو گیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دعا مانگی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کی دعا پر آمین کہی۔ وہ کہتے رہے "آمین" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آمین" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 177، دار الکتب العلمیہ بیروت

السلام دعا مانگتے رہے اور حضرت ہارون علیہ السلام اس پر امین کہتے رہے۔ اسی لیے ارشاد ہے قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (1)

امام سعید بن منصور نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے رہے اور ہارون علیہ السلام امین کہتے رہے۔ اور دعا مانگنے والا اور اس پر امین کہنے والا دونوں شریک ہیں (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح، ابو العالیہ اور ربیع رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کہتے رہے: آمین۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا اس آمین کہنا بھی دعا ہو گئی اور دعا سے کہنے والا دعا میں شریک ہو گیا (5)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے ان کا خیال ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس تک زندہ رہا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے (6)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا تم دونوں کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے یعنی چالیس سال بعد۔

امام ابن جریج اور امام ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فَاسْتَقِیْمَا کہ تم دونوں میرے حکم پر قائم رہو اور یہی استقامت ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

"اور ہم پار لے گئے بنی اسرائیل کو سمندر سے پھر پیچھا کیا ان کا فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم کرتے ہوئے۔ حتیٰ کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو (بصد یاس) کہنے لگا: میں ایمان لایا کہ کوئی سچا خدا نہیں بجز اس کے جس پر ایمان لائے ہیں بنی اسرائیل اور (میں اعلان کرتا ہوں کہ) میں مسلمانوں میں سے ہوں کیا اب؟ اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور تو فتنہ و فساد برپا کرنے والوں سے تھا"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 183، بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 331، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 175
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 186
6۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کتاب اللہ میں العلو، العلو اور العتو تینوں لفظ جبر اور ظلم کرنے کے معنی میں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے آخری آدمی باہر نکل گیا اور فرعون کے ساتھیوں میں سے آخری آدمی بھی سمندر میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا ان پر مل جا۔ چنانچہ فرعون نے ایک انگلی باہر نکالی کہ کوئی الٰہ نہیں مگر وہی جس کے ساتھ بنی اسرائیل ایمان لائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ رب رحیم ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اسے رحمت آ لے گی۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے پروں کے ساتھ چھپا لیا اور میں نے کہا آلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ کیا اب؟ اور تو اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی نکل گئے تو فرعون کی قوم میں سے شہروں میں پیچھے رہنے والوں نے کہا۔ فرعون غرق نہیں ہوا اور نہ اس کے اصحاب غرق ہوئے۔ بلکہ وہ تو سمندر کے جزیروں میں شکار کھیل رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم فرمایا کہ فرعون کو برہنہ حالت میں باہر پھینک دے۔ چنانچہ سمندر نے اسے برہنہ حالت میں باہر پھینک دیا۔ وہ سر سے گنجا، چپٹی اور سرے اٹھی ہوئی ناک والا اور کوتاہ قد تھا۔ اور جنہوں نے یہ کہا کہ فرعون غرق نہیں ہوا انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں) سے تاکہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے (عبرت کی) نشانی۔ تو اس کی یہ نجات باعث عبرت تھی نہ کہ باعث عافیت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ جو کچھ تجھ میں ہے اسے باہر پھینک دے۔ تو اس نے ان تمام کو ساحل پر پھینک دیا۔ حالانکہ سمندر اپنے اندر غرق ہونے والے کو باہر نہیں پھینکتا۔ بلکہ وہ اسی کے اندر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ مچھلیاں اسے کھا جاتی ہیں۔ پس سمندر قیامت کے دن تک کسی غرق ہونے والے کو قبول نہیں کرے گا۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے فرعون کو غرق کیا۔ تو اس نے کہا: اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا: اے محمد ﷺ! اگر آپ مجھے اس حال میں دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھا رہا ہوں تو میں اسے رحمت کے پالینے کے خوف سے اس کے منہ میں ٹھونس دیتا (1)۔

امام طیالسی، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا اگر آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کے درمیان سے مٹی اٹھا رہا ہوں تو میں اسے فرعون کے منہ میں دبا دیتا اس ڈر سے کہ اسے رحمت پالے گی (2)۔

1۔ تفسیر طبری، جلد 12، صفحہ 216 (12932) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد 2۔ شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین، جلد 7، صفحہ 45 (9393)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوحازم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں سمندر سے کیچڑ اٹھا رہا ہوں۔ تو میں اسے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دعا کی حاجت نہ کرے۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادتی کو خوب جانتا ہوں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: زمین پر کوئی شے نہیں ہے جو میرے نزدیک فرعون سے زیادہ مبغوض ہو۔ پس جب وہ ایمان لایا تو میں اس کے منہ کو کیچڑ سے بھرنے لگا اور اسے ڈھانپنے لگا اس ڈر سے کہ اسے رحمت آ پہنچے گی۔

امام ابن جریر اور بیہقی رحہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اگر آپ مجھے دیکھتے اس حال میں کہ میں ایک ہاتھ سے فرعون کو چھپا رہا تھا اور اس کے منہ میں کیچڑ ڈال رہا تھا اس ڈر سے ہوا کہ اسے رحمت پا لے گی اور اس کی مغفرت ہو جائے گی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: آپ کا رب کبھی کسی پر اتنا غضب ناک نہیں ہوا جتنا کہ وہ فرعون پر غضب ناک ہوا۔ جب کہ اس نے یہ کہا تھا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص: 38) "میں تو نہیں جانتا کہ تمہارے لیے میرے سوا کوئی اور خدا ہے"۔ اور پھر کہا: فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات) "اور کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"۔ پس جب اسے غرق آ پہنچا (یعنی جب وہ غرق ہونے لگا) تو اس نے مدد طلب کی۔ اور میں نے ان کے منہ میں کیچڑ ڈالنا شروع کر دیا اس ڈر سے کہ اسے رحمت آ پہنچے گی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جس دن فرعون غرق ہوا اس دن حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ مبارک سیاہ رنگ کا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی شے سے نفرت نہیں کی جتنی کہ ابلیس سے مجھے اس دن نفرت ہوئی کہ اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرعون سے بڑھ کر زیادہ شدید نفرت میں نے کسی شے سے نہیں کی۔ سو جب اس کے غرق ہونے کا دن تھا تو مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ کلمہ اخلاص کے ساتھ بچ جائے گا اور نجات پا جائے گا۔ چنانچہ میں نے کیچڑ کی ایک مشت اٹھائی اور اس کے منہ میں دبا دی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کو پایا کہ وہ اس پر مجھ سے بھی زیادہ ناراض اور غصے میں ہے۔ پس اس نے حضرت میکائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ اس نے خبردار کیا اور کہا: آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 187، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ اسے ورغلائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ۔

امام ابن منذر اور طبرانی رحمہما اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ فرعون اثرم تھا (یعنی اس کے دانت جڑ سے ٹوٹے ہوئے تھے)۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

"سو آج ہم بچالیں گے تیرے جسم کو (سمندر کی تند موجوں سے) تاکہ تو ہو جائے اپنے پچھلوں کے لیے (عبرت کی) نشانی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے فرعون کو سمندر سے بچایا اور انہوں نے اس کے غرق ہونے کے بعد اسے دیکھا (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت میں بِبَدَنِكَ سے مراد بِجَسَدِكَ ہے۔ یعنی آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے۔ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کا انکار کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ساحل سمندر پر پھینک دیا یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے اسے سرخ اور کوتاہ قد دیکھ لیا گویا کہ وہ ایک بیل ہے (2)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کے جسم کو سمندر نے ساحل پر پھینک دیا۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ بِبَدَنِكَ سے مراد بِدِرْعِكَ ہے یعنی آج ہم تجھے تیری زرہ کے ساتھ بچالیں گے۔ اس کی زرہ موتیوں کی تھی۔ جنگوں میں وہ اسے پہنا کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت ابو صخر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بدن سے مراد لوہے کی زرہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوجہضم موسیٰ بن سالم رحمہ اللہ سے اسی کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فرعون کے پاس ایک شے تھی جسے وہ پہنا کرتا تھا۔ اسے بدن کہا جاتا تھا اور وہ چمکتی تھی۔

امام ابن الانباری اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت یونس بن حبیب نحوی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم تجھے زمین کے بلند حصے پر رکھیں گے تاکہ وہ تجھے دیکھیں اور یقین کرلیں کہ تو مرچکا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو لوگوں میں سے ایک گروہ نے اس کی تصدیق نہ کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 191، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، صفحہ 11، صفحہ 190

باہر نکال دیا تاکہ وہ ان کے لیے نصیحت اور نشانی بن جائے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً کی تفسیر میں فرمایا: تاکہ تو بنی اسرائیل کے لیے عبرت کی نشانی ہو جائے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح قراءت کی ہے: "فَالْيَوْمَ نُنَحِّيْكَ بِبَدَنِكَ"۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن سمیقع یمانی اور یزید بربری رحمہما اللہ ان دونوں نے حاء کے ساتھ قراءت کی ہے یعنی "فاليوم ننحيك ببدنك"۔

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

"اور ہم نے عطا فرمایا بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانا اور ہم نے انہیں پاکیزہ روزی بخشی۔ پس انہوں نے اختلاف نہ کیا یہاں تک کہ آگیا ان کے پاس حقیقت کا علم (اے حبیب!) بے شک آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان روز قیامت ان باتوں میں وہ جھگڑا کیا کرتے تھے"۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شام اور بیت المقدس میں ٹھکانا عطا فرمایا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مُبَوَّاَ صِدْقٍ سے مراد منازل صدق ہیں اور وہ مصر اور شام ہیں۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ دونوں نے ابن زید سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ کی تفسیر میں فرمایا: علم سے مراد وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور اس کا وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارشاد فرمایا (3)۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 179 (1160)، دار الکتب العلمیہ بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 179 (1172)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 194، بیروت

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ (الاحقاف: 26) "اور ہم نے ان کو وہ قوت وطاقت بخشی تھی جو ہم نے تمہیں نہیں دی"۔ اس کا معنی ہے اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔ اور فرمایا فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ تو اس کا معنی بھی ہے کہ آپ شک میں نہیں ہیں۔ یعنی اس میں بھی ان بمعنی ما نافیہ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ کے بارے فرمایا: تیرا ان سے سوال کرنا میری کتاب میں تیرا غور و فکر کرنا ہے جیسا کہ تیرا یہ قول ہے سَلْ عَنْ اٰلِ الثَّعْلَبِ دُوْرَهُمْ (آل ثعلب سے ان کے گھروں کے بارے پوچھ لے)

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

"بے شک وہ لوگ ثابت ہو چکی ہے جن پر آپ کے رب کی بات وہ ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ آ جائیں ان کے پاس ساری نشانیاں جب تک وہ نہ دیکھ لیں دردناک عذاب"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ثابت ہو چکی ہے اس کے عمل جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (1)۔

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

"پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں ایک مدت تک اور اگر چاہتا آپ کا رب تو ایمان لے آتے جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب۔ کیا آپ مجبور کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں"۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حرف میں اس طرح ہیں۔ "فَهَلَّا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ" (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 195، داراحیاء التراث، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 199

مانگی تو عذاب ان سے پھر گیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ جب انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان کے ساتھ عذاب کا وعدہ کیا اور فرمایا: بے شک فلاں فلاں دن تم پر عذاب آ جائے گا پھر خود ان سے نکل گئے۔ جب انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو عذاب کی وعید سناتے تو خود نکل جاتے تھے۔ پس جب عذاب ان کے قریب آ گیا تو وہ باہر نکلے اور انہوں نے عورت اور اس کے بچے کے درمیان، بکریوں اور ان کے بچوں کے درمیان علیحدگی اور تفریق کر دی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز و انکساری کرتے ہوئے نکلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صدق کو جان لیا اور ان پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان سے عذاب کو پھیر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام راستے میں بیٹھے تھے کہ وہ کسی خبر دینے والے سے پوچھیں گے۔ پس ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ تو آپ نے پوچھا: تیری قوم کی طرف لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میں نے انہیں جھوٹا قرار دیا ہے اور آپ انتہائی غضب ناک ہو کر چل پڑے۔

امام احمد نے الزہد میں اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب اترا یہاں تک کہ ان کے درمیان اور عذاب کے درمیان صرف ایک میل کی دو تہائی مقدار کا فاصلہ تھا سو جب انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور فرما دیا (1)۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عذاب نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو اس طرح ڈھانپ لیا جس طرح قبر کو اس وقت کپڑے کے ساتھ ڈھانپا جاتا ہے جب کہ صاحب قبر کو اس میں داخل کیا جاتا ہے اور آسمان نے خون برسایا (2)۔

امام عبد الرزاق، امام احمد نے الزہد میں اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ نکلے اور ایک ٹیلے پر جا کر اترے۔ انہوں نے ہر جانور اور اس کے بچے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا اور چالیس راتوں تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یوم عاشورا (دسویں محرم الحرام) کو حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول کی گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کو ایک بستی کی طرف بھیجا گیا کہا جاتا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے پر تھی۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابو الجلد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو عذاب نے ڈھانپ لیا تو وہ اپنے بقیہ علماء میں سے ایک شیخ کے پاس گئے اور یہ عرض

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 197، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

کیا آپ یاد رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ وَیَا حَیُّ مُحْیِیَ الْمَوْتٰی وَیَا حَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ پس انہوں نے یہ کہا تو ان سے عذاب دور ہو گیا (1)۔

امام ابن النجار رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر سے ڈر نجات نہیں دلا سکتا۔ البتہ دعا اس کو دور کر دیتی ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بد دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ صبح کے وقت ان پر عذاب نازل ہوگا۔ تو انہوں نے کہا: یونس علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔ ہم صبح کے وقت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ پس آؤ کہ ہم ہر شے کے بچوں کو نکالیں۔ ہم انہیں اپنے بچوں کے ساتھ رکھیں گے شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ پس انہوں نے عورتوں کو نکالا اور ان کے ساتھ بچے بھی تھے انہوں نے اونٹ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے انہوں نے گائیں نکالیں اور ان کے ساتھ ان کے بچھڑے بھی تھے۔ انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ نکالے اور ان کے ساتھ ان کے بچے بھی تھے۔ پس انہوں نے انہیں اپنے سامنے رکھا اور عذاب آ گیا۔ پس جب انہوں نے عذاب دیکھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی اور دعا کی، عورتیں اور بچے رونے لگے، اونٹ اور ان کے بچے بلبلانے لگے، گائیں اور ان کے بچھڑے ڈکرانے لگے، بکریوں اور ان کے بچوں نے اپنی آواز نکالنا (میں میں کرنا) شروع کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان سے عذاب دور کر کے پہاڑوں کی جانب عذاب پھیر دیا۔ پس ان پر قیامت تک عذاب جمع رہے گا۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِى الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّىْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 195، بیروت

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"اور کوئی بھی ایسا شخص نہیں کہ وہ ایمان لاسکے بغیر حکم الٰہی کے۔ اور (سنت الٰہی یہ ہے کہ) وہ ڈالتا ہے (گمراہی کی) آلودگی ان لوگوں پر جو بے سمجھ ہیں۔ فرمایئے غور سے دیکھو! کیا کیا (عجائبات) ہیں آسمانوں اور زمین میں اور فائدہ نہیں پہنچا سکتیں آیتیں اور ڈرانے والے اس قوم کو جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔ پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں جیسے حالات کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے۔ آپ فرمایئے اچھا انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں (جب وہ عذاب آجائے گا) پھر ہم بچا لیں گے اپنے رسولوں کو اور انہیں جو ایمان لائے۔ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم بچالیں گے اہل ایمان کو فرمایئے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں تو (سن لو) میں عبادت نہیں کرتا ان (بتوں) کی جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو مارتا ہے تمہیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں اہل ایمان سے نیز (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) اپنا رخ سیدھا کرلے اس دین کی طرف ہر کجی سے بچتے ہوئے اور ہرگز نہ ہو جانا شرک کرنے والوں سے اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے۔ اور اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تیرا شمار ظالموں میں ہوگا"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ رجس سے مراد سخط (ناراضگی، غصہ) ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الرجس سے مراد شیطان ہے اور الرجس سے مراد عذاب بھی ہے۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ "قوم" کی بجائے "عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ" ہے اور یہ اس ارشاد کی ناسخ ہے۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ (القمر)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے والے وہ واقعات جو ان لوگوں میں واقع ہوئے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں جیسا کہ قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ(2)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 201، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 202

انہیں اپنے عذاب، سزا اور عقوبت سے ڈرایا۔ پھر انہیں آگاہ کیا کہ جب بھی ان میں سے کوئی امر واقع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ چنانچہ فرمایا: ثُمَّ نُنَجِّیۡ رُسُلَنَا وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ (1)

وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِہٖ ؕ یُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ ؕ وَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۰۷﴾

"اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے بجز اس کے اور اگر ارادہ فرمائے تیرے لیے کسی بھلائی کا تو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ سرفراز فرماتا ہے اپنے فضل و کرم سے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور وہی بہت مغفرت فرمانے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بِخَیۡرٍ بمعنی "بعافیۃ" ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تیری عافیت کا ارادہ فرمائے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین آیات ہیں میں نے انہیں کتاب اللہ میں پایا اور تمام مخلوق کے مقابلے میں انہیں پر اکتفا کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِہٖ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عامر بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کتاب اللہ میں تین آیات ہیں، میں نے تمام مخلوق کے مقابلے میں انہیں پر اکتفا کیا ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے: وَ اِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِہٖ۔ دوسری یہ ہے: مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَ مَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ (فاطر: 2) "جو عطا فرمائے اللہ تعالیٰ لوگوں کو (اپنی) رحمت سے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک دے تو اسے کوئی دینے والا نہیں"۔ اور تیسری آیت یہ ہے: وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا (ہود: 6) "اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق" (2)۔

امام ابو نعیم نے حلیہ میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تمام زمانے کے لیے بھلائی اور نیکی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشبو کے لیے اپنے آپ کو پیش کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی خوشبوئیں اپنے بندوں میں سے جن تک چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرو کہ وہ تمہاری شرمگاہوں کو ستر عطا کرے اور تمہیں خوف اور ڈر والی چیز سے محفوظ و مامون رکھے (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 202، بیروت

2۔ شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، جلد 2، صفحہ 124 (1326)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 42 (1121)، باب فی الرجاء من اللہ

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بعینہ اسی طرح موقوف روایت نقل کی ہے(1)۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

"(اے حبیب!) فرمایئے اے لوگو! بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے۔ تو جو ہدایت قبول کرتا ہے تو وہ ہدایت قبول کرتا ہے اپنے بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو وہ گمراہ ہوتا ہے اپنی تباہی کے لیے۔ اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور (اے حبیب!) آپ پیروی کرتے رہیں جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور (ظلم کفار پر) صبر کیجئے۔ یہاں تک کہ فیصلہ فرما دے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد باری تعالیٰ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ اور وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ کے ضمن میں فرمایا: حق تو ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے: یہ منسوخ ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر شدت کرنے کا حکم فرمایا(1)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 112 (35594)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 205، بیروت

﴿ آیاتہا ۱۲۳ ﴾ ﴿ سورۃ ھود مکیۃ ۵۲ ﴾ ﴿ رکوعاتہا ۱۰ ﴾

امام نحاس نے تاریخ میں، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۂ ہود مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

امام دارمی، ابو داؤد نے مراسیل میں، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود جمعہ کے دن پڑھا کرو (1)۔

امام ابن منذر، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے مسروق کی سند سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر بڑھاپا بہت تیزی سے آ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (2)۔

امام بزار اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کی جانب بڑھاپا بہت تیزی سے بڑھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات واقعہ، الحاقہ، عم یتساءلون اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے سر کو کس شے نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے بڑھاپے سے پہلے ہی مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے عرض کی: اس کی اخوات کون سی سورتیں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اذا وقعت الواقعۃ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت"۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی: آپ کو بڑھاپے نے جلدی آ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (3)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر نے یزید الرقاشی کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کو بڑھاپے نے جلدی آ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، القارعہ، الحاقہ، اذا الشمس کورت اور سأل سائل نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (4)۔

1۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 173، دار الفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 370، دار الصمیعی الریاض
4۔ تاریخ ابن عساکر، باب [illegible]، جلد 4، صفحہ 174، دار الفکر بیروت

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن ابی عبد الرحمن رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن منذر، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث والنشور میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ اسے سعید بن منصور، امام احمد نے الزہد میں، ابو یعلیٰ، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے مرسل روایت کیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بڑھاپے نے آپ کو جلدی آلیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی اخوات، اقتربت الساعۃ، المرسلات اور اذا الشمس کورت سورتیں ہیں (3)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود، واقعہ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور واقعہ نے (4)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (5)۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود اور اس کی اخوات یعنی الواقعہ، الحاقہ اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے (6)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود، اذا الشمس کورت اور ان دونوں کی اخوات نے بوڑھا کر دیا ہے۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب ما روی فی شعرہ و شیبہ ...، جلد 4، صفحہ 184
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 372
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 176
4۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 126، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ ایضاً، جلد 17، صفحہ 287
6۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 148، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو یعلیٰ، طبرانی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابہ کرام نے عرض کی: آپ کو بڑھاپا جلدی آ پہنچا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور مفصل میں سے اس کی اخوات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات اور ان اقوال نے جو مجھ سے پہلی امتوں نے کیے ان سب نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے (3)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابو الشیخ نے ابو عمران الجونی رحمہم اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود اور اس کی اخوات، یوم قیامت کے ذکر اور سابقہ امتوں کے قصص و واقعات نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ابو علی سری رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو میں نے عرض کی: کیا اس میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص یا امتوں کے ہلاک ہونے کے واقعات نے آپ کو بوڑھا کر دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (ہود: 112) "پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے" (4)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

1۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 123، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد　2۔ درمنثور، بحوالہ ابن عساکر، جلد 4، صفحہ 176، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 176　4۔ شعب الایمان، بحوالہ فی تفہیم القرآن، جلد 2، صفحہ 472، دار الکتب العلمیہ بیروت

كَبِيْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴﴾

"الف، لام، را۔ یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنا دی گئی ہیں جس کی آیتیں۔ پھر ان کی وضاحت کر دی گئی ہے بڑے دانا اور ہر چیز سے باخبر (خدا) کی طرف سے کہ تم نہ عبادت کرو مگر صرف اللہ کی۔ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (صدق دل سے) متوجہ ہو جاؤ اس کی طرف وہ لطف اندوز کرے گا تمہیں زندگی کی راحتوں سے اچھی طرح مقرر میعاد تک اور عطا کرے گا ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کی زیادہ نیکی (کا ثواب) اور اگر تم (یونہی) روگردان رہے تو میں اندیشہ کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تمہیں لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے یہ آیت پڑھی الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اور فرمایا یعنی کہ سورۂ ہود ساری کی ساری محکم سورت ہے اور اسے مستحکم اور محفوظ بنا دیا گیا ہے۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ فرمایا پھر حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ذکر فرمایا اور اس میں آپ ﷺ اور آپ کے مخالفین کے درمیان فیصلہ فرمایا اور ساری آیت کو دو فریقوں کی شکل پڑھا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور پھر حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا۔ پس یہی اس کی تفصیل ہے اور اس کا اول محکم ہے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اسے محکم کیا گیا ہے امر و نہی کے ساتھ اور وعدہ و وعید کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فُصِّلَتْ کا معنی فسرت ہے یعنی اس کی تفسیر بیان کی گئی ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے باطل سے محفوظ کر دیا ہے پھر اپنے علم کے ساتھ اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور حلال و حرام اور طاعت و معصیت کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ میں لَدُنْ کا معنی عند ہے یعنی مِنْ عِنْدِ حَكِيْمٍ۔ (بڑے دانا کی جانب سے اس کی وضاحت کر دی گئی) يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا کی وضاحت میں فرمایا: پس تم ان راحتوں میں ہو۔ لہٰذا تم اس سامان راحت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے حق کی معرفت کے ساتھ لے لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ منعم (نعمتیں عطا فرمانے والا) ہے اور وہ شکر گزاروں کو بہت پسند کرتا ہے اور اہل شکر کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مزید عطا کیا جاتا ہے اور یہی اس کا وہ فیصلہ ہے جو اس نے فرمایا ہے اور اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى سے موت کا وقت مراد ہے وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ اور وہ آخرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 206، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 207

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا ہے۔ اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ فرمایا وہ اپنی عورتوں کے پاس نہیں آتے تھے اور نہ ہی پیشاب کے لیے مگر اس طرح کرتے۔ اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنے آپ کو چھپا لیتے۔ اس لیے کہ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ اپنی شرمگاہوں کو آسمان تک کھول دیں (1)۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور برائی کے عمل میں شک کی بنا پر وہ اپنے سینوں کو دوہرا کر رہے ہیں (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ منافقین میں کوئی جب حضور نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرتا تو وہ اپنے سینے کو دوہرا کر لیتا اور اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے چھپا لیتا تاکہ آپ ﷺ اسے دیکھ نہ لیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے سینے حق کے بارے میں شک و شبہ ہونے کی بنا پر تنگ ہوتے ہیں۔ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا لیں اگر وہ طاقت رکھیں (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ جس وقت کہ وہ اپنے گھروں کے اندر رات کی تاریکی میں (اپنے کپڑے خوب اوڑھتے ہیں) (5)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو رزین رحمہ اللہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کوئی اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کرتا تھا اور اپنے کپڑے سے ڈھانپ لیتا تھا (6)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے سینے جھکا لیتے تھے تاکہ وہ کتاب اللہ نہ سنیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ جو کچھ ابن آدم چھپاتا ہے جب کہ وہ اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر لے اور اپنا کپڑا خوب اوڑھ لے اور اپنے ارادے کو اپنے دل میں چھپا لے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے (7)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ اور جو وہ رات اور دن کے اعمال کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے) (8)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطا خراسانی رحمہ اللہ سے یہ مفہوم بیان کیا ہے یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ کا معنی ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 213، بیروت | 2۔ ایضاً | 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 21[illegible]
4۔ ایضاً | 5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 212 | 6۔ ایضاً
7۔ ایضاً | 8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 213

کہ وہ اپنے سروں کو جھکاتے ہیں اور اپنی پشتوں کو ٹیڑھا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے: اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ یعنی جب کہ (وہ برے عمل کرتے ہیں) رات کی تاریکی میں اور لحاف میں چھپ کر۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ يَثْنُوْنَ کا معنی ہے يَكْنُوْنَ۔ یعنی وہ اپنے سینوں کو کبڑا (ٹیڑھا) کر لیتے ہیں۔ اور يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ کا معنی ہے وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

"اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق۔ وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو۔ ہر چیز روشن کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے"۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوالخیر بصری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تو یہ گمان کرتا ہے کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے، اور پھر صبح و شام میرے ساتھ بدگمانی بھی کرتا ہے۔ کیا تیرے لیے قابل اعتبار نہیں کہ اگر تو سات زمینیں پھاڑ ڈالے تو میں تجھے چیونٹی دکھاؤں گا کہ اس کے منہ میں گندم کا دانہ ہے اور میں نے اسے بھلایا نہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے یعنی کسی جاندار کے پاس جو رزق بھی آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتا ہے اور بسا اوقات وہ اسے رزق نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ بھوکا مر جاتا ہے۔ لیکن اس کے لیے جو رزق بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے[1]۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ اشعریین یعنی ابوموسیٰ، ابومالک اور ابوعامر نے اپنے میں سے ایک جماعت میں جب ہجرت کی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کا سامان خوراک ختم ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لے آئے۔ چنانچہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو اس نے آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا الآیہ۔ تو اس آدمی نے کہا: اشعریین اللہ تعالیٰ کے نزدیک چوپاؤں سے تو حقیر نہیں ہیں چنانچہ وہ لوٹ گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوا اور جا کر اپنے ساتھیوں کو کہا تمہیں بشارت ہو تمہارے پاس غوث آیا ہے۔ انہوں نے تو صرف یہی گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے۔ پس ابھی وہ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک ان کے پاس دو آدمی آئے۔ وہ دونوں روٹی اور گوشت سے بھرے ہوئے پیالے اٹھائے ہوئے تھے۔ پس انہوں نے جو چاہا وہ کھا لیا، پھر آپس میں ایک دوسرے کو کہا: اگر ہم یہ کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لوٹا دیں تاکہ آپ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 5، داراحیاء التراث العربی بیروت

مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

"اور وہی (خدا) ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں۔ اور (اس سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا (زمین اور آسمان پیدا کیے) تاکہ آزمائے تمہیں کہ تم میں سے کون اچھا ہے عمل کے لحاظ سے۔ اور اگر آپ (انہیں) کہیں کہ یقیناً تم اٹھائے جاؤ گے موت کے بعد تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا"۔

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اس امر (کائنات) کی ابتدا کے بارے میں بتائیے یہ کیسے تھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شے سے پہلے تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر شے کا ذکر ذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دیا اور آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا۔ اتنے میں ایک ندا دینے والے نے ندا دی اے ابن حصین! تیری اونٹنی چلی گئی۔ پس میں چلا گیا جب کہ اس کے سامنے سراب یعنی صحرا کی ریت تھی جسے وہ کاٹ رہی تھی۔ پس بخدا میں یہ پسند کرتا تھا کہ میں اسے چھوڑ دیتا (1)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ عماء میں تھا اس کے نیچے بھی ہوا تھی اور اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنا عرش پانی پر تخلیق فرمایا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: العماء أي ليس معه شيء۔ یعنی عماء سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ اور کوئی شے نہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی جب کہ اور کوئی شے نہ تھی) (2)۔

امام مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوق کی تقدیر مقدر فرما دیا۔ اس وقت اس کا اپنا عرش پانی پر تھا (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن حبان، ابوالشیخ نے العظمہ میں، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قوم حاضر ہوئی اور عرض کی: ہم حاضر ہوئے ہیں تاکہ ہم رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کریں اور آپ سے دین کی تعلیم حاصل کریں اور ہم آپ ﷺ سے اس کائنات کی ابتدا کے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 32-431، دار صادر بیروت
2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 269، القاہرہ
3۔ صحیح مسلم شرح نووی، باب حجاج آدم و موسیٰ علیہما السلام، جلد 16، صفحہ 166، دار الکتب العلمیہ بیروت

بارے میں پوچھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور اس نے ہر شی الذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی پھر اس نے سات آسمانوں کو تخلیق فرمایا۔ پھر ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے کہا: تیری ناقہ چلی گئی ہے پس میں نکل گیا اور اس کے سامنے سراب (صحرائی ریت) حائل ہو رہا تھا۔ سو میں نے پسند کیا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (1)۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے ارشاد باری تعالیٰ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ کے بارے پوچھا گیا کہ وہ (پانی) کس شے پر تھا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ریح ہوا پر تھا (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی اور شے کو پیدا کرنے سے قبل آپ کا عرش پانی پر تھا (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کا عرش پانی پر تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور اس پانی کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا۔ تو ایک حصہ کو پتھر کی صورت میں عرش کے نیچے رکھ دیا۔ وہ وہی تھا جس کا مادہ استدر ہے۔ اس سے ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا۔ یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا (یعنی قیامت برپا ہونے گی) سو اس سے شبنم کی مثل (باریک قطرے) نازل ہوں گے اور اس سے اجسام زندہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے نصف کو سب سے پہلی زمین کے نیچے رکھ دیا۔

امام داؤد بن محبر نے کتاب العقل میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم نے تاریخ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اس کا معنی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون اچھا ہے؟ پھر فرمایا: تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون زیادہ حسین ہے جو اللہ تعالیٰ کی محارم سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کو زیادہ جاننے والا ہے۔ "قَالَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا ثُمَّ قَالَ اَحْسَنُكُمْ عَقْلًا اَوْرَعُكُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَاَعْمَلُكُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ" (4)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: لِيَبْلُوَكُمْ کا معنی ہے تاکہ جن و انس کو آزمائے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے "لِيَبْلُوَكُمْ اَیْ لِيَخْتَبِرَكُمْ" تاکہ وہ تمہیں آزمائے۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَقْلًا تم میں سے عقل کے اعتبار سے کون کامل ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے کہا ہے اس کا معنی ہے: تم میں سے کون دنیا سے زیادہ زہد رکھنے والا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 3، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 8
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 10
5۔ ایضاً

جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور تنگ ہو جائے اس کے ساتھ آپ کا سینہ (اس اندیشہ سے) کہ کافر یہ کہیں گے کیوں نہ اتارا گیا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ (قرآن خود) گھڑ لیا ہے۔ آپ فرمایئے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی اور بلالو (اپنی مدد کے لیے) جس کو بلا سکتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم (اس الزام تراشی میں) سچے ہو۔ پس اگر وہ نہ قبول کریں تمہاری دعوت تو پھر جان لو کہ یہ قرآن محض علم الٰہی سے اتارا گیا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے؟"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (الانبیاء: 1) "قریب آ گیا ہے لوگوں کے لیے ان کے (اعمال کے) حساب کا وقت"۔ تو لوگوں نے کہا: بے شک قیامت قریب آ گئی ہے پس وہ رک گئے اور وہ تھوڑا سا وقت رکے رہے اور پھر اپنے برے اعمال کی طرف لوٹ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (النحل: 1) "قریب آ گیا ہے حکم الٰہی پس اس کے لیے عجلت نہ کرو"۔ تو لوگوں نے کہا: یہ اہل ضلالت ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم قریب آ گیا ہے۔ تو لوگ (برے اعمال) سے باز آ گئے۔ لیکن پھر اپنے مکر و فریب اور بری تدبیروں کی طرف لوٹ آئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے اِلٰۤى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ کا معنی بیان کیا ہے: اِلٰۤى اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۔ یعنی معین وقت تک (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ اسے جھٹلاتے ہوئے کہیں گے کس چیز نے اس عذاب کو روک رکھا ہے حالانکہ اسکی کوئی شے نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وہ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ وہ عذاب واقع ہوا جس کے ساتھ وہ استہزاء اور تمسخر کرتے رہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ..... الآیہ کے ضمن میں حضرت ابن جریج سے یہ قول بیان کیا ہے: اے ابن آدم! جب تیرے پاس خوشحالی اور امن و عافیت جیسی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں موجود ہوں تو تو ان کی ناشکری کرتا ہے۔ اور جب وہ نعمتیں تجھ سے چھین لی جائیں اور رب کریم تجھے ان سے فارغ کر دے تو پھر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مایوس اور اس کی رحمت سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح منافق اور کافر کا معاملہ ہے اور ارشاد ربانی وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ سے لے کر ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ تک کی تفسیر میں فرمایا: تو یہ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کرتی ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے خلاف جرات دلاتی ہے۔ اسی طرح وہ انتہائی خوش ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح خوش ہونے والوں کو پسند

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 11، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بیان کیا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا جو صرف طالب ہیں دنیوی زندگی کے ثواب کے وَ زِيْنَتَهَا اور اس کے مال کے نُوَفِّ اِلَيْهِمْ تو ہم انہیں ان کے اعمال کا ثواب صحت و فراخی مال اور اولاد کی خوشی کی صورت میں کثرت سے دیں گے وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اور انہیں اس میں نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔ پھر اسے اس آیت نے منسوخ کر دیا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ الآیہ (الاسراء: 18) ابو الشیخ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس کسی نے عمل صالح کیا دنیا کی طلب میں چاہے وہ روزہ ہو، نماز ہو یا رات کے وقت نماز تہجد ہو تو اس کا وہ عمل صرف دنیا کی طلب کے لیے ہی ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ وہ عمل جس کا ثواب اس نے دنیا میں طلب کیا۔ تو جو عمل وہ کر رہا تھا اسے اس نے خراب کر دیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ریا کاروں کا ذکر ہے (2)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلایا جائے گا جس کے سینے میں قرآن کریم جمع ہوگا (یعنی وہ قرآن کا حافظ ہوگا) اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس کا علم نہیں دیا تھا جو میں نے اپنے رسول معظم ﷺ پر نازل فرمایا؟ تو وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو میں نے تجھے سکھایا اس کے مطابق تو نے عمل کیسے کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات دن اسے پڑھتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا کہ یہ کہا جائے گا فلاں بہت اچھا قاری ہے (پڑھنے والا ہے) سو وہ کہہ دیا گیا جا چکا۔ آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس اجر میں کوئی شے نہیں ہے۔ پھر مالدار شخص کو بلایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: اے میرے بندے! کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں فرمایا تھا اور تجھے مال کی فراوانی اور خوشحالی عطا نہیں کی تھی؟ تو وہ عرض کرے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تو رب کریم فرمائے گا: جو میں نے تجھے عطا فرمایا تو نے اس کے مطابق عمل کس طرح کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہا اور صدقہ و خیرات اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 15، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 18

دکھانے کے لیے ہی معاملات کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تیرا ارادہ تو یہ تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے۔ سو اسی طرح کہا گیا۔ چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر ایک مقتول کو لایا جائے گا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے بندے! تجھے کس سے جرم میں قتل کیا گیا؟ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! صرف تیری رضا میں اور تیری راہ میں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا ہے اور ملائکہ بھی کہیں گے۔ تو نے جھوٹ بولا ہے: بلکہ تو نے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا بہادر اور جری ہے۔ سو ایسے کہہ دیا گیا۔ تو چلا جا آج کے دن تیرے لیے ہمارے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی تین قسم کے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے زیادہ شریر اور برے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ جہنم بھڑکائی جائے گی۔ حضرت معاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تک آیت پڑھی (1)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میری امت تین فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تاکہ اس کے سبب وہ دنیا کو پالیں اور ایک گروہ وہ ہے جو صرف دکھاوے اور ریاکاری کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پس وہ گروہ جو دنیا کو پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ عرض کرے گا: دنیا کا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو کچھ تو نے جمع کیا بالیقین وہ تجھے نفع نہیں دے گا اور نہ تو اس کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو ریاکاری کے لیے عبادت کرتا ہے اسے فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا؟ تو وہ جواب دے گا: ریا اور دکھاوا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری وہ عبادت جس کے ساتھ تو ریاکاری کرتا رہا اس میں سے کوئی بھی میری بارگاہ تک بلند نہیں ہوگی اور نہ آج وہ تجھے نفع دے گی۔ اسے جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ گروہ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرتا رہا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت وجلال کی قسم! تو نے میری عبادت سے کیا ارادہ کیا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا: تیری عزت وجلال کی قسم! تو مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میں صرف تیری رضا کے لیے اور تیرے دار کے لیے عبادت کرتا رہا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا اسے جنت کی طرف لے چلو (2)۔

امام عبد بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب ہو جائیں گے وہ اس کی خوشبو کو پانے لگیں گے اور اس کے محلات کی طرف دیکھنے لگیں گے اور ہر اس شے کی طرف دیکھیں گے جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اہل جنت کے لیے تیار فرما رکھی ہے۔ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اگر تو ہمیں یہ دکھانے سے قبل جہنم میں داخل کر دیتا۔ جو کچھ تو نے ہمیں ثواب اور جو کچھ تو نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لیے تیار کر رکھا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 15، بیروت　2۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل وترک الریا، جلد 5، صفحہ 327، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور تمہیں دکھایا ہے تو وہ تمہارے لیے زیادہ آسان تھا تو رب کریم فرمائے گا: میں نے اس سے ارادہ کیا ہے کہ جب تم خلوت میں ہوتے تھے تو تم عظمت وشرف میں میرے مقابلہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو تم انہیں اس حال میں ملتے کہ تم انتہائی حقیر اور پست ہوتے تھے اور تم میری جلالت شان کا اعتراف نہ کرتے۔ تم نے لوگوں کے لیے مجھے چھوڑا ہے۔ میرے لیے انہیں نہیں چھوڑا۔ پس آج میں تمہیں اجر وثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا الآیہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا ثواب (بدلہ) دنیا میں دیا جائے گا جو انہوں نے کیے۔ اور آخرت میں ان کے لیے کوئی شے نہیں ہوگی۔ اور یہ سورۂ روم کی اس آیت کی طرح ہے: وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:39) "اور جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تاکہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سو) وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو دنیوی شخص کا ارادہ، فکر، مطلب، نیت اور حاجت صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا بدلہ اسے دنیا میں عطا فرما دے گا۔ پھر اسے آخرت میں اس طرح پہنچائے گا کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ رہا بندۂ مومن! تو اسے دنیا میں اس کی نیکیوں کی جزا دی جاتی ہے اور آخرت میں اس پر ثواب دیا جائے گا۔ اور وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ کا معنی ہے کہ آخرت میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر بیان کی۔ یہ وہ آدمی جو دنیا کے لیے عمل کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کرتا تو جو عمل اس نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس عمل کو اس کے لیے پورا فرما دے گا۔ اسی لیے فرمایا: نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ یعنی وہ نقصان اٹھانے والے نہیں ہوں گے۔ مفہوم یہ ہے کہ جو اعمال انہوں نے کیے ہیں ان پر پورا پورا اجر عطا کیا جائے گا۔

ابوالشیخ نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام ومرتبہ جاننے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنے عمل کی طرف دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ جیسا وہ عمل کرے گا اسی عمل کے مطابق اس کا مقام ہوگا۔ کسی مومن یا کافر کا کوئی نیک عمل نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ پس مومن کو دنیا اور آخرت میں جتنی چاہے گا جزا عطا فرمائے گا۔ رہا کافر! تو اسے صرف دنیا میں اس کی جزا دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ کا معنی طلب تھا یعنی ہم انہیں ان کے اچھے اعمال کا پورا بدلہ دیں گے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: ہم دنیا میں ان کے لیے ہر اچھائی جلدی لائیں گے جو ان کے لیے دنیا میں ہوگی۔ اور جو اچھائیاں انہیں عطا کی گئی ان کے سبب ان پر کوئی

1۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل وترک الریاء، جلد 5، صفحہ 327، بیروت

ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے عمل ہی صرف دنیا کے لیے کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے تحت یہ قول نقل کیا ہے: تو اس کے لیے جلدی کی جائے گی جس کا عمل قبول نہیں کیا جائے گا[1]۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا کے تحت کہا: جو انہوں نے خیر و بھلائی کا کام کیا وہ اکارت گیا۔ "وَبٰطِلٌ" اور آخرت میں باطل ہے وہاں ان کے لیے کوئی جزا نہیں ہوگی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حَبِطَ کا معنی بطل ہے یعنی مٹ جانا، ضائع ہو جانا۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے۔ وَبَاطِلًا مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى إِمَامًا وَّرَحْمَةً ۚ أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

"تو کیا وہ شخص (انکار کر سکتا ہے) جس کے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس کے پیچھے ایک سچا گواہ بھی آ گیا ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ بھی آ چکی ہو جو امام اور سراپا رحمت ہے (تو کیا وہ منکر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ) یہی لوگ تو ایمان لائیں گے اس پر اور جو کفر کرے اس کے ساتھ مختلف گروہوں سے تو آتش (جہنم) ہی اس کے وعدہ کی جگہ ہے۔ پس (اے سننے والے!) نہ پڑ جا شک میں اس کے متعلق، بلاشبہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے معرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریش میں سے کوئی آدمی بھی نہیں ہے مگر اس کے بارے میں قرآن کریم کا ایک حصہ (چند آیات) نازل ہوا۔ تو ایک آدمی نے پوچھا: آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے؟ فرمایا: کیا تو سورۂ ہود نہیں پڑھتا: أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہیں اور میں ان کی جانب سے گواہ ہوں۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی جانب سے روشن دلیل پر ہیں اور میں ان کی جانب سے شاہد ہوں۔

امام ابن مردویہ نے ایک دوسری سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17، بیروت

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے محمد بن علی بن ابی طالب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا: کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں پیچھے آنے والے گواہ آپ ہیں تو انہوں نے فرمایا: میں پسند تو کرتا ہوں کہ میں ہی وہ ہوں لیکن وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حنفیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابن ابی نجیح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں روشن دلیل سے مراد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے بارے فرمایا: کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس سے مراد زبان ہے۔ اور حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کی موافقت میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد زبان ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ شاہد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں روشن دلیل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں شاہد سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس طرح شاہد ہیں کہ وہ اس کتاب اللہ سے تلاوت کرتے ہیں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ اور وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى کے بارے آپ نے فرمایا: کہ اس سے قبل انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر تورات کی تلاوت کی ہے جس طرح حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر قرآن کریم پڑھا ہے(2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں روشن دلیل تو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے آنے والے شاہد سے مراد وہ فرشتہ ہے جو آپ کی حفاظت کرتا ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 20، داراحیاء التراث العربی بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 23-22　3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 23

بیان کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاہد ہیں(1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ مومن اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى کی تفسیر میں حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس سے پہلے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کتاب لے کر آئے۔

امام عبد الرزاق اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ کے بارے فرمایا: کہ کفار کے تمام کے تمام گروہ کفر پر تھے(2)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر کی سند سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سے کسی نے اور کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات نہیں سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہیں لایا مگر یہ کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔ حضرت سعید نے بیان کیا کہ میں نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا مگر وہی جو کتاب اللہ میں ہے یہاں تک کہ میں نے یہ آیت پائی وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ۔(3)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سے جس کسی نے یا کسی یہودی اور عیسائی نے میری بات سنی اور وہ میرے ساتھ ایمان نہ لایا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ تو وہ کہنے لگا کتاب اللہ میں اس کی تصدیق کہاں ہے؟ کم ہی میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث طیبہ سنی ہے مگر میں نے اس کی تصدیق قرآن کریم میں پائی ہے یہاں تک کہ میں نے یہ آیت پائی ہے وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فرمایا الاحزاب سے مراد تمام کی تمام ملتیں ہیں(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث بھی کسی موضوع پر مجھ تک پہنچی ہے میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پایا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اس امت میں سے جو کوئی اور یہود و نصاریٰ میں سے جو بھی مجھ سے سنے اور پھر وہ اس حال میں مر گیا کہ وہ اس کے ساتھ ایمان نہ لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ یقیناً اصحاب نار میں سے ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 21، بیروت
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 186، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 42-341، دار الصمیعی الریاض
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 26

کرے گا۔ اور فرمائے گا کیا تو اسے جانتا ہے کیا تو اسے پہچانتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا ہاں۔ ہاں۔ یہاں تک کہ وہ یہ سمجھے گا کہ وہ تباہ ہو گیا۔ تو رب کریم اسے فرمائے گا: اے میرے بندے! تجھ پر کوئی حرج اور تکلیف نہیں۔ تو تمام مخلوق سے میرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آج میرے اور تیرے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو تیرے گناہوں پر مطلع ہو جائے۔ تو جا۔ میں نے ایک ہی حرف کے ساتھ تیری ان تمام گناہوں سے مغفرت فرما دی جنہیں لے کر تو میرے پاس آیا ہے۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! وہ کیا ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا: تو میرے سوا کسی سے بھی عفو کی امید نہیں رکھتا۔ پس تیرے گناہوں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن رہا کافر! تو اس کے گناہ گواہوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ پڑھے گا۔ **وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ** (1)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم باتیں کرتے تھے کہ اس دن کوئی رسوا نہیں ہوگا جس کی رسوائی مخلوق میں سے ہر ایک پر مخفی رہے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا: **اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ**۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے: بے شک ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور اپنی قرأت میں اپنے اوپر ہی لعنت بھیجتا ہے اور وہ کہتا ہے: **اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ** حالانکہ وہ خود ظالم ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

"جو بدنصیب روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور چاہتے ہیں کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دیں اور یہی آخرت کے منکر ہیں"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے اس ارشاد کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قریش نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے **وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا** کے تحت بیان کیا ہے: یعنی وہ مکہ مکرمہ میں دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی توقع رکھتے ہیں۔

اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 118، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 28، بیروت

كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

"یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں تھے زمین میں اور نہ ہی ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار تھا۔ دوگنا کر دیا جائے گا ان کے لیے عذاب، نہ وہ (آواز حق) سن سکتے تھے اور نہ وہ (نور حق) دیکھ سکتے تھے"۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اہل شرک اور اپنی اطاعت کے مابین دنیا اور آخرت میں حائل ہے۔ پس دنیا میں تو اس طرح کہ اس نے کہا ہے: کہ وہ لوگ اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں نہ کوئی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی اس نور حق کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور رہا آخرت میں تو اس نے فرمایا وہ خشوع اور عاجزی کی طاقت نہیں رکھیں گے (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ طاقت نہیں رکھتے کہ وہ کوئی کلمہ خیر سنیں تو اس سے منافع حاصل کریں اور نہ وہ یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ کوئی عمل خیر دیکھیں اور اسے اپنا لیں (2)۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

"یہی وہ (بدقسمت) ہیں جنہوں نے نقصان پہنچایا اپنے آپ کو اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں جو وہ افترا کیا کرتے تھے (21) یقیناً یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ کا معنی ہے (یہی وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اپنے آپ کو دھوکا دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

"بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور عجز و نیاز سے جھک گئے اپنے پروردگار کی طرف، یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَاَخْبَتُوْٓا کا معنی ہے وخافوا اور وہ ڈر گئے (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: الاخبات کا معنی الانابۃ ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 29، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 31

لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ وَ لَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝

"اور بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف۔ (انہوں نے کہا اے قوم!) میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آ جائے تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح!) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں آپ نے فرمایا اے میری قوم! بھلا یہ بتاؤ اگر میرے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا فرمائی ہو مجھے خاص رحمت اپنی جناب سے پھر پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (اس کی حقیقت) تو کیا ہم جبراً مسلط کریں تم پر یہ دعوت درآنحالیکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اے میری قوم! میں طلب نہیں کرتا تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی مال۔ نہیں میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور میں (تمہیں خوش کرنے کے لیے) ان کو نکالنے والا نہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں البتہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو (حقیقت سے) ناواقف ہے اور اے میری قوم! کون مدد کر سکتا ہے میری اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اگر میں نکال دوں اہل ایمان کو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقیر جانتی ہیں کہ ہرگز نہیں دے گا انہیں اللہ تعالیٰ کچھ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ (اگر میں ایسا کروں تو) میں بھی ہو جاؤں گا ظالموں سے۔ وہ (برافروختہ ہو کر) بولے اے نوح!

تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور پھر جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی لے آئے گا اسے تمہارے پاس اگر چاہے گا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے اور نہیں فائدہ پہنچائے گی تمہیں میری خیر خواہی اگرچہ میرا ارادہ ہو کہ میں تمہاری خیر خواہی کروں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دے وہی پروردگار ہے تمہارا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑ لیا ہے اسے۔ آپ فرمائیے اگر میں نے خود گھڑا ہے تو مجھ پر ہوگا وبال میرے جرم کا اور میں بری الذمہ ہوں ان گناہوں سے جو تم کرتے ہو"۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جن کے بارے میں ہمارے لیے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ ہم میں حقیر و ذلیل ہیں (1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ کی تفسیر میں کہا ہے: تحقیق میں نے اسے (روشن دلیل کو) پہچان لیا ہے اور میں نے اس کے سبب اپنے رب کے حکم کو پہچان لیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فرمایا رحمت سے مراد اسلام، ہدایت، ایمان، حکم اور نبوت ہے(2)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کی تفسیر میں فرمایا: قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ کا نبی طاقت رکھتا تو یقیناً وہ اس دعوت کو اپنی قوم پر جبراً مسلط کر دیتے۔ لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس کا مالک ہے(3)۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح قرأت کرتے تھے۔ "اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَطْرِ اَنْفُسِنَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ" (کیا ہم تم پر اسے اپنی جانب سے جبراً مسلط کر دیں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو)(4)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس طرح قرأت کی ہے "اَنُلْزِمُكُمُوْهَا مِنْ شَطْرِ قُلُوْبِنَا" (5)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِجْرَامِيْ کا معنی بیان کیا ہے "جرائمی" یعنی میرے جرم یعنی ہے(6)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے ضمن میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کی: اے نوح! (علیہ السلام) اگر تم چاہتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 35، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36
3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 36
6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 37

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی طرف مذکورہ وحی کی گئی تو اس وقت آپ نے قوم کے خلاف دعا مانگی اور کہا: رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح) "اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا"۔

امام احمد نے الزہد میں، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ تو اس وقت ان سے آپ کی امید کٹ گئی۔ چنانچہ آپ نے ان کے لیے بددعا کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مردوں کی پشتوں اور عورتوں کی رحموں سے ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کو نکال لیا تو فرمایا: اے نوح! اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ (ہود:36)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو مارا جاتا تھا پھر موٹے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو گھر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ وہ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ لیکن پھر آپ باہر تشریف لے جاتے اور انہیں دعوت الی الحق دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ وہ عصا پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا۔ اس نے کہا: اے میرے بیٹے اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے یہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس نے کہا: اے میرے بابا جان! یہ عصا مجھے دیجئے پھر اس نے عصا پکڑ لیا پھر اس نے کہا: مجھے زمین پر بٹھا دے۔ پس اس نے بوڑھے کو زمین پر بٹھایا اور خود آپ کی طرف چل پڑا اور آپ کو ڈنڈا دے مارا اور آپ کے سر پر گہرا زخم لگا دیا۔ خون بہنے لگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں التجا کی: اے میرے رب! تیرے بندے جو کچھ میرے ساتھ کر رہے ہیں تو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تجھے اپنے ان بندوں کی کوئی ضرورت ہے تو پھر انہیں ہدایت عطا فرما دے اور اس کے سوا کچھ ہے تو مجھے صبر عطا فرما یہاں تک کہ تو کوئی فیصلہ فرما دے اور تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور آپ کو اپنی قوم کے ایمان قبول کرنے سے مایوس کر دیا۔ آپ کو بتا دیا گیا کہ مردوں کی اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں کوئی مومن باقی نہیں رہا۔ لہٰذا فرمایا: اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ پس آپ ان پر غم نہ کھائیں وَاصْنَعِ الْفُلْكَ اور کشتی بنائیں۔ عرض کی: اے میرے رب! کشتی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لکڑی کا بنا ہوا مکان ہے جو پانی کی سطح پر چلتا ہے۔ پس میں اہل معصیت (کفار) کو غرق کر دوں گا اور اپنی زمین کو ان سے پاک کر دوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! پانی کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو میں چاہتا ہوں اس کی قدرت رکھتا ہوں (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ فَلَا تَبْتَىٕسْ کا معنی ہے تو غم زدہ نہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن لمک بن متوشلخ علیہ السلام، جلد 62، صفحہ 248، دارالفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 41، بیروت

امام ابن جریر اور ابو الشیخ دونوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الْفُلْكَ سے مراد کشتی ہے اور بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا کا معنی ہے جیسا ہم تجھے حکم دیں گے (1)۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا کا معنی ہے کشتی بناؤ اللہ تعالیٰ کی نگاہ قدرت کے سامنے اور اس کی وحی کے مطابق۔

امام بیہقی نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول بیان کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذات خود اپنی کتاب میں کوئی وصف بیان نہیں کیا بلکہ اس کی قراءت ہی اس کی تفسیر ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کی تفسیر عربی اور فارسی میں کرتا رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اسے پرندے کے سینے کی شکل پر بنائیں۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے تحت ابن جریج کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ میری طرف رجوع نہ کیجئے آگے بڑھیے ان میں سے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سفارش اور شفاعت نہیں کی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو منع فرمادیا کہ وہ ان کے بعد کسی کے بارے اس کی طرف رجوع کریں۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

"اور نوح کشتی بنانے لگے اور جب بھی گزرتے ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار (تو) آپ کا مذاق اڑاتے۔ آپ کہتے اگر تم مذاق اڑاتے ہو ہمارا تو (ایک دن) ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے جس طرح تم مذاق اڑاتے ہو سو تم جان لوگے کہ کس پر آتا ہے عذاب جو رسوا کردے گا اسے اور (کون ہے) اترتا ہے جس پر عذاب ہمیشہ رہنے والا۔"

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں سکونت پذیر رہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری زمانہ تھا۔ ایک درخت لگایا وہ خوب بڑھا اور اس نے جہاں تک جانا تھا وہ پہنچا۔ پھر آپ نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 42، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 43

اسے کاٹ لیا۔ پھر آپ اس سے کشتی بنانے لگے۔ جو آپ کے پاس سے گزرتے وہ اس کے بارے پوچھتے تھے۔ تو آپ جواباً فرماتے: میں کشتی بنا رہا ہوں۔ تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور کہتے تم خشکی میں کشتی بنا رہے ہو تو کیسے چلے گی؟ تو آپ فرماتے تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ سو جب آپ اسے بنانے سے فارغ ہوئے تو تنور (پانی سے) ابل پڑے اور گلیوں میں پانی وافر ہو گیا۔ تو ایک بچے کی ماں کو بچے کے بارے شدید خوف لاحق ہوا۔ وہ اس سے انتہائی زیادہ محبت کرتی تھی۔ چنانچہ وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف نکل گئی یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے تیسرے حصے تک پہنچ گئی۔ پس جب پانی اس تک پہنچا تو وہ پھر چلی یہاں تک کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی۔ جب پانی وہاں بھی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے بچے کو اپنے سامنے اوپر اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ پانی اسے بہا کر لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پر رحم فرماتا تو اس بچے کی ماں پر ضرور رحم فرماتا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے پرچے اور پردوں کے نیچے کرتے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سام ابو العرب ہے اور حام ابو الحبش ہے اور یافث ابو الروم (رومیوں کا باپ) ہے اور فرمایا: کشتی کا طول تین سو گز تھا اور اس عرض کا پچاس گز تھا۔ اس کی اونچائی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ اس کی چوڑائی میں تھا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی تین سو گز اور اس کی اونچائی بھی تیس گز تھی۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جب کشتی بنانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! لکڑی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: درخت لگاؤ۔ چنانچہ آپ نے بیس برس تک ساگوان کا درخت لگائے رکھا۔ آپ عام دعا سے رک رہے اور وہ تمسخر اڑاتے رہے۔ لیکن جب آپ نے درخت کو مکمل حالت میں پا لیا تو آپ کے رب نے آپ کو حکم فرمایا۔ تو آپ نے اسے کاٹا اور اسے خشک کر لیا۔ تو عرض کی: اے میرے رب! میں یہ گھر کیسے بناؤں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسے تین صورتوں پر بناؤ۔ اس کا سر (سامنے والا حصہ) ہو۔ پھر اس کے طبقات بناؤ۔ اس کی اطراف میں دروازے بناؤ اور لوہے کی میخوں کے ساتھ اسے مضبوط اور پختہ جوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ تاکہ وہ آپ کو کشتی بنانا سکھلا دیں۔ پس جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تھے وہ آپ سے تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے: کیا تم اس مجنون (پاگل) کی طرف نہیں دیکھتے ہو کہ گھر بنا رہا ہے تاکہ اس کے ذریعے پانی پر چلے۔ اور پانی کہاں ہے؟ وہ بہت ہنستے اور قہقہے لگاتے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد گرامی ہے وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ۔ پس آپ نے کشتی بنائی۔ اس کی لمبائی چھ سو گز تھی۔ ساٹھ گز زمین میں تھی اور اس کی چوڑائی تین سو تینتیس گز تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ تارکول کے ساتھ اس پر ملمع کریں۔ زمین میں تارکول نہیں تھی۔ پس اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت

تعالیٰ نے آپ کے لیے تارکول کا چشمہ پیدا کر دیا اس طرح کہ جہاں کشتی (کی لکڑیاں) تیار کی جاتی تھیں وہاں سے چشمہ اُبلنے لگا یہاں تک کہ آپ نے اس کا طلاء کر لیا۔ پس جب آپ اس سے فارغ ہو گئے تو اس کے تین دروازے بنائے اور انہیں ڈھانپ دیا۔ پس اس میں درندوں اور چوپاؤں کو سوار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر پر بخار مسلط کر دیا اور اسے دیگر جانوروں سے غافل کر کے اپنی ہی ذات میں مشغول کر دیا۔ دوسرے دروازے میں وحشی اور پرندے وغیرہ رکھے۔ پھر ان پر اسے بند کر دیا۔ اول و آدم علیہ السلام میں سے چالیس مرد اور چالیس عورتیں اوپر والے دروازے سے داخل کیے اور پھر ان پر اسے بند کر دیا اور اوپر والے دروازے میں اپنے ساتھی درد کی رکھا تاکہ چوپائے انہیں کروٹ بچھا کر روند نہ دیں (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کشتی کی لمبائی تین سو گز، اس کی چوڑائی پچاس گز اور اس کی بلندی تیس گز تھی اور اس کا دروازہ چوڑائی میں تھا۔ ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کشتی انہیں لے کر دس رجب کو چلی اور ایک سو پچاس دن پانی میں چلتی رہی۔ پھر وہ جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی اور دسویں محرم کو زمین پر اترے (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی لمبائی ایک ہزار دو سو گز تھی اور اس کا عرض چھ سو گز تھا (3)۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کے حواریوں نے آپ سے کہا: اگر آپ ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی زندہ کریں جس نے کشتی دیکھی ہو تو وہ ہمیں اس کے بارے کچھ بتائے۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ چل پڑے اور مٹی کے ایک ٹیلے کے پاس جا کر رکے۔ آپ نے اس مٹی سے ایک مٹھی اٹھائی اور فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ حام بن نوح کا تخت ہے۔ پس آپ نے اپنے عصا کے ساتھ اس ٹیلے پر ضرب لگائی۔ اور فرمایا: قم باذن اللہ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ تو اچانک وہ کھڑا ہو گیا۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑنے لگا۔ وہ جوان حالت میں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے فرمایا تو اس طرح ہلاک ہوا تھا۔ اس نے کہا: نہیں میں مرا اور تب میں جوان تھا۔ لیکن میں نے گمان یہ کیا ہے کہ قیامت قائم ہو چکی ہے پس اسی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں ہمیں کچھ بتا۔ تو اس نے کہا: اس کا طول ایک ہزار دو سو گز تھا اور اس کا عرض چھ سو گز تھا۔ اس کے تین طبقات تھے۔ پس ایک طبقہ میں چوپائے اور وحشی جانور تھے۔ ایک طبقہ میں انسان تھے اور ایک طبقہ میں پرندے تھے۔ جب چوپاؤں کا گوبر زیادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دم دباؤ۔ آپ نے اسے دبایا تو اس سے مذکر اور مؤنث خنزیر گرے اور وہ دونوں گوبر کھانے لگے۔ پھر جب چوہا گرا تو وہ کاٹ کر کشتی کو خراب کرنے لگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، باب نوح بن ملک بن متوشلخ علیہ السلام جلد 62 صفحہ 249-248، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 43، بیروت 3۔ ایضاً جلد 12، صفحہ 44

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ میں عذاب سے مراد غرق ہونا ہے۔ اور وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ میں عذاب سے مراد ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہنا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

"یہاں تک کہ جب آگیا ہمارا حکم اور ابل پڑا تنور تو ہم نے (نوح کو) فرمایا سوار کرلو کشتی میں ہر جنس سے نر و مادہ دو دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے ان کے جن پر پہلے ہو چکا ہے حکم اور (سوار کرلو) جو ایمان لا چکے ہیں اور نہیں ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ مگر تھوڑے لوگ"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی "پانی کا ابلنا اور پھوٹنا ہے"(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب تو اپنے گھر والوں کا تنور دیکھے کہ اس سے پانی نکل رہا ہے تو یہ تیری قوم کی ہلاکت اور بربادی کی (علامت) ہے(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ تنور پتھر سے بنا ہوا تھا اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کے لیے تھا حتی کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام تک جا پہنچا۔ تو آپ کو یہ کہا گیا جب تو پانی کو دیکھے کہ وہ تنور سے ابل رہا ہے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو جانا(3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی قوم کی ہلاکت کے درمیان تین سو سال کا فاصلہ تھا۔ ہند میں تنور ابل پڑا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہفتہ بھر گھر میں ہی تیرتی رہی(4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے بارے فرمایا: وہ چشمہ جو جزیرہ میں ہے وہی عین الوردہ ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسجد کوفہ سے تنور ابل پڑا جو کہ ابواب کندہ کی جانب تھا۔

امام ابو الشیخ نے حبہ عرنی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میں نے سواری (اونٹنی) خریدی ہے اور میرے پاس سامان خوراک ختم ہو گیا ہے۔ میں بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 49، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48

4۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 373، دار الکتب العلمیہ بیروت

میں نماز ادا کر سکوں۔ کیونکہ اس میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نمازیں پڑھی ہیں اور وہ اس سے یعنی مسجد کوفہ سے تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جسم و جان کو تخلیق کیا! تمہاری یہ مسجد مسلمانوں کی چار مساجد میں سے چوتھی مسجد ہے جس میں دو رکعتیں نماز ادا کرنا اس کے سوا کسی اور مسجد میں دس رکعتیں پڑھنے سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے۔ بے شک اس کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سدی بن اسماعیل ہمدانی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اس مسجد کے وسط میں (یعنی مسجد کوفہ میں) اپنی کشتی بنائی تو اس کی دائیں جانب سے تنور ابل پڑا۔ اس جگہ سے صحرا بارہ میل کی مسافت پر تھا۔ اس میں ایک نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد میں چار نمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام اور مدینہ طیبہ میں مسجد رسول اللہ ﷺ کے۔ بے شک اس مسجد کی دائیں جانب سے قبلہ کی سمت تنور ابلا تھا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تنور سے مراد سطح زمین ہے۔ یعنی آپ سے یہ کہا گیا کہ جب آپ اس طرح زمین پر پانی دیکھیں تو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو جائیے اور اہل عرب وجہ الارض کو تنور الارض کہا کرتے ہیں(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تنور سے مراد وجہ الارض (سطح زمین) ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تنور سے مراد زمین کا اعلیٰ اور بلند حصہ ہے اور اس کا علم حضرت نوح علیہ السلام اور رب کریم کے درمیان راز ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابطامہ بن مسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ بن قرہ سے کہا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب اس آیت پر پہنچے تو فرمایا: یہ زمین کا اعلیٰ اور اشرف حصہ ہے۔ اور ساتھ کہا: اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن میں نے ان سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ واللہ اعلم۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ تنور سے پانی ابل پڑا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے آگ بھڑک اٹھی۔ اور رقار التنور ہر لغت کے مطابق تنور ہی ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے فجر طلوع ہوئی۔ آپ کو یہ کہا گیا کہ جب فجر طلوع ہو جائے تو اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سوار ہو جاؤ(2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَفَارَ التَّنُّوْرُ کا معنی ہے صبح کا روشن ہونا(3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کلام عرب میں مذکر و مونث کو زوجین کہا جاتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 47، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 48　3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ساتھ ہر جنس میں سے نر اور مادہ دو دو سوار کرلیں اور آپ کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ پس آپ جوڑا جوڑا کر کے رکھتے رہے اور تھوڑی بیج رہ گیا۔ پس ابلیس آیا اور اس نے کہا: یہ سارے کا سارا میرے لیے ہے۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرشتہ کی جانب دیکھا تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ پس آپ نے کہا: ہاں۔ دو تہائی میرے لیے ہیں اور ایک تہائی اس کے لیے ہے۔ تو فرشتے نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ تو آپ نے کہا: نصف میرے لیے ہے اور نصف اس کے لیے ہے۔ تو ابلیس نے کہا: یہ سب کا سب میرے لیے ہے۔ پھر آپ نے فرشتے کی جانب دیکھا۔ تو اس نے کہا: بے شک وہ آپ کا شریک ہے سو اس کی شرکت کو خوب اچھا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: ایک ثلث میرے لیے ہے اور دو ثلث اس کے لیے ہیں۔ اس نے کہا: تم نے احسان کیا ہے اور میں بھی بہت نیکی کرنے والا ہوں۔ آپ اسے انگور کی صورت میں کھائیں گے اور اسے کشمش کی صورت میں بھی کھائیں گے اور اس کو جوش کی ہی پئیں گے تین دن۔ مسلم نے کہا ہے: وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب وہ اس طرح انگور کا جوس پئیں گے تو اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو انہوں نے ہر اس شے کا نام لکھا جسے انہوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور فرمایا: بے شک تم نے انگور کی بیل کو بھی گم کرلیا ہے حالانکہ وہ یہاں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے اسے شیطان نے پکڑ لیا ہے ہم عنقریب اسے بھیجیں گے جو اسے لے آئے گا۔ پس اسے لایا گیا اور شیطان بھی اس کے ساتھ آیا تو حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا: بے شک یہ آپ کا شریک ہے اس کی شرکت کو خوب اچھا بنائیے۔ تو آگے انہوں نے ماقبل روایت کی طرح ذکر کیا اور ان کے قول کے بعد یہ اضافہ کیا کہ آپ اسے جوش کی صورت میں پئیں گے اور اسے پکائیں گے۔ پس اس کے دو ثلث پلیدی اور شیطان کے حصے کے طور پر ختم ہو جائیں گے اور اس کا ایک ثلث باقی بچ جائے گا پس آپ اسے پی لیں۔

امام ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں، ابن عساکر اور ابن النجار رحمہم اللہ نے اپنی تاریخوں میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیر کے پاس سے گزرے اور وہ کشتی میں تھا تو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ اسے ضرب لگائی۔ تو شیر نے آپ کو پنجہ لگا دیا اور آپ رات بھر جاگتے رہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی وجہ سے رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ بے شک آپ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور میں ظلم و زیادتی کو پسند نہیں کرتا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے شیر کو کشتی میں سوار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! بے شک وہ تو مجھ سے کھانے کا سوال کرے گا۔ میں اسے کہاں سے کھلاؤں گا؟ تو

1۔ شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، جلد 6، صفحہ 54، دارالکتب العلمیہ بیروت

کسی نے شام کے وقت یہ کہا: "صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نُوْحٍ وَعَلٰى نُوْحٍ السَّلَامُ" تو اس رات بچھو اسے نہیں کاٹے گا(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عطاء اور ضحاک رحمہما اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس کشتی پر سوار ہونے کے لیے آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے دھکیل دیا۔ اس نے کہا: اے نوح! میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ پر قابو نہیں پا سکتے۔ تو آپ نے جان لیا کہ یہ سچ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا کہ کشتی کے بانس پر بیٹھ جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ ان کے جسم کو اٹھائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ان کے وارث بنے اور جو کوئی یہ وصیت بطور وراثت اپنے بیٹے کو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وصیت کو وصول کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے جسد خاکی کو مردوں اور عورتوں کے درمیان حائل رکھا(2)۔

امام ابن ابی دنیا اور ابن عساکر نے مکاید الشیطان میں حضرت ابو العالیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی لنگر انداز ہوئی۔ اس وقت ابلیس کوثر السفینہ پر تھا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: تو ہلاک ہو جائے اہل زمین تیری وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں؟ تو ابلیس نے آپ سے کہا: تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: تو توبہ کر۔ اس نے کہا: آپ اپنے رب سے پوچھیے کیا میرے لیے توبہ ہے؟ پس حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ آپ نے اسے فرمایا: میں نے تیرے لیے توبہ کی راہ نکالی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ تو اس نے جواب دیا: میں نے سجدہ نہیں کیا تھا جب کہ وہ زندہ تھے تو کیا اب میں سجدہ کروں گا جب کہ وہ مر چکے ہیں؟(3)

امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انگور کی بیل کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کا شیطان کے ساتھ تنازعہ ہوا۔ اس نے کہا: یہ میرے لیے ہے اور آپ نے فرمایا: یہ میرے لیے ہے۔ پھر دونوں کی صلح اس شرط پر ہوئی کہ اس کا ایک تہائی حضرت نوح علیہ السلام کے لیے ہوگا اور دو تہائی شیطان کے لیے(4)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اپنے ساتھ تمام درخت بھی سوار کیے تھے(5)۔

امام اسحاق بن بشر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اہل علم میں سے ایک آدمی نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہدہد کا ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کیا اور ہدہد کی ماں کو جوڑے پر اضافی رکھا۔ پس زمین ظاہر ہونے سے پہلے ہی وہ کشتی میں مر گئی۔ ہدہد نے اسے اٹھا لیا اور دنیا کا چکر لگایا تاکہ وہ کوئی ایسی جگہ پائے جہاں اسے دفن کر سکے۔ لیکن اس نے کہیں بھی کیچڑ اور مٹی نہ پائی۔ سو اس کے رب نے اس پر رحم فرمایا اور اس کے لیے اس کی گدی میں قبر کھود دی۔ تو اس نے اسے اس میں دفن کر دیا۔ پس وہ بال جو ہدہد کی گدی میں بڑھے ہوئے ہیں وہ قبر کی جگہ پر ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہدہدوں کی گدیاں کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 250، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 258 3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 253

4۔ سنن نسائی، باب ذکر الخمر [illegible]، جلد 8، صفحہ 330، بیروت 5۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 261

تعریف فرمائی ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے(1)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے حضرت جویبر اور مقاتل کی سند سے حضرت ضحاک سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں پتھر کے دو نگینے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک دن کی سفیدی کی طرح سفید تھا اور دوسرا رات کی سیاہی کی طرح سیاہ تھا۔ پس جب وہ شام کرتے تو اس کی سیاہی دوسری کی سفیدی پر غالب آ جاتی۔ جب وہ صبح کرتے تو اس کی سفیدی دوسرے کی سیاہی پر غالب آ جاتی۔ دونوں کا وقت بارہ گھنٹے مقرر تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں اوقات کو بارہ بارہ گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ان بارہ میں سے کسی کو دوسرے پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ تا کہ اس سے نماز کے اوقات کو پہچانا جا سکے۔ پس کشتی آپ کے مکان سے چلی۔ یہاں تک کہ دائیں سمت چلتی رہی اور حبشہ پہنچ گئی پھر وہاں سے بحرین اور جدہ کی طرف لوٹ آئی۔ پھر روم کی سمت اختیار کی اور روم سے تجاوز کر گئی اور ارض مقدس کی وادیوں پر لوٹتی ہوئی آئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر قرار پذیر ہو گی۔ سو اس لیے پہاڑ بلند ہو گئے۔ اسی لیے وہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی جڑیں زمین سے نکالیں۔ اور جودی پہاڑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری پیش کرتا رہا۔ پس کشتی آئی اور تمام پہاڑوں سے آگے گزر گئی۔ جب جودی پہاڑ پر پہنچی وہاں قرار پذیر ہو گئی اور وہیں لنگر انداز ہوئی تو پہاڑوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی اور کہا اے ہمارے رب! بے شک ہم حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لیے ظاہر ہوئے ہیں اور اپنی جڑیں زمین سے نکالی ہیں۔ اور جودی نے عجز کیا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس پر قرار اختیار کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ جو اس طرح میرے لیے تواضع کرتا ہے میں اسے بلند کر دیتا ہوں اور جو میرے سامنے بلند ہوتا ہے میں اسے پست اور ذلیل کرتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ جودی جنت کے پہاڑوں میں سے ہے جس یوم عاشورہ (دسویں محرم الحرام کا دن) تھا تو کشتی اس پر قرار پذیر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ" اے زمین! اپنا پانی نگل لے جذب کر لے، یہ ارشاد لغت حبشہ کے مطابق ہے "وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ" اور اے آسمان تو بھی اپنا پانی روک لے۔ یہ بھی حبشی لغت کے مطابق ہے۔ پس زمین نے اپنا پانی جذب کر لیا اور آسمان کا پانی بھی اٹھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ گیا اس امید کے تحت کہ وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا واپس لوٹ جا۔ کیونکہ تو عذاب اور غضب ہے پس پانی لوٹ آیا اور وہ کھاری ہو گیا اور گرم ہو گیا اور موجیں مارنے لگا۔ پس اس سے لوگوں کو اذیت اور تکلیف پہنچنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھیجا اور اس نے سمندروں کی جگہوں میں اسے جمع کر دیا۔ وہ اتنا شدید کھاری ہو گیا کہ اس سے نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جھانک کر دیکھا تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور آپ کے لیے آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا۔ یہ آپ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان غرق ہونے سے امان کی علامت اور نشانی تھی۔ ہاتھ سے مراد وہ قوس ہے جسے وہ قوس قزح کہتے ہیں۔ اور منع کیا گیا ہے کہ اسے قوس قزح کہا جائے کیونکہ قزح شیطان ہے اور وہ قوس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ تیر

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 262، دار الفکر بیروت

کمان بیچ بھی آسمان تک پھیل جایا کرتی تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو غرق ہونے سے امان دے دی تو اللہ تعالیٰ نے کمان اور تیر پھینک دیئے۔ تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے ساتھ میری اہل کو نجات دے گا۔ حالانکہ میرا بیٹا غرق ہو گیا ہے اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۝ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (ہود) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ وہ تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جاؤ۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا۔ جو آپ کی طرف زمین کی خبر لائے گا۔ تو ایک گھریلو پرندہ آیا اور اس نے کہا: میں۔ تو آپ نے اسے پکڑا اور اس کے پروں پر مہر لگا دی اور فرمایا تجھ پر میری مہر لگی ہے تو کبھی نہیں اڑے گا، میری اولاد تجھ سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ پھر آپ نے کوے کو بھیجا۔ اس نے ایک مردار دیکھا تو اس پر گر پڑا۔ پس آپ نے اسے قید کیا اور اس پر لعنت فرمائی۔ اسی وجہ سے اسے حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے۔ پھر فاختہ کو بھیجا یعنی حمامہ سے مراد قمری ہے۔ سو وہ گئی اور اس نے زمین میں کہیں بھی قرار نہ پایا۔ سرزمین سبا میں وہ ایک درخت پر بیٹھی اور زیتون کا پتا اٹھایا اور نوح علیہ السلام کی طرف لوٹ آئی۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے زمین میں سے کہیں مسکن نہیں بنایا۔ پھر اسے چند دنوں کے بعد بھیجا۔ پس وہ نکلی اور وادی حرم میں پہنچ گئی۔ پانی جب جذب ہوا تو سب سے پہلے کعبہ معظمہ کی جگہ سے جذب ہوا اس کی مٹی سرخ تھی۔ پس اس نے اپنے پاؤں کو اس کے ساتھ رنگا اور پھر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف واپس آ گئی۔ اور کہا مبارک ہو زمین سے قرار حاصل کر لیا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک اس کی گردن مبارک پر پھیرا اور اسے ہار پہنایا اور اس کی ٹانگوں میں اسے سرخی عطا کی۔ اس کے لیے دعا کی اور اسے حرم پاک میں سکونت عطا کر دی اور اس میں برکت رکھ دی۔ پس اسی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ شفقت کرتے ہیں۔ پھر آپ نکلے اور سرزمین موصل میں نزول فرمایا۔ یہ قریہ الثمانین کہلاتا ہے۔ کیونکہ آپ اسی افراد کے ہمراہ یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ پھر ان میں وبا پھیل گئی اور وہ حضرت نوح، سام، حام، یافث اور ان کی عورتوں کے سوا سب کے سب مر گئے۔ پھر زمین ان سے بھر گئی۔ اسی کے بارے میں ارشاد ہے وَ جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ۝ (الصافات: 77)(1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت خالد الزیات رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب المرجب کی پہلی تاریخ کو کشتی میں سوار ہوئے اور جن و انس میں سے جو آپ کے ساتھ تھے انہیں فرمایا: آج کے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ تم میں سے جس نے روزہ رکھا اس سے آگ ایک سال کی مسافت پر دور رہے گی اور تم میں سے جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور جس نے آٹھ روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جس نے دس دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا: نیا عمل کر میں نے تیرے لیے ماضی میں جو کچھ ہوا اسے بخش دیا ہے۔ اور جس نے اور زیادہ کیا اللہ تعالیٰ بھی اضافہ فرمائے گا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 282-284، دار الفکر بیروت

رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے اس روز ے رکھے۔ اور دسویں محرم (یوم عاشورہ) کو کشتی تنور انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ جن وانس کو ارشاد فرمایا: آج کے دن بھی روزہ رکھو (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام رجب کی دس تاریخ کشتی میں سوار ہوئے اور دس محرم الحرام کو اس سے اترے۔ سو آپ اور آپ کے اہل رات سے رات تک روزہ رکھتے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر شے کو سوار کیا تو شیر کو بھی سوار کیا اور وہ کشتی والوں کو اذیت پہنچانے لگا۔ تو اس پر بخار مسلط کر دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کریں، تو آپ نے شیر کو سوار کرنے کی طاقت نہ رکھی۔ یہاں تک کہ اس پر بخار مسلط کر دیا گیا تو آپ نے اسے اٹھایا اور کشتی میں داخل کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کی سند سے ان کے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا، تو آپ کے اصحاب نے آپ سے عرض کی: ہم کیسے اطمینان پائیں گے جب کہ ہمارے ساتھ شیر بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار مسلط کر دیا۔ پس وہی پہلا بخار ہے جو زمین پر اترا۔ پھر انہوں نے چوہیا کا شکوہ کیا اور کہا: یہ چوہیا تو ہمارے کھانے اور سامان کو خراب کر دے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے شیر کی طرف وحی کی۔ تو اس نے چھینک ماری اور اس سے بلی خارج ہوئی تو اسے دیکھ کر چوہیا چھپ گئی۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں تھے تو چوہے نے کشتی کی رسیوں کو کترنا شروع کیا، تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اور آپ نے شیر کی پیشانی کو چھوا تو اس سے بلی کی طرح کے دو جانور نکلے۔ کشتی میں گندگی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی۔ سو آپ نے ہاتھی کی دم کو چھوا۔ تو دو خنزیر نکلے اور انہوں نے اس غلاظت کو کھا لیا (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کشتی والوں نے چوہے کے سبب تکلیف اٹھائی تو شیر نے چھینک ماری۔ اس کے نتھنے سے مذکر اور مؤنث دو بلیاں نکلیں اور انہوں نے چوہے کو کھا لیا مگر جو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھنا چاہا اور انہیں اہل کشتی کی غلاظت کے سبب اذیت دی گئی۔ پس ہاتھی نے چھینک ماری اور اس کے نتھنے سے مذکر و مؤنث دو خنزیر نکلے۔ پس انہوں نے کشتی والوں کی ساری غلاظت کو کھا لیا۔ اور جب گدھے کو کشتی میں داخل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے گدھے کے دونوں کان پکڑے اور ابلیس نے اس کی دم پکڑ لی اور حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کھینچنا شروع کر دیا اور ابلیس بھی اسے کھینچنے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: شیطان داخل ہو جا۔ پس گدھا داخل

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 284، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 46، بیروت

ہوا اور اس کے ساتھ ابلیس بھی داخل ہو گیا۔ جب کشتی چلی تو وہ اس کے پچھلے حصے پر بیٹھ کر گنگنانے لگا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: آپ نے۔ آپ نے فرمایا: کب؟ اس نے جواباً کہا: جب تم نے گدھے کو کہا: اے شیطان! داخل ہو تو میں داخل ہو گیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جوڑوں میں سے کشتی میں سب سے پہلے اونٹنی کو سوار کیا اور سب سے آخر میں گدھے کو سوار کیا۔ سو جب گدھا داخل ہوا تو اس نے اپنا سینہ داخل کیا اور ابلیس اس کی دم کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور اس کے قدم نہ اٹھ سکے تو حضرت نوح علیہ السلام اسے فرمانے لگے: تیری ہلاکت ہو۔ اے شیطان! داخل ہو۔ پس وہ اٹھتا تھا اور طاقت نہ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: داخل ہو اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے۔ آپ کی زبان پر کلمہ پھسل گیا۔ پس جونہی آپ نے وہ کہا تو شیطان نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ داخل ہوا اور شیطان بھی اس کے ساتھ داخل ہو گیا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اسے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے کس نے داخل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ داخل ہو جا اگرچہ شیطان تیرے ساتھ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے نکل جا۔ اس نے کہا: آپ کے لیے کوئی چارہ کار نہیں اس سے کہ آپ مجھے سوار کریں۔ پس کشتی کی چھت پر ایسی ہی ہوا جیسا کہ وہ گمان کرتے تھے (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت دیتے رہے۔ آپ پہلے انہیں مراللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ پھر جہراً دعوت شروع کر دی۔ پھر اعلانیہ دعوت عام دینے لگے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اعلان کا معنی: چلا چلا کر چیخ و پکار کرنے کے ہیں۔ پس وہ (قوم کے لوگ) آپ کو پکڑ لیتے تھے اور آپ کا گلا دباتے تھے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی اور وہ آپ کو زمین پر گرا دیتے تھے اس حال میں کہ آپ بیہوش ہوتے۔ پھر جب افاقہ ہو جاتا تو کہتے: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ پس ان میں سے ایک آدمی اپنے باپ کو کہنے لگا: اے ابا جان! اس بوڑھے شیخ کو کیا ہے یہ ہر روز چیخ و پکار کرتا ہے یہ سست نہیں پڑتا۔ تو اس نے جواب دیا: کہ میرے باپ نے میرے دادا سے مجھے خبر دی ہے کہ یہ جب سے ہوا ہے یہی کام کرتا رہا ہے۔ پس جب آپ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ سو آپ نے کشتی بنائی اور تین سال کے عرصہ میں اس کا کام مکمل کیا۔ آپ کی قوم کے جو لوگ آپ کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ سے تمسخر کرتے اور آپ کے کشتی بنانے پر اظہار تعجب کرتے۔ پس جب آپ کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے رب نے آپ کے لیے ایک نشانی مقرر کر دی کہ جب تم تنور کو ابلتا ہوا دیکھو تو ہر شے کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لینا۔ اور تنور کے بارے جو خبر مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ وہ کوفہ کی مسجد کے ایک کونے میں تھا۔ پس جب تنور ابل پڑا تو آپ نے ان تمام کو کشتی میں سوار کر لیا جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا۔ عرض کی: اے میرے رب! شیر اور ہاتھی کو کیسے سوار کروں؟ تو اللہ تعالیٰ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 45

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ہمیں عبد اللہ العمری نے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خبر دی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے ارد گرد پانی نکلا تو آپ کی امت کا ایک آدمی اپنے سرداروں میں سے ایک کے پاس گیا اور کہا: یہ ہے وہ جسے تم گمان کرتے تھے کہ مجنون ہے؟ تحقیق جس عذاب سے وہ تمہیں ڈراتا تھا وہ تم پر آچکا ہے۔ وہ اپنی سواری پر سوار ہوا اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو لے کر آیا اور آپ نے فرمایا: تحقیق تم پر وہ آچکا ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی سواری کے سر کو پھیر۔ پس اس نے اپنی سواری کو پھیرا تو پانی اس کے پاؤں کے نیچے نکل پڑا۔ پس وہ پانی سے بھاگتے ہوئے پہاڑ کی طرف نکل گیا (1)۔

ابن اسحاق اور ابن عساکر نے حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر تنور سے پانی ابل پڑا۔ یہ وہ تنور ہے جس میں آپ کی بیٹی روٹیاں پکا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس کی توقع رکھتے تھے جب کہ آپ کی صاحبزادی آئی اور اس نے عرض کی: اے ابا جان! تنور سے پانی ابل پڑا ہے۔ پس ایک کے سوا قوم کے تمام بڑھئی حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اس نے آپ سے کہا: میری اجرت مجھے دیجئے۔ آپ نے فرمایا: میں تیری اجرت تجھے اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو ہمارے ساتھ سوار ہو جائے۔ تو اس نے جواب دیا: بے شک وہ بڑھئی، بغوث اور نسر مجھے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی اس میں ہر شے کا جوڑا جوڑا سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو مگر وہ جن کے بارے میں حکم پہلے ہو چکا ہے اور وہ جن کے بارے حکم پہلے ہو چکا تھا وہ آپ کی بیوی واعلہ اور آپ کا بیٹا کنعان تھا۔ آپ نے عرض کی: اے میرے رب! تحقیق میں نے انہیں تو سوار کر لیا۔ لیکن وحشی جانوروں، چوپاؤں، درندوں اور پرندوں کو میں کیسے سوار کروں گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تیرے پاس جمع کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آپ نے انہیں اکٹھا کر دیا۔ پس آپ جوڑے پر ہاتھ مارتے۔ دایاں ہاتھ مذکر پر اور بایاں مؤنث پر لگتا اور آپ اسے کشتی میں داخل کر دیتے۔ حتیٰ کہ آپ نے اس تعداد کو داخل کر دیا جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔ جب آپ انہیں کشتی میں جمع کر چکے اور چوپاؤں، وحشیوں اور درندوں نے عذاب دیکھا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاؤں چاٹنے لگے اور کہنے لگے: آپ ہمیں اپنے ساتھ کر لیں۔ تو آپ فرماتے: مجھے صرف ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا سوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اور وہ آپ کی طرف پرندوں، درندوں، وحشی جانوروں اور چوپاؤں میں سے نر اور مادہ دو کو اٹھا کر لے آئی (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ کے تحت فرمایا: کہ ہر جنس سے مذکر اور مؤنث (4)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 252، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 252-53
3۔ ایضاً، جلد 62، صفحہ 255
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 50

ابن ابی حاتم نے قرمرسے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکر ایک زوج ہے اور مؤنث ایک زوج ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: کہ قول سے مراد عذاب ہے اور وہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے خاندان کا حصہ تھی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ کے تحت حکم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام آپ کے تین بیٹے اور چار بہو تھیں۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بیان کیا گیا ہے: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ تین بیٹوں اور اپنے بیٹوں کی تین بیویوں کو سوار کیا اور حام نے کشتی میں اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے نطفہ کو بدل دینے کی دعا کی۔ تو سوڈان پیدا ہوا۔ اسے ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن جریج کی سند سے ابو صالح سے بیان کیا ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں اسی آدمیوں کو سوار کیا۔ ان میں سے ایک جرہم تھا اس کی زبان عربی تھی (3)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں اسی آدمی تھے ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں۔ وہ کشتی میں ایک سو پچاس دن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ چالیس دن تک بیت اللہ کے پاس گھومتی رہی پھر اسے جودی کی طرف پھیر دیا اور وہاں پر وہ لنگر انداز ہوگئی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا تا کہ وہ آپ کے پاس خبر لے کر آئے۔ وہ گیا اور مردار پر جا گرا اور اس نے آپ کے کام کو مؤخر کر دیا۔ پھر آپ نے فاختہ کو بھیجا وہ آپ کے پاس زیتون کا پتہ لے کر آئی اور اس کے پاؤں کیچڑ سے لتھڑے ہوئے تھے۔ تو اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے پہچان لیا کہ پانی جذب ہوگیا۔ پس آپ جودی کی نچلی جانب اترے اور ایک گاؤں آباد کیا اور اس کا نام ثمانین رکھا۔ پس ایک دن انہوں نے صبح کی تو ان کی زبانیں اسی لغتوں پر جاری ہوگئیں۔ ان میں سے ایک عربی زبان ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی کلام نہیں سمجھ سکتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام اس کی تعبیر فرماتے تھے (4)۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے اس میں ہر جنس سے جوڑا جوڑا سوار کیا جیسا کہ آپ کو حکم تھا۔ تو آپ نے کشتی میں ایک بوڑھے کو دیکھا جسے آپ نے نہ پہچانا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا: ابلیس، میں داخل ہوا ہوں تا کہ تمہارے اصحاب کے دلوں پر قابو پاؤں۔ پس ان کے دل میرے ساتھ ہوں گے اور ان کے جسم

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 51، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 52
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 53
4۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 267، دار الفکر بیروت

تمہارے ساتھ۔ پھر اس نے کہا: پانچ چیزیں ہیں جن کے ساتھ میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ ان میں سے تین میں آپ کو بتاؤں گا اور دو کے بارے کوئی بات نہیں کروں گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ کو ان تین کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ آپ اسے حکم دیں کہ وہ دو کے بارے آپ سے گفتگو کرے گا۔ تو اس نے کہا: ایک حسد ہے اور حسد کے سبب مجھ پر لعنت کی گئی اور مجھے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔ دوسری حرص ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ساری جنت مباح کر دی گئی اور میں نے حرص کے ذریعے ان سے بھی اپنی حاجت پوری کر لی (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد قوس قزح ظاہر ہوئی جو اہل زمین کے لیے اس سے امان کی علامت تھی کہ وہ سارے کے سارے غرق ہوں گے۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (41)

"اور نوح نے کہا سوار ہو جاؤ اس (کشتی) میں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا پروردگار غفور رحیم ہے۔"

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر چل پڑی تو آپ کو خوف لاحق ہوا تو آپ یہ پکارنے لگے: یا رب اتقن، کہتے: اے اللہ! احسان فرما۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کے تحت کہا: جس وقت وہ سوار ہوتے ہیں اور چلتے ہیں اور لنگر انداز ہوتے ہیں (تو وہ یہ پڑھتے تھے) (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتے کہ کشتی ٹھہر جائے تو کہتے: بسم اللہ پس وہ ٹھہر جاتی اور جب وہ ارادہ کرتے کہ وہ چل پڑے تو کہتے: بسم اللہ۔ پس وہ چل پڑتی (3)۔

امام سعید بن منصور اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (4)۔

امام ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن سنی، ابن عدی، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لیے غرق ہونے سے امان ہے کہ جب وہ کشتی پر سوار ہوں تو یہ کہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (41) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ آخر آیت تک۔ (الانعام:91)(5)

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 259، دار الفکر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 54، داراحیاء التراث العربی بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 55
4۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 347، (1074)، مکتبۃ الصمیعی الریاض
5۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 6، صفحہ 32، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے گی۔ جب کہ انہوں نے کشتیوں میں سوار ہوتے وقت یہ کہا: بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: 91) الآیہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ہود)(1)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے الثواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔ کہ کوئی آدمی بھی نہیں جو کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الرَّحْمٰنِ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ہود) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ (الانعام: 91) مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے سے حفظ و امان عطا فرمائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے گا۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝

"اور وہ چلنے لگی انہیں لے کر ایسی موجوں میں جو پہاڑ کی مانند تھیں۔ اور پکارا نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور وہ (ان سے) الگ تھا: بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ہو کافروں کے ساتھ بیٹے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں) میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی، وہ بچا لے گا مجھے پانی سے۔ آپ نے کہا (بیٹا) آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے۔ اور (اسی اثناء میں) حائل ہو گئی ان کے درمیان موج، پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کا جو بیٹا ڈوب گیا تھا اس کا نام کنعان ہے۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ آپ کا بیٹا تھا مگر نیت اور عمل میں آپ کا مخالف تھا(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَنَادٰى نُوْحُۨ ابْنَهٗ کے ضمن میں فرمایا: یہ لغت طی کے مطابق ہے وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا بلکہ آپ کی بیوی کا بیٹا تھا۔

امام ابن الانباری نے مصاحف میں اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرأت اس طرح

1۔ تفسیر طبری، جلد 12، صفحہ 124، مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر
2۔ تفسیر عبد الرزاق، مرہ آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 191، دار الکتب العلمیہ بیروت

کی ہے: وَ نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ کے ضمن میں فرمایا: کہ آج کشتی والوں کے سوا کوئی نجات پانے والا نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ کی تفسیر میں کہا: کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور پہاڑ کے درمیان (موج حائل ہوگئی)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہو گیا (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حمید بن ہلال رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایک آدمی کے لیے اس شرط پر اجرت مقرر کی کہ وہ کشتی بنانے کے عمل میں آپ کی معاونت کرے گا۔ چنانچہ اس نے آپ کے ساتھ کام کیا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اسے فرمایا: بہتر ہے جو تو چاہے کہ یا میں تیری اجرت تجھے دے دوں یا پھر ہم تجھے ظالم قوم سے بچا لیں۔ اس نے جواب دیا: میں اپنی قوم سے مشورہ کر لوں۔ پس اس نے اپنی قوم سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے اسے کہا: جا اور اپنی اجرت وصول کر لے۔ سو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میری اجرت دے دو۔ پس آپ نے اسے پوری پوری اجرت دے دی۔ سو جو اس نے لیا اسے لے کر وہ آدمی وہاں تک پہنچا جہاں تک آپ اسے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو اس کے بارے وہی حکم دیا جو قوم کے بارے اسے حکم دیا تھا۔ پس وہ آدمی پانی میں غوطہ زنی کرتے ہوئے آیا اور کہا: جو آپ نے مجھے دیا ہے وہ لے لو۔ تو آپ نے فرمایا: تیرے لیے وہ ہے جس کے ساتھ تو راضی ہے۔ پس وہ اس میں غرق ہو گیا جس میں قوم غرق ہوئی۔

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

"اور حکم دیا گیا اے زمین! نگل لے اپنے پانی کو اور اے آسمان! تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہو گیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی (پہاڑ) پر اور کہہ دیا گیا ہلاکت ہے ظالم قوم کے لیے"۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت کلبی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جس دن حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت کے بادشاہ کی بادشاہی کو بیاسی سال ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں گناہ سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر چار سو اسی برس کی تھی۔ پھر آپ نے انہیں اپنے زمانہ نبوت میں ایک سو بیس برس دعوت

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 373، بیروت

انی الحق ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ تو آپ نے وہ کشتی بنائی اور اس میں سوار ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سو برس تھی۔ اور جس نے غرق ہونا تھا وہ غرق ہو گیا۔ پھر کشتی سے اترنے کے بعد تین سو پچاس برس تک آپ زندہ رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا سام پیدا ہوا۔ اس کا رنگ سفید اور گندمی تھا اور حام پیدا ہوا تو اس کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ یافث پیدا ہوا تو اس کے رنگ میں زردی اور سرخی تھی۔ اور کنعان وہی ہے جو غرق ہو گیا۔ عرب اس کے نام کے سبب عرب کہلاتے ہیں اور ان کا مسکن بابل ہے اور ایک وسیع و عریض وادی کے کنارے نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی اور یہیں سے طوفان ظاہر ہوا۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو بیٹے اور ان بیٹوں کی بیویاں بھی تھیں۔ اور بنی شیث میں سے تہتر افراد تھے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ پس وہ کشتی میں اسی افراد تھے اور آپ نے اپنے ساتھ ہر جنس سے نر اور مادہ دو کو بھی سوار کیا۔ کشتی کی لمبائی تین سو گز تھی اور یہ گز حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا کا مقرر کردہ تھا۔ اور کشتی کی چوڑائی پچاس گز تھی اور آسمان کی جانب اس کی بلندی تیس گز تھی اور وہ چھ گز پانی سے باہر تھی اور وہ کشتی ڈھکی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کے لیے تین دروازے بنائے اور وہ بعض بعض سے نیچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس دن تک بارش برسائی اور جب بارش وحشی جانوروں، چوپاؤں اور پرندوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے۔ وہ آپ کے لیے مسخر کر دیے گئے۔ پھر جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا ان میں سے ہر جنس میں سے جوڑا جوڑا آپ نے کشتی میں سوار کر لیا۔ آپ نے اپنے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر کو بھی سوار کیا۔ آپ نے اسے مردوں اور عورتوں کے درمیان رکاوٹ بنا دیا۔ پس وہ سب کے سب دس رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے۔ دسویں محرم الحرام کو اس سے باہر نکلے۔ اور یوم عاشورا کو جنہوں نے روزہ رکھا اس کی وجہ یہی ہے اسی طرح پانی دو حصوں میں تقسیم ہو کر ظاہر ہوا۔ ایک نصف آسمان سے اور ایک نصف زمین سے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ (القمر) اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ آسمان کے دروازوں سے پانی انڈیل دیا گیا اور وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (القمر: 12) فرما رہا ہے کہ میں نے زمین کو پھاڑ دیا پس پانی مل گیا عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ (القمر) اور زمین کے بلند ترین پہاڑ پر بھی پندرہ گز تک پانی بلند ہوا۔ پس کشتی انہیں لے کر چلی اور چھ ماہ تک ساری زمین میں گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی اور کسی شے پر قرار نہ پکڑا۔ یہاں تک کہ حرم پاک میں آئی۔ لیکن اس کے اندر داخل نہ ہوئی۔ اور ایک ہفتہ تک حرم کے پاس گھومتی رہی۔ اس وقت وہ کعبہ جو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا اسے اٹھا لیا گیا تھا اور غرق ہونے سے بچا لیا گیا تھا۔ اور وہی بیت المعمور ہے۔ اور حجر اسود کو جبل ابی قبیس پر اٹھا لیا گیا۔ پس جب کشتی حرم کے پاس گھومی۔ تو وہاں سے انہیں لے کر نکلی اور زمین میں چلتی رہی۔ یہاں تک کہ جودی پر جا رکی۔ جودی سرزمین موصل میں حصین کے ساتھ ایک پہاڑ ہے۔ سال کی تکمیل سے چھ ماہ بعد وہاں کشتی جا کر ٹھہری۔ اور مطلق چھ ماہ کے بعد کا قول بھی کیا گیا ہے: ہلاکت اور بربادی ہو ظالم قوم کے لیے۔ پس جب جودی پر ٹھہر گئی تو کہا گیا: یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَ یٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ کوئی اپنا پانی روک لے۔ وَغِیْضَ الْمَآءُ زمین نے پانی کو خشک کر دیا۔ اور ایسا ہو گیا کہ یہ سمندر جو تم زمین

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَغِیْضَ الْمَآءُ کا معنی ہے۔ نَقَصَ الْمَآءُ۔ پانی کا اتر جانا۔ (کم ہو جانا) وَقُضِیَ الْاَمْرُ اور قوم نوح کی ہلاکت کا حکم نافذ ہو گیا(1)۔

رہا قول وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ تو اس کے بارے امام احمد، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ یہود کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہوں نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ روزہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو غرق ہونے سے بچا لیا اور فرعون کو اس دن غرق کر دیا۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری۔ تو اس دن حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس دن کے روزے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس دن کے روزے کا حکم فرمایا(2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد العزیز بن عبد الغفور رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رجب کے پہلے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ نے بھی روزہ رکھا۔ کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک چلتی رہی۔ پس وہ سفر محرم پر جا کر رکا اور کشتی یوم عاشوراء کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور جو آپ کے ساتھ وحشیوں اور چوپاؤں میں سے تھے، انہیں بھی آپ نے حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سب نے روزہ رکھا(3)۔

امام اصبہانی رحمہ اللہ نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یوم عاشوراء وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر رحمت کی نظر فرمائی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔ یہی وہ دن ہے جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا۔ اور یہی وہ دن ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس کا روزہ رکھنا سنت مبرورہ کے موافق ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کشتی جودی پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہری تو جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ وہاں پر ٹھہرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت عطا فرمائی۔ تو آپ پہاڑ پر اترے۔ پھر کوے کو بلایا اور اسے کہا: کہ زمین کی خبر لے آؤ۔ پس کوا زمین پر گر پڑا۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے غرق شدہ لوگ تھے۔ تو کوے نے آپ کا حکم موخر کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس پر لعنت کی۔ پھر فاختہ کو بلایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ہتھیلی پر آ کر بیٹھی۔ تو آپ نے اسے فرمایا: تو اتر جا اور زمین کی خبر میرے پاس لے آ۔ پس وہ اتر گئی (اور زمین پر اتری) اسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 358-60، دار صادر بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 57

تھوڑا اس وقت گزرا تھا کہ وہ گئی اور اپنی چونچ میں اپنے پروں کو جھاڑنے لگی اور کہا: اتر جائیے زمین ہموار ہو گئی ہے (یعنی زمین خشک ہو گئی ہے)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے گھر میں برکت عطا فرمائے اور تجھے لوگوں کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب بنائے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ تیری ذلت پر قابض ہو جائیں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تیرا سر سونے کا بنادے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ جس دن غرق ہونے سے بچنے کے لیے پہاڑ بلند ہو گئے اور طویل ہو گئے۔ لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور انکساری کی۔ پس یہ غرق نہیں ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر ٹھہرا دی گئی (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جودی کے علاوہ دیگر پہاڑ آسمان کی جانب بلند ہو گئے۔ جودی نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسے غرق کر دے گا۔ چنانچہ یہ ساکن رہا۔ فرمایا: اور مجھ تک یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رکن اسود (حجر اسود) کو جبل ابی قبیس میں چھپا دیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جزیرہ کی زمین میں سے بطور عبرت اور نشانی جودی کو باقی رکھا۔ یہاں تک کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے اسے دیکھا۔ کتنی کشتیاں اس کشتی کے بعد تھیں اور وہ تباہ ہو گئیں۔

وَنَادٰى نُوۡحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِىۡ مِنۡ اَهۡلِىۡ وَاِنَّ وَعۡدَكَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡكَمُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۴۵﴾

"اور پکارا نوح نے اپنے رب کو اور عرض کی: میرے پروردگار! میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کی: بے شک تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ تو میرے لیے میری اہل کو نجات دے گا اور میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے زنا نہیں کیا اور قول باری تعالیٰ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ یہ تیری اس اہل میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں تیرے ساتھ بچا لوں گا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 58، بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 59

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 190-95، دار الکتب العلمیہ بیروت

صَالِحٍ (1) امام عبد بن حمید نے کہا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اسناد زیادہ صحیح ہیں۔ اسی لیے میرے نزدیک دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن مردویہ اور خطیب رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس طرح پڑھتے تھے: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس طرح قراءت کی: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض حروف میں اس طرح ہے إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ اور فرمایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کی نافرمانی کا عمل کیا۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے لیے بیان فرمایا کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ دونوں نے اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ دانائی آپ کو پہنچی کہ میں وہ وعدہ پورا نہیں کروں گا جو میں نے تیرے ساتھ کیا ہے یہاں تک کہ تو مجھ سے سوال کرے۔ آپ نے عرض کی: یہ تو ایک خطا ہے میرے پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں الآیہ (4)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر آدمی سو چیزوں سے بچے اور ایک شے سے نہ بچے تو وہ متقین میں سے نہیں۔ اور اگر سو چیزوں سے پرہیز کرے اور ایک شے سے پرہیز نہ کرے تو وہ پرہیزگار نہیں۔ اور وہ جس میں جہالت کی ایک عادت ہو وہ جاہلوں میں سے ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا جب کہ نوح علیہ السلام نے کہا: "اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ" تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنے رب سے سوال کیا اور عرض کی: اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا بھی تو میری اہل سے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے نوح (علیہ السلام)! تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا کہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے، یہ

1۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 294، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 62، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 6
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 68

عمل اچھا نہیں فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ فرمایا کہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ چالیس سال تک روتے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہب بن ورد حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں عتاب فرمایا اور آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ تو آپ تین سو سال تک روتے رہے یہاں تک کہ رونے کے سبب آپ کی آنکھوں کے نیچے نالیاں بن گئیں (1)۔

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

"ارشاد ہوا اے نوح! (کشتی سے) اتر جائیے امن وسلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ جو آپ پر ہیں اور ان قوموں پر جو آپ کے ہمراہ ہیں اور (آئندہ) کچھ قومیں ہوں گی ہم لطف اندوز کریں گے انہیں پھر پہنچے گا انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: اتر جائیے درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور اتر جائیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلامتی کے ساتھ۔ وہ اس زمانے کے باسیوں میں سے اہل رحمت تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ان سے ایک نسل نکالی اور اس سے امتیں پیدا کیں۔ ان میں سے بعض پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور بعض کو عذاب دیا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ اور فرمایا: بے شک امتیں پیدا ہوئیں اس جماعت سے جو اس پانی سے نکلی اور سلامتی کے ساتھ رہی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے تحت یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل ہمارے لیے حصہ لیتا رہا ہے۔ اسی طرح وہاں وہ ہمارا ذکر کرے گا جہاں ہم اپنا ذکر نقل کریں گے۔ جب بھی کوئی قوم ہلاک ہوئی اس نے ہمیں ان کی اصلاب میں رکھا جو اس کے لطف و مہربانی کے ساتھ نجات پاتے رہے۔ یہاں تک کہ جو امتیں لوگوں کے لیے نکالی گئیں اس نے ہمیں ان میں سے بہترین امت بنایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن سنی رحمہم اللہ نے طب نبوی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے نکلنے کے بعد سب سے پہلے جو درخت لگایا وہ آس (مورد کا درخت جس کے پتے بہت سبز اور تر و تازہ ہوتے ہیں) ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاتکہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلا کلام جو حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کیا جب کہ کشتی سے نکلتے وقت آپ نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے وہ یہ ہے کہ آپ نے کہا "یا

1۔ کتاب الزہد، قصہ نوح علیہ السلام، صفحہ 68، بیروت

سو رہ الحفی" یہ سریانی زبان ہے۔ معنی یہ ہے اے میرے مولا! تو اصلاح فرما۔

ابو الشیخ اور ابن عساکر نے حضرت وہب بن منبہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کردیا تو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بے شک میں نے مخلوق کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور میں نے انہیں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ تو انہوں نے میری نافرمانی کی اور انہوں نے میرے غضب کو ترجیح دی۔ پس میں نے نافرمانی کرنے والوں کے گناہ کے سبب اپنی مخلوق میں سے انہیں بھی عذاب دیا جنہوں نے نافرمانی نہیں کی۔ پس میں نے قسم اٹھائی ہے اور کون ہی ہے جو میری مثل ہے۔ میں اس کے بعد عام غرق کرنے کا عذاب (یعنی کل مخلوقات کو غرق کرنے کا عذاب) نہیں دوں گا، میں نے قیامت کے دن تک اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے امان دینے کے لیے اپنی قوس بنادی ہے۔ اس قوس میں تیر اور کمان تھی۔ پس جب اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے یہ کلام کرنے سے فارغ ہوا تو قوس سے کمان اور تیر نکال لیے اور اسے اپنے بندوں اور اپنے شہروں کو غرق سے بچنے کے لیے امان بنادیا (1)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ضحیف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے اترے اور جبل حسماء سے اوپر چڑھے تو دو دریاؤں کے درمیان حران کا ٹیلہ دیکھا۔ پس آپ حران آئے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پھر آپ دمشق تشریف لائے اور اس کا نقشہ بنایا۔ پس حران وہ پہلا شہر ہے طوفان کے بعد جس کا نقشہ بنایا گیا اور اس کے بعد دمشق ہے (2)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طوفان کے بعد جو پہلی دیوار اس طرح زمین پر بنائی گئی وہ حران اور دمشق کی دیوار ہے پھر بابل کی (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سلامتی اور ان برکتوں میں یوم قیامت تک ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت داخل ہے اور اس طرح اس عذاب میں یوم قیامت تک ہر کافر مرد اور عورت داخل ہے (4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ معنی ہے کہ وہ جو ابھی پیدا نہیں کیے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پہلے سے برکتیں ثابت کردی ہیں ان سعادتوں کے باعث جو پہلے سے ان کے لیے علم الٰہی میں موجود ہیں۔ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ یعنی دنیوی زندگی کا لطف پھر ہماری جانب سے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا جو کہ ان کی شقاوت کے باعث پہلے سے علم الٰہی میں موجود ہے (5)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کو اہل زمین سے مسلسل چودہ بار عذاب دور کیا گیا۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 62، صفحہ 260، دار الفکر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 12، تاریخ مدینہ دمشق، معروف ابن عساکر
3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 11
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 67
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 68

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

"یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے جنہیں ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔ نہ آپ جانتے تھے اسے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے پہلے۔ پس آپ صبر کریں۔ یقیناً نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو مالک نے بیان کیا ہے کہ آیت میں تلک سے مراد ہذہ (یہ) ہے۔ اور "انباء" سے مراد باتیں ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف رجوع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ یعنی اس قرآن سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ عرب جانتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ یعنی اس قرآن سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی قوم وہ نہیں جانتی تھی جو نوح علیہ السلام اور ان کی قوم نے کہا۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اپنی کتاب میں بیان نہ فرماتا (1)۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْۗءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 69، بیروت

شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

"اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ نہیں ہو تم مگر افترا پرداز۔ اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت۔ نہیں ہے میری اجرت مگر اس (ذات پاک) کے ذمہ جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ کیا تم (اس حقیقت کو) نہیں سمجھتے۔ اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف وہ اتارے گا آسمان سے تم پر موسلادھار بارش اور بڑھا دے گا تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے ہود! نہیں لے کر آیا تو ہمارے پاس کوئی دلیل اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے خداؤں کو تمہارے کہنے سے اور نہیں ہیں ہم تجھ پر ایمان لانے والے۔ ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں۔ ہود نے کہا: میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو اور تم بھی گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان بتوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے سوا۔ پس سازشیں کرلو میرے خلاف سب مل کر پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بلاشبہ میں نے بھروسہ کرلیا ہے اللہ تعالیٰ پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کوئی جاندار ایسا نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے پکڑا ہوا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ پھر اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تو پہنچا دیا ہے تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے تمہاری طرف۔ اور جانشین بنادے گا میرا رب کسی اور قوم کو تمہارے علاوہ اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اور جب آگیا ہمارا حکم تو ہم نے نجات دے دی ہود کو اور جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے اور ہم نے نجات دے دی انہیں سخت عذاب سے۔ اور یہ قوم عاد (کی داستان) ہے۔ انہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کرتے رہے ہر متکبر سرکش کے حکم کی۔ اور ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا میں بھی لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ سنو! عاد نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! ہلاکت و بربادی ہو عاد کے لیے جو ہود کی قوم تھی"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عنی نوح

یعنی بلاشبہ میرا رب حق پر ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک سے بیان کیا ہے کہ غَلِيْظٍ کا معنی شدید ہے۔ یعنی شدید اور سخت عذاب۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ سے مراد مشرک ہے۔ یعنی وہ ہر مشرک کے حکم کی پیروی کرتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ سے مراد میثاق (وعدہ) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ عَنِيْدٍ کا معنی ہے وہ حق سے پھر گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً کے تحت حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: قوم عاد کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے قوم عاد پر لعنت کی گئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ ان کے لیے ایک لعنت اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن دوسری لعنت ہوگی۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے پے در پے دو لعنتیں ہیں۔ ایک لعنت دنیا میں ہے اور دوسری لعنت آخرت میں ہوگی۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 73، بیروت

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾

"اور قوم ثمود کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ اس نے پیدا فرمایا تمہیں زمین سے اور بسا دیا تمہیں اس میں پس مغفرت طلب کرو اس سے پھر (دل وجان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب قریب ہے (اور) التجائیں قبول فرمانے والا ہے۔ انہوں نے کہا: اے صالح! تم تو ہم میں (ایک شخص) تھے جس سے امیدیں وابستہ تھیں اس سے پہلے۔ کیا تم روکتے ہو ہمیں اس سے کہ ہم عبادت کریں ان (بتوں) کی جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بے شک ہم اس امر کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ایک بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا یہ تو بتاؤ اگر میں روشن دلیل پر ہوں اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا کی ہو مجھے اپنی جناب سے خاص رحمت تو کون ہے جو بچائے گا مجھے اللہ (کے عذاب سے) اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔ تم تو نہیں زیادہ کرنا چاہتے میرے لیے سوا نقصان کے۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے۔ پس چھوڑ دو اسے کھاتی پھرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں عذاب بہت جلد۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح نے فرمایا: لطف اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک۔ یہ (اللہ کا) وعدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ پھر جب آ گیا ہمارا حکم تو ہم نے بچا لیا صالح کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ اپنی رحمت سے نیز (بچا لیا) انہیں اس دن کی رسوائی سے۔ بے شک (اے محبوب) تیرا رب ہی بہت قوت والا بہت عزت والا ہے۔ اور پکڑ لیا ظالموں کو ایک خوفناک کڑک نے اور صبح کی انہوں نے اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے پڑے تھے (انہیں یوں نابود کر دیا گیا) گویا وہ یہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ سنو! ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! بربادی ہو ثمود کے لیے"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا کا معنی ہے اس نے تمہیں زمین میں آباد کیا (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 76، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کا معنی بیان کیا ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تم تو خسارے اور نقصان کے سوا مجھے کوئی اضافہ نہیں کر رہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء خراسانی سے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جو عمل تم کر رہے ہو تم اس کے سبب میرے لیے اضافہ نہیں کر رہے مگر اس کا جو تمہارے لیے باعث ضرر اور خسارہ ہوگا تم اس سے نقصان اٹھاؤ گے۔

امام ابو الشیخ نے ابن جریج سے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے وقت ان کی قوم کی مدت سے تین دن باقی تھے۔ پس انہیں عذاب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے وہ مکمل کر لیے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص رحمت کے سبب نجات عطا فرمائی۔ اور اس دن کی رسوائی سے بھی آپ کو بچا لیا (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے جٰثِمِيْنَ کا معنی "میتین" نقل کیا ہے۔ یعنی انہوں نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے تھے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا معنی ہے گویا کہ انہوں نے کبھی اس میں زندگی گزاری ہی نہیں (3)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے گویا کہ وہ کبھی اس میں آباد ہی نہ تھیں۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا: کہ مجھے ارشاد باری تعالیٰ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا کا مفہوم بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا: گویا وہ دنیا میں نہیں تھے جب کہ انہیں عذاب دیا گیا اور وہ کبھی اس میں آباد نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کیا تم نے لبید بن ربیعہ کو نہیں سنا وہ کہتا ہے:

غَنِيْتُ سَبْتًا قَبْلَ مَجْرَى دَاحِسٍ ... لَوْ كَانَ لِلنَّفْسِ اللَّجُوْجِ خُلُوْدٌ

"میرے اونٹ ذبح کرنے سے قبل بھی تو میں زندگی کی لذتوں سے شاد کام ہو اور کتنا ہی اچھا ہوتا اگر بہت ہی جھگڑالو نفس کو دوام حاصل ہوتا"۔

ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے: گویا انہوں نے کبھی اس میں زندگی کی لذت نہیں پائی۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 77، بیروت — 2۔ ایضاً جلد 12، صفحہ 78 — 3۔ ایضاً جلد 12، صفحہ 81

أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

”پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ نہیں بڑھ رہے کھانے کی طرف تو اجنبی خیال کیا انہیں اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا: ڈریئے نہیں۔ ہمیں تو بھیجا گیا ہے قوم لوط کی طرف۔ اور آپ کی اہلیہ (سارہ پاس) کھڑی تھیں۔ وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے خوش خبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ سارہ نے کہا: وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب و غریب بات ہے۔ فرشتے کہنے لگے: کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ کے حکم پر؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے“۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سدوم پر برتری کا اظہار فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے سدوم! قیامت کے دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔ پھر فرمایا ”وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾“ چونکہ آپ آنے والے فرشتوں کو مہمان گمان کر رہے تھے اس لیے آپ انتہائی جلدی میں ان کے لیے ایک بھونا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ فرشتوں نے کہا ڈریئے نہیں ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔ آپ کی اہلیہ پاس کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں۔ تو ہم نے اسے (سارہ کو) اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی“۔ یعنی پوتے کی بشارت دی۔ انہوں نے کہا: ”وائے حیرانی! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے میاں ہیں یہ بھی بوڑھے ہیں۔ بلاشبہ یہ تو عجیب و غریب بات ہے“ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا: ”کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اے ابراہیم کے گھرانے والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے قوم لوط کے بارے میں گفتگو کی۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان میں شامل تھے۔ تو فرشتوں نے کہا: يٰٓإِبْرٰهِيْمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (ہود: 76) اس قول تک وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ (ہود: 77) ”اے ابراہیم اس بات کو رہنے دیجئے ... الآیہ) (اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دل گیر ہوئے ان کے آنے سے“۔ مہمانوں کے مقام و مرتبہ نے آپ کو پریشان کر دیا۔ جب آپ نے ان کے حسن و جمال کو دیکھا۔ ”وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾“ (اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے)۔ فرمایا میری قوم کے لیے بڑی پریشانی اور مصیبت کا دن ہے۔ پھر آپ انہیں اپنے گھر کی

ارادہ رکھتے ہیں۔ پس آپ کے مفاصل مضطرب ہو گئے۔ آپ کی بیوی حضرت سارہ پاس کھڑے ہو کر ان کی خدمت بجالا رہی تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں کی تکریم کا ارادہ فرماتے تو آپ حضرت سارہ کو ان کی خدمت کے لیے پاس کھڑا کرتے۔ پس تحقیق وہ ہنس پڑیں۔ جب وہ ہنسی تو اس دوران انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا آپ ڈر رہے ہیں حالانکہ وہ تین آدمی ہیں اور تمہارے ساتھ تمہارے گھر والے اور تمہارے غلام بھی ہیں؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت سارہ کو کہا: اے ہنسنے والی! بے شک عنقریب تو ایک بچے کو جنم دے گی جسے اسحاق کہا جائے گا اور اس کے بعد ایک اور بچہ ہوگا اس کا نام یعقوب ہوگا " فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا " (الذاریات: 29) پس وہ انتہائی حیرت انگیز انداز میں متوجہ ہوئیں اور کہا: اے کاش اے ہلاکت! اور حیا کرتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا۔ اور اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے " فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا " پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے قول کے ساتھ بشارت دی گئی۔ " فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى " پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف دور ہو گیا اور بشارت دی گئی انہیں اسحاق علیہ السلام کے بارے میں مژدہ۔ " یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ " (تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے) اور ان کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے پوچھا: اے جبرائیل! تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو اور کن کی طرف تمہیں بھیجا گیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: قوم لوط کی طرف۔ تحقیق ہمیں انہیں عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا " اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا٘ ؗ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ " (العنکبوت: 32) (اس میں تو لوط بھی رہتا ہے۔ فرشتوں نے عرض کی: ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں ہم ضرور بچا لیں گے اسے اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی عورت کے) جس عورت کے بارے میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا اس کا نام واعقہ ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر ان میں سو مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواباً کہا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا تو اگر ان میں نوے مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ انہوں نے پھر کہا اور اگر ان میں اسی مومن ہوں تو کیا تم انہیں عذاب دو گے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ حتی کہ آخر میں انہوں نے ایک مومن کے بارے سوال کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ پس جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ان میں ایک مومن بھی نہ ہونے کا ذکر کیا۔ تب انہوں نے کہا " اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا٘ ؗ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ " (العنکبوت: 32)

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب قوم نے آگ میں پھینکنے کے واقعہ کے بعد وطن سے نکال دیا تو آپ اپنی رفیقہ حیات حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر نکلے۔ آپ کے ساتھ ان کے بھائی حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ یہ دونوں آپ کے بھائی کی اولاد تھے۔ چنانچہ یہ دونوں سرزمین شام کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر مصر میں پہنچے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حسین ترین لوگوں میں سے تھیں۔ جب وہ مصر میں داخل ہوئیں تو لوگ ان کے حسن و جمال کی باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے اس پر انتہائی اظہار تعجب کیا۔

یہاں تک کہ یہ خبر بادشاہ وقت تک پہنچ گئی۔ اس نے آپ کے خاوند کو بلا بھیجا اور ان سے ان کے متعلق سوال کیے۔ پس آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر اس کو خاوند ہونے کے بارے بتایا تو وہ آپ کو قتل کر دے گا۔ اس لیے آپ نے کہا: میں اس کا بھائی ہوں۔ تو بادشاہ نے کہا: تو مجھ سے اس کی شادی کر دے۔ پس وہ اسی حال پر تھا یہاں تک کہ وہ رات کے وقت سو گیا اور اسے ایک خواب آیا سو اس نے اس کا گلا گھونٹا اور اسے خوب خوف زدہ کیا۔ پس وہ خود اور اس کے اہل خانہ انتہائی خوف زدہ ہو گئے اور ڈر گئے۔ یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے آیا ہے۔ چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور کہا: تجھے کس شے نے اس پر ابھارا ہے کہ تو مجھے دھوکہ دے کہ تو نے یہ کہا: یہ تیری بہن ہے۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں نے یہ ذکر کیا کہ یہ میری بیوی ہے تو تیری جانب سے مجھے ایسی صورت حال کا سامنا ہو گا جسے میں پسند نہیں کروں گا۔ تو اس نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ہاجرہ عطا کی جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہے۔ اس نے انہیں سوار کیا اور انہیں سازو سامان مہیا کیا۔ یہاں تک کہ جبل ایلیاء پر ان کی سکونت کو مزید پختہ کر دیا۔ پس وہ وہیں رہے یہاں تک کہ ان کے اموال اور ان کے مویشی انتہائی کثیر ہو گئے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چرواہوں اور حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہوں کے درمیان باہم حق جوار بھی تھا اور لڑائی جھگڑا بھی۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: کہ ان چرواہوں کے درمیان فساد برپا ہو گیا ہے اور چراگاہیں ان کے لیے تنگ ہو گئی ہیں اور ہمیں یہ خوف ہے کہ ہم ایک دوسرے کو برداشت نہیں کریں گے۔ سو اگر آپ پسند کریں کہ میں آپ کے لیے تخفیف کر دوں تو میں کر دیتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں بھی چاہتا ہوں۔ لیکن اگر آپ پسند کریں تو آپ یہاں سے منتقل ہو جائیں اور اگر چاہیں تو میں یہاں سے کسی اور طرف منتقل ہو جاتا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: نہیں بلکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ میں آپ کے لیے تخفیف اور آسانی پیدا کروں۔ چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال اور مال کو ساتھ لے کر اردن کی سرزمین کی طرف چلے گئے۔ اسی مقام پر تھے کہ فلسطین کے رہنے والوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کے اہل و عیال اور مال کو انہوں نے قیدی بنا لیا۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اہل اور غلاموں وغیرہ سے اہل کران پر حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تین سو سے زائد افراد تھے اور آپ نے فلسطینیوں کی قید سے اہل لوط کو رہائی دلائی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے مسکن کی طرف لوٹا دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس اپنے شہر کی طرف آ گئے۔ اہل سدوم وہ تھے جن میں حضرت لوط علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ یہ ایک ایسی قوم تھی جو مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی تھے (یعنی یہ لواطت کے عادی تھے)۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو ملائکہ کو بھیجا تا کہ وہ انہیں عذاب دیں چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور ان کے جمال نے آپ کو مضطرب کر دیا۔ انہوں نے آپ کو سلام پیش کیا اور آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ اٹھے تا کہ مہمان نوازی کے لیے ان کے قریب ہوں۔ تو انہوں نے کہا: آپ اپنی جگہ پر رہیے۔ آپ نے کہا: بلکہ تم مجھے اجازت دو میں تمہاری ضرورت کی چیز (کھانا) لے کر آتا

ہوں، کیونکہ یہ تمہارا حق ہے۔ ہمارے پاس تم سے بڑھ کر عزت و تکریم کا حق دار کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ آپ نے ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرنے کا حکم دیا اور اسے ان کے لیے بھون دیا گیا اور آپ نے کھانا ان کے قریب رکھا۔ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً پس جب آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا اور دل ہی دل میں ان سے اندیشہ کرنے لگے۔ اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پیچھے کھڑی تھیں "قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ" فرشتوں نے کہا ڈریے نہیں بے شک ہم تجھے ایک بردبار بچے کی خوش خبری دیتے ہیں، جو بڑا بابرکت ہوگا تو آپ نے یہ خوش خبری اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔ تعجب کا اظہار کیا مجھ سے آپ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں بھی بوڑھی ہوں اور آپ بھی بڈھے ہو چکے ہیں۔ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ انہوں نے کہا: تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو حالانکہ وہ جو چاہتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بیٹا تمہیں عطا فرمایا ہے۔ لہذا تمہیں اس کی بشارت ہو۔ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اٹھے اور وہ: کسے چل پڑے۔ آپ نے ان سے پوچھا: مجھے یہ تو بتاؤ تم کیوں بھیجے گئے ہو اور تم نے کہاں جانا ہے؟ تو فرشتوں نے جواب دیا: ہم اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم انہیں تباہ و برباد کردیں کیونکہ وہ انتہائی بری قوم ہے۔ ان کی صورت حال یہ ہے کہ وہ مردوں کے سبب عورتوں سے مستغنی ہو چکے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بلاشبہ ان میں صالحین اور نیک کار لوگوں کی جماعت بھی ہے۔ پس انہیں وہ عذاب کیسے پہنچے گا جس میں بدکاری کا عمل کرنے والے مبتلا ہوں گے؟ فرشتوں نے پوچھا: ان کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے جواب دیا: تمہارا کیا خیال ہے اگر اس میں پچاس نیک اور صالح آدمی ہوں؟ تو فرشتوں نے کہا: تب ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ آپ نے پھر پوچھا: اور اگر ان میں چالیس افراد نیک ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: تب بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پس آپ اسی طرح کم کرتے رہے حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے پھر آپ نے کہا: تو اہل بیت (گھر والوں) کا کیا ہوگا؟ فرشتوں نے جواباً کہا: اگر بستی میں کوئی صالح گھر ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ ان کی بیوی خواہشات اور پسند قوم کے ساتھ ہے۔ پس اس بستی والوں سے (عذاب) کو کیسے پھیرا جا سکتا ہے جس میں صالحین کے اہل بیت بھی کامل نہیں۔

پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے مایوس ہو گئے تو واپس لوٹ آئے اور وہ اہل سدوم کی طرف چلے گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ جب آپ کی بیوی نے انہیں دیکھا تو ان کی ہیئت اور حسن و جمال نے اسے انتہائی متعجب کیا۔ چنانچہ اس نے بستی والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایسے لوگ آئے ہوئے ہیں جن سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کوئی نہیں دیکھا گیا۔ پس جونہی انہوں نے اس کے بارے سنا تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو ہر جانب سے گھیر لیا اور ان پر دیواروں کو پھلانگنا شروع کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام ان سے ملے اور فرمایا: اے میری قوم! تم مجھے میرے گھر میں رسوا نہ کرو۔ میں اپنی بیٹیوں کی تم سے شادی کیے دیتا ہوں اور وہ تمہارے لیے حلال اور پاک ہیں۔ قوم نے کہا کہ ہم

تمہاری بیٹیوں کو چاہتے تو ہم تمہارے مکان کو جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو ان لوگوں کی ضرورت ہے جو تمہارے پاس آئے ہوئے ہیں۔ آپ ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیے اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ تو آپ کے لیے معاملہ انتہائی پریشان کن ہو گیا۔ تو اس وقت آپ نے کہا ”لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ“ جب ان بیٹھے ہوئے فرشتوں نے آپ سے یہ کلام سنا۔ تو انہوں نے کہا: یا لوط! آپ کا سہارا مضبوط اور پختہ ہے۔ بے شک وہ ان پر ایسا عذاب لانے والے ہیں جسے لوٹایا نہیں جائے گا۔ پس ان میں سے ایک نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر مارا تو ان کی بصارت ختم ہو گئی۔ تو انہوں نے کہا: ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (ملائکہ نے کہا) تم ہمارے ساتھ چلو یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آئیں جب کہ رات ان پر چھا چکی ہو۔ پھر ان کا معاملہ اس طرح ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ پس عذاب دینے والے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے اپنا پر زمین کی نچلی تہہ میں داخل کیا اور ان کی بستیوں کو اٹھا کر ان پر الٹ کر دیا۔ اور آسمان سے ان پر پتھر برسے اور جو گاؤں میں نہیں تھے ان کا پیچھا انہی پتھروں نے کیا جہاں وہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی بیوی کے نجات عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ابی یزید البصری رحمہ اللہ سے فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ کے تحت یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے ان کے ہاتھوں کو کھانے کی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تو آپ نے انہیں اجنبی خیال کیا۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ”نکرهم“ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا اور وہ ان کے کھانے میں سے کچھ نہ کھاتا تو وہ یہ گمان کرتے کہ وہ خیر اور اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ بے شک یہ اپنے دل میں کوئی شر اور برائی رکھتا ہے۔ پھر جب انہوں نے ان کے بارے گفتگو کی جس بشارت کے لیے وہ آئے تھے تو آپ کی زوجہ محترمہ ہنس پڑیں۔1

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ علیہم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر تشریف لائے تو آپ نے ان کے سامنے بچھڑا رکھا۔ انہوں نے کہا: ہم اسے نہیں کھائیں گے مگر ثمن کے عوض۔ آپ نے کہا: کھاؤ اور اس کے ثمن ادا کرو۔ انہوں نے پوچھا: اس کے ثمن کیا ہیں؟ آپ نے کہا: جب تم کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لینا (یعنی شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا) اور جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنا (یعنی الحمد للہ کہنا)۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا ہے ”لِهٰذَا اتَّخَذَكَ اللّٰهُ خَلِیْلًا“

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا تا کہ وہ قوم لوط کو تباہ و برباد کر دیں۔ تو وہ نوجوان مردوں کی صورت میں چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر ٹھہرے اور ان کے مہمان بن گئے۔ جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ جلدی سے اپنے گھر والوں

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 199، دار الکتب العلمیہ بیروت

کی طرف گئے اور ایک موٹا سا بچھڑا لا کر اسے ذبح کر دیا۔ پھر اسے گرم پتھروں پر بھونا اور یہی حنیذ ہے۔ پھر آپ ان کے پاس آئے وہاں ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ان کی خدمت کے لیے کھڑی رہیں۔ پس اسی کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ" اور قرأت ابن مسعود میں ہے۔ کہ آپ کی بیوی کھڑی تھی اور آپ بیٹھے ہوئے تھے فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ (الذاریات) پس جب آپ نے کھانا ان کے قریب کیا تو کہا کیا تم نہیں کھاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابراہیم! بے شک ہم اسے بغیر قیمت کے نہیں کھائیں گے۔ تو آپ نے کہا: بلاشبہ اس کی قیمت ہے۔ انہوں نے پوچھا: اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے کہا: کہ اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور آخر میں اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا ان کا حق ہے کہ ان کا رب انہیں خلیل بنائے۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو کہنے لگے: وہ نہیں کھائیں گے۔ آپ ان سے گھبرا گئے اور دل ہی دل میں ڈر محسوس کرنے لگے۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف دیکھا کہ آپ نے ان کی عزت و تکریم کی ہے اور وہ بھی ان کی خدمت کے لیے کھڑی ہیں تو آپ ہنس پڑیں اور کہا ہمارے یہ مہمان بھی عجیب ہیں کہ ہم ان کی عزت و تکریم کے لیے بذات خود خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہمارا کھانا نہیں کھاتے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا: تجھے بیٹے کی خوشخبری ہو، اس کا نام اسحاق ہے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب ہے۔ تو آپ نے تعجب کے ساتھ ہاتھ چہرے پر مارا۔ کیونکہ ارشاد ہے "فَصَكَّتْ وَجْهَهَا" قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس کی نشانی کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک خشک لکڑی پکڑی اور اسے اپنی انگلیوں کے درمیان موڑا، پھر اسے ہلایا تو وہ ہری ہو گئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تب وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذبح کیا جائے گا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مصحف ابن مسعود میں اس طرح ہے "وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ وَّهُوَ جَالِسٌ" کہ ان کی بیوی کھڑی تھی اور وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ کی بیوی آپ کے مہمانوں کی خدمت کے لیے پاس کھڑی تھی۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل میں اندیشہ کرنے لگے تو فرشتوں نے اس وقت آپ کو قوم کے عذاب کے متعلق بتایا اور وہ غفلت میں تھی اور جو ان پر عذاب آنے والا تھا اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑیں (2)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "فَضَحِكَتْ" کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 88-87، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 87

بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ حائضہ ہو گئیں درآں حالیکہ آپ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے فَضَحِكَتْ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں حیض آنے لگا جب کہ ان کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے فَضَحِكَتْ کے بارے میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ آپ کو حیض آنے لگا۔ شاعر کا قول ہے۔

إِنِّي لَآتِي الْعِرْسَ عِنْدَ طُهُورِهَا   وَأَهْجُرُهَا يَوْمًا إِذَا هِيَ ضَاحِكٌ

"بے شک میں اپنی دلہن کے پاس طہارت کے وقت آتا ہوں اور ایک روز اسے چھوڑ دیتا ہوں جب وہ حائضہ ہو"۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ کا نام یسارہ تھا۔ پھر جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انہیں پکارا اے سارہ! تو آپ نے کہا: بے شک میرا نام تو یسارہ ہے تو آپ مجھے سارہ کیسے کہہ رہے ہیں؟ حضرت ضحاک نے فرمایا: یسارہ اس بانجھ عورت کو کہتے ہیں جو بچہ جننے کے قابل نہ ہو اور سارہ اس عورت کو کہتے ہیں جو زندہ رحم والی ہو، وہ بچہ جننے کے قابل ہو۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انہیں کہا: بے شک آپ یسارہ تھیں حاملہ ہونے کے قابل نہ تھیں لیکن اب سارہ ہو گئی ہیں اور بچے کے ساتھ حاملہ ہونے اور اسے جننے کے قابل ہیں۔ اس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے جبرئیل! تم نے میرا نام کم کر دیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کے نام کے اس حرف کو آنے والے زمانے میں آپ کی اولاد میں سے ایک بچے کے نام میں رکھے گا اور وہ یہ کہ اس کا نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے یعنی اس کا نام یحییٰ رکھا (2)۔

امام ابن عبد الحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا حسن حضرت حوا علیہا السلام کے حسن کی مانند تھا۔

امام ابن عبد الحکیم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سارہ ایک بادشاہ کی بیٹی تھیں اور آپ کو حسن عطا کیا گیا تھا۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے اس ارشاد "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے پوتے ہیں (3)۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والابتداء میں حضرت حسان بن ابجر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا تو آپ کے پاس بنی ہذیل کا ایک آدمی آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پوچھا فلاں کو کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ مر گیا ہے۔ اس نے چار بیٹے چھوڑے ہیں اور ان کے پیچھے تین ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ میں بیٹے کا بیٹا (پوتا) مراد ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 88، بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، سارہ بنت ہاران بن ناحور علیہا السلام، جلد 69، صفحہ 181، بیروت   3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 90

امام ابن الانباری نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت میں بیٹے کے بیٹے (پوتے) کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ضمرہ ابن حبیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو جب بھیجے ہوئے فرشتوں نے اسحاق کی بشارت دی۔ راوی کا بیان ہے اسی اثناء میں کہ وہ چل رہی تھیں اور ان سے باتیں کر رہی تھیں انہیں حیض شروع ہو گیا۔ وہ اسحاق سے حاملہ ہونے سے قبل حائضہ ہوئیں۔ جب فرشتوں نے انہیں بشارت دی تھی تو انہوں نے فرشتوں کو یہ کہا تھا۔ تحقیق میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ سو میں حاملہ نہیں ہوں گی۔ جب کہ میں بھی بوڑھی ہوں اور وہ بھی بوڑھے ہیں تو کیا میں بچے کو جنم دے سکتی ہوں؟ تو فرشتوں نے جواباً کہا: اے سارہ! کیا اس پر تعجب کر رہی ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کتنے ایسے کام کیے ہیں جو اس سے بھی بہت عظیم اور بڑے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی برکتیں تم پر فرمائی ہیں اے گھر والو! بے شک وہ ہر طرح تعریف کیا ہوا بڑی شان والا ہے۔

امام ابن الانباری اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دنوں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ستر برس تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر نوے برس۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ بَعْلِیْ کا معنی "زوجی" ہے یعنی میرا خاوند۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضرار ابن مرہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اہل مسجد کے شیخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سو ستر برس کی عمر کے بعد بشارت دی گئی۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے کہا: ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ۗ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ تو ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں کہا: اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ۗ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ فرمایا یہ اس ارشاد گرامی کی طرح ہے۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ (الزخرف:28) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل کو باقی رہنے والا بنایا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ۗ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ کے ضمن میں حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا تو میں نے جواب میں یہ الفاظ کہے: "وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہاں رک جاؤ جہاں ملائکہ پہنچ کر رک گئے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ (1)

بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک سائل دروازے پر کھڑا ہوا اور آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ تو اس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَصَلَوَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ" تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ وموادۃ اہل الدین، جلد 6، صفحہ 455، دارالکتب العلمیہ بیروت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سلام وہیں ختم کر دو جہاں تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ بَرَكٰتُهٗ۔

امام ابو الشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ تو ایک سائل آیا اور اس نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ وَ صَلَوَاتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ کیسا سلام ہے۔ آپ غصے میں آگئے حتی کہ آپ کے رخسار سرخ ہو گئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے سلام کی ایک حد بیان کی ہے پھر اس کی انتہا ہے اور اس کے آگے سے منع کیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَ مَغْفِرَتُهٗ" تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا تیرے لیے اتنا کافی تھا کہ تو وَبَرَكَاتُهٗ پر رک جاتا، جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے(2)۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝

"پھر جب دور ہو گیا ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف اور مل گیا انہیں مژدہ تو وہ ہم سے جھگڑنے لگے قوم لوط کے بارے میں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں الرَّوْعُ سے مراد فرق ہے اور يُجَادِلُنَا کا معنی ہے وہ ہم سے جھگڑنے لگے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الرَّوْعُ کا معنی خوف ہے اور الْبُشْرٰى سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت ہے (4)۔

امام عبد الرزاق اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب فرشتوں نے آپ کو خبر دی کہ انہیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے اور یہ کہ وہ صرف اس کے ارادے سے نہیں آئے۔ اور يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ کی تفسیر میں کہا: کہ آپ نے اس دن فرشتوں سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے اگر ان میں پچاس مسلمان ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر ان میں پچاس مسلمان ہوئے تو ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس بھی ہوں تو بھی ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے پوچھا: اگر تیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: تیس ہوں تو بھی۔ حتی کہ آپ دس تک پہنچ گئے۔ انہوں نے جواب دیا: اگر اس میں دس بھی ہوں تو

1۔ شعب الایمان، باب فی مقاربۃ وموادۃ اہل دین، جلد 6، صفحہ 456، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ ایضاً
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 93　4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 93

بھی۔ آپ نے فرمایا: کوئی قوم ہلاک نہیں ہوتی جس میں دس افراد بھی ایسے ہوں جن میں خیر اور بھلائی ہو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں چار لاکھ افراد تھے یا ان میں سے جتنے اللہ نے چاہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ کے بارے میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنے والے ہیں تو آپ نے کہا: کیا تم اس بستی کو ہلاک کر دو گے جس میں چار سو مومن ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا: جس میں تین سو مومن ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: اگر دو سو مومن ہوں تو؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: اگر سو مومن ہوں تو؟ انہوں نے جواباً کہا: نہیں۔ آپ نے پھر پوچھا: کیا چالیس مومن ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا چودہ مومن ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ آپ نے پھر کہا: کیا پانچ مومن ہوں تو؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال یہ کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی سمیت وہ چودہ افراد ہیں اور ان میں تیرہ مومن ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بھی اسے پہچان لیا تھا۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا: اگر ان میں پانچ افراد بھی نماز پڑھتے ہوتے تو ان سے عذاب اٹھا لیا جاتا (2)۔

إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓإِبْرٰهِيْمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ إِنَّهٗ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَإِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

"بے شک ابراہیم بڑے بردبار، رحم دل (اور) ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس بات کو رہنے دیجئے۔ بے شک آ گیا تیرے رب کا حکم۔ اور ان پر آنے والا عذاب ہے جو پھیرا نہیں جا سکتا"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حلم اپنے موصوف کو بہت کچھ دیتا اور آخرت کی منفعتیں جمع کرتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلم کے ساتھ متصف فرمایا ہے اور فرمایا ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حلم عقل سے زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے۔ ابو الشیخ نے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الاواہ کا معنی الرحیم (رحم دل) ہے۔ اور الحلیم کا معنی الشیخ (بزرگ) ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اسی آیت کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 93-192، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 95، بیروت

ابراہیم علیہ السلام اس طرح تھے کہ جنہوں نے جب کوئی بات کی۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی۔ جب کوئی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا اور جب نیت کی تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مُّنِيبٌ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بڑھنے والا اور متوجہ ہونے والا ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منیب الی اللہ وہ ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا ہو جس نے اسے اپنی اطاعت اور امر کی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ ان امور کو چھوڑ دے جو وہ اس سے پہلے کر رہا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مُّنِيبٌ وہ ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مخلص ہو۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ ۝

"اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس وہ دلگیر ہوئے ان کے آنے سے اور بڑے پریشان ہوئے ان کی وجہ سے۔ اور بولے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بری عادات کی وجہ سے انتہائی دلگیر اور غم زدہ ہوئے اور اپنے مہمانوں کی وجہ سے انتہائی پریشان ہوئے اور فرمایا: عَصِيۡبٌ بمعنی شدید ہے۔ یعنی انتہائی سخت دن (2)۔

امام عبدالرزاق اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے آپ اپنی قوم کے بارے میں بدگمانی کے سبب اپنے مہمانوں پر ان سے خوف کھانے لگے اور اپنے مہمانوں کے بارے میں خوف رکھنے کے سبب آپ انتہائی پریشان ہوئے۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: مجھے يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے یوم شدید، انتہائی سخت دن۔ تو انہوں نے کہا: کیا عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے شاعر کو نہیں سنا وہ کہتا ہے:

هُمْ ضَرَبُوا قَوَانِسَ خَيْلِ حُجْرٍ   بِجَنْبِ الرِّدْهِ فِي يَوْمٍ عَصِيبِ

"ایک انتہائی سخت دن بوجھ کے پہلو میں حجر کے گھوڑے کی چوٹی پر انہوں نے تلوار کا وار کیا"۔

اور عدی بن زید نے کہا:

1۔ شعب الایمان، بیہقی، اخلاص العمل لله و ترک الریاء، جلد 5، صفحہ 350، بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 97-98

کہا: کہ آپ نے ان پر اپنی امت کی عورتیں پیش کیں اور ہر نبی اپنی امت کا باپ ہے۔ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب: 6)(1)

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جویبر اور مقاتل رحمہما اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب فاسقوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں سنا تو وہ آپ کے دروازے تک آ گئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر دروازہ بند کر دیا۔ پھر آپ نے اوپر سے جھانک کر انہیں فرمایا: یہ میری بیٹیاں ہیں۔ پس آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں نکاح و تزویج کے لیے پیش کیں۔ آپ نے ان پر انہیں بدکاری اور زنا کے لیے تو پیش نہیں کیا۔ وہ کفار تھے اور آپ کی بیٹیاں مسلمان تھیں۔ پس جب آپ نے مصیبت دیکھی تو آپ کو رسوائی کا خوف لاحق ہوا تو آپ نے انہیں شادی کی پیش کش کر دی۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک کا نام رغوثا اور دوسری کا نام ریثا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا نام دیثا تھا۔ آپ انہیں تقویٰ کا حکم دیتے رہے اور برائی سے روکتے رہے۔ پس جب وہ باز نہ آئے اور نہ آپ انہیں واپس لوٹا سکے اور نہ انہوں نے اس پیش کش کو قبول کیا جو آپ نے بیٹیوں کے معاملے میں انہیں دی تھی۔ تو آپ نے کہا لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ یعنی اگر میری بھی کوئی جماعت یا گروہ ہوتا تو وہ یقیناً تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا۔ پس انہوں نے دروازہ توڑ دیا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی وہ صورت اختیار فرمائی جس صورت میں وہ آسمان میں رہتے ہیں۔ پھر کہا: اے لوط! ڈریے نہیں۔ ہم ملائکہ ہیں۔ وہ آپ کو ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے اور ہمیں ان کو عذاب دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام ابھی تم انہیں عذاب دو گے۔ درآنحالیکہ آپ ان پر انتہائی غمگین اور پریشان تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ان پر عذاب آنے کا مقرر وقت صبح کا وقت ہے، کیا صبح (بالکل) قریب نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو بے شک رات کے پہلے حصہ میں وہ عذاب تیار کرتا ہے۔ پھر صبح طلوع ہوتے ہی ان پر عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ فرمایا قوم لوط کے لیے رات کے پہلے حصہ میں پتھر تیار کیے گئے تا کہ صبح کے وقت وہ پتھر ان پر برسائے جائیں۔ اسی طرح قوم عاد اور ثمود کو بھی صبح سویرے عذاب دیا گیا۔ پس جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام قوم لوط کی ان بستیوں کی طرف گئے جن میں ان کے مرد، عورتیں اور باغات وغیرہ تھے اور انہیں اڑا دیا۔ پہلے انہیں اٹھایا اور لپیٹا، پھر انہیں زمین کی جڑ سے اکھیڑ دیا پھر نیچے سے اپنے پر کے ساتھ انہیں اٹھا لیا اور آسمان دنیا تک انہیں بلند کر دیا کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے کتوں، پرندوں، عورتوں اور مردوں کی آوازیں جبرائیل علیہ السلام کے پر کے نیچے سے سنیں۔ پھر انہیں الٹا کر کے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے بعد ان پر پتھر برسائے۔ اور وہ پتھر چرواہوں، تاجروں اور جو لوگ اپنے شہروں سے باہر تھے ان تمام تک پہنچے (اور وہ سب تباہ و برباد ہو گئے)(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر لوط بن ہاران علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 217، دار الفکر بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 50، صفحہ 313-14، بیروت

آدمی کے رشتہ دار۔ حضرت لوط علیہ السلام کے لیے ایسا خاندان نہیں تھا۔ پکی قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں! حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ایسا جو اپنی قوم میں اہل ثروت و شوکت میں سے تھا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ کی تفسیر میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر وہ جو اپنی قوم میں اہل ثروت میں سے تھا حتیٰ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ تحقیق وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ سو کون سی شے کے لیے انہوں نے عاجزی اختیار کی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھا کرتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ جو کہ اپنی قوم میں سے صاحب ثروت تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی قوم میں سے ثروت (والے خاندان) میں بھیجا (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ تو پیغام والے فرشتوں نے آپ کو بہت غمگین پایا۔ پس انہوں نے کہا: اے لوط! بے شک تمہارا سہارا انتہائی مضبوط ہے (4)۔

امام سعید بن منصور اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ایسا جو اپنی قوم میں سے صاحب عزت و جاہ ہو (5)۔

امام بخاری نے الادب میں، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، حاکم اور آپ نے روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہی جو اپنی قوم میں سے خوش حال اور صاحب مال تھا (6)۔

امام سعید بن منصور، بخاری اور ابن مردویہ نے اعرج رحمہم اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 104، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 105 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 106 4۔ ایضاً
5۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 358 (1101)، الصمیعی الریاض 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 105

بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے۔ بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، بے شک وہ مضبوط سہارے کی طرف پناہ لیتے رہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگوں نے قوم لوط کو ڈرایا ہوا تھا پھر شام کے وقت ان کے پاس فرشتے آئے اور وہ انہیں ندا دیتے ہوئے گزرے۔ تو قوم لوط کے بعض افراد نے بعض کو آپس میں کہا: تم انہیں بھاگنے نہ دینا۔ انہوں نے ملائکہ سے زیادہ حسین قوم کبھی نہ دیکھی تھی۔ پس جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو اپنے مہمانوں کے بارے میں گناہ کی ترغیب دی۔ اور وہ مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ نے ان پر اپنی بیٹیاں پیش کیں۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ملائکہ نے کہا: اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ آپ نے کہا۔ کیا میرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں؟ فرشتوں نے جواب دیا: ہاں۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: پس اب درست ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قوم لوط کی طرف فرشتے بھیجے گئے تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں۔ تو ان سے کہا گیا تم قوم لوط کو ہلاک نہ کرنا یہاں تک کہ تین بار حضرت لوط علیہ السلام ان کے خلاف شہادت دے دیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ہو کر آئے تھے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ (ہود) آپ کا ان کے ساتھ مجادلہ (مباحثہ) اس طرح تھا کہ آپ نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر ان میں پچاس مومن ہوں تو کیا تم انہیں ہلاک کر دو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ نے کہا: اگر چالیس ہوں تو؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ حتیٰ کہ آپ اسی قدر کلام کرتے کرتے دس یا پانچ تک پہنچ گئے۔ راوی کا بیان ہے: پھر وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ اپنی اس زمین میں تھے جہاں کام کرتے تھے۔ تو آپ نے انہیں مہمان خیال کیا۔ پس آپ اپنے گھر والوں کی طرف آنے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم کیا ارادہ رکھتے ہو اس کے بارے جو کچھ یہ کر رہے ہیں؟ فرشتوں نے پوچھا: یہ کیا کرتے ہیں؟ تو آپ نے کہا: لوگوں میں کوئی بھی ان سے بڑھ کر شریر اور بدکردار کوئی نہیں۔ پس وہ آپ کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہی کہا۔ اور آپ انہیں لے کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔ تو آپ کی عورت جو کہ بداخلاق بڑھیا تھی تو وہ چل نکلی اور آپ کی قوم کے پاس آ کر کہا: آج کی رات حضرت لوط نے ایسی قوم کو مہمان بنایا ہے کہ میں نے ان سے بڑھ کر حسین اور پاکیزہ خوشبو والے کبھی نہیں دیکھے۔ پس وہ دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ آپ پر غالب آنے کے

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 357، دارالعصیمی الریاض

قریب ہو گئے تو ایک فرشتے نے اپنے پر کے ساتھ ان پر دروازہ بند کر دیا اور آپ اوپر چڑھ گئے اور وہ بھی آپ کے ساتھ اوپر چڑھے۔ تو اس وقت آپ یہ کہنے لگے: هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ الی قولہ ۔ اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ تو فرشتوں نے کہا: يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ پس اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے ہیں اور ایک فرشتے نے اپنا پر مارا۔ اس رات ان میں سے ہر کوئی پر لگنے کے سبب اندھا ہو گیا۔ پس انہوں نے اندھے ہو کر نہایت تکلیف کی حالت میں رات گزاری اور وہ عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے اجازت طلب کی اور انہیں اجازت دے دی گئی۔ تو آپ نے اس زمین کو اٹھا لیا جس پر وہ رہتے تھے اور انہیں اتنی بلندی تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے باسیوں نے ان کے کتوں کی آوازیں سنیں اور آپ نے ان کے نیچے آگ جلا دی۔ پھر آپ نے اس زمین کو ان کے ساتھ الٹا کر دیا۔ پس حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ایک دھماکہ سنا اور وہ ان کے ساتھ تھی۔ وہ متوجہ ہوئی تو اسے بھی عذاب آ پہنچا اور ان کے جو لوگ سفر پر تھے ان پر پتھر برسائے گئے (1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے یہ خیال کیا کہ یہ آپ کی قوم کے کچھ مہمان ہیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں قریب کیا اور انہیں قریب کر کے بٹھایا۔ پھر آپ اپنی بیٹیوں کو بھی لے آئے۔ وہ تین تھیں۔ انہیں اپنے مہمانوں اور اپنی قوم کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ کی قوم دوڑتے ہوئے آپ کے گھر کی طرف آئی۔ پس جب آپ نے انہیں دیکھا تو کہا: هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا تو کہا: يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کی بینائی ختم کر دی اور وہ اندھے ہو کر چلنے لگے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں تک پہنچے جو دروازے پر تھے تو انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس سب سے بڑے جادوگر کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ پھر آدھی رات کے وقت انہیں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ وہ آسمان کی فضا میں پرندوں کی آوازیں سننے لگے۔ پھر وہ زمین الٹا دی گئی پس جو بھی اس میں تھا الٹا کر دیا گیا۔ وہ ہلاک ہو گئے۔ اور جو ان سے باہر تھے تو وہ جہاں کہیں بھی تھے پتھر ان پر برسے اور پتھروں نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیٹیوں کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے یہاں تک کہ جب آپ شام کے فلاں مقام تک پہنچے تو آپ کی بڑی بیٹی فوت ہو گئی۔ تو اس کے پاس ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ وہاں تک چلے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ پہنچیں۔ تو وہاں آپ کی چھوٹی بیٹی فوت ہو گئی اور اس کے پاس بھی چشمہ جاری ہوا۔ پس صرف درمیانی بیٹی آپ کے پاس زندہ باقی رہی۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب العقوبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 375، بیروت

لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں پر دروازہ بند کر لیا۔ پس وہ آئے اور انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر پر سے ضرب لگائی تو ان کی بینائی ختم ہو گئی۔ انہوں نے کہا: اے لوط! تو ہمارے پاس جادوگر لے آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو بڑی دھمکیاں دیں اور آپ دل ہی دل میں ڈرنے لگے کہ یہ جب چلے جائیں گے تو وہ مجھے اذیتیں دیں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا "لا تخف انا رسل ربك" "بے شک انہیں عذاب دینے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: اسی وقت۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ کیا صبح قریب نہیں۔ تو آپ نے کہا: اس وقت۔ چنانچہ بستی کو اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ آسمان دنیا والوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔ پھر انہیں الٹا کیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ فأسر بأهلك یعنی اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جائیے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بقطع من الیل سے مراد رات کا وسط (آدھی رات کا وقت) ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بقطع سے مراد رات کی سیاہی ہے (2)۔

امام عبد الرزاق نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بقطع من الیل سے مراد رات کا کچھ حصہ ہے (3)۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے یہ تو بتائیے کہ ارشاد باری تعالیٰ فأسر بأهلك بقطع من الیل میں قطع سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رات کا آخری سحری کا وقت، جیسا کہ مالک بن کنانہ نے کہا ہے:

وَنَائِحَةٍ تَقُوْمُ بِقِطْعِ لَيْلٍ عَلٰى رَجُلٍ اَهَانَتْهُ شَعُوْبُ

"نوحہ کرنے والی سحری کے وقت اس آدمی پر نوحہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے جسے قبیلے والوں نے ذلیل و رسوا کیا"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ولا يلتفت منكم أحد کا معنی ہے تم میں سے کوئی پیچھے نہ مڑے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے (4)۔

امام ابو عبید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے الفاظ اس طرح ہیں: "فأسر بأهلك بقطع من الليل إلا امرأتك" (5)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111، بیروت 2۔ ایضاً
3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 194، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 111 5۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جب لوط علیہ السلام قریہ سے نکلے تو آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھی۔ پس اس نے ایک آواز سنی اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسے ایک پتھر آ کر لگا جس نے اسے ہلاک کر دیا قوم سے دور علیحدہ اس کی جگہ معلوم ہے۔ اور یہ الفاظ مصحف عبد اللہ رضی اللہ عنہ میں اس طرح ہیں: وَلَقَدْ وَفَّتْ اِلَيْهِ اَهْلَهٗ كُلُّهُمْ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ " اور ہم نے آپ کے سارے کے سارے گھر والے پورے کر دیئے سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ مصیبت میں مبتلا ہوئی"۔ فرمایا: کہ جب آپ (حضرت لوط علیہ السلام) کو بتایا گیا کہ ان کے لیے عذاب کا مقررہ وقت تو صبح کا وقت تھا۔ تو آپ نے کہا: میں تو اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ کیا صبح قریب ہی نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: تم انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو انہوں نے جواب دیا: بے شک ہمیں تو صبح کے وقت کا حکم دیا گیا ہے اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: انہیں اسی وقت ہلاک کر دو۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو بتایا: اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ تو حضرت لوط علیہ السلام پر یہ نازل کی گئی اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر چلے جائیں سوائے اپنی بیوی کے۔ اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھے۔ پس آپ چلے گئے اور جب وہ وقت ہوا جس میں انہیں ہلاک کیا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پر (زمین میں) داخل کیا اور اس زمین کو اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے مرغ کی چیخ اور کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور انہیں اوپر لے جا کر نیچے گرا دیا اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر برسائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے دھماکے کی آواز سنی۔ اور کہا: ہائے میری قوم! اتنے میں ایک پتھر اسے آ لگا اور اسے قتل کر دیا (1)۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابو المحلہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے میں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو دیکھا اسے پتھر میں بدل دیا گیا ہے اور اسے ہر مہینے کے شروع میں حیض آتا ہے (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں پر حملہ کیا اور انہیں ان کی بنیادوں سے ہلا دیا۔ پھر اپنے پر ان کے نیچے داخل کیے اور انہیں اپنے پروں کے اطراف پر ان میں موجود ہر شے کے ساتھ اٹھا لیا۔ پھر انہیں آسمان تک بلند لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان کے باسیوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ پھر انہیں الٹا کیا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے نیچے گرے وہ ان کے بالا خانے تھے۔ اور کسی قوم کو وہ عذاب نہیں دیا گیا۔ جو انہیں دیا گیا پہلے اللہ تعالیٰ نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 08-107، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ تاریخ ابن عساکر، تذکرہ ذکر بنات لوط علیہ السلام، جلد 50، صفحہ 27-326، دار الفکر بیروت

کی چیخوں کو بھی سن لیا۔ پھر ان کی بستیوں کو الٹا کیا اور پھر ان پر آگ سے پکے ہوئے پتھر برسائے (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ جب انہوں نے صبح کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور زمین کو ساتوں زمینوں سے اکھیڑا۔ پھر اسے اٹھایا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک لے گئے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے زمین کی طرف پھینک دیا (2)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں آئے اور اپنا ہاتھ بستی کے نیچے سے داخل کیا اور اسے اٹھا لیا۔ حتی کہ آسمان دنیا کے مکینوں نے کتوں کے بھونکنے کی اور مرغوں کے اذان دینے کی آوازیں سنیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر گندھک اور آگ برسائی۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قوم لوط کی بستی کو زمین کی جڑ سے اکھیڑا۔ پھر اسے اپنے پر کے ساتھ اٹھایا۔ یہاں تک کہ وہاں تک لے گئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس کی بلندی کو پستی میں کر دیا (یعنی اسے نیچے کر دیا)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان بستیوں کی طرف بھیجا جنہیں الٹا دیا گیا۔ یہ قوم لوط کی بستیاں تھیں۔ تو آپ نے انہیں اپنے پر کے ساتھ اٹھا لیا۔ پھر انہیں اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ آسمان کے مکینوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی آوازیں سنیں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھر برسائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ** تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان الٹائی ہونے والی بستیوں کے ارد گرد رہنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ اور وہ پانچ بستیاں تھیں۔ صعبہ، صعرہ، عمرہ، دوما اور سدوم اور یہی بڑی بستی تھی (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ تین بستیاں تھیں اور ان میں اتنی تعداد تھی جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہی کہ کثرت ہو۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چار لاکھ تھی۔ اور یہ سدوم بستی مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان تھی۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ **حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ** آگ پر پکائے ہوئے پتھر مٹی کے بنے ہوئے تھے اور **مُّسَوَّمَةً** کا معنی ہے (نشان زدہ ہونا) المسوم سے مراد سرخی میں سفیدی کا ہونا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا **حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ** فارسی میں سے سنگ کہتے ہیں اور یہ پتھر اور مٹی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور **مُّسَوَّمَةً** کا معنی ہے نشان لگایا ہوا۔

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بیان کیا ہے کہ **حِجَارَةً**

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 17-118، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 107
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 116

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت یہ ذکر کیا ہے کہ جو ہم نے سنا ہے اس میں ہے کہ ہر ظالم کے مقابلے کے لیے پتھر بنایا گیا ہے جو انتظار کر رہا ہے کہ کب سے اس پر گرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پھر ظالموں کو خوف دلایا اور کہا وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ الظّٰلِمِيْنَ سے مراد اس امت کے ظالم ہیں۔ پھر کہتے ہیں: قسم بخدا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم کو پناہ نہیں دی (1)۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الملاہی میں، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت محمد بن منکدر، یزید بن خصیفہ اور صفوان بن سلیم رحمہم اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ انہوں نے عرب کے نواح میں ایک آدمی کو پایا جو اس طرح نکاح کرتا ہے جس طرح عورت نکاح کرتی ہے اور انہوں نے اس پر شواہد بھی قائم کر دیئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے اس کے بارے مشاورت کی۔ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک یہ گناہ ہے۔ سوائے ایک امت کے کسی امت نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس ایک امت کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسے تم جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے اس پر اتفاق کر لیا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ اسے آگ کے ساتھ جلا دے۔ پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور امارت میں انہیں جلایا۔ پھر ہشام بن عبد الملک نے بھی ایسے لوگوں کو جلانے کی سزا دی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن الرائی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو عذاب دیا اور ان پر آگ پر پکے ہوئے پتھر برسائے پس تو یہ سزا ایسے لوگوں سے نہ اٹھا جو قوم لوط کے عمل جیسا عمل کریں۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 116، بیروت

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَقِيَّتُ اللّٰهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت (فرمانبرداری) ہے (2)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی وصیت تمہارے لیے بہتر ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رزق تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم لوگوں کا کم کرتے ہو۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ کا معنی ہے کیا تمہاری قرأت تمہیں حکم دیتی ہے (3)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت احنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام تمام انبیاء سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن جریر اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ نے يٰشُعَيْبُ أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ ... الآیہ کے تحت روایت کیا ہے آپ نے انہیں ان دراہم اور دنانیر کو کاٹنے سے منع کیا تو انہوں نے جواب دیا: بے شک یہ ہمارے مال ہیں۔ ہم ان میں جو چاہیں گے کریں گے۔ اگر ہم نے چاہا تو انہیں توڑ دیں گے۔ اگر چاہا تو جلا دیں گے اور ہم نے چاہا تو انہیں پھینک دیں گے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر دونوں نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو دراہم توڑنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيٓ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اسی ارشاد کے تحت بیان کیا ہے یعنی اس سے مراد ان کا دراہم کو توڑنا ہے اور وہ زمین میں فساد برپا کرنا ہے (6)۔

امام عبد الرزاق، ابن سعد، ابن المنذر، ابو الشیخ اور عبد بن حمید رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں اشارہ دراہم، دنانیر اور ان مثاقیل کو توڑنے کی طرف ہے جو لوگوں کے درمیان رائج تھے اور انہوں نے اس سے زمین میں فساد برپا کیا۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ربیعہ بن ہلال سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے دراہم توڑنے پر سزا دی ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ کی قوم کے افراد کہا کرتے تھے کہ تو بہت حلیم (بردبار) ہے اور بہت رشید (دانا) ہے۔ تو وہ از روئے تمسخر آپ کو کہا کرتے تھے إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ کہ تم ہی ایک دانا اور نیک چلن رہ گئے ہو۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 121، بیروت
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 123
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 122
6۔ ایضاً

ثم استقیه " میں نے کہا: میرا رب اللہ ہے اور میرا ارادہ یا تجھی مگر اللہ تعالیٰ کی امداد سے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوالحسن! تجھے علم مبارک ہو۔ تحقیق تو علم سے خوب سیراب ہو گیا ہے اور تو نے اس کی پیاس خوب بجھائی ہے۔ "ھنیئا لک العلم ابا الحسن لقد شربت العلم شربا و نھلتہ نھلا" اس روایت کی اسناد میں محمد بن یونس الکدیمی ہے (1)۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝

"اور میری قوم! ہرگز نہ کمانے تمہیں میری عداوت (اللہ کی نافرمانی پر) ایسا کہ پہنچے تمہیں بھی ایسا عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو۔ اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے۔ وہ بولے

1۔ [illegible] جلد 2، صفحہ 65

اے شعیب! ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تو کہتا ہے اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں تجھے کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے۔ اور اگر تمہارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں سنگسار کر دیا ہوتا اور نہیں ہو تم ہم پر غالب۔ آپ نے فرمایا: اے میری قوم! کیا میرا کنبہ زیادہ معزز ہے تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے اور تم نے ڈال دیا ہے اسے پس پشت۔ بے شک میرا رب جو عمل تم کرتے ہو (ان کو اپنے علم سے) احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ اپنی جگہ پر (دوام میں) (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر آتا ہے عذاب جو اسے رسوا کر دے گا اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں اور جب آ پہنچا ہمارا حکم (یعنی عذاب) تو ہم نے بچا لیا شعیب کو اور انہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور آ لیا ظالموں کو خوفناک کڑک نے۔ تو صبح کی انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے گویا کبھی وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔ سنو! ہلاکت ہو مدین کے لیے جیسے ہلاک ہو چکے تھے ثمود۔ اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور صریح غلبہ کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم بالکل غلط تھا"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ کا معنی ہے میرا افتراق تمہیں نہ ابھارے[1]۔

امام ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ شِقَاقِيْٓ کا معنی ہے" عداوتی "یعنی میری عداوت۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جویبر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! قوم نوح، عاد اور ثمود کو یاد کرو۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تو حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور ان کی ہلاکت دیکھنے کا زمانہ بھی ان کے بہت قریب ہے۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ یعنی بے شک میرا رب اس کے لیے بڑا مہربان ہے جس نے گناہ سے توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کیا۔" وَدُوْدٌ "یعنی وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر ان کے لیے اپنے بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے۔ پس تم اس کی طرف لوٹ چلو۔ تو انہوں نے کہا اے شعیب! ہم ان میں سے بہت سی باتیں نہیں سمجھ سکتے جو تو کہتا ہے وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا اور بلاشبہ ہم تجھے دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں اندھا ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ یعنی اگر تیرے اس خاندان کا لحاظ نہ ہوتا جس میں تو رہتا ہے۔ لَرَجَمْنٰكَ تو یقیناً ہم تجھے قتل کر دیتے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ اور تو ہم پر غالب نہیں ہے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ معزز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ اللہ۔ تو آپ نے فرمایا پس تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے۔ یعنی تم نے اس کے حکم کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 125، داراحیاء التراث العربی بیروت

چھوڑ دیا ہے اور اس کے نبی کو جھٹلا دیا ہے۔ مگر میرے رب کا علم تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شرک کے بعد ان کا سب سے بڑا گناہ کیل اور وزن (ناپ اور تول) میں کمی کرنا تھی اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا دینا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے گناہ تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام آئے اور آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا، ظلم سے روکا اور اس کے سوا جو تھا اسے چھوڑ دیا(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت خلف بن حوشب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ایک ایک جو کے سبب جاتی رہی۔ وہ سامان پیمانے کے ساتھ لیتے تھے اور چھوٹے پیمانے کے ساتھ دیتے تھے (یعنی پورے ناپ تول کے ساتھ لیتے تھے اور کم ناپ تول کے ساتھ دیتے تھے)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْۤ الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ میری عداوت تمہیں اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم گمراہی اور کفر میں سرکشی اختیار کرو اور حدود سے بڑھ جاؤ ورنہ تمہیں بھی عذاب آ پہنچے گا جو ان کو پہنچا۔

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک قوم لوط، اور قوم ثمود کے بعد قوم لوط کا زمانہ میری گفتگو کے زیادہ قریب ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو لیلیٰ کندی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر سے لوگوں پر اوپر سے جھانک کر دیکھا اس حال میں کہ وہ آپ کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ اے میری قوم! مجھے قتل نہ کرو۔ بلاشبہ اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تمہارے ساتھ بھی اسی طرح ہوگا اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے ان کا جال بنایا۔

امام ابو الشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَاِنَّا لَنَرٰىکَ فِیْنَا ضَعِیْفًا کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اندھے تھے اور آپ کی بینائی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کثرت سے رونے کے سبب جاتی رہی(3)۔

امام واحدی اور ابن عساکر نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بینائی جاتی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بصارت لوٹا دی اور آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! یہ رونا کیسا ہے کیا جنت کے شوق میں یا آتش جہنم کے خوف سے؟ تو آپ نے عرض کی: نہیں۔ بلکہ میں نے تو تیری محبت اپنے دل میں پختہ کر رکھی ہے۔ پس جب میں تجھے دیکھوں گا تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی: اے شعیب! اگر یہ حق ہے تو تجھے میری

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب بن میکیل علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 71-72، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 128، بیروت 3۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب نبی علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 72، دار الفکر بیروت

ملاقات مبارک ہو اے شعیب! اس لیے میں نے تیری خدمت کے لیے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مقرر کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، خطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے کئی طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آیت میں ضَعِيفًا سے مراد یہ ہے کہ آپ کی بصارت کمزور ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آیت میں ضَعِيفًا سے مراد اندھا ہے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء علیہم السلام بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا کا مفہوم ہے کہ بلاشبہ تم تنہا اور اکیلے ہو کوئی تمہارا مددگار نہیں اس لیے ہم تمہیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر ہم تیری قوم اور تیرے کنبے کا لحاظ نہ کرتے تو تجھے سنگسار کر دیتے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر حضرت لوط علیہ السلام کے لیے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کے اصحاب کی مثل ہوتے تو وہ یقیناً ان کی معاونت سے اپنی قوم سے جہاد کرتے (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں یہ آیت تلاوت فرمائی وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا اور فرمایا: آپ اندھے تھے۔ پس انہوں نے آپ کی نسبت ضعف کی طرف کی ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ اپنے رب کے جلال سے نہ ڈرے بلکہ صرف کنبے سے ڈرے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا کا مفہوم ہے کہ تم نے اس کے حکم کو پھینک دیا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بارے میں حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم اس سے ڈرتے نہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ تم نے اسے اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا ہے اور تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور نہ تم اس سے ڈرے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے تم نے اس کے بارے میں سستی کی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے تحت کہا ہے کہ الظھری کا معنی فالتو ہے۔ مثلاً ساربان کو اپنے ساتھ ایک فالتو اونٹ کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر کوئی شے نہیں لادتا مگر جب کہ اسے اس کی

1۔ تاریخ ابن عساکر، ذکر شعیب بن ہویب علیہ السلام، جلد 23، صفحہ 73، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 60-358، الصمیعی الریاض 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 129

ضرورت پڑے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک تمہارا رب تمہارے نزدیک اسی طرح ہے۔ مگر تمہیں اس کی ضرورت ہو اور اگر تمہیں ضرورت نہ ہو تو پھر وہ کوئی شے نہیں ہے۔ (الظهری کا معنی ہوتا ہے ضرورت کے لیے تیار رکھا ہوا اونٹ)

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

"وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا روز قیامت اور لا ڈالے گا انہیں آتش (جہنم) میں، بہت بری داخل ہونے کی جگہ ہے جہاں انہیں داخل کیا جائے گا اور ان پر پھٹکار جاتی رہے گی اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی۔ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ یَقْدُمُ قَوْمَهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اس نے انہیں گمراہ کیا اور انہیں آتش جہنم میں ڈال دیا (1)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ فرعون اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا یہاں تک کہ وہ انہیں آتش جہنم پر لے آئے گا (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ میں اور الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ سے ہے اور اس کا معنی دخول (داخل ہونا) ہے (3)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں چار مقامات پر الْوِرْدُ کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ ہود میں فرمایا وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ دوسرا سورۃ مریم میں وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: 71) اور اسی میں تیسرا بھی ہے وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ (مریم) اور چوتھا سورۃ الانبیاء میں ہے: حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (الانبیاء: 98) تمام مقامات پر یہ لفظ دخول (داخل ہونا) کے معنی میں ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ان پر اس دنیا میں پے در پے لعنت بھیجی جاتی رہی اور قیامت کے دن ان پر ایک دوسری لعنت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ یہ دو لعنتیں ہیں اور بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ لعنت کے بعد لعنت بہت بری ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ وَ بِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ کی وضاحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد دنیا اور آخرت کی لعنت ہے (یعنی یہ بہت برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا) (6)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 132، بیروت	2۔ ایضاً، صفحہ 131، 12	3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 132	5۔ ایضاً، صفحہ 12، 132-33	6۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 33

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کہ فرعون کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا گیا مگر یہ کہ اس کی زبان سے فرعون پر لعنت کی گئی اور قیامت کے دن ایک دوسری لعنت آتش جہنم میں مزید ہوگی۔

امام ابن الانباری نے الوقف والابتداء میں اور طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا: کہ مجھے بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کا مفہوم بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا: لعنت کے بعد لعنت (یعنی پے در پے لعنت) انہوں نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آگاہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کیا تو نے نابغہ کی زبان کو نہیں سنا وہ کہتا ہے:

لا تقذفنّ بركني لا كفاء له　　وإن تأثّفك الأعداء بالرفد

"تو مجھے لشکر کی طرف مت پھینک دے کہ جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور بے شک کبھی دشمن کو لعنت سے بھی ختم کر دیا جاتا ہے"۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ ۝

"یہ ان بستیوں کی بعض خبریں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں آپ سے ان میں سے کچھ ہیں اور کچھ کٹ گئی ہیں"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآىِٕمٌ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو آباد ہیں۔ اور "حصید" سے مراد وہ بستیاں ہیں جو تباہ ہو گئی ہیں (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمائی۔ "قآئم" جن کی جگہ اور مکان دکھائی دیتا ہے۔ وَّ حَصِيْدٌ جن کا کوئی اثر اور نشان نہیں دکھائی دیتا۔ اور دوسری آیت میں فرمایا هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا (مریم) (کیا محسوس کرتے ہو ان میں سے کسی کو یا سنتے ہو ان کی کوئی آہٹ)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اس طرح بیان کیا ہے مِنْهَا قَآىِٕمٌ یعنی ان میں سے کچھ اپنی جگہوں پر قائم ہیں وَّ حَصِيْدٌ اور کچھ زمین سے ملا دی گئی ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّ حَصِيْدٌ میں حصید وہ ہے جو کھنڈر بن جائے اور تباہ ہو جائے۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۝

"اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر بلکہ انہوں نے خود زیادتی کی تھی اپنی جانوں پر پس نہ فائدہ پہنچایا انہیں ان کے (جھوٹے) خداؤں نے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی جب آیا حکم آپ کے رب

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 134، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

گا۔ ان معبودوں نے فقط ان کی بربادی میں ہی اضافہ کیا"۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت فضیل بن مرزوق رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ کا معنی ہے، ہم ظلم کرنے کے محتاج نہیں (یعنی ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عصمہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ کا معنی ہے کہ ان کے جھوٹے خداؤں نے انہیں کوئی نفع نہیں دیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ ان جھوٹے خداؤں نے انہیں نقصان پہنچانے کے سوا کچھ اضافہ نہیں کیا (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ تتبیب کا معنی تخسیر (نقصان پہنچانا) ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ تتبیب کا معنی ہلاکت اور بربادی ہے۔

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ کا معنی ہے کہ انہوں نے ان کے لیے سوائے شر کے اور کچھ اضافہ نہیں کیا اور یہ آیت پڑھی تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (لہب) اور فرمایا: تب کا معنی خسران (خسارہ اور نقصان) ہے۔ والتتبیب معنی انہوں نے خسارے کے سوا ان میں اضافہ نہیں کیا۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (فاطر) "اور نہ اضافہ کرے گا کافروں کے لیے ان کا کفر بجز گھاٹے (اور خسران) کے"۔

امام طستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے انہیں کہا: مجھے اس ارشاد کی وضاحت بتایئے۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ آپ نے فرمایا اس کا معنی ہے غیر تخسیر۔ یعنی سوائے خسارے اور نقصان کے انہوں نے ان کے لیے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ تو اس نے کہا: کیا عرب اس معنی سے آشنا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیا تو نے بشر بن ابی حازم شاعر کو نہیں سنا ہے؟ وہ کہتا ہے:

هُمُ جَدَعُوا الْاُنُوْفَ فَاَوْعَبُوْهَا ... وَهُمْ تَرَكُوْا بَنِيْ سَعْدٍ تَبَابًا

"انہوں نے ناکیں کاٹ دیں اور انہیں خوب خوب ذلیل کیا اور انہوں نے بنی سعد کو انتہائی خسارے میں چھوڑا"۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝

"اور یہی گرفت ہوتی ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو، درآنحالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک (اور) سخت ہوتی ہے"۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 139، بیروت
2۔ ایضاً

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت پڑھی(1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عمران جونی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طویل مہلت تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی حسن طلب (تمہیں دھوکے میں ڈالے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں بغیر واؤ کے اس طرح ہے كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قرأت کی وَكَذٰلِكَ اَخَذَ رَبُّكَ اِذْ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے اس قول میں اپنی سطوت اور رعب و دبدبہ سے ڈرایا ہے وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ(2)۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝

"بے شک ان واقعات میں (عبرت کی) نشانی ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے۔ یہ وہ دن ہے جس دن اکٹھے کیے جائیں گے سب لوگ اور یہ وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا اور ہم نے نہیں مؤخر کیا جاتا مگر ایک مقررہ مدت تک جو گنی ہوئی ہے"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ کی تفسیر میں کہتے ہیں بے شک ہم ان کے لیے ان چیزوں کے وعدے پورے کریں گے جو ہم نے آخرت میں کیے ہیں جیسا کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ وعدہ پورا فرمایا ہے کہ ہم ان کی مدد کریں گے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہما اللہ دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے(4)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے وہ قیامت کا دن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 136، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 137　4۔ ایضاً

ہے اس میں ساری کی ساری مخلوق جمع ہوگی اور زمین وآسمان کے رہنے والے سب کے سب حاضر ہوں گے(1)۔

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾

"جب وہ دن آئے گا تو (اس کی ہیبت سے) کوئی شخص نہیں بول سکے گا بجز اس کی اجازت کے، بعض ان میں سے بدنصیب ہوں گے اور بعض خوش نصیب"۔

امام ابوالشیخ نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے يَوْمَ يَاْتِ کے قول میں کہا ہے۔ وذلك اليوم یعنی اس دن۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا کلام سریانی زبان میں ہوگا۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عمر بن ذر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس طرح قراءت کی یوم یاتون لا تکلم منھم دابۃ الا باذنہ۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابویعلیٰ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم جو عمل کرتے ہیں وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے فیصلہ کیا جا چکا ہے یا ان میں سے جن کے بارے فیصلہ نہیں ہوا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ ان میں سے جن کے بارے فیصلہ ہو چکا ہے اور ان کے بارے قلمیں چل چکی ہیں۔ اے عمر! لیکن ہر ایک کو آسانی و توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا جاتا ہے(2)۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

"سو وہ جو بدنصیب ہیں وہ آگ میں ہوں گے، ان کے (مقدر میں) کراہنا، چیخنا اور چلانا ہوگا وہ دوزخ میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا پروردگار۔ بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے کمال تک پہنچانے والا کرتا ہے اور وہ جو خوش نصیب ہیں تو وہ (نعیم) جنت میں ہوں گے ہمیشہ رہیں گے اس میں جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جتنا چاہے آپ کا رب۔ یہ وہ عطا ہے جو ختم نہیں ہوگی"۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو محکم آیات میں سے ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ اور دوسری یہ آیت يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 138، بیروت　　2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 140

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا الآیہ کے تحت انہوں نے کہا: یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ فرماتے ہیں مگر جب تک (تیرے رب نے چاہا) انہیں جہنم میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا(1)۔

امام ابو الشیخ نے حضرت سنان سے یہ قول بیان کیا ہے اہل توحید کے بارے میں استثنی کی پھر فرمایا عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ کے ضمن میں آپ نے فرمایا: ہر جنت کے لیے آسمان بھی ہے اور زمین بھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی نقل کیا ہے کہ جب تک جنت کا آسمان اور اس کی زمین قائم ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے ضمن میں فرمایا: کہ اس آسمان کے علاوہ اور آسمان اور اس زمین کے سوا اور زمین بدل جائے گی (اور اس آیت میں مراد یہ ہے) کہ جب تک وہ آسمان اور وہ زمین قائم رہے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو پکڑ لے گا اور انہیں ہر قسم کے گندگی اور میل کچیل سے پاک فرمائے گا۔ پھر انہیں سفید نورانی زمین بنا دے گا جس کا نور چمکتا رہے گا اور انہیں جنت کی زمین بنا دے گا آج کے آسمان اور زمین جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے دنیا میں جنت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت کا عرش بنائے گا اور ان پر جنت رکھ دے گا اور جنت آج زعفرانی زمین پر عرش کی دائیں جانب ہے اور اہل شرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جب تک جنت کے لیے زمین قائم ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث والنشور میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت فرمایا: تحقیق تیرے رب نے چاہا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا الآیہ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا حکم آیا اور اسے منسوخ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا (النساء) الی آخر الآیہ "بے شک جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا نہیں اللہ تعالیٰ کہ بخش دے انہیں اور نہ یہ کہ دکھائے انہیں (سیدھی) راہ"۔

پس اس سے اہل جہنم کی یہ آرزو ختم ہو گئی کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہمیشگی اور خلود فی النار کو واجب کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا الآیہ کے بارے کہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر ہوا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 143، بیروت

جس نے اسے منسوخ کر دیا اور مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ (النساء: 122) الی قولہ "ظِلًّا ظَلِيْلًا" اور ان کے لیے ہمیشہ جنت میں رہنا ثابت کر دیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت کہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کے حکم کی استثناء کی ہے کہ وہ انہیں کھائے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اگر اہل جہنم آتش جہنم میں اتنا عرصہ بھی ٹھہرے رہے جتنے عالج کی ریت کے ذرات ہیں تو یقیناً ان پر وہاں ایک دن آئے گا جس میں انہیں نکال دیا جائے گا۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جہنم پر ایک دن آئے گا کہ اس میں کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا ...الآیہ

امام ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت بھی اہل جہنم کے لیے امید افزا نہیں ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمین و آسمان پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کے دروازے جھڑ جھڑا کر پھٹ جائیں گے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جہنم دارین میں سے جلدی آباد ہونے والا ہے اور جلدی ہی خراب ہونے والا ہے (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے تحت بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے بارے بہتر جانتا ہے جس پر وہ واقع ہوگی۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے خبر دی جو اس نے اہل جنت کے لیے چاہا اور فرمایا عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ اور اس نے اس کے بارے خبر نہیں دی جو وہ اہل جہنم کے لیے چاہے گا (3)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جب ان سے قرآن کریم میں سے کسی شے کے متعلق سوال کیا جاتا؟ تو فرماتے تحقیق اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ کر دیا جس کا اس نے ارادہ فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ زفیر سے مراد وہ سخت آواز ہے جو حلق میں ہوتی ہے اور شہیق سے مراد وہ ضعیف آواز ہے جو سینے میں ہوتی ہے اور غَيْرَ مَجْذُوْذٍ کا معنی ہے غیر مقطوع۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں غیر منقطع۔ دونوں کا مفہوم ہے۔ نہ کٹنے والا، نہ ختم ہونے والا (یعنی ایسی عطا ہے جو نہ کٹے گی نہ ختم ہوگی) (4)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 142، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 139,45

سے کہا: کہ مجھے قول باری تعالیٰ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ کے بارے بتایئے۔ (زفیر کیا ہے؟) تو آپ نے فرمایا: زفیر سے مراد ایسی آواز ہے جو گدھے کی آواز کی طرح ہو۔ اس کے بارے اوس بن حجر نے کہا ہے:

وَلَا عُذْرَ اِنْ لَاقَيْتَ سَيِّدَهُ بَعْدَهَا ۔۔۔ فَيُغْشٰى عَلَيْهَا اِنْ خَفَقْتَ وَتَعْذِرُ

فَيُخْبِرُهُ اَنْ رَبِّ يَوْمٍ وَقَفْتَهُ ۔۔۔ عَلٰى مَضْبَاتِ السَّقْفِ تَبْكِيْ وَتُزْفِرُ

"کوئی مانع نہیں اگر تو اس کے بعد اپنے معبودوں سے جا کر ملے۔ اگر تو ایسا کرے اور معذرت پیش کرے تو وہ اس پر ترس آجائے گی۔"

"اور وہ تجھے خبر دے گی کہ کئی دن تک تو خون بہانے کے ٹیلوں پر ہچکیاں باندھ کر روتے ہوئے ٹھہرا رہا"۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

"تو (اے سننے والے!) نہ ہو تو شک میں ان کے متعلق جن کی یہ پوجا کرتے ہیں۔ وہ نہیں پوجتے مگر ویسے ہی جیسے پوجتے تھے ان کے باپ دادا اس سے پہلے۔ اور ہم یقیناً پورا پورا دینے والے ہیں انہیں ان کا حصہ جس میں ذرا کمی نہیں ہوگی۔ اور بے شک ہم نے عطا فرمائی موسیٰ کو کتاب پھر اختلاف کیا جانے لگا اس میں۔ اور اگر یہ بات پہلے طے نہ کر دی گئی ہوتی آپ کے پروردگار کی جانب سے تو فیصلہ کر دیا گیا ہوتا ان کے درمیان۔ اور بے شک وہ ایسے شک میں ہیں اس کے متعلق جو بے چین کر دینے والا ہے۔ اور یقیناً ان سب (اختلاف کرنے والوں) کو پورا پورا بدلہ دے گا ضرور آپ کا رب ان کے کرتوتوں کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کام وہ کرتے ہیں ان سے خوب آگاہ ہے"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ کیونکہ یقین کے بعد معافی سے افضل کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی اور تم شک سے بچو۔ کیونکہ کفر کے بعد شک سے زیادہ شر پھیلانے والی کوئی شے کسی کو نہیں دی گئی۔"

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "یعنی جو ان کے لیے خیر و شر میں سے

مقدر کیا گیا ہے (ہم یقیناً انہیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں اس میں ذرا کمی نہیں ہوگی)(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ہم یقیناً عذاب میں ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ابو العالیہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم رزق میں سے ان کا حصہ انہیں پورا پورا دینے والے ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ہر بندے کو پورا پورا رزق عطا فرماتا ہے جو اس نے اس کے لیے لکھ دیا ہے۔ پس طلب میں حسن و جمال پیدا کرو جو چیزیں اس نے حرام کر دی ہیں انہیں چھوڑ دو اور جو حلال قرار دی ہیں انہیں لے لو۔

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

"پس آپ ثابت قدم رہیے جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو اور وہ بھی (ثابت قدم رہیں) جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں اور سرکشی نہ کرو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ اور (اس وقت) نہیں ہوگا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی"۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ... الآیہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس کے حکم پر ثابت قدم رہیں اور اس کی نعمت کے بارے میں سرکشی نہ کریں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ قرآن پر ثابت قدم رہیے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ تو فرمایا (کام کے لیے) تیار ہو جاؤ تیار ہو جاؤ تو کوئی بھی ہنستا ہوا نہ دکھائی دیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ سے مراد ہے جو ایمان لائے۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے علاء بن عبد اللہ بن بدر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ وہ لوگ مراد لیے ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔

امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں: وَ لَا تَطْغَوْا کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ طغیان سے مراد اس کے حکم کے خلاف

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 145، بیروت

کرتا اور نیکی کا قربانی کا ارتکاب کرتا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس میں شرک کی طرف جھکنا مراد ہے۔ (یعنی تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے شرک کیا)(1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وَلَا تَرْكَنُوْۤا کا معنی ہے تم نہ جھکو(2)۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے آپ سے ہی یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم نہ جاؤ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی یہ کہ تم ان کی اطاعت کرنے لگو یا ان سے محبت کرنے لگو یا انہیں ادب سکھانے لگو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ تم ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا۔ یعنی تم ان کے اعمال پر راضی اور خوش نہ ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب کسی بندے میں ان دونوں کی اصلاح ہو جائے تو اس کے تمام میں سے جو ان کے علاوہ ہیں وہ بذات خود درست ہو جاتی ہیں اور وہ ہیں نعمت اور خوشحالی میں سرکشی کرنا اور ظلم کی طرف جھکنا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

"اور قائم کیجئے نماز دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات کے حصوں میں۔ بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں برائیوں کو یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کے اجر کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں مغرب اور صبح کی نمازیں مراد ہیں اور وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے مراد عشاء کی نماز ہے(3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ میں فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ اور وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ کے بارے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں رات کے حصے میں ہیں۔ فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هُمَا زُلْفَتَا اللَّيْلِ" (یہ دونوں رات کے دو حصوں میں ہیں)(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 151، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 152
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 153-55
4۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 156

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد فجر کی نماز اور عشاء کی دو نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر کی نمازیں اور وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کا ذکر ہے (1)۔

امام ابن منذر اور ابو الشیخ دونوں نے بیان کیا ہے کہ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد ساعة بعد ساعة یعنی ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں۔ تو اس سے مراد آخری عشاء کی نماز ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ آپ فرماتے عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ پھر آپ یہ آیت پڑھتے وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔(2)

امام ابن جریر، محمد بن نصر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ میں حسنات سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں (3)۔

امام عبد الرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، محمد بن نصر، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ الْحَسَنٰتِ سے مراد پانچ وقت کی نمازیں ہیں اور "وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ" (الکہف:46) سے مراد بھی پانچ نمازیں ہیں (4)۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں باغ میں عورت سے ملا، میں نے اسے اپنے سے ملایا، اسے بوسہ دیا، میں نے اس سے مباشرت کی اور میں نے اس کے ساتھ سب کچھ کیا مگر اس سے جماع نہیں کیا؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ اس کے لیے خاص ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (5)۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن حبان رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے عورت کو بوسہ دیا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ گویا کہ وہ اس کا کفارہ پوچھ رہا ہے؟ تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی گئی تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے لیے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہے جس نے یہ عمل کیا (6)۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 201، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 366، دار الصمیعی الریاض
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 153، بیروت
4۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 201
5۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات الخمس، جلد 5، صفحہ 20، بیروت
6۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 272، دار الفکر بیروت

امام عبدالرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے باغ میں عورت کو پایا تو میں نے اس کے ساتھ سب کچھ کیا مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ میں نے اسے بوسہ دیا اور اسے اپنے (جسم سے) ملایا اور اس کے سوا میں نے کچھ نہیں کیا۔ پس آپ جو چاہیں میرے ساتھ کریں۔ تو یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہیں کہا۔ وہ آدمی چلا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈالتا اگر یہ اپنے آپ پر پردہ ڈالتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھا کر اس آدمی کا پیچھا کیا اور فرمایا: اسے میری طرف لوٹا لاؤ۔ چنانچہ وہ اسے واپس لے آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ صرف اس کے لیے ہے یا تمام لوگوں کے لیے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابوالیسر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی۔ تو میں نے اسے کہا: بے شک گھر میں اس سے عمدہ کھجوریں موجود ہیں۔ پس وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ تو میں نے اسے گلے لگا لیا اور اس کا بوسہ لیا۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا: اس پر پردہ ڈال اور توبہ کر۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو اس کے بارے بتایا تو آپ نے بھی کہا: اپنے اس فعل پر پردہ ڈال، توبہ کر اور اس کے بارے کسی کو نہ بتا۔ لیکن میں نے صبر نہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے ایسے عمل کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کا نائب اور اس کا قائم مقام بنایا گیا ہے؟ یہاں تک کہ اس نے یہ آرزو کی کہ وہ اسلام نہ لایا ہوتا مگر اسی ساعت۔ یہاں تک کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل وقت تک سر جھکائے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ ابوالیسر نے کہا: پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے پڑھ کر سنائی۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ اسی کے ساتھ خاص ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لیے ہے (2)۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر ایک بار یا دو بار اللہ تعالیٰ کی جانب سے حد قائم کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا پھر نماز کھڑی ہو گئی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: وہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں یہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے مکمل وضو کیا ہے اور ابھی ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تو اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو گیا ہے جیسا کہ تیری ماں نے تجھے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 160، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 5، صفحہ 273، 272، بیروت

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: چار رکعت نماز پڑھ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک عورت ایک آدمی کے پاس آئی اور وہ مدینہ طیبہ میں کھجوریں بیچتا تھا۔ وہ عورت انتہائی حسین و جمیل تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اسے انتہائی تعجب اور حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے کہا: میں مناسب خیال نہیں کرتا جو کھجوریں یہاں میرے پاس ہیں وہ تیرے لیے کوئی زیادہ پسندیدہ ہوں۔ البتہ گھر میں تیری ضرورت کے مطابق ہیں۔ سو وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ یہاں تک کہ جب وہ گھر میں داخل ہو چکی تو اس نے اسے اپنے نفس پر قدرت دینے کو کہا: تو اس نے انکار کر دیا اور اسے قسمیں دینے لگی پس اس نے اس کی شرمگاہ سے استمتاع کے بغیر دیگر حرکات اس کے ساتھ کیں۔ وہ آدمی چلا گیا لیکن اپنے کیے پر خوب نادم ہوا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھ پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: شیطان نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ہمارے ساتھ نماز پڑھو۔ اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ میں صبح، ظہر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں اور وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ اس کے لیے خاص ہے یا لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک عورت ایسے نبہان کے پاس آئی جو آٹا بیچتا تھا تاکہ وہ اس سے آٹا خریدے۔ تو وہ اسے کمرے میں لے گیا۔ جب خلوت میں پہنچا تو اسے بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ میں ہی فارغ ہو گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: تو غور کر کہیں وہ جہاد کرنے والے آدمی کی بیوی تو نہ ہو۔ پس اسی دوران کہ وہ ابھی اسی حالت میں تھے اس کے بارے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرت عطاء سے پوچھا گیا کیا یہ فرض نماز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت ابراہیم نخعی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فلاں بن معتب انصاری آدمی آیا اور اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت پر داخل ہوا اور میں نے اس سے وہ سب کچھ پایا جو ایک آدمی اپنی بیوی سے پاتا ہے مگر یہ کہ میں نے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ آپ اسے کیا جواب دیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے عورت کے پچھلے حصہ پر ضرب لگائی (یعنی ہاتھ مارا) پھر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور اس کے کفارہ کے بارے دونوں سے پوچھا۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا: میں نہیں جانتا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے بھی فرمایا: میں نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 154، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 161 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 163

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن رومان سے بیان کیا ہے کہ بنی تمیم کے ایک آدمی کے پاس ایک عورت آئی۔ تو اس نے اسے بوسہ دیا اور اس کی دبر پہ ہاتھ رکھا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ الی قولہ۔ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ پس وہ آدمی جس نے اس عورت کا بوسہ لیا تھا وہ ہمیشہ نصیحت حاصل کرتا رہا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔(1)

امام عبدالرزاق اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی یہ ارادہ لے کر آیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو بارش کی بشارت دے۔ تو اس نے ایک تالاب پر عورت کو بیٹھے ہوئے پایا۔ پس اس نے اس کے سینے کو پیچھے دھکیل دیا اور اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ تو اس کا عضو تناسل کپڑے کے پھندے کی طرح ہو گیا (یعنی وہ وطی پر قادر نہ ہو سکا)۔ اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور جو کچھ کیا تھا آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنے رب سے استغفار کر اور چار رکعتیں نماز پڑھ۔ اور آپ نے اس پر مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (2)۔

امام طیالسی، احمد، دارمی، ابن جریر، طبرانی، بغوی نے معجم میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑی اور اسے ہلایا۔ یہاں تک کہ اس کے پتے گرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ پانچ نمازیں پڑھے تو اس کے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسا کہ یہ پتے گر رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی (3)۔

ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابو مالک اشعری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے درمیانی وقت میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (4)

امام احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز اپنے سامنے والے گناہوں کو گرا دیتی ہے (یعنی نماز کی ادائیگی سے پہلے بندے سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں نماز انہیں ساقط کر دیتی ہے)(5)۔

امام احمد، بزار، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ وضو فرما رہے تھے پھر آپ نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر کھڑا ہوا اور نماز ظہر پڑھی۔ تو ظہر اور صبح کی نماز کے دوران جو گناہ اس سے ہوئے وہ بخش دیئے گئے۔ پھر اس نے عصر کی نماز پڑھی تو ظہر اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ پھر اس نے مغرب کی نماز ادا کی۔ تو مغرب اور عصر کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیئے گئے پھر اس نے عشا کی نماز پڑھی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جو گناہ ہوئے وہ معاف کر دیئے گئے پھر وہ رات گزارتا ہے اور اپنی رات میں طرح طرح کے کام کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 164، بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 83-162 — 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 159
4۔ ایضاً — 5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 413، دار صادر بیروت

صادر ہوا ہے جس کی وجہ سے حد شرعی لازم ہو جاتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمالیا۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں نے حد کا ارتکاب کیا ہے سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے وضو کیا ہے اور پھر تو آیا ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواباً عرض کی: ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تو چلا جا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرما دی ہے(1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں حد میں واقع ہو گیا ہوں سو آپ اسے مجھ پر قائم کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی۔ پس جب آپ نماز مکمل کر چکے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں حد میں واقع ہو گیا ہوں۔ سو آپ کتاب اللہ کا فیصلہ مجھ پر نافذ کیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: ہاں۔ تو فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تیرا گناہ معاف فرما دیا ہے(2) (الف)۔

بزار، ابو یعلیٰ، محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر میٹھے پانی سے بھر کر جاری ہو، وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتے ہوئے تو کیا میل کچیل میں سے کوئی اس پر باقی رہے گی؟ فرمایا: میل کچیل اس کے گناہ ہیں(3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو(4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی نہیں رہے گی(5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزرنے والی نہر کی طرح ہے جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ

1۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب فضل الصلوات، جلد 5، صفحہ 15-16، بیروت

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، باب ان الحسنات یذھبن السیئات، جلد 7، صفحہ 67-68، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند ابو یعلیٰ، جلد 3، صفحہ 370، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160-72، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 5۔ ایضاً

(الف) ان دونوں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں حد کا ارتکاب سے مراد قابل حد ارتکاب نہیں۔ بلکہ صغیرہ گناہ ہے۔ تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد نافذ نہیں کی بلکہ یہ بتا دیا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے وہ گناہ سے پاک کر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

غسل کرتے ہوں۔ تو کیا اس کی میل اس پر باقی رہ جائے گی؟(1)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، محمد بن نصر، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کئی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے افضل تھا۔ پس ان میں سے جو افضل تھا وہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد دوسرا چالیس برس تک زندہ رہا۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے پر پہلے کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اسے جانتے ہو جو (اجر) اس کی نماز نے اسے عطا کیا ہے؟ پھر اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو۔ تو کیا تم دیکھتے ہو کہ اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال میٹھے پانی کی نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے گزرتی ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مگر میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے سامنے والی (لغزشوں) کا کفارہ ہو گی۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان آدمی نہیں ہے کہ اس پر فرض نماز کا وقت آ جائے وہ اٹھے اور وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز پڑھے اور خوب خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے مگر یہ کہ جو گناہ اس نے اس نماز اور اس سے پہلے والی نماز کے درمیان صادر ہوئے وہ معاف کر دیے جاتے ہیں(4)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر ایک آدمی کارخانے میں کام کرتا ہو اور اس کے گھر اور کارخانے کے درمیان پانچ نہریں ہوں۔ پس جب وہ کارخانے میں آئے اس میں جو اللہ تعالیٰ چاہے وہ کام کرے اور اس کے جسم پر میل کچیل یا پسینہ لگ جائے اور جب بھی وہ نہر کے پاس سے گزرے تو اس میں غسل کرے کیا میل کچیل میں سے کوئی شے اس پر باقی رہے گی؟ پس اسی طرح نماز ہے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 160، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ مستدرک حاکم، باب فضل الصلوات الخمس، جلد 1، صفحہ 216، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 164، مکتبۃ العلوم والحکم موصل 4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 285

کہ جب بھی کسی نے گناہ کا عمل کیا پھر نماز پڑھی اور دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے پہلے والے گناہ معاف فرما دیتا ہے (1)۔

امام بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر نماز کے وقت پکار کر کہتا ہے اے آدم کی اولاد! اٹھو اپنی اس آگ کی طرف جسے تم نے اپنے آپ کے لیے روشن کیا ہے پس اسے بجھا دو (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت ایک منادی بھیجا جاتا ہے اور وہ پکار کر کہتا ہے: اے اولاد آدم! اٹھو اور اپنے سے اس آگ کو بجھا دو جو تم نے اپنے نفسوں پر جلا رکھی ہے۔ پس وہ اٹھتے ہیں اور خوب طہارت حاصل کرتے ہیں (وضو) اور نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وہ گناہ جو دو نمازوں کے درمیان ہوتے ہیں انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔ پس جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے پھر جب مغرب کی نماز کا وقت آتا ہے تو پھر اسی طرح ہوتا ہے اور جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا ہے تو پھر بھی اسی طرح ہوتا ہے پھر وہ سو جاتے ہیں اس حال میں کہ ان کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ پس ایک شخص خیر میں رات گزارتا ہے یا شر میں رات بسر کرتا ہے (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فرض نماز دوسری نماز تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے صادر ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے رمضان المبارک تک اپنے سے پہلے ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک حج دوسرے حج تک اپنے سے پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے (4)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (5)۔

امام بزار اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اس کے سر پر بوجھ ہوتے ہیں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گناہ گر جاتے ہیں۔ جب وہ اپنی نماز سے اس حال میں فارغ ہوتا ہے کہ اس سے اس کے گناہ گر چکے ہوتے ہیں (6)۔

1۔ تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 37-38، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم صغیر، جلد 2، صفحہ 130، بیروت
3۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 174-75، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
4۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 261
5۔ مجمع الزوائد، باب فضل الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 37، دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 250

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بندہ جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس کی گردن پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب وہ رکوع کرتا ہے تو وہ گر جاتے ہیں (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی وضو کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور پھر دو رکعت یا چار رکعتیں فرض یا غیر فرض نماز ادا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پانچ نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (3)۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف اور بزار اور طبرانی نے آپ سے ہی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: فرض نمازیں اپنے درمیان ہونے والے گناہ کے لیے کفارہ ہیں جب کہ کبائر سے اجتناب کیا جائے (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بعد اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ پانچ نمازوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس کے دروازے پر نہر ہو اور وہ ہر روز اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس طرح اس پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟ (6)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ حسب اور کانوں کا کفارہ (7)۔

ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے الکبیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ جلتے رہتے ہیں اور جب وہ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر وہ جلتے رہتے ہیں اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر جلتے ہیں اور جب مغرب کی نماز پڑھتے ہیں تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے یہاں تک کہ آپ نے تمام نمازوں کا ذکر کیا (8)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الصغیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جلتے رہتے ہو اور جب تم صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اس (جلن) کو دھو ڈالتی ہے پھر تم جلتے رہتے ہو اور جب ظہر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے، پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب عصر کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم جلنا شروع کر دیتے ہو اور جب تم مغرب کی نماز پڑھتے ہو تو وہ اسے دھو ڈالتی ہے۔ پھر تم جلنے لگتے ہو اور جب عشاء

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 37　2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 38　3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 159، مطبوعہ مدینہ منورہ
4۔ ایضاً　5۔ ایضاً　6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160
7۔ ایضاً　8۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 160

کی نماز پڑھتے ہو تو وہاں سے وعظ ڈالتی ہے۔ پھر تم سو جاتے ہو اور پھر تم بیدار ہونے تک کچھ نہیں لکھا جاتا(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: پرانے گناہوں کی جانب نئی نیکیوں کے ساتھ جلدی کرلو۔ پس اگر تم میں سے کسی نے اتنے گناہ کیے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان خلا ہے پھر اس نے نیک عمل کیا۔ تو یقیناً وہ اس کے گناہوں پر بلند ہوگا یہاں تک کہ ان پر غالب آجائے گا(2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ پرانی برائیوں کے خلاف نئی نیکیوں سے مدد طلب کرو۔ بے شک تم ہرگز کوئی ایسی شے نہیں پاؤ گے جو نئی نیکی سے بڑھ کر پرانی برائی کو ختم کرنے والی ہو اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں بھی ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ کے تحت کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خوشحالی اور تنگ دستی میں، قحط سالی اور شادابی میں اور عافیت اور مصیبت میں (یعنی ہر قسم کے حالات میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جس آدمی کا میلان اس کی وزارکر عورت کی جانب ہو تو اس کے لیے یہ ارشاد ہے: ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِیَّةٍ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ۝

"تو کیوں نہ ہوا کہ ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے زیرک لوگ ہوتے جو روکتے زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنے سے مگر وہ قلیل تھے جنہیں ہم نے نجات دی تھی ان سے اور پیچھے پڑے رہے ظالم اس عیش و طرب کے جس میں وہ تھے اور وہ مجرم تھے"۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ آیت مجھے پڑھائی۔

حضرت ابن ابی مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ فلولا کا معنی فهلا ہے (یعنی کیوں نہیں)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں فرمایا: تم سے پہلے نہیں ہوئے جو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے مگر وہ تھوڑے تھے(3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّنْ اَنْجَیْنَا مِنْهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں

1۔ المعجم الاوسط، جلد 3، صفحہ 202-119، دار المعارف الریاض　2۔ کتاب الزہد، صفحہ 230، بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 165، داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کا معنی ہے اہل حق اور اہل باطل ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ یعنی اہل حق اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کا معنی ہے اور اپنی رحمت کے لیے تو اہل حق کو پیدا فرمایا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وہ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر وہ جو اس کی رحمت کے اہل ہیں بے شک وہ اختلاف نہیں کریں گے (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں فرمایا: وہ ہمیشہ خواہش میں اختلاف کرتے رہیں گے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کا مفہوم ہے یہودی، عیسائی، مجوسی اور دین ابراہیمی کے پیروکار ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور وہ جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ حنیفیہ یعنی دین ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں (2)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ مختلف دینوں پر اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا وہ اختلاف نہیں کریں گے اور وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے بارے فرمایا: کہ اسی اختلاف کے لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا (3)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا اور اپنی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ مذہبوں کا اختلاف ہمیشہ کرتے رہیں گے سوائے اہل قبلہ کے جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا اور اپنی رحمت کے لیے انہیں پیدا فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اہل وہی جماعت ہیں۔ اگرچہ ان کے شہر اور ان کے بدن متفرق ہوں اور اس کی نافرمانی کرنے والے فرقہ پرست ہیں۔ اگرچہ ان کے بدن اکٹھے اور یکجا ہوں۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اپنی رحمت اور عبادت کے لیے انہیں پیدا فرمایا اور انہیں اختلاف کے لیے پیدا نہیں کیا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو گروہ پیدا فرمائے۔ ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا اور وہ اختلاف نہیں کرے گا۔ اور دوسرا جس پر رحم

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 203، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 167، بیروت
3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 70-168 4۔ ایضاً

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس دنیا میں حق آیا ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس سورت میں کہا کرتے تھے اور حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دنیا میں آپ کے پاس حق آیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو رجاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس اس سورت میں حق آیا ہے۔

وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

"اور آپ فرما دیجئے انہیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم عمل کرتے رہو اپنی جگہ پر اور ہم (اپنے طور پر) عمل کیے جاتے ہیں اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام، تو آپ بھی اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھیے اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو تم لوگ کرتے ہو۔"

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مَكَانَتِكُمْ بمعنی منازلکم ہے۔ یعنی تم اپنی منازل پر عمل کرتے رہو۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ انْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ کے تحت بیان کرتے ہیں کہ تم شیطان کے وعدوں کا انتظار کرو اس سے جو وہ تمہارے لیے آراستہ کر کے تم پر پیش کرتا ہے۔ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ کی تفسیر میں فرمایا۔ پس وہی ان کے درمیان اپنے علم سے عدل کا فیصلہ فرمائے گا (2)۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تورات کا آغاز اس سے ہے جس سے سورۃ الانعام کا آغاز ہوا ہے اور تورات کا خاتمہ سورۃ ہود کے خاتمہ کی طرح ہے: وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ... الی آخرہ ... بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 12، صفحہ 174، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 76-175 3۔ ایضاً، جلد 12، صفحہ 176